

مِنْ بَرِّكَ اللهُابِ خَيْرٍ أَيْفَقَهْرِي الدِّينِ
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں قیامت عطا فرماتا ہے

فَقْدُ الْعَرَبِ

اسلامی طرز زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل
امام شوکانیؒ کی فقہ کی معروف کتب "الدُّرُورُ الْبَهِیَّةُ" کا
ترجمہ و تشریح بمجموعہ تخریج و تحقیق

جلد دوم

ترتیب و ترجمہ و تخریح: حافظ عمران ایوب لاہوری

تحقیق و افادات:

مَحَدِّثُ الْعَصْرِ عَلَانَا صَلَاتُكَ الْبَارِكِ

نعمانی کتب خانہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

*** توجہ فرمائیں! ***

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ

لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔

متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی

نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر

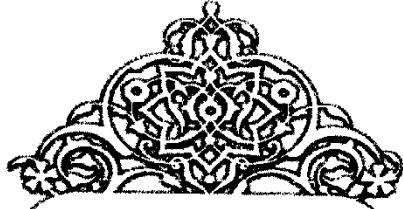
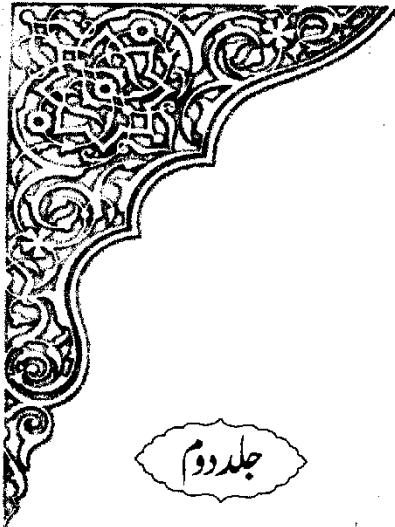
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com



جلد دوم



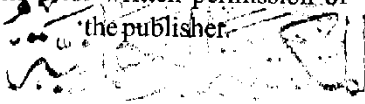
www.KitaboSunnat.com



COPY RIGHT

All rights reserved

Exclusive rights by nomani kutab khana Lahore Pakistan. No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means or stored in a data base retrieval system, without the prior written permission of the publisher.



۱۹۹۹ء کے ماہ اول تا اکتوبر

۱۰۰۰۰۰۰۰

نام کتاب
فتوح کبیر

اسلامی مرزوزگی تنظیم فقہی احکام مسائل

ترتیب و تحریر و ترویج
حافظ عمران ایوب لاہوری

تحقیق و افادہ :
محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

کیوزنگ
عرفان ایوب

سرورق
رحیم لاہور

تاریخ اشاعت
جولائی ۲۰۰۳ء

مطبوعہ
علی آصف پرنٹرز لاہور

ناشر
نعمانی کتب خانہ

e-mail: nomania2000@hotmail.com

مَنْ يُرِيَّ اللَّهُ بِهَيْئَةٍ، يُفَقِّهْ فِي الدِّينِ (بخاری)
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں نقاہت عطا فرمادیتے ہیں،

اسلامی طرز زندگی متعلق فقہی احکام و مسائل
امام شوکانی کی فقہ کی معرّفی کتاب ”الدرر البہیہ“ کا
ترجمہ و تشریح بمعہ تخریج و تحقیق

www.KitaboSunnat.com

جلد دوم



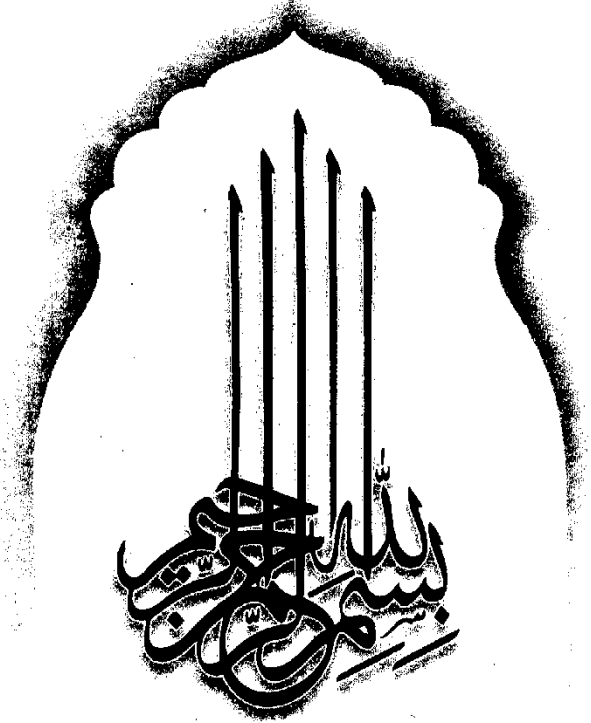
فقہ الحدیث

تحقیق و افادہ :

مَحَارِبُ الْعَصْرِ عَلَافَةَ النَّاصِرِ الْإِسْلَامِيِّ الْإِسْلَامِيِّ

نعمانی کتب خانہ

ترتیب و ترجمہ و تخریج :
حافظ عمران ایوب لاہوری



شرح اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

فہرست

www.KitaboSunnat.com

صفحہ نمبر	عنوانات
49	تقریظ
51	پیش لفظ
52	چند ضروری اصطلاحات بہ ترتیب حروف تہجی

⑦ کتاب الحج حج کے مسائل

باب 1	
57	حج کے احکام
57	پہلی فصل: حج کا وجوب
57	ہر مکلف استطاعت رکھنے والے شخص پر حج واجب ہے
59	557- لفظ سبیل کا مفہوم
60	558- عورت پر وجوب حج کے لیے محرم کا ہونا شرط ہے
60	(استطاعت کے بعد) فوری طور پر حج کرنا واجب ہے
61	اسی طرح عمرہ بھی اور ایک سے زیادہ مرتبہ حج نفل ہے
63	متفرقات
63	559- کیا نابالغ بچہ حج کر سکتا ہے؟
64	560- میت کی طرف سے حج کرنا کیسا ہے؟
65	دوسری فصل: نیت کے ساتھ نوع حج کی تعیین واجب ہے
65	حج تمتع یا قرآن یا مفرد میں سے کسی ایک قسم کی نیت کے ساتھ تعیین کرنا واجب ہے
66	پہلی قسم (یعنی حج تمتع) سب سے افضل ہے
66	احرام باندھنے کے مقامات

67	☆ جوان مقامات کے اندر ہوں وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں
68	☆ متفرقات
68	☆ 561- نبی ﷺ نے کہاں سے تلبیہ کہا؟
68	☆ 562- احرام باندھتے وقت غسل
68	☆ 563- حدود حرم میں عارضی طور پر مقیم حضرات.....
68	☆ 564- حج و عمرے کی نیت کے بغیر مکہ میں داخلہ
69	☆ تلبیہ کے مسائل
69	☆ 565- تلبیہ کا حکم
69	☆ 566- تلبیہ کے الفاظ
69	☆ 567- مردوں کو اونچی آواز سے تلبیہ کہنا چاہیے
70	☆ 568- بلند آواز سے تلبیہ کہنا اجرم میں اضافے کا باعث ہے
70	☆ 569- تلبیہ کہنے کی فضیلت
70	☆ 570- تلبیہ کا اختتام
70	☆ 571- عمرے میں تلبیہ کب ختم کیا جائے؟
71	☆ بئسری فصل: دوران احرام ممنوع افعال
71	☆ محرم کے لیے ممنوع افعال
72	☆ ابتدا میں خوشبو نہ لگائے
72	☆ کسی عذر کے بغیر اپنے بال نہ ترچھووائے
73	☆ شہوانی حرکات نا فرمانی اور جھگڑے سے اجتناب کرے
73	☆ نہ نکاح کرنے نہ نکاح کرائے اور نہ نکاح کا پیغام بھیجے
74	☆ کسی شکار کو قتل نہ کرے اور جو اسے قتل کرے گا.....
75	☆ وہ شخص کسی دوسرے شخص کا شکار کیا ہوا جانور بھی نہیں کھا سکتا الا کہ.....
77	☆ ازخراگھاس کے سوا حرم کے درخت نہ کاٹے جائیں
77	☆ محرم کے لیے پانچ فاسق (موذی) جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے
78	☆ مدینہ کے حرم کا شکار اور اس کے درخت مکہ کے حرم کی طرح ہیں

79	جو اس کے درخت یا اس کی گھاس کاٹنے گا اس کی سزا	79	جو اس کے درخت یا اس کی گھاس کاٹنے گا اس کی سزا
79	وادی وچ کاشکار اور اس کے درخت بھی حرام ہیں	79	وادی وچ کاشکار اور اس کے درخت بھی حرام ہیں
80	متفرقات	80	متفرقات
80	572- حالت احرام میں بطور علاج جسم سے خون نکلوانا	80	572- حالت احرام میں بطور علاج جسم سے خون نکلوانا
80	573- حالت احرام میں غسل کرنا مباح ہے	80	573- حالت احرام میں غسل کرنا مباح ہے
80	574- حالت احرام میں سرمہ لگانا یا.....	80	574- حالت احرام میں سرمہ لگانا یا.....
81	جموں نہی فصلی: جو افعال دوران طواف واجب ہیں	81	جموں نہی فصلی: جو افعال دوران طواف واجب ہیں
81	مکد آنے کے بعد حاجی طوافِ قدوم کے سات چکر لگائے	81	مکد آنے کے بعد حاجی طوافِ قدوم کے سات چکر لگائے
82	575- عورتیں بھی مردوں کے ساتھ طواف کریں گی	82	575- عورتیں بھی مردوں کے ساتھ طواف کریں گی
82	576- طواف کی اقسام	82	576- طواف کی اقسام
82	پہلے تین چکروں میں تیز دوڑے گا اور باقی میں آہستہ چلے گا	82	پہلے تین چکروں میں تیز دوڑے گا اور باقی میں آہستہ چلے گا
83	577- ریل کی ابتدا کیسے ہوئی؟	83	577- ریل کی ابتدا کیسے ہوئی؟
83	حجر اسود کو بوسہ دے گا یا چھڑی وغیرہ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرے گا اور چھڑی کو بوسہ دے گا	83	حجر اسود کو بوسہ دے گا یا چھڑی وغیرہ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرے گا اور چھڑی کو بوسہ دے گا
84	رکن یرمائی کو چھو کر گزرے	84	رکن یرمائی کو چھو کر گزرے
85	حج قرآن کرنے والے کے لیے ایک طواف اور ایک سعی ہی کافی ہے	85	حج قرآن کرنے والے کے لیے ایک طواف اور ایک سعی ہی کافی ہے
86	دوران طواف وہ با وضوء اور ستر ڈھانپنے والا ہو	86	دوران طواف وہ با وضوء اور ستر ڈھانپنے والا ہو
87	حائضہ عورت، بیت اللہ کے طواف کے سوا دیگر حاجیوں کی طرح تمام اعمال کرے گی	87	حائضہ عورت، بیت اللہ کے طواف کے سوا دیگر حاجیوں کی طرح تمام اعمال کرے گی
88	طواف کے وقت مسنون ذکر کرنا مستحب ہے	88	طواف کے وقت مسنون ذکر کرنا مستحب ہے
88	طواف کے بعد مقام ابراہیم میں دو رکعتیں پڑھے گا پھر حجر اسود کو دوبارہ چھوئے گا	88	طواف کے بعد مقام ابراہیم میں دو رکعتیں پڑھے گا پھر حجر اسود کو دوبارہ چھوئے گا
89	578- مقام ابراہیم کی دو رکعتوں کے بعد آب زمزم پینا	89	578- مقام ابراہیم کی دو رکعتوں کے بعد آب زمزم پینا
89	متفرقات	89	متفرقات
89	579- مریض سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے	89	579- مریض سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے
89	580- اضطباع کیا ہے؟	89	580- اضطباع کیا ہے؟
90	بانہیوں، فصلی: صفا مروہ کے درمیان سعی کا وجوب	90	بانہیوں، فصلی: صفا مروہ کے درمیان سعی کا وجوب
90	پھر وہ مسنون دعائیں پڑھتا ہوا صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے گا	90	پھر وہ مسنون دعائیں پڑھتا ہوا صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے گا

91	اگر حج تمتع کر رہا ہو توسعی کے بعد احرام اتار دے گا حتیٰ کہ جب ترویہ کا دن ہوگا.....
92	581- خواتین کے لیے صفا مردہ کی سعی
92	582- حائضہ اور نفاس والی عورت بھی یہ سعی کرے گی
93	رہمنی فصلی: مناسک حج کا بیان
93	میدان عرفات میں وقوف اور مزدلفہ کی طرف واپسی
94	583- عرفہ کے دن کی بہترین دعا
94	584- وقوف عرفات کا مقام
94	مشعر حرام میں آئے گا اور وہاں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے.....
95	جرات کو نکلیاں مارے گا.....
96	نکلیاں طلوع آفتاب کے بعد مارے گا البتہ عورتیں اور بچے اس سے پہلے بھی مار سکتے ہیں
97	585- تلبیہ کب ختم کیا جائے گا؟
97	پھر وہ اپنا سر منڈائے گا یا بال ترشوائے گا تو اس کے لیے بیوی کے سوا تمام اشیاء حلال ہو جائیں گی
98	586- کیا عورتیں بھی بال منڈوائیں گی؟
99	جس نے نکلیاں مارنے سے پہلے سر منڈالیا یا جانور ذبح کر لیا یا بیت اللہ میں چلا گیا.....
99	587- سر منڈانے سے پہلے قربانی
100	588- یوم النحر میں حاجیوں کے کرنے کے چار کام
100	ایام تشریق (11، 12، 13 ذوالحجہ) کے ہر روز تینوں جمروں کو سات سات نکلیاں مارے گا
101	589- ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزاری جائیں
102	امام حج کے لیے مستحب ہے کہ وہ یوم النحر کو خطبہ دے
102	ایام تشریق کے درمیان میں بھی خطبہ دے
103	حاجی نحر کے دن طواف افاضہ یعنی طواف زیارت کرے گا
104	حج کے کاموں سے فارغ ہو کر طواف وداع کرے گا
104	590- مدینہ کو واپسی
105	متفرقات
105	591- مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت

105	مسائل احصار
105	592- حج یا عمرے کے لیے جاتے ہوئے راستے میں عذر پیش آ جانا
106	593- محصر شخص آئندہ سال حج یا عمرے کی قضائی دے گا
107	594- اگر کسی کو رکاوٹ پیش آنے کا خدشہ ہو.....
108	ساتویں فصل: قربانی کی سب سے افضل قسم
108	سب سے افضل قربانی اونٹ کی ہے پھر گائے کی اور پھر بکری کی
108	اونٹ اور گائے سات افراد کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے
109	قربانی دینے والے کے لیے اپنی قربانی کا گوشت کھانا جائز ہے
109	اس پر سوار ہو سکتا ہے
110	اسے اشعار کرنا اور اس کے گلے میں قلابہ (پٹہ) ڈالنا مستحب ہے
111	جو (بیت اللہ کے لیے) قربانی بھیج دے اس پر وہ اشیاء حرام نہیں ہوں گی جو محرم پر ہوتی ہیں
	باب 2
112	عمرہ مفردہ کا بیان
112	عمرہ مفردہ کا طریقہ
112	دوران سال کسی بھی وقت عمرہ کرنا مشروع ہے
113	متفرقات
113	چند بدعات حج
113	595- سفر حج اور احرام کی بدعات
114	596- طواف کی بدعات
115	597- آب زمزم کی بدعات
115	598- سعی کی بدعات
115	599- عرفہ کی بدعات
116	600- مزدلفہ کی بدعات
116	601- احرام سے نکلنے کی بدعات
116	602- جمروں کو ٹکڑیاں مارنے کی بدعات



کتاب النکاح نکاح کے مسائل



8

119	پہلی فصل: شادی کے احکام	✱
119	جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے یہ مشروع ہے	✱
121	جسے گناہ میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہو اس پر (نکاح) واجب ہے	✱
122	دنیا سے لاتعلقی (شادی نہ کرنا) جائز نہیں الا کہ انسان نکاح کی ضروریات پوری کرنے سے عاجز ہو	✱
122	نکاح کے لیے عورت کیسی ہو؟	✱
124	بڑی عمر کی لڑکی ہو تو اس کی طرف پیغام نکاح بھیجنا اور لڑکی سے رضامندی حاصل کرنا	✱
125	ایسے شخص کے متعلق جو اس کا کفو (ہمسر) ہو	✱
126	لڑکی چھوٹی ہو تو اس کے ولی کو پیغام نکاح بھیجا جائے گا	✱
126	کنواری لڑکی کی رضامندی اس کی خاموشی ہی ہے	✱
126	دوران عدت پیغام نکاح بھیجنا اور کسی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام بھیج دینا حرام ہے	✱
128	مگنیت کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے	✱
128	ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں	✱
130	دو گواہوں کے بغیر بھی نکاح نہیں ہوتا	✱
131	603- نکاح خفیہ نہیں بلکہ اعلانیہ کرنا چاہیے	✱
132	الا کہ ولی (شوہر دیدہ کی رضامندی) رکاوٹ بن رہا ہو یا غیر مسلم ہو	✱
132	زوجین میں سے ہر ایک کے لیے جائز ہے کہ وہ عقد نکاح کے لیے اپنا ناماندہ مقرر کر لیں	✱
132	متفرقات	
132	604- خطبہ نکاح پڑھنا مسنون ہے	✱
133	605- جس کی شادی ہو اسے ان الفاظ میں مبارکباد دی جائے	✱
133	606- شریعت میں کثیر التعداد بارات کا تصور نہیں	✱
134	607- مسجد میں نکاح	✱
134	608- بروز جمعہ نکاح	✱
134	609- ولیمہ مشروع ہے	✱

135	610- ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے
136	دوسری فصل: حرام نکاح
136	متعد کا نکاح منسوخ ہے
138	حلالہ کرنا حرام ہے
139	اسی طرح نکاح شفا رہ بھی حرام ہے
140	خاندن پر واجب ہے کہ عورت کی شرائط پوری کرے
141	إلا کہ کوئی شرط حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دینے والی ہو
141	آدمی پر کسی بدکار یا مشرکہ عورت سے نکاح کرنا حرام ہے اور عورت پر بھی
142	جن کے ساتھ نکاح کی حرمت کی قرآن نے وضاحت کر دی ہے
144	رضاعت بھی نسب کی طرح ہی ہے
144	611- رضاعت کی وجہ سے اثبات حرمت کی دو شرطیں ہیں
145	عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز نہیں
146	آزاد اور غلام مرد کے لیے عورتوں کی جو تعداد مباح ہے اس سے بڑھ کر نکاح کرنا بھی حرام ہے
148	اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے
148	جب لونڈی آزاد ہو جائے تو وہ اپنے معاملے کی خود مالک ہوگی
149	کوئی عیب نکل آنے پر نکاح فسخ کرنا جائز ہے
151	کافر جب مسلمان ہو جائیں تو ان کے کس نکاح کو برقرار رکھا جائے گا
152	جب میاں بیوی میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور عدت واجب ہو جائے گی
152	اگر مرد مسلمان ہو جائے اور عورت نے دوسرا نکاح نہ کیا ہو تو وہ.....
154	تیسری فصل: مہر کے مسائل
154	مہر ادا کرنا واجب ہے خواہ لوہے کی انگوٹھی یا قرآن سکھانا ہی کیوں نہ ہو
156	مہر کو بہت زیادہ بڑھا دینا مکروہ ہے
157	جس نے کسی عورت سے شادی کی اور مہر مقرر نہ کیا تو.....
158	ہم بستری سے پہلے مہر کا کچھ حصہ ادا کر دینا مستحب ہے
158	مرد پر عورت سے اچھا سلوک کرنا ضروری ہے

159	بیوی پر شوہر کی فرمانبرداری لازم ہے	✽
160	جس کی دو یا اس سے زائد بیویاں ہوں وہ ان کے درمیان انصاف کرے	✽
161	جب کوئی سفر کا ارادہ کرے تو ان (بیویوں) کے درمیان قرعہ ڈال لے	✽
161	عورت کے لیے اپنی باری کسی اور کو دے دینا یا اسے ختم کر کے خاوند سے مصالحت کر لینا درست ہے	✽
162	شوہر اپنی نئی کنواری دلہن کے پاس سات دن جبکہ مطلقہ یا بیوہ کے پاس تین دن ٹھہرے	✽
163	عزل جائز نہیں	✽
165	عورت کی پشت میں جماع کرنا جائز نہیں	✽
167	بہو نہیں فصل: بچہ صاحب فراش کا ہے	✽
167	بچہ بستروالے کے لیے ہے اور کسی اور سے اس کی مشابہت کا کوئی اعتبار نہیں	✽
167	جب تین شخص ایک لونڈی کی ملکیت میں شریک ہوں.....	✽
168	متفرقات	
168	612- جماع سے پہلے دعا	✽
168	613- غلیلہ جائز ہے	✽
169	614- دوران جماع گنگو کا حکم	✽
169	615- مباشرت کے راز افشاں کرنا	✽
169	616- لمبے سفر سے واپسی پر گھر میں پہنچنے سے پہلے اطلاع کر دینا	✽
170	617- اہل کتاب (بیہود و نصاری) کی عورتوں سے نکاح	✽
170	618- حالت احرام میں نکاح ممنوع ہے	✽



کتاب الطلاق

طلاق کے مسائل



		باب
173	طلاق کی اقسام کا بیان	
173	رہلمی فصل: طلاق کی مشروعیت اور اس کے احکام	✽
173	مکلف و خود مختار شخص کی طرف سے طلاق دینا جائز ہے	✽
175	خواہ مذاق میں ہی ہو	✽

175	عورت کو طلاق دینے کا مسنون طریقہ
177	اس صورت کے علاوہ کسی اور صورت میں طلاق دینا حرام ہے
177	بدی طلاق کے واقع ہونے میں اور ایک سے زائد طلاقوں کے واقع ہونے میں اختلاف ہے
179	راجح موقف یہ ہے کہ ایسی طلاقیں واقع نہیں ہوتیں
181	متفرقات
181	619- کیا خرچہ نہ ہونے کی صورت میں حاکم میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال سکتا ہے؟
182	620- ایسی عورت جس کا خاندان لاپتہ ہو جائے
183	621- والدین کے حکم پر طلاق
185	دوسری فصل: طلاق کن اشیاء کے ساتھ واقع ہوتی ہے؟
185	اشارے و کنائے سے بھی طلاق ہو جائے گی جبکہ اس میں طلاق کی نیت موجود ہو
185	اختیار دینے سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی جب عورت علیحدگی پسند کر لے
186	جب خاوند طلاق کو کسی اور کے سپرد کر دے تو اس کی طرف سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی
186	بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی
187	آدمی رجعی طلاق کی عدت میں اپنی بیوی کا زیادہ مستحق ہے جب چاہے رجوع کر سکتا ہے
188	622- رجوع کس طرح کیا جائے گا؟
189	623- حق رجوع کی حکمت
189	تیسری طلاق کے بعد جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے پہلے کے لیے حلال نہیں ہوگی
189	متفرقات
189	624- نکاح سے پہلے طلاق
190	625- شرط کے ساتھ معلق طلاق
190	626- خیالی طلاق
191	627- غلام کی طلاق
191	628- طلاق کے وقت اپنا دیا ہوا مہر وصول کرنا جائز نہیں
192	2
192	ذخ کا بیان

192	✽ جب آدمی اپنی بیوی سے خلع کرے تو بیوی کا معاملہ اسی کے ہاتھ میں ہوگا
192	✽ 629- عورت خلع کب لے سکتی ہے؟
192	✽ 630- بلاوجہ عورت کا شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنا حرام ہے
193	✽ خلع کم اور زیادہ مال سے جائز ہے لیکن.....
194	✽ خلع پر میاں بیوی دونوں کی رضا مندی ضروری ہے یا پھر.....
195	✽ یہ فتح نکاح ہے
196	✽ اس کی عدت ایک حیض ہے
197	متفرقات
197	✽ 631- خلع کے لیے طلاق کی شرائط
197	✽ 632- کیا خلع کے لیے عورت کو والدین سے اجازت لینے کی ضرورت ہے؟
197	✽ 633- خلع کے لیے حاکم یا قاضی کی ضرورت نہیں
	باب 3
198	ایلاء کا بیان
198	✽ ایلاء کی تعریف
198	✽ اگر اس نے کوئی مدت مقرر نہ کی ہو یا چار ماہ سے زائد مقرر کی ہو تو.....
199	متفرقات
199	✽ 634- مدت ایلاء کی مقدار
200	✽ 635- آزاد اور غلام کی مدت ایلاء
200	✽ 636- کیا غصے کی حالت میں ایلاء منعقد ہو جاتا ہے؟
200	✽ 637- اگر کوئی مدت ایلاء کے دوران بیوی سے ہم بستر ہونا چاہے؟
	باب 4
201	ظہار کا بیان
201	✽ ظہار کی تعریف اور اس کا کفارہ
201	✽ 638- ظہار کے الفاظ
202	✽ 639- کفارے میں ترتیب کا حکم

202	640- کیا کفارے میں غلام کا مومن ہونا ضروری ہے؟	✱
203	641- روزوں کا تسلسل برقرار رہے	✱
203	642- کفارے کی ادائیگی سے پہلے ہم بستری	✱
203	643- ہر مسکین کو کتنا کھانا کھلایا جائے؟	✱
204	حاکم کے لیے جائز ہے کہ بیت المال سے اس کی اعانت کر دے اگر وہ فقیر ہو اور.....	✱
204	اگر وہ شخص وقت گزرنے یا کفارہ دینے سے پہلے ہم بستری کر لے تو.....	✱
باب 5		
206	لعان کا بیان	
206	جب آدمی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور وہ عورت اس کا اقرار نہ کرے	✱
207	لعان کا طریقہ	✱
208	بچہ صرف ماں کے حوالے کر دیا جائے گا اور جس نے اسے اس بچے کی وجہ سے تہمت لگائی.....	✱
209	متفرقات	
209	644- لعان میں مرد سے ابتدا.....	✱
209	645- کیا لعان طلاق ہے؟	✱
209	646- شوہر کو حد تذف	✱
210	647- کیا لعان کے بعد از خود علیحدگی ہو جائے گی؟	✱
210	648- مسجد میں لعان	✱
210	649- لعان کا حکم صرف شادی شدہ عورتوں کے لیے ہے	✱
210	650- بچوں کا رنگ مختلف ہونے کی وجہ سے بیوی پر تہمت زنا	✱
باب 6		
211	عدت کا بیان	
211	رہلمی فصل: عدت کی اقسام	✱
211	طلاق کی وجہ سے حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور حائضہ کی تین حیض ہے	✱
212	ان دونوں کے علاوہ کی عدت تین ماہ ہے	✱
212	بیوہ کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے	✱

214	جس عورت سے ہم بستری نہیں ہوئی اس پر کوئی عدت نہیں اور لوٹھی.....
215	عدت گزارنے والی بیوہ عورت پر لازم ہے کہ وہ زیب و زینت چھوڑ دے
216	بیوہ اسی گھر میں ٹھہرے جس میں اپنے خاوند کی وفات کے وقت تھی
218	جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے وہ کیا کرے؟
218	651- ایام عدت میں مطلقہ عورت کا گھر سے نکلنا
219	دوسری فہصل: قیدی یا خریدی ہوئی لونڈی کا استبراء
219	قیدی یا خریدی ہوئی لونڈی پر استبراء کے لیے ایک حیض مدت ہے اور اگر حاملہ ہو.....
220	جسے حیض نہیں آتا اس کی عدت
220	کنواری اور چھوٹی عمر کی لونڈی کے لیے استبراء ضروری نہیں اور نہ ہی.....
221	652- لونڈیوں سے ہم بستری کے لیے ان کا مسلمان ہونا ضروری نہیں
221	653- استبراء سے پہلے بھی ہم بستری کے علاوہ استمتاع جائز ہے
222	باب 7 نفقہ کا بیان
222	خاوند پر بیوی کا خرچہ واجب ہے
223	654- کتنا خرچہ واجب ہے؟
224	655- خرچہ میں خاوند کے حالات کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا
224	رجعی طلاق یافتہ کے لیے بھی خرچہ ہے جبکہ طلاق بائسہ (تیسری طلاق) والی کے لیے نہیں ہے
226	شوہر کی وفات یا تیسری طلاق کے بعد خرچہ اور رہائش کا حکم
227	مالدار باپ پر اپنے تنگ دست بیٹے کو خرچہ دینا لازم ہے اسی طرح مالدار بیٹے پر بھی.....
228	مالک پر اپنے غلاموں کا خرچہ واجب ہے
229	کسی قریبی رشتہ دار پر اپنے قریبی رشتہ دار کو خرچہ دینا واجب نہیں ہے
230	جس کا خرچہ کسی پر واجب ہو تو اس کا لباس اور اس کی رہائش بھی اس پر واجب ہے
230	متفرقات
230	656- کسی مسلمان کی جان بچانے کے لیے مال خرچ کرنا
231	657- جانوروں کا خرچہ ان کے مالکوں پر لازم ہے

باب 8

دودھ پلانے کا بیان

232

رضاعت کا حکم صرف پانچ مرتبہ دودھ پلانے کے ساتھ ثابت ہوتا ہے

232

حرمیت کے لیے دودھ کی موجودگی اور بچے کا مدت رضاعت میں ہونا ضروری ہے

234

رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں

235

کسی اختلاف کی صورت میں دودھ پلانے والی کی بات قبول کی جائے گی

235

کسی بڑی عمر کے لڑکے کو دودھ پلانا جائز ہے خواہ وہ داڑھی والا ہی کیوں نہ ہو

236

متفرقات

238

658- دو سال تک دودھ پلانا جائز ہے ضروری نہیں

238

659- کسی اور سے دودھ پلوانا بھی جائز ہے

238

660- اگر کسی نے بہن کا دودھ پیا ہو تو باہم ان کی اولاد کا حکم

238

661- حق رضاعت کے متعلق ایک ضعیف روایت

238

باب 9

پرورش و تربیت کا بیان

239

بچے کی سب سے زیادہ مستحق اس کی ماں ہے جب تک کہ وہ اور نکاح نہ کر لے

239

پھر خالہ مستحق ہے اور پھر والد

240

پھر حاکم اسے ولی مقرر کرے گا جس میں صلاحیت دیکھے گا

242

مضبوط عمر کو پہنچ جانے کے بعد بچے کو اس کے باپ اور اس کی ماں کے درمیان اختیار دیا جائے گا

242

اگر کوئی ایسا شخص نہ ملے تو وہ شخص اس کی کفالت کرے جس کی کفالت میں مصلحت ہو

243

متفرقات

243

662- حضانت کے متعلق پانچ فیصلے

243

663- بچہ کسی کے پاس بھی ہو لیکن جب ماں باپ میں سے کسی کو ملنا چاہے

(10) کتاب البیوع خرید و فروخت کے مسائل

باب 1

حرام بیوع کی اقسام

247

247	صرف بائع اور مشتری کی رضامندی ضروری ہے
247	664- صحت تجارت کے لیے مالک کا مکلف (خود مختار) ہونا ضروری ہے
249	665- تجارت کے وقت قرض لکھنا اور گواہ بنانا
249	شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت جائز نہیں
249	کتے، بلی اور خون کی تجارت جائز نہیں
250	666- جو کتے کو مارے کیا وہ اس کی قیمت ادا کرے گا؟
251	زرچڑھانے اور ہر حرام چیز کی تجارت جائز نہیں
252	زائد پانی اور جس میں دھوکہ ہو اس کی تجارت جائز نہیں
254	حاملہ کے حمل کی بیج، بیج منابذہ اور بیج ملامسہ جائز نہیں
255	چندنا جائز بیوع
257	بیج محالہ، بیج مزایہ اور بیج معاومہ جائز نہیں
258	بیج مختصرہ اور بیانے کی بیج جائز نہیں
260	ایسے شخص کو رس فروخت کرنا جائز نہیں جو شراب بناتا ہو
260	معدوم شے کی معدوم شے کے ساتھ بیع اور مال کو قبضے میں لینے سے پہلے بیع جائز نہیں
262	غلی کی بیج جائز نہیں حتیٰ کہ اس میں دو صاع جاری ہو جائیں
262	بیج میں استثناء کرنا جائز نہیں، الا کہ مال معلوم ہو
264	خونی رشتوں میں بیع کے ذریعے تفریق ڈالنا جائز نہیں
264	کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان نہ بیچے
265	بولی لگا کر بھاؤ چڑھانا اور بیع پر بیع کرنا جائز نہیں
267	تافلوں کو چالنا اور ذخیرہ اندوزی کرنا جائز نہیں
268	667- کیا ایچکار صرف خورد و نوش کی اشیاء میں ہے؟
269	نرخ مقرر کرنا جائز نہیں اور کسی آفت کی بنا پر ہونے والے نقصان کو معاف کر دینا ضروری ہے
271	بیک وقت ادھار اور بیع جائز نہیں
271	ایک بیع میں دو بیع اور قبضہ میں لینے سے پہلے نفع اٹھانا جائز نہیں
272	جو چیز بائع کے پاس موجود نہیں اسے فروخت کرنا جائز نہیں

272	668- بیع فضولی کا حکم
273	669- بیع القطوط کا حکم
273	دھوکہ نہ دینے کی شرط لگا کر بیع کرنا جائز ہے
273	جب تک بائع اور مشتری جدا نہ ہوں انہیں اس مجلس میں اختیار ہے
274	متفرقات
274	670- کاروبار میں مشتبه امور سے اجتناب
276	671- ذرائع آمدن میں حلال و حرام کی پرواہ نہ کرنا
276	672- تجارت کے لیے بحری سفر
277	673- رزق میں کشائش کا نسخہ
277	674- جھوٹ بول کر سودا فروخت کرنا حرام ہے
278	675- خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانا جائز نہیں
278	676- سچے تاجر کی فضیلت
279	677- کاروبار میں فیاضی سے کام لینا چاہیے
279	678- اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کی فضیلت
280	679- بازاروں میں شور و غل مچانا
281	680- ماپ تول میں کمی کا گناہ
282	681- صبح کے وقت تجارت
282	682- عہد رسالت میں موجود پیشے
283	683- بھیک مانگنے کا پیشہ
284	684- ولاء کی خرید و فروخت جائز نہیں
284	685- مدبر غلام کو فروخت کرنا
285	686- ام ولد لونڈی کی بیع
285	687- بغیر گواہوں کے بیع درست ہے
285	688- ٹی وی وی سی آر اور فلموں کا کاروبار
285	689- شیوہ کی کمائی کا حکم

286	690- فوٹو گرافی کے پیشے کا حکم
	باب 2
287	سود کا بیان
287	سونے چاندی گندم جو کھجور اور نمک کی باہم بیع حرام ہے رالاکہ سب برابر اور نقد ہوں
287	691- سود کی حرمت کے دلائل
290	دوسری اشیاء کو ان کے ساتھ ملانے میں اختلاف ہے
291	اگر اجناس مختلف ہوں تو کی بیشی جائز ہے جبکہ بیع نقد ہو
291	مقداروں کی برابری سے لاعلمی کی صورت میں ایک جنس کی بیع بھی درست نہیں
292	خشک کھجوروں کے بدلے تازہ کھجوروں کی بیع جائز نہیں مگر اہل عریاء کے لیے جائز ہے
294	692- اہل عریاء کے لیے صرف پانچ وقت
294	گوشت کی بیع زندہ جانور کے بدلے جائز نہیں
295	ایک جانور کو دو یا اس سے زیادہ اسی جنس کے جانوروں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے
296	بیع عینہ جائز نہیں
297	متفرقات
297	693- کیا توبہ کے بعد بقیہ سودی رقم وصول کی جائے گی؟
297	694- شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا فتویٰ
298	695- قسطوں پر خریدی ہوئی چیز
298	696- سودی بینکوں میں اکاؤنٹ کھلوانا
298	697- بیمہ (انشورنس) کا حکم
300	698- انصافی بانڈز کی شرعی حیثیت
	باب 3
301	اختیار کا بیان
301	بائع پر اپنے مال کا عیب واضح کرنا واجب ہے ورنہ مشتری کے لیے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا
302	نفع ضمانت کے ساتھ ہی ہے
303	دھوکے کی وجہ سے مشتری سودا رد کر سکتا ہے اور اس کی ایک صورت ہے بیع مصراۃ ہے

304	اسے بھی اختیار ہے جسے دھوکہ دیا گیا ہو یا جس نے بازار بچھنے سے پہلے ہی مال فروخت کر دیا ہو
305	نا جائز بیع کرنے والوں کو بھی فتح کا اختیار حاصل ہے
305	جس نے بغیر دیکھے کچھ خریدا ہو اسے بھی دیکھنے کے بعد اختیار ہوگا
306	اسے بھی فتح کا اختیار ہے جس نے اختیار کی شرط کے ساتھ سودا کیا ہو
307	جب بائع اور مشتری کے مابین سودے کے متعلق اختلاف ہو جائے تو بائع کی بات تسلیم کی جائے گی
باب 4	
309	بیع سلم کا بیان
309	بیع سلم کی تعریف
309	699- بیع سلم کی شرائط
310	700- تمام اجناس میں بیع سلم جائز ہے
311	وہ وہی چیز لے گا جس پر ان کا معاملہ طے پایا ہے یا وہ اپنی اصل رقم واپس لے لے گا
311	قبضے میں لینے سے پہلے وہ اس میں تصرف نہیں کرے گا
312	متفرقات
312	701- مسلم فیہ میں حوالہ
باب 5	
313	قرض کا بیان
313	قرض کی رقم کی مثل رقم واپس کرنا واجب ہے
314	یہ بھی جائز ہے کہ قرض اس رقم سے افضل یا زائد ہو جبکہ یہ پہلے مشروط نہ ہو
314	یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ قرض دینے والے کے لیے قرض نفع لے کر آئے
315	702- بطور قرض جانور کا ملین دین
316	703- قرض کی رقم سے کم ادا کرنا
316	704- قرض سے پناہ مانگنا
316	705- مقروض کی نماز جنازہ
316	706- قرض وغیرہ کی وصولی میں نرم برتاؤ
باب 6	
318	شفعہ کا بیان

318	اس کا سبب کسی چیز میں شریک ہونا ہے خواہ وہ منقولہ ہی کیوں نہ ہو
319	707- کیا بڑوسی کے لیے حق شفعہ ہے؟
320	جب تقسیم ہو جائے تو شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا
320	شریک کے لیے اپنے ساتھی شراکت دار کو اطلاع دیے بغیر کوئی چیز فروخت کرنا جائز نہیں
321	حق شفعہ کچھ تاخیر ہو جانے سے باطل نہیں ہوتا
321	708- ایک ضعیف روایت
322	متفرقات
322	709- شفعہ کی متفقہ شرط
322	710- اگر شریک اپنا حق خود ہی باطل کر دے؟
322	711- اگر شریک فوت ہو جائے؟
باب 7	
اشیا کو ٹھیکے پر دینے کا بیان	
323	اجارہ ہر اُس عمل میں جائز ہے جس سے شریعت نے روکا نہ ہو
324	مزدور پکڑتے وقت اجرت معلوم ہونی چاہیے
324	اگر اجرت معلوم نہ ہو تو مزدور اس کام کا معاوضہ معروف معاوضے کے مطابق وصول کر لے
324	حجام کی کمانی، فاحشہ کی اجرت، کاہن کی شربنی اور زرکی جفتی کا معاوضہ جائز نہیں
324	مؤذن کی اجرت اور آٹا پینے والے کے ققیڑے سے ممانعت وارد ہوئی ہے
327	قرآن کی تلاوت پر اجرت لینا جائز ہے اس کی تعلیم پر جائز نہیں
332	کوئی چیز معلوم مدت تک معین اجرت کے بدلے لے کر اے پر دینا جائز ہے
332	اس کی ایک صورت زمین کو کرائے پر دینا ہے زمین کو نصف پیداوار کے عوض کرائے پر دینا جائز نہیں
333	جس نے اُس چیز کو خراب کر دیا جس پر اسے اجیر مقرر کیا گیا تھا تو وہ اس کا ضامن ہوگا
باب 8	
زمین کی آباد کاری اور عنایات کا بیان	
334	جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جسے اُس سے پہلے کسی نے آباد نہ کیا ہو تو وہ اُس کا زیادہ حقدار ہے
335	حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ بجز زمین، کان یا پانی کا کچھ حصہ مستحق شخص کو عطا کر دے

باب 9

شراکت کا بیان

- 337 تمام لوگ پانی، آگ اور گھاس میں ایک دوسرے کے شریک ہیں
- 337 جب پانی کے حقداروں میں اختلاف ہو جائے تو اس کا زیادہ حقدار وہ ہوگا
- 338 زائد پانی کو روکنا جائز نہیں تاکہ اس کے ذریعے گھاس کو روکا جائے
- 338 حکمران کو حق حاصل ہے کہ وہ بعض جگہیں بیت المال کے موبیشیوں کے خاص کر لے
- 339 نقدی اور تجارتی اموال میں شراکت جائز ہے
- 339 نفع اس پر تقسیم کیا جائے گا جس پر دونوں فریق رضامند ہوں
- 339 مضاربت جائز ہے جب تک ناجائز امور پر مشتمل نہ ہو
- 341 جب شرکاء راستے کی چوڑائی میں جھگڑ پڑیں تو چوڑائی سات ہاتھ ہوگی
- 341 کوئی بھی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر شہتیر رکھنے سے نرو کے
- 341 شرکاء میں سے کوئی بھی نہ تکلیف پہنچائے اور نہ ہی پہنچائی گئی تکلیف سے زیادہ اذیت پہنچائے
- 341 جو شخص اپنے شریک کو نقصان پہنچائے گا تو امام اسے سزا دے سکتا ہے

باب 10

گروی رکھنے کا بیان

- 343 اس چیز کو قرض کی حالت میں گروی رکھنا جائز ہے جس کا مقروض مالک ہے
- 343 مرہون شے کے خرچے کے سبب جانور پر سواری کی جاسکتی ہے اور دودھ پیا جاسکتا ہے
- 345 رہن کو قرض کی عدم ادائیگی کے سبب ہمیشہ کے لیے نہ روکا جائے

باب 11

امانت اور ادا ہار کا بیان

- 346 امانت دار اور ادا ہار لینے والے پر واجب ہے کہ وہ امانت ادا کرے
- 347 اس کی زیادتی یا خیانت کے علاوہ اگر کوئی چیز تلف ہو جائے تو وہ ذمہ دار ہوگا
- 348 کسی محتاج کو عام ضرورت کی اشیاء سے منع کرنا جائز نہیں

باب 12

زبردستی چھین لینے کا بیان

349

349	غضب کرنے والا گناہ گار ہے اور غضب شدہ مال لوٹنا نا واجب ہے
349	کسی مسلمان کا مال اس کی قلبی رضا مندی کے بغیر لینا جائز نہیں
350	غلام کا کوئی حق نہیں
350	جس نے کسی قوم کی زمین میں بغیر اجازت فصل کاشت کی اسے پیداوار سے کچھ نہیں ملے گا
350	جو کسی زمین میں درخت گاڑے گا تو اسے اکھیر تا ہوگا
350	غضب شدہ چیز سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں
350	جس نے غضب شدہ چیز تلف کردی تو اس پر اس کی مثل چیز یا اس کی قیمت کی ادائیگی لازم ہے
باب 13	
غلام کی آزادی کا بیان	
352	افضل غلام وہ ہے جس میں زیادہ خوبیاں ہوں
352	خدمت یا اس کی مثل شرط کے ساتھ غلام آزاد کرنا جائز ہے
353	جو شخص اپنے رشتہ دار کا مالک بن جائے تو وہ رشتہ دار آزاد ہو جائے گا
353	جس نے اپنے غلام کا مسئلہ کیا تو اس پر لازم ہے کہ اسے آزاد کر دے ورنہ.....
354	712- غلاموں کو تادیب کے لیے مارنا
354	جو شخص کسی غلام سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو وہ قیمت مقرر کرنے کے بعد.....
355	جو آزاد کرنے والا نہیں اس کے لیے ولاء کی شرط لگانا درست نہیں
356	تدبیر جائز ہے مالک کی موت کے ساتھ ہی وہ غلام آزاد ہو جائے گا
356	بوقت ضرورت مالک اسے بیچ بھی سکتا ہے
357	غلام سے ایسا معاملہ طے کرنا کہ وہ کچھ رقم دے کر آزاد ہو جائے جائز ہے
357	ادائیگی کے وقت وہ آزاد ہو جائے گا اور جتنا مال ادا کرے گا اتنا ہی آزاد ہوتا جائے گا
359	لیکن اگر وہ مکاتبیت کی رقم ادا کرنے سے عاجز آجائے تو وہ دوبارہ غلامی میں لوٹ آئے گا
359	جس شخص کا اپنی لونڈی سے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اسے فروخت کرے
360	ام ولد لونڈی مالک کے فوت ہونے یا آزادی کا اختیار دینے سے آزاد ہو جائے گی
باب 14	
وقف کا بیان	
361	جو شخص اپنی کوئی ملکیت فی سبیل اللہ وقف کر دے تو وہ وقف کنندہ ہو جائے گا
361	محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

363	• وقف کا مصرف اور وقف شدہ شے میں اس کے متولی کا حق
363	• وقف کرنے والا اپنے آپ کو وقف میں عام مسلمانوں کی طرح سمجھے
363	• جو شخص اپنے ورثاء کے لیے کوئی ضرر رساں چیز وقف کرے تو اس کا وقف باطل ہے
364	• مسجد یا کسی خانقاہ میں وقف کا حکم
365	• 713- ایسا وقف مال جس سے فائدہ نہ اٹھایا جاتا ہو.....
365	• 714- ایک ضروری وضاحت
366	• قبروں کی تعمیر و تزئین کے لیے وقف کرنا جائز نہیں

باب 15

ہدیہ کا بیان

367	• ہدیہ قبول کرنا اور ہدیہ دینے والے کو بدلے میں کوئی تحفہ وغیرہ دینا مشروع ہے
367	• ہدیوں کا مسلمان اور کافر کے درمیان تبادلہ بھی جائز ہے
369	• ہدیہ واپس لینا حرام ہے
370	• 715- کیا والد بچے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے؟
370	• 716- ایک ضعیف روایت
370	• ہدیہ کے وقت اولاد کے درمیان مساوات کو ملحوظ رکھنا واجب ہے
371	• کسی شرعی رکاوٹ کے بغیر ہدیہ واپس کرنا مکروہ ہے

باب 16

ہبہ کا بیان

372	• اگر یہ بغیر بدلے کے ہو تو اس کا حکم تمام گذشتہ معاملات میں ہدیہ جیسا ہے
372	• اگر یہ کسی عوض کے بدلے ہو تو یہ بیع ہے اور اس کا حکم بھی بیع جیسا ہی ہے
373	• عمری اور قبی اس شخص کے لیے ملکیت کو واجب کر دیتے ہیں جس کے لیے ان کا اقرار کیا گیا ہو

(۱۱) کتاب الأیمان قسموں کے مسائل

377	• قسم صرف اللہ کے نام کی یا اس کی صفت کی اٹھائی جاسکتی ہے
378	• اس کے علاوہ کسی کی قسم اٹھانا حرام ہے
380	• 717- قرآن کی قسم اٹھانا

380	جس شخص نے قسم کے وقت ان شاء اللہ کہا تو اس کی قسم کسی صورت میں نہیں ٹوٹے گی
380	جس شخص نے کسی چیز کی قسم اٹھائی پھر اسے بہتر کام نظر آیا تو وہ بہتر کام کرے اور.....
381	جسے قسم اٹھانے پر مجبور کیا جائے تو اسے توڑنے سے وہ گناہگار بھی نہیں ہوگا
382	جھوٹی قسم وہ ہے جس کا جھوٹ قسم اٹھانے والے کے علم میں ہو اور لغو قسموں پر کوئی مواخذہ نہیں
383	مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ اگر وہ اس پر کوئی قسم ڈالے تو وہ اسے پورا کرے
383	قسم توڑنے کا کفارہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں بیان کیا ہے
384	718 - کسی عذر کی وجہ سے قسم پوری نہ کر سکے تو.....

(12) کتاب النذر نذر کے مسائل

387	نذر صرف اسی وقت درست ہوگی جب اس کے ذریعے اللہ کی رضا مطلوب ہو
387	اللہ کی نافرمانی کے کام میں نذر جائز نہیں
388	معصیت کی نذر کی صورت
388	اس کی ایک صورت قبروں پر نذر ماننا ہے
389	جس نے اپنے نفس پر کوئی ناجائز کام واجب کر لیا تو وہ اس پر واجب نہیں ہے
389	اسی طرح اگر وہ کام نذر ماننے والے کی طاقت سے باہر ہو تو بھی واجب نہیں
390	البتہ ایسے شخص پر قسم توڑنے کا کفارہ لازم ہے
390	جس نے حالت شرک میں کسی اچھے کام کی نذر مانی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو وہ نذر پوری کرے
391	نذر وراثت کے ٹکٹ سے ہی ادا ہوگی
391	اگر نذر ماننے والا فوت ہو جائے اور اس کی طرف سے اس کی اولاد نذر پوری کرے تو کفایت کر جائے گی
392	719 - کیا نذر کی قضا و نذر واجب ہے؟

(13) کتاب الأطعمة کھانے کے مسائل

باب 1	
395	حرام کھانوں کا بیان
395	اصل میں ہر چیز حلال ہے اور صرف حرام وہ ہے.....
397	جو اشیاء کتاب اللہ میں مذکور ہیں وہ حرام ہیں

398	ہر چیز پھاڑ کرنے والا درندہ اور ہر ایسا پرندہ جو بچوں میں گرفت کر کے کھائے حرام ہے
399	گھریلو گدھے اور غلاظت کھانے والا جانور غلاظت ختم ہونے سے پہلے حرام ہے
399	720- جنگلی گدھے کا گوشت حلال ہے
400	721- گھوڑے کا گوشت حلال ہے
401	کتے، بلیاں اور ہر خمیث جانور حرام ہے
402	722- جن جانوروں کے قتل کا حکم دیا گیا ہے
402	723- جن جانوروں کے قتل سے منع کیا گیا ہے
403	جوان کے علاوہ ہیں وہ حلال ہیں
403	724- ضب (سانڈے) کا حکم
403	725- قنفذ (سیہ) کا حکم
403	726- نڈی کا حکم
403	727- خرگوش کا حکم
404	728- مٹی کا حکم
باب 2	
405	شکار کا بیان
405	جس جانور کو تیرہ تھیہا یا شکاری جانوروں کے ذریعے شکار کیا جائے وہ حلال ہے جبکہ
406	729- کیا صرف کتے کے ذریعے ہی شکار کیا جائے گا؟
407	جسے اس کے علاوہ کسی اور جانور کے ذریعے شکار کیا گیا ہو اسے ذبح کرنا ضروری ہے
407	730- معراض سے شکار کا حکم
407	731- پتھر یا غلیل سے کیا ہوا شکار
407	732- بندوق کے شکار کا حکم
408	اگر سدھائے ہوئے کتے کے ساتھ کوئی دوسرا کتا شریک ہو جائے تو ان کا شکار حلال نہیں
408	اگر سدھایا ہوا کتا اس شکار سے خود کھالے تو وہ شکار حلال نہیں کیونکہ اس نے وہ جانور اپنے لیے پکڑا ہے
408	اگر تیر لگنے کے کچھ دنوں بعد شکار کو مردہ حالت میں پانی سے باہر پالیا تو جب تک

باب 3

ذبح کا بیان

410

410

جو چیز خون بہادے اور رگیں کاٹ دے اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا گیا ہو اس سے ذبح درست ہے

411

733- ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم

411

734- ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رخ کرنا

412

ذبیحہ کو تکلیف پہنچانا اس کا مشلہ کرنا اور اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے

412

735- ایک ضروری وضاحت

413

جب ذبح کرنا کسی سبب سے مشکل ہو جائے تو تیر یا نیزہ مار کر اسے حلال کرنا بھی درست ہے

413

جنین کی ماں کو ذبح کرنا، جنین کو ذبح کرنے کے ہی مترادف ہے

414

جو حصہ زندہ جانور سے کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے

414

مردے اور دو خون ”یعنی“ مچھلی اور ٹڈی، جگر اور تلی“ حلال ہیں

415

مجبور آدمی کے لیے مردار بھی حلال ہے

416

736- اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم

باب 4

مہمان نوازی کا بیان

417

417

جو شخص میزبانی کی طاقت رکھتا ہو اس پر مہمانوں کی خدمت کرنا واجب ہے

417

مہمان نوازی کی حد تین دن ہے اور اس سے زائد صدقہ ہے

417

مہمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے پاس اتنے دن ٹھہرے جس سے اسے تنگی میں ہی ڈال دے

417

اگر میزبان اپنا فرض ادا نہ کرے تو مہمان اپنی میزبانی کے مطابق اس سے زبردستی وصول کر سکتا ہے

418

737- مہمان نوازی میں تکلف سے اجتناب کرنا چاہیے

418

کسی کی اجازت کے بغیر اس کا کھانا کھالینا حرام ہے

419

کسی کے موشیوں کا دودھ دھونا اور اس کے پھل یا اناج کو کھانا بھی اسی میں شامل ہے

419

مالک کی اجازت کے بغیر کھانا جائز نہیں لیکن اگر کوئی ان اشیاء کا محتاج ہو تو.....

باب 5

کھانے کے آداب کا بیان

421

421	کھانا کھانے والے کو چاہیے کہ پہلے بسم اللہ پڑھے پھر دائیں ہاتھ سے کھائے
422	برتن کے کناروں سے کھائے نہ کہ درمیان سے اور اپنے قریب سے کھائے
423	فارغ ہونے کے بعد اپنی انگلیاں اور برتن صاف کر لے
424	738- انگلیاں چاٹنے سے پہلے تو لیے کا استعمال
424	کھانے سے فارغ ہو کر الحمد للہ کہے اور دعائے نگو اور بیک لگا کر نہ کھائے
424	739- دودھ پینے کی دعا
425	740- ایک ضعیف روایت
425	741- ایک ضروری وضاحت
426	742- اکٹھے کھانا مستحب ہے
426	743- بہت زیادہ سیر ہو کر نہ کھانا
428	744- کھانے کے بعد ہاتھ صاف کر لینے چاہیے
429	745- سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے کا حکم

(۱۶) کتاب الأشربة مشروبات کے مسائل

433	ہرنشہ آورا اور عقل پر پردہ ڈال دینے والی چیز حرام ہے
435	جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے
436	تمام برتنوں میں نبیذ بنانا جائز ہے
436	لیکن درمختلف اجناس کا نبیذ بنانا جائز نہیں
437	شراب سے سر کہ بنانا حرام ہے اور جوش مارنے سے پہلے رس اور نبیذ جائز ہے
437	اس کے جوش مارنے کا عام گمان تین دن سے زیادہ پڑا ہونا ہے
438	پینے کے آداب یہ ہیں کہ تین سانس لیے جائیں اور پانی ہاتھ سے اور بیٹھ کر پیا جائے
440	دوسروں کو دیتے وقت دائیں طرف والوں کو مقدم رکھا جائے اور پلانے والا آخر میں ہے
441	شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہے
441	برتن میں سانس لینا اس میں پھونکنا اور مٹھیزے کو منہ لگا کر پانی پینا مکروہ ہے
442	جب نجاست کسی مائع چیز میں گر جائے تو اسے پینا جائز نہیں.....

443	سُنے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے
444	746- برتنوں میں تھوڑی بہت چاندی جائز ہے

15 کتاب اللباس لباس کے مسائل

447	سترؤھا پنا خلوت و جلوت میں واجب ہے
448	مرد خالص ریشم مت پہنے
449	جبکہ چار انگلیوں سے زائد ہو مگر بطور علاج چہن سکتا ہے
449	انسان ریشم کا کچھوٹا نہ بنائے اور سرخ رنگ کا لباس بھی نہ پہنے
451	نہی شہرت کا لباس پہنے اور نہ ہی ایسا لباس جو عورتوں کے ساتھ خاص ہو.....
452	مردوں پر سونے کے زیورات پہننا حرام ہے لیکن.....
453	متفرقات
453	747- انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہیے؟
453	748- انکشت شہادت اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننا
454	749- لوہے کی انگوٹھی پہننے کا حکم
455	750- گھروں میں تصویروں والے پردے لٹکانے کا حکم
455	751- کالی پگڑی پہننا جائز ہے
455	752- شلو اور ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا حکم
456	753- داڑھی کو مہندی لگانے کا حکم
456	754- ایک دن چھوڑ کر کنگھی کرنی چاہیے
456	755- سرمہ پہننا جائز ہے
457	756- نیا کپڑا پہننے کی دعا
457	757- باریک کپڑے پہننے والی عورتوں کا انجام
458	758- تواضع اختیار کرتے ہوئے بہترین لباس چھوڑ دینا
459	759- کسی محتاج کو کپڑے پہنانے کی فضیلت
459	760- سر یا داڑھی کے بالوں سے سفید ہال اکھیڑنا جائز نہیں

16

کتاب الأضحیة قربانی کے مسائل

باب 1	
463	قربانی کے احکام کا بیان
463	قربانی ہر خاندان کے لیے مشروع ہے
466	قربانی میں کم از کم ایک بکری ہے
467	761- اونٹ اور گائے کے حصے
468	اس کا وقت عید الاضحیٰ کے بعد سے لے کر ایام تشریق کے آخر تک ہے
470	افضل قربانی وہ ہے جو زیادہ موٹی تازی ہو
470	بھیڑوں میں جذبے اور بکریوں میں دوندے سے کم عمر کا جانور کافی نہیں ہوتا
471	نہی بھیجنا، مریض، لنگڑا، لاغر اور کٹے ہوئے سینگ اور کان والا جانور کافی ہوگا
472	قربانی کرنے والا اس سے صدقہ کرے، خود کھائے اور ذخیرہ بھی کر سکتا ہے
472	عید گاہ میں قربانی کرنا افضل ہے
473	جو قربانی کرنا چاہتا ہو وہ ذوالحجہ کا چاند طلوع ہونے سے قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے
474	متفرقات
474	762- جو قربانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو کیا وہ بھی بال اور ناخن نہ کاٹے؟
475	763- خصی جانور کی قربانی کا حکم
475	764- بھیئس کی قربانی کا حکم
476	765- کس دن کی قربانی افضل ہے؟
476	766- قربانی کے لیے چھری خوب تیز ہو
477	767- جانور کو قبلہ رخ لٹانا
478	768- اونٹ کو نخر کرنا چاہیے
479	769- چھری چلانے سے پہلے دعا
480	770- جانور خود ذبح کرنا چاہیے
481	771- قربانی کی کھالوں کا مصرف

باب 2

ولیمہ کا بیان

482

482

* ولیمہ کرنا جائز ہے

483

* اس کی دعوت قبول کرنا واجب ہے

484

* 772- اگر کوئی کھانا نہ کھانا چاہے.....

484

* 773- اگر روزے دار ہو تو کہرے میں روزے دار ہوں

484

* پہلے آنے والے کو پھر جس کا دروازہ قریب کو سے مقدم کیا جائے

485

* اگر دعوت ولیمہ کسی معصیت کے کام پر مشتمل ہو تو اس میں حاضر ہونا جائز نہیں

باب 3

عقیقہ کے احکام کا بیان

486

486

* عقیقہ کرنا مستحب ہے

488

* عقیقہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے

488

* جسے پیدائش کے ساتویں روز قربان کیا جائے گا

488

* اس دن نام رکھا جائے گا اور بچے کا سر بھی منڈوا یا جائے گا

489

* اس کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کر دے

489

متفرقات

489

* 774- عقیقہ کی حکمت

490

* 775- اگر عقیقہ کی طاقت نہ ہو

491

* 776- کیا عقیقہ میں اونٹ اور گائے کی قربانی درست ہے؟

492

* 777- عقیقہ کے جانور زہوں یا مارہ؟

492

* 778- کیا عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے ایک جانور بھی قربان کیا جاسکتا ہے؟

493

* 779- عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور کی شرائط

494

* 780- اگر کوئی ساتویں روز سے پہلے عقیقہ کر لے؟

494

* 781- کیا ساتویں روز کے بعد عقیقہ کیا جاسکتا ہے؟

494

* 782- کیا انسان خود اپنا عقیقہ کر سکتا ہے؟

495	783- عقیدہ کے بجائے جانور کی قیمت صدقہ کر دینا
495	784- ناتمام بچے کی طرف سے عقیدہ کا حکم
496	785- میت کی طرف سے عقیدہ
496	786- زندہ والدین کی طرف سے عقیدہ
496	787- عقیدہ کے جانور کے گوشت اور کھال کا مصرف
496	788- اللہ کے پسندیدہ نام
497	789- بچے کا نام رکھنے کا حق کس کو ہے؟
497	790- ایک نام سے زیادہ نام رکھنے کا حکم
498	791- روز قیامت مخلوق کو اپنے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا
499	792- نومولود کو گورھتی (تحنیک) دینا
500	793- نومولود بچوں کی وفات پر صبر کی فضیلت
502	794- بیٹیوں کی پیدائش پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے
502	795- بیٹیوں کی پیدائش پر ناراضگی اور غصے کا اظہار کرنا اہل جاہلیت کا فعل تھا
503	796- بیٹیوں کی اچھی پرورش کے نتیجے میں جنت میں داخلہ
504	797- بچوں کو چومنا مستحب ہے
504	798- ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق کا منظر

(17) کتاب الطب طب کے مسائل

509	مریض کے لیے دو الینا جائز ہے
509	جس میں صبر کی طاقت ہو اس کے لیے بھی افضل ہے کہ وہ اللہ کے سپرد کر دے
510	حرام اشیاء سے علاج حرام ہے
511	گرم سلاخ وغیرہ سے داغ لگوانا مکروہ ہے اور سنگی لگوانے میں کوئی حرج نہیں
512	نظر بد وغیرہ کے لیے شرک سے بچتے ہوئے دم کروانا جائز ہے
514	متفرقات
514	799- نظر بد کا علاج

514	800- ایک اہم مسئلہ	✱
514	801- حضرت جبریل علیہ السلام کا دم	✱
515	802- عورت بھی مرد کو دم کر سکتی ہے	✱
515	803- سورہ فاتحہ دم ہے	✱
515	804- شہد سے علاج	✱
515	805- کوڑ کے مریض سے فرار	✱

118 کتاب الوکالة وکالت کے مسائل

519	مالک کے لیے جائز ہے کہ وہ ہر چیز میں کسی کو اپنا نمائندہ بنا لے	✱
521	اگر نمائندہ موکل کے مقرر کیے ہوئے ریٹ سے زیادہ پر کوئی چیز فروخت کر دے تو	✱
522	اگر وہ موکل کی ہدایت کے مخالف کام کرے اگرچہ وہ زیادہ نفع مند معاملے کے لیے ہو	✱

119 کتاب الضمانہ ضمانت کے مسائل

525	جس نے کسی زندہ یا فوت شدہ کی ضمانت دی اس پر لازم ہے کہ مطالبہ پر مال ادا کرے	✱
526	اگر وہ اس شخص کا مامور ہو جس کی ضمانت دے رہا ہے تو اس کی طرف رجوع کرے گا	✱
527	جو کسی شخص کو حاضر کرنے کا ضامن بنے اس پر واجب ہے کہ اسے حاضر کرے ورنہ	✱

120 کتاب الصلح صلح کے مسائل

531	مسلمانوں کے مابین صلح کرانا جائز ہے	✱
531	لیکن ایسی صلح جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دے جائز نہیں	✱
532	معلوم و مجہول معاملے میں معلوم و مجہول طریقے سے صلح کرانا جائز ہے	✱
533	806- قرعہ ڈالنے کا ثبوت	✱
534	قتل کے معاملے میں دیت سے کم یا زیادہ مال پر صلح جائز ہے	✱
535	صلح درست ہے خواہ انکار کی صورت میں ہو	✱
536	متفرقات	

536	807- صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے
-----	--

21) کتاب الحوالة حوالہ کے مسائل

539	جس کا قرض کسی والد کے سپرد کیا جائے تو اسے یہ سپرد داری قبول کرنی چاہیے
540	جس کے سپرد کیا گیا ہے اگر وہ اس میں نال منول کرے یا.....

22) کتاب المفلس دیوالیہ کے مسائل

543	قرض خواہوں کے لیے جائز ہے کہ انہیں جو کچھ بھی اس کے پاس ملے پکڑ لیں البتہ.....
544	جو شخص اپنا مال بعینہ پالے تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے
545	808- اگر بائع نے مشتری سے کچھ رقم وصول کر لی ہو.....
545	809- اگر مشتری سامان کی قیمت ادا کیے بغیر فوت ہو جائے.....
546	جب مفلس کا مکمل مال بھی پورے قرض کی ادائیگی سے کم ہو تو.....
546	جب اس کا مفلس ہونا ثابت ہو جائے تو اسے قید کرنا درست نہیں ہے
546	والد شخص کی نال منول ظلم ہے جو اس کی عزت کو پامال کر دیتی ہے
547	حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ مفلس کو اس کے مال میں تصرف سے روک دے
547	اسی طرح حاکم وقت فضول خرچ اور نامعاہلہ فہم شخص پر بھی پابندی عائد کر سکتا ہے
549	یتیم کو مال میں تصرف کی اجازت نہیں دی جائے گی جب تک کہ اس کی فہم و فراست کا علم نہ ہو جائے
549	810- بلوغت کی علامات
550	اس کے ولی کے لیے اس کے مال سے معروف طریقے سے کھانا جائز ہے
551	811- ناحق یتیموں کے اموال کھانا حرام ہے

23) کتاب اللقطة گمشدہ اشیاء کے مسائل

555	جو شخص کوئی گمشدہ چیز پائے اسے اس کے ظرف اور تسے کی تشہیر کرنی چاہیے
556	درند سال بھر اس کی تشہیر کرتا رہے اور اس کے بعد اسے استعمال کرنا اس کے لیے جائز ہوگا
557	812- کیا غنی لفظ استعمال کر سکتا ہے؟

558	مکہ کی گمشدہ چیز بہت زیادہ قشہیر کی متقاضی ہے
558	تین مرتبہ اعلان کے بعد ہلکی قیمت کی گری پڑی اشیاء استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں
559	اونٹ کے علاوہ دیگر گمشدہ جانوروں کو پکڑا جاسکتا ہے

24 کتاب القضاء قضاء کے مسائل

563	صرف فیصلہ اس کا درست ہوگا جو مجتہد ہو
564	813- مجتہد اور مقلد میں فرق
565	814- قاضی کے مجتہد نہ ہونے کی ایک دلیل اور اس کا رد
565	815- اجتہاد کے متعلق ایک حدیث اور اس کی تحقیق
567	جو لوگوں کے مال سے بچنے والا ہو، فیصلے میں عدل کرے اور مساوات کے اصول پر فیصلہ کرے
567	منصب قضا کی حرج و طلب حرام ہے
568	816- ایک اشکال اور اس کا جواب
569	حاکم کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے شخص کو قاضی بنائے جو اس عہدے کو طلب کرتا ہو
569	جو شخص قضا کا اہل ہو وہ سخت خطرے میں ہے
570	817- عادل قاضی کی فضیلت
570	درست فیصلہ کرنے پر اسے دوہرا اجر ملے گا جبکہ غلط فیصلہ کرنے پر ایک اجر بشرطیکہ.....
571	رشوت لینا اور ایسے تحفے کو قبول کرنا جو اسے قاضی ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے حرام ہے
573	غصے کی حالت میں فیصلہ کرنا جائز نہیں
574	اس پر لازم ہے کہ فریقین سے مساوات کا سلوک کرے والا کہ ان میں سے کوئی ایک کافر ہو
574	فیصلے سے پہلے فریقین سے معاملے کو سننے
575	حسب امکان حجاب دور کرنے کی کوشش کرے
576	بغیر ضرورت حاکم اپنے مددگار بھی رکھ سکتا ہے اور صلح کرانے کے لیے سفارش.....
577	قاضی کا فیصلہ صرف ظاہری طور پر نافذ ہوگا
578	جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہے اس کے لیے وہ چیز حلال نہیں ہوگی الا کہ فیصلہ حقیقت پر مبنی ہو
578	818- حکومت کو شرط کے ساتھ معلق کر دینا جائز ہے

578	819- جنہیں حکومت نہیں دی جاسکتی
579	820- منصب قضا پر اجرت لینے کا حکم
580	821- حاکم کے لیے رعایا پر ظلم و زیادتی کرنا حرام ہے
581	822- ظالم حکمران کا انجام
582	823- مظلوم کی بددعا سے بچو
584	824- حکمران کے ظلم سے بچنے کی دعا
584	825- اللہ کو ناراض کر کے رعایا کو راضی کرنا جائز نہیں
585	826- رعایا کے ساتھ شفقت و رحمت سے پیش آنا چاہیے
586	827- اچھا وزیر اور بُرا وزیر

کتاب الخصومة جھگڑے کے مسائل

589	دلیل پیش کرنا مدعی پر اور قسم کھانا منکر مدعی علیہ پر لازم ہے
590	قاضی مدعی علیہ کے اقرار یا دو مردوں کی شہادت یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت.....
590	یا ایک مرد کی شہادت اور مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ ہوگا
592	مدعی علیہ کی قسم اور تردیدی قسم کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا
592	حاکم اپنے علم کے ساتھ بھی فیصلہ کر سکتا ہے
593	غیر عادل خانہ دشمن جسے تہمت لگی ہو ایک گھر سے وابستہ شخص اور قاذف کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی
596	نہ ہی شہری کے خلاف دیہاتی کی گواہی قبول کی جائے گی
597	ایسے شخص کی شہادت جائز ہے جو اپنے قول یا فعل کو ثابت کرنے کے لیے شہادت دے.....
597	جھوٹی شہادت بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے
598	جب دو دلائل باہم متعارض ہو جائیں اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہ ہو تو.....
599	جب مدعی کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو پھر بہر صورت اسے مدعی علیہ کی قسم تسلیم کرنا ہوگی
600	قسم کے بعد کوئی دلیل قبول نہیں کی جائے گی
600	عاقل و بالغ شخص سنجیدگی سے کسی معاملے کا اقرار کر لے جو عقل و عرف میں ناممکن نہ ہو تو وہ اس پر لازم ہوگا
600	یہ اقرار ایک مرتبہ ہی کافی ہے خواہ حد و کولاً لازم کرنے والے اسباب سے ہو یا کسی اور سے

601	متفرقات
601	828- غلام اور لونڈی کی گواہی کا حکم
601	829- گواہی چھپانے والا گنہگار ہے
601	830- گواہی دیتے ہوئے مبالغہ آرائی سے اجتناب کرنا چاہیے
602	831- مشرکین سے گواہی نہیں لی جائے گی
602	832- بغیر مطالبے کے گواہی دینے کی مذمت

26 کتاب الحدود حدود کے مسائل

	باب 1
	زانی کی حد کا بیان
605	اگر زانی کنوارہ اور آزاد ہو تو اسے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا دی جائے گی
606	833- عورت کو جلاوطن کرنے کا حکم
607	اگر وہ شادی شدہ ہو تو اسے کنوارے کی طرح کوڑے مارے جائیں گے پھر رجم کیا جائے گا
608	834- کیا رجم سے پہلے کوڑے بھی لگائے جائیں گے؟
608	اس کا ایک مرتبہ اقرار کرنا بھی کافی ہے اور مختلف واقعات میں جو تکرار کا ذکر ہے وہ صرف.....
610	چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے
610	اقرار اور شہادت میں ایک شرمگاہ کے دوسری شرمگاہ میں دخول کی صراحت موجود ہو
611	حد زنا شہادت پیدا ہو جانے سے اور اقرار سے رجوع کر لینے سے ساقط ہو جائے گی
612	جن دو جہات کی بنا پر حد ساقط ہو جائے گی
613	حدود کے معاملات میں سفارش کرنا حرام ہے
613	رجم کیے جانے والے کے لیے سینے تک گڑھا کھودا جائے گا
614	حاملہ کو وضع حمل سے پہلے رجم نہ کیا جائے اور اگر بچے کو دودھ پلانے والی کوئی عورت نہ ہو تو.....
615	حالت مرض میں سوشائے وغیرہ سے بھی کوڑے مارنا جائز ہے
616	جو شخص کسی مرد سے بد فعلی کرے اسے قتل کیا جائے گا اگر چہ وہ کنوارہ ہی کیوں نہ ہو.....
617	جو کسی جانور سے برائی کرے تو اسے بھی سزا دی جائے

618	✽ غلام کو آزاد کی سزا سے نصف کوڑے لگائے جائیں گے
619	✽ اسے اس کا سردار یا حاکم وقت حد لگائے
620	✽ 835- محرم عورت سے شادی کرنے والے کا حکم
620	✽ 836- رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو بھی رجم کرایا
621	✽ 837- پاگل کو رجم نہیں کیا جائے گا
621	✽ 838- لونڈی کو جلا وطن نہیں کیا جائے گا

باب 2

622	✽ چوری کا بیان
622	✽ جو شخص مکلف و خود مختار ہو کر زیر حفاظت مال سے ربیع دینار یا اس سے زیادہ چرائے
625	✽ تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا
625	✽ اس کے لیے ایک مرتبہ اقرار یا دو عادل آدمیوں کی گواہی کافی ہے
626	✽ سزا معاف کرنے کے مجاز شخص کی تلقین مستحب ہے اور کافی ہوئی جگہ کا علاج کیا جائے گا
627	✽ کاٹا ہوا ہاتھ چور کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا
628	✽ جس کی چوری ہوئی ہے وہ اگر حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے چور کو معاف کر دے تو.....
628	✽ 839- پردہ پوشی کرنا بہتر ہے
629	✽ پھل اور کھجور کا گودا چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جب تک.....
629	✽ خائن ڈاکو اور غاصب کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا
630	✽ ادھار لی ہوئی چیز کا انکار کرنے کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا

باب 3

632	✽ تہمت کی حد کا بیان
632	✽ جو شخص کسی دوسرے پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر تہمت کی سزا واجب ہو جائے گی
632	✽ اگر آزاد ہو تو اسی (80) کوڑے اور اگر غلام ہو تو چالیس (40)
633	✽ 840- کیا تعزیر سے حد واجب ہو جاتی ہے؟
634	✽ 841- تہمت میں تکرار کا حکم
634	✽ 842- اگر کوئی شخص جماعت کو تہمت لگائے.....

634	843- عدالت میں جھپٹنے سے پہلے معافی.....
635	844- والد کو حد قذف
635	یہ سزا اس کے اقرار یا دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت ہو جائے گی
635	اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی
635	اگر وہ تہمت لگانے کے بعد چار گواہ پیش کر دے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی
635	اسی طرح جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ زنا کا اقرار کر لے تو بھی اس سے حد ساقط ہو جائے گی
باب 4	
636	نشہ آور چیز پینے کی حد کا بیان
636	جو شخص مکلف و خود مختار ہو کر نشہ آور چیز پی لے اسے چالیس یا اس سے کم ویش.....
638	شرابی کا ایک مرتبہ اقرار یا دو عادل گواہوں کی گواہی کافی ہے
638	چوتھی مرتبہ شراب پینے پر قتل منسوخ ہے
639	845- حد و دقائم کرنے کی فضیلت
باب 5	
641	تعزیر کا بیان
641	جن جرائم کی وجہ سے کوئی حد مقرر نہیں ہے ان میں دس کوڑوں سے کم سزا دی جاسکتی ہے
642	846- تعزیر کی اقسام
باب 6	
643	باغی کی حد کا بیان
643	مخارب کی حد قرآن میں مذکور اقسام میں سے ایک ہوگی۔ قتل یا بچاؤسی یا.....
645	حاکم جس سزا میں مصلحت سمجھے گا وہی دے گا اور یہ سزا ہر اس شخص کو دی جائے گی.....
646	اگر وہ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی
647	847- مخارب کی نماز جنازہ کا حکم
باب 7	
648	بطور حد قتل کے مستحق افراد کا بیان
648	وہ حربی اور مرتد ہے

649	848- مرد کو چلایا نہیں جائے گا
649	849- مرد عورت کو قتل کرنے کا حکم
650	850- متاؤل مرد نہیں ہے
650	851- کسی کو کافر قرار دینے سے پہلے واضح دلیل ناگزیر ہے
651	852- کافر ہونے کے لیے کفر پر شرح صدر ضروری ہے
651	853- جو مجبوراً کلمہ کفر کہے وہ کافر نہیں
651	854- ایک ضروری وضاحت
652	جادوگر اور کاہن
653	855- جادوگر کی تصدیق کرنے والے کا انجام
654	اللہ اور اس کے رسول یا اسلام یا کتاب اللہ یا سنت کو گالی دینے والا اور دین میں طعن کرنے والا
655	856- شاتم رسول ذمیوں کا حکم
656	زندیق
656	857- کافر متانق اور زندیق میں فرق
657	ان تمام سے توبہ طلب کر لینے کے بعد انہیں قتل کیا جائے گا
659	شادی شدہ زانی، قوم لوط کا عمل کرنے والا اور محارب
659	858- دیوث کا حکم
659	859- ایمان چھپانے والے کا حکم

72 کتاب القصاص قصاص کے مسائل

663	اگر وراثت چاہی تو قصاص مکلف و خود مختار شخص پر واجب ہو جاتا ہے ورنہ وہ دیت طلب کر سکتے ہیں
664	860- قتل کی اقسام
665	عورت کو مرد کے بدلے اور مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا
667	غلام کو آزاد کے بدلے اور کافر کو مسلمان کے بدلے قتل کیا جائے گا
667	لیکن مسلمان کو کافر کے بدلے نہیں قتل کیا جائے گا
668	فرع کو اصل کے بدلے قتل کیا جائے گا لیکن اصل کو فرع کے بدلے نہیں

669	اعضاء وغیرہ میں بھی قصاص لاگو ہوگا اور اسی طرح زخموں میں بھی اگر ممکن ہو
670	861- زخم صحیح ہونے سے پہلے قصاص نہیں
670	قتصاص ایک وارث کے معاف کرنے سے ساقط ہو جائے گا اور دوسرے ورثہ دیت دیت لیں گے
671	862- قصاص لینے سے معافی بہتر ہے
671	اگر ورثہ میں کوئی چھوٹا ہو تو قصاص کے لیے اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا
671	مظلوم کے لگائے ہوئے زخم رانیکاں ہوں گے
672	جب ایک شخص پکڑے اور دوسرا قتل کرے تو قاتل کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا
673	863- اگر جماعت ایک آدمی کے قتل میں شریک ہو؟
674	قتل خطا میں دیت اور کفارہ دونوں لازم ہیں اور وہ یہ ہے کہ جو بغیر ارادے کے ہو یا.....
675	یہ دیت برادری کے لوگوں پر لازم ہے
676	864- قصاص کس چیز سے لیا جائے گا؟
676	865- گھر میں جھانکنے والا اور دیت
677	866- حرم میں قصاص یا حد قائم کرنا کیسا ہے؟
677	867- بعض اوقات قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوتے ہیں
677	868- قتل عمد کے بعد اگر قاتل توبہ کر لے

28 کتاب الدیات خون بہا کے مسائل

باب 1	
681	دیت اور زخموں کے احکام کا بیان
681	ایک مسلمان آدمی کی دیت
682	قتل عمد یا شبہ عمد کی دیت سخت ہوگی اور وہ اس طرح کہ.....
683	ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے
684	عورت کی دیت آدمی کی دیت سے نصف ہے
684	جن اعضاء میں دیت کے ثلث سے زائد دیت لاگو ہوتی ہے ان میں بھی یہی اصول ہے
685	اعضائے بدن اور زخموں کی دیت کی تفصیل

687	مذکورہ زخموں کے علاوہ زخموں میں دیت ان میں سے کسی کی طرف اقرب نعت کے لحاظ سے ہوگی
687	اگر پیٹ میں سے بچہ مردہ نکلے تو ایک غلام دیت ہے
688	غلام کی دیت اس کی قیمت ادا کرنا ہے اور اس کے زخموں کا ہر جانہ اس کی قیمت کے حساب سے ہی ہوگا
688	869- اگر کوئی کسی کا جانور قتل کر دے.....
689	870- عمارت گرنے کی صورت میں.....
689	871- اگر مؤمن مقتول دشمن کے علاقے میں رہائش پذیر ہو
689	872- اگر اپنے دفاع میں کسی کو قتل کر دے
باب 2	
690	قسمیں تقسیم کرنے کا بیان
690	اگر قاتل محصور جماعت سے ہو تو قسمت ثابت ہو جائے گی اور وہ پچاس قسمیں ہے
691	قسم کھانے والوں کو مقتول کا ولی منتخب کرے گا
691	اگر وہ قسم کھانے سے انکار کریں تو ان پر دیت لازم ہوگی اور اگر قسم کھالیں تو دیت ساقط ہو جائے گی
692	اگر معاملہ مشتہر ہو جائے تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی
692	873- دو ضعیف روایات
693	874- قسمت کے لیے شہر یا علامت کا ہونا ضروری ہے

29 کتاب الوصیۃ وصیت کے مسائل

697	وصیت اس پر واجب ہے جس کے پاس قابل وصیت کوئی چیز ہو
699	کسی وارث کو نقصان پہنچانے کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں
699	نہ ہی کسی وارث کے لیے جائز ہے اور نہ ہی کسی معصیت کے کام میں درست ہے
700	یہ ثواب کے کام میں ثلث تک کی جاسکتی ہے
701	875- اگر کوئی وارث ہی نہ ہو.....
702	لیکن قرض کو پہلے ادا کرنا واجب ہے
702	جو شخص قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑے تو حاکم وقت بیت المال سے اسے ادا کرے گا
703	متفرقات

703

876- چند ضروری مسائل

کتاب المواریث وراثت کے مسائل

(35)

707	یہ کتاب اللہ میں مفصل موجود ہیں
709	گذشتہ آیات سے ماخوذ مسائل
711	877- میراث کے متعلق چند ضروری اشیاء
712	اصحاب الفروض سے ابتدا کرنا واجب ہے اور جو باقی بچے گا وہ عصیر رشتہ داروں کے لیے ہوگا
712	بہنیں بیٹیوں کے ساتھ مل کر عصیر ہیں
712	دو گھٹ پورے کرنے کے لیے پوتی کو بیٹی کے ساتھ ملا کر چھٹا حصہ ملے گا
713	اسی طرح باپ کی طرف سے بہن، سگی بہن کے ساتھ مل کر چھٹا حصہ لے گی
713	ماں نہ ہونے کی صورت میں دادی اور نانی کو چھٹا حصہ ملے گا
714	دادے کو بھی چھٹا حصہ ملے گا جبکہ ساقط کرنے والے نہ ہوں
715	بیٹے یا پوتے یا باپ کی موجودگی میں بھائیوں اور بہنوں کو وراثت نہیں ملے گی
716	البتہ دادے کی موجودگی میں ان (بہن بھائیوں) کی وراثت میں اختلاف ہے
717	بیٹیوں کی موجودگی میں ماں کی طرف سے بھائیوں کے علاوہ دوسرے بھائی وراثت ہوں گے
718	باپ کی طرف سے بھائی، سگے بھائی کی موجودگی میں وراثت نہیں ہوگا
718	رشتہ دار بیت المال سے زیادہ حقدار ہیں اس لیے وہ وراثت ہوں گے
720	اگر فرائض مزاحم ہوں تو عمول کے اصول پر عمل ہوگا
721	لعان کرنے والی اور زانیہ عورت کا بیٹا صرف اپنی ماں اور اس کے رشتہ داروں کا وراثت ہوگا
721	اسی طرح اس کی ماں بھی اس کی وراثت ہوگی
722	بچہ اگر پیدائش کے بعد چلائے تب ہی وراثت ہوگا
722	آزاد کردہ غلام کی وراثت آزاد کرنے والے کو ملے گی
722	اگر غلام کے عصیر رشتہ دار موجود ہوں تو وہی اس کی وراثت کے مستحق ہوں گے
723	ولاء کو فروخت کرنا یا اسے ہیہ کرنا حرام ہے
723	دو مختلف دین والے ایک دوسرے کے وراثت نہیں بن سکتے

724	878- مرد کی میراث
724	زہبی قاتل مقتول کا وارث ہوگا
725	879- انبیاء کی وراثت
725	880- مقتول کی دیت تمام درتاء میں تقسیم کی جائے گی

(31) کتاب الجہاد والسیر جہاد اور سیر کے مسائل

729	رہلمی فصل: جہاد کے احکام
729	جہاد کرنا
730	جہاد کی اہمیت
733	جہاد کی فضیلت
738	شہید کی فضیلت
741	قرض کفایہ ہے
746	ہرنیک و بدعمران کے ساتھ
747	جب والدین اجازت دیں
748	اخلاص نیت کے ساتھ کیا ہو جہاد قرض کے سوا تمام گناہ مٹا دیتا ہے
749	قرض کے ساتھ باقی حقوق العباد بھی ملائے جائیں گے
749	جہاد میں ضرورت کے علاوہ مشرکین سے مدد نہیں لی جائے گی
751	معصیت الہی کے حکم کے سوا لشکر پر اپنے امیر کی اطاعت کرنا واجب ہے
752	امیر پر لازم ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور.....
753	حاکم کے لیے جائز ہے کہ جب وہ جہاد کے لیے جانے لگے تو توڑیہ کرے
753	جاسوس بھیج کر حالات کی خبر رکھے
754	دستوں کو ترتیب دے جھنڈے اور علامات مقرر کرے
754	لڑائی سے پہلے تین باتوں میں سے ایک کی طرف دعوت دینا واجب ہے
756	دوران جنگ خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنا حرام ہے، لاکہ کوئی شدید ضرورت ہو

757	❁ اسی طرح مشکہ کرنا آگ میں جلانا اور میدان جنگ سے فرار بھی حرام ہے۔ لاکہ.....
759	❁ کفار پر شب خون مارنا، جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا بھی جنگ میں جائز ہے
760	❁ 881- جہاد سے متعلقہ چند ضروری مسائل
762	❁ دوسری فصل: غنیمت کے مسائل
762	❁ لشکر کو جو مال بطور غنیمت ملے اس کے چار حصے ان میں تقسیم ہوں گے اور پانچواں حصہ.....
763	❁ سوار مال غنیمت سے تین حصے اور پیدل ایک حصہ لے گا
764	❁ اس میں طاقت ور اور کمزور لڑنے والا اور نہ لڑنے والا سب برابر ہوں گے
766	❁ حکمران کے لیے لشکر کے کچھ حصے کو زائد حصہ عطا کر دینا بھی جائز ہے
767	❁ حاکم کے لیے ایک خصوصی حصہ بھی ہے لیکن اس کا عام حصہ لشکر کے عام آدمی کے برابر ہے
768	❁ غنائم کی تقسیم کے وقت حاضر شخص کو حاکم ویسے ہی کچھ عطا کر سکتا ہے
769	❁ اگر وہ بہتر سمجھے تو نو مسلموں کی تالیف قلب کے لیے انہیں ترجیح دے
770	❁ کفار کا مسلمانوں سے چھینا ہوا مال اگر واپس مل جائے تو وہ اس کے اصلی مالک کا ہی ہوگا
771	❁ خوراک اور گھاس کے سوا تقسیم سے پہلے مال غنیمت کی کسی بھی چیز سے نفع اٹھانا حرام ہے
773	❁ خیانت کرنا حرام ہے
774	❁ قیدی بھی مال غنیمت میں شامل ہیں اور انہیں قتل کرنا یا فدیہ لینا یا ویسے ہی چھوڑ دینا جائز ہے
777	متفرقات
777	❁ 882- کافر سے چھینے ہوئے مال کا حکم
777	❁ 883- امیر کے کہنے پر جنگ سے غائب ہونے والے کا حکم
778	❁ 884- جس قیدی کے اسلام لانے کی امید ہو اسے چھوڑ دینا
778	❁ 885- قیدی حاملہ لونڈیوں سے ہم بستری کرنا
778	❁ 886- قیدی خواتین اور ان کی اولاد کے درمیان جدائی ڈالنا
779	❁ 887- چند ضروری وضاحتیں
780	❁ دسری فصل: قیدی، جاسوس اور صلح کے مسائل
780	❁ عربوں کو غلام بنانا جائز ہے

782	جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے
783	اگر جنگی دشمن پکڑے جانے سے پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اپنا مال بچالے گا
784	جب کسی کافر کا غلام مسلمان ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا
785	مفتوحہ زمین کا معاملہ حاکم کی رائے پر موقوف ہوگا.....
786	جسے کوئی مسلمان امان دے تو وہ قانونی طور پر امن والا ہوگا
787	888- عورت بھی پناہ دے سکتی ہے
787	889- غلام بھی پناہ دے سکتا ہے
788	دشمن کا قاصد امان پانے والے کی طرح ہی میں ہوتا ہے
789	کفار کے ساتھ صلح کرنا جائز ہے اگرچہ مشروط ہی ہو یا.....
790	890- صلح کی مدت
791	891- کفار کے معاہدات کی پاسداری
791	صلح کو جزیہ کے ذریعے پختہ کرنا بھی جائز ہے
793	892- جزیہ کی شرائط
793	893- جزیہ کی مقدار
794	مشرکین اور ذمیوں کو جزیرۃ العرب میں رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی
796	894- مسجد حرام میں مشرکین و کفار کا داخلہ
796	895- باقی مساجد میں مشرکین کا داخلہ
798	جمہوریہ فصل: باغیوں سے لڑائی کا حکم
798	باغیوں سے لڑائی کرنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں
798	896- باغی اور محارب میں فرق
800	ان کے کسی قیدی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور بھانگے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا
800	ان کے زخمی کو موت تک نہیں پہنچایا جائے گا اور نہ ہی ان کے مال کو غنیمت بنا یا جائے گا
802	897- چند ضروری مسائل
804	بانہوہ فصل: امامت کے مسائل

804	حکام کی اطاعت اللہ کی نافرمانی کے علاوہ واجب ہے	✽
806	ان کے خلاف خروج جائز نہیں ہے جب تک وہ نماز قائم رکھیں اور کھلم کھلا کفر کا اظہار نہ کریں	✽
808	ان کے ظلم پر صبر اور انہیں نصیحت کرنا لازم ہے	✽
810	حکام کی ذمہ داری	✽
811	متفرقات	
811	898- کیا عورت حکمران بن سکتی ہے؟	✽
811	899- چند مختصر مگر ضروری مسائل	✽
813	900- خلفائے راشدین کے چناؤ کا طریقہ	✽
813	901- حاکم وقت شوری کے مشورے سے فیصلہ کرے	✽





تقریظ www.KitaboSunnat.com

”فقہ الحدیث“ کا مطلب ہے حدیث کی فقہ یعنی حدیث رسول سے اخذ کردہ احکام و مسائل۔ ”فقہ الحدیث“ کا لفظ مروجہ مذاہب کی فقہوں کے مقابلے میں بولا جاتا ہے جیسے حنفی مذہب کے احکام و مسائل کے مجموعے اور مفتی بہ اقوال و آراء کا نام فقہ حنفی ہے۔ ایسے ہی مالکی فقہ، شافعی فقہ اور ضلعی فقہ وغیرہ ہیں۔ ان فقہی کتابوں کے علاوہ احادیث کے مجموعے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث جمع کی گئی ہیں جیسے صحیح مسلم، صحیح بخاری، سنن اربعہ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ) ہیں۔ جن کو صحاح ستہ یا کتب ستہ کہا جاتا ہے اسی طرح صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مؤطا امام مالک، سنن بیہقی، مستدرک حاکم وغیرہ ہیں ان مجموعہ ہائے حدیث کی ترتیب فقہی ابواب پر ہے۔ یعنی حدیث کے جامعین و مرتبین (محدثین کرام) نے ان حدیثوں کو فقہی انداز سے جمع کیا ہے۔ مثلاً کتاب الصلوٰۃ کے تحت الگ الگ باب میں نماز کے ہر مسئلے پر احادیث جمع کر دی ہیں اسی طرح کتاب الزکاۃ، کتاب الجنائز، کتاب الطہارۃ وغیرہ ہیں۔ لیکن احادیث کے ان مجموعوں میں صرف ابواب ہی کی ترتیب فقہی انداز پر ہے احادیث سے اخذ کردہ مسائل و استنباطات زیادہ نہیں ہیں اور یہ محدثین کا ایک خاص اسلوب تھا۔ انہوں نے ان احادیث سے احکام و مسائل اخذ تو کیے اور اسی بنیاد پر انہوں نے اپنے مجموعوں کی کتب بندی اور ابواب بندی بھی کی جس میں امام بخاریؒ کو ایک نہایت امتیازی مقام حاصل ہے لیکن انہوں نے غایت درجہ احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے فہم و استنباط کو صرف ابواب بندی ہی تک محدود رکھا اس سے زیادہ اپنی آراء اور افکار کا اظہار نہیں کیا۔

اس محتاط اسلوب کی وجہ سے مقلدین جلدین نے جن کو اپنی خانہ ساز فقہوں پر بڑا ناز تھا یہ کہنا شروع کر دیا کہ محدثین کی حیثیت تو (نعوذ باللہ) صرف ایک عطار کی سی ہے جو جزی بوٹیاں تو فروخت کرتا ہے لیکن ان کے خواص و فوائد سے وہ بے خبر ہوتا ہے خواص و فوائد صرف حکیم ہی جانتے ہیں اور وہی ان جزی بوٹیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے اس ادعا کا اظہار کیا کہ فقہ تو صرف وہ مولفین ہیں جنہوں نے اپنے امام اور اصحاب مذہب کی آراء و اقوال کی تخریج در تخریج کر کے فقہی کتابیں لکھیں اور محدثین تو ایک عطار کی طرح صرف حدیث کے جامع ہیں جو احادیث کے فہم اور ان سے استنباط کی قوت سے عاری ہیں حتیٰ کہ ان کی جسارت یہاں تک بڑھی کہ احادیث کے اولین راوی صحابہ کرام کو بھی انہوں نے فقہ اور غیر فقہ کے خاتونوں میں تقسیم کر دیا اس شوخ چشمانہ جسارت پر اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ﴿إِن هَذَا إِلَّا فُكٌّ وَأَعْيَانُهُ

عَلَيْهِ قَوْمٌ آخِرُونَ فَقَدْ جَاءَ وَاطْلَمًا وَزُورًا ﴿﴾ [الفرقان : ٤]

حالانکہ محدثین کی احادیث کی فقہی ترتیب ہی ان کی فقہیت اور قوت استنباط کی ایک بہت بڑی دلیل ہے، جیسے امام بخاری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ((فَفَقَهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَرَاجِمِهِ)) ”امام بخاری کی فقہیت دیکھنی ہو تو احادیث پر ان کی ابواب بندی کو دیکھ لو۔“ یہ بات صرف امام بخاری ہی کی حد تک نہیں ہے بلکہ دوسرے محدثین بھی فقہیت سے بہرہ ور تھے، گوامام بخاری کو اس میں ایک نہایت ممتاز مقام حاصل ہے۔

بہر حال جب فقہائے مقلدین اور ان کے ہم نواؤں کے مذکورہ ادعا کی لئے زیادہ بڑھی اور انہوں نے زیادہ بلند آہنگی سے محدثین کی فقہیت کو موردِ طعن اور ہدفِ تنقید بنایا تو محدثین کی فکر اور مسلک کے حاملین نے احادیث کے مجموعوں کو سامنے رکھ کر تشریحی انداز سے احادیث سے اخذ کردہ مسائل و احکام پر کتابیں تالیف کرنی شروع کر دیں، تاکہ فقہ الناس کے مقابلے میں فقہ الحدیث اور فقہ السنہ کی برتری قائم رہے۔

ان فکرِ محدثین کے حاملین و مولفین میں، محمد شین ہی کی طرح فقہ وحدیث کے جامع ہیں ایک نمایاں نام امام شوکانیؒ کا ہے۔ انہوں نے فقہ الحدیث میں تین کتابیں تالیف فرمائیں ”نیل الأوطار، السيل الجوار اور الدرر البهية“ اول الذکر دونوں کتابیں مفصل ہیں اور اپنے موضوع پر نہایت جامع اور منفرد ہیں۔ جب کہ ثالث الذکر کتاب (الدرر البهية) مختصر ہے۔ اور مختصر ہونے ہی کی وجہ سے بہت سے سلفی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ اور اسی اختصار کی وجہ سے مدرسین کو اس کے پڑھانے میں اور طلبا کو اس کے سمجھنے میں بعض مقامات پر دقت پیش آتی ہے۔

عربی میں اس کی ایک مفصل شرح نواب صدیق حسن خان آف بھوپالؒ نے ”الروضۃ الندیة“ کے نام سے لکھی ہے لیکن اس تک رسائی ہر شخص کے لیے مشکل ہے اور اردو وان حضرات کے لیے تو اس سے استفادہ یکسر ممکن نہیں ہے۔ انہی مشکلات کے پیش نظر حافظ عمران ایوب سلمہ اللہ تعالیٰ نے زیر نظر تالیف ”فقہ الحدیث“ تحریر

فرمائی ہے جو امام شوکانیؒ کی کتاب ”الدرر البهية“ کی واحد اردو شرح ہے۔

یہ شرح اس لحاظ سے نہایت مفید ہے کہ اس کی عبارت کے حل و تفہیم کے ساتھ ساتھ احادیث کی تخریج و تحقیق، فقہی مذاہب و اقوال کا بیان اور ان میں دلائل کی رو سے راجح مذہب کی وضاحت بھی ہے۔ طلبائے علوم دینیہ اور اساتذہ کرام کے علاوہ عام لوگوں کے لیے بھی یہ کتاب اس لحاظ سے نہایت اہمیت و افادیت کی حامل ہے کہ اس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہدایت و رہنمائی مل جاتی ہے۔ یہ صرف ”الدرر البهية“ کی شرح ہی نہیں ہے بلکہ فاضل مصنف کے اضافات نے اسے اسلامی ہدایات و تعلیمات کا ایک انسائیکلو پیڈیا بنا دیا ہے جس پر وہ یقیناً تحسین و آفرین کے سزاوار اور زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔ [جزء اللہ عن الإسلام والمسلمین خیر الجزاء]

www.KitaboSunnat.com

کتبہ: حافظ صلاح الدین یوسف عفا اللہ عنہ

124/40 شاداب کالونی، علامہ اقبال ٹاؤن، گڑھی شاہو، لاہور۔



پیش لفظ
www.KitaboSunnat.com

”فقہ الحدیث“ نام اب کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا کیونکہ یہ ایک ایسی کتاب کا نام ہے جس نے متلاشیانِ حق کو فقہ اور تخریج و تحقیق کی متعدد ضخیم اور قیمتی کتب خریدنے سے ایک حد تک مستثنیٰ کر دیا ہے۔ پہلی جلد کی اشاعتِ اول پر ہی راقم الحروف کو اہل علم کی طرف سے مبارکباد کے مختلف خطوط موصول ہوئے جن میں کتاب ہذا کی بے حد تعریف و توثیق کی گئی تھی۔ اس کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے اہل علم نے بالخصوص اختصار، تخریج و تحقیق، مختلف ائمہ کے مذاہب کا بیان اور رائج (اُقرب الی الحق) مؤلف کی وضاحت کو ممتاز و وقیع قرار دیا تھا۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم اور راقم الحروف پر اس کی خصوصی عنایت کا ہی نتیجہ ہے وگرنہ شاید یہ بندہ ناچیز اس شرف و عزت کا اہل نہ تھا۔

پہلی جلد کی مقبولیت کے بعد اب قارئین کی خدمت میں فقہ الحدیث کی دوسری جلد پیش کی جا رہی ہے۔ یہ جلد بھی اپنی ترتیب، تہذیب، تخریج، تحقیق، قدیم و جدید علماء و مفتیان کے مذاہب اور جامعیت کے لحاظ سے اُن تمام خوبیوں اور کمالات کی حامل ہے جن کی حامل پہلی جلد تھی۔ اس کی ابتداء میں بھی قارئین کی سہولت کے لیے وہ ضروری اصطلاحات درج کر دی گئی ہیں جنہیں کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔

آخر میں قارئین سے دعا کی التماس ہے کہ اللہ تعالیٰ راقم الحروف کو مزید علم و عمل اور توفیق سے نوازے تاکہ فقہ الحدیث جیسی متعدد قابلِ قدر تصنیفاتِ عاتقہ الناس کی اصلاح و فلاح کے لیے پیش کی جا سکیں۔

”وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و االیہ انیب“

حافظ عمران ایوب لاہوری

کتبہ بتاریخ : 3 جولائی 2004ء

بمطابق : 14 جمادی الاول 1425ھ

ایڈریس : مکان نمبر 52 گلی نمبر 17 اورنگ زیب

پارک شمع کالونی مین شہباز روڈ شاد باغ لاہور۔

فون : 0300-4206199

ای میل : hfzimran_ayub@yahoo.com

چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباط احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہونا ہے۔
(3)	احتمان	قرآن، سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تفریضیں کی گئی ہیں۔
(4)	اصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا اصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجحیات (5) حالت مصححہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تہذیب الأشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جز کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء فرغ الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلق چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ ٹکس میں ایک ہی نوع سے متعلق مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد، عبادات، معاملات، تفسیر، سیرت، مناقب، فتن اور روزِ محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول، فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارعِ عظیم ﷺ نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد وغیرہ۔
(23)	سد الذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو اس کا عادی ہو یا اس کا ان میں روانہ ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں ان شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب و سنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب و سنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں، خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطہارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب، نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلك	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ یمن (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے۔
(55)	مطلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	محصّل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق بدعتی بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	مجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً مجمع کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	تسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہاء کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہاء اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

کتاب الحج

حج کے مسائل

www.KitaboSunnat.com

● باب أحكام الحج حج کے احکام کا بیان

پہلی فصل: حج کا وجوب

دوسری فصل: نیت کے ساتھ نوع حج کی تعیین واجب ہے

تیسری فصل: دوران احرام ممنوع افعال

چوتھی فصل: جو افعال دوران طواف واجب ہیں

پانچویں فصل: صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا وجوب

چھٹی فصل: مناسک حج

ساتویں فصل: قربانی کی افضل قسم

● باب العمرة المفردة عمرہ مفردہ کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

”حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ خُذُوا عَنِّي مِمَّا سَكَمَ ﴾
www.KitaboSunnat.com

”اے لوگو! مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو۔“

[صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۷۸۸۲)]

کتاب الحج

حج کے مسائل

حج کے احکام

باب احکام الحج

پہلی فصل

حج کا وجوب

يَجِبُ عَلَى كُلِّ مُكْتَلِفٍ مُسْتَطِيعٍ
ہر مکلف استطاعت رکھنے والے شخص پر حج واجب ہے۔ ②

① لغوی وضاحت: لفظ حج باب حَجَّ يَحُجُّ (نصر، مد) سے مصدر ہے اس کا معنی ”تصدقہ ارادہ کرنا“ ہے۔ امام

غلیل کے نزدیک اس کا معنی ”محترم مقام کی طرف کثرت سے تصدق کرنا ہے۔“ (۱)

شرعی تعریف: مخصوص افعال کی ادائیگی کے لیے مسجد حرام کی طرف (سفر کا) تصدق کرنا حج کہلاتا ہے۔ (۲)

مشروعیت کی تاریخ: www.KitaboSunnat.com

اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور) حج چھ ہجری میں فرض ہوا۔ (۳)

(ابن قیم) نو یا دس ہجری میں فرض کیا گیا۔ (۴)

(وہب زحیلی) نو ہجری کے اواخر میں فرض ہوا۔ (۵)

حج اسلام کا رکن ہے:

جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے..... (ان میں سے

ایک حج ہے)۔ (۶)

(۱) [القاموس المحيط (ص ۱۶۷) تحفة الأحوذی (۶۲۳/۳)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۰۶/۳) المغنی (۲۱۷/۳) کشاف القناع (۴۳۷/۲) اللباب (۱۷۷/۱) فتح القدير

(۱۲۰/۲)]

(۳) [سبل السلام (۹۱۹/۲)]

(۴) [زاد المعاد (۱۰۱/۲)]

(۵) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۰۶/۳)]

(۶) [بخاری (۸) کتاب الإیمان : باب دعائکم إیمانکم]

فضیلت حج:

- (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿والحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة﴾
 ”حج مبرور (جس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو) کا بدلہ جنت کے علاوہ اور کوئی نہیں۔“ (۱)
- (2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من حج ولم یرفث ولم یفسق رجع من ذنوبه کیوم ولدته امه﴾
 ”جس نے حج کیا (اور اس میں) نہ عورتوں کے قریب گیا اور نہ ہی کوئی فسق و فجور کا کام کیا تو وہ اپنے گناہوں سے (پاک صاف ہو کر) اُس دن کی طرح لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا۔“ (۲)
- واضح رہے کہ حج کے تمام افعال بجالاتا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿خذوا عنی مناسککم﴾
 ”مجھ سے حج کے طریقے لے سکو۔“ (۳)

لہذا جو افعال بھی آپ ﷺ نے کر کے دکھائے انہیں اختیار کیا جائے۔ تاہم اس کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ اگر کوئی بھی فعل رہ جائے گا تو حج باطل ہو جائے گا بلکہ حج تو ہو جائے گا لیکن اس میں نقص رہ جائے گا۔ علاوہ ازیں یہ صرف شرط کا میزہ ہے کہ جس کا عدم عدم کو مستلزم ہوتا ہے اور افعال حج میں صرف ہمیں وقوف عرفہ ہی ایسا فعل نظر آتا ہے جس میں ایسا معنی پایا جاتا ہے کہ اس کے بغیر حج نہیں ہوتا جیسا کہ درج ذیل دلائل اس پر شاہد ہیں:

- (1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿الحج عرفہ﴾ ”حج تو (وقوف) عرفہ ہی ہے۔“ (۴)
- (2) ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من شہد معنا الصلاة و افاض من عرفات لیلا و نهارا فقد قضی تقضه و تم حجه﴾ ”جو شخص ہمارے ساتھ نماز (یعنی یوم النحر کی نماز) میں حاضر ہوا اور میدان عرفات سے رات یا دن کو چکر لگا آیا تو بے شک اس نے اپنا میل کچیل دور کر لیا اور اس حج مکمل ہوا۔“ (۵)

② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ ”اللہ تعالیٰ نے ان

- (۱) [بخاری (۱۷۷۳) کتاب الحج : باب وجوب العمرة و فضلها، مسلم (۱۳۴۹) ترمذی (۹۳۳) نسائی (۱۱۵/۵) ابن ماجہ (۲۸۸۸) مؤطا (۳۴۶/۱) عبدالرزاق (۸۷۹۸) حمیدی (۱۰۰۲) دارمی (۳۱/۲) بیہقی (۲۶۱/۵) شرح السنة (۵-۴/۴)]
- (۲) [بخاری (۱۵۲۱) کتاب الحج : باب فضل الحج المبرور، مسلم (۱۳۵۰)]
- (۳) [مسلم (۱۲۹۷) ابو داود (۱۹۷۰) ابن ماجہ (۳۰۲۳) نسائی (۲۷۰/۵) بیہقی (۱۳۰/۵) الحلبي لأبي نعيم (۲۲۶/۷) أحمد (۳۱۸/۳)]
- (۴) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۴۴۱) کتاب الحج : باب من أتى عرفة قبل الفجر ليلة جمع، إرواء الغلیل (۱۰۶۴) صحیح ابو داود (۱۷۰۳) ابن ماجہ (۳۰۱۵) ابو داود (۱۹۴۹) ترمذی (۸۸۹) نسائی (۲۶۴/۵) أحمد (۳۰۹) دارقطنی (۲۴۰/۲) بیہقی (۱۱۶/۵)]
- (۵) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۴۴۲) أيضا، إرواء الغلیل (۱۰۶۶) ابن ماجہ (۳۰۱۶) ابو داود (۱۹۵۰) ترمذی (۸۹۱) نسائی (۶۶۳/۵) أحمد (۱۵/۴) حاکم (۴۶۳/۱) دارقطنی (۲۳۹/۲) بیہقی (۱۱۶/۵)]

لوں پر جو اس کی طرف راستے (یعنی زادراہ اور سفر کے اخراجات وغیرہ) کی طاقت رکھتے ہوں اس گھر (یعنی بیت اللہ) کا فرض کیا ہے۔“

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿یا ایہا الناس قد فرض اللہ علیکم الحج ححوا﴾ ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہذا تم حج کرو۔“ ایک آدمی (حضرت أقرع بن حابس رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ کیا ہر سال اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال) واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔“ (۱)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مرفوع روایت میں ہے ﴿الحج مرة واحدة فمن زاد فهو تطوع﴾ ”حج ایک مرتبہ (فرض) ہے اور جس نے زیادہ کیا تو وہ نفل حج ہے۔“ (۲)

(۴) امت کا اتفاق ہے کہ حج کی استطاعت رکھنے والے شخص پر حج واجب ہے۔ (۳) اور یہ صرف زندگی میں ایک مرتبہ ہی رض ہے جیسا کہ یہ بھی اجماعاً ثابت ہے۔

شوکانیؒ، ابن حجرؒ، نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

557- لفظ سبیل کا مفہوم

گذشتہ آیت میں مذکور ”سبیل“ کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿الزاد والراحلة﴾ ”راستے کا خرچ اور سواری۔“ (۵)

اگرچہ یہ اور اس معنی کی تمام روایات ضعیف ہیں لیکن امت کی اکثریت اسی تفسیر کی قائل ہے جیسا کہ امام صنعانیؒ نے اس کی صراحت کی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی موقف نقل کیا ہے۔ زاد (یعنی واپسی تک اہل و عیال کے خرچ سے زائد مال) تو مطلقاً شرط ہے اور راحلہ (یعنی کوئی بھی سواری مثلاً مویشی، بحری جہاز، ہوائی جہاز، گاڑی وغیرہ) ایسے شخص کے لیے جس کا گھر (لبے) قاصطے پر ہو۔ (۶)

(۱) [مسلم (۱۳۳۷) کتاب الحج : باب فرض الحج مرة فی العمر، أحمد (۵۰۸/۲) نسائی (۱۱۰/۵) ابن حبان (۳۷۰۵) دارقطنی (۲۸۱/۲) بیہقی (۳۲۶/۴)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۵۱۴) کتاب المناسک : باب فرض الحج، ابو داؤد (۱۷۲۱) نسائی (۱۱۱/۵) ابن ماجہ (۲۸۸۶) دارمی (۲۹۱۲) عبد بن حمید (۶۷۷) دارقطنی (۲۸۰/۲) حاکم (۴۴۱/۱) بیہقی فی المعرفة (۴۷۱/۳) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [تفسیر الباب فی علوم الکتاب (۳۵۹/۳)]

(۴) [نیل الأوطار (۲۷۳/۳) فتح الباری (۱۵۲/۴) شرح مسلم (۳۳۰/۴)]

(۵) [ضعیف : إرواء الغلیل (۹۸۸) دارقطنی (۲۱۶/۲) شیخ البانیؒ رقمناز ہیں کہ یہ اور اس معنی کی تمام احادیث ضعیف ہیں۔]

(۶) [سبیل السلام (۹۲۳/۲)]

558- عورت پر وجوب حج کے لیے محرم کا ہونا شرط ہے

جیسا کہ شیخ وہب زحلی نے یہ بات نقل فرمائی ہے۔ (۱)

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تسافر المرأة ثلثة أيام إلا مع ذی محرم ﴾

”عورت تین دن کا سفر محرم رشتہ دار کے بغیر نہ کرے۔“ (۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت

کے لیے حلال نہیں ہے ﴿ أن تسافر مسیرة یوم و لیلۃ لیس معها حرمة ﴾ ”کہ وہ بغیر کسی محرم رشتہ دار کے ایک دن اور

رات کا سفر کرے۔“ (۳)

(۳) ایک آدمی نے عرض کیا کہ میری بیوی حج کے لیے روانہ ہو گئی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ کے لیے لکھ دیا گیا ہے تو

آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ انطلق فحج مع امرأتک ﴾ ”جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔“ (۴)

فوری طور پر۔ ①

فَوْزًا

① فی الحقیقت یہ مسئلہ اصولی بحث سے تعلق رکھتا ہے کہ کیا امر فوری طور پر عمل کا تقاضا کرتا ہے یا تاخیر سے اس میں علانی

اصولیین نے طویل اختلاف کیا ہے جیسا کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلاً اسے نقل فرمایا ہے۔ (۵)

تاہم اس میں راجح بات ان شاء اللہ یہی ہے کہ امر فوری طور پر عمل کا تقاضا کرتا ہے جیسا کہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا بھی یہی

موقف ہے اور اس کے دلائل میں مندرجہ ذیل آیات شامل ہیں:

① ﴿ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ﴾ [البقرة: ۱۴۸] ”نیکیوں کی طرف دوڑو۔“

② ﴿ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ [آل عمران: ۱۳۳] ”اپنے رب کی مغفرت کی طرف بھاگو۔“

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل احادیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ استطاعت و وسعت کے بعد فوری طور پر حج کر

لینا چاہیے:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ تعجلوا إلى الحج فإن أحدکم ما یدری ما یعرض له ﴾

”حج کی طرف جلدی کرو کیونکہ یقیناً تم میں سے کسی کو اس کا علم نہیں جو اسے پیش آنے والا ہے۔“ (۶)

(۱) [الفقه الإسلامی وأدلته (۲۰۹۲/۳)]

(۲) [بخاری (۱۰۸۶) کتاب تقصیر الصلاة: باب فی کم یقصر الصلاة، مسلم (۱۳۳۸) ابو داود (۱۷۲۷)]

(۳) [بخاری (۱۰۸۸) أيضا، مسلم (۱۳۳۹) ابو داود (۱۷۲۴) ترمذی (۱۱۷۰)]

(۴) [مسلم (۱۳۴۱) کتاب الحج: باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره]

(۵) [إرشاد الفحول (ص/۹۹-۱۰۱)]

(۶) [أحمد (۳۱۴/۱)]

(2) ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے کہ ﴿من أراد الحج فليتعجل فإنه قد يمرض المريض وتضل الراحلة وتعرض الحاجة﴾ ”جو حج کرنا چاہتا ہے وہ جلدی کرے کیونکہ بے شک مرض لاحق ہو سکتا ہے، سواری گم ہو سکتی ہے اور کوئی حاجت پیش آ سکتی ہے۔“ (۱)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ ظاہر کیا کہ میں ان شہروں کی طرف کچھ آدی روانہ کرنا چاہتا ہوں جو ہر ایسے شخص کو دیکھ کر اس پر جزیہ مقرر کر دیں جس نے طاقت کے باوجود حج نہیں کیونکہ ﴿ما ہم بمسلمین﴾ ”وہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔“ یہ کلمات آپ رضی اللہ عنہ نے دوسرے دو مرتبہ ہرائے۔ (۲)

اس مسئلے میں فقہانے اختلاف کیا ہے۔

(احمد، مالک، ابوحنیفہ) جس کے پاس استطاعت ہو اسے فوری طور پر حج کرنا چاہیے۔

(شافعی، ابو یوسف، محمد) تاخیر سے بھی حج کر سکتا ہے۔ (۳)

جو لوگ تاخیر سے بھی حج کو جائز قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ پانچ یا چھ ہجری میں حج فرض ہو جانے کے باوجود نبی ﷺ نے دس ہجری کو حج کیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ فرضیت حج کی تاریخ میں اختلاف ہے اور بعض نے نو یا دس ہجری کا بھی کہا ہے جیسا کہ امام ابن قیم وغیرہ اس لیے بطور دلیل یہ بات پیش کرنا درست نہیں۔

وَكَذَلِكَ الْعُمْرَةُ وَمَا زَادَ فَهِيَ نَافِلَةٌ

① اور اسی طرح عمرہ بھی ① اور ایک سے زیادہ مرتبہ نفل ہے۔ ②

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿العمره إلى العمرة كفارة لما بينهما﴾ ”ایک عمرہ دوسرے عمرے تک دونوں کے مابین گناہوں کا کفارہ ہے۔“ (۴)

فقہانے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ صاحب استطاعت پر عمرہ بھی ایک مرتبہ فرض ہے یا نہیں؟

(احمد، شافعی) عمرہ واجب ہے۔ حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہم، امام حسن، امام ثوری اور علماء کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے۔

(مالک، ابوحنیفہ) یہ سنت ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور امام شعبی بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(۱) [حسن: إرواء الغلیل (۹۹۰) أحمد (۲۱۴/۱) ابن ماجة (۲۸۸۳) كتاب المناسك: باب الخروج إلى الحج]

(۲) [سعید بن منصور کما فی التلخیص (۴۲۶/۲) بیہقی (۳۳۴/۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۸۰/۳) المہذب (۲۰۴/۱) نہایة المحتاج (۲۳۵/۳) تحفة الفقہاء (۵۷۸/۱) فتح القدیر

(۳۲۳/۲)]

(۴) [بخاری (۱۷۷۳) کتاب الحج: باب وجوب العمرة وفضلها، مسلم (۱۳۴۹) ترمذی (۹۳۳) نسائی (۱۱۵/۵)]

ابن ماجة (۲۸۸۸) موطا (۳۴۶/۱) عبد الرزاق (۸۷۹۸) حمیدی (۱۰۰۲) دارمی (۳۱/۲) احمد (۲۴۶/۲)

طیالسی (۲۴۲۳) شرح السنة (۵/۴) بیہقی (۲۶۱/۵)]

(۵) [الأم (۱۸۷/۲) الحاوی (۳۳/۴) الهدایة (۱۸۳/۱) المغنی (۱۳/۵) نیل الأوطار (۲۷۴/۳)]

(راجع) عمرہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے کیونکہ وجوب کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔

(1) حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی جس روایت میں ہے ﴿الحج والعمرة فریضتان﴾ ”حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۱)

(2) آیت ﴿أَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ﴾ میں عمرے کے وجوب کا نہیں بلکہ ان لوگوں کے لیے اتمام کا حکم ہے جو حج اور عمرہ

شروع کر چکے ہوں۔

(3) جس روایت میں ہے ﴿حج عن أبيك واعتمر﴾ ”تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو اور عمرہ بھی کرو۔“ اس میں

امر و وجوب کے لیے نہیں بلکہ اجازت کے لیے ہے جیسا کہ بیشتر احادیث میں ایسا حکم موجود ہے اور کوئی بھی اسے وجوب پر

محمول نہیں کرتا مثلاً ایک حدیث میں یہ حکم ہے کہ ﴿صلُّوا فنی مراض الغنم﴾ ”بھیڑ بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھو

(یعنی پڑھ سکتے ہو)۔“ (۲)

مزید برآں ایک اصولی قاعدہ بھی اس کی تائید کرتا ہے ((صیفة الأمر بعد طلب الإجازة تدل على الإباحة))

”کسی چیز کی اجازت مانگنے کے بعد امر کا صیغہ (محض) جواز پر دلالت کرتا ہے۔“

تاہم عدم وجوب کے قائل حضرات کی یہ دلیل ﴿وَأَنْ تَعْتَمِرُوا هُوَ أَفْضَلُ﴾ اور ایک روایت میں ﴿وَأَنْ تَعْتَمِرَ خَيْرٌ

لَكَ﴾ ”یعنی عمرہ تمہارے لیے افضل و بہتر ہے۔“ بہر حال ضعیف ہے۔ (۳)

اور جس روایت میں ہے کہ ﴿الحج جہاد والعمرة تطوع﴾ ”حج جہاد اور عمرہ نفل ہے۔“ وہ بھی ضعیف ہے۔ (۴)

(ابن تیمیہ) عدم وجوب کا قول ہی راجح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف حج کو ہی واجب کیا ہے۔ (۵)

(شوکانی) ”حق بات یہی ہے کہ عمرہ واجب نہیں کیونکہ براءتِ اصلیہ سے صرف کوئی ایسی دلیل ہی منتقل کر سکتی ہے جس کے

ذریعے تکلیف ثابت ہو سکتی ہو۔ (۶)

(1) [الكامل لابن عدی (۱۴۶۸/۴) نصب الرایة (۱۴۸۱/۳)] امام ابن حزمؒ نے اس روایت کو جھوٹ اور باطل کہا ہے۔

[المحلّی (۳۷/۷)]

(2) [صحیح: صحیح ترمذی (۲۸۵) کتاب الصلاة: باب ماجاء فی الصلاة فی مراض الغنم..... ترمذی (۳۴۸)]

(3) [ضعیف: ضعیف ترمذی (۱۶۱) کتاب الحج: باب ماجاء فی العمرة أواجبة هی أم لا؟ ترمذی (۹۳۱) ابن خزيمة

(۳۰۶۸)] اس کی سند میں حجاج بن أرتاة راوی ضعیف ہے۔ [المسحور حین (۲۲۵/۱) میزان الاعتدال (۴۵۸/۱) الحرج

والتعدیل (۱۵۴/۳)] حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [فتح الباری (۳۴۱/۴)]

(4) [ضعیف: ضعیف ابن ماجہ (۶۴۵) کتاب المناسک: باب العمرة الضعیفة (۲۰۰) ابن ماجہ (۲۹۸۹) طبرانی

کبیر (۴۴۲/۱۱)] حافظ ابن حجرؒ اور حافظ بصریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [تلخیص الحیر (۴۳۲/۲) مصباح الزحاجة

(۲۴/۳)]

(5) [مجموع الفتاوی (۵/۲۶)]

(6) [نیل الأوطار (۲۷۶/۳)]

(امیر صنعانی) تحقیقی اعتبار سے دلائل اس چیز (یعنی عمرے) کے وجوب کو ثابت نہیں کرتے (حالانکہ) اس کی اصل عدم (وجوب) ہے۔ (۱)

وجوب کے قائل حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

- (۱) ایک صحابی نے اپنے بوزھے والد کی طرف سے حج کرنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ حج عن أبیک و اعتمر ﴾ ”اپنے والد کی طرف سے حج کرو اور عمرہ بھی کرو۔“ (۲)
- (۲) حدیث جبرئیل کی ایک روایت میں اسلام کی تفسیر میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں ﴿ و تحج البيت و تعتمر ﴾ ”(اسلام یہ ہے کہ.....) اور تم بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرو۔“ (۳)
- (۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہر صاحب استطاعت پر حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔ (۴)
- (ابن حزم) حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔ (۵)
- (عبدالرحمن مبارکپوری) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۶)
- ② حدیث نبوی ہے کہ ﴿ الحج مرة واحدة فمن زاد فهو تطوع ﴾ ”حج ایک مرتبہ (فرض) ہے اور جن نے زیادہ کیا تو وہ نفل حج ہے۔“ (۷)

متفرقات

559- کیا نابالغ بچہ حج کر سکتا ہے؟

نابالغ بچہ حج تو کر سکتا ہے لیکن بلوغت کے بعد اسے یہ حج کافی نہیں ہوگا بلکہ فرض کی ادائیگی کے لیے نیا حج کرنا پڑے گا۔

(۱) ایک عورت اپنے بچے کو اٹھا کر لائی اور کہا ﴿ اَلْهَذَا حَجٌّ ؟ ﴾ کیا اس کے لیے حج ہے؟ ”تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ نعم و

(۱) [سبل السلام (۲/۹۲۲)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۳۴۹) کتاب المناسک : باب الحج عن الحي إذا لم يستطع ابن ماجہ (۲۹۰۶)]

ابو داؤد (۱۸۱۰) نسائی (۱۱۱/۵) ترمذی (۹۳۰) أحمد (۱۰/۴) ابن خزیمہ (۲۰۴۰) ابن حبان (۳۹۹۱)

بیہقی (۳۲۹/۴)]

(۳) [ابن خزیمہ (۱) دارقطنی (۲۸۲/۲) ابن حبان (۱۷۳) ابن مندہ (۱۴)]

(۴) [بخاری تعلقاً (۶۹۸/۳) حاکم (۴۷۱/۱) کتاب المناسک 'امام حاکم' نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ امام ابن خزیمہ، امام دارقطنی اور امام حاکم نے اسے موصول بیان کیا

ہے۔ [فتح الباری (۳/۶۹۹)]

(۵) [المحلی بالآثار (۸/۵)]

(۶) [تحفة الأحوذی (۳/۸۱۳)]

(۷) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۵۱۴) کتاب المناسک : باب فرض الحج ابو داؤد (۱۷۲۱)]

لك اجر ﴿ ”ہاں اور اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔“ (۱)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ایما صبی حج ثم بلغ الحنث فعليه أن يحج حجة أخرى ﴾ ”جو بچہ حج کرے پھر وہ بلوغت کو پہنچ جائے تو اس پر ضروری ہے کہ دوسرا حج کرے۔“ (۲)

560- میت کی طرف سے حج کرنا کیسا ہے؟

میت کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ایک عورت کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ نعم حسی عنها ﴾ ”ہاں تو اس (یعنی میت) کی طرف سے حج کر۔“ (۳)

لیکن کسی کی طرف سے حج کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ انسان نے اپنی طرف سے فریضہ حج ادا کر دیا ہو جیسا کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ﴿ حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة ﴾ ”(پہلے) اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔“ (۴)

(ابن تیمیہ) میت کی طرف سے حج بالاتفاق جائز ہے۔ (۵)



(۱) [مسلم (۱۳۳۶) کتاب الحج : باب صفة حج الصبی وأجر من حج به' ابو داود (۱۷۳۶) نسائی (۱۲۰/۵)]

بیہقی (۱۵۵/۵) مؤطا (۴۲۲/۱) أحمد (۲۱۹/۱)]

(۲) [صحیح : إرواء الغلیل (۹۸۶) تلخیص الجبیر (۲۲۰/۲) بیہقی (۳۲۵/۴) طبرانی أوسط (۲۷۵۲) ابن خزیمہ (۳۰۵۰)]

(۳) [بخاری (۱۱۶/۵) کتاب الحج : باب الحج والنذر وعن الميت والرجل یحج عن المرأة' نسائی (۱۱۶/۵)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۵۹۶) کتاب المناسک : باب الرجل یحج عن غیره' ابو داود (۱۸۱۱) ابن ماجہ

(۲۹۰۳) ابن حبان (۳۹۸۸- الإحسان) دارقطنی (۲۷۰/۲) أبو یعلیٰ (۲۴۴۰) ابن خزیمہ (۳۰۳۹) طبرانی کبیر

(۱۲۴۱۹)]

(۵) [مجموع الفتاویٰ (۹/۲۶)]

نیت کے ساتھ نوع حج کی تعیین واجب ہے

وَيَجِبُ تَعْيِينَ نَوْعِ الْحَجِّ بِالنِّيَّةِ مِنْ تَمَتُّعٍ أَوْ قِرَانٍ أَوْ إِفْرَادٍ	حج تمتع ① یا قرآن ② یا مفرد ③ میں سے کسی ایک قسم کی نیت کے ساتھ تعیین کرنا واجب ہے۔ ④
---	--

① حج تمتع سے مراد حج کے مہینوں میں عمرے کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہونا پھر عمرہ کر کے احرام اتار دینا اور پھر غیر محرم ہی رہنا حتیٰ کہ ایام حج میں حج کرنا ہے اور اس حج میں قربانی کرنا ضروری ہے۔

② حج قرآن سے مراد میقات سے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھنے کے بعد مکہ پہنچ کر عمرہ کرنا لیکن سعی کے بعد نہ بالترتیب اور نہ ہی احرام کھولنا بلکہ حالت احرام میں ہی ایام حج کے انتظار میں رہنا حتیٰ کہ ان ایام میں حج کھل کرنا ہے۔ حج قرآن کرنے والے پر قربانی واجب ہے اور جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ دس روزے رکھے۔ قربانی اگر ساتھ لے جائے تو بہتر ہے کیونکہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ اس میں تین طواف (طواف عمرہ، طواف حج اور طواف وداع) اور دو سعی (سعی عمرہ اور سعی حج) ضروری ہیں۔

③ افراد سے مراد حج مفرد یا عمرہ مفرد ہے۔ حج مفرد میقات سے صرف حج کے لیے احرام باندھ کر تمام مناسک حج سرانجام دینے کو کہتے ہیں اور عمرہ مفرد میقات سے صرف عمرے کے قصد سے احرام باندھ کر عمرے کے تمام افعال سے فراغت حاصل کرنا ہے۔ واضح رہے کہ ان میں قربانی واجب نہیں ہے۔

④ چونکہ تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے لہذا ہر قسم کی الگ نیت کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے ﴿فَمَنْ مِّنْ أَهْلِ بَعْرَةَ وَأَهْلِ بَعْرَةَ وَأَهْلِ بَعْرَةَ﴾ من أهل بصرہ میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے عمرے کے لیے تلبیہ کہا، کچھ وہ تھے جنہوں نے حج اور عمرہ (دونوں) کے لیے تلبیہ کہا اور بعض وہ تھے جنہوں نے حج کے لیے تلبیہ کہا، اور رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ (لیکن دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ تارن تھے) پھر جنہوں نے عمرے کے لیے تلبیہ کہا تھا وہ حلال ہو گئے اور جنہوں نے حج کے لیے یا حج اور عمرہ (دونوں) کے لیے تلبیہ کہا تھا وہ حلال نہ ہونے حتیٰ کہ قربانی کا دن آ گیا۔“ (۱)

(نووی) ان تینوں اقسام کے جواز پر اجماع ہے۔ (۲)

(۱) [بخاری (۱۰۶۲) کتاب الحج : باب التمتع والإقراں والإفراد بالحج..... مسلم (۱۲۱۱) ابو داؤد (۱۷۷۹)]

نسائی (۱۴۵۱۵) موطا (۳۳۵/۱) ابن ماجہ (۳۰۰۰) أحمد (۱۹۱/۶) ابن خزیمہ (۱۶۶/۴)

(۲) [شرح مسلم (۴۲۷/۴)]

وَالأَوَّلُ أَفْضَلُهَا

ان میں سے پہلی قسم (تمتع) سب سے افضل ہے۔ ❶

❶ اس مسئلے میں علماء نے بہت اختلاف کیا ہے۔

(ابوصنیفہ، اسحاق) حج قرآن افضل ہے۔ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت، امام نووی، امام ابن منذر، امام عزنی، اور امام مردزی کا بھی یہی موقف ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے اس قسم کو پسند فرمایا، اس میں مشقت زیادہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ﴿دخلت العمرة في الحج الى يوم القيمة﴾ ”روز قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔“ (۱)

(امیر صنعانی) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲)

(مالک، احمد) حج تمتع افضل ہے۔ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اس کی بھی قائل ہے۔ (۳)

ان کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے ﴿لو استقبلت من امری ما استدبرت ما سقت الهدى ولجعلتها عمرة﴾ ”اگر مجھے اپنے معائنہ پہلے علم ہوتا کہ جس کا مجھے بعد میں علم ہوا تو میں قربانی لے کر نہ چلتا بلکہ اسے عمرہ بنا لیتا۔“ (۴) یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف افضل عمل کی ہی تمنا کر سکتے تھے نیز اس میں سہولت بھی ہے۔

(شوکانی، صدیق حسن خان) حج تمتع افضل ہے۔ (۵)

(ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(البانی) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۷)

بعض علماء کے نزدیک حج مفرد تمتع اور قرآن دونوں سے افضل ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ خلفائے راشدین نے حج مفرد کیا اور پھر اسی پر مداومت اختیار کی۔ لیکن یاد رہے کہ جس روایت میں یہ ذکر ہے وہ قابل حجت نہیں۔ (۸)

وَيَكُونُ الْإِحْرَامُ مِنَ الْمَوْاقِبِ الْمَعْرُوفَةِ

احرام معروف جگہوں سے باندھا جائے۔ ❶

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لیے جحہ، اہل

(۱) [أحمد (۱۷۵/۴) ابن ماجہ (۲۹۷۷)]

(۲) [سبل السلام (۹۴۱/۲)]

(۳) [فتح الباری (۲۱۶/۴) المغنی (۸۲/۵) الأم (۳۱۲/۲) الحاوی (۴۳/۴) بدائع الصنائع (۱۶۸/۲) المسبوط

(۲۵/۴) الکافی (ص ۱۳۸)]

(۴) [أحمد (۱۴۸/۳) طبرانی اوسط (۱۸۵۰ - مجمع البحرين)]

(۵) [نبیل الأوطار (۳۱۷/۳) الروضة الندية (۵۹۴/۱)]

(۶) [کما فی تحفة الأحوذی (۶۴۶/۳)]

(۷) [التعلیقات الرضية علی الروضة الندية (۶۴/۲)]

(۸) [ضعیف : ضعيف ترمذی (۸۲۶) کتاب الحج : باب ما جاء فی أفراد الحج : ترمذی (۸۲۰)]

نجد کے لیے قرن المنازل اہل یمن کے لیے یلملم میقات مقرر فرمائے ہیں۔ یہ میقات ان ملکوں میں مقیم لوگوں کے لیے بھی ہیں اور ان کے لیے بھی جوج اور مرے کے ارادے سے ان اطراف سے آئیں۔ (۱)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اہل عراق کے لیے ”ذات عرق“ کو میقات مقرر فرمایا۔ (۲)

(۳) صحیح مسلم کی بھی ایک روایت میں اہل عراق کے لیے ذات عرق میقات کی تقرری کا ذکر ہے۔ (۳)

(۴) صحیح بخاری میں ہے کہ ”ذات عرق“ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میقات مقرر کیا تھا۔ (۴)

شاید اس بات کے قائل حضرات کے پاس گذشتہ مرفوع حدیث پہنچی نہیں یا اگر پہنچی ہے تو انہوں نے اسے ضعیف سمجھا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ گذشتہ حدیث صحیح ہے اور ذات عرق کو رسول اللہ ﷺ نے ہی میقات مقرر فرمایا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی جس روایت میں ہے کہ ”نبی ﷺ نے اہل مشرق کے لیے ”عقیق“ کو میقات مقرر فرمایا۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۵)

○ واضح رہے کہ جو شخص ان مقررہ میقاتوں میں سے کسی ایک سے بھی نہ گزرے تو اسے چاہیے کہ وہ جس میقات کے برابر سے گزرے وہیں سے احرام باندھ لے۔ تمام علماء اس اصول و قانون پر متفق ہیں۔

اور جو ان مقامات کے اندر ہوں وہ اپنے گھر ہی سے احرام باندھ لے حتیٰ کہ مکہ والے مکہ ہی سے۔ ①	وَمَنْ كَانَ ذُو نَهْأَ لَمْ يَهْأَ أَهْلَهُ حَتَّىٰ أَهْلُ مَكَّةَ مِنْهَا
---	---

① جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میقات مقرر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمَنْ أَهْلَهُ وَكَذَا فَكَذَلِكَ حَتَّىٰ أَهْلُ مَكَّةَ يَهْلُونَ مِنْهَا﴾

”جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں وہ اپنی رہائش گاہ سے ہی احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ مکرمہ سے ہی احرام باندھیں۔“ (۶)

(۱) [بخاری (۱۵۲۶) کتاب الحج : باب مهل أهل الشام، مسلم (۱۱۸۱) ابو داود (۱۷۳۸) نسائی (۱۲۳/۵)]

دارمی (۳۶۱/۱) أحمد (۲۳۸/۱) ابن خزيمة (۱۵۸/۴) دارقطنی (۲۳۷/۲)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۹۹۹) ابو داود (۱۷۳۹) كتاب المناسك : باب في المواقيت، نسائی (۱۲۵/۵) شرح

معاني الآثار (۱۱۸/۲) دارقطنی (۲۳۶/۲)]

(۳) [مسلم (۱۱۸۳) كتاب الحج : باب مواقيت الحج والعمرة]

(۴) [بخاری (۱۵۳۱)]

(۵) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۳۸۱) ضعيف ترمذی (۱۴۰) المشكاة (۲۵۳۰) أحمد (۳۲۰۵) ابو داود (۱۷۴۰)]

ترمذی (۸۳۲) بیہقی (۲۸/۵)]

(۶) [بخاری (۱۵۲۶) كتاب الحج : باب مهل أهل الشام، مسلم (۱۱۸۱) ابو داود (۱۷۳۸)]

متفرقات

561- نبی ﷺ نے کہاں سے تلبیہ کہا؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ما اهل رسول الله إلا من عند المسجد﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے صرف مسجد (یعنی مسجد ذوالحلیہ) کے پاس سے ہی لبیک پکارا۔“ (۱)

احادیث مختلف ہونے کی وجہ سے اس مسئلے میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیداء مقام سے لبیک پکارا، بعض میں ہے آپ ﷺ جب اونٹنی پر سوار ہوئے تب لبیک پکارا۔ اس مسئلے میں یوں تطبیق دی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ان تمام جگہوں میں ہی تلبیہ کہا اور جس نے جہاں سنا وہیں کے متعلق بیان کر دیا۔

562- احرام باندھتے وقت غسل

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ احرام باندھنے کے لیے علیحدہ ہوئے اور غسل کیا۔ (۲)

(جمہور) احرام کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔ (۳)

563- حدود حرم میں عارضی طور پر مقیم حضرات.....

ایسے لوگ عمرے کے وقت حدود حرم سے باہر نکل کر احرام باندھیں گے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا کر لے جائیں اور صحیح مقام سے (احرام باندھ کر) انہیں عمرہ کرائیں۔ (۴)

564- حج و عمرے کی نیت کے بغیر مکہ میں داخلہ

اگر حج یا عمرے کی نیت نہ ہو تو احرام باندھنے بغیر بھی میقات سے گزر کر مکہ میں داخل ہونا جائز ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن (مکہ شہر میں) داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر پر سیاہ چٹڑی

(۱) [بخاری (۱۰۵۴۱) کتاب الحج: باب الإہلال عند مسجد ذی الحلیفة، مسلم (۱۱۸۶) ابو داؤد (۱۷۷۱) ترمذی

(۸۱۸) نسائی (۱۶۲۵) ابن ماجہ (۲۹۱۶) موطا (۳۳۶/۱)]

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی (۶۶۴) کتاب الحج: باب ما جاء فی الاغتسال عند الإحرام، ترمذی (۸۳۰) دارمی

(۳۱/۲) ابن خزیمہ (۲۵۹۵)]

(۳) [المغنی (۲۳۲/۳) بدایة المجتہد (۲۴۶/۱)]

(۴) [بخاری (۳۱۷) کتاب الحيض: باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحيض]

بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا حکم دوں۔“ (۴)

568- بلند آواز سے تلبیہ کہنا اجر میں اضافے کا باعث ہے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کون سا حج افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

﴿الْعَجُّ وَالشَّجُّ﴾ ”جس میں بلند آواز سے تلبیہ پکارا جائے اور قربانی دی جائے۔“ (۱)

569- تلبیہ کہنے کی فضیلت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب کوئی تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں اور بائیں جانب زمین کے آخری کناروں تک تمام پتھر درخت اور کنگیاں سب لپیک پکارتے ہیں (جس کا اجر بھی تلبیہ کہنے والے کو ملتا ہے۔) (۲)

570- تلبیہ کا اختتام

دوران حج جمرہ عقبی کو آخری کنکری مارنے کے بعد تلبیہ ختم ہو جائے گا جیسا کہ پیچھے ایک روایت میں بیان کیا جا چکا ہے کہ

﴿ثم قطع التلبية مع آخر حصاة﴾ ”پھر آپ ﷺ نے آخری کنکری کے ساتھ تلبیہ ختم کیا۔“ (۳)

571- عمرے میں تلبیہ کب ختم کیا جائے؟

دوران عمرہ طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ ختم کر دیا جائے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ

عمرے میں حجرا سودا کا استلام کرتے ہی تلبیہ ختم کر دیتے۔ (۴)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رقمطراز ہیں کہ ((و العمل عليه عند أكثر أهل العلم)) ”اہل علم کی

اکثریت کا اسی پر عمل ہے“ اور مزید فرماتے ہیں کہ امام سفیان، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔



(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۲۳۶۶) الصحیحہ (۱۰۰۰) ترمذی (۸۲۷) کتاب الحج: باب ما جاء في فضل

التلبية والنحر، ابن ماجہ (۲۹۲۴) دارمی (۳۱/۲) ابن خزيمة (۲۶۳۱) أبو يعلى (۱۱۷) حاکم (۴۰۱/۱) بیہقی

[[(۴۲/۵)

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۲۳۶۳) کتاب المناسک: باب التلبية المشكاة (۲۰۰۰) ابن ماجہ (۲۹۲۱)]

(۳) [ابن خزيمة بسند صحیح (۲۸۸۷) وقال حديث صحیح]

(۴) [ترمذی (۹۱۹) کتاب الحج: باب ما جاء منى تقطع التلبية في العمرة، ابن خزيمة (۲۶۹۷) ابو داود (۱۸۱۷)]

اس حدیث کو شیخ البانیؒ نے مرفوعاً ضعیف جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً صحیح کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی (۱۰۵۸) إرواء

العلیل (۱۰۹۹) ضعيف ابو داود (۳۱۶)]

دورانِ احرام ممنوع افعال

<p>مُحْرَمٌ خُصَّ، قَمِيصٌ، بَغِيضٌ، نُؤْيُيٌ اور ایسا کپڑا جسے زرد یا زعفرانی رنگ سے رنگا گیا ہو نہیں پہن سکتا اور نہ ہی موزے پہن سکتا ہے۔ لاکہ اس کے پاس جوتے نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ عورت نقاب نہیں پہن سکتی اور نہ دستاں اور نہ ہی ایسا کپڑا جسے زرد یا زعفرانی رنگ دیا گیا ہو۔ ❶</p>	<p>وَلَا يَلْبَسُ الْمُحْرَمُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا الْبُرْنَسَ وَلَا الْخُفَيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَيَقْطَعُهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقَفَازِينَ وَمَا مَسَّهُ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ</p>
--	--

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ احرام باندھنے والا کیا لباس پہنے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”وہ قمیص، بگڑی، شلوار و پاجامہ، ٹوپی اور موزے نہ پہنے۔ لیکن اگر کسی شخص کے پاس جوتے نہیں ہیں تو وہ موزے پہن لے اور اسے چاہیے کہ دونوں موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے اور ایسا کوئی کپڑا نہ پہنے جسے زعفران اور ورس (ایک زرد رنگ کی بوٹی) سے رنگا گیا ہو۔“ (۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خَفَيْنِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سُرَاوِيلَ﴾ ”جس کے پاس دو جوتیاں نہ ہوں وہ دو موزے پہن لے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ شلوار پہن لے۔“ (۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرَمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقَفَازِينَ﴾ ”احرام والی عورت نقاب اور دستاں استعمال نہ کرے۔“ (۳)

○ یاد رہے کہ نقاب نہ پہننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احرام والی عورت غیر محرموں سے چہرہ بھی نہیں چھپائے گی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا مخصوص سلاہوا کپڑا جو پردہ کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے وہ نقاب نہ پہنے علاوہ ازیں اپنی چادر کے ساتھ غیر محرموں سے اپنا چہرہ چھپائے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ:

(۱) [مسلم (۱۱۷۷) کتاب الحج: باب ما يباح للمحرم بحج أو عمره وما لا يباح.....؛ بخاری (۱۰۴۲) ابو داؤد

(۱۸۲۴) ترمذی (۸۳۳) نسائی (۱۳۱/۵) ابن ماجہ (۲۹۲۹) موطا (۳۲۴/۱) دارقطنی (۲۳/۲) حمیدی

(۶۲۶) ابن الجارود (۴۱۶) شرح معانی الآثار (۱۳۴/۲) بیہقی (۴۶/۵) أبو یعلیٰ (۵۴۲۵) ابن حبان (۳۷۸۹)

(۲) [مسلم (۱۱۷۹) أيضا، أحمد (۳۲۳/۳) بیہقی (۵۱/۵) طبرانی اوسط کما فی المجموع (۲۲۲/۳)

(۳) [بخاری (۱۸۳۸) کتاب جزاء الصيد: باب ما ينهى من الطيب للمحرم والمحرمه، ابو داؤد (۱۸۲۵) أحمد

(۲۲/۲) ترمذی (۸۳۳) نسائی (۱۳۳/۵) بیہقی (۴۶/۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں اور قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تھے ﴿فَإِذَا حَازُوا بَنَّا سَدَلَتْ إِحْدَانًا حِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَىٰ وَجْهِهَا فَإِذَا حَازُوا نَا كَشَفْنَا﴾ ”جب وہ سامنے آتے تو ہم اپنی چادریں منہ پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو منہ کھول لیتیں۔“ (۱)

وہ ابتدا میں ہی خوشبو نہ لگائے۔ ❶

وَلَا يَتَطَيَّبُ اِبْتِدَاءً

❶ جیسا کہ نبی ﷺ نے محرم آدی کی وفات پر حکم دیا تھا ﴿وَلَا تَمْسُوهُ بِطِبِّ﴾ ”اے خوشبو نہ لگاؤ۔“ (۲) البتہ حالتِ احرام سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے گو اس کی خوشبو حالتِ احرام میں بھی آتی رہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كُنْتُ اطْبِيبُ رَسُولَ اللَّهِ لِاحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يَحْرِمَ وَلِحُلَّةِ قَبْلِ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ﴾ ”احرام باندھنے سے پہلے میں رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھنے کے وقت اور احرام کھولنے کے وقت خوشبو لگاتی تھی اس سے پہلے کہ آپ ﷺ بیت اللہ کا طواف کریں۔“ (۳)

کسی عذر کے بغیر اپنے بال نہ ترچھوئے۔ ❶

وَلَا يَأْخُذُ مِنْ شَعْرِهِ إِلَّا لِعُدْرٍ

❶ (۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا دَخَلْتَ الْعَشْرَ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَضْحَى فَلَا يَمَسُّ مِنْ شَعْرِهِ وَبَشْرِهِ شَيْئًا﴾ ”جب عشرہ ذوالحجہ شروع ہو جائے اور تم میں سے کوئی قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اپنے بالوں اور ناخنوں سے کچھ نہ کاٹے۔“ (۴)
اس سنت پر عمل کرنا حاجی کے لیے بالادینی ضروری ہے۔

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَا تَخْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ نُسَكِبَ﴾ [البقرہ: ۱۹۶] ”اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک کہ قربانی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے البتہ تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سر منڈالے) تو اس پر فریدیہ ہے خواہ روزے رکھ لے خواہ صدقہ کر دے خواہ قربانی کر دے۔“

(۳) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے دن میرے پاس آ کر کھڑے ہوئے تو جو میں (۱) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۳۹۹) إرواء الغلیل (۱۰۲۴) المشكاة (۲۶۹۰) ابو داود (۱۸۳۳) کتاب المناسک : باب فی المحرمة تغطى وجهها ابن ماجه (۲۹۳۵) ابن الحارود (۴۱۸) دارقطنی (۲۹۵۱۲) بیہقی (۴۸۱۵) ابن خزیمہ (۲۶۹۱)]

(۲) [صحیح : صحیح نسائی (۲۶۷۱) کتاب الحج : باب غسل المحرم بالسدر نسائی (۲۸۵۶)]

(۳) [بخاری (۱۵۳۹) کتاب الحج : باب الطیب عند الإحرام مسلم (۷۸۹) نسائی (۱۳۷۱۵) دارمی (۳۳۱۲) أحمد

(۱۳۰۱۶) حمیدی (۲۱۳) شرح معانی الآثار (۱۳۰۱۲) بیہقی (۳۴۱۵) ابن ابی شیبہ (۱۳۴۷۸)]

(۴) [مسلم (۱۹۷۷) کتاب الأضاحی : باب نہی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ.....]

میرے سر سے برابر گر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جو میں تو تمہارے لیے تکلیف کا باعث ہیں۔ میں نے کہا ”جی ہاں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو سر منڈالے۔۔۔۔۔ اور تین دن کے روزے رکھ لے یا ایک فرق (تین صاع) غلے سے چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا جو میسر ہو اس کی قربانی کر دے۔“ (۱)

شہزادنی حرکات نافرمانی اور جھگڑے سے اجتناب کرے۔ ①

وَلَا يَرْفُكُ وَلَا يَفْسُقُ وَلَا يُجَادِلُ

① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَلَا رَفْكَ وَلَا فَسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [البقرة: ۱۹۷]

”(جو بھی حج کرے) وہ اپنی بیوی سے قربت کے تعلقات قائم کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرے۔“

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من حج ولم يرفث ولم يفسق رجع من ذنوبه كيوم ولدته أمه﴾ ”جس نے حج کیا اور نہ کوئی نجس بات کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس لوٹے گا کہ جیسے اس کی ماں نے اسے جنا ہے۔“ (۲)

○ ”رفث“ کا معنی جماع کیا گیا ہے نیز امام ازہری فرماتے ہیں کہ یہ لفظ ہر ایسے کام کو شامل ہے جس کی مرد عورت سے خواہش رکھتا ہے۔ محققین کی ایک جماعت بھی اسی کی قائل ہے۔ (۳)

نہ نکاح کرے نہ نکاح کرائے اور نہ نکاح کا پیغام بھیجے۔ ①

وَلَا يَنْكِحُ وَلَا يُنْكَحُ وَلَا يَخْطُبُ

① حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا ينكح المحرم ولا ينكح ولا يخطب﴾ ”محرم شخص نہ نکاح کرے نہ نکاح کرائے اور نہ ہی نکاح کا پیغام بھیجے۔“ (۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی جس روایت میں ہے کہ ﴿أن النبي تزوج ميمونة وهو محرم﴾ ”نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۱۸۱۵) کتاب العمرة: باب قول الله تعالى: أو صدقة..... مسلم (۱۲۰۱) ابو داود (۱۸۵۶) ترمذی (۹۵۳) نسائی (۱۹۵/۵) ابن ماجہ (۳۷۹) بیہقی (۵۵/۵) موطا (۴۱۷/۱) طیبی (۱۰۲۶) أحمد (۲۴۱/۴)]

(۲) [بخاری (۵۲۱) کتاب الحج: باب فضل الحج المبرور، مسلم (۱۳۵۰)]

(۳) [فتح الباری (۳۸۲/۳) تاج العروس (۶۲۵/۱) مجموع الفتاویٰ (۱۰۷/۲۶)]

(۴) [مسلم (۱۴۰۹) کتاب النکاح: باب تحريم نكاح المحرم وكرهه خطبته، موطا (۳۴۸/۱) ابو داود (۱۸۴۱) ترمذی (۸۴۰) ابن ماجہ (۱۹۶۶) نسائی (۱۹۲/۵) ابن الجارود (۴۴۴) شرح معانی الآثار (۲۶۸/۲) دارقطنی (۲۶۷/۲) بیہقی (۶۵/۵) مسند شافعی (۳۱۶/۱) أحمد (۶۹/۱) دارمی (۱۴۱/۲) طیبی (۱۰۳۰)]

(۵) [بخاری (۱۸۳۷) کتاب الحج: باب تزويج المحرم، مسلم (۱۴۱۰) ابو داود (۱۸۴۴) ترمذی (۸۴۲) نسائی

(۱۹۱/۵) ابن ماجہ (۱۹۶۵)]

وہ محض حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہم ہے جیسا کہ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو وہم ہو گیا ہے کہ نبی ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ (۱)

مزید برآں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا اپنا قول بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا ”رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت ﴿وَنَحْنُ حَلَالَانِ﴾ ”ہم دونوں سرف مقام پر حلال (یعنی حالت احرام میں نہیں) تھے۔“ (۲)

(جمہور) حالت احرام میں شادی کرنا یا کروانا حرام ہے۔

(احناف) محرم کے لیے اسی حالت میں شادی کرنا بھی جائز ہے جیسے اس کے لیے جماع کی غرض سے کوئی لونڈی خرید لینا جائز ہے۔ (۳)

(راجح) جمہور کا موقف برحق ہے جیسا کہ گذشتہ صحیح احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں۔

(شوکانیؒ، عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

وَلَا يَقْتُلُ صَيْدًا وَمَنْ قَتَلَهُ فَعَلَيْهِ جَزَاءُ
مِثْلُ مَا قُتِلَ مِنَ النِّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ
كُفِيَ شَاكِرًا كَمَا قُتِلَ نَهَرَ ① اور جو اسے قتل کرے گا اس پر اس شکار کے برابر
جانور دینا لازم ہے ② جس کے متعلق دودیا نبتدارت شخص فیصلہ کریں گے۔ ③

① کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات اس پر شاہد ہیں:

(1) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ [المائدة: ۹۵]

”اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو کسی شکار کو مت قتل کرو۔“

(2) ﴿حُرْمٌ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا ذُئِمْتُ حُرْمًا﴾ [المائدة: ۹۶]

”جب تک تم حالت احرام میں ہو خشکی (کے جانوروں) کا شکار تم پر حرام ہے۔“

واضح رہے کہ صید (شکار) سے مراد ہر ایسا جنگلی جانور ہے جو ماکول اللحم ہو۔

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم سب کا شکار ممنوع ہے لہذا اگر کوئی درندے چھیتے یا اس کی مثل کسی جانور کو قتل کرے گا تو اس پر ضمانت (یعنی فدیہ) دینا لازم ہوگا۔ (۵)

(۱) [صحیح مقلوع : صحیح ابو داؤد (۱۶۲۸) کتاب المناسک : باب المحرم یتزوج ابو داؤد (۱۸۴۵)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۶۲۶) کتاب المناسک : باب المحرم یتزوج ابو داؤد (۱۸۴۳) ترمذی (۸۴۵) ابن

ماجة (۱۹۶۶) دارقطنی (۲۶۲/۲) ابن حبان (۴۴۳/۹) بیہقی (۶۶/۵) طحاوی (۲۷۰/۲) أحمد (۳۳۲/۶)]

(۳) [شرح المہذب (۲۹۶/۷) حلیۃ العلماء (۲۹۳/۳) الہدایۃ (۱۹۳/۱) الحجۃ علی أهل المدینۃ (۲۰۹/۲) المغنی

(۱۶۲/۵) ہدایۃ السائلک (۶۲۰/۲) فتح الباری (۵۲۸/۴) نیل الأوطار (۳۵۸/۳)]

(۴) [نیل الأوطار (۳۵۸/۳) تحفة الأحوذی (۶۸۰/۳)]

(۵) [تفسیر فتح البیان (۳۱۳/۲)]

② ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمَّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ ذُو انْتِقَامٍ﴾ [المائدة: ۹۰] ”تم میں سے جو شخص اسے (یعنی شکار کو) جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے۔ اس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں۔ خواہ وہ فدیہ خاص چوپایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لیے جائیں۔ تاکہ اپنے کیے کی شامت کا مزہ چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ (گناہ) کو معاف کر دیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا ہے۔“

(جمہور) بھول کر یا غلطی سے بھی قتل ہو جائے تو فدیہ واجب ہوگا۔

یاد رہے کہ جانور کے مساوی ہونے سے مراد خلقت یعنی قد و قامت میں مساوی ہونا ہے، قیمت میں مساوی ہونا نہیں۔ جمہور علماء، امام احمد، امام شافعی اور امام مالکؒ اسی کے قائل ہیں۔ مثلاً اگر ہرن کو قتل کیا ہے تو اس کی مثل بکری ہے۔ گائے کی مثل نیل گائے ہے وغیرہ۔ البتہ جس جانور کا مثل نہ مل سکتا ہو وہاں اس کی قیمت بطور فدیہ لے کر کہہ پہنچا دی جائے گی۔ اس کے برخلاف احناف کا موقف ہے یعنی مساوی ہونے سے مراد قیمت میں مساوی ہونا ہے۔ (۱)

③ دو یا چند شخص یہ فیصلہ کریں گے کہ فلاں جانور اس کی مثل اور مساوی ہے اور اگر جانور نہ مل سکے تو اتنی قیمت اس کی مثل ہے۔ پھر اس قیمت سے غلہ خرید کر حرم کے فقراء و مساکین میں ہر مسکین کو ایک مد کے حساب سے تقسیم کر دیا جائے گا البتہ احناف ہر مسکین کو دو مد تقسیم کرنے کے قائل ہیں۔ (۲)

اور وہ شخص کسی دوسرے شخص کا شکار کیا ہو جانور بھی نہیں کھا سکتا والا کہ	وَلَا يَأْكُلُ مَا صَادَهُ غَيْرُهُ إِلَّا إِذَا كَانَ
شکار کرنے والا محرم نہ ہو اور نہ ہی اس نے اس کے لیے شکار کیا ہو۔ ①	الصَّائِدَ حَلَالًا وَلَمْ يَصِدَّهُ لِأَجْلِهِ

① حضرت صعّب بن جشمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک وحشی گدھا بطور تحفہ بھیجا اور اس وقت آپ ﷺ ”ابو ایدادان“ مقام پر تھے۔ آپ ﷺ نے وہ گدھا انہیں واپس کر دیا اور فرمایا ﴿إِنَّا لَمْ نَرِدْهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَا حَرَمٌ﴾ ”ہم نے یہ اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم احرام والے ہیں۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ محرم شخص جب تک حالت احرام میں ہے اس کے لیے شکار کا گوشت کھانا جائز نہیں لیکن مندرجہ ذیل حدیث بظاہر اس کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

(۱) [تفسیر فتح القدير (۷۷/۲ - ۷۸) تفسیر فتح البيان (۳۱۴/۲) الروضة الندية (۶۰۸/۱)]

(۲) [أيضاً]

(۳) [بخاری (۱۸۲۵) کتاب الحج: باب إذا أهدى للمحرم حمارا وحشيا حيا لم يقبل، مسلم (۱۱۹۳) ترمذی

(۸۴۹) نسائی (۱۸۴/۵) ابن ماجہ (۳۰۹۰) بیہقی (۱۹۱/۵) أحمد (۳۷/۴) موطا (۲۳۲) حمیدی (۷۸۳)

عبدالله بن أحمد فی زوائد المسند (۷۱/۴)]

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے (ان کے اس قصے کے متعلق جس میں انہوں نے ایک جنگلی گدھے کا شکار کیا اور وہ محرم بھی نہیں تھے) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا جبکہ وہ احرام والے تھے ﴿ہل منکم احد امرہ او اشار الیہ بشیئ﴾ ”کیا تم میں سے کسی نے اسے (شکار کا) حکم دیا تھا یا اس کی طرف کسی چیز سے اشارہ کیا تھا؟“ انہوں نے کہا ”نہیں“۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فکلوا ما بقی من لحمہ﴾ ”پھر اس کے بقیہ گوشت سے تم کھا لو۔“ (۱)

ان احادیث میں تطہیق یوں دی گئی ہے کہ محرم کے لیے شکار کھانا اس وقت حرام ہے جب اس نے اس کا حکم دیا ہو یا اس کی طرف اشارہ کیا ہو جیسا کہ گزشتہ حدیث میں یہی بات موجود ہے اور جب شکار کسی محرم کے لیے ہی کیا گیا ہو (تب کھانا ممنوع ہے) جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ”حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا ﴿إنما اصطدته لك﴾ ”میں نے تو صرف آپ کے لیے شکار کیا تھا۔“ پھر آپ ﷺ نے اس شکار سے کچھ بھی تناول نہیں فرمایا۔ (۲)

علاوہ ازیں ایک اور حدیث بھی اس کی مؤید ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿صید البر لکم حلال وأنتم حرم ما لم تصیدوه أو یصاد لکم﴾ ”حالت احرام میں زمین کا شکار تمہارے لیے حلال ہے بشرطیکہ تم نے اسے شکار نہ کیا ہو اور نہ ہی وہ تمہارے لیے شکار کیا گیا ہو۔“ (۳)

درج بالا صورتوں کے علاوہ محرم شخص شکار کا گوشت کھا سکتا ہے۔

(جہور) اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانا کسی صورت میں جائز نہیں۔ (۴)

(راجح) جہور کا موقف راجح ہے۔

(شوکانی) انہوں نے اسی کو برحق قرار دیا ہے۔ (۵)

(امیر صنعانی) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(۱) [بخاری (۲۹۱۴) کتاب الجہاد والیمیر: باب ما قبل فی الرماح، مسلم (۱۱۹۶) ابو داؤد (۱۸۵۲) ترمذی

(۸۴۷) نسائی (۱۸۲/۵) ابن ماجہ (۳۰۹۳) أحمد (۱۸۲/۵) موطا (۳۵۰/۱)]

(۲) [نیل الأوطار (۳۶۸/۳)]

(۳) [ضعیف: ضعیف ابو داؤد (۴۰۱) کتاب المناسک: باب لحم الصید للمحرم، ابو داؤد (۱۸۵۱) ترمذی (۸۴۶)

نسائی (۱۸۷/۵) مسند شافعی (۳۲۲/۱) أحمد (۳۶۲/۳) ابن الحارود (۴۳۷) شرح معانی الآثار (۱۷۱/۲)

دارقطنی (۲۹۰/۲) حاکم (۴۵۲/۱) بیہقی (۱۹۰/۵) ابن خزیمہ (۲۶۴۱) ابن حبان (۹۸۰) شرح السنة

[۱۸۵/۴]

(۴) [الحسوی (۳۰۷/۴) الأم (۳۱۹/۲) المبسوط (۸۵/۴) الإختیار (۱۶۸/۱) الکافی (ص ۱۵۵) نیل الأوطار

(۳۶۴/۳) کشف القناع (۴۳۴/۲) ہدایة السالک (۶۶۹/۲) الحرشی (۳۷۰/۲)]

(۵) [نیل الأوطار (۳۶۴/۳)]

(۶) [سبل السلام (۹۴۹/۲)]

البیت حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے آیت ﴿حُرْمٌ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا﴾ [المائدة: ۹۶] ”جب تک تم احرام میں ہو تم پر زمین کا شکار حرام ہے۔“ کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے ہر حال میں شکار کا گوشت کھانے کی ممانعت مروی ہے۔ (۱)

وَلَا يُعْضَدُ مِنْ شَجَرِ الْحَرَمِ إِلَّا الْإِذْحَرُ

اور اذخر گھاس کے سوا حرام کے درخت نہ کائے جائیں۔ ①

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا ”بلاشبہ یہ شجر حرام ہے..... لا يعضد شوكة.....“ ”پس اس کا کاٹنا نہ کاٹا جائے۔“ ناس کے شکار ہانگے جائیں اور اس شخص کے سوا جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائے اور نہ یہاں کی گھاس اکھاڑی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! اذخر گھاس کی تو اجازت دے دیجیے کیونکہ یہاں یہ کاریگروں اور گھروں کے لیے ضروری ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِلَّا الْإِذْحَرَ﴾ ”اذخر کی اجازت ہے۔“ (۲)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿وَلَا يُعْضَدُ شَجْرَهَا﴾ ”اور اس کا درخت نہ کاٹا جائے۔“ (۳)
 (ابن قدامہ) جو درخت از خود اکھڑ جائے اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ (۴)

وَيَحْزُرُ لَهُ قَتْلُ الْفَوَاسِقِ الْخَمْسِ

محرم کے لیے پانچ فاسق (موزی) جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے۔ ①

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿خمس فواسق يقتلن في الحل والحرم: العقرب والحداة والغراب والفارة والكلب العقور﴾ ”پانچ جانور فاسق ہیں لہذا انہیں حل اور حرم (ہر جگہ میں) قتل کر دیا جائے؟ کچھ بچیل، کوا، چوہیا اور کائٹنے والا کتا۔“ (۵)

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿خمس من الدواب من قتلهن وهو محرم فلا جناح عليه.....﴾ ”حالت احرام میں جس نے پانچ قسم کے جانوروں کو قتل کیا اس پر کوئی گناہ نہیں..... (اس میں بھی گذشتہ حدیث والے جانور ہی مذکور ہیں)۔“ (۶)

(۱) [سبل السلام (۹۴۹/۲) الروض النضر (۲۲۱/۳)]

(۲) [بخاری (۱۸۳۴) کتاب العمرة: باب لا يحل القتال بمكة، مسلم (۱۳۵۳) ابو داود (۲۴۸۰) نسائی (۱۴۶۷) ترمذی (۱۹۵۰) دارمی (۲۳۹/۲) عبدالرزاق (۹۷۱۳) ابن الحارود (۱۰۳۰) ابن حبان (۴۸۴۵) الإحسان) بیہقی (۱۹۵/۵) طبرانی کبیر (۱۰۹۴۴) شرح السنة (۵۲/۵)]

(۳) [بخاری (۱۱۲) کتاب العلم: باب كتابة العلم]

(۴) [المغنی (۱۸۷/۵)]

(۵) [بخاری (۲۳۱۴) کتاب بدء الخلق: باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم..... مسلم (۱۱۹۸) ترمذی (۸۳۹) نسائی (۱۸۸/۵) دارمی (۳۶/۲) دارقطنی (۲۳۱/۲) عبدالرزاق (۸۳۷۴) شرح معانی الآثار (۱۶۶/۲) بیہقی (۲۰۹/۵) ابو یعلیٰ (۴۵۰۳) ابن حبان (۳۹۷۱) الإحسان]

(۶) [بخاری (۳۳۱۵) أيضاً، مسلم (۱۱۹۹) موطا (۳۵۶/۱) ابن ماجہ (۳۰۸۸) دارمی (۳۶/۲) أحمد (۳۲/۲) شرح معانی الآثار (۱۶۵/۲) مسند شافعی (۳۱۹/۱) الحلبة لأبي نعیم (۲۳۰/۹) بیہقی (۲۰۹/۵)]

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ﴿الحیة﴾ کا بھی ذکر ہے۔ (۱)
 (بنوئی) مذکورہ جانوروں کو حالت احرام میں قتل کرنے کے جواز پر اہل علم متفق ہیں۔ علاوہ ازیں امام شافعی نے ہر ماکول اللحم
 جانور کو بھی انہی پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو شخص حالت احرام میں یا حرم میں ان میں سے کسی (یعنی ماکول اللحم میں سے
 کسی) جانور کو قتل کر دے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ (۲)

وَصَيْدُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ وَشَجَرَةٌ كَحَرَمِ مَكَّةَ
 مدینہ کے حرم کا شکار اور اس کے درخت مکہ کے حرم کی طرح ہیں۔ ①

① حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ان ابراهيم حرم مكة ودعا لها وحرمت
 المدينة كما ابراهيم حرم مكة﴾ ”ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا (یعنی ان کی دعا کی وجہ سے اسے حرام کیا گیا) اور اس
 کے لیے دعا فرمائی۔ میں نے مدینہ کو اسی طرح حرام قرار دیا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام کیا تھا۔“ (۳)
 (2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”مدینہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے ﴿لا يقطع شجرها
 ولا يحدث فيها حدث﴾ ”اس حد میں نہ کوئی درخت کاٹا جائے اور نہ کوئی بدعت ایجاد کی جائے۔“ (۴)
 (3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ولا يصاد صيدها﴾ ”اور اس (یعنی مدینہ) کا شکار
 نہ کیا جائے۔“ (۵)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿المدينة حرام ما بين غير ابي نور﴾ ”مدینہ عمر
 (مدینہ کے جنوب میں ایک پہاڑ ہے) سے ٹور (مدینہ کے شمال میں ایک گول سا پہاڑ ہے) کے درمیان حرم ہے۔“ (۶)
 (جمہور) مدینہ بھی مکہ کی طرح حرم ہے۔ اس کا شکار اور درخت حرام ہیں۔
 (ابوحنیفہ) مدینہ کا حرم فی الحقیقت حرم نہیں ہے اور نہ ہی اس کے شکار کو قتل کرنا اور اس کا درخت کاٹنا حرام ہے۔ (۷)

- (۱) [مسلم (۱۲۰۰) کتاب الحج: باب ما يندب للمحرم وغيره قتلہ..... ابو داود (۱۸۴۶) نسائی (۱۹۰/۵) أحمد
 (۸/۲) ابن الجارود (۴۴۰) شرح معانی الآثار (۱۶۵/۲) بیہقی (۲۰۹/۵) حمیدی (۶۱۹) أبو یعلیٰ (۵۴۲۸)]
 (۲) [الروضة النديه (۶۱۲/۱)]
 (۳) [بخاری (۲۱۲۹) کتاب البيوع: باب بركة صاع النبي..... مسلم (۱۳۶۰)]
 (۴) [بخاری (۱۸۶۷) کتاب فضائل المدينة: باب حرم المدينة]
 (۵) [مسلم (۱۳۶۲) کتاب الحج: باب فضل المدينة..... عبد بن حميد (۱۰۷۶)]
 (۶) [بخاری (۱۸۷۰) کتاب الحج: باب حرم المدينة، مسلم (۱۳۷۰) ابو داود (۲۰۳۴) ترمذی (۲۱۲۷) أحمد
 (۸۱/۱) نسائی فی الکبریٰ (۴۸۶/۲) أبو یعلیٰ (۲۶۳) ابن جبان (۲۷/۷) الإحسان) شرح معانی الآثار
 (۳۱۸/۴) طیالسی (۱۲۰۰) شرح السنة (۱۸۷/۴)]
 (۷) [شرح المهذب (۴۷۱/۷) حلیة العلماء (۳۲۳/۳) الخرش (۳۷۳/۲) المعنی (۱۹۵/۵) الإنصاف (۵۵۹/۳) نیل
 الأوطار (۳۷۹/۳)]

إِلَّا مَنْ قَطَعَ شَجْرَهُ أَوْ حَبَطَهُ كَمَا
سَلَبَهُ حَلَالًا لِمَنْ وَجَدَهُ

مگر جو شخص اس کے درخت یا اس کی گھاس کاٹے گا اس کا لباس یا ہتھیار وغیرہ اسے ایسی حالت میں پانے والے کے لیے حلال ہوں گے۔ ①

① عامر بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما عقیق مقام میں موجود اپنے محل کی طرف سوار ہو کر گئے۔ انہوں نے ایک غلام کو دیکھا جو درخت کاٹ رہا تھا یا اس کے پتے جھاڑ رہا تھا تو انہوں نے اس سے اس کے کپڑے وغیرہ چھین لیے۔ پس جب حضرت سعد رضی اللہ عنہما واپس لوٹے تو غلام کے مالک آپ کے پاس آئے اور گفت و شنید کی کہ آپ ان کے غلام کو واپس کر دیں یا وہ چیز واپس لوٹا دیں جو انہوں نے ان کے غلام سے چھینی ہے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہما نے کہا ﴿ معاذ اللہ أن أراد شَيْئًا نَفَلْتِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﴾ ”اللہ کی پناہ ہے کہ میں کچھ بھی واپس کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تو مجھے نفل (یعنی زائد) چیز عطا فرمائی ہے۔“ اور پھر انہوں نے اسے واپس لوٹانے سے انکار کر دیا۔ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حرم کو حرام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے ﴿ من رأَى صُوهُ بِصِيدٍ فِيهِ شَيْئًا فَلَكُمْ سَلْبُهُ ﴾ ”جسے تم اس میں شکار کرتا ہو اور دیکھو تو تمہارے لیے اس سے چھیننا ہوا مال جائز ہے۔“ (۲)

وَيَحْرُمُ صَيْدُ وَجِّ وَشَجْرُهُ
وادی وچ کا شکار ① اور اس کے درخت بھی حرام ہیں۔ ②

① وچ طائف میں ایک وادی کا نام ہے۔ (۳)

② حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن صيد و ج وعضاهم حرام محرّم لله ﴾ ”بلاشبہ وادی وچ کا شکار اور اس کے (کانٹے دار) درخت اللہ کے لیے حرام ہیں۔“ (۴)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ وادی وچ کی حرمت آپ ﷺ کے طائف میں اترنے اور ثقیف کا محاصرہ کرنے سے پہلے تھی۔

(شافعیؒ) اس کی حرمت برقرار ہے (انہوں نے گذشتہ حدیث سے استدلال کیا ہے حالانکہ وہ ضعیف ہے)۔

(۱) [أحمد (۱۶۸/۱) مسلم (۱۳۶۴) کتاب الحج : باب فضل المدينة وعاء النبي فيها بالبركة.....]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۷۹۱) كتاب المناسك : باب في تحريم المدينة 'أحمد (۱۷۰/۱) ابو داود (۲۰۳۷) شيخ الباني نے اسے صحیح تو کہا ہے لیکن "صيد" کے لفظ کو منکر کہا ہے اور فرمایا کہ یہ لفظ محفوظ ہیں "يقطعون"۔]

(۳) [نيل الأوطار (۳۸۲/۳)]

(۴) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۴۴۱) كتاب المناسك : باب في مال الكعبة 'ضعيف الجامع (۱۸۷۵) المشكاة

(۲۷۴۹) التعليقات الرضية على الروضة الندية 'ابو داود (۲۰۳۲) التاريخ الكبير للبخاري (۱۴۰/۱) حميدى

(۶۳) [شيخ احمد شاكرنے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على الروضة الندية للشيخ صبحى حلاق (۶۱۵/۱)] امام شافعیؒ نے

بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [ابيض] امام ابن قيمؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [أعلام الموقعين (۳۰۱)] امام احمدؒ نے بھی اسے ضعیف کہا

ہے۔ [المغنى (۱۹۴/۵)]

(نواب صدیق حسن خان) یہی بات برحق ہے۔ (۱)

(راجح) وادی دج کا شکار اور اس کے درخت حلال و مباح ہیں کیونکہ اصل اباحت ہے اور اصل سے منتقل کر دینے والی مذکورہ حدیث قائل حجت نہیں۔

(ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

متفرقات

572- حالت احرام میں بطور علاج جسم سے خون نکلوانا

جائز ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَحْتَمَمَ وَهُوَ مُحْرَمٌ﴾ ”نبی ﷺ نے حالت احرام میں کچھنے لگوائے۔“ (۳)

573- حالت احرام میں غسل کرنا مباح ہے

جیسا کہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے دوران احرام رسول اللہ ﷺ (کے غسل) کی طرح غسل کر کے دکھایا۔“ (۴)

574- حالت احرام میں سرمہ لگانا یا.....

آنکھوں میں بطور علاج کوئی دوا وغیرہ ڈالنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں جس کی آنکھیں دکھتی ہوں اس کے متعلق فرمایا ﴿ضَمِدْهَا بِالصَّبْرِ﴾ ”وہ اپنی آنکھوں پر ایلوے (دوا کا نام ہے) کا لپ کر لے۔“ (۵)



(۱) [الروضة الندية (۶۱۰/۱)]

(۲) [المغنی (۱۹۴/۵)]

(۳) [بخاری (۵۶۹۵/۱۸۳۵) کتاب الحج: باب الحمامة للمحرم، مسلم (۱۲۰۲) ابو داود (۱۸۳۵) ترمذی (۸۳۹) نسائی (۱۹۳/۵) ابن ماجہ (۳۰۸۱) مسند شافعی (۳۱۹/۱) أحمد (۲۱۵/۱) ابن خزیمہ (۲۶۵/۱) ابن حبان (۲۶۶/۹) أبو یعلیٰ (۲۳۶۰) دارقطنی (۲۳۹/۱) شرح السنة (۱۵۴/۴) دارمی (۳۷/۲) ابن الجارود (۴۴۲)]

(۴) [بخاری (۱۸۴۰) کتاب الحج: باب الاغتسال للمحرم، مسلم (۱۲۰۵) ابو داود (۱۸۴۰) نسائی (۱۲۸/۵) ابن ماجہ (۲۹۳۴) موطا (۳۲۳/۱) مسند شافعی (۳۰۸/۱) أحمد (۳۱۸/۵) بیہقی (۶۳/۵)]

(۵) [مسلم (۲۰۸۹) کتاب الحج: باب جواز مداواة المحرم عينه]

جو افعال دوران طواف واجب ہیں

مکہ آنے کے بعد حاجی طوافِ قدوم ① کے سات چکر لگائے۔ ②	وَعِنْدَ قُدُومِ الْحَاجِّ مَكَّةَ يَطُوفُ لِلْقُدُومِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ
--	---

① (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا اور عرفات جانے سے پہلے طواف کیا۔ (1)
 (2) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتلایا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ (مسجد حرام) تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے وضو کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ (2)

② (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أمرهم النبي ﷺ أن يرملوا ثلاثة أشواط ويمشوا أربعاً ما بين لركنين﴾ ”نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ تین چکروں میں تیز قدم چلیں اور دونوں رکنوں کے درمیان چار چکر عام معمول کے مطابق چل کر لگائیں۔“ (3)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب بیت اللہ کا پہلا طواف (یعنی طوافِ قدوم) کرتے تو ﴿يَسْحَبُ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَيَمْشِي أَرْبَعَةَ﴾ ”اس کے تین چکروں میں آپ ﷺ دوڑتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے۔“ (4)
 طوافِ قدوم کے حکم میں فقہانے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور، شوکانی) طوافِ قدوم فرض ہے۔

(صدیق حسن خان) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوصنیفہ) یہ طواف سنت ہے۔

(شافعی) اس کا حکم تہیۃ المسجد کی طرح ہے۔ (5)

:(راجع) طوافِ قدوم واجب نہیں ہے کیونکہ وجوب کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔

(1) [مسلم (1233) کتاب الحج : باب استحباب طواف القدوم للحاج]

(2) [مشكاة : كتاب الحج : باب دخول مكة 'الفصل الأول]

(3) [بخاری (1602) كتاب الحج : باب كيف كان بدء الرمل' مسلم (1266) أبو داود (1886) نسائي (2305)]

[ترمذی (863) أحمد (2901)]

(4) [بخاری (1617) كتاب الحج : باب من طاف بالبيت إذا قدم' مسلم (1261) نسائي (2305) أحمد (1312)]

[ابن خزيمة (2762)]

(5) [نيل الأوطار (386/3) الروضة الندية (617/1)]

575- عورتیں بھی مردوں کے ساتھ طواف کریں گی

عطا کہتے ہیں کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو انہوں (یعنی عطا) نے اس سے کہا کہ تم کس دلیل کی بنا پر عورتوں کو اس سے منع کر رہے ہو؟ ﴿وقد طاف نساء النبی ﷺ مع الرجال﴾ ”حالانکہ نبی ﷺ کی بیویوں نے بھی مردوں کے ساتھ ہی طواف کیا۔“ (۱)

576- طواف کی اقسام

واضح رہے کہ طواف کی پانچ اقسام ہیں:

- (1) (طواف قدوم) مکہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے جو طواف کیا جاتا ہے۔
- (2) (طواف عمرہ) جو طواف عمرہ ادا کرنے والا شخص مکہ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے کرتا ہے۔
- (3) (طواف افاضہ یا زیارت یا حج) جو طواف دس ذی الحجہ کو منیٰ میں قربانی کے بعد کیا جاتا ہے۔
- (4) (طواف وداع) جو طواف حج سے فراغت کے بعد مکہ سے رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے۔
- (5) (نفلی طواف) گذشتہ تمام طوافوں کے علاوہ کیا جانے والا ہر طواف اس میں شامل ہے۔

وَبَرِّمُلٍ فِي الْفَلَاحَةِ الْأُولَى وَيَمْسِسُ فِيمَا بَقِيَ

پہلے تین چکروں میں تیز دوڑے گا اور باقی میں آہستہ چلے گا۔ ①

① گذشتہ مسئلے میں مذکور احادیث اس کی بھی دلیل ہیں۔ علاوہ ازیں رمل (یعنی تیز دوڑ کر طواف کرنا) صرف طواف قدوم یا طواف عمرہ میں ہی کیا جائے گا جیسا کہ گذشتہ حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ نبی ﷺ جب پہلا طواف (یعنی طواف قدوم) کرتے تو پہلے تین چکروں میں دوڑتے۔ (۲)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے طواف زیارت کے سات چکروں میں رمل

نہیں کیا۔ (۳)

طواف عمرہ میں رمل اس لیے ہے کیونکہ نبی ﷺ نے عمرۃ القضاء میں اس کا حکم دیا تھا۔ واضح رہے کہ اگر تینوں چکروں میں سے پہلے میں رمل رہ جائے تو بقیہ دونوں میں کرے اور اگر دونوں میں رہ جائے تو تیسرے میں کرے اور اگر تیسرے میں بھی رہ جائے تو رمل ساقط ہو جائے گا اور جو رمل کرنا بھول جائے تو اس پر کوئی اعادہ یا قضا نہیں کیونکہ اس صورت کی جگہ اب باقی نہیں رہی۔

○ اہل مکہ پر رمل کا حکم نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی مؤقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

(۱) [بخاری (۱۶۱۷) کتاب الحج : باب طواف النساء مع الرجال]

(۲) [بخاری (۱۶۱۷)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۷۶۲) کتاب المناسک : باب الإفاضة في الحج ' ابو داؤد (۲۰۰۱) ابن ماجہ

(۳۰۶۰) نسائی فی الکبری (۴۱۷۰) حاکم (۴۷۰/۱)]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ سے احرام باندھتے تو رمل نہیں کرتے تھے۔ (۱)

577- رمل کی ابتدا کیسے ہوئی؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب (عمرة القضاء کے لیے ۷ھ میں) مکہ تشریف لائے تو شرکوں نے کہا کہ محمد ﷺ آئے ہیں اور ان کے ساتھ ایسے لوگ ہیں جنہیں پیڑب (یعنی مدینہ منورہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل (تیز چلنا جس سے قوت کا اظہار ہو) کریں ورنہ وہ بیانی رکنوں کے درمیان حسب معمول چلیں اور آپ ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ سب چکروں میں رمل کریں اس لیے کہ ان پر آسانی رہے۔ (۲)

معلوم ہوا کہ رمل ایک خاص مقصد کے پیش نظر شروع ہوا تھا۔ اگرچہ وہ صورت تو آج موجود نہیں لیکن پھر بھی سنت رسول پر عمل کرتے ہوئے رمل کو ترک نہیں کیا جائے گا تاکہ عروج اسلام کا دور بھی یاد رہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا تھا کہ اگرچہ اب وہ صورت تو نہیں ہے لیکن اس کے باوجود لا ندع شیفنا کنا نفعله علی عہد رسول اللہ ﷺ کہ ”ہم کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے جسے ہم عہد رسالت میں کیا کرتے تھے۔“ (۳)

چونکہ اس وقت کفار کے خلاف صرف دونوں شامی رکنوں کی طرف جمع ہوا کرتے تھے اس لیے محض اسی حصے کا رمل سنت قرار پایا۔

اور حجر اسود کو بوسہ دے گا ❶ یا چھری وغیرہ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرے گا اور چھری کو بوسہ دے گا۔ ❷	وَيَقْبَلُ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ أَوْ يَسْتَلِمُهُ بِمِخْجَنٍ وَيَقْبَلُ الْمِخْجَنَ وَنَحْوَهُ
---	---

❶ حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو پتھر ہے اور کسی قسم کے نفع و نقصان کا مالک نہیں ﷺ ولو لا انی رأیت رسول اللہ یقبلک ما قبلتک ﷺ ”اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔“ (۴)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”قیامت کے روز یہ پتھر (حجر اسود) ایسے آئے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن کے ذریعے یہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس کے ذریعے یہ بول کر ایسے شخص کے لیے گواہی دے

(۱) [المغنی (۲۲۲/۵) نیل الأوطار (۳۸۵/۳)]

(۲) [بخاری (۱۶۰۲) کتاب الحج : باب کیف کان بدء الرمل، مسلم (۱۲۶۶) أحمد (۲۹۰/۱) نسائی (۲۳۰/۵)]

(۳) [۲۹۴۵) ابن خزيمة (۲۷۲۰)]

(۴) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (۱۶۶۲) کتاب المناسک : باب فی الرمل، ابو داود (۱۸۸۷) ابن ماجہ (۲۹۵۲) أحمد (۴۵/۱) ابن خزيمة (۲۷۰۸)]

(۴) [بخاری (۱۵۹۷) کتاب الحج : باب ما ذکر فی الحجر الأسود، مسلم (۱۲۷۰) ابو داود (۱۸۷۳) نسائی (۲۲۷/۵) ترمذی (۸۶۲) أحمد (۷۶/۱) بیہقی (۷۴/۵) شرح السنة (۶۸/۴)]

گا جس نے حق کے ساتھ اس کا بوسہ لیا ہوگا۔“ (۱)

② (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی پر طواف کیا تھا اور آپ ﷺ

حجرا سود کو ایک چھڑی کے ذریعے چھوتے تھے۔“ (۲)

(2) حضرت ابوالطفیل عامر بن وائلہ رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿و یقبل المحجن﴾ اور آپ ﷺ

چھڑی کا بوسہ لیتے۔“ (۳)

○ حجرا سود کو چھونے کے نبی ﷺ سے تین طریقے ثابت ہیں:

① حجرا سود کو بوسہ دینا۔

② کسی چھڑی کے ذریعے حجرا سود کو چھونا اور پھر چھڑی کو بوسہ دینا (یہ دونوں طریقے بچھے گزر چکے ہیں)۔

③ اپنے ہاتھ کے ساتھ حجرا سود کو چھو کر اپنے ہاتھ کو بوسہ دینا جیسا کہ نافعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

کو اپنے ہاتھ کے ساتھ پتھر کو چھوتے ہوئے دیکھا پھر انہوں نے اپنے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا ﴿ما ترکہ منذ رأیت رسول اللہ

ﷺ یفعلہ﴾ ”میں نے اس عمل کو اس وقت سے نہیں چھوڑا جب سے رسول اللہ ﷺ کو یہ کرتے دیکھا ہے۔“ (۴)

اور رکن یمانی کو بھی چھو کر گزرے۔ ①

وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ

① (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”رکن یمانی اور رکن اسود کو چھونا خطاؤں کو گرا دیتا ہے۔“ (۵)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ولم أر النبی ﷺ یستلم من البیت إلا الرکنین الیمانیین﴾ ”میں

نے نبی ﷺ کو صرف دونوں یمانی رکنوں کو ہی چھوتے دیکھا۔“ (۶)

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۲۳۸۲) المشکاة (۲۰۷۸) ترمذی (۹۶۱) کتاب الحج: باب ما جاء فی الحجر

الأسود ابن ماجہ (۲۹۴۴) أحمد (۲۴۷/۱) ابن خزيمة (۲۷۳۵) دارمی (۴۲/۲) أبو یعلیٰ (۲۷۱۹) ابن حبان

(۳۷۱۱) حاکم (۴۵۷/۱) بیہقی (۷۵/۵)]

(۲) [بخاری (۱۶۰۷) کتاب الحج: باب استلام الرکن بمحجن' مسلم (۱۲۷۲) أحمد (۲۱۴/۱) ابو داود

(۱۸۷۷) نسائی (۲۳۳/۵) ابن ماجہ (۲۹۴۸) مسند شافعی (۳۴۵/۱) عبدالرزاق (۸۹۳۵) شرح السنة

(۱۹۰۷) ابن الحارود (۴۶۳) ابن حبان (۳۸۲۹) طبرانی (۱۲۰۷۰)]

(۳) [مسلم (۱۲۷۵) کتاب الحج: باب جواز الطواف علی بعیر و غیرہ واستلام الحجر بمحجن' ابن ماجہ (۲۹۴۹)]

(۴) [أحمد (۱۰۸/۲) بخاری (۱۶۰۶) کتاب الحج: باب الرمل فی الحج والعمرة' مسلم (۱۲۶۷) نسائی

(۲۳۲/۵) ابن خزيمة (۲۷۱۵) ابن الحارود (۴۵۳) دارمی (۳۷۲/۱) ابن حبان (۳۸۲۴) بیہقی (۷۵/۵)]

(۵) [صحیح: صحیح الحامع (۲۱۹۴) أحمد (۳/۲) نسائی (۲۹۱۹) کتاب مناسک الحج: باب ذکر الفضل فی

الطواف بالبیئت' ترمذی (۹۵۹) عبد بن حمید (۸۳۱) ابن خزيمة (۲۷۲۹)]

(۶) [بخاری (۱۶۰۹) کتاب الحج: باب من لم یستلم الرکنین الیمانیین' مسلم (۱۲۶۷) أحمد (۸۹/۲) ابو داود

(۱۸۷۴) نسائی (۲۹۴۹) ابن ماجہ (۲۹۴۶) عبدالرزاق (۸۹۳۷) طحاوی (۱۸۳/۲) بیہقی (۷۶/۵) شرح

السنة (۱۹۰۲) ابن خزيمة (۲۷۲۵)]

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں یہ لفظ ہے:

﴿ أن النبي ﷺ كان يستلم الركن اليماني والحجر في كل طواف ﴾

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طواف میں رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کرتے تھے۔“ (۱)

○ یاد رہے کہ کعبہ کے چار کونے ہیں: حجر اسود، رکن یمانی، رکن شامی اور رکن عراقی۔ حجر اسود اور رکن یمانی کو ”رکنین یمانیین“ اور رکن شامی اور رکن عراقی کو ”رکنین شامیین“ کہتے ہیں۔

وَيَكْفِي الْقَارِنَ طَوَافَ وَاحِدٍ وَسَعْيَ وَاحِدٍ حج قرآن کرنے والے کے لیے ایک طواف اور ایک سعی ہی کافی ہے۔ ①

(1) ① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من أحرم بالحج والعمرة أجزاء طواف واحد وسعي واحد منهما حتى يحل منهما جميعا ﴾ ”جس نے حج اور عمرے کا (اکٹھا) احرام باندھا اسے ان دونوں سے ایک طواف اور ایک سعی ہی کافی ہو جائے گی حتیٰ کہ وہ ان دونوں سے اکٹھا حلال ہو جائے۔“ (۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ﴿ ليسعك طوافك لحجك و عمرتك ﴾ ”تمہیں حج اور عمرے کے لیے (ایک ہی) طواف کافی ہو جائے گا۔“ (۳)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرے کے لیے ایک ہی طواف کیا۔ (۴)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ لم يطف النبي ولا أصحابه بين الصفا والمروة إلا طوافا واحدا ﴾ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے صفا اور مروہ کے درمیان صرف ایک ہی طواف کیا۔“ (۵)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ إن الذين جمعوا بين الحج والعمرة طافوا طوافا واحدا ﴾ ”بے شک جن لوگوں نے حج اور عمرے کو اکٹھا کر لیا (یعنی حج قرآن کیا) انہوں نے ایک ہی طواف کیا۔“ (۶)

معلوم ہوا کہ قرآن کے لیے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے۔

(جمہور احمد، شافعی، مالک) اسی کے قائل ہیں۔

(۱) [حسن : إرواء الغلیل (۱۱۱۰) نسائی (۲۹۴۷) کتاب مناسك الحج : باب استلام الركنين في كل طواف ، حاکم (۴۵۶/۱) بیہقی (۸۰/۵) ابو داود (۱۸۷۶)]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذی (۷۵۶) صحيح ابن ماجة (۲۴۰۹) ترمذی (۹۴۸) أحمد (۶۷/۲) ابن ماجة (۲۹۷۵) ابن خزيمة (۲۷۴۵)]

(۳) [أحمد (۱۲۴/۶) مسلم (۲۱۲۳) کتاب الحج : باب بيان وجوه الإحرام.....]

(۴) [بخاری (۱۶۹۳) کتاب الحج : باب من اشتري الهدى من الطريق ، مسلم (۱۲۳۰)]

(۵) [مسلم (۱۲۱۵) کتاب الحج : باب بيان وجوه الإحرام..... ابو داود (۱۸۹۵) نسائی (۲۴۴/۵) ترمذی (۹۴۷) ابن ماجة (۲۹۷۳) أحمد (۳۱۷/۳)]

(۶) [بخاری (۱۶۳۸) کتاب الحج : باب طواف القارن]

(ابوضیفہ) قارن کے لیے دو طواف اور دو سعی لازم ہیں۔ (۱)

امام ابو ضیفہ اور ان کے ہم رائے حضرات کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایات ہیں لیکن وہ ضعیف ہیں اور گزشتہ صحیح احادیث کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ (۲)

(ابن حزم) نبی ﷺ اور کسی بھی صحابی سے اس مسئلے (یعنی قارن کے لیے دو طواف اور دو سعی لازم ہیں) میں کچھ بھی صحیح ثابت نہیں ہے۔ (۳)

(صدیق حسن خان) انہوں نے جمہور کے موقف کو ترجیح دی ہے۔ (۴)

(عبدالرحمن مبارکیوری) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

وَيَكُونُ حَالَ الطَّوَّافِ مُتَوَضِّئًا سَائِرَ الْعَوْرَةِ

اور دوران طواف وہ پاؤں وضوء ۱ اور ستر ڈھانپنے والا ہو۔ ۲

۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ﴾ ”آپ ﷺ نے وضوء کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔“ (۶)

واضح رہے کہ طواف کے لیے وضوء شرط یا واجب نہیں ہے کیونکہ اس ضمن میں صرف مذکورہ حدیث ہی مروی ہے جس میں محض آپ ﷺ کے فعل کا ہی ذکر ہے اور یہ بات اصول میں ثابت ہے کہ مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔ (البانی) رقمطراز ہیں کہ اکثر سلف طواف کے لیے نماز کی شرط عائد نہیں کرتے۔ (ابوضیفہ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن تیمیہ) اسی کو درست قرار دیتے ہیں۔

(صدیق حسن خان) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۷)

تاہم جو لوگ طواف کے لیے وضوء ضروری قرار دیتے ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴۲۴/۴) تحفة الأحوذی (۸۳۶/۳) نيل الأوطار (۴۳۴/۳) شرح المہذب (۸۴/۸) الأم

(۱۹۳/۲) الحجة على أهل المدينة (۱/۲) حاشية الدسوقي (۲۸/۲) المغنی (۳۱۵/۵) كشاف الفناع (۴۱۲/۲)

هداية السالك (۹۱۴)]

(۲) [فتح الباری (۳۰۱/۴)]

(۳) [المحلی بالآثار (۱۸۴/۵)]

(۴) [الروضة الندية (۶۲۳/۱)]

(۵) [تحفة الأحوذی (۸۳۸/۳)]

(۶) [بخاری (۱۶۴۱، ۱۶۴۲) کتاب الحج : باب الطواف على الوضوء، مسلم (۱۲۳۵) ابن خزيمة (۲۶۹۹)]

(۷) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۹۴/۲) مجموع الفتاوى (۴۵۳/۲) الروضة الندية (۶۲۴/۱)]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الطواف حول البيت مثل الصلاة﴾ ”بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی مانند ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ﴿أقلوا من الكلام في الطواف فإنما أنتم في الصلاة﴾ ”دوران طواف کم کلام کیا کرو کیونکہ بے شک تم نماز میں ہوتے ہو۔“ (۲)
(احمد، مالک، شافعی) اسی کے قائل ہیں۔

(شوکانی) ”وجوب کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔“ (۳)

② حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اعلان کروادیا ﴿ولا يطوف بالبيت عريان﴾ ”(اس سال کے بعد) کوئی بھی عریاں حالت میں بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتا۔“ (۴)

(جمہور) صحت طواف کے لیے ستر ڈھانپنا شرط ہے۔

(احناف) ستر ڈھانپنا شرط نہیں ہے۔ (۵)

حائضہ عورت بیت اللہ کے طواف کے سوا دیگر حاجیوں کی

وَالْحَائِضُ تَفْعَلُ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفَ

طرح تمام اعمال کرے گی۔ ①

بِالْبَيْتِ

① نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا جبکہ وہ حائضہ تھیں ﴿افعلی ما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبيت حتى تغتسلی﴾ ”تم بیت اللہ کے طواف کے سوا تمام افعال سرانجام دو جو دیگر حاجی کرتے ہیں حتیٰ کہ تم غسل کر لو۔“ (۶)

(امیر صنعانی) اس مسئلے پر اجماع ہے۔ (۷)

ممکن ہے ممانعت کا سبب یہ ہو کہ حائضہ عورت کے لیے مسجد میں داخلہ ممنوع ہے۔

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی (۷۶۷) کتاب الحج : باب ما جاء في الكلام في الطواف، إرواء الغلیل (۱۲۱) المشكاة

(۲۵۷۶) ترمذی (۹۶۰) دارمی (۴۴/۲) ابن خزیمہ (۲۷۳۹)]

(۲) [صحیح موقوف : صحیح نسائی (۲۷۳۶) کتاب مناسک الحج : باب إباحة الكلام في الطواف، نسائی

(۲۹۲۳) [شیخ صلیبی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی الروضة الندية (۶۲۵/۱)]

(۳) [المغنی (۲۲۳/۵) السیل الجرار (۱۹۱/۲)]

(۴) [بخاری (۴۶۵۶) کتاب التفسیر : باب قوله "وأذان من الله ورسوله"، مسلم (۱۳۴۷)]

(۵) [نیل الأوطار (۳۹۶/۳)]

(۶) [بخاری (۳۰۵) کتاب الحيض : باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت، مسلم (۱۲۱۱) أحمد

(۲۴۵/۶)]

(۷) [سبل السلام (۲۳۸/۱)]

طواف کے وقت مسنون ذکر کرنا مستحب ہے۔ ❶

وَيُنْدَبُ الذُّكْرُ حَالَ الطَّوَافِ بِالْمَأْتُوْرِ

- ❶ (1) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو رکعتوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کے درمیان یہ دعا پڑھتے ”رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَفِيْنَا عَذَابَ النَّارِ“۔ (۱)
- (2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”رکن یمانی کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مقرر کیے گئے ہیں لہذا جس نے کہا ” اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَبَّنَا آتِنَا عَذَابَ النَّارِ “ تو وہ تمام فرشتے آمین کہیں گے۔“

- اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صرف یہ کلمات کہے ”سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا إله إلا اللہ، واللہ اکبر، ولا حول ولا قوة إلا باللہ“ اس کی دس برائیاں مٹا دی جائیں گی، دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور دس درجے بلند کر دیے جائیں گے۔“ (۲)
- (3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بلاشبہ بیت اللہ اور صفا مروہ کے چکر اور حمرول کو نکلکریاں مارنا صرف ذکر الہی کے قیام کے لیے ہے۔“ (۳)

طواف سے فراغت پر مقام ابراہیم میں دو رکعتیں پڑھے

وَبَعْدَ فَرَاغِهِ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ فِي مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ ثُمَّ

❶ پھر حجر اسود کو دوبارہ چھوے گا۔ ❷

يَعُوْذُ اِلَى الرَّكْنِ فَيَسْتَلِمُهُ

- ❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مقام ابراہیم پہنچے تو آیت ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلِّي﴾ [البقرة: ۱۲۵] کی قراءت کی ﴿فصلی رکعتیں﴾ ”اور دو رکعتیں ادا کیں“ آپ ﷺ نے (ان رکعتوں میں) سورہ فاتحہ قل یا ایھا الکفر و اولقل هو اللہ احد کی قراءت کی ﴿ثم عاد إلى الركن فاستلمه﴾ ”پھر آپ ﷺ حجر اسود کی طرف لوٹے اور اسے چھوا۔“ پھر آپ ﷺ صفا کی طرف نکل گئے۔ (۴)

- (۱) [حسن : صحیح ابو داود (۱۶۶۶) کتاب المناسک : باب الدعاء فی الطواف ، ابو داود (۱۸۹۲) أحمد (۴۱۱/۳) مسند شافعی (۳۴۷/۱) عبدالرزاق (۸۹۶۳) ابن خزیمہ (۲۷۲۱) ابن حبان (۳۸۲۶) حاکم (۴۵۰/۱) بیہقی (۸۴/۵) شرح السنة (۷۷/۴)]
- (۲) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ (۶۴۰) کتاب المناسک : باب فضل الطواف ، المشکاة (۲۵۹۰) ضعیف الجامع (۵۶۸۳) ابن ماجہ (۲۹۵۷)]
- (۳) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۴۱۰) کتاب المناسک : باب فی الرمل ، ضعیف ترمذی (۱۵۴) ابو داود (۱۸۸۸) ترمذی (۹۰۲) دارمی (۵۰/۲) ابن خزیمہ (۲۷۳۸) أحمد (۶۴/۶)] شیخ علی معوض نے اسے صحیح کہا ہے۔
- (۴) [أحمد (۳۲۰/۳) مسلم (۱۲۱۸) کتاب الحج : باب حجة النبی ، نسائی (۲۳۶/۵) ابو داود (۱۹۰۵) ابن ماجہ (۳۰۷۴) بیہقی (۷/۵) دارمی (۴۶/۲) بیہقی فی دلائل النبوة (۴۳۳/۵) شرح السنة (۱۹۱۱) شرح معانی الآثار (۱۹۱/۲)]

(شافعی، مالک) نیز دو رکعتیں سنت ہیں۔

(ابوضیف) یہ واجب ہیں۔

(ابن قدامہ) یہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔ (۱)

○ نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان دو رکعتوں میں دن کو جہری قراءت کی لہذا ان میں دن اور رات میں جہری قراءت کرنا ہی مستنون ہے۔ (۲)

578- مقام ابراہیم کی دو رکعتوں کے بعد آب زمزم پینا

مقام ابراہیم میں دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ زمزم کے کنوئیں کی طرف گئے اور اس سے پانی پیا، مزید کچھ پانی سر پر بھی ڈالا۔ پھر آپ ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا جیسا کہ شیخ البانیؒ نے نقل فرمایا ہے۔ (۳)

متفرقات

579- مریض سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں آپ ﷺ نے فرمایا ﴿طوفی من وراء الناس وانت راكبة﴾ ”پھر تم لوگوں کے پیچھے سے سوار ہو کر طواف کر لو۔“ اس حدیث پر امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((المریض یطوف راكبا)) ”بیمار سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے۔“ (۴)

580- اضطباع کیا ہے؟

طواف کرنے سے پہلے احرام کی چادروں میں سے اوپر والی چادر دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالنا کہ داہیاں کندھا ننگا رہے، اسے اضطباع کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا تھا۔ (۵)



(۱) [نبیل الأوطار (۴۰۱/۳) المغنی (۲۳۲/۵)]

(۲) [الروضة الندية (۶۲۷/۱)]

(۳) [حجة النبی للالبانی (ص ۵۸)]

(۴) [بخاری (۱۶۳۳) کتاب الحج : مسلم (۱۲۷۶) مؤطا (۳۷۱/۱) ابو داود (۱۸۸۲) نسائی (۲۲۳/۵) ابن ماجہ

(۲۹۶۱) أحمد (۲۹۰/۶) أبو یعلیٰ (۴۱۰/۱۲) ابن خزیمہ (۲۷۷۶) ابن حبان (۳۸۳۵) بیہقی (۷۸/۵) شرح

السنة (۷۲/۴)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۶۴۵) کتاب المناسک : باب الاضطباع فی الطواف : صحیح ابن ماجہ (۲۳۹۱)

ابو داود (۱۸۸۳) ترمذی (۸۵۹) ابن ماجہ (۲۹۵۴) أحمد (۲۲۲/۴)]

صفا مروہ کے درمیان سعی کا وجوب

پھر وہ مستون دعائیں پڑھتا ہوا صفا اور مروہ کے درمیان

سات چکر لگائے گا۔ ①

وَيَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ ذَاعِبًا

بِالْمَأْتُورِ

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ بِهِمَا ﴾ [البقرة: ۱۵۸] ”صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانوں میں

سے ہیں اس لیے بیت اللہ کا حج و عمرہ کرنے والے پر ان کا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔“

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب اپنے طواف سے فارغ ہوئے تو صفا (کی پہاڑی) کے پاس آئے

اور اس پر چڑھ گئے حتیٰ کہ بیت اللہ کی طرف دیکھا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر اللہ کی حمد بیان کی اور جو بھی دعا کرنا چاہتے تھے دعا کرنے لگے۔ (۱)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ جب صفا پہاڑی کے نزدیک پہنچے تو یہ آیت پڑھی:

﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ﴾ (پھر فرمایا) میں (سعی کو) اس مقام سے شروع کرتا ہوں جہاں سے اللہ

تعالیٰ نے اسے شروع کیا ہے پھر صفا پر چڑھے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے بیت اللہ کو دیکھا پھر قبلہ رخ ہوئے اور اللہ کی وحدانیت اور کبریائی بیان کی اور کہا:

﴿ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ؛ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

أَنْحَزَ وَغَدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ ﴾ پھر اس کے درمیان اسی طرح تین مرتبہ دعا پڑھی۔ پھر صفا سے اترے اور مروہ کی طرف گئے حتیٰ کہ جب آپ ﷺ کے دونوں پاؤں وادی کے نشیب میں پڑے تو دوڑے حتیٰ کہ آپ ﷺ نشیب سے اوپر چڑھے اور مروہ کی طرف چلے۔ مروہ پر بھی وہی کچھ کیا جو صفا پر کیا تھا (بالآخر آپ ﷺ نے ساتواں چکر مروہ پر آ کر ختم کیا)۔ (۲)

سعی کے حکم میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(جہور) سعی فرض ہے۔

(۱) [مسلم (۱۷۸۰) کتاب الجهاد والسير: باب فتح مكة، ابو داود (۱۸۷۲) أحمد (۵۳۸/۲) ابن حزيمة (۲۷۵۸)]

(۲) [أحمد (۳۲۰/۳) مسلم (۱۲۱۸) کتاب الحج: باب حجة النبي، نسائی (۲۳۶/۵) ابو داود (۱۹۰۵)]

(شافعیؒ) یہ رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوگا۔

(ابوصنیفہؒ) سعی واجب ہے اور جو اسے چھوڑے گا اس پر بطور فدیہ ایک جانور دینا لازم ہے۔ (۱)

(صدیق حسن خانؒ) سعی واجب ہے۔

ان حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حدیث نبوی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کا حج اور عمرہ پورا نہیں کیا جس نے صفامروہ کے پتھر نہیں لگائے۔“ (۲)

(۲) حبیبہ بنت ابی تجرہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صفامروہ کی سعی کرتے ہوئے فرما رہے تھے ﴿سعوا فإنا لله كتب عليكم السعي﴾ ”سعی کرو کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سعی کو تم پر فرض کر دیا ہے۔“ (۳)

وَإِذَا كَانَ مَثْمَعًا صَارَ بَعْدَ السَّعْيِ حَلَالًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ أَهْلَ بِالْحَجِّ وَتَوَجَّهَ إِلَى مِنَى وَصَلَّى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ	اگر حج تمتع کر رہا ہو تو سعی کے بعد احرام اتار دے گا حتیٰ کہ جب ترویہ کا دن (یعنی ۸ ذوالحجہ) ہوگا تو حج کے لیے احرام باندھے گا اور منیٰ کی طرف چلا جائے گا ❶ اور پھر ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں دہیں ادا کرے گا۔ ❷
---	--

❶ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ساتھ لوگوں کا حج بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ﴿فأما من أهل بالعمرة نأحلوا حين طافوا بالبیت وبالصفا والمروة﴾ ”پس جنہوں نے (صرف) عمرے کا احرام باندھا تھا وہ بیت اللہ اور صفا مروہ کے پتھر لگا کر حلال ہو گئے۔“ (۴)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف مفرد حج کا احرام باندھا تھا لیکن آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ (عمرے کا احرام باندھ لو اور) بیت اللہ کے طواف اور صفا مروہ کی سعی کے بعد احرام کھول ڈالو اور بال ترشالو۔ اس طرح اپنے حج مفرد کو جس کی تم نے پہلے نیت کی تھی اب تمتع بنا لو۔ (۵)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم نے احرام اتار دیے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم منیٰ کی

(۱) [الأم (۳۲۳/۲) الحواوی (۱۵۶/۴) المغنی (۲۳۸/۵) المبسوط (۵۰/۴) الإختیار (۱۴۸/۱) المحجة علی أهل المدينة (۳۰۴/۲) الکافی (ص ۱۳۵) کشاف القناع (۴۸۷/۲) نیل الأوطار (۴۰۲/۳) الروضة الندية (۶۲۸/۱)]

(۲) [مسلم (۱۲۷۷) کتاب الحج : باب بیان أن السعی بین الصفا والمروة.....]

(۳) [صحیح : لإرواء الغلیل (۱۰۷۲) ، (۲۶۸/۴) أحمد (۴۲۱/۶) ترتیب المسند للشافعی (۹۰۷) حاکم (۷۰/۴) بیہقی (۹۸/۵)]

(۴) [موطا (۳۳۵/۱) بخاری (۱۵۶۲) مسلم (۱۲۱۱) ابو داؤد (۱۷۷۹) نسائی (۱۴۵۰/۵)]

(۵) [بخاری (۱۵۶۸) کتاب الحج : باب التمتع والإقراں والإفراد..... مسلم (۱۲۱۶) أحمد (۲۱۷/۳) نسائی (۲۰۲/۵) حمیدی (۱۲۹۳) ابن حبان (۳۷۹۱) بیہقی (۴۱/۵)]

طرف جائیں تو احرام باندھ لیں تو ہم نے وادی الطح سے احرام باندھا۔ (۱)

② حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ”جب ترویہ کا دن (یعنی ۸ ذوالحجہ) ہوا تو لوگ منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور نبی ﷺ بھی سوار تھے ﴿ فصلی بہا الظہر، والعصر، والمغرب والعشاء والفجر ﴾ ”پھر آپ ﷺ نے وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز پڑھائی۔“ (۲)

581- خواتین کے لیے صفا مروہ کی سعی

خواتین بھی سعی کریں گی کیونکہ اس حکم کی صرف مردوں کے ساتھ تخصیص کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔ تاہم بعض علما کا کہنا ہے کہ عورتیں صرف چلنے پر ہی اکتفا کریں گی، دوڑ نہیں لگائیں گی۔ کیونکہ ان کے حق میں ستر مقصود ہے (جبکہ دوڑنے سے زینت ظاہر ہونے کا خدشہ ہے)۔ (۳)

582- حائضہ اور نفاس والی عورت بھی یہ سعی کرے گی

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبکہ وہ حائضہ تھیں، سوائے طواف بیت اللہ کے حاجیوں کے تمام افعال سرانجام دینے کا حکم دیا تھا۔ اور نفاس والی عورت کا بھی وہی حکم ہے جو حائضہ کا ہے۔



(۱) [مسلم (۱۲۱۴) کتاب الحج : باب بیان وجوب الإحرام.....، أحمد (۳۱۸/۳) ابن خزيمة (۲۷۹۴)]

(۲) [مسلم (۱۲۱۸) کتاب الحج : باب حجة النبي، ابو داود (۱۹۰۵)]

(۳) [المغنی (۲۴۶/۵)]

مناسک حج کا بیان

<p>پھر عرفہ کے دن (یعنی 9 ذوالحجہ کو) صبح تلبیہ اور تکبیریں کہتے ہوئے عرفات جائے گا اور وہاں ظہر و عصر کی نمازیں جمع کرے گا ① اور امام خطبہ دے گا ② پھر (مغرب کے بعد) عرفات سے مزدلفہ لوٹے گا اور مغرب اور عشاء جمع کرے گا پھر وہیں رات گزارے گا۔ ③</p>	<p>ثُمَّ يَأْتِي عَرَفَةَ صُبْحَ يَوْمِ عَرَفَةَ مَلْبِيًا مُكْبِرًا وَيَجْمَعُ الْعَصْرَيْنِ فِيهَا وَيَخْطُبُ ثُمَّ يُفِيضُ مِنْ عَرَفَةَ وَيَأْتِي الْمَزْدَلِفَةَ وَيَجْمَعُ فِيهَا بَيْنَ الْعِشَاءِ لَيْلٍ ثُمَّ يَبِيتُ بِهَا</p>
---	--

① (1) منی سے عرفات جانے کی کیفیت کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿کان یهل منا المہل فلا ینکر علیہ ویکبر منا المکبر فلا ینکر علیہ﴾ ”ہم میں سے کچھ لوگ تلبیہ کہتے تھے اے بھی برا نہیں سمجھ جاتا تھا اور بعض ہم میں تکبیریں کہتے تھے انہیں بھی برا نہیں سمجھ جاتا تھا۔“ (۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ﴿فخطب الناس ثم أذن ثم أقام فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ولم يصل بينهما﴾ ”(عرفات پہنچنے کے بعد) آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا پھر (کسی نے) اذان دی پھر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز ظہر اور افرامائی۔ پھر اقامت کہی تو نماز عصر اور افرامائی اور ان دونوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھی۔“ (۲)

شیخ البانیؒ نے بھی خطبے کو نمازوں سے پہلے ہی ذکر کیا ہے۔ (۳)

(امیر صنعانیؒ) سنت یہ ہے کہ امام ظہر و عصر کی نمازوں سے پہلے خطبہ دے۔ (۴)

البیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ﴿فجمع بين الظهر والعصر ثم خطب الناس﴾ ”آپ ﷺ نے ظہر و عصر کی نمازوں کو جمع کیا پھر لوگوں کو خطبہ دیا۔“ (۵)

اس تعارض کا حل یہ ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث کو سنن ابی داؤد کی حدیث پر ترجیح حاصل ہے۔

② دوران خطبہ نبی ﷺ نے مسلمانوں کے خونوں اور ان کے مالوں کی حرمت و تقدس کو شہر مکہ ماہ ذی الحجہ اور یوم عرفہ کی حرمت کے مساوی قرار دیا۔ جاہلیت کے بعض فاسد اعمال اور رسوم و رواج کا خاتمہ کیا بیویوں سے حسن سلوک کی تلقین اور میاں

(۱) [بخاری (۱۶۵۹) کتاب الحج : باب التلبية والتكبير إذا غدا..... مسلم (۱۲۸۵) أحمد (۱۱۰/۳) نسائی

(۲۰/۱۵) ابن ماجہ (۳۰۰۸) حمیدی (۱۲۱۱)]

(۲) [مسلم (۱۲۱۸)]

(۳) [حجة النبي (ص) (۷۱)]

(۴) [سبل السلام (۹۷۸/۲)]

(۵) [حسن : صحيح ابو داود (۱۶۸۴) كتاب المناسك : باب الرواح إلى عرفة، ابو داود (۱۹۱۳) أحمد (۱۴۹/۲)]

بیوی کے بعض باہمی حقوق کی نشاندہی کی۔ کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنا، راہ راست پر قائم رہنے کا ذریعہ بتلایا۔ مزید برآں لوگوں سے تبلیغ رسالت کا اقرار کرایا اور آسمان کی طرف انگشتِ شہادت اٹھاتے ہوئے فرمایا ﴿اللَّهُمَّ اشْهَدْ لَهُمْ﴾ ”اے اللہ! تو گواہ ہو جا، اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔“ (۱)

583- عرفہ کے دن کی بہترین دعا

عمرو بن شعیب عن ایہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بہترین دعا یوم عرفہ کی ہے اور سب سے بہترین (کلمات) جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہے (وہ یہ ہیں) ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“۔“ (۲)

584- وقوف عرفات کا مقام

نماز ظہر و عصر کے بعد جبلِ رحمت کے قریب کھڑے ہونا اور دعائیں مانگنا مستحب ہے۔ علاوہ ازیں میدان عرفات میں کسی بھی جگہ کھڑے ہونا جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿وعرفه كلها موقف﴾ ”عرفہ سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے۔“ (۳)

③ حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہوئے اور پھر جب وہاں پہنچے ﴿فصلیٰ بہا المغرب والعشاء بأذان واحد وإقامتين ولم يسبح بينهما شيئا ثم اضطجع حتى طلع الفجر﴾ ”تو مغرب و عشاء کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمایا اور ان دونوں کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے۔ پھر لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر طلوع ہوگئی۔“ (۴)

پھر فجر پڑھنے کے بعد مشعر حرام میں آئے گا اور وہاں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ① سورج طلوع ہونے سے پہلے تک وہیں ٹھہرے گا پھر بطنِ محسر میں آئے گا۔ ②

ثُمَّ يُصَلِّي الْفَجْرَ وَيَأْتِي الْمَشْعَرَ فَيَذْكُرُ اللَّهَ عِنْدَهُ وَيَقِفُ بِهِ إِلَى قَبْلِ طُلُوعِ الشَّمْسِ ثُمَّ يَذْفَعُ حَتَّى يَأْتِيَ بَطْنَ مُحَسَّرٍ

① اس کی تفصیل گذشتہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی حدیث میں موجود ہے۔ مزید برآں ذکر کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة: ۱۹۸] ”مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔“ عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد اللہ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی تو میں بھی موجود تھا۔ نماز کے بعد آپ ٹھہرے اور فرمایا کہ مشرکین (جاہلیت میں یہاں سے) سورج نکلنے سے پہلے نہیں جاتے تھے۔ کہتے تھے اے شیر! (شیر ایک

(۱) [حجة النبي للألباني (ص ۷۱۱-۷۳)]

(۲) [حسن : صحيح ترمذی، ترمذی (۳۵۸۵) كتاب الدعوات : باب في دعاء يوم عرفه، أحمد (۲۱۰/۲)]

(۳) [مسلم (۱۲۱۸) ابو داود (۱۹۳۶، ۱۹۳۷) ابن ماجه (۳۰۴۸) شرح السنه (۱۹۲۶)]

(۴) [مسلم (۱۲۱۸)]

پہاڑ کا نام ہے جو منیٰ جاتے ہوئے بایں جانب پڑتا ہے) تو چمک جا۔ نبی ﷺ نے مشرکوں کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ (۱)

معلوم ہوا کہ مزدلفہ سے نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے لوٹنا چاہیے البتہ کمزور بیمار بوڑھے بچے اور عورتیں وغیرہ مزدلفہ میں پوری رات گزارے بغیر بھی منیٰ جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے مزدلفہ کی رات آپ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ آپ ﷺ سے پہلے واپس آ جائیں (یہ اجازت انہوں نے اس لیے طلب کی) کہ بھاری جسم والی تھیں (لہذا آہستہ آہستہ چلتی تھیں) آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ (۲)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہیں نبی ﷺ نے اپنے گھر کے کمزور لوگوں کے ساتھ مزدلفہ کی رات میں ہی منیٰ بھیج دیا تھا۔ (۳)

② حُمر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان ایک مشہور وادی کا نام ہے لیکن یہ نہ منیٰ کا حصہ ہے اور نہ ہی مزدلفہ کا۔ اس کا نام وادی حُمر اس لیے رکھا گیا ہے کہ ابرہہ کے ہاتھی یہاں ٹھہر گئے اور پھر یہیں ان پر عذاب نازل ہوا۔ لہذا وادی حُمر سے تیزی سے گزر جانا چاہیے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْضَعَ فِئِ وَادِي مُحَسَّرٍ﴾ ”نبی ﷺ وادی حُمر سے تیزی سے گزرے۔“ (۴)

ثُمَّ يَسْأَلُكَ الطَّرِيقُ الْوُاسِطِي إِلَى الْجُمْرَةِ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَهِيَ جُمْرَةُ الْعَقَبَةِ فَيُرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَّاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِثْلَ حَصِيِّ الْخَدْفِ	پھر درمیان راستے پر چلے ہوئے اس جمرے کے پاس آئے گا جو درخت کے پاس ہے اور اسے جمرہ عقبہ کہتے ہیں وہاں وہ اتنی چھوٹی سات کنکریاں جو کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پھینکی جاسکیں ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے مارے گا۔ ①
--	---

① بعینہ یہ بات حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں موجود ہے۔ (۵)

- (۱) [بخاری (۶۸۴) کتاب الحج : باب متى يدفع من جمع ابو داود (۱۹۳۸) ترمذی (۸۹۶) نسائی (۲۶۵/۵) ابن ماجہ (۳۰۲۲) أحمد (۱۴۱) دارمی (۵۹۱۲) ابن خزيمة (۲۸۵۹) ابن حبان (۳۸۶۰) شرح معانی الآثار (۲۱۸/۲) بیہقی (۱۲۴/۵)]
- (۲) [بخاری (۱۶۸۰) کتاب الحج : باب من قدم ضعفة أهله لبليل مسلم (۱۲۹۰) نسائی (۲۶۲/۵) أحمد (۲۱۳/۶) ابن ماجہ (۳۰۲۷) دارمی (۵۸۱۲) بیہقی (۱۲۴/۵) أبو يعلى (۴۸۰۸)]
- (۳) [بخاری (۱۶۷۸) أيضا مسلم (۱۲۹۳) ابو داود (۱۹۳۹) ترمذی (۸۹۲) نسائی (۲۶۱/۵) ابن ماجہ (۳۰۲۶) ابن خزيمة (۲۸۷۰) ابن الحارود (۴۶۳) شرح معانی الآثار (۲۱۸/۲) أبو يعلى (۲۳۸۶)]
- (۴) [صحيح : صحيح ترمذی (۷۰۳) کتاب الحج : باب ما جاء في الإفاضة من عرفات ترمذی (۸۸۶) ابن ماجہ (۴۰۲۳) ابن خزيمة (۲۸۶۲)]
- (۵) [مسلم (۱۲۱۸)]

لفظ ”خذف“ مصدر ہے باب خَذَفَ يَخْذِفُ (ضرب) سے۔ اس کا معنی انگلیوں (کے پوروں) سے نکر پھینکنا (جو کہ تقریباً بالویسے کے دانے کے برابر ہو) ہے۔“ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ ﴿امرهم أن يرموا بمثل حصى الخذف﴾ ”آپ ﷺ نے لوگوں کو چھوٹی نکر یاں پھینکنے کا حکم دیا۔“ (۲)

وَلَا يَوْمِيهَا إِلَّا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ إِلَّا النِّسَاءَ
وَالصَّبِيَّانَ فَيَجُوزُ لَهُمْ قَبْلَ ذَلِكَ
یہ نکر یاں صرف طلوع آفتاب کے بعد مارے گا ❶ البتہ
عورتیں اور بچے اس سے پہلے بھی مار سکتے ہیں۔ ❷

- ❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لا ترموا الحمرۃ حتی تطلع الشمس﴾ ”طلوع آفتاب سے پہلے نکر یاں مت مارو۔“ (۳)
- ❷ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ انہوں نے رات کو نکر یاں ماریں پھر واپس آ گئیں اور صبح کی نماز اپنے ڈیرے پر ادا کی۔ اور سنن أبی داؤد کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا ﴿إنا كنا نصنع هذا على عهد رسول الله﴾ ”ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ عمل کیا کرتے تھے۔“ (۴)
- علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں ہے کہ ”حضرت أم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فجر سے پہلے نکر یاں ماریں۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۵)
- (جمہور، احمد، احتاف) صبح صادق سے پہلے نکر یاں مارنا جائز نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو صبح ہونے کے بعد دوبارہ نکر یاں مارے گا۔
- (شافعی) فجر سے پہلے بھی نکر یاں مارنا جائز ہے۔ (۶)

(۱) [المنجد (ص ۱۹۷)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۷۱۳) کتاب المناسک : باب التعجیل من جمع ' ابو داؤد (۱۹۴۴) نسائی

(۲۵۸۱۵) ترمذی (۸۸۶) ابن ماجہ (۳۰۲۳) ابن خزیمہ (۲۸۶۲)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۷۱۰) ایضاً ' ابو داؤد (۱۹۴۰) نسائی (۲۷۱/۵) ابن ماجہ (۳۰۲۵) بیہقی

(۱۳۱/۵) أحمد (۲۳۴/۱) شرح السنة (۱۹۴۳) مشکل الآثار (۳۵۰۱) طبرانی کبیر (۱۲۶۹۹)]

(۴) [بخاری (۱۶۷۹) کتاب الحج : باب من قدم ضعفة أهله لبيل ' مسلم (۲۹۷) أحمد (۳۴۷/۶) ابن خزیمہ

(۲۸۸۴) ابو داؤد (۱۹۴۳)]

(۵) [ضعیف : ضعيف ابو داؤد (۴۲۳) کتاب المناسک : باب التعجیل من جمع ' ابو داؤد (۱۹۴۲) مسند شافعی

(۳۵۷/۱) شرح معانی الآثار (۲۱۸/۲) بیہقی (۱۳۳/۵) حاکم (۴۲۹/۱)]

(۶) [فتح الباری (۳۴۴/۴) نیل الأوطار (۴۱۹/۳) الأم (۳۳۰/۲) شرح المہذب (۱۷۷/۸) المبسوط (۶۴/۴)

الهدایة (۱۵۰/۱) الکافی (ص ۱۴۴/۵) المغنی (۲۹۴/۵) کشاف القناع (۵۰۰/۲)]

(راجع) فجر سے پہلے کنکریاں نہیں مارنی چاہئیں البتہ کوئی عذر ہو یا ضعیف و ناتواں بوڑھے یا بچے یا خواتین فجر سے پہلے رات میں بھی کنکریاں مار سکتے ہیں جیسا کہ گذشتہ احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

○ ایام تشریق میں کنکریاں مارنے کا وقت دوپہر زوال آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿رمی رسول اللہ ﷺ بالحجارة يوم النحر ضحی وأما بعد فإذا زالت الشمس﴾ ”نبی ﷺ نے قربانی کے روز جمرہ عقبہ کو دن چڑھے کنکریاں ماریں جبکہ اس کے بعد (ایام تشریق میں) دن ڈھے کنکریاں ماریں۔“ (۱)

585- تلبیہ کب ختم کیا جائے گا؟

جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد تلبیہ ختم کر دیا جائے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿لم یزل النبی ﷺ یلبی حتی رمی جمرۃ العقبة﴾ ”نبی ﷺ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہتے رہے۔“ (۲)

علمائے تلبیہ چھوڑنے کے وقت میں اختلاف کیا ہے۔

(احمد) جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے سے فراغت کے ساتھ ہی تلبیہ ختم ہو جائے گا۔

(جمہور) پہلی کنکری مارنے پر ہی تلبیہ ختم ہو جائے گا۔ (۳)

(راجع) مندرجہ ذیل احادیث امام احمد کے موقف کی تائید میں ہیں:

(1) ﴿فلم یزل یلبی حتی رمی الحجر﴾ ”آپ ﷺ جمرے کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہتے رہے۔“ (۴)

(2) ﴿ثم قطع التلبیة مع آخر حصاة﴾ ”پھر آپ ﷺ نے آخری کنکری (پھینکنے) کے ساتھ ہی تلبیہ ختم کر دیا۔“ (۵)

وَيَخْلُقُ رَأْسَهُ أَوْ يُقَصِّرُهُ فَيَجِلُّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ	اور پھر وہ اپنا سر منڈائے گا یا بال ترشوائے گا ❶ تو اس کے لیے بیوی کے سوا تمام اشیاء حلال ہو جائیں گی۔ ❷
---	---

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی ﴿اللهم اغفر للمحلقين﴾ ”اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔“ صحابہ نے عرض کیا ﴿و للمقصرين﴾ اور بال ترشوانے والوں کے لیے بھی (یہی دعا کیجیے)

(۱) [مسلم (۱۲۱۸) نسائی (۲۳۶/۵) ابو داؤد (۱۹۰۵)]

(۲) [بخاری (۱۶۸۶، ۱۶۸۷) کتاب الحج : باب التلبیة والتکبیر..... مسلم (۱۲۸۱) ابو داؤد (۱۸۱۵) ترمذی

(۹۱۸) نسائی (۲۶۸/۵)]

(۳) [سبل السلام (۹۹۲/۲)]

(۴) [صحیح : صحیح نسائی (۲۸۶۱) کتاب مناسک الحج : باب التلبیة فی السیر نسائی (۳۰۵۷)]

(۵) [ابن خزیمہ (۲۸۸۷) بسند صحیح]

..... تو رسول اللہ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا ﴿و للمقصرین﴾ ”اور ترشوانے والوں کے لیے بھی۔“ (۱)
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿اللهم ارحم المحلقین﴾ ”اے اللہ! سرمنڈوانے والوں پر رحم فرما۔“ (۲)
 معلوم ہوا کہ بال منڈوانا، ترشوانے سے افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ترشوانے والوں کے لیے ابتدا میں دعا نہیں فرمائی۔

586- کیا عورتیں بھی بال منڈوائیں گی؟

عورتیں بال تو نہیں منڈوائیں گی بلکہ صرف کچھ ترشوائیں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لیس علی النساء حلق إنما علی النساء التقصیر﴾ ”عورتوں کے لیے بال منڈوانا نہیں بلکہ صرف بال ترشوانا ہے۔“ (۳)
 اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ عورتیں صرف کچھ بال ترشوائیں گی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ (۴)
 لہذا عورتوں کو انگلیوں کے اوپر والے پوروں کے برابر بال ترشوالینے چاہئیں۔ (۵)
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا رمیتم وحلقتم فقد حل لکم الطیب وکل شیء إلا النساء﴾ ”جب کنگریاں مار چکو اور سر کے بال منڈاؤ لو تو تمہارے لیے خوشبو اور بیویوں کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جائے گی۔“ (۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی اس کے لیے شاہد ہے۔ (۷)

البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی سنن أبی داؤد کی روایت میں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں

- (۱) [بخاری (۱۷۲۸) کتاب الحج : باب الحلق والتقصیر عنا الإحلال، مسلم (۱۳۰۲) ابن ماجہ (۳۰۴۳) أحمد (۲۳۱۱۲) بیہقی (۱۳۴۱۵)]
- (۲) [بخاری (۱۷۲۷) کتاب الحج : باب الحلق والتقصیر عند الإحلال]
- (۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۷۴۷، ۱۷۴۸) کتاب المناسک : باب الحلق والتقصیر، ابو داؤد (۶۹۸۴، ۶۹۸۵) دارمی (۶۴۱۲) دارقطنی (۲۷۱۱۲) بیہقی (۱۰۴۱۵) طبرانی کبیر (۲۵۰۱۱۲) امام نووی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ [المجموع (۱۸۳/۸)]
- (۴) [فتح الباری (۳۹۰/۴)]
- (۵) [المغنی (۳۱۰/۵)]
- (۶) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۷۴۱) کتاب المناسک : باب فی رمی الحمار، أحمد (۱۸۶/۱۲) ابو داؤد (۱۹۷۸) ابن خزیمہ (۲۹۳۷)]
- (۷) [ابن ماجہ (۳۰۴۱) نسائی (۲۷۷/۱۵) أحمد (۳۴۴/۱) أبو یعلیٰ (۸۹/۵) شرح معانی الآثار (۲۲۹/۲) بیہقی (۱۳۶/۵)]

﴿و حلقتم﴾ اور ﴿الطیب﴾ کے لفظ نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ نکلیاں مارنے کے بعد عورتوں سے مباشرت کے سوا ہر چیز حلال ہو جائے گی اور بیویوں سے مباشرت و ہم بستری طوافِ افاضہ کے بعد جائز ہوگی۔

وَمَنْ حَلَقَ أَوْ ذَبَحَ أَوْ أَفَاضَ إِلَى النَّبِيِّ قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ فَلَا حَرَجَ	جس نے نکلیاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا یا جانور ذبح کر لیا یا بیت اللہ میں چلا گیا تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ ^(۱)
---	--

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں ایک مقام پر کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے آپ ﷺ سے سوالات کرنے شروع کر دیے۔ کسی نے کہا مجھے علم نہیں تھے میں نے قربانی سے پہلے حجامت بنوائی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا ﴿اذبح ولا حرج﴾ ”قربانی کرو کوئی حرج نہیں۔“ اور ایک آدمی نے عرض کیا ”مجھے معلوم نہیں تھا میں نے نکلیاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی۔“ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ارم ولا حرج﴾ ”اب نکلیاں مار لو کوئی حرج نہیں۔“ (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ) ﴿فما سئل يومئذ عن شيء قدم ولا أخر إلا قال 'افعل ولا حرج'﴾ ”اس روز آپ ﷺ سے جس عمل کے مقدم و مؤخر کرنے کے متعلق بھی استفسار کیا گیا آپ ﷺ نے یہی فرمایا: جاؤ اب کرو کوئی حرج نہیں۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ”نبی ﷺ سے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈانے، نکلیاں مارنے اور ان میں تقدیم و تاخیر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لا حرج﴾ ”کوئی حرج نہیں۔“ (۲)

(3) جامع ترمذی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إني أفضت قبل أن أحلق﴾ ”(کسی صحابی نے کہا) میں نے سر منڈانے سے پہلے طوافِ افاضہ کر لیا ہے (تو آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔“ (۳)

587- سر منڈانے سے پہلے قربانی

نبی ﷺ نے خود بھی سر منڈانے سے پہلے قربانی کی اور صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا جیسا کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن رسول الله ﷺ نحر قبل أن يحلق وأمر أصحابه بذلك﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے سر منڈانے سے

(۱) [بخاری (۱۷۳۶) کتاب الحج : باب الفتياء على الدابة عند الحجرة، مسلم (۱۳۰۶) موطا (۴۲۱/۱) ابو داود (۲۰۱۴) ترمذی (۹۱۶) ابن ماجه (۳۰۵۱) مسند شافعی (۳۷۸/۱) طيالسی (۲۲۴/۱) أحمد (۱۵۹/۲) دارمی (۶۴/۲) ابن العارود (۱۰۱۴) شرح معانی الآثار (۲۳۷/۲) بیہقی (۱۴۱/۵) حمیدی (۲۶۴/۱) نسائی فی الکبری (۴۴۷/۲)]

(۲) [بخاری (۱۷۳۴) کتاب الحج : باب إذا رمى بعد ما أمسى..... مسلم (۱۳۰۷) ابو داود (۱۹۸۳) نسائی (۲۷۲/۵) ابن ماجه (۳۰۴۹)]

(۳) [حسین : صحیح ترمذی (۷۰۲) کتاب الحج : باب أن عرفه كلها موقف، ترمذی (۸۸۵)]

پہلے قربانی کی اور اس کا پانچواں صحابہ کو بھی حکم دیا۔“ (۱)

اگرچہ یہ حدیث عمرہ حدیبیہ کے موقع کی ہے لیکن حج میں بھی مسنون ترتیب یہی ہے جیسا کہ شیخ البانیؒ نے اسی کو ثابت

کیا ہے۔ (۲)

588- یوم النحر میں حاجیوں کے کرنے کے چار کام

یہ چار کام بالترتیب حسب ذیل ہیں:

(1) جمروں کو نکلگیاں مارنا

(2) قربانی کرنا

(3) بال منڈوانا

(4) طوافِ افاضہ کرنا (۳)

اور ایام تشریق (11، 12، 13 ذوالحجہ) کے ہر روز تینوں جمروں کو سات سات نکلگیاں مارے گا۔ پہلے جمرہ دنیا کو پھر وسطی کو اور پھر عقبی کو۔ ①	وَيَوْمَئِذٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ الْجَمْرَاتِ الثَّلَاثِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مُبْتَدِئًا بِالْحَجْمَرَةِ الدُّنْيَا ثُمَّ الْوُسطَى ثُمَّ جَمْرَةَ الْعَقْبَةِ
--	---

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ دنیا کی رمی سات نکلگیوں کے ساتھ کرتے اور ہر نکلگی پر اللہ اکبر کہتے۔ اس کے بعد آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے، دعائیں کرتے رہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی پر بھی اسی طرح کرتے اور بائیں طرف آگے بڑھ کر ایک نرم زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے، بہت دیر اسی طرح کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہتے پھر جمرہ عقبہ کی رمی بطن وادی سے کرتے لیکن وہاں ٹھہرتے نہیں تھے اور فرمایا کرتے تھے ﴿هَكَذَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ يَفْعَلُ﴾ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔“ (۴)

(2) حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج سے لوٹے اور ہم میں سے کوئی کہتا تھا ”میں نے سات نکلگیاں ماریں اور کوئی دوسرا کہتا تھا میں نے چھ نکلگیاں ماریں ﴿وَلَمْ يَعْصِ عَلِيٌّ بَعْضٌ﴾ ”ان میں سے کسی نے ایک دوسرے پر عیب نہیں لگایا۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۱۷۱۱) کتاب العمرة : باب النحر قبل الحلق في الحصر]

(۲) [حجة النبي للالباني (ص ۸۵/۸۶)]

(۳) [مسلم (۱۳۰۸) کتاب الحج : باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمى ثم ينحر] ابو داود (۱۹۹۸) ابن الجارود

(۴) [حجة النبي للالباني (ص ۸۵/۸۶)]

(۵) [بخاری (۱۷۵۲) کتاب الحج : باب رفع اليدين عند الحمرتين الدنيا والوسطى] نسائي (۲۷۶/۵) حاکم

(۶۷۸/۱) بیہقی (۱۴۸/۵) أحمد (۱۰۲/۲)

(۵) [صحيح : صحيح نسائي (۲۸۸۲) کتاب مناسك الحج : باب عدد الحصى التي يرمى بها الحمار] نسائي

(۳۰۷۹) أحمد (۱۶۸/۱) بیہقی (۱۴۹/۵)

589- ایام تشریق کی راتیں منی میں گزاری جائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے ﴿ثم رجع إلى منى فمكث بها ليالي أيام التشريق يرمى الحجرة إذا زالت الشمس﴾ ”پھر آپ ﷺ منی کی طرف لوٹے تو ایام تشریق کی راتیں وہیں ٹھہرے۔ (اس دوران) آپ ﷺ جب سورج ڈھل جاتا تو جمروں کو کنکریاں مارتے۔“ (۱)
(جمہور) منی میں ایام تشریق کی راتیں گزارنا واجب ہے۔ (۲)
ان کی دلیل گذشتہ حدیث (یعنی یہ عمل مناسک حج میں سے ہے اور مناسک حج پر عمل واجب ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”خذوا عن مناسککم“) اور مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے منی کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت طلب کی تاکہ وہ آپ زمرم پلا سکیں ﴿فأذن له﴾ ”تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔“ (۳)
معلوم ہوا کہ بغیر کسی عذر کے ایام تشریق کی راتیں منی میں گزارنا ضروری ہے اسی لیے انہوں نے اجازت طلب کی۔
(2) حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن رسول الله ﷺ أُرخص لرعاة الإبل في البيتوته عن منى.....﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو منی سے باہر رات گزارنے کی اجازت دے دی۔“ (۴)
اس حدیث میں جمہور کا متدل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں عذر کی بنا پر رخصت دی اور رخصت کا متضاد عزیمت ہے یعنی بغیر کسی عذر کے منی میں راتیں گزارنا ضروری ہے۔

(البانیؒ) وجوب کا قول ہی برحق ہے۔ (۵)

منی میں تین راتیں قیام کرنا اور جمرات کو کنکریاں مارتے رہنا افضل ہے لیکن اگر کوئی دو دن قیام کے بعد واپس لوٹ آئے تو اس کی بھی اجازت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۷۳۶) كتاب المناسك : باب في رمي الجمار ' ابو داود (۱۹۷۳) أحمد (۹۰/۱۶) ابن خزيمة (۳۱۱/۴) ابن حبان (۱۰۱۳) - الموارد) أبو يعلى (۱۸۷/۸) شرح معاني الآثار (۲۲۰/۲) ابن الجارود (۴۹۲) حاكم (۴۷۷/۱) بيهقي (۱۴۸/۵)]

(۲) [نيل الأوطار (۴۳۷/۳)]

(۳) [بخاری (۱۶۳۴) كتاب الحج : باب سقاية الحاج ' مسلم (۱۳۱۵) ابو داود (۱۹۵۹) دارمی (۷۵/۲) نسائی فی الكبرى (۴۱۷۷) أحمد (۱۹/۲) بيهقي (۱۵۳/۵) شرح السنة (۱۳۵/۴)]

(۴) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۷۳۸) كتاب المناسك : باب في رمي الجمار ' ابو داود (۱۹۷۵) مؤطا (۴۰۸/۱) أحمد (۴۵۰) ترمذی (۹۵۵) نسائی (۲۷۳/۵) ابن ماجه (۳۰۳۷) ابن خزيمة (۲۹۷۵) ابن الجارود (۴۷۸)]

حاكم (۴۷۸/۱) بيهقي (۱۵۰/۵)

(۵) [التعليقات الرضية على الروضة (۱۰۶/۲)]

يَوْمَيْنِ فَلَا اِنَّمَ عَلَيْهِ ﴿البقرة: ۲۰۳﴾ ”ان گنتی کے چند دنوں (یعنی ایام تشریق) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور دودن کی جلدی کرنے والے پر بھی گناہ نہیں۔“

وَيُسْتَحَبُّ لِمَنْ يَخُجُّ بِالنَّاسِ أَنْ يَخْطُبَهُمْ يَوْمَ النُّحْرِ
امام حج کے لیے مستحب ہے کہ وہ یوم النحر کو خطبہ دے۔ ①

① حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿حَطَبْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ النُّحْرِ.....﴾ ”نبی ﷺ نے ہمیں یوم النحر (10 ذوالحجہ) کو خطبہ دیا۔“ آپ ﷺ نے پوچھا لوگو! معلوم ہے کہ یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ اس پر خاموش ہو گئے اور ہم نے سمجھا کہ آپ ﷺ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم بولے ہاں ضرور ایسا ہی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا یہ مہینہ کون سا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ اس مرتبہ بھی خاموش ہو گئے اور ہمیں خیال ہوا کہ آپ ﷺ اس مہینے کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم بولے کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا یہ شہر کون سا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی آپ ﷺ اس طرح خاموش ہو گئے کہ ہم نے سمجھا آپ ﷺ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ حرمت کا شہر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ”تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت“ اس مہینے اور اس شہر میں ہے تا آنکہ تم اپنے رب سے جا ملو.....“ (۱)

(2) حضرت ہرماں بن زیاد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عید الاضحیٰ کے روز رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی عضاء اونٹنی پر (بیٹھے ہوئے) خطبہ دے رہے تھے۔ (۲)

اور ایام تشریق کے درمیان میں بھی۔ ①

وَفِي وَسْطِ اَيَّامِ التَّشْرِيقِ

① ① ابو جحیح بنو بکر کے دو آدمیوں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ﴿رَأَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ بَيْنَ اَوْسَطِ اَيَّامِ التَّشْرِيقِ.....﴾ ”ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایام تشریق کے درمیانی دن (یعنی 12 ذوالحجہ) کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا“ اور ہم آپ ﷺ کی سواری کے پاس تھے اور یہ آپ ﷺ کا وہ خطبہ ہے جو آپ ﷺ نے منیٰ میں ارشاد فرمایا۔ (۳)

(2) ابونضرہ کی روایت میں ایام تشریق کے درمیانی دن کا خطبہ ان الفاظ میں مروی ہے ”آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! خبردار تمہارا رب ایک ہے اور بلاشبہ تمہارا باپ ایک ہے۔ خبردار کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کسی سرخ کو کالے پر اور نہ کسی کالے کو سرخ پر کوئی تفوق و برتری حاصل ہے مگر صرف تقویٰ کے ساتھ۔ کیا میں

(۱) [بخاری (۱۷۴۱) کتاب الحج : باب الخطبة أيام منى' مسلم (۱۶۷۹)]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود (۱۷۲۱) أحمد (۱۲-۲۱۳ الفتح الرباني) ابو داود (۱۹۰۴)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۷۲۰) كتاب المناسك : باب أي يوم يخطب بمنى؟' ابو داود (۱۹۰۲)]

نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کر دی ہے۔“ (۱)

یہ احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ ایام تشریق کے درمیانی دن میں بھی منیٰ میں خطبہ مسنون ہے۔ (۲)
معلوم ہوا کہ دوران حج تین خطبے مشروع ہیں:

(1) عرفہ کے دن (9 ذوالحجہ)

(2) نحر کے دن (10 ذوالحجہ)

(3) ایام تشریق کے وسط میں (12 ذوالحجہ)

وَيَطُوفُ الْحَاجُّ طَوَافَ الْإِفَاضَةِ وَهُوَ طَوَافُ الْمَزَاوِرَةِ	حاجی نحر کے دن طوافِ افاضہ یعنی طوافِ زیارت کرے
يَوْمَ النَّحْرِ	گا۔ ❶

- ❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ أن رسول الله أفاض يوم النحر ثم رجع فصلى الظهر بمنى ﴿”نبی ﷺ نے نحر کے دن طوافِ افاضہ کیا پھر واپس لوٹ گئے اور منیٰ میں نماز ظہر ادا کی۔“ (۳)
- (نوٹی) علمائے اجماع کیا ہے کہ یہ طواف حج کارکن ہے اور اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ (۴)
- (ابن قدامہ) طوافِ افاضہ حج کارکن ہے اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف ہو یہ ہمارے علم میں نہیں۔“ (۵)
- (ابن حزم) طوافِ افاضہ کے وجوب پر اجماع ہے۔ (۶)
- (ابن تیمیہ) انہوں نے اسی کو ثابت کیا ہے۔ (۷)
- (صدیق حسن خان) اس طواف کارکن ہونا تو درکنار بلکہ یہ واجب بھی نہیں ہے کیونکہ بیشتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ تارن کے لیے ایک طواف اور سعی کافی ہے۔ (۸)

(۱) [أحمد (۴۱۱/۵)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نیل الأوطار (۴/۱۳) الأم (۳۲۷/۲) شرح المہذب (۲۲۶/۸) المغنی (۳۱۹/۵) الکافی (ص ۱۷۱/۱) ہدایۃ السالک (۱۲۰/۴) کشاف القناع (۵۱۱/۲) تحفۃ الفقہاء (۶۶۰/۱) الہدایۃ (۱/۴۲/۱)]

(۳) [مسلم (۱۳۰۸) کتاب الحج : باب استحباب طواف الإفاضۃ یوم النحر، ابو داؤد (۹۹۸) نسائی فی الکبریٰ (۱۵۵/۶) أحمد (۳۴۱/۲) ابن العساکر (۴۸۶) ابن حبان (۳۸۸۲) حاکم (۴۷۵/۱) بیہقی (۱/۴۴/۵)]

(۴) [شرح مسلم (۴/۴۵۱)]

(۵) [المغنی (۳۱۱/۵)]

(۶) [المراتب (ص ۴۹)]

(۷) [کما فی التعليقات الرضية للألبانی (۱۱۴/۲)]

(۸) [الروضة الندية (۶/۴۲/۱)]

- طوافِ افاضہ کے بعد نبی ﷺ نے نماز ظہر کہاں ادا کی اس کے متعلق گذشتہ حدیث میں منیٰ کا ذکر ہے جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں مکہ کا ذکر ہے۔ ان کے درمیان تطبیق میں اختلاف ہے۔
- (1) نبی ﷺ نے دونوں جگہوں میں نماز پڑھائی کیونکہ آپ ﷺ ہی امام تھے۔
- (2) پہلے مکہ میں پڑھائی، پھر منیٰ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نفل نماز پڑھی۔
- (3) امام ابن قیمؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ صحیحین میں ہے۔ (۱)

وَإِذَا فَرَغَ مِنْ أَعْمَالِ الْحَجِّ طَافَ لِلْوِدَاعِ إِلَّا أَنَّهُ
خَفَّفَ عَنِ الْحَائِضِ

جب حج کے کاموں سے فارغ ہوگا تو طوافِ وداع کرے گا ۱ البتہ حائضہ کے لیے اس کی رخصت دی گئی ہے۔ ۲

- ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ ہر جہت سے واپس پھر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یسنرن أحد حتی یکون آخر عہدہ بالبیئ ﴾ ”ہرگز کوئی نہ نکلے حتیٰ کہ اس کا آخری وقت بیت اللہ کے طواف میں صرف ہو۔“ (۲) (جمہور، ابن قدامہ) طوافِ وداع واجب ہے۔

(مالک، داؤد) یہ طواف سنت ہے۔ (۳)

(راجح) حدیث میں موجود اس طواف کا حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

- ② (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ سب سے آخر میں تمہارا عمل بیت اللہ کا طواف ہو ﴿ إلا أنه خفف عن الحائض ﴾ ”مگر ایام ماہواری والی عورت کے لیے تخفیف کی گئی ہے۔“ (۴)
- (2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا طوافِ افاضہ کے بعد حائضہ ہو گئیں تو نبی ﷺ نے انہیں فرمایا ﴿ فاخرجی ﴾ ”تو تم (بغیر طوافِ وداع کے ہی) نکلو۔“ (۵)

590- مدینہ کو واپسی

نبی ﷺ نے طوافِ وداع میں رمل نہیں کیا اور نماز فجر میں سورہ طور کی قراءت کی پھر مدینہ کی طرف کوچ فرمایا جب ذوالحلیفہ پہنچے تو رات وہیں قیام کیا پھر جب مدینہ دکھائی پڑا تو تین تکبیریں کہیں اور کہا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ

(۱) [زاد المعاد (۳۲۶/۱-۳۲۷) التعليقات الرضية للألبانی (۱۱۴/۲) نیل الأوطار (۶۱/۵)]

(۲) [مسلم (۱۳۲۷) کتاب الحج : باب وجوب طواف الوداع و سقوطه عن الحائض، ابو داود (۲۰۰۲) ابن ماجہ (۳۰۷۰) دارمی (۷۲/۲) مسند شافعی (۳۶۳/۱) حمیدی (۵۰۲) شرح معانی الآثار (۲۲۳/۲) أبو یعلیٰ (۲۹۱/۴) أحمد (۲۲۲/۱) طبرانی کبیر (۴۳/۱۱) بیہقی (۱۶۱/۵) شرح السنة (۱۳۸/۴)]

(۳) [المعنی (۳۳۷/۵) نیل الأوطار (۴۴۷/۳)]

(۴) [بخاری (۱۷۵۵) کتاب الحج : باب طواف الوداع، مسلم (۱۳۲۸) دارمی (۷۲/۲) مسند شافعی (۳۶۴/۱)]

(۵) [بخاری (۳۳۸) کتاب الحيض : باب المرأة تحيض بعد الإفاضة، مسلم (۱۳۲۹) نسائی (۳۹۴/۱) ابو داود (۲۰۰۳) أحمد (۱۷۷/۶) بیہقی (۱۶۳/۵)]

لَهُ لُةَ الْمَلِكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ،
عَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحَدَهُ“ پھر دن کو مدینہ میں داخل ہو گئے۔ (۱)

متفرقات

591- مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت

- (۱) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری اس مسجد میں نماز ادا کرنے کا ثواب دوسری مساجد میں نماز ادا کرنے کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ ہے سوائے مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز کی ادائیگی میری اس مسجد میں سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔“ (۲)
- (۲) معجم طبرانی میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما سے مروی ایک مرفوع روایت میں ہے ﴿وَالصَّلَاةُ فِي بَيْتِ الْمَقْدَسِ بِخَمْسَمِائَةِ صَلَاةٍ﴾ ”اور بیت المقدس میں ایک نماز کا اجر پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔“ (۳)

مسائل احصار

592- حج یا عمرے کے لیے جاتے ہوئے راستے میں عذر پیش آجانا

یعنی کوئی شخص راستے میں ہی کسی بیماری یا طوفان یا سیلاب یا دشمن یا کسی بھی وجہ سے روک دیا جائے ان تمام صورتوں کو احصار کہتے ہیں۔
(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(مالک، شافعی، احمد) احصار صرف دشمن کے ذریعے رکاوٹ پڑنے کی صورت میں ہی ہے۔ (۴)
جمہور کا موقف راجح ہے جیسا کہ آئندہ حدیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ بہر حال ایسی صورت میں مذکورہ شخص

- (۱) [بخاری مع الفتح (۱۸۸/۱) مسلم بشرح النووي (۱۱۲/۹) ابو داؤد (۲۷۷۰) ترمذی مع التحفة (۲۱/۴) الروضة الندية (۶۴۳/۱)]
- (۲) [أحمد (۵/۴) ابن حبان (۱۶۲۰) الإحسان) مشکل الآثار (۶۱/۲) بزار (۴۲۵) كشف الأستار) بیہقی (۲۴۶/۵) ابن حزم (۲۹۰/۷) طیالسی (۱۳۲۷) مجمع الزوائد (۴/۴)] شیخ صبحی علق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبیل السلام (۳۲۱/۴)]
- (۳) [طبرانی کما فی المجمع (۷/۴) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور بعض میں کلام بھی ہے الغرض یہ حدیث حسن ہے۔]
- (۴) [الأم (۳۴۲/۲) المبسوط (۱۰۷/۴) الأصل (۳۸۶/۲) الحاوی (۳۵۷/۴) الخرشنی (۳۹۱/۲) حاشیة الدسوقی (۹۷/۲) المغنی (۲۰۳/۵) الإنصاف (۷۷/۴) نیل الأوطار (۴۵۰/۳)]

احصار کی جگہ پر احرام کھول دے گا اپنا سر منڈوالے گا اپنی خواتین سے مباشرت کر سکے گا اور وہیں قربانی ذبح کر دے گا۔ (جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوضیفہ) قربانی صرف حرم میں ہی ذبح کی جائے گی۔ (۱)

جمہور کا موقف راجح ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اسی جگہ پر ہی جانور ذبح کر لیا تھا۔ علاوہ ازیں علمائے اس مسئلے میں بھی اختلاف کیا ہے کہ محصر پر قربانی واجب ہے یا نہیں۔

(جمہور) قربانی واجب ہے ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿فَإِنْ أَحْصَرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ [البقرة: ۱۹۶] "اگر تم روک دیے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالو" اور نبی ﷺ نے بھی قربانی کی۔

(مالک) قربانی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کے تمام ساتھیوں کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا۔ اگر قربانی واجب ہوتی تو سب کے لیے یہ وجوب یکساں ہوتا حالانکہ ایسا ثابت نہیں ہے۔ (۲)

593- محصر شخص آئندہ سال حج یا عمرے کی قضائی دے گا

(۱) حضرت جابر بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من كسر أو عرج فقد حل وعليه الحج من قابل﴾ "جس کا پاؤں توڑا جائے یا وہ لنگڑا ہو جائے تو وہ احرام سے باہر آ گیا اب اس پر آئندہ سال حج کرنا لازمی ہے (جیسا کہ نبی ﷺ نے 6ھ کے عمرے کی 7ھ میں قضائی)۔" (۳)

(۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿من كسر أو عرج أو مرض﴾ "جس کا پاؤں توڑا گیا یا لنگڑا ہو گیا یا بیمار ہو گیا (تو وہ حلال ہو گیا)۔" (۴)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿قد أحصر رسول الله فحلق رأسه وجامع نسائه ونحر هديه حتى اعتمر عاما قابلا﴾ "رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنا سر منڈا لیا، اپنی بیویوں سے مباشرت کی اور اپنی قربانی کو نحر کر لیا پھر آئندہ سال عمرہ کیا۔" (۵)

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے "جو حج سے روک دیا جائے ہو سکے تو وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا اور

(۱) [نیل الأوطار (۴۵۳/۳) المغنی (۱۹۴/۵) حلیۃ العلماء (۳۵۵/۳) بدائع الصنائع (۱۷۷/۲) الاختیار (۱۶۷/۱)]

[الکافی (ص ۱۶۱/۱) الإنصاف (۵۱۷/۳) ہدایۃ السالک (۱۲۸۱/۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۴۵۱/۳)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۶۳۹) کتاب المناسک : باب فی الإحصار، ابو داؤد (۱۸۶۲) ترمذی (۹۴۰)

نسائی (۱۹۸/۲) ابن ماجہ (۳۰۷۷) حاکم (۴۷۰/۱) بیہقی (۲۲۰/۵) الحلیۃ لأبی نعیم (۳۵۷/۱) طبرانی کبیر

(۲۵۳/۳) دارقطنی (۲۷۸/۲)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۶۴۰) ابو داؤد (۱۸۶۳)]

(۵) [بخاری (۱۸۰۹) کتاب العمره : باب إذا أحصر المعتمر]

مردہ کی سہی کرے پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے یہاں تک کہ وہ دوسرے سال حج کرے پھر قربانی کرے، اگر قربانی نہ ملے تو روزہ رکھے۔“ (۱)

594۔ اگر کسی کو رکاوٹ پیش آنے کا خدشہ ہو.....

تو وہ مشروط احرام بھی باندھ سکتا ہے پھر اگر کوئی رکاوٹ پیش آجائے گی تو محصر کی طرح اس پر قربانی وغیرہ لازم نہیں ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ حضرت ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں حج کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں مگر میں بیمار ہوں تو نبی ﷺ نے فرمایا اے حسی واشترطی ان محلی حیث حبستنی ﴿ ”حج کر مگر یہ شرط لگا لے کہ میری احرام کھولنے کی جگہ وہی ہوگی جہاں اے اللہ! تو نے مجھے روک دیا۔“ (۲)



(۱) [بخاری (۱۸۱۰) کتاب العمرة: باب الإحصار فی الحج، ترمذی (۹۴۲) نسائی (۱۶۹/۵) أحمد (۳۳/۲)

بیہقی (۱۷۵/۵)]

(۲) [بخاری (۵۰۸۹) کتاب النکاح: باب الأكفاء فی الدین، مسلم (۱۲۰۷) أحمد (۱۶۴/۶) نسائی (۶۸/۵) ابن

الجارود (۴۲۰) طبرانی کبیر (۸۳۳) بیہقی (۲۲۱/۵) شرح السنة (۲۰۰۰) ابن خزیمہ (۱۶۴/۴) ابن حبان

(۹۷۳۔ الموارد) دارقطنی (۲۱۹/۲)]

ساتویں فصل

قربانی کی سب سے افضل قسم

سب سے افضل قربانی اونٹ کی ہے ❶ پھر گائے کی اور پھر بکری کی۔ ❷	وَالْهَدْيُ أَفْضَلُ الْبَدَنَةِ ثُمَّ الْبَقَرَةُ ثُمَّ الشَّاةُ
---	---

❶ اونٹ کی قربانی مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر افضل ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خصوصاً اونٹ کا تذکرہ فرمایا ہے ﴿وَالْبَدَنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ﴾ [الحج: 36] ”قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں مقرر کر دی ہیں۔ ان میں تمہارے لیے بھلائی و نفع ہے۔“

(2) نبی ﷺ نے خود بھی اونٹ نحر فرمائے۔

(3) اس میں فقراء و مساکین کا فائدہ زیادہ ہے۔

○ یہ قربانی حج مفرد اور عمرہ مفردہ کرنے والے کے لیے مستحب ہے جبکہ حج قرآن یا حج تمتع کرنے والے اور ایسے شخص پر واجب ہے جس پر حالت احرام میں کسی گناہ کے بدلے کے طور پر قربانی لازم ہو جائے۔ نیز ان قربانی کے جانوروں میں بھی وہ تمام شرائط و قیود ملحوظ رکھی جائیں گی جو عید قربان کے جانوروں کو خریدنے یا ذبح کرنے میں ملحوظ رکھی جاتی ہیں۔

❷ گائے کی قربانی بکری سے اس لیے افضل ہے کیونکہ اس میں فقراء و مساکین کا نفع زیادہ ہے اور یہ اس وقت ہے جب اکیلا شخص گائے کی قربانی کر رہا ہو۔ لیکن اگر زیادہ لوگ ایک گائے یا اونٹ کی قربانی میں شریک ہوں تو پھر اکیلے آدمی کے لیے ساتواں حصہ افضل ہے یا ایک بکری اس میں اختلاف ہے۔ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہی افضل و برتر ہے جس میں فقراء کا فائدہ زیادہ ہو۔ (واللہ اعلم)

اونٹ اور گائے سات افراد کی طرف سے کفایت کرتے ہیں۔ ❶	وَتَجْزِي الْبَدَنَةَ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعٍ
---	---

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أمرنا رسول الله ﷺ أن نشتري في الإبل والبقر كل سبعة منافع بدنة﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں (اس طرح) شریک ہوں کہ ہم میں سے ہر سات افراد ایک اونٹ میں شریک ہوں۔“ (۱)

(۱) [مسلم (۱۳۱۸) کتاب الحج: باب الاشتراك في الهدى، موطا (۴۸۶/۲) أحمد (۳۵۳/۳) ابو داود (۲۸۰۹)]

ترمذی (۱۵۰۲) ابن ماجہ (۳۱۳۲) بیہقی (۲۹۴/۹)

البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”ہم نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ آگئی ﴿ فذبحنا بقرة عن سبعة والبعير عن عشرة ﴾ ” تو ہم نے گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا۔“ (۱)

فی الحقیقت ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اس وقت کفایت کرتا جب سے حج یا عمرے کے دوران بطور ہدیٰ قربان کیا جائے اور جب اس کے علاوہ اسے محض عید الاضحیٰ کے لیے نحر کیا جائے تو پھر اس سادس افراد شریک ہو سکتے ہیں جیسا کہ گذشتہ حدیث میں عید الاضحیٰ کی وضاحت موجود ہے۔

وَيَجُوزُ لِلْمُهْدِيِّ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ لَحْمِ هَدْيِهِ قربانی دینے والے کے لیے اپنی قربانی کا گوشت کھانا جائز ہے۔ ❶

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعُمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ﴾ [الحج : ۳۶] ”اس (یعنی قربانی کے گوشت) سے خود بھی کھاؤ اور مسکین خواہ وہ سوال سے بچنے والا ہو یا سوال کرنے والا ہو کو بھی کھاؤ۔“
 (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اونٹ نحر کرنے کے بعد) حکم دیا کہ ہر اونٹ (کے گوشت) کا ایک کلو اہنڈیا میں ڈال کر پکایا جائے ﴿ فَاكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرْقِهَا ﴾ ”پھر آپ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا گوشت بھی کھایا اور شوربا بھی پیا۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ آدمی اپنی نفل اور فرضی ہر قسم کی قربانی سے خود بھی کھا سکتا ہے کیونکہ آیت ﴿ فَكُلُوا مِنْهَا ﴾ میں عموم ہے۔
 یہاں کہ امام شوکانی ”بھی اسی کے قائل ہیں۔“ (۳)

اور اس پر سوار ہو سکتا ہے۔ ❶

وَيَرْكَبُ عَلَيْهَا

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کا جانور لیے جا رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اس پر سوار ہو جا۔“ اس نے کہا یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”سوار ہو جا۔“ اس نے پھر عرض کیا کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ بھی یہی فرمایا ﴿ اركبها ﴾ ”تو اس پر سوار ہو جا۔“ (۴)

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲۰۳۶) كتاب الأضاحي : باب لمن لم تحزئ البدنة والبقرة : أحمد (۲۷۵/۱) ابن

ماجة (۳۱۳۱) ترمذی (۹۰۵) نسائی (۲۲۲/۷) ابن خزيمه (۲۹۰۸) المشكاة للألبانی (۱۴۶۹)]

(۲) [مسلم (۱۲۱۸) أحمد (۳۲۰/۳) نسائی (۲۳۶/۵) ابو داود (۱۹۰۵)]

(۳) [نيل الأوطار (۴۶۶/۳)]

(۴) [بخاری (۱۶۹۰) كتاب الحج : باب ركوب البدن : مسلم (۱۳۲۳) نسائی (۱۷۶/۵) ترمذی (۹۱۳) ابن ماجة

(۳۱۰۴) أحمد (۱۰۶/۳) ابن خزيمه (۱۸۸/۴) شرح معاني الآثار (۱۶۱/۲) بيهقي (۲۳۶/۵) أبو يعلى

[۲۸۶۹]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ (۱)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قربانی کے جانور پر سواری کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرما رہے تھے ﴿ارکبھا بالمعروف إذا الحثت إليها حتی نجد ظہرا﴾ ”معروف طریقے سے اس پر سواری کر لو جبکہ تم اس کی طرف مجبور کر دے جاؤ تا وقتیکہ تم کسی سوار کو پا لو۔“ (۲)

(شوکانی) یہ احادیث قربانی کے جواز پر دلالت کرتی ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ قربانی نطفی ہو یا فرضی کیونکہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق مسائل سے کچھ بھی دریافت نہیں کیا۔ (۳)

(ابن قدامہ) بوقت ضرورت قربانی کے جانور پر بھی سواری کی جاسکتی ہے۔ امام شافعیؒ، امام ابن منذرؒ اور اصحاب الرائے کا یہی موقف ہے۔ امام ابن عربیؒ اور امام مہدیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے مطلقاً قربانی کے جانور پر سواری سے ممانعت نقل کی ہے جبکہ امام محاذیؒ نے بوقت ضرورت امام صاحب سے جواز نقل کیا ہے۔ (۴)

وَيُنْدَبُ لَهُ إِشْعَارُهُ وَتَقْلِيدُهُ

اسے اشعار کرنا اور اس کے گلے میں قلابہ (پنہ) ڈالنا مستحب ہے۔ ①

(1) ① حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان کا بیان ہے کہ نبی ﷺ مدینہ سے اپنے تقریباً ایک ہزار ساتھیوں کے ہمراہ (حج کے لیے) نکلے جب ذوالحلیہ پہنچے ﴿قلد النبی ﷺ الہدیٰ وأشعرہ﴾ ”تو نبی ﷺ نے قربانی کے جانور کو ہار پہنایا اور اسے اشعار کیا۔“ پھر عمرے کا احرام باندھا۔ (۵)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں بھی قربانی کے جانوروں کو ہار پہنانے اور انہیں اشعار کرنے کا ذکر ہے۔ (۶)

اشعار کا طریقہ:

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر ذوالحلیہ میں ادا کی۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے اپنی قربانی کی اونٹنی منگوائی اور اس کی دائیں جانب کوہان کے پہلو میں نیزہ مارا اور وہاں سے خون بہا کر اسے علامت لگا دی کہ یہ

(۱) [بخاری (۱۶۸۹) ایضاً، مسلم (۱۳۲۲) ابو داؤد (۱۷۶۰) نسائی (۱۷۶۵) ابن ماجہ (۳۱۰۳) ابن الحارود (۴۲۸) أحمد (۲۵۴/۲) شرح معانی الآثار (۱۶۰/۲) بیہقی (۲۳۶/۵) ابو یعلیٰ (۲۳۰۷) شرح السنة (۱۱۵/۴)]

(۲) [أحمد (۳۱۷/۳) مسلم (۱۳۲۴) کتاب الحج : باب جواز ركوب البدنة المهداة لمن احتاج إليها، ابو داود (۱۷۶۱) نسائی (۲۷۷/۵) ابن الحارود (۴۲۹) ابن خزيمة (۱۸۹/۴) ابو یعلیٰ (۱۸۱۵)]

(۳) [نیل الأوطار (۴۶۳/۳)]

(۴) [المغنی (۴۴۲/۵) نیل الأوطار (۴۶۳/۳)]

(۵) [بخاری (۱۶۹۴) کتاب الحج : باب من أشعر وقلد..... أحمد (۳۲۳/۴) ابو داود (۲۷۶۵)]

(۶) [بخاری (۱۶۹۶) مسلم (۲۳۲۱) ابو داود (۱۷۵۷) ترمذی (۹۰۸) ابن ماجہ (۳۰۹۸) حمیدی (۲۰۹) أحمد

(۷۸/۶) ابو یعلیٰ (۴۶۵۹)]

بانی کا جانور ہے اور اس سے خون کو صاف کر دیا اور اس کے گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈالا۔“ (۱)

بہرہ (قربانی کے جانوروں کو اشعار کرنا شروع ہے۔

یہ عمل مکروہ ہے کیونکہ یہ شٹلے کی ایک قسم ہے۔ (۲)

اجمع) اشعار صحیح احادیث سے ثابت ہے لہذا یہ مسنون عمل ہے اور اس کے عدم جواز کی تمام تاویلات و قیاسات باطل و دود ہیں۔

بن قیم) انہوں نے اسی بات کو ثابت کیا ہے۔ (۳)

بن قدامہ) اونٹ اور گائے کو اشعار کرنا مسنون ہے۔ (۴)

وَمَنْ بَعَثَ بِهِذِي لَمْ يَحْرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِمَّا يَحْرُمُ
عَلَى الْمُحْرِمِ

جو (بیت اللہ کے لیے) قربانی بھیج دے اس پر وہ اشیاء حرام
نہیں ہوں گی جو محرم پر ہوتی ہیں۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قربانی کا جانور مدینہ سے (حرم کی طرف) بھیجتے تھے اور میں ان
کا قلاذے (ہار) بنا کرتی تھی ﴿ثم لا يحتنب شيئا مما يحتنبه المحرم﴾ ”پھر آپ ﷺ (حرام باندھنے سے پہلے)
اشیاء پر بیہیز نہیں کرتے تھے جن سے ایک محرم پر بیہیز کرتا ہے۔“ (۵)



([مسلم (۱۲۴۳) کتاب الحج : باب تقليد الهدى وإشعاره..... أحمد (۲۱۶/۱) ابو داود (۱۷۵۲) نسائی (۱۷۰/۵)]

([شرح المهدب (۳۲۱/۸) الأم (۳۳۷/۲) المغنی (۴۵۵/۵) الإنصاف (۸۸/۴) هداية السالك (۳۱۴/۱) الأصل (۴۱۰/۲) المبسوط (۱۳۸/۴) الكافي (ص/۱۶۲) نيل الأوطار (۴۵۸/۳)]

([أعلام الموقعين (۳۵۴/۲)]

([المغنی (۴۵۵/۵)]

([بخاری (۱۶۹۸) کتاب الحج : باب قتل القلائد للبدن والبقر، مسلم (۳۵۹) ابو داود (۱۷۵۸) نسائی (۱۷۱/۵) ابن ماجه (۳۰۹۴) طحاوی (۲۶۶/۲) ابن حبان (۴۰۰۹)]

عمرہ مفردہ کا بیان

باب العمرة المفردة

اس کے لیے میقات سے احرام باندھا جائے گا ❶ اور جو مکہ میں ہو وہ حرم سے نکل کر احرام باندھے گا ❷ پھر طواف اور سعی کرے گا اور پھر سر منڈائے یا بال ترشوائے۔ ❸	يُحْرَمُ لَهَا مِنَ الْمُيَقَاتِ وَمَنْ كَانَ فِي مَكَّةَ خَرَجَ إِلَى الْحِلِّ ثُمَّ يَطُوفُ وَيَسْعَى وَيَخْلِقُ أَوْ يَقْصُرُ
--	--

- ❶ جیسا کہ بیہلم اور ذاتِ عرق وغیرہ کو آپ ﷺ نے میقات مقرر فرمایا اور اس کا تفصیلی بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ واضح رہے کہ حج اور عمرے کے میقاتوں میں کوئی فرق نہیں۔
 - ❷ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعظیم مقام پر لے جائیں اور وہ وہاں سے عمرے کا احرام باندھا آئیں۔ (۱)
 - ❸ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اُن صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہ جن کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا یہ حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مردہ کی سعی کر کے بال ترشوالیں اور احرام کھول دیں۔ (۲)
- اس عمل کے بعد وہ مکمل طور پر احرام سے نکل چکے ہیں حتیٰ کہ اپنی بیویوں کے قریب بھی جاسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں بال منڈوانا ترشوانے سے افضل ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ صرف اُن لوگوں کے لیے بخشش کی دعا فرمائی جو سر منڈانے والے تھے۔ (۳)

دوران سال کسی بھی وقت ❶ عمرہ کرنا مشروع ہے۔ ❷	وَهِيَ مَشْرُوعَةٌ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ
---	--

- ❶ کیونکہ نبی ﷺ نے عمرہ مشروع قرار دیا ہے اور اس کا کوئی وقت متعین نہیں فرمایا۔
- ❷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿عمرہ فی رمضان تعدل حجة﴾ ”رمضان میں عمرہ کرنا حج کے ثواب کے برابر ہے۔“ (۴)
- ❸ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج سے پہلے ماہ ذی القعدہ میں دو عمرے کیے۔ (۵)
- ❹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ نبی ﷺ نے کتنے عمرے کیے ہیں تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿اربع﴾

(۱) [بخاری (۱۷۸۴) کتاب العمرة: باب عمرة التنعيم، مسلم (۱۲۱۱)]

(۲) [بخاری (۱۷۸۵) أيضا، مسلم (۱۲۱۶)]

(۳) [بخاری (۱۷۲۸) مسلم (۱۳۰۲)]

(۴) [بخاری (۱۷۸۲) کتاب العمرة: باب عمرة رمضان، مسلم (۱۲۵۶) نسائی (۱۳۰/۴) ابن ماجہ (۲۹۹۴) أحمد

(۲۲۹/۱) طبرانی کبیر (۱۱۲۹۹) ابن حبان (۳۶۹۹) دارمی (۵۱/۲) بیہقی (۳۴۶/۴) ابو داؤد (۱۹۹۰) ابن

خزيمة (۳۰۷۷)]

(۵) [بخاری (۱۷۸۱) کتاب العمرة: باب کم اعتمرا لنبی]

إحداهن فی رجب ﴿﴾ ”چار اُن میں سے ایک رجب میں کیا۔“ (۱)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید میں یوں کہا کہ ﴿﴾ ما اعتمر رسول اللہ فی رجب ﴿﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔“ (۲)

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعمیم سے احرام باندھ کر عمرہ کیا۔ (۳)

جن لوگوں نے نبی ﷺ کے چار عمرے ذکر کیے ہیں انہوں نے حدیبیہ کے دن روکے جانے کو بھی عمرے میں شامل کر لیا ہے کیونکہ اس دن آپ ﷺ نے احرام کھول کر سر منڈا لیا تھا اور جنہوں نے تین عمرے بیان کیے ہیں انہوں نے اسے شامل نہیں کیا اور جس نے دو عمرے نبی ﷺ کی طرف منسوب کیے ہیں اس نے عمرہ حدیبیہ اور حج کے ساتھ کیے جانے والے عمرے کو شمار نہیں کیا۔

راج و برحق بات یہی ہے کہ نبی ﷺ نے تمام عمرے حج کے مہینوں میں ہی کیے اور اس کا ایک سبب بھی تھا کہ اہل جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے منع کیا کرتے تھے تو نبی ﷺ نے ان کا رد کرنے کے لیے ایسا کیا۔ (۴) (جمہور) حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے۔

تاہم بعض نے اسے مکروہ بھی کہا ہے مثلاً ہادویہ وغیرہ۔ (۵)

(راجح) عمرہ پورے سال میں کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے اس میں کوئی کراہت کا پہلو نہیں۔ (۶)

② عمرہ فرض ہے یا سنت و مستحب اس کا بیان تفصیلاً ”کتاب الحج“ کی ابتدا میں گزر چکا ہے۔

متفرقات

﴿﴾ چند بدعات حج ﴿﴾

595- سفر حج اور احرام کی بدعات

(1) لفظوں کے ساتھ نیت کرنا۔ (۷)

(2) بچیوں کو حج سے روکنا۔ (۸)

(۱) [بخاری (۱۷۷۵) أيضا]

(۲) [بخاری (۱۷۷۷)]

(۳) [بخاری (۱۷۸۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۳۰۶/۳)]

(۵) [المغنی (۱۶/۵) الحاوی (۳۰/۴) الأم (۱۶۳/۲) الميسوط (۱۷۸/۴) الهدایة (۱۸۲/۱) الکافی لابن عبدالبر

(ص/۱۷۲) نیل الأوطار (۳۰۶/۳)]

(۶) [السیل الحرار (۲۱۵/۲)]

(۷) [مناسك الحج والعمرة للألبانی (ص/۵۰) مجموع الفتاوی (۲۲/۲۲۲)]

(۸) [شرح مسلم للنووی (۹۹/۹)]

- (3) محض توکل کے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے بغیر زاہرہ کے سفر کرنا۔ (۱)
- (4) عورت کا بغیر محرم کے اپنی رشتہ دار عورتوں کے ساتھ سفر کرنا۔ (۲)
- (5) اللہ سے محبت رکھتے ہوئے اکیلے ہی سفر کرنا جیسا کہ بعض صوفیا کا گمان ہے۔ (۳)
- (6) تلبیہ کی جگہ اللہ اکبر یا لا الہ الا اللہ کہنا۔ (۴)
- (7) خاموشی سے بغیر بولے حج کرنا۔ (۵)
- (8) میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لینا۔ (۶)

596- طواف کی بدعات

- (1) طواف کرنے والے کا یہ الفاظ کہنا ((اِيْمَانًا بِكَ وَتَصَدِيْقًا بِكِتَابِكَ)) (۷)
- (2) محرم کا طواف قدوم سے پہلے تحریۃ المسجد شروع کر دینا۔ (۸)
- (3) حجر اسود کو بوسہ دینے وقت نماز کی طرح رفع الیدین کرنا۔ (۹)
- (4) طواف کرنے والے کا یہ الفاظ کہنا ((نويت بطوافي هذا الاسبوع كذا وكذا)) (۱۰)
- (5) حجر اسود کو بوسہ دینے وقت یہ کہنا ((اللهم ايمانًا بك وتصديقًا بكتابك)) (۱۱)
- (6) دوران طواف دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لینا۔ (۱۲)
- (7) طواف سے پہلے غسل کرنا اور بارش میں اس نیت سے طواف کرنا کہ ایسا کرنے سے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔
- (8) دونوں شامی رکنوں کو بوسہ دینا اور ان کا استلام کرنا۔ (۱۳)

(۱) [مناسك الحج للالباني (ص ۴۸۱)]

(۲) [أيضا (ص ۴۹۱)]

(۳) [أيضا (ص ۴۸۱)]

(۴) [أيضا (ص ۵۰۱)]

(۵) [أيضا]

(۶) [أيضا]

(۷) [أيضا]

(۸) [أيضا (ص ۵۱۱) المسجد في الإسلام (ص ۳۱۵)]

(۹) [مناسك الحج للالباني (ص ۵۱۱) زاد المعاد (۳۱۳/۱)]

(۱۰) [مناسك (ص ۵۱۱)]

(۱۱) [أيضا]

(۱۲) [أيضا]

(۱۳) [مناسك (ص ۵۲۱) اقتضاء الصراط المستقيم لابن تيمية (۲۰۴)]

- (9) رکن یمانی کو بوس دینا۔ (۱)
- (10) طواف کرنے والوں کا یہ گمان کہ مسجد حرام میں نمازیوں کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ (۲)
- (11) دوران طواف تلاوت قرآن کا التزام۔ (۳)
- (12) کعبہ کے ستونوں پر اپنا نام لکھنا۔
- (13) کعبہ اور مقام ابراہیم کی دیوار کو (تبرک کے لیے) چھونا۔ (۴)
- (14) آخری چار چکروں میں یہ الفاظ کہنا ((رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم إنک أنت الأعز الأکرم))

597- آب زمزم کی بدعات

- (1) آب زمزم سے غسل کرنا۔
- (2) یہ عقیدہ رکھنا کہ زمزم کا پانی اور جہنم کی آگ ایک آدمی کے پیٹ میں جمع نہیں ہوں گے۔
- (3) حاجی کا اپنا (زمزم کا) جوٹھا پانی کنوئیں میں ڈالنا اور یہ کہنا ((اللھم انسی أسئالك رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء)) (۵)

598- سعی کی بدعات

- (1) سعی یا عمرے میں سعی کی تکرار۔
- (2) حج تمتع کرنے والے کا طواف بافاضہ کے بعد سعی چھوڑ دینا۔
- (3) لوگوں کا جماعت کھڑی ہونے کے باوجود سعی میں مصروف رہنا حتیٰ کہ نماز باجماعت فوت ہو جائے۔
- (4) سعی کے دوران تین مرتبہ کہنا ((رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم))
- (5) سعی میں چودہ چکر لگانا وہ اس طرح کے ہر چکر صفا سے شروع ہو کر صفا پر ہی ختم ہو جائے۔
- (6) سعی سے فارغ ہو کر دو رکعت نماز ادا کرنا۔ (۶)

599- عرفہ کی بدعات

- (1) صرف جبل عرفات کو ہی موقف تصور کر لینا۔ (۷)
- (2) منی سے رات کو ہی عرفات کی طرف سفر شروع کر دینا۔

(۱) [المدخل لابن الحاج (۲۲۴/۴)]

(۲) [مناسک (ص ۵۹۱)]

(۳) [الاعتصام للشاطبی (۲۳/۲)]

(۴) [مناسک (ص ۵۲۱)]

(۵) [مناسک (ص ۵۳۱)]

(۶) [مناسک للالبانی (ص ۵۳۱) القواعد النورانیة لابن تیمیة (ص ۱۰۱)]

(۷) [الأمر بالاتباع للسيوطی (ص ۲۵۷)]

- (3) عرفہ سے مزدلفہ لوٹتے ہوئے تیز چلنا۔
- (4) یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کی شام اونٹ یا براق پر سوار ہو کر اترتے ہیں، سوار حضرات سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل چلنے والوں سے معاف کرتے ہیں۔
- (5) امام کا میدان عرفات میں جمعے کی طرح دو خطبے دینا اور دونوں کے درمیان بیٹھنا۔
- (6) عرفہ میں ظہر و عصر کے درمیان نفل پڑھنا۔
- (7) یہ عقیدہ رکھنا کہ جمعہ کے دن وقوف عرفات بہتر (72) حجوں کے برابر ہے۔
- (8) عرفہ کے علاوہ کسی اور جگہ وقوف کرنا۔

600- مزدلفہ کی بدعات

- (1) مزدلفہ پہنچنے کے بعد نماز مغرب میں بلا وجہ تاخیر کرنا۔
- (2) مشعر حرام پہنچنے پر اس دعا کا التزام ((اللهم بحق المشعر الحرام، والبيت الحرام، والشهر الحرام، والركن والمقام، أبلغ روح محمد منا التحية والسلام، وأدخلنا دار السلام يا ذا الجلال والإكرام)) (۱)
- (3) نماز مغرب و عشاء کے درمیان نفل پڑھنا۔

601- احرام سے نکلنے کی بدعات

- (1) صرف سر کا چوتھائی حصہ منڈوا لینا۔
- (2) سر منڈانے کے وقت یہ دعا کہنا ((الحمد لله على ما هدانا وأنعم علينا اللهم هذه ناصيتي بيدك فتقبل مني.....))
- (3) اس رات جاگتے رہنا۔ (۲)

602- جمروں کو ننگریاں مارنے کی بدعات

- (1) ننگریاں مارنے کے لیے غسل کرنا۔
 - (2) ان مساجد کا طواف کرنا جو جمروں کے قریب ہیں۔
 - (3) پھینکنے سے پہلے ننگریاں دھونا۔
 - (4) اللہ اکبر کی جگہ ننگریاں پھینکتے وقت سبحان اللہ یا کوئی دوسرا ذکر کرنا۔
 - (5) جمروں کو جوتیاں یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز (کنگر یوں کے سوا) مارنا۔
- طواف وداع کے بعد مسجد حرام سے پیچھے ہٹتے ہوئے نکلنا۔ (۳)

(۱) [مناسك (ص/۵۶)]

(۲) [مناسك (ص/۵۷)]

(۳) [مناسك للآلبانی (ص/۵۹) معجم البدع لراشد بن صبری (ص/۱۷۲)]

کتاب النکاح

نکاح کے مسائل

پہلی فصل: شادی کے احکام

دوسری فصل: حرام نکاح

تیسری فصل: مہر کے مسائل

چوتھی فصل: بچہ صاحب فراش کا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اُنْكُحُوا الْاَيَامِي مِنْكُمْ ﴾ [النور: ۳۲]

”تم میں سے کوئی مرد عورت بے نکاح کے ہوان کا نکاح کر دو۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين ﴾

”جب بندہ شادی کرتا ہے تو اس کا نصف دین مکمل ہو جاتا ہے۔“

[حسن: الصحیحة (۶۲۵)]

کتاب النکاح

نکاح کے مسائل

پہلی فصل

شادی کے احکام

يُشْرَعُ لِمَنْ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ ① جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے یہ مشروع ہے۔ ②

① لفظ نکاح باب نَكَحَ يَنْكُحُ (منع، ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”جماع کرنا اور شادی کرنا“ مستعمل ہے۔ اسْتَنْكَحَ (استعمال) ”شادی کرنا“۔ اَنْكَحَ (افعال) ”شادی کرانا“۔ تَنْكَحُ (تفاعل) ”ایک دوسرے سے شادی کرنا“۔ (۱) (ابن جریر) لفظ نکاح لغت میں ”ملانا اور ایک دوسرے میں داخل ہونا“ کے معنی میں ہے اور شرع میں صحیح قول یہ ہے کہ اس کا معنی حقیقی طور پر شادی کرنا اور مجازی طور پر جماع کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کتاب و سنت میں یہ لفظ کثرت کے ساتھ عقیدہ نکاح (شادی کرنا) کے لیے ہی استعمال ہوا ہے حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن میں یہ لفظ صرف شادی کرنے کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ (۲)

(زبشری) لفظ نکاح حقیقی طور پر جماع کرنے اور مجازی طور پر شادی کرنے کے لیے مستعمل ہے۔ (۳)

(مصدق حسن خان) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۴)

(ملا علی قاری) یہ لفظ جماع اور شادی کے درمیان لفظی طور پر مشترک ہے۔ (۵)

(مطرزی، ازہری) یہ لفظ حقیقت میں جماع کے لیے اور مجازی طور پر شادی کے لیے ہے۔

(احناف) اسی کے قائل ہیں۔

(جمہور فقہاء، شافعیہ، مالکیہ) حقیقت میں شادی کے لیے اور مجازی طور پر جماع کے لیے ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ لفظ نکاح کا معنی ایک ہے لیکن یہ معنی دو معنوں میں مشترک ہے یعنی لفظ نکاح کا معنی ((الضم))

”ملاپ“ ہے۔ اب اگر اس سے مراد عقیدہ نکاح لیا جائے تو یہ بھی ایجاب و قبول کا ملاپ ہے اور اگر جماع مراد لیا جائے تو مرد و

(۱) [القاموس المحيط (ص/۲۲۳)]

(۲) [فتح الباری (۱۰۳/۹)]

(۳) [تفسیر الکشاف (۲۴۱/۳)]

(۴) [الروضة الندية (۷/۲)]

(۵) [إمارة المغاتیح (۲۶۱/۶)]

- عورت کا باہم ملاپ ہے۔ (۱)
 ② (خطابیؒ) قوت باء سے مراد نکاح ہے۔ (۲)
 (شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)
 (صدیق حسن خانؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۴)
 (نوویؒ) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد جماع ہے۔ (۵)
 (البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(ابن حجرؒ) اس سے جماع اور نکاح کی ضروریات دونوں کی استطاعت و قدرت مراد لی جاسکتی ہے۔ (۷)

③ (۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء﴾ ”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام و التزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔ (۸)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ومن كان ذا طول فلينكح﴾ ”جو نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔“ (۹)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الدنيا متاع وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة﴾ ”دنیا سامان ہے اور اس دنیا کا بہترین سامان نیک بیوی ہے۔“ (۱۰)

(۱) [لسان العرب (۶۲۵/۲) المصباح المنير (۹۶۵/۲) معجم مقاييس اللغة (۴۷۵/۵) تبیین الحقائق (۹۴/۲) بدائع

الصنائع (۱۳۲/۴/۳) مغنی المحتاج (۱۲۳/۳) المغنی (۳۰۷) الإنصاف (۴/۱۸) الوجیز (ص/۳۲۷)]

(۲) [معالم السنن (۱۷۸/۳)]

(۳) [الدراری المضیة (۵۰/۲)]

(۴) [الروضة الندية (۸/۲)]

(۵) [شرح مسلم (۱۸۸/۵)]

(۶) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱۳۴/۲)]

(۷) [فتح الباری (۱۳۶/۱۰)]

(۸) [بخاری (۵۰۶۵) کتاب النکاح: باب قول النبی: من استطاع الباءة فلیتزوج.....، مسلم (۱۴۰۰) ابو داود

(۳۰۴۶) نسائی (۱۷۱/۴) ابن ماجہ (۱۸۴۵) دارمی (۱۳۲/۲) أحمد (۳۷۸/۱) طرابلسی (۳۰۳/۱) أبو یعلیٰ

(۵۱۱۰)]

(۹) [حسن: صحیح ابن ماجہ (۱۴۹۶) کتاب النکاح: باب ما جاء في فضل النکاح، الصحیحة (۲۳۸۳) ابن ماجہ (۱۸۴۶)]

(۱۰) [مسلم (۱۴۶۷) کتاب الرضاع: باب خیر متاع دنیا المرأة الصالحة]

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لم یرللمتحابین مثل التزویج﴾ ”دو آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے شادی کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔“ (۱)

(5) نکاح کی مشروعیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (۲)

وَيَجِبُ عَلَى مَنْ خَشِيَ الْوُقُوعَ فِي الْمَعْصِيَةِ	لیکن جسے گناہ میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہو اس پر (نکاح)
	واجب ہے۔ ❶

❶ کتاب وسنت سے ثابت ہے کہ زنا اور اس کا باعث بننے والی تمام اشیا حرام ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿وَلَا تَقْرَبُوا زُنَا﴾ [الإسراء: ۳۲] ”زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔“

اسی طرح ایک حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ (۳)

علاوہ ازیں اس کی حرمت پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔ (۴)

چونکہ حرام سے اجتناب واجب ہے اور جب یہ اجتناب صرف نکاح کے ذریعے ہی ممکن ہو تو نکاح بھی واجب ہوگا جیسا کہ یہ اصول ہے کہ ”جو عمل کسی واجب کی تکمیل کے لیے ناگزیر ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔“ لہذا وہ تمام دلائل جن سے وجوب نکاح پر استدلال کیا جاتا ہے انہیں اس پر محمول کیا جائے گا اور ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ [النساء: ۳] ”ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔“

(2) ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ﴾ [النور: ۳۲] ”تم میں سے جو مرد و عورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو۔“

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿النکاح من سنتی فمن لم يعمل بسنتی فليس نبي وتزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم﴾ ”نکاح میری سنت سے ہے اور جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں اور شادی کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کے باعث امتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں۔“ (۵)

(4) جن تین آدمیوں نے نبی ﷺ کی عبادت کو کم سمجھا ان میں سے ایک نے یہ عہد کیا کہ میں نکاح نہیں کروں گا۔ جب نبی ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں ﴿فمن رغب عن سنتي فليس مني﴾ ”جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔“ (۶)

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۴۹۷) کتاب النکاح، الصحیحہ (۲۲۴) حاکم (۱۶۰/۲)]

(۲) [المغنی (۳۴۰/۹)]

(۳) [مسلم (۱۸۹۷، ۱۰۷)]

(۴) [موسوعة الإجماع فی الفقه الإسلامی (۳۲۰/۱)]

(۵) [حسن: صحیح ابن ماجہ (۱۴۹۶) کتاب النکاح: باب ما جاء فی النکاح، ابن ماجہ (۱۸۴۶)]

(۶) [بخاری (۵۰۶۳) کتاب النکاح: باب الترغیب فی النکاح، مسلم (۱۴۰۱) نسائی (۲۰/۶) أحمد (۲۴۱/۳)]

ابن حبان (۱۴) بیہقی (۷۷/۷)

وَالْتَبَتُ غَيْرُ جَائِزٍ إِلَّا لِعَجْرٍ عَنِ الْقِيَامِ بِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ

دنیا سے لا تعلقی (شادی نہ کرنا) جائز نہیں ❶ إلا کہ انسان نکاح کی ضروریات و لوازمات کو پورا کرنے سے عاجز ہو۔ ❶

❶ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ ﷺ عن التبتل﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے الگ رہ کر زندگی گزارنے سے منع فرمایا ہے۔“ اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی کہ:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾ [الرعد: ۳۸]

”اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولادیں بھی عطا کیں۔“ (۱)

(۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل سے منع فرما دیا تھا اگر آپ ﷺ اسے اجازت دے دیتے تو ہم خمی ہو جاتے۔“ (۲)

❷ مثلاً انسان میں جماع کی طاقت نہ ہو تو ایسی صورت میں نکاح نہ کرنے کی رخصت ہی نہیں بلکہ نکاح کرنا حرام ہے کیونکہ یہ محض عورت کو اذیت و ضرر پہنچاتا ہی ہے اور قرآن میں ہے کہ ﴿وَلَا تُنْسِيْكُمْ صِرَارًا﴾ [البقرة: ۲۳۰] ”اور انہیں نقصان پہنچانے کی غرض سے مت روکو۔“ اور ایک دوسرے مقام میں ہے کہ ﴿وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ﴾ [الطلاق: ۶] ”عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ۔“

علاوہ ازیں بعض نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص حسن معاشرت اختیار نہ کر سکے تب بھی وہ نکاح سے اعراض کر سکتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: ۱۹] ”اور عورتوں سے حسن معاشرت اختیار کرو۔“

وَيَنْبَغِيْ أَنْ تَكُوْنَ الْمَرْأَةُ ذُوْدًا وَذُوْدًا وَبِكْرًا ذَاتَ جَمَالٍ وَحَسَبٍ وَدِيْنٍ وَمَالٍ

مناسب یہ ہے کہ عورت محبت کرنے والی ❶ بیچ جتنے والی ❷ کنواری ❸ خوبصورت ❹ حسب و نسب والی ❺ دین پر کار بند ❻ اور مالدار ہو۔ ❻

❶ ”ذُوْدًا“ سے مراد ایسی عورت ہے جو اپنے شوہر سے بے پناہ محبت کرتی ہو یعنی ایسی محبوب و پسندیدہ عورت جو عمدہ اور بہترین اوصاف و خصائص عادات و اطوار، حسن خلق کی مالک اور اپنے شوہر سے پیار کرنے والی ہو۔ ایسی عورت کے چناؤ کا سبب یہ بھی ہے کہ میاں بیوی کی باہمی محبت سے ہی گھریلو زندگی خوشگوار کر سکتی ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب عورت اپنے شوہر کو پسند کرتی ہو اور اس کے علاوہ دوسروں میں رغبت نہ رکھتی ہو۔

❷ ”وَلَسُوْدًا“ ایسی عورت جو بیچ زیادہ چنتی ہو۔ یہ چیز عورت کے خاندان کی حالت سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ ایسی

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۴۹۹) كتاب النكاح : باب النهي عن التبتل ، ابن ماجة (۱۸۴۹) ترمذی (۱۰۸۲)]

(۲) [بخاری (۵۰۷۳) كتاب النكاح : باب ما يكره من التبتل والحصاء ، مسلم (۱۴۰۲) أحمد (۱۷۵۱) ترمذی (۱۰۸۳) نسائی (۵۸۱/۶) ابن ماجة (۱۸۴۸) دارمی (۱۳۳/۲) ابن الجارود (۶۷۴) ابن حبان (۴۰۲۷)]

اتین اختیار کرنے کا سبب آپ ﷺ نے خود ہی بیان فرمادیا ہے کہ ”میں روز قیامت تمہاری کثرت کے باعث امتوں فرکرنا چاہتا ہوں۔“ اس لیے تم ﴿ تزوجوا الولود والولد ﴾ ”بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی خواتین سے نکاح کرو۔“ (۱)

نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ تم نے کنواری عورت سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ تو انہوں نے کہا بیوہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فہلا تزوجت بکرا تلاعبھا وتلاعبک ﴾ ”تم نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی تم سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی (یعنی لطف اندوز ہوتی)۔“ (۲)

خوبصورت اس لیے کیونکہ انبلاً انسانی طبیعت اس میں رغبت رکھتی ہے اور یہ عورت سے محبت والفت میں اضافے کا مٹ ہے نیز انسان کی اگر اپنی بیوی خوبصورت ہو تو وہ دیگر خوبرو خواتین کو دیکھ کر دلبرداشتہ نہیں ہوتا بلکہ مطمئن رہتا ہے۔

اس سے مراد ایسی عورت ہے جسے قریبی رشتہ داروں اور آباء و اجداد کی وجہ سے شرف و بزرگی حاصل ہو۔ علاوہ ازیں بچے حسب نسب والی عورت سے شادی کرنا انسان کے لیے باعث شرف و عزت بھی ہوتا ہے۔

یعنی شریعت کے احکام پر کاربند گناہوں سے بچنے والی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں تگ و دو کرنے والی خاتون۔ ایسی رت کو ترجیح اس لیے ہے کیونکہ یہ انسان کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کا باعث ہے۔

کیونکہ اس کا خاندان اس کے مال میں رغبت کی وجہ سے اس سے حسن سلوک سے پیش آئے گا اور ان کی اولاد بھی اپنی والدہ سے حاصل شدہ نفع کی بنا پر غنی ہوگی۔

یہ تمام خوبیاں اور صفات میسر ہوں تو بہتر ہے ورنہ صرف دین دار خاتون کو ہی ترجیح دی جائے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”عورت سے نکاح چار اسباب سے کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے اس کے خاندان کی وجہ سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔“ ﴿ فاضطر بذات الدین تربت یداک ﴾ پس تم دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر اگر ایسا نہ کرے تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں (یعنی تو نادام و بیان ہو)۔“ (۳)

جس روایت میں ہے کہ بہر صورت دین کی بنا پر ہی نکاح کرو اور دین دار سیاہ رنگ کی لوٹھی بھی افضل ہے۔“ وہ حیف ہے۔ (۴)

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۷۸۴) أحمد (۱۵۸/۳) الحلیة لأبی نعیم (۲۱۹/۴) طبرانی أوسط کما فی المجموع (۲۲۳۵) ابن حبان (۴۰۲۸) بیہقی (۸۱/۷)]

(۲) [بخاری (۲۰۹۷) کتاب البیوع : باب شراء الدواب والحمر، مسلم (۷۱۵) ابو داود (۳۵۰۵) ترمذی (۱۱۰۰) نسائی (۶۵/۶) أحمد (۳۰۸/۳)]

(۳) [بخاری (۵۰۹۰) کتاب النکاح : باب الإکفاء فی الدین، مسلم (۱۴۶۶) أحمد (۴۲۸/۲) دارمی (۱۳۳/۲) ابو داود (۲۰۴۷) ابن ماجہ (۱۸۵۸) أبو یعلیٰ (۶۵۷۸) الحلیة لأبی نعیم (۳۸۲/۸) دارقطنی (۳۰۲/۳)]

(۴) [ضعیف : ضعيف ابن ماجة (۴۰۹) الضعيفة (۱۰۶۰) ضعيف الحامح (۶۲/۶)]

یاد رہے کہ دین دار ہونے کے ساتھ ساتھ عورت کا خانگی معاملات سے واقف ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”عورتوں میں بہترین عورت قریش کی صالح عورت ہے جو اپنے بچے سے بہت زیادہ محبت کرنے والی اور اپنے شوہر کے مال اسباب میں اس کی بہت عمدہ نگہبان و دگران ثابت ہوتی ہے۔“ (۱)

لڑکی بڑی عمر کی ہو تو اس کی طرف پیغام نکاح بھیجا جائے گا ❶ اور	وَتُخْطَبُ الْكَبِيرَةُ إِلَىٰ نَفْسِهَا وَالْمُعْتَبَرُ
لڑکی سے اس کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ ❷	حُضُورُ الرِّضَا مِنْهَا

❶ حضرت أم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابو سلمہ کی وفات کے بعد ﴿ اُرْسِلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ يَخْطُبُنِي لَهُ ﴾ ”نبی ﷺ نے میری طرف حاطب بن ابی بلتعہ کو بھیجا وہ مجھے آپ ﷺ کے لیے پیغام نکاح دینے آیا تھا۔“ (۲)

❷ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَنْكَحِ الْأَيْمَ حَتَّى تَسْتَأْمَرَ وَلَا تَنْكَحِ الْبَكْرَ حَتَّى تَسْتَأْذِنَ ﴾ ”شوہر دیدہ کا نکاح اس سے امر طلب کرنے سے پہلے نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس سے اجازت لیے بغیر نہ کیا جائے۔“ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کنواری عورت اجازت کیسے دے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اِنْ تَسَكَّتْ ﴾ ”یہ کہ وہ خاموش رہے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کنواری سے اجازت لی جائے گی ﴿ وَاذْنَهَا صَمَاتُهَا ﴾ ”اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہی ہے۔“ (۴)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک کنواری لڑکی نبی ﷺ کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے حالانکہ وہ (اس شخص کو) ناپسند کرتی ہے ﴿ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ ﷺ ﴾ ”تو نبی ﷺ نے اسے اختیار دے دیا۔ (کہ وہ نکاح ختم کرنا چاہے تو کر سکتی ہے)۔“ (۵)

واضح رہے کہ یہ اس وقت ہے جب نکاح کے بعد ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو ورنہ رخصتی کے بعد خلع یا طلاق یا کسی شرعی سبب کی

(۱) [بخاری (۵۰۸۲) کتاب النکاح : باب إلی من ینکح وای النساء خیر.....]

(۲) [مسلم (۹۱۸) کتاب العناثر : باب ما یقال عند المصیبة نسائی (۳۲۵۴) أحمد (۳۱۳/۶)]

(۳) [بخاری (۵۱۳۶) کتاب النکاح : باب لا ینکح الأب وغیره البکر والثیب إلا برضاها مسلم (۱۴۱۹) ابو داود

(۲۰۹۴) ترمذی (۱۱۰۹) نسائی (۸۷۱۶) ابن ماجہ (۱۸۷۱) بیہقی (۱۲۰/۷)]

(۴) [مسلم (۱۴۲۱) کتاب النکاح : باب استئذان الثیب فی النکاح..... موطا (۵۲۴/۲) أحمد (۲۴۱/۱) دارمی

(۱۳۸/۲) ابو داود (۲۰۹۸) ترمذی (۱۱۰۸) نسائی (۸۴/۶) ابن ماجہ (۱۸۷۰) شرح السنۃ (۲۵/۵)

عبدالرزاق (۱۲۴/۶)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۴۵) کتاب النکاح : باب فی البکر یزوجها أبوها ولا یستامرہا ابن ماجہ

(۱۸۷۵) أحمد (۲۷۳/۱) دارقطنی (۲۳۴/۳)]

اپری اختیار ہو سکتا ہے۔ نیز یہ اجازت صرف کنواری بالغہ یا بوجہ بالغہ سے لی جائے گی جبکہ نابالغہ سے اجازت لینا ضروری نہیں
میں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس وقت کر دیا جب وہ چھ سال کی تھیں۔ (۱)

ایسے شخص کے متعلق جو اس کا کفو (ہمسر) ہو۔ ❶

لِمَنْ كَانَ كُفُوًا

❶ کس کس چیز میں کفایت کا اعتبار کیا جائے گا؟ اس مسئلے میں فقہانے طویل اختلاف کیا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ
کے اور لڑکی کا دین اور اخلاق میں برابر و کفو ہونا ہی کافی ہے اس کے علاوہ کسی چیز میں برابر ہونا ضروری نہیں۔ اور جن روایات
سے حسب نسب یا دیگر اشیاء میں برابری کا حکم لگایا جاتا ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا ان میں مذکورہ مسئلے کے لیے واضح دلیل موجود نہیں
ہے۔ مزید اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اے لوگو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک
دوسرے کو پہچانو“ کتب قبیلے بنادیے ہیں ﴿ اِنْ اَنْكُرْتُمْ كُنْهٖ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْفٰكُكُمْ ﴾ [الحجرات: ۱۳] ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم
سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔“

❷ ﴿ فَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ﴾ [البقرة: ۲۲۱] ”مشرك عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ
بان نہ لے آئیں۔“

❸ ﴿ اَلزَّوْجِي لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَاوِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ﴾ [النور: ۳] ”زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرك عورت سے ہی نکاح
رتا ہے۔“

❹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مِنْ تَرْضُوْنَ دِيْنَهُ وَخَلْقَهُ
زَوْجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ ﴾ ”جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا
دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کرو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔“ (۲)
ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ صرف دین و اخلاق میں ہی کفایت کا اعتبار کیا جائے گا۔

مالک) کفایت صرف دین کے ساتھ مختص ہے۔ (۳)

ابن حجر) بالاتفاق دین میں کفایت کا اعتبار کیا جائے گا لہذا کسی مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح جائز نہیں۔ (۴)

شوکانی) دین میں کفایت بالاتفاق معتبر ہے۔ (۵)

(۱) [بحاری (۵۱۳۳) کتاب النکاح: باب إنکاح الرجل ولده الصغار، مسلم (۱۴۲۲)]

(۲) [حسن: إرواء الغلیل (۱۸۶۸) ترمذی (۱۰۸۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۰۶/۴)]

(۴) [فتح الباری (۱۶۵/۱۰)]

(۵) [السلیل الحرار (۳۰۰/۲)]

مال میں کفایت ضروری نہیں جیسا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (ایک تاجر و مالدار شخص) کی بہن حضرت بلال رضی اللہ عنہ (حشی غلام) کے نکاح میں تھی۔ (۱)

اسی طرح حسب نسب میں بھی کفایت ضروری نہیں یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے خود زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو کہ غلام تھے) کا نکاح زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (جو ایک قریشی خاتون تھیں) سے کرادیا تھا۔ (۲)

علاوہ ازیں اگرچہ چھوٹی عمر کی لڑکی کا نکاح بڑی عمر کے لڑکے کے ساتھ تو جائز ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کی عمر ابھی نو سال تھی اور نبی ﷺ کی عمر چون (54) سال تھی۔ لیکن زیادہ مناسب اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کی عمروں کا بھی لحاظ رکھا جائے جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنهَا صَغِيرَةٌ﴾ ”بلاشبہ یہ چھوٹی عمر کی ہے۔“ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کا پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی۔ (۳)

اور لڑکی چھوٹی ہو تو اس کے ولی کو پیغام نکاح بھیجا جائے گا ❶ کنواری لڑکی کی رضامندی اس کی خاموشی ہی ہے ❷ دوران عدت پیغام نکاح بھیجتا ❸ اور کسی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام بھیج دینا حرام ہے۔ ❹	وَالصَّغِيرَةُ إِلَىٰ وَوَلِيَّهَا وَرِضَا الْبِكْرِ صَمْتُهَا وَتَعْوَمُ الْخَطْبَةَ فِي الْعِدَّةِ وَعَلَى الْخَطْبَةِ
---	--

❶ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَظَبَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِلَىٰ أَبِي بَكْرٍ﴾ ”نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔“ (۴)

❷ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿وَإِذَا نَهَا صَمَاتُهَا﴾ ”اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔“

❸ (1) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے خاوند نے اسے تیسری طلاق دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے رہائش اور خرچہ مقرر نہ فرمایا اور کہا ﴿إِذَا حَلَلْتَ فَادْبِئِنِّي﴾ ”جب تو ایام عدت گزار لے تو مجھے اطلاع دینا۔“ (۵)

اگرچہ مذکورہ مسئلے کے لیے اس حدیث سے استدلال تو کیا جاتا ہے لیکن فی الحقیقت اس میں اس مسئلے کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔ (واللہ اعلم)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ﴾ [البقرة: ۲۳۵] کی تفسیر کے متعلق

(۱) [دارقطنی (۳۰۲/۳)]

(۲) [تفسیر الباب فی علوم الکتاب (۵۵۳/۱۵)]

(۳) [صحيح: التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱۵۱/۲) نسائی (۷۰/۲)]

(۴) [بخاری (۵۰۸۱) کتاب النکاح: باب تزویج الصغار من الکبار]

(۵) [ابوداؤد (۲۲۸۴) کتاب الطلاق: باب فی نفقه المبتونة مؤطا (۵۸۰/۲) مسلم (۱۴۸۰) نسائی (۷۵/۶)]

[یہقی (۱۸۰/۷) ابن الحارود (۷۶۰) شرح معانی الآثار (۶۵۳)]

کہا کہ کوئی شخص کسی ایسی عورت سے جو عدت میں ہو کہے کہ میرا نکاح کا ارادہ ہے اور میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی نیک بخت عورت میسر آ جائے۔ (۱)

اس حدیث پر امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا بیان کہ ”تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان (یعنی عدت میں بیٹھنے والی عورتوں سے) پیغام نکاح کے بارے میں کوئی بات اشارے سے کہو یا ارادہ اپنے دلوں میں ہی چھپا کے رکھو اللہ کو تو علم ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دوران عدت عورت سے اگر اشارے کنائے سے نکاح کے متعلق بات کر لی جائے جس کی صورت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلا دی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور گناہ صرف واضح طور پر پیغام نکاح بھیجنے میں ہے۔

(شوکانیؒ) خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر عدت گزارنے والی عورت کو صرف بھینچا پیغام نکاح بھیجنا حرام ہے۔ (۲)

(شافعیؒ) کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ طلاق رجعی کی عدت میں عورت سے پیغام نکاح کے متعلق اشارے سے بھی بات کرے۔ (۳)

جو عورت وفات کی عدت گزار رہی ہو اس سے اشارے اور کنائے سے بات کی جاسکتی ہے اور جو عورت طلاق بتہ کی عدت گزار رہی ہو اس سے اشارے کے ساتھ بات کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے۔ (۴)

① (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یخطب الرجل علی خطبة أخیه حتی ینکح أو یترک ﴾ ”کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ بھیجتی حتیٰ کہ وہ نکاح کر لے یا چھوڑ دے۔“ (۵)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے ﴿ حتی یترک الخاطب قبله أو یاذن له الخاطب ﴾ ”تا وقتیکہ اس سے پہلے پیغام نکاح دینے والا خود چھوڑ دے یا پیغام نکاح دینے والا اجازت دے۔“ (۶)

(جمہور، نوویؒ) ان احادیث میں ممانعت حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔ (۷)

(۱) [بخاری (۵۱۲۴) کتاب النکاح]

(۲) [نیل الأوطار (۱۸۳/۴)]

(۳) [أیضاً]

(۴) [فتح الباری (۱۷۹/۹) تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۲۰۰/۴)]

(۵) [بخاری (۵۱۴۴) کتاب النکاح: باب لا یخطب علی خطبة أخیه حتی ینکح أو یدع؛ نسائی (۷۳/۶) أحمد

(۴۶۲/۲) حمیدی (۱۰۲۷) بیہقی (۱۸۰/۷) شرح معانی الآثار (۴/۳)]

(۶) [بخاری (۵۱۴۲) ایضاً؛ أحمد (۴۲/۲) نسائی (۷۳/۶)]

(۷) [نیل الأوطار (۸۰/۴) فتح الباری (۲۵۰/۱۰) شرح مسلم (۲۱۴/۵)]

وَيَجُوزُ النَّظَرُ إِلَى الْمَخْطُوبَةِ

مگتیر کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے۔ ❶

❶ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجا تو نبی ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا ”نہیں“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَانظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهٗ أَحْرَىٰ أَنْ يُؤَدِمَ بَيْنَكُمَا﴾ ”اسے دیکھ لو اس طرح زیادہ توقع ہے کہ تم میں اُلقت پیدا ہو جائے۔“ (۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے اگر ممکن ہو تو اس سے وہ کچھ دیکھ لے جو اس کے لیے نکاح کا باعث ہو۔“ (۲)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إِذَا أَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِ امْرَأَةٍ فِئْتَابَ امْرَأَةٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا﴾ ”جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے دل میں کسی عورت کو پیغام نکاح دینے کے متعلق (کوئی بات) ڈال دے تو پھر اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ وہ شخص اسے دیکھ لے۔“ (۳)

(4) ایک خاتون نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر عرض کیا کہ میں خود کو آپ کے لیے بہہ کرنے آئی ہوں ﴿فَنظَرَ رَسُولُ اللَّهِ فَصَعِدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَاطَأَ رَسُولُ اللَّهِ رَأْسَهُ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک نظر دیکھا پھر نظر اوپر نیچے کر کے ذرا غور سے دیکھا اور پھر اپنا سر نیچے کر لیا۔“ (۴)

وَلَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔ ❶

❶ (1) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ﴾ ”ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔“ (۵)

(1) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۵۱۱) کتاب النکاح: باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها، ابن ماجہ (۱۸۶۵) أحمد (۲۴۴/۴) دارمی (۱۳۴/۲) ترمذی (۱۰۸۷) نسائی (۱۴۱/۳) عبد الرزاق (۱۳۳۵) دارقطنی (۲۵۲/۳) ابن الحارود (۶۷۵) شرح معانی الآثار (۱۴۱/۳) شرح السنة (۱۴۱/۵)]

(2) [حسن: صحیح ابو داود (۱۸۳۲) کتاب النکاح: باب في الرجل ينظر إلى المرأة..... أحمد (۳۳۴/۳) ابو داود (۲۰۸۲) شرح معانی الآثار (۱۴۱/۳) حاکم (۱۶۵/۲) بیہقی (۸۴/۷)]

(3) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۵۱۰) کتاب النکاح: باب النظر إلى المرأة..... ابن ماجہ (۱۸۶۴) ابن ابی شیبہ (۲۵۶/۴) أحمد (۲۲۵/۴) شرح معانی الآثار (۱۳/۳) طبرانی کبیر (۲۲۴/۱۹)]

(4) [بخاری (۵۱۳۵) کتاب النکاح: باب السلطان ولی..... مسلم (۱۴۲۵) ابو داود (۲۱۱۱) ترمذی (۱۱۱۴) نسائی (۱۲۳/۶) ابن ماجہ (۱۸۸۹) مؤطا (۵۲۶/۲) دارمی (۱۴۲/۲) شرح معانی الآثار (۱۶/۳) دارقطنی (۲۴۷/۳)]

(5) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۸۳۶) کتاب النکاح: باب في الولي، ابو داود (۲۰۸۵) ترمذی (۱۱۰۱) دارم (۱۳۷/۲) أحمد (۳۹۴/۴) ابن ماجہ (۱۸۸۱) ابن الحارود (۷۰۱) أبو یعلیٰ (۱۹۵/۱۳) ابن حبان (۱۲۴۳) الموارد دارقطنی (۲۱۸/۳) حاکم (۱۷۰/۲) بیہقی (۱۰۷/۷)]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ایسا امرأۃ نکحت بغیر إذن ولیہا فنکاحہا باطل ثلاث مرات ﴾ ”جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔“ (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تزوج المرأة المرأة ولا تزوج المرأة نفسها فبان الزانية هي التي تزوج نفسها ﴾ ”کوئی عورت کسی دوسری عورت کا (ولی بن کر) نکاح نہ کرے اور نہ ہی خود اپنا نکاح کرے بلاشبہ وہ عورت زانیہ ہے جس نے اپنا نکاح خود کر لیا۔“ (۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا نکاح منعقد ہونے کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اور اس کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوتا۔

(جمہور، مالک، شافعی) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن منذر) کسی صحابی سے بھی اس کی مخالفت مروی نہیں۔

(ابو حنیفہ) کسی صورت میں بھی ولی کی اجازت ضروری نہیں۔

(اہل ظاہر) کنواری لڑکی کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے جبکہ شوہر دیدہ کے لیے نہیں۔ (۳)

(قرطبی) اس آیت ﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ﴾ [البقرة: ۲۲۱] کے متعلق رقمطراز ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ (۴)

(شمس الحق عظیم آبادی) حق یہی ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے۔ (۵)

(عبدالرحمن مبارکپوری) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

جن احادیث میں یہ الفاظ ہیں ﴿ الثيب أحق بنفسها من وليها ﴾ ”شوہر دیدہ عورت اپنے نفس کے متعلق اپنے ولی

(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۸۳۵) ایضاً ابو داؤد (۲۰۸۳) أحمد (۴۷/۶) ترمذی (۱۱۰۲) ابن ماجہ (۱۸۷۹) ابن الحارود (۷۰۰) دارمی (۷/۳) دارقطنی (۲۲۱/۳) حاکم (۱۶۸/۲) بیہقی (۱۰۵/۷) أبو یعلیٰ (۱۴۷/۸)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۵۲۷) کتاب النکاح : باب لا نکاح إلا بولی ابن ماجہ (۱۸۸۲) دارقطنی (۲۲۷/۳) بیہقی (۱۱۰/۷) شیخ البانی نے زانیہ والے جملے کے علاوہ اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [فتح الباری (۱۸۷/۹) بداية المصنف (۲۰/۳) نیل الأوطار (۱۹۵/۴) سبل السلام (۱۳۲۰/۳) الروضة البديية (۳۰/۲) المغنی (۳۴۰/۹)]

(۴) [تفسیر قرطبی (۴۹/۳)]

(۵) [عون المعبود (۱۹۱/۲)]

(۶) [تحفة الأحوذی (۲۴۱/۴)]

سے زیادہ حق رکھتی ہے۔“ (۱)

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ﴿لِيسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الْوَالِدِ عَمْرٌ﴾ ”شوہر دیدہ عورت کے بارے میں ولی کا کوئی اختیار نہیں۔“ (۲)

وہ گذشتہ احادیث کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ان میں تو محض شوہر دیدہ خواتین کو زیادہ حق دار قرار دیا گیا ہے کہ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ کم اختیار بھی کسی کا ابھی باقی ہے اور وہ ولی کا ہے یعنی شوہر دیدہ عورت ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہے اس لیے وہ جہاں چاہے اس کے اولیاء کو وہیں اس کا نکاح کر دینا چاہیے۔ ان احادیث میں ایسا کہیں بھی نہیں ہے کہ عورت ولی کے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔

جو لوگ ولی کی اجازت ضروری تصور نہیں کرتے ان کے دلائل یہ ہیں:

(1) جن آیات میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے مثلاً ﴿حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ [البقرة: ۲۳۰] ”حتیٰ کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور سے شادی کر لے۔“ ﴿فَلَا تَعْضَلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ [البقرة: ۲۳۲] ”انہیں اپنے (پہلے) خاوندوں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔“

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگرچہ ان آیات میں بظاہر نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہی کی گئی ہے لیکن دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت نکاح کرے لیکن ولی کی اجازت کے ساتھ اگر ان آیات کے بعد ولی کی اجازت کا حکم منسوخ ہو گیا تھا تو نبی ﷺ بتلا دیتے حالانکہ ایسی کوئی بات منقول نہیں۔

(2) اسے بیچ پر قیاس کیا جاتا ہے یعنی جیسے بیچ کے انعقاد میں محض بائع اور مشتری کی رضامندی ہی کافی ہے اسی طرح نکاح میں بھی لڑکے اور لڑکی کی رضامندی ہی کافی ہے۔

یاد رہے کہ قیاس نص کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اس لیے یہ باطل ہے۔

○ واضح رہے کہ ولی سے مراد باپ ہے، باپ کی غیر موجودگی میں دادا، پھر بھائی، پھر چچا ہے (یعنی عصبہ رشتہ دار)۔ اگر کسی کے دو ولی ہوں اور نکاح کے موقع پر کوئی اختلاف واقع ہو جائے تو ترجیح قریبی ولی کو ہوگی اور اگر دونوں ولی برابر حیثیت کے ہوں تو اختلاف کی صورت میں حاکم ولی ہوگا۔

اور دو گواہوں کے بغیر بھی نکاح نہیں ہوتا۔ ①

وَشَاهِدَيْنِ

① (1) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا نِكَاحَ إِلَّا بَوَلَىٰ وَشَاهِدَيْنِ﴾

(1) [مسلم (۱۴۲۱) ابو داؤد (۲۰۹۸) ترمذی (۱۱۰۸) ابن ماجہ (۱۸۷۰) نسائی (۸۴) دارمی (۱۳۸/۲) بیہقی

(۱۵۰/۷) طحاوی (۳۶۶/۴) شرح السنة (۳۰/۹) حمیدی (۲۳۹/۱)]

(۲) [ضعیف: التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة (۱۵۶/۲) ابو داؤد (۲۱۰۰) کتاب النکاح: باب فی النیب،

نسائی (۸۴/۶) ابن حبان (۱۲۴۱-الموارد)]

عدل ﴿ ”ولی اور دو گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔“ (۱)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ﴿ وشاہدی عدل ﴾ ”دو یا تندر گواہ“ کے لفظ ہیں۔ (۲)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ﴿ لا نکاح إلا بشاہدی عدل وولی مرشد ﴾ ”دو عادل گواہوں اور ایک مرشد

ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔“ (۳)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ البغایا اللاتی ینکحن أنفسهن بغیر بینة ﴾

”وہ عورتیں بدکار ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح کر لیتی ہیں۔“ (۴)

امام ترمذی رقمطراز ہیں کہ صحابہ و تابعین میں سے اہل علم کا اسی پر عمل ہے یعنی گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (۵)

(شافعیؒ) نکاح مردوں کی گواہی کے بغیر نہیں ہوتا نیز گواہوں میں عدالت کی شرط لگائی جائے گی۔

(ابوضیفہؒ، احمدؒ) نکاح میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی کافی ہے اور احناف کے نزدیک عدالت شرط نہیں۔

(مالکؒ) شہادت کے علاوہ محض اعلان نکاح ہی کافی ہے۔ (۶)

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح ہے۔ (۷)

603- نکاح خفیہ نہیں بلکہ اعلانیہ کرنا چاہیے

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اعلنوا النکاح ﴾ ”نکاح کا

اعلان کرو۔“ (۸)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے نکاح کا معاملہ لایا گیا جس میں صرف ایک مرد اور ایک عورت گواہ تھے تو انہوں نے

فرمایا ﴿ هذا نکاح السر ولا احيزه ولو كنت تقدمت فيه لرحمت ﴾ ”یہ خفیہ نکاح ہے اور میں اسے جائز قرار نہیں دیتا

اور اگر میں اس میں شریک ہوتا تو رجیم کر دیتا۔“ (۹)

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۸۶۰) دارقطنی (۲۲۵/۳) بیہقی (۱۲۵/۷)]

(۲) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۸۵۸) دارقطنی (۲۲۵/۳) بیہقی (۱۲۵/۷)]

(۳) [صحیح موقوف : إرواء الغلیل (۱۸۴۴)]

(۴) [ضعیف : إرواء الغلیل (۱۸۶۲)]

(۵) [ترمذی (بعد الحدیث ۱۱۰۳) کتاب النکاح : باب ما جاء لانکاح إلا بینة]

(۶) [تحفة الأحمودی (۲۴۴/۴) المہذب (۴۱۱۲) مغنی المحتاج (۱۴۴/۳) المبسوط (۳۱/۵) تحفة الفقہاء

(۱۹۷/۲) الوجیز (۴/۲) البناية (۲۹/۴)]

(۷) [نبیل الأوطار (۲۰۳/۴) تحفة الأحمودی (۲۴۴/۴)]

(۸) [حسن : آداب الزفاف (ص ۱۸۳)]

(۹) [موطأ (۵۳۵/۲)]

إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَاضِلًا أَوْ غَيْرَ مُسْلِمٍ ۖ إِلَّا كَرَوِي (شوہر دیدہ کی رضامین) رکاوٹ بن رہا ہو ❶ یا غیر مسلم ہو۔ ❷

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَلَا تَعْضَلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ﴾ [البقرة: ۲۳۲] ”پس تم انہیں مت روکو کہ وہ اپنے (پہلے) شوہروں سے نکاح کر لیں۔“

❷ جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ نے بغیر ولی کے ہی نکاح کیا کیونکہ نکاح کے وقت ان کا سر پرست ابھی کافر ہی تھا۔ (۱)

واضح رہے کہ ان صورتوں میں بھی عورت از خود نکاح نہیں کر سکتی بلکہ حاکم وقت عورت کا سر پرست و ولی ہوگا جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرانے والا نجاشی (حاکم وقت) تھا۔

وَتَجُوزُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الرِّجَالِ أَنْ يُؤْتِيَهَا بِعَقْدِ النِّكَاحِ وَلَوْ وَاحِدًا ۖ

زوجین میں سے ہر ایک کے لیے جائز ہے کہ وہ عقد نکاح کے لیے اپنا نمائندہ مقرر کر لیں خواہ دونوں کا ایک ہی نمائندہ ہو۔ ❶

❶ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی سے کہا ”کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ میں تمہاری شادی فلاں عورت سے کر دوں؟ اس نے کہا ”ہاں“ پھر آپ ﷺ نے عورت سے کہا ”کیا تمہیں پسند ہے کہ میں تمہاری شادی فلاں مرد سے کر دوں؟“ تو اس نے کہا ”ہاں“ لہذا آپ ﷺ نے ان کی شادی کرا دی۔ (۲)

(مالک، ابوضیفہ) اسی کے قائل ہیں۔ امام اوزاعی، امام ربیعہ، امام ثوری، امام لیث اور امام ابو ثور رحمہم اللہ جمعین وغیرہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔

(شافعی) یہ عمل جائز نہیں۔ (۳)

(واجب) پہلا موقف راجح ہے کیونکہ گزشتہ حدیث اس کا ثبوت ہے۔

متفرقات

604- خطبہ نکاح پڑھنا مسنون ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حاجت و ضرورت کے لیے یہ خطبہ سکھایا:

”إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ حَمْدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا“

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۸۵۳) كتاب النكاح ' الروضة الندية (۲۲/۲) ابو داود (۲۱۰۷) نسائي (۳۳۰۰)]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۸۵۹) كتاب النكاح : باب فيمن تزوج ولم يسم صداقا حتى مات ' إرواء الغليل

(۱۹۲۴) ابو داود (۲۱۱۷)]

(۳) [نيل الأوطار (۲۱۰/۴) الروضة الندية (۳۲/۲) البحر الزخار (۲۵/۳)]

مَنْ يَهْدِيهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ (۱)

- (۱) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران : ۱۰۲]
 - (۲) ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا
وِنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء : ۱]
 - (۳) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ
يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب : ۷۰-۷۱]
- أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ
مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ - (۲)

بیہقی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿اذا أراد أحدكم أن يخاطب لِحاجة من النكاح أو غيره فليقل : الحمد
لله نحمده..... الخ﴾ ”جب تم میں سے کوئی نکاح یا اس کے علاوہ کسی حاجت کے لیے خطبہ دینے کا ارادہ کرے تو کہے
الحمد لله نحمده..... الخ“ - (۳)

شیخ البانی کی تحقیق کے مطابق نبی ﷺ اپنا خطبہ انہی الفاظ سے شروع کرتے تھے خواہ وہ خطبہ نکاح کا ہوتا یا جمعہ کا یا اس
کے علاوہ کوئی اور۔ (۴)

○ یاد رہے کہ خطبہ نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو کلمہ شہادت پڑھانا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

605- جس کی شادی ہو اسے ان الفاظ میں مبارکباد دی جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب کسی شخص کو دیکھتے کہ اس نے شادی کی ہے تو فرماتے ”بَارَكَ
اللَّهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ“ (۵)

606- شریعت میں کثیر التعداد بارات کا تصور نہیں

کیونکہ خرچ کا زبردردار روکھنہرایا گیا ہے ﴿وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ [النساء : ۳۴] علاوہ ازیں نکاح سے پہلے

- (۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۸۶۰) کتاب النکاح : باب خطبة النكاح ، ابو داؤد (۲۱۱۸) نسائی (۱۰۴/۳)]
حاکم (۱۸۲/۲) بیہقی (۱۴۶/۷)
- (۲) [تمام المنة (ص/۳۳۴-۳۳۵) إرواء الغلیل (۶۰۸)]
- (۳) [بیہقی (۱۴۶/۷) تلخیص الحبیر (۳۱۵/۳)]
- (۴) [خطبة الحاحة للألبانی]
- (۵) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۸۶۶) کتاب النکاح : باب ما يقال للمتزوج ، ابو داؤد (۲۱۳۰) ترمذی (۱۰۹۱)
أحمد (۳۸۱/۲) ابن ماجة (۱۹۰۵) ابن حبان (۴۰۵۲) حاکم (۱۸۳/۲) بیہقی (۱۴۸/۷)]

رسم حنا (مہندی کے لیے اجتماع اور گانا بجانا) اور جھیر کا مطالبہ یا لڑکی والوں کی طرف سے من پسند مہر کی تعیین بھی ناجائز ہے۔

607- مسجد میں نکاح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المسجد﴾
 ”اس نکاح کا اعلان کرو اور اسے مسجد میں کرو۔“ (۱)
 اس حدیث کی وجہ سے امام شوکانیؒ نے مسجد میں نکاح کو مستحب قرار دیا ہے۔ (۲)

608- بروز جمعہ نکاح

امام ابن قدامہؒ نے اسے مستحب کہا ہے کیونکہ سلف کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے اور اس لیے بھی کیونکہ یہ شرف والا اور عید کا دن ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ (۳)

609- ولیمہ مشروع ہے

- (۱) نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿اولم ولو بشاة﴾ ”ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی کرو۔“ (۴)
 - (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی کسی بیوی پر اس قدر ولیمہ نہیں کیا جو نبی ﷺ پر کیا (اس میں آپ ﷺ نے ایک بکری کے ساتھ ولیمہ کیا۔) (۵)
 - (۳) نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت بھجورا اور ستو کے ساتھ ولیمہ کیا۔ (۶)
 - (۴) نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی کا ولیمہ دو مد (تقریباً سو اسیر 1:25) جو کے ساتھ کیا۔“ (۷)
- قاضی عیاضؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ولیمہ میں کسی بیشی کی کوئی قید نہیں بلکہ حسب ضرورت اور حسب توفیق ویسے کا کھانا پکایا جا سکتا ہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (۸)

- (۱) [ضعیف : ضعیف ترمذی (۱۸۵) کتاب النکاح : باب ما جاء في إعلان النكاح : ترمذی (۱۰۸۹)] شیخ صحتی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق على السيل الحرار (۲۳۶/۲)]
- (۲) [السيل الحرار (۲۴۷/۲)]
- (۳) [المغنی (۴۷۰/۹)]
- (۴) [بخاری (۵۱۶۷) کتاب النکاح : باب الوليمة ولو بشاة : مسلم (۱۴۲۷) ابو داود (۲۱۰۹) ترمذی (۱۰۹۴) نسائی (۱۱۹/۶) مؤطا (۵۴۵/۲) ابن ماجہ (۱۹۰۷)]
- (۵) [بخاری (۵۱۶۸) ایضاً : مسلم (۱۴۲۸) ابو داود (۳۷۴۳) أحمد (۲۲۷/۳)]
- (۶) [صحیح : صحیح ترمذی (۸۷۵) کتاب النکاح : باب الوليمة : ترمذی (۱۰۹۵) ابو داود (۳۷۴۴) ابن ماجہ (۱۹۰۹) أبو یعلیٰ (۳۵۵۹) ابن حبان (۴۰۶۱) بیہقی (۲۶۰/۷)]
- (۷) [بخاری (۵۱۷۲) کتاب النکاح : باب من أولم بأقل من شاة]
- (۸) [نیل الأوطار (۲۶۰/۴)]

610- ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا﴾ ”جب تم میں سے کسی کو ویسے کی دعوت دی جائے تو وہ اس میں شرکت کرے۔“ (۱)
لیکن کھانا ضروری نہیں۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فِيَانِ شَاءَ طَعْمٌ وَإِنْ شَاءَ تَرَكٌ﴾ ”اگر چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔“ (۲)

تاہم جن دعوتوں میں منکرات یعنی گانے باجے اور بے پردگی وغیرہ کا اندیشہ ہو اور انسان انہیں روکنے کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر ان سے اجتناب ہی بہتر ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دسترخوانوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جن پر شراب پیش کی جاتی ہے۔ (۳) دیگر تمام گناہوں کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ (۴)



(۱) [بخاری (۵۱۷۳) کتاب النکاح : باب حق إجابة الوليمة والدعوة.....]

(۲) [مسلم (۱۴۳۰) ابو داود (۳۷۴۰) ابن ماجہ (۱۷۵۱) أحمد (۳۹۲/۳) مشکل الآثار (۱۴۸/۴) ابن حبان (۵۳۰۳)]

(۳) [ترمذی (۷۲۷۵) کتاب الأدب : باب ما جاء في دخول الحمام، أحمد (۱۴۱۲۴) دارمی (۲۰۰۰)]

(۴) [الروضة الندية (۳۳/۲)]

حرام نکاح

وَنِكَاحِ الْمُتَمَعَةِ مُنْسُوخٌ

متعہ کا نکاح ① منسوخ ہے۔ ②

① متعہ کسی عورت سے ایک مقررہ مدت تک نکاح کر لینے کو کہتے ہیں مثلاً دو دن یا تین دن یا اس کے علاوہ کوئی اور مدت۔ (۱)

پہلے یہ نکاح مباح تھا جیسا کہ:

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں اس لیے ہم نے عرض کیا کہ ہم اپنے آپ کو خضی کیوں نہ کر لیں لیکن آپ ﷺ نے ہمیں اس سے روک دیا اور پھر ہمیں یہ رخصت دی کہ ہم کسی عورت سے کپڑے (یا کسی بھی چیز) کے بدلے نکاح کر سکتے ہیں۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی ”اے ایمان والو! اپنے اوپر ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں۔“ [المائدہ: ۸۷] (۲)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورتوں کے ساتھ متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی اجازت دی۔ پھر ان کے ایک غلام نے ان سے پوچھا کہ اس کی اجازت سخت مجبوری یا عورتوں کی کمی یا اس جیسی صورتوں میں ہوگی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ”ہاں۔“ (۳)

② پھر اس نکاح سے قیامت تک کے لیے روک دیا گیا جیسا کہ:

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُتَمَعِ وَعَنِ لَحْمِ الْحَمْرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ﴾ ”نبی ﷺ نے جنگ خیبر کے وقت نکاح متعہ اور گھریلوں گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا۔“ (۴)

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ أوطاس کے موقع پر تین روز کے لیے نکاح متعہ کی

(۱) [التعليقات الرضية للألباني (۸/۲۶۴)]

(۲) [بخاری (۴۶۱۵) كتاب التفسير: باب قوله تعالى: يا ايها الذين آمنوا لا تحرموا..... مسلم (۱۴۰۴) ابن ابى شيبه

(۲۹۲/۱۷) طحاوی (۲۴/۳) ابن حبان (۴۱۴۱) بیہقی (۷۹/۷)]

(۳) [بخاری (۵۱۱۶) كتاب النكاح: باب نهى رسول الله عن نكاح المتعة أخيراً]

(۴) [بخاری (۵۱۱۵) أيضا 'مسلم (۱۴۰۷) مؤطا (۵۴۲/۲) نسائی (۱۲۵/۶) ترمذی (۱۱۲/۱) ابن ماجه

(۱۹۶۱) دارمی (۱۴۰/۲) حمیدی (۲۲/۱)]

بازت دی ﴿ثم نهی عنها﴾ ”پھر اس سے روک دیا۔“ (۱)

(3) حضرت سبرہ جینی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میں نے تمہیں عورتوں سے متد کر کے کی اجازت دی

فی ﴿وإن الله حرم ذلك إلى يوم القيمة﴾ ”اب اسے اللہ تعالیٰ نے تاروز قیامت حرام کر دیا ہے۔“ (۲)

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ کہا ”رسول اللہ ﷺ نے متد کی ہمیں تین مرتبہ اجازت دی پھر اسے حرام کر دیا۔ اللہ کی

تم مجھے کسی بھی شادی شدہ کے نکاح متد کا علم ہوگا تو میں اسے پتھروں کے ساتھ رجم کر دوں گا۔“ (۳)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ایسی روایت بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح

تد کی حلت منسوخ ہے۔ (۴)

ابن جرّ رخصت کے بعد چھ مختلف مقامات پر نکاح متد کا منسوخ ہو جانا مروی ہے۔

(1) خیبر میں (2) عمرۃ القضاء میں (3) فتح مکہ کے سال

(4) اوطاس کے سال (5) غزوہ تبوک میں (6) حجۃ الوداع میں (۷)

نووی درست بات یہ ہے کہ متعدد مرتبہ حرام ہوا اور وہی مرتبہ جائز ہوا۔ چنانچہ یہ غزوہ خیبر سے پہلے طلال تھا پھر اسے غزوہ

خیبر کے موقع پر حرام کیا گیا۔ پھر اسے فتح مکہ کے موقع پر جائز کیا گیا اور عام اوطاس بھی اسی کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیشہ

میشہ کے لیے اسے حرام کر دیا گیا۔ (۶)

(خطابی) متد کی حرمت مسلمانوں میں اجماع کی طرح ہے، لاکہ بعض شیعہ حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (۷)

(جمہور سلف و خلف) نکاح متد منسوخ ہو چکا ہے۔ (۸)

(قاضی عیاض) اس کی حرمت پر علما نے اجماع کیا ہے، لاکہ روانفص (یعنی شیعہ حضرات) اسے جائز کہتے ہیں۔ (۹)

(۱) [مسلم (۱۴۰۵) کتاب النکاح : باب نکاح المتعة و بیان أنه ایبح..... أحمد (۵۵۱۴) دارقطنی (۲۵۸۱۳) بیہقی

(۲۰۴۱۷) ابن ابی شیبہ (۲۹۲/۴)]

(۲) [مسلم (۱۴۰۶) أيضا ابو داود (۲۰۷۲) نسائی (۱۲۶/۶) ابن ماجہ (۱۹۲۲) حمیدی (۸۴۶) أحمد

(۴۰۴/۳)]

(۳) [حسن : صحیح ابن ماجہ (۱۵۹۸) کتاب النکاح : باب النهی عن نکاح المتعة، ابن ماجہ (۱۹۶۳)] حافظ ابن حجر

نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تلخیص الحیبر (۱۰۴/۳)]

(۴) [بخاری (۵۱۱۹) کتاب النکاح]

(۵) [فتح الباری (۱۷۳/۹)]

(۶) [شرح مسلم (۱۸۱/۹)]

(۷) [معانم السنن (۱۹۰/۳)]

(۸) [فتح الباری (۱۷۳/۹)]

(۹) [شرح مسلم للنووی (۷۹/۹)]

وَالْتَحْلِيلُ حَرَامٌ

اور حلالہ ① کرنا حرام ہے۔ ②

① حلالہ ایسے عقد کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص مطلقہ ثلاثہ سے محض طلاق کی نیت سے ہی نکاح و مباشرت کرتا ہے تاکہ وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے۔ اس غرض سے نکاح کرنے والے کو ”محلل“ (حلالہ کرنے والا) اور جس کے لیے عورت کو حلال کیا جا رہا ہو اسے ”محلل لہ“ (یعنی پہلا شوہر) کہتے ہیں۔

② (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُحْلِلَ وَالْمَحْلِلَ لَهُ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔“ (۱)

(2) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کیا میں تمہیں ادھار کے سائڈ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿هُوَ الْمُحْلِلُ لَعَنَ اللَّهُ الْمُحْلِلَ وَالْمَحْلِلَ لَهُ﴾ ”وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔“ (۲)

یہ حدیث حلالہ کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ لعنت صرف حرام کے مرتکب پر ہی ہوتی ہے۔ ہر حرام ممنوع ہوتا ہے اور ہر ممنوع کام عقد کے فاسد ہونے کا متقاضی ہے۔ (۳)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں لوگ حلالہ کو بدکاری شمار کرتے تھے۔ (۴)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حلالہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا ﴿كُلَاهِمَا زَانٌ﴾ ”دونوں بدکار ہیں۔“ (۵)

(5) حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ”میرے پاس حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں لائے گئے تو میں دونوں کو رجم کروں گا۔“ (۶)

(جمہور) حلالہ حرام ہے۔

(احناف) حلالہ جائز ہے (حتیٰ کہ ان کی بعض کتب میں ایسے شخص کو اجر کا مستحق بھی کہا گیا ہے)۔ (۷)

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی (۸۹۴) کتاب النکاح : باب ما جاء في المحلل والمحلل له * ترمذی (۱۱۲۰) نسائی (۱۴۹/۶) دارمی (۱۵۸/۲) بیہقی (۲۰۸/۷) أحمد (۴۴۸/۱)]

(۲) [حسن : صحیح ابن ماجہ (۱۵۷۲) کتاب النکاح : باب المحلل والمحلل له * إرواء الغلیل (۳۰۹/۶) ابن ماجہ (۱۹۳۶) دارقطنی (۲۵۱/۳) حاکم (۱۹۹/۲) بیہقی (۳۰۸/۷)]

(۳) [سبیل السلام (۱۳۳۶/۳)]

(۴) [حاکم (۱۹۹/۲) طبرانی أوسط کما فی المجمع (۲۶۷/۴) امام بیہقی نے اس کے رجال کو صحیح کے رجال کہا ہے۔]

(۵) [ابن ابی شیبہ (۲۹۴/۴) شیخ صحیح طلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی الروضة الندية (۳۸۱/۲)]

(۶) [ابن ابی شیبہ (۲۹۴/۴) عبدالرزاق (۳۴۸/۶)]

(۷) [تحفة الأحوذی (۲۸۱/۴) نیل الأوطار (۲۱۸/۴)]

تیمیہ) حلالے کے نکاح کے بطلان پر امت کا اتفاق ہے۔ (۱)
 تميم) حلالہ کرنے والے کا نکاح کسی دین میں کبھی بھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہی کسی ایک صحابی نے بھی ایسا کیا اور نہ ان میں
 کسی نے اس کا فتویٰ ہی دیا ہے۔ (۲)
 الراحمین مبارکپوری) حلالہ حرام ہے۔ (۳)

اور اسی طرح نکاح شغار ① بھی حرام ہے۔ ②	وَكَذَلِكَ الشُّغَارُ
--	-----------------------

لفظ شغار باب شَاغَرَ يَشَاغُرُ (مفاعلة وفعال) سے مصدر ہے۔ باب شَغَرَ (فتح) ”کتے کا ایک ٹانگ اٹھا کر
 بکرتا“ (نصر) ”جلا وطن کرنا۔“ (۴)
 کسی کے ساتھ اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرنا کہ وہ بھی اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس سے کرے نکاح شغار
 اتا ہے۔

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لَا شُغَارَ فِي الْإِسْلَامِ﴾ ”نکاح شغار اسلام
 میں“ (۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الشُّغَارِ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار
 منع فرمایا ہے۔“ اور شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی دوسرے آدمی سے اس شرط پر بیاہ دے کہ وہ اپنی بیٹی اس سے بیاہ دے
 دونوں کا کوئی مہر مقرر نہ ہو۔ (۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں شغار کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ”کوئی آدمی کہے کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر
 و میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کر دیتا ہوں یا (کہے کہ) اپنی بہن کی شادی مجھ سے کروادو میں اپنی بہن کی شادی تم سے کر
 اہوں۔“ (۷)

(۱) [فتاویٰ النساء لابن تیمیہ (ص/۲۴۲)]

(۲) [أعلام الموقعین (۴۱۳-۴۳)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۲۸۰/۴)]

(۴) [المنجد (ص/۴۳۶)]

(۵) [مسلم (۱۴۱۵)]

(۶) [بخاری (۵۱۱۲) کتاب النکاح : باب الشغار، مسلم (۱۴۱۵) مؤطا (۵۳۵/۲) أحمد (۶۲۲) ابو داود

(۲۰۷۴) ترمذی (۱۱۲۴) دارمی (۱۳۶/۲) نسائی (۱۱۰/۶) ابن ماجہ (۱۸۸۳) عبدالرزاق (۱۸۴/۶) أبو

یعلیٰ (۵۷۹۵) بیہقی (۹۹/۷)]

(۷) [أحمد (۴۳۹/۲) مسلم (۱۴۱۶) کتاب النکاح : باب تحريم نکاح الشغار و بطلانه، نسائی (۱۱۲/۶) ابن ماجہ

(۱۸۸۴) بیہقی (۲۰۰/۷)]

یاد رہے کہ ہر ایسا نکاح شغار ہے جس میں ایک عورت کے بدلے دوسری عورت کے نکاح کی شرط ہو خواہ اس میں حق مہر ادا کیا جائے یا نہ کیا جائے جیسا کہ حضرت عباس بن عبد اللہ بن عباس نے عبد الرحمن بن حکم سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور عبد الرحمن نے اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔ ان دونوں نے اس کا حق مہر بھی مقرر کیا تھا تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مردان بن حکم کی طرف ایک مکتوب کے ذریعے ان دونوں کے درمیان جدائی کا حکم بھیج دیا اور رادی کہتا ہے کہ اس مکتوب میں یہ بھی تھا ﴿ھذا الشغار الذی نہی عنہ رسول اللہ﴾ ”یہی وہ نکاح شغار ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا (حالانکہ اس میں حق مہر بھی ادا کیا گیا تھا)۔“ (۱)

(ابن عبد البر) علمائے اجماع کیا ہے کہ نکاح شغار جائز نہیں۔ (۲)

(جہور، مالک، شافعی، احمد) یہ نکاح باطل ہے۔

(ابو حنیفہ) مہر ادا کر دیا جائے تو یہ نکاح درست ہے (حالانکہ یہ گذشتہ صریح حدیث کی مخالفت ہے)۔ (۳)

(ابن تیمیہ) نکاح شغار مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ حرام ہے۔ (۴)

(ابن باز) نکاح شغار ہر صورت میں ممنوع ہے خواہ مہر دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ (۵)

وَيَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ الْوَفَاءُ بِشَرْطِ الْمَرْأَةِ
خاوند پر واجب ہے کہ عورت کی شرائط پوری کرے۔ ①

① حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنْ أَحَقَّ الشَّرْطُ أَنْ يُوَفَّى بِهِ مَا اسْتَحَلَّتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ﴾ ”وہ شرط پورا کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے جس کے ذریعے تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔“ (۶)

اس حدیث کے علاوہ دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی شرط کو پورا کرنا لازم ہے، الا کہ ایسی شرط ہو جو حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کر دے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدہ: ۱] ”عہد و پیمان پورے کرو۔“ اور ایک حدیث میں ہے ﴿المسلمون علی شروطہم إلا شرطاً أحل حراماً أو حرم حلالاً﴾ ”مسلمان آپس کی شرائط پر

(۱) [حسن: صحیح ابو داؤد (۱۸۲۶) کتاب النکاح: باب فی الشغار، ابو داؤد (۲۰۷۵) أحمد (۹۴/۴) بیہقی (۲۰۰/۷)]

(۲) [فتح الباری (۱/۶۳/۹)]

(۳) [فتح الباری (۲۰۴/۱۰) نیل الأوطار (۲۲۱/۴) الأم للشافعی (۱۷۴/۵) بدائع الصنائع (۱۴۳۰/۳) المدونا (۱۰۵۲/۲)]

(۴) [فتاوی النساء (ص/۲۸۰)]

(۵) [فتاوی ابن باز مترجم (۱/۱۶۸)]

(۶) [بخاری (۲۷۲۱) کتاب الشروط: باب الشروط فی المہر عند عقدہ النکاح، مسلم (۱۴۱۸) أحمد (۱۴۴/۴)]

ابو داؤد (۲۱۳۹) نسائی (۹۲/۶) ترمذی (۱۱۲۷) ابن ماجہ (۱۹۵۴) عبدالرزاق (۱۰۶۱۳) دارمی (۱۴۳/۲)

ابو یعلی (۱۷۵۴) بیہقی (۲۴۸/۷)]

فظ) ہیں، الا کہ کوئی ایسی شرط ہو جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کر دے۔“ (۱)

ان شرط سے کیا مراد ہے (جنہیں عورت کی طرف سے مرد پر پورا کرنا لازم ہے) اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ کہ اس سے مراد ادائیگی مہر ہے کیونکہ مہر وطی سے مشروط ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زوجیت کے تقاضے عورت جس چیز کی بھی مستحق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ شرط ہے جو نکاح کے لیے آمادہ کرنے کے لیے مرد نے عورت طے کی ہو اور شریعت میں ممنوع نہ ہو۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہی آخری قول زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں جس حدیث میں ہے کہ ﴿مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ﴾ شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے خواہ ایسی سو (100) شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔“ (۲)

اس سے مراد ایسی شرطیں ہیں جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دیں اور جو ایسی نہیں ہیں وہ کتاب اللہ میں ہی شامل ہیں جیسا مذکورہ حدیث ﴿المسلمون على شروطهم﴾ کا عموم اس پر دلالت کرتا ہے۔

إِلَّا أَنْ يُحِلَّ حَرَامًا أَوْ يُحَرِّمَ حَلَالًا

إلا کہ کوئی شرط حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دینے والی ہو۔ ①

جیسا کہ گذشتہ مسئلے میں اس سے ممانعت کی حدیث ذکر کی گئی ہے۔

بعض شرط سے واضح طور پر بھی ممانعت مروی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی عورت کے لیے جائز یا کہ اپنی کسی (سوکن) بہن کی طلاق کی شرط اس لیے لگائے تاکہ اس کے حصے کا پیالہ بھی خود اٹھ لے کیونکہ اسے وہی طے گا جو کے مقدر میں ہوگا۔ (۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”یہ جائز نہیں کہ ایک عورت سے دوسری کی ناکے بدلے میں نکاح کیا جائے۔“ (۴)

اس کے علاوہ وہ بھی تمام شرط جو نکاح کے منافی ہیں انہیں پورا کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ عورت کہے کہ میری سوکن کے لیے اتنی رقم نہیں کرے گا یا اسے خرچ نہیں دے گا وغیرہ وغیرہ۔

يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يَنْكِحَ زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالْمَعْشَرَ

آدی پر کسی بدکار یا مشرک عورت سے نکاح کرنا حرام ہے ① اور عورت پر بھی کسی بدکار یا مشرک مرد سے نکاح کرنا حرام ہے۔ ②

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً وَحَرْمٌ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النور: ۳]

[حسن صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۰۶۳) کتاب الأقضية : باب فی الصلح ' إرواء الغلیل (۱۳۰۳) أحمد

(۳۶۶/۲) ابو داؤد (۳۵۹۴) ابن الحارود (۶۳۸) دارقطنی (۹۶) حاکم (۴۹/۲) بیہقی (۶۴/۶)]

[بخاری (۲۷۲۹) کتاب الشروط : باب الشروط فی الولاہ]

[بخاری (۵۱۵۲) کتاب النکاح : باب الشروط العی لا تحل فی النکاح' مسلم (۱۴۰۸)]

[أحمد (۱۷۶/۲)]

”زانی مرد صرف زانی یا مشرک عورت سے ہی نکاح کرتا ہے اور زانی عورت صرف زانی یا مشرک مرد سے ہی نکاح کرتی ہے اور یہ (نکاح) مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔“

(2) حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے جس ایک بدکار عورت (عناق) سے شادی کا اظہار کیا تو نبی ﷺ خاموش آگئے حتیٰ کہ یہ آیت ﴿ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ ﴾ [النور: ۳] نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے انہیں بلا کر کہا ﴿ نکحہا ﴾ ”اس سے نکاح نہ کرو۔“ (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ینکح الزانی المحلود إلا مثله ﴾ ”ایسا زانی جسے کوڑے لگے ہوں صرف اپنے جیسے زانی سے ہی نکاح کر سکتا ہے۔“ (۲)

جس روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا ﴿ إن امرأتی لا ترد یدلما مس ﴾ ”میری بیوی کسی چھو والے کا ہاتھ نہیں روکتی۔“ پھر اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس سے نکاح برقرار رکھا۔“ (۳)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ عورت بدکار تھی بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورت محض کسی چھونے والے کے ہاتھ کو رو نہیں تھی یعنی غیرت و حیمیت میں کمال درجے کی نہیں تھی۔ لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی ﷺ نے ایک پاک دامن مرد نکاح ایک بدکار عورت سے قائم رکھا۔ تاہم اس سے اتنا مفہوم ضرور اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب نبی ﷺ نے کسی کا ہاتھ نہ روکا پر طلاق کا مشورہ دے دیا تو اگر عورت فی الحقیقت زانیہ ہو تو بالاولیٰ اسے طلاق دے دینی چاہیے۔ (واللہ اعلم)

② جیسا کہ گذشتہ پہلی آیت ﴿ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ﴾ سے یہ واضح ہوتا ہے۔ لہذا اگر ایسے سے نکاح ہو چکا ہو تو اس سے علیحدگی کر لینی چاہیے۔

وَمَنْ صَرَخَ الْفُرْآنُ بِتَخْرِيْجِهِ | اور جن کے ساتھ نکاح کی حرمت کی قرآن نے وضاحت کر دی ہے۔

① ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ﴾ [النساء: ۲۴] ”حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری ماں، تمہاری لڑکیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، بھائی کی لڑکیاں، بہن کی لڑکیاں، تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے، تمہاری دودھ شریک بہنیں، تمہاری ساس، تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں، تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر گناہ نہیں، تمہارے صلیبی۔ بیٹوں کی بیویاں، تمہارا دودھ بہنوں کو جمع کر لینا، ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا۔ اور شوہر والی عورتیں، لاکہ جو تمہاری ملکیت میں

(۱) [حسن صحیح: صحیح ابو داؤد (۱۸۰۶) کتاب النکاح: باب فی قوله تعالیٰ: الزانی لا ینکح إلا زانیة؛ ابو داؤد (۲۰۵۱) ترمذی (۳۱۷۷) نسائی (۶۶۱/۶)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۱۸۰۷) ایضاً؛ ابو داؤد (۲۰۵۲) أحمد (۳۲۴/۲)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۱۸۰۴) کتاب النکاح: باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء؛ ابو داؤد (۲۰۴۹)]

بائیں۔“ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ ﴾ ”ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔“

ابن قدامہؒ امت نے ان تمام رشتوں کی حرمت پر اجماع کیا ہے جن کی حرمت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نص بیان کر دی ہے۔ (۱)

C واضح رہے کہ:

① ”امہات“ (مائیں) میں ماؤں کی مائیں (نانیاں) ان کی دادیاں اور باپ کی مائیں (دادیاں پر دادیاں اور ان سے گے تک) سب شامل ہیں۔

② ”بنات“ (بیٹیاں) میں پوتیاں نواسیاں اور پوتیوں اور نواسیوں کی بیٹیاں (نیچے تک) شامل ہیں۔ زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی بیٹی میں شامل ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ سے بیٹی شمار کرتے ہیں جبکہ امام شافعیؒ اسے بیٹی شمار نہیں کرتے پس جیسے یہ لڑکی ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ میں داخل نہیں اور بالا جماع وارث نہیں اسی طرح وہ اس آیت میں بھی داخل نہیں۔ (واللہ اعلم) (۲)

③ ”اخوات“ (بہنیں) یعنی ہوں یا خیانی یا علانی سب اس میں شامل ہیں۔

④ ”عمات“ (پھوپھیاں) اس میں باپ کی سب مذکور اصول یعنی نانا، دادا کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔

⑤ ”حالات“ (خالائیں) ان میں ماں کی سب مؤنث اصول (یعنی نانی، دادی) کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔

⑥ ”بنت الاخ“ (بھتیجیاں) ان میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد بالواسطہ یا بلاواسطہ (یا صلبی و فرعی) شامل ہیں۔

⑦ ”بنت الاخت“ (بھانجیاں) ان میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد بالواسطہ یا بلاواسطہ (یا صلبی و فرعی) شامل ہیں۔ یہ سات نسبی رشتے ہیں جو حرام ہیں۔ اسی طرح سات رضاعی رشتے بھی حرام ہیں جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ علاوہ زیں چار سرالی رشتے بھی حرام ہیں وہ یہ ہیں:

1- ”بیوی کسی ماں“ یعنی ساس اس میں بیوی کی نانی، دادی بھی داخل ہے نیز اگر کسی عورت سے نکاح کے بعد بغیر مباشرت و ہم بستری کے ہی اسے طلاق دے دی جائے تب بھی اس کی ماں سے نکاح حرام ہوگا۔ البتہ اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہوگا۔

2- ”ربیبہ“ سے مراد وہ لڑکی ہے جو بیوی کے پہلے خاندان سے ہو۔ اس کی حرمت مشروط ہے یعنی اگر اس کی ماں سے مباشرت کر لی گئی ہو تو اس سے نکاح حرام ہے بصورت دیگر حلال ہے اور ”فِي حُجُورِكُمْ“ کی قید غالب احوال کی وجہ سے ہی لگائی گئی ہے۔

(۱) [المغنی (۵۱۳/۹)]

(۲) [تفسیر البیاب فی علوم الکتاب (۲۸۸/۶) حلیۃ العلماء (۳۷۹/۶) نہایۃ المحتاج (۲۶۶/۶) بدایۃ المجتہد

(۲۸/۲) جواشی التحفة (۲۹۹/۷) الشرحاوی علی التحریر (۲۱۰/۲)]

- 3- ”صلبی بیٹوں کی بیویاں“ بیٹوں میں پوتے اور نواسے بھی شامل ہیں۔ مزید برآں اس سے معلوم ہوا کہ لے پاک بیٹیوں کی بیویوں سے نکاح حرام نہیں ہے۔
- 4- ”دور ضاعی یا نسبی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا“ البتہ ایک کی وفات یا طلاق کی صورت میں عدت گزارنے پر دوسری بہن سے نکاح جائز ہے۔

اور پہلے سے شادی شدہ عورت سے بھی نکاح حرام ہے لیکن اگر وہ لونڈی ہو تو پھر اس سے مباشرت جائز ہے جبکہ استبرائے رحم ہو چکا ہو یا حاملہ ہے تو وضع حمل ہو چکا ہو۔ (۱)

اور رضاعت بھی نسب کی طرح ہی ہے۔ ①

وَالرَّضَاعُ كَالنَّسَبِ

- ① (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة﴾ ”جیسے خون ملنے سے حرمت ہوتی ہے ویسے ہی دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔“ (۲)
- (2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إن الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب﴾ ”اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی ان رشتوں کو حرام کر دیا ہے جنہیں نسب کی وجہ سے حرام کیا ہے۔“ (۳)
- (ابن قدامہؒ) ہر وہ عورت جو نسب کی وجہ سے حرام کی گئی ہے اسی طرح رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہے اور وہ یہ ہیں: مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیوں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں (واضح رہے کہ ان میں بھی وہی تفصیل ہے جو نسبی محرمات کے بیان میں پیچھے ہم بیان کر آئے ہیں)۔ (۴)

(نوٹ) دودھ پینے والے اور پلانے والی کے درمیان رضاعت کی حرمت کے ثبوت پر امت نے اجماع کیا ہے۔ بلاشبہ وہ اس عورت کا بیٹا بن جائے گا اور اس پر اس عورت سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گا۔ (۵)

611- رضاعت کی وجہ سے اثباتِ حرمت کی دو شرطیں ہیں

- (1) دو سال کی عمر سے پہلے دودھ پلایا گیا ہو: جیسا کہ قرآن میں دودھ پلانے کی مدت یوں مذکور ہے ﴿حَوْلَيْنِ كَامَلَيْنِ﴾ [البقرة: ۲۳۳] ”کامل دو سال۔“
- (2) پانچ مرتبہ الگ الگ دودھ پلایا گیا ہو: جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

(۱) [تفسیر فتح القدیر (۱/۴۴۴-۴۵۶)]

(۲) [بخاری (۵۰۹۹) کتاب النکاح، موطا (۶۰۱/۲) مسلم (۱۴۴۴) نسائی (۱۰۲/۶) دارمی (۱۰۵۰/۲) عبدالرزاق

(۳) (۴۷۶/۷) أبو یعلیٰ (۲۳۸/۷) بیہقی (۱۰۹/۷)]

(۴) [صحیح: إرواء الغلیل (۲۸۴/۶) ترمذی (۱۱۴۶) کتاب الرضاع: باب ما جاء يحرم من الرضاع..... أحمد (۱۳۱/۱)]

(۵) [المفضی (۵۱۹/۹)]

(۵) [شرح مسلم (۲۷۴/۵)]

”قرآن کریم میں یہ حکم نازل کیا گیا کہ دس مرتبہ دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوگی لیکن پھر اس حکم کو پانچ مرتبہ دودھ پلانے کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا اور پھر پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے ہی حرمت ثابت ہوتی حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور معاملہ اسی طرح تھا۔“ (۱)

احمد، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

ابوضیفہؒ) رضاعت کی مدت اڑھائی (2.50) سال ہے (ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ہے ﴿ حَمَلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ نَهْرًا ﴾ [الأحکاف : ۱۵] ”اور دودھ کم پلایا ہو (خواہ ایک مرتبہ ہی) یا زیادہ حرمت ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ قرآن میں موم ہے ﴿ وَأُمَّهُنَّ لَكُمْ اللَّائِي أَرْضَعْنَكُمْ ﴾ [النساء : ۲۳] ”اور وہ تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔“ (۲)

راجح) پہلا مؤقف راجح ہے۔ (۳)

وَالْجَمْعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔ ①

① (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یجمع بین المرأة وعمتها ولا بین المرأة وخالتها ﴾ ”ایک مرد کے نکاح میں پھوپھی اور چچئی اور خالہ اور بھانجی کو جمع نہ کیا جائے۔“ (۴)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ نہی رسول اللہ ﷺ أن تنکح المرأة علی عمتها أو خالتها ﴾ (۵)

شافعیؒ) مذکورہ رشتوں کو جمع کرنا حرام ہے۔ (۶)

ابن عبدالبرؒ، نوویؒ) اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ (۷)

ابن حزمؒ، ابن منذرؒ) انہوں نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۸)

ترمذیؒ) عام اہل علم اسی پر ہیں اور ہمیں ان کے درمیان اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔ (۹)

- (۱) [مسلم (۲۶۳۵) کتاب الرضاع : باب التحريم بخمس رضعات]
- (۲) [نیل الأوطار (۴۱۸/۴) تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۲۹۰/۶) الأم (۲۹/۵) المبسوط (۱۳۵/۵) بدیة المحقق (۳۶/۲)]
- (۳) [المغنی (۳۱۹/۱۱)]
- (۴) [بخاری (۵۱۰۹) کتاب النکاح : باب لا تنکح المرأة علی عمتها، مسلم (۱۴۰۸) أحمد (۴۶۵/۲) سعید بن منصور (۲۰۹/۱) مسند شافعی (۱۸/۲) عبدالرزاق (۱۰۷۵۳)]
- (۵) [بخاری (۵۱۰۸) أيضا، ابو داود (۲۰۶۵) ترمذی (۱۱۲۶) دارمی (۱۳۶/۲) ابن ابی شیبہ (۲۴۶/۴) ابن الجارود (۶۸۵) نسائی (۹۸/۶)]
- (۶) [معرفة السنن والآثار للبيهقي (۱۰۶/۱۰)]
- (۷) [التمهيد (۲۷۷/۱۸) شرح مسلم (۲۰۷/۵)]
- (۸) [کما فی فتح الباری (۲۰۲/۱۰) الإجماع لابن المنذر (ص ۹۵)]
- (۹) [جامع ترمذی (بعد الحدیث (۱۱۲۶)]

- (شوکائی، امیر صنعانی) مذکورہ رشتوں کو جمع کرنا حرام ہے۔ (۱)
 (قرطبی، صدیق حسن خان) اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ (۲)

وَمَا زَادَ عَلَى الْعَدَدِ الْمُبَاحِ لِلْمَعْرُ وَالْعَبْدِ
 آزاد ① اور غلام ② مرد کے لیے عورتوں کی جو تعداد مباح ہے اس سے بڑھ کر نکاح کرنا بھی حرام ہے۔

① امام بخاری نے باب قائم کیا ہے ”چار بیویوں سے زیادہ (بیک وقت) آدی نہیں رکھ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿مَنْسَى وَتِلْكَ وَرُبَيْعٌ﴾ ”واؤ او کے معنی میں ہے (یعنی دو بیویاں رکھو یا تین یا چار)۔ حضرت زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں ”یعنی دو یا تین یا چار جیسے سورہ فاطر میں اس کی نظیر موجود ہے ﴿أُولَىٰ أُجْنَحَةَ مَنَسَى وَتِلْكَ وَرُبَيْعٌ﴾ ”یعنی دو پتنگ والے فرشتے یا تین والے یا چار والے۔“ (۳)

(ابن حجر) مذکورہ ترجمہ الباب کا حکم بالا جماع ثابت ہے۔ (۴)

(۲) حضرت قیس بن حارث رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں جب مسلمان ہوا تو میرے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔ میں نے نبی ﷺ کے پاس آ کر یہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿احتر منهن أربعا﴾ ”ان میں سے چار پر بند کر لو۔“ (۵)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غیلان بن سلمہ مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ﴿خذ منهن أربعا﴾ ”ان میں سے چار رکھ لو۔“ (۶)

(۴) نوفل بن معاویہ مسلمان ہوئے تو ان کی پانچ بیویاں تھیں نبی ﷺ نے انہیں کہا ﴿أمسك أربعا وفارق الأخرى﴾ ”چار رکھ لو اور دوسری یعنی پانچویں کو چھوڑ دو۔“ (۷)

(جمہور) چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنا حرام ہے۔

(اہل ظاہر) نو عورتوں سے بیک وقت نکاح کیا جا سکتا ہے (ان کے نزدیک آیت ﴿مَنْسَى وَتِلْكَ وَرُبَيْعٌ﴾ میں واؤ جمع کے

(۱) [نیل الأوطار (۲۲۸/۴) سبل السلام (۱۳۲۹/۳)]

(۲) [الروضة الندية (۵۰/۲)]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث ۵۰۹۸) کتاب النکاح]

(۴) [فتح الباری (۱۳۹/۹)]

(۵) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۵۸۸) إرواء الغلیل (۱۸۸۵) صحیح ابو داود (۱۹۳۹) کتاب الطلاق ؛ ابن ماجہ (۱۹۵۲) ابو داود (۲۲۴۱)]

(۶) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۹۸۹) کتاب النکاح ؛ إرواء الغلیل (۱۸۸۳) ابن ماجہ (۱۹۵۳) أحمد (۱۴/۲) ترمذی (۱۱۲۸) ابن حبان (۴۱۵۶ - الإحسان) حاکم (۱۹۲/۲) بیہقی (۱۴۹/۷) شرح السنة (۲۲۸۸) ابن

أبی شیبہ (۳۱۷/۴) ترتیب المسند للشافعی (۱/۶۱۲)]

(۷) [ضعیف : ترتیب المسند للشافعی (۱/۶۱۲) شرح السنة (۹۰/۹) بیہقی (۱۸۴/۷) اس کی سند امام شافعی کے شیخ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

لے ہے۔ (۱)۔

(واجب) پہلا مؤقف راجح ہے۔

(ابن تیمیہ) صحابہ نے چار عورتوں سے زیادہ عورتیں نکاح میں جمع کرنے کی حرمت پر اجماع کیا ہے۔ (۲)۔

(ابن قدامہ) آزاد مرد کے لیے چار بیویوں سے زیادہ جمع کرنا ناجائز ہے اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ (۳)۔

(صاحب المحرر صاحب تفسیر اللباب) چار سے زائد بیویوں کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔ (۴)۔

تاہم نبی ﷺ کی جو بیک وقت بیویاں تھیں۔ (۵)۔

اس کی بعض دینی و سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کو اجازت دے رکھی تھی اور یہ صرف آپ ﷺ

کے ساتھ ہی خاص تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں کہ ”علماء نے اتفاق کیا ہے کہ چار سے زائد بیویاں (بیک وقت) نکاح

میں رکھنا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ مزید حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں نبی ﷺ کی زیادہ شادیوں کی تقریباً

دس حکمتیں نقل فرمائی ہیں تفصیل کا طالب اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ (۶)۔

● (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”غلام دو عورتوں سے نکاح کرتا ہے، دو طلاقیں دیتا ہے اور لونڈی دو حیض عدت

گزارتی ہے۔“ (۷)۔

(۲) حکم بن حنیہ کہتے ہیں: صحابہ نے اجماع کیا ہے کہ غلام دو سے زیادہ نکاح نہیں کر سکتا۔ (۸)۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ صحابہ میں اس کا کوئی مخالف معروف نہیں۔ (۹)۔

(ابن تیمیہ، ابن منذر، سعدی ابو حنیہ) اس مسئلے پر اجماع ہو چکا ہے۔ (۱۰)۔

(ابن قدامہ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ غلام صرف دو نکاح کر سکتا ہے۔ (۱۱)۔

(احمد، شافعی، ابو حنیہ) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، امام عطاء، امام حسن، امام شعیب،

(۱) [نیل الأوطار (۲۳۰/۴)]

(۲) [الفتاویٰ (۲۱۶/۳) التعليقات الرضية للألبانی (۱۹۱/۲)]

(۳) [المغنی (۴۷۱/۹)]

(۴) [البحر الزخار (۳۵/۳) تفسیر اللباب فی علوم الكتاب (۱۶۴/۶)]

(۵) [بخاری (۲۸۴) کتاب الغسل]

(۶) [فتح الباری (۱۱۵/۹) تلخیص الحبیر (۱۳۷/۳)]

(۷) [صحیح: إرواء الغلیل (۲۰۶۷) دارقطنی (۳۰۸/۳) بیہقی (۴۲۵/۷)]

(۸) [ابن أبی شیبہ (۱۶۰۴۴) بیہقی (۱۵۸/۷)]

(۹) [نقل البیہقی قول الشافعی فی المعرفة (۲۸۱/۵)]

(۱۰) [مراتب الإجماع (ص ۶۳/۱) الإجماع لابن المنذر (ص ۹۷/۱) موسوعة الإجماع لأبی حنیہ (۴۵۳/۱)]

(۱۱) [المغنی (۴۷۲/۹)]

امام قتادہ اور امام ثوریؒ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۱)
 (مالکؒ) غلام چار نکاح کر سکتا ہے کیونکہ آیت کے عموم میں یہ بھی شامل ہے۔ (۲)
 (شوکانیؒ) زیادہ مناسب بات یہی ہے کہ غلام بھی آیت کے عموم میں شامل (ہونے کی وجہ سے چار نکاح کر سکتا)
 ہے۔ (۳)
 (راجح) پہلا موقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

وَإِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ فَبِغَاةٍ بِاطِلٍ	اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ ❶
--	--

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ فَهُوَ عَاهِرٌ﴾ ”جو
 غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کرے وہ زانی ہے۔“ (۴)
 (ابن تیمیہؒ) غلام کو جب مالک نے اجازت نہ دی ہو تو مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ یہ نکاح باطل ہے۔ (۵)
 (جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)
 ○ فقہانے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا نکاح کے بعد اگر مالک اجازت دے تو نکاح نافذ ہو جائے گا یا نہیں؟
 (احناف) غلام کا نکاح مالک کی اجازت پر موقوف ہے۔
 (شافعیؒ) اجازت کے ذریعے بھی نافذ نہیں ہوگا کیونکہ یہ باطل ہے اور باطل کام اجازت کے ساتھ درست نہیں ہوتا۔
 (مالکؒ) نکاح تو پہلے ہی نافذ ہو چکا ہے اب مالک صرف اسے فسخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔
 (راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

وَإِذَا عَتَقَتِ الْأَمَةُ مَلَكَتْ أَمْرَ نَفْسِهَا وَحُبْرَتِ فِي زَوْجِهَا	جب لونڈی آزاد ہو جائے تو وہ اپنے معاملے کی خود مالک ہوگی اور اسے اس کے خاندان کے بارے میں اختیار دیا جائے گا۔ ❶
--	--

❶ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَنْ بَرِيْرَةَ خَيْرَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَكَانَ زَوْجَهَا عَبْدًا﴾ ”بے شک بریرہ

(۱) [أيضا]

(۲) [اللباب في علوم الكتاب (۱۲۴/۶)]

(۳) [نيل الأوطار (۲۳۱/۴)]

(۴) [حسن : صحيح ابو داود (۱۸۲۹) كتاب النكاح : باب في نكاح العبد بغير إذن موليه ، إرواء الغليل (۱۹۳۳) ابو

داود (۲۰۸۷) ترمذی (۱۱۱۱) حاکم (۱۹۴/۲) أحمد (۳۰۱/۳) ابن ماجه (۱۹۵۹)]

(۵) [الفتاوى لابن تيمية (۹۰/۲)]

(۶) [الروضة الندية (۶۲/۲)]

کو نبی ﷺ نے اختیار دیا اور اس کا خاوند غلام تھا۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر ایک حبشی غلام تھا اس کا نام مغیث تھا وہ بنی فلاں کا غلام تھا۔ جیسے وہ

منظر اب بھی میری آنکھوں میں ہے کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں بریرہ کے پیچھے پیچھے (روتا) پھر رہا ہے۔ (۲)

جس روایت میں ہے کہ بریرہ کا شوہر آزاد تھا۔ (۳) وہ منقطع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول (کہ وہ غلام تھا)

زیادہ صحیح ہے جیسا کہ امام بخاری نے یہ وضاحت فرمائی ہے۔ (۴)

معلوم ہوا کہ آزاد ہونے کے بعد عورت ’جبکہ اس کا خاوند غلام ہو‘ کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اس کی زوجیت میں رہے اور

چاہے تو علیحدہ ہو جائے۔ اس پر اجماع ہے۔ (۵)

○ اس صورت میں اختلاف ہے کہ جب شوہر آزاد ہو۔

(جمہور) ایسی صورت میں عورت کو کوئی اختیار نہیں۔ کیونکہ اختیار کی علت غلام ہونے کی وجہ سے عدم کفالت تھی جو کہ اب موجود نہیں۔

(احناف) اسے ابھی بھی اختیار حاصل ہے۔

(ابن قیم) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(راجع) جمہور کا مؤنف راجح ہے جیسا کہ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول مروی ہے کہ ﴿ولو كان حراما لم

يخيرها﴾ ”اگر وہ آزاد ہوتا تو آپ ﷺ اسے (یعنی بریرہ کو) اختیار نہ دیتے۔“ (۷)

کوئی عیب نکل آنے پر نکاح فسخ کرنا جائز ہے۔ ①

وَيَجُوزُ فُسْخُ النُّكَاحِ بِالْعَيْبِ

① (1) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو غنم کی عالیہ نامی خاتون سے نکاح کیا جب

وہ آپ ﷺ کے پاس خلوت میں داخل ہوئی اور اس نے اپنا لباس اتارا تو آپ ﷺ نے اس کے پہلو میں بھلمیری (برص)

کے داغ دیکھے تو فرمایا ﴿الْبِصَى ثِيَابُكَ وَالْحَقَى بِأَهْلِكَ﴾ ”اپنے کپڑے پہن لے اور اپنے گھر چلی جا۔“ اور آپ ﷺ

نے اس کے لیے حکم ارشاد فرمایا کہ اسے مہر دے دیا جائے۔ (۸)

(۱) [مسلم (۱۵۰۴) کتاب العتق : باب إنما الولاء لمن أعتق] ابو داود (۲۲۳۴) ابن ماجہ (۲۰۷۶) نسائی

[(۱۶۲/۶)]

(۲) [بخاری (۵۲۸۲، ۵۲۸۱) کتاب الطلاق : باب خيار الأمة تحت العبد]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹۵۶) ابو داود (۲۲۳۵)]

(۴) [بخاری (۶۷۵۴)]

(۵) [فتح الباری (۴۰۷/۹) نقله المحافظ عن ابن بطال]

(۶) [الأم (۱۲۲/۵) المسوط (۳۱۴/۵) المغنی (۴۵۳/۹) نیل الأوطار (۲۳۵/۴) زاد المعاد (۱۶۸/۵)]

(۷) [مسلم (۱۵۰۴) ابو داود (۳۹۲۹) ترمذی (۲۱۲۴) نسائی (۳۰۵/۷) أحمد (۳۳/۶)]

(۸) [ضعیف : إرواء الغلیل (۱۹۱۲) أحمد (۴۹۳/۳) الكامل لابن عدی (۳۰۶) حاکم (۳۴/۴) السنن الكبرى

للبيهقي (۲۱۳/۷)]

پہلی بات یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں مذکور مسئلے کے لیے کوئی دلیل نہیں کیونکہ ﴿الحقی بأھلک﴾ کے الفاظ طلاق سے کنایہ ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن خان اور شیخ البانی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (۱)

(۲) حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا ”جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے ہم بستری کرے اور اسے معلوم ہو کہ وہ عورت برص کے مرض میں مبتلا ہے یا دیوانی ہے یا کوڑھی کی مریض ہے تو چونکہ شوہر نے اسے چھوایا ہے اس لیے وہ حق مہر کی مستحق ہے اور اس مہر کی رقم اُس سے وصول کی جائے گی جس نے اسے دھوکہ دیا۔“ (۲)

(۳) حضرت علی بن ابی طالبؓ سے بھی اس طرح کی روایت مروی ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ اگر عورت کو ”قرن“ (ایسی بیماری جس کی وجہ سے عورت کی شرمگاہ میں گوشت ابھر آتا ہے) کی بیماری ہو تو اس کا شوہر خود مختار ہوگا۔ اگر مرد نے اس عورت سے مباشرت کی ہو تو شرمگاہ کو حلال کرنے کے بدلے میں مہر دینا ہوگا۔ (۳)

(۴) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے نامرد آدی کے لیے ایک سال کی عدت کا فیصلہ کیا۔ (۴)

(۵) حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت ابن عباس بنی الخطابؓ سے مروی ہے کہ چار عیوب کی وجہ سے عورتوں کو لوٹایا جاسکتا ہے: پاگل پن، جذام، برص اور شرمگاہ کی بیماری (آتشک یا سوزاک وغیرہ)۔ (۵)

چونکہ مذکورہ روایات و آثار ضعیف ہیں لہذا ان سے یہ ثابت کرنا درست نہیں کہ محض عیوب کی وجہ سے ہی نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا یہ کہ وہ جب مہر کے لیے محض خلوت ہی کافی ہے، تعلق زین و شوہر ضروری نہیں۔

(جمہور) ہر وہ عیب اور نقص جو میاں بیوی کے درمیان نفرت کا موجب ہو اور اس کی وجہ سے مقصد نکاح بھی حاصل نہ ہو سکے یا وہ عیب جو وظیفہ زوجیت میں دخل انداز ہو، فسخ نکاح اور اختیار کا سبب بن جاتا ہے۔

(ابو حنیفہ، ابو یوسف) خاندان بیوی کو کسی وجہ سے بھی نہیں رد کر سکتا کیونکہ اس کے اختیار میں طلاق ہے اور بیوی صرف اس صورت میں شوہر کو رد کر سکتی ہے کہ اس کا آکہ تامل کٹا ہوا ہو یا اس قدر ڈھیلا ہو کہ قوت جماع نہ رکھتا ہو۔

(ابن حزم، اہل ظاہر) کسی بھی عیب کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں کیا جاسکتا۔ (۶)

(۱) [الروضة الندية (۶۵/۲) التعليقات الرضية على الروضة (۲/۲۰۳)]

(۲) [ضعيف: سعيد بن منصور (۸۱۸) موطا (۵۲۶/۲) ابن أبي شيبة (۱۷۵/۴) دارقطنی (۲۶۶/۳) یہ حدیث منقطع

ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔] [التعليق على سبل السلام للشيبخ صبحی حلاق (۶/۹۴)]

(۳) [ضعيف: سعيد بن منصور (۸۲۰) بیهقی (۲۱۵/۷) شیخ صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔] [التعليق على سبل السلام

[[۹۵/۶]]

(۴) [ضعيف: ابن أبي شيبة (۲۰۶/۴) شیخ صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔] [التعليق على سبل السلام (۶/۹۶)]

(۵) [ضعيف: بیهقی (۲۱۵/۷) امام صنعانی نے اسے منقطع کہا ہے۔] [سبل السلام (۳/۱۳۵۳)]

(۶) [الأم (۸۴/۵) المبسوط (۹۵/۵) المحرشی (۲۳۸/۳) المغنی (۱۱۲/۷) المحلی (۱۰۹/۱۰) نیل الأوطار

[[۲۳۹/۴]]

(ابن تیمیہؒ) میاں بیوی میں سے جس میں بھی جذام، برص اور پاگل پن ظاہر ہو جائے تو دوسرا نكاح کا حق رکھتا ہے۔ (۱)
 (ابن تیمیہؒ) انہوں نے جمہور کے موقف کو ترجیح دی ہے۔ (۲)
 (راجح) کسی عیب کی وجہ سے نكاح شریعت میں کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں البتہ طلاق اور خلع مشروع ہے لہذا اگر کوئی ایسا عیب ظاہر ہو جائے جس کی وجہ سے اکٹھے رہنا دشوار ہو تو مرد طلاق دے سکتا ہے اور عورت خلع لے سکتی ہے۔
 (واللہ اعلم)

وَيَقْرَأُ مِنَ الْكِتَابِ إِذَا اسْلَمُوا مَا يُؤْفِقُ الشَّرْعَ	کافر جب مسلمان ہو جائے تو ان کے نکاحوں میں سے اُس نکاح کو قائم رکھا جائے گا جو شریعت کے مطابق ہو۔ ①
---	---

① جیسا کہ ضحاک بن فیروز اپنے والد سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں مسلمان ہوا تو میری دو بیویاں ایک دوسرے کی بہنیں تھیں ﴿فأمرني النبي ﷺ أن أطلق إحداهما﴾ ”نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دوں۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ جب کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور اس کے پاس دو بیویاں بہنیں ہوں تو اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ ان میں سے ایک کو طلاق دے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جس نکاح کو آپ ﷺ نے برقرار رکھا وہ حالت کفر میں کیا گیا تھا لہذا ایسا نکاح جائز و درست ہوا۔

(مالک، شافعی، احمد) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہ، ابویوسف) اگر کسی کافر نے دو بہنوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا ہے تو دوسرا نکاح مردود ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس پانچ بیویاں تھیں تو جس سے آخر میں نکاح کیا ہے اسے چھوڑ دے۔ کیونکہ اس سے نکاح باطل ہو چکا ہے اور نبی ﷺ کے اختیار دینے کی تاویل یہ ہے کہ وہ ابتدائے نکاح میں تھا۔ (۴)

(شوکانیؒ) ظاہر وہی ہے جو پہلوں کا موقف ہے (یعنی امام مالکؒ وغیرہ کا)۔ (۵)

(ابن تیمیہؒ) انہوں نے احناف کا رد کیا ہے اور امام مالکؒ وغیرہ کے موقف کو ثابت کیا ہے۔ (۶)

(۱) [فتاویٰ النساء (ص/۱۰۳)]

(۲) [زاد المعاد (۱۸۰/۵)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود (۱۹۶۲) کتاب الطلاق : باب فی من اسلم وعنده نساء..... ابو داود (۲۲۴۳) ترمذی

(۱۱۳۰) ابن ماجہ (۱۹۵۱) أحمد (۲۳۲/۴) ابن حبان (۴۱۵۵) دارقطنی (۲۷۳/۳) بیہقی (۱۸۴/۷)]

(۴) [بدائع الصنائع (۱۵۰۸/۳) المغنی (۱۴۱/۱۰) الأم (۴۹/۵) الروضة الندية (۶۶/۲)]

(۵) [نیل الاوطار (۲۴۳/۴)]

(۶) [أعلام الموقعين (۳۴۹/۲)]

وَإِذَا أَسْلَمَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ انْفَسَخَ النِّكَاحُ
وَتَجِبُ الْعِدَّةُ

جب میاں بیوی میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جائے گا
اور عدت واجب ہو جائے گی۔ ❶

❶ (1) جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لِهِنَّ﴾ [المنتحنہ: ۱۰] ”نہیہ (مسلمان ہونے والی) عورتیں اُن (کافروں) کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) اِن (مسلمان ہونے والی) عورتوں کے لیے حلال ہیں۔“

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے لیے مشرکین دو طرح کے تھے۔ ایک اہل حرب کے مشرک کہ جن سے آپ ﷺ لڑائی کرتے تھے اور وہ آپ ﷺ سے لڑائی کرتے تھے اور دوسرے عہد و پیمان والے مشرک (یعنی ذمی وغیرہ) کہ آپ ﷺ ان سے جنگ نہیں کرتے تھے اور نہ ہی وہ آپ ﷺ سے جنگ کرتے تھے اور جب اہل حرب کی کوئی عورت (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے (مدینہ) آتی تو اسے اس وقت تک پیغام نکاح نہ دیا جاتا جب تک اسے حیض نہ آ جاتا اور پھر اس سے پاک نہ ہو جاتی۔ جب وہ پاک ہو جاتی تو اس سے نکاح جائز ہو جاتا۔ اگر ان کے شوہران کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لینے سے پہلے ہجرت کر کے آ جاتے تو یہ انہیں کو مائیں اور اگر مشرکین میں سے کوئی غلام یا لونڈی مسلمان ہو کر ہجرت کرتے تو وہ آزاد سمجھے جاتے اور ان کے وہی حقوق ہوتے جو تمام مہاجرین کے تھے۔ (۱)

امام زہری فرماتے ہیں کہ ہمیں اس معاملے میں ”کہ کوئی عورت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے آئی اور اس کا شوہر دار الحرب میں کافر اور مقیم تھا۔“ صرف یہی بات بچتی ہے کہ اس عورت کی ہجرت نے اس کے درمیان اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ لاکہ اس کا خاوند اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے ہجرت کر آئے اور ہمیں ایسی کوئی بات نہیں بچتی کہ کسی بھی عورت اور اس کے خاوند کے درمیان تفریق کی گئی ہو جبکہ اس کا خاوند آجائے اور وہ ابھی اپنی عدت میں ہی ہو۔ (۲)

یاد رہے کہ عدت پوری ہونے کے بعد عورت کو دوسرا نکاح کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر وہ نکاح نہ کرے اور پہلا شوہر بھی مسلمان ہو جائے تو وہ دونوں پہلے نکاح پر ہی برقرار رہیں گے۔

فَإِنْ أَسْلَمَ وَلَمْ تَنْزُوجِ الْمَرْأَةَ كَانَا عَلَى
بِنِكَاحِهِمَا الْأَوَّلِ وَلَوْ طَالَتِ الْمُدَّةُ إِذَا
اخْتَارَا ذَلِكَ

لیکن اگر مرد مسلمان ہو جائے اور عورت نے دوسرا نکاح نہ کیا ہو تو وہ اپنے
پہلے نکاح پر ہی قائم ہوں گے خواہ کتنی ہی لمبی مدت گزر چکی ہو بشرطیکہ
دونوں اکٹھے رہنا چاہیں۔ ❶

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿رد رسول اللہ ﷺ ابنتہ زینب علی ابی العاص فی النکاح الأول ولم یحدث شیئا﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کو ابوالعاص کی طرف پہلے نکاح میں ہی لونا دیا نیا نکاح نہیں کیا۔“

(۱) [بخاری (۵۲۸۶) کتاب الطلاق: باب نکاح من أسلم من المشرکات وعدتھن]

(۲) [موطا (۵۴۱۲)]

ایک روایت میں ہے کہ دو سال کے بعد لوٹا یا ایک میں تین سال کے بعد اور ایک میں چھ سال کے بعد کا ذکر ہے۔ (۱)
امام ابن قیمؒ رقم قرطراز ہیں کہ ان میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ نینب مٹی سنٹھا کی واپسی تین سال بعد پہلے نکاح پر ہوئی اور
ابوالعاص حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ (۲)

جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی نینب مٹی سنٹھا کو ابوالعاص کے پاس جدید نکاح کے ساتھ واپس بھیجا، وہ
ضعیف ہے۔ (۳)

معلوم ہوا کہ اگرچہ مسلمان ہونے والی عورت کو عدت گزر جانے کے بعد کسی مسلمان کے ساتھ نیا نکاح کرنے کا
اختیار حاصل ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ نکاح نہ کرے اور اس کا پہلا شوہر مسلمان ہو جائے تو انہیں دوبارہ مل کر زندگی گزارنے
کے لیے نئے نکاح کی ضرورت نہیں اور ایسی شرط لگانا بالکل خلاف سنت ہے کہ اس کا خاوند دوران عدت ہی مسلمان ہوا ہو
ورنہ نیا نکاح کریں۔

(ابن قیمؒ) احادیث میں تو کہیں عدت کا اعتبار مذکور نہیں اور نہ ہی نبی ﷺ نے کسی خاتون سے دریافت کیا کہ کیا اس کی عدت
ختم ہو چکی ہے یا نہیں؟ ہمارے علم میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں جس نے اسلام لانے کی وجہ سے لازماً تجدید نکاح کیا ہو بلکہ دونوں
معاہدوں میں سے ایک کا واقع ہونا ضروری ہے۔ یا تو دونوں میں جدائی ہوگی اور اس خاتون کا دوسرے مرد سے نکاح ہو جائے
گا۔ یا پھر دونوں کا (پہلا) نکاح برقرار رہے گا خواہ عورت پہلے اسلام لائی ہو یا مرد۔ اور رہا جدائی کی تکمیل اور عدت کا لحاظ تو
ہمیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے بھی فیصلہ فرمایا ہو حالانکہ آپ ﷺ کے عہد
مبارک میں بکثرت مرد اور ان کی بیویوں نے اسلام قبول کیا۔ (۴)

(شوکانیؒ) (امام ابن قیمؒ کی) یہ گفتگو متانت و حسن کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ (۵)



(۱) صحیح: صحیح ابو داؤد (۱۹۵۷) کتاب النکاح: باب الی متی ترد علیہ امرأته إذا أسلم بعدها، ابو داؤد
(۲۲۴۰) ابن ماجہ (۲۰۰۹) ترمذی (۱۱۴۳) أحمد (۲۱۷/۱) [شیخ البانیؒ] نے دو سال کے ذکر کے علاوہ باقی حدیث کو
صحیح کہا ہے۔

(۲) زاد المعاد (۱۴/۴)

(۳) ضعیف: ضعیف ابن ماجہ (۴۳۶) کتاب النکاح: باب الزوجین یسلم أحدهما قبل الآخر، إرواء الغلیل (۱۹۲۲)

ابن ماجہ (۲۰۱۰) ترمذی (۱۱۴۲) حاکم (۶۳۹/۳) بیہقی (۱۸۸/۷) أحمد (۲۰۷/۲)

(۴) زاد المعاد (۱۳۷/۵)

(۵) نیل الأوطار (۲۴۶/۴)

مہر کے مسائل

المہر واجب ولو خاتما من حديد أو تليليم
القرآن

مہر ادا کرنا واجب ہے ❶ خواہ لوہے کی انگوٹھی یا قرآن سکھانا
ہی کیوں نہ ہو۔ ❷

❶ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- (1) ﴿ وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدَقَتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾ [النساء : ۴] ”عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی ادا کرو۔“
 - (2) ﴿ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ﴾ [النساء : ۲۴] ”جن عورتوں سے تم (شرعی نکاح کے بعد) فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقررہ مہر ادا کرو۔“
 - (3) ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُواهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ﴾ [المستحنة : ۱۰] ”ان عورتوں (جو کافر شوہروں کو چھوڑ کر آگئیں) کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔“
 - (4) ﴿ فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ﴾ [النساء : ۲۰] ”حق مہر (خواہ خزانہ ہو اس) میں سے کچھ واپس نہ لو۔“
 - (5) رسول اللہ ﷺ نے اپنی سب بیویوں اور بیٹیوں کو مہر دیا۔ (۱)
 - (6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کہا ﴿ أعطها شيئا ﴾ ”اسے کچھ دو۔“ تو انہوں نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔“ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ”تیری حلی زرؑ کہاں ہے؟“ (۲)
- حق مہر کے لیے نو (9) نام استعمال کیے جاتے ہیں۔

- | | | | | |
|----------|-----------|---------|--------------|-----------|
| (1) صداق | (2) صدقہ | (3) مہر | (4) نحلۃ | (5) فريضة |
| (6) اجر | (7) علائق | (8) عقر | (9) حباء (۳) | |

❷ نبی ﷺ نے نکاح کے خواہش مند ایک شخص سے کہا ﴿ الشمس ولو خاتما من حديد ﴾ ”جاؤ تلاش کر کے لاؤ خواہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو۔“ لیکن بسیار تلاش کے بعد کچھ نہ ملا تو نبی ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہیں قرآن کا کچھ حصہ یاد ہے؟ اس نے کہا ”ہاں فلاں اور فلاں سورۃ۔“ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ ملککتکھا بما معک من القرآن ﴾ ”میں نے تمہیں

(۱) [المغنی (۹۸/۱۰)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۶۵) کتاب النکاح : باب فی الرجل یدخل بامرأته قبل أن ینقدها ابو داود

(۲۱۲۵) نسائی (۳۳۷۵)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۹۷/۱۰)]

قرآن کی ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں اس عورت کا مالک (یعنی شوہر) بنا دیا۔“
ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿و زوجتکھا بما معک من القرآن﴾ ”میں نے تمہاری اس سے قرآن کی ان سورتوں کے بدلے شادی کر دی جو تمہیں یاد ہیں۔“ (۱)

- (۲) نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کو ہی ان کا مہر بنا دیا۔ (۲)
(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر بارہ اوقیہ (یعنی 480 درہم) اور ایک نش (نصف اوقیہ یعنی 20 درہم) تھا (اس طرح یہ کل 500 درہم ہوئے)۔ (۳)
(۴) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھجور کی کھجور کی گھجور کے برابر سونا بطور مہر دیا۔ (۴)
(۵) حضرت سعید بن مسیب نے دو درہم (حق مہر) کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ (۵)
جس روایت میں ہے کہ ”بنو فزارہ کی ایک عورت نے نعلین (جوتیوں) کے عوض نکاح کر لیا اور نبی ﷺ نے اسے جائز قرار دیا۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۶)

معلوم ہوا کہ مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار متعین نہیں جیسا کہ از کم کے متعلق گذشتہ احادیث اور بالخصوص پہلی حدیث اور زیادہ سے زیادہ کے متعلق قرآن کی یہ آیت ﴿وَآتَيْتُمْ إِحْسَانًا فَمَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾ ”اور تم نے ان عورتوں میں سے کسی کو نوازنا بھی (بطور مہر) دیا ہو تو اس سے (طلاق کے وقت) کچھ نہ لو۔“ شاہد ہے۔
(احمد، شافعی) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام حسن، حضرت سعید بن مسیب، امام ربیعہ، امام ازاعلیٰ اور امام ثوری کا بھی یہی موقف ہے۔

(ابوظیفہ، مالک) کم از کم دس درہم یا اس کے برابر قیمت کے ساتھ مہر ادا کیا جائے گا۔ (۷)

احناف وغیرہ کی دلیل یہ روایت ہے ﴿لا مہر أقل من عشرة درہم﴾ ”دس درہموں سے کم حق مہر نہیں۔“ (۸)
لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں۔ ایک تو حجاج بن ارقطہ جو تدریس کی وجہ سے مشہور

(۱) [بخاری (۵۰۸۷، ۵۱۳۰) کتاب النکاح : باب تزویج المعسر..... مسلم (۱۴۲۵) أحمد (۳۳۰/۵) ابو داود

(۲۱۱۱) ترمذی (۱۱۱۴) نسائی (۱۱۳/۶) ابن ماجہ (۱۸۸۹) عبدالرزاق (۷۵۹۲) حمیدی (۹۲۸) ابن

الجارود (۷۱۶) ابن حبان (۴۰۹۳) طحاوی (۱۶/۳) بیہقی (۱۴۴/۷)]

(۲) [بخاری (۵۰۸۶)]

(۳) [مسلم (۱۴۲۶) أحمد (۹۳۱۶) ابو داود (۲۲۰۵) نسائی (۱۱۶/۶) ابن ماجہ (۱۸۸۶)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۵۴) ابو داود (۲۱۰۹)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۹۹/۱۰)]

(۶) [ضعیف : ضعيف ابن ماجة (۴۱۳) کتاب النکاح : باب صداق النساء، إرواء الغلیل (۱۹۶۶) ابن ماجة (۱۸۸۸)

ترمذی (۱۱۱۳) أحمد (۴۴۵/۳)]

(۷) [المغنی (۹۹/۱۰) بدائع الصنائع (۲۷۵/۲) الأم (۲۲۳/۷) نيل الأوطار (۲۵۰/۴)]

(۸) [دارقطنی (۲۴۴/۳) بیہقی (۱۳۳/۷) نصب الرأیة (۱۹۶/۳)]

ابن قدامہؒ بہتر یہ ہے کہ مہر بہت زیادہ قیمتی نہ ہو۔ (۱)

راجح بات یہ ہے کہ حسب توفیق زیادہ مہر دینے میں بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿وَآتَيْتُمْ إِخْدَاهُنَّ نِكَاحًا﴾ [النساء: ۲۰] اور حدیث میں ہے کہ ”نجاشی شاہ حبشہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ کی طرف سے چار زار درہم مہر دیا اور آپ ﷺ نے اسے قبول بھی فرمایا۔“ (۲)

وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا صَدَاقًا فَلَهَا مَهْرُ نِسَائِهَا إِذَا دَخَلَ بِهَا	جس نے کسی عورت سے شادی کی اور مہر مقرر نہ کیا تو اسے اس کی عام عورتوں کی مثل مہر دیا جائے گا جبکہ اس نے اس کے ساتھ قربت کے تعلقات قائم کر لیے ہوں۔ ①
---	--

① (۱) نبی ﷺ نے ایک مرد اور عورت کی شادی کروائی لیکن اس آدمی نے مہر مقرر نہ کیا پھر ہم بستری بھی کر لی حتیٰ کہ جب اس کی وفات کا وقت آن پہنچا تو اس نے اپنا خیر کا حصہ لوگوں کو گواہ بناتے ہوئے (بطور مہر) اس عورت کو دے دیا۔ (۳)

(۲) علقمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کے متعلق سوال ہوا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن اس کے لیے مہر مقرر نہ کیا اور اس سے ابھی ہم بستری نہ ہوا تھا کہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: ﴿لَهَا مِثْلُ مِثْلِ مَا لَهَا مِنْ نِسَائِهَا لَا وَكَسْ وَلَا شَطَطٌ﴾ ”اس عورت کو اس کے خاندان کی عورتوں کے مثل مہر ملے گا اس میں نہ کمی ہوگی نہ زیادتی۔“ اس عورت پر عدت گزارنا بھی لازم ہے اور اس کے لیے میراث بھی ہے۔ یہ سن کر (اس مجلس میں موجود) حضرت عقیل بن سنان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہماری ایک عورت ”بروع بنت واشق“ کے بارے میں نبی ﷺ نے وہی فیصلہ فرمایا تھا جو آپ ﷺ نے کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ (۴)

معلوم ہوا کہ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اسے (خاوند کی وفات پر) مہر مثل دیا جائے گا خواہ اس سے مباشرت و ہم بستری کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔

(احمد، ابو حنیفہ) اسی کے قائل ہیں۔ امام ابن سیرین، امام ابن ابی لیبی اور امام اسحاق بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔ (مالک) ایسی عورت جس سے ہم بستری نہیں کی گئی صرف میراث کی مستحق ہے مہر کی نہیں کیونکہ مہر طہی و مباشرت کا عوض ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی موقف ہے۔ (۵)

(۱) [المغنی (۱۰۱/۱۰)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۱۸۵۳) کتاب النکاح: باب الصداق، ابو داؤد (۲۱۰۷)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۱۸۵۹) کتاب النکاح: باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات، ابو داؤد (۲۱۱۷) حاکم (۱۸۱/۲)]

(۴) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۱۸۵۸) أحمد (۴۸۰/۳) ابو داؤد (۲۱۱۶) أبیضا، ترمذی (۱۱۴۵) نسائی (۱۲۱/۶) ابن ماجہ (۱۸۹۱) ابن الجارود (۷۱۸) عبدالرزاق (۱۰۸۹۸) ابن حبان (۴۱۰۰) حاکم (۱۸۰/۲)]

[بیہقی (۲۴۵/۷)]

(۵) [نیل الأوطار (۲۵۶/۴) الحاوی (۵۳۹/۹) الميسوط (۹۴/۵) الخرشى (۲۶۰/۳)]

(راجح) پہلا موقف گذشتہ صحیح احادیث کے موافق ہے۔
(ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

وَأُتْسَحَبُ تَقْدِيمُ شَيْءٍ مِنَ الْمَهْرِ قَبْلَ الدُّخُولِ | ہم بستری سے پہلے مہر کا کچھ حصہ ادا کر دینا مستحب ہے۔ ①

① (۱) جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کے وقت کہا کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دیں۔ (۲)

جس روایت میں مذکور ہے ﴿فَاعْطَاهَا دَرْعَهُ ثُمَّ دَخَلَ بِهَا﴾ ”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زرغ دی پھر ان کے ساتھ خلوت اختیار کی“ وہ ضعیف ہے۔ (۳)

علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ”وہ عورت کو مرد کی طرف سے اسے کچھ بھی ادا یگی سے پہلے اس کے پاس بھیج دیں۔“ وہ بھی ضعیف ہے۔ (۴)

وَعَلَيْهِ إِحْسَانُ الْعُسْرَةِ | مرد پر عورت سے اچھا سلوک کرنا ضروری ہے۔ ①

① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: ۱۹] ”ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو۔“

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو بلاشبہ انہیں پہلی کی ہڈی سے پیدا کیا گیا ہے اور پہلی کا زیادہ ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر والا ہوتا ہے لہذا اگر کوئی اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دے گا تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی“ ﴿فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا﴾ ”پس تم عورتوں کے حق میں ہمیشہ بھلائی کی وصیت قبول کرو۔“

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے ﴿كَسْرَهَا طَلَاقُهَا﴾ ”اسے توڑنا اسے طلاق دینا ہے۔“ (۵)
(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی مؤمن کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے اگر وہ اس کا کوئی ایک وصف ناپسند کرتا ہے تو (یقیناً) اس کا کوئی دوسرا وصف پسند بھی کرتا ہے۔“ (۶)

(۱) [المغنی (۱۰/۴۹۱)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۱۸۶۵) کتاب النکاح: باب فی الرجل یدخل بامرأته قبل أن ینقدها، ابو داؤد (۲۱۲۵)]

(۳) [ضعیف ابو داؤد (۴۶۱)]

(۴) [ضعیف ابو داؤد (۴۶۳) أيضا، ضعیف ابن ماجہ (۴۳۳) ابو داؤد (۲۱۲۸)]

(۵) [بخاری (۵۱۸۴، ۵۱۸۵) کتاب النکاح: باب الوصاة بالنساء، مسلم (۱۴۶۸) أحمد (۴۴۹/۲) ابن حبان (۴۱۷۹)]

(۶) [أحمد (۳۲۹/۲) مسلم (۱۴۶۹)]

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿خياركم خياركم خياريكم لئلا ينسأهم﴾ ”تم میں بہترین شخص ہے جو تم میں سے اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہے۔“ (۱)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿خيركم خياريكم لاهله وأنا خيركم لأهلي﴾ ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہے اور میں تم میں اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہوں۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ بہترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے لہذا عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے غصہ پی جانا چاہیے۔ حسن سلوک میں یہ بات لازم ہے کہ مرد عورت کو مناسب خرچ دے اسے کھانا اور لباس وغیرہ مہیا کرے جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا ”بیوی کا خاندان پر کیا حق ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”جب تو خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پیتے تو اسے بھی پہنائے، چہرے پر نہ مارے، گالی نہ دے (کبھی الگ کرنا ہو تو) اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرے۔“ (۳)

اور بیوی پر شوہر کی فرمانبرداری لازم ہے۔ ①

وَعَلَيْهَا الطَّاعَةُ

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَإِنْ أَعْطَفْنَاكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِمْ سَبِيلًا﴾ [النساء : ۳۴] ”اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔“

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”جب کوئی مرد اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے پھر وہ مرد ساری رات اس سے ناراض رہے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔“ (۴)

(3) حضرت طلح بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی حاجت (یعنی مباشرت) کے لیے بلائے تو اسے چاہیے کہ وہ آئے خواہ تنور پر (روٹی پکارتی) ہو۔“ (۵)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم

(۱) [صحیح : الصحیحة (۲۸۵) صحیح الجامع الصغیر (۲۲۶۵) ابو داود (۴۶۸۲) کتاب السنة : باب الدلیل علی زیادة الإیمان ونقصانہ، ترمذی (۱۱۶۲) أحمد (۲۵۰۱۲) ابن حبان (۴۱۷۶)]

(۲) [صحیح : الصحیحة (۲۸۵) صحیح الجامع (۳۳۱۴) ترمذی (۳۸۹۵) کتاب المناقب : باب فضل أزواج النبی، دارمی (۱۵۹۱۲)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۵۰۰) کتاب النکاح : باب حق المرأة علی الزوج، إرواء الغلیل (۲۰۳۳) ابن ماجہ (۱۸۵۰) أحمد (۴۴۷/۴) ابو داود (۲۱۴۲) ابن حبان (۴۱۷۵) حاکم (۱۸۷/۲) بیہقی (۳۰۵/۷)]

(۴) [بخاری (۳۲۳۷) کتاب بدء الخلق : باب إذا قال أحدکم آمین، مسلم (۱۴۳۶)]

(۵) [صحیح : الصحیحة (۱۲۰۲) صحیح ترمذی (۹۲۷) کتاب النکاح : باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، ترمذی (۱۱۶۰) أحمد (۲۲/۴)]

دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔“ (۱)

(۵) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”بلاشبہ تمہارے لیے تمہاری بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کے لیے تم پر بھی حق ہے۔ تمہاری بیویوں پر جو تمہارا حق ہے (وہ یہ ہے کہ) وہ ان لوگوں کو تمہارے بستر پر مت بیٹھنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور نہ ہی ایسے اشخاص کو تمہارے گھروں میں داخلے کی اجازت دیں جن سے تم کراہت رکھتے ہو اور خبردار! عورتوں کے حقوق تم پر یہ ہیں کہ تم ان کے لباس و طعام میں ان کی طرف احسان کرو۔“ (۲)

مذکورہ دلائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ عورت پر اپنے شوہر کی اطاعت واجب ہے۔ علاوہ ازیں گھریلو کام کاج بھی عورت کے ذمہ ہی ہے مثلاً صفائی ستھرائی اور کھانا پکانا وغیرہ۔ کیونکہ ابتدائے زمانہ سے یہ کام خواتین ہی کرتی آ رہی ہیں حتیٰ کہ عہد رسالت میں بھی صحابہ کی عورتیں یہ تمام کام کرتی تھیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ گھر سے باہر پر مشقت کام بھی کیا کرتی تھیں اور کبھی ایسا نہیں سنا گیا کہ عورتوں نے کہا ہو کہ ہماری ذمہ داری نہیں جیسا کہ بچی چلانے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں نشان پڑ چکے تھے اور اسی طرح مشکیزے بھر بھر کے لانے کی وجہ سے ان کے کندھوں پر بھی نشان نمودار ہو چکے تھے لیکن جب انہوں نے نبی ﷺ سے یہ شکایت کی تو آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ یہ تو تمہاری ذمہ داری ہی نہیں ہے بلکہ یہ تمام کام اسی کے ذمہ رکھے۔ (۳)

(ابن تیمیہؒ) عورت پر معروف طریقے سے خاندان کی خدمت (گھریلو کام کاج وغیرہ) واجب ہے کیونکہ خاوند کتاب اللہ کی رو سے اس کا مالک ہے اور وہ عورت سنت رسول کی رو سے اس کے پاس قیدی کی مانند ہے۔ یقیناً قیدی یا غلام پر (اپنے مالک کی) خدمت کرنا لازم ہوتا ہے۔ (۴)

وَمَنْ كَانَ لَهُ زَوْجَانِ فَصَاعِدًا عَدَلَ بَيْنَهُنَّ فِي الْقِسْمَةِ وَمَا تَدْعُوا الْحَاجَةَ إِلَيْهِ	جس کی دو یا اس سے زائد بیویاں ہوں وہ باری تقسیم کرنے اور دیگر ضروریات زندگی میں (ان کے درمیان) انصاف کرے۔ ①
--	---

① (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿من كانت له امرأتان فمال إلى إحداهما جاء يوم القيمة وشفه مائل﴾ ”جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل (یعنی زیادہ وقت دے یا زیادہ خرچ کرنے والا) ہو تو وہ روز قیامت ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔“ (۵)

(۱) [حسن صحیح : صحیح ترمذی (۹۲۶) أيضا ترمذی (۱۱۵۹) بیہقی (۲۹۱/۷)]

(۲) [حسن : صحیح ترمذی (۹۲۹) أيضا ترمذی (۱۱۶۳) ابن ماجہ (۱۷۵۱)]

(۳) [بخاری (۳۷۰۵) کتاب فضائل أصحاب النبی : باب مناقب علی بن ابی طالب]

(۴) [فتاوی النساء (ص/۲۶۵)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۸۶۷) کتاب النکاح : باب القسم بین النساء، ابو داؤد (۲۱۳۳) ترمذی (۱۱۴۱)]

[ابن ماجہ (۱۹۶۹) نسائی (۶۳/۷) أحمد (۴۷۱/۲) دارمی (۱۴۳/۲) حاکم (۱۸۶/۲) ابن حبان (۴۲۰۷)]

[بیہقی (۲۹۷/۷)]

(2) نبی ﷺ نے اپنی نو بیویوں کی باری مقرر کر رکھی تھی نیز جس دن جس بیوی کی باری ہوتی دوسری تمام بیویاں بھی اس کے گھر میں جمع ہوتیں۔ نبی ﷺ ان کے پاس بیٹھتے، ان سے گفت و شنید کرتے، حتیٰ کہ جس کی باری ہوتی تو اس کے پاس رات گزارتے۔ (۱)

معلوم ہوا کہ اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کی باری مقرر کرنا ہر ایک کو مناسب اور برابر وقت دینا اور حتیٰ الوسع ان کے درمیان عدل کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ تاہم واضح رہے کہ یہ ایسے عدل کی بات ہے جس کی انسان قدرت و طاقت رکھتا ہے مثلاً باری مقرر کرنا لباس اور کھانا وغیرہ مہیا کرنا۔ علاوہ ازیں جہاں انسان عدل کی طاقت ہی نہیں رکھتا مثلاً قلبی میلان و محبت وغیرہ تو اس کا انسان سے مواخذہ نہیں ہوگا جیسا کہ نبی ﷺ خود بھی اس معاملے میں عاجز رہے اور آپ ﷺ کو اپنی تمام بیویوں میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی۔

ایک روایت میں بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی ﷺ باری تقسیم کرتے اور عدل سے کام لیتے پھر فرماتے ﴿اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا أملك﴾ ”اے اللہ! یہ میری تقسیم ایسے معاملے میں ہے جس کی میں قدرت رکھتا ہوں اور مجھے ایسے معاملے میں ملامت مت کرنا جس کی تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا۔“ (۲)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾ [النساء: ۱۲۹] ”تم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی بیویوں میں ہر طرح عدل کرو گو تم اس کی کتنی ہی خواہش و کوشش کرو۔“ لہذا کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے خود ہی بتلادیا ہے کہ ﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَدْرُوا هَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ [أبضاً] ”اس لیے بالکل ہی ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری کو نکلتی ہوئی نہ چھوڑ دو (کہ نہ اسے طلاق دو اور نہ ہی حقوق زوجیت ادا کرو)۔“

<p>جب کوئی سفر کا ارادہ کرے تو ان (بیویوں) کے درمیان قرعہ ڈال لے ❶ اور عورت کے لیے اپنی باری کسی اور کو دے دینا یا اسے ختم کر کے خاندان سے مصالحت کر لینا درست ہے۔ ❷</p>	<p>وَإِذَا سَافَرَ أَقْرَعَ بَيْنَهُنَّ وَلِلْمَرْأَةِ أَنْ تَهَبَ نَوْبَهَا أَوْ تَصَالِحَ الزَّوْجَ عَلَى إِسْفَاطِهَا</p>
--	--

❶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿کان رسول اللہ إذا أراد سفراً أقرع بين نسائه فأيتهن خرج سهمها خرج بها معه﴾ ”رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے پھر ان میں سے جس کا قرعہ نکل آتا اسے اپنے ساتھ لے کر نکلتے۔“ (۳)

(۱) [مسلم (۱۴۶۲) أحمد (۱۰۷۱۶) ابو داود (۲۱۳۵) صحیح ابو داود (۱۸۶۸)]

(۲) [ضعیف : ضعيف ابو داود (۴۶۷) أيضا ابو داود (۲۱۳۴) ترمذی (۱۱۴۰) ابن ماجه (۱۹۷۱) نسائی

(۶۴۱/۷) دارمی (۱۴۴۱/۲) ابن حبان (۴۲۰۵) حاکم (۱۸۷/۲) بیہقی (۲۹۸/۷)]

(۳) [بخاری (۲۵۹۳) کتاب الهبة وفضلها : باب هبة المرأة لغير زوجها..... مسلم (۱۳۸/۷) ابو داود (۲۱۳۸) ابن

ماجه (۱۹۷۰)]

- ② (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہیہ کر دیا اور پھر نبی ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کا اپنا دن اور سودہ رضی اللہ عنہا کا دن تقسیم کرتے تھے۔ (۱)
- (ابن حجر) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے طلاق کے اندیشے سے اپنی باری ہیہ کر دی تھی۔ (۲)
- (2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت ﴿ وَإِنَّ امْرَأَةً خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُفُوسًا أَوْ إِعْرَاضًا ﴾ [النساء: ۱۲۸] اور کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا خوف ہو۔ کے متعلق کہا کہ ایسا مرد جس کے ساتھ اس کی بیوی رہتی ہے لیکن شوہر کو اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں بلکہ وہ اسے جدا کر دینا چاہتا ہے۔ اس پر عورت کہتی ہے کہ میں اپنی باری اور اپنا نان و نفقہ معاف کر دیتی ہوں (تم مجھے طلاق نہ دو) ایسی صورت کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (۳)

وَيَقِيمُ عِنْدَ الْحَدِيدَةِ الْبُكْرِ سَبْعًا وَالثَّيْبِ ثَلَاثًا	شوہر اپنی نئی کنواری دلہن کے پاس سات دن جبکہ مطلقہ یا بیوہ کے پاس تین دن ٹھہرے۔ ①
--	---

- ① (1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من السنة إذا تزوج الرجل البكر على الثيب ﴾ ”مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب مرد شوہر دیدہ پر کنواری بیاہ کر لائے تو اس نئی دلہن کے پاس پہلے سات روز قیام کرے پھر باری تقسیم کرے اور جب شوہر دیدہ کو بیاہ کر لائے تو اس کے پاس تین روز قیام کرے پھر باری تقسیم کرے۔“ (۴)
- (2) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کے پاس تین روز قیام کیا (کیونکہ وہ شوہر دیدہ خاتون تھیں)۔ (۵)
- (3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے پاس تین روز قیام فرمایا اور وہ شوہر دیدہ تھیں۔ (۶)
- معلوم ہوا کہ نئی دلہن اگر کنواری ہو تو اس کے پاس سات دن اور اگر شوہر دیدہ ہو تو اس کے پاس تین روز قیام کیا

- (۱) [بخاری (۵۲۱۲) کتاب النکاح: باب المرأة تهب يومها..... 'مسلم (۱۴۶۳) ابو داود (۲۱۳۵) ابن ماجہ (۱۹۷۲) ابن حبان (۴۲۱۱) بیہقی (۷۴۱۷)]
- (۲) [فتح الباری (۳۹۱/۱۰)]
- (۳) [بخاری (۴۶۰۱) کتاب التفسیر: باب قوله: وإن امرأة خافت..... 'مسلم (۳۰۲۱) أحمد (۶۸/۶) نسائی (۱۴۵) ابن ماجہ (۱۹۷۲)]
- (۴) [بخاری (۵۲۱۴) کتاب النکاح: باب إذا تزوج البكر على الثيب مسلم (۱۴۶۱)]
- (۵) [مسلم (۱۴۶۰) کتاب الرضاع: باب قدر ما تستحقه البكر والثيب..... 'موطا (۵۲۹/۲) أحمد (۲۹۲/۶) دارمی (۱۴۴/۲) ابو داود (۲۱۲۲) ابن ماجہ (۱۹۱۷) شرح معانی الآثار (۲۸/۳) أبو یعلیٰ (۴۲۹/۱۲) دارقطنی (۲۸۴/۳) الحلبي لأبي نعیم (۹۵/۷) بیہقی (۳۰۰/۷)]
- (۶) [صحیح: صحيح ابو داود (۱۸۶۳) کتاب النکاح: باب فی المقام عند البكر 'ابو داود (۲۱۲۳) أحمد (۹۹/۳)]

جائے گا۔

(جمہور، شافعی) اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) شوہر دیدہ اور کنواری دونوں کے پاس تین دن قیام کیا جائے گا۔ (ان کا کہنا ہے کہ کنواری کے پاس سات دن اور شوہر دیدہ کے پاس تین دن عدل کے متناہی ہے)۔ (۱)

احناف کا موقف گذشتہ واضح احادیث کے خلاف ہے۔ نیز کنواری کے لیے سات دن اس لیے مقرر کیے گئے تاکہ اس کی اجنبیت دور ہو جائے اور اس کا دل لگ جائے جبکہ شوہر دیدہ کے لیے تین روز اس لیے مقرر کیے گئے کیونکہ وہ جلد مانوس ہو جاتی ہے اور ماحول میں گھل جاتی ہے۔

اور عزل ① جائز نہیں۔ ②

وَلَا يَجُوزُ الْعَزْلُ

① لفظ عزل باب عَزَلٌ يَعْزِلُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”جدا کر دینا“ ہے۔ (۲)

اصطلاحی اعتبار سے عزل یہ ہے کہ مرد عورت سے جماع کرے اور جب انزال ہونے لگے تو آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے باہر نکال کر انزال کر دے۔

② یہاں ناجائز سے مراد مکروہ ہے یعنی عزل نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں اس سے ممانعت مروی ہے اور بعض میں جواز لہذا ممانعت کی احادیث کو کراہت پر محمول کیا جائے گا۔

ممانعت کی احادیث:

(۱) حضرت جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے نبی ﷺ سے عزل کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ذَلِكَ الْوَادِ الْحَفِي﴾ ”یہ خفیہ طریقے سے زندہ درگور کرنا ہے۔“ (۳)

چونکہ یہ حقیقی زندہ درگور کرنا نہیں ہے اس لیے حرام نہیں۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے آزاد عورت سے عزل کرنے سے منع فرمایا ہے، مالا کہ اس سے اجازت لے

لی جائے۔ (۴)

(۱) [الأم (۱۱۰/۵) المبسوط (۲۱۸/۵) کشاف القناع (۲۰۷/۵) بداية المحتهد (۵۶/۲) نيل الأوطار (۳۰۷/۴)

شرح مسلم للنووي (۳۰۲/۵) فتح الباری (۳۹۴/۱۰)]

(۲) [المنجد (ص/۵۵۴)]

(۳) [مسلم (۱۴۴۲) کتاب النکاح : باب جواز الغيلة ابو داود (۳۸۸۲) ترمذی (۲۰۷۶) ابن ماجه

(۲۰۱۱) أحمد (۳۶۱/۶) نسائی (۱۰۶/۶) موطا (۶۰۷/۲) دارمی (۱۴۶/۲) ابن حبان (۴۱۹۶) بیہقی

[(۴۶۵/۷)

(۴) [ضعيف : إرواء الغليل (۲۰۰۷) أحمد (۳۱/۱) ابن ماجه (۱۹۲۸)]

جواز کی احادیث:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ کسا نعل علی عهد رسول اللہ والقرآن یزل ﴾ ”ہم عہد رسالت میں نعل کرتے تھے اور قرآن اس وقت نازل ہو رہا تھا۔“ (۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ یہ بات (یعنی صحابہ کا نعل کرنا) نبی ﷺ تک پہنچ گئی لیکن آپ ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا۔ (۲)

(3) کچھ صحابہ نے نبی ﷺ سے نعل کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما علیکم ان لا تفعلوا..... ﴾ ”تم نعل کر سکتے ہو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن جن روجوں کی قیامت تک کے لیے پیدائش مقدر ہو چکی ہے وہ تو ضرور پیدا ہو کر رہیں گی لہذا تمہارا نعل کرنا بے کار ہے۔“ (۳)

(4) ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا کہ میں اپنی لونڈی سے نعل کرتا ہوں اور مجھے ناپسند ہے کہ وہ حاملہ ہو..... یہودی کہتے ہیں کہ نعل تو چھوٹا زندہ درگور کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہود نے جھوٹ بولا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنا چاہے تو اسے تو پھیر نہیں سکتا۔ (۴)

(ابن قیمؒ) جس چیز میں نبی ﷺ نے یہود کو چھوٹا قرار دیا وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ نعل کی صورت میں حمل کا تصور ہی نہیں..... نعل حمل کو نہیں روک سکتا جبکہ اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنا چاہیں اور اگر اس کا ارادہ ہی تخلیق کا نہ ہو تو فی الحقیقت وہ زندہ درگور کرنا ہی نہیں۔ حدیث جدامہ میں بھی اسے خفیہ زندہ درگور اسی لیے کہا گیا ہے کہ مرد حمل سے فرار کا راستہ اختیار کرتے ہوئے نعل کرتا ہے۔ اسی بنا پر اس کے ارادے اور قصد کو زندہ درگور کی جگہ نافذ کیا ہے لیکن ان دونوں میں فرق ہے وہ یہ کہ زندہ درگور تو براہ راست ایک ظاہر عمل ہے اور اس میں قصد و فعل دونوں جمع ہوتے ہیں مگر نعل کا تعلق صرف قصد و ارادے سے ہے۔ اس وجہ سے اسے ”واد خفی“ کہا گیا ہے۔ (۵)

(شوکانیؒ) یہ (امام ابن قیمؒ) جمع و تطبیق قوی ہے۔ (۶)

(۱) [بخاری (۵۲۰۹) کتاب النکاح : باب العزل، مسلم (۱۴۴۰) أبو یعلیٰ (۲۱۹۳) ترمذی (۱۱۳۷) أحمد (۳۷۷/۳) بیہقی (۲۲۸/۷)]

(۲) [مسلم (۱۴۴۰) کتاب النکاح : باب حکم العزل، ابو داؤد (۲۱۷۳) أبو یعلیٰ (۲۲۵۵) ابن حبان (۴۱۹۵) طحاوی (۳۵/۳) بیہقی (۲۲۸/۷)]

(۳) [بخاری (۲۵۴۲) کتاب العلق : باب من ملک من العرب.....، مسلم (۱۴۳۸) ابو داؤد (۲۱۷۲) أحمد (۹۸/۳) موطا (۵۹۴/۲) ابن حبان (۴۱۹۳)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۹۰۳) کتاب النکاح : باب ما جاء فی العزل، ابو داؤد (۲۱۷۱) أحمد (۱۵۱/۳)]

(۵) [زاد المعاد (۱۴۵۱۵)]

(۶) [نبیل الأوطار (۲۸۶/۴)]

بن حزم) عزل کرنا حرام ہے۔ (۱)

امام ابن عبدالبر نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ آزاد بیوی کی اجازت کے بغیر اس سے عزل نہیں کیا جاسکتا لیکن دعویٰ اس بنا پر درست نہیں کیونکہ شافعیہ کے ہاں مطلقاً عزل کا جواز معروف ہے۔ (۲)

اجمع) عزل حرام و ناجائز نہیں بلکہ محض مکروہ ہے۔ (واللہ اعلم)

عورت کی پشت میں جماع کرنا جائز نہیں۔ ❶

وَلَا يَجُوزُ اِتِّبَانُ الْمَرْأَةِ فِي ذُبُرِهَا

❶ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا﴾ ”جو شخص عورت سے اس کی پشت میں جماع کرے وہ لعنتی ہے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا فَقَدْ بَرَّ مَا أَنْزَلَ لِي مُحَمَّدٌ﴾ ”جس شخص نے..... عورت سے اس کی پشت میں جماع کیا بلاشبہ وہ اُس چیز سے بری ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے ﷺ پر نازل کی ہے۔“ (۴)

(۳) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ﴾ ”عورتوں کی پشتوں میں (جماع کے لیے) نہ آؤ۔“ (۵)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے جس نے اپنی بیوی سے اس کی پشت میں جماع کیا۔“ (۶)

جمہور) عورتوں سے ان کی پشتوں میں جماع کرنا حرام ہے۔ (۷)

تاہم علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی پشت کی جانب سے یا کسی بھی طریقے سے صرف اس کی قبل فرج) میں جماع کر سکتا ہے۔ (۸)

(۱) [المحلی (۷۰/۱۰-۷۱)]

(۲) [فتح الباری (۳۸۵/۱۰)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داؤد (۱۸۹۴) کتاب النکاح : باب فی جماع النکاح ، ابو داؤد (۲۱۶۲) ابن ماجہ (۱۹۲۳)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۳۰۴) کتاب الطب : باب فی الکاهن ، ابو داؤد (۳۹۰۴) أحمد (۳۰۸/۲) ترمذی (۱۳۵) ابن ماجہ (۶۳۹)]

(۵) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۰۰۵) ابن ماجہ (۱۹۲۴) کتاب النکاح : باب النهی عن اتیان النساء فی أدبارهن ، أحمد (۲۱۳/۵) طبرانی کبیر (۳۷۴) بیہقی (۲۳/۵)]

(۶) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۸۷۸) ابن ماجہ (۱۹۲۳) أيضا ، صحیح ابن ماجہ (۱۵۶۰)]

(۷) [نیل الأوطار (۲۹۰/۴)]

(۸) [تفسیر قرطبی (۹۱/۳)]

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ انہوں نے کہا میں نے گذشتہ شب اپنی سواری تبدیل کر لی۔ آپ ﷺ نے اس پر کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف وحی نازل فرمائی ﴿ نِسَاءُ كُمْ حَرِّتْ لَكُمْ فَاتُوا حَرِّتْكُمْ أَنِّي شَيْئْتُمْ ﴾ [البقرة: ۲۲۳] ”تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھتی ہیں لہذا تم اپنی کھیتوں میں جیسے چاہو آؤ۔“ (یعنی) آگے سے آؤ اور پیچھے سے آؤ مگر حالت حیض میں اور پشت میں جماع سے اجتناب کرو۔ (۱)

علاوہ ازیں یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ جب مرد اپنی بیوی سے پچھلی جانب سے قبل میں مباشرت کرتا ہے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے (ان کی تردید میں) یہ آیت نازل فرمائی ﴿ نِسَائِكُمْ حَرِّتْ لَكُمْ ﴾ (۲)

یعنی آگے کی جانب سے مباشرت کرو یا پیچھے کی جانب سے یا کروٹ پر جیسے چاہو سب جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر صورت میں عورت کی فرج ہی استعمال ہو۔



- (۱) [صحیح: التعليقات الرضية على الروضة (۲۳۰/۲) ترمذی (۲۹۸۰) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة البقرة
أحمد (۱۸۹) - الفتح الرباني]]
- (۲) [بخاری (۴۵۲۸) کتاب التفسیر: باب نساءکم حرث لکم..... مسلم (۱۴۳۵) ابو داود (۲۱۶۳) ترمذی (۲۹۷۸) ابن ماجہ (۱۹۲۵) دارمی (۱۴۵/۲) ابن حبان (۴۱۶۶) بیہقی (۱۹۴/۷)]

بچہ صاحب فراش کا ہے

بچہ بستر والے کے لیے ہے ① اور کسی اور سے اس کی مشابہت کا کوئی اعتبار نہیں۔ ②

وَالْوَلَدُ لِلْفَرَّاشِ وَلَا عِوَبَةٌ لِّسَبِّهِمْ بَعِيْرٌ
صَاحِبِهِ

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الولد للفراش وللعاهر الحجر﴾ ”بچہ بستر والے کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔“ (۱)

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے (مرتے وقت جاہلیت میں) اپنے بھائی (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما) کو وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنے قبضے میں لے لیں۔ عتبہ نے کہا تھا کہ وہ میرا لڑکا ہوگا چنانچہ جب فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما اس بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ عبد بن زمعہ بھی آئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے تو یہ کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ بھائی نے وصیت کی تھی کہ یہ اس کا لڑکا ہے۔ لیکن عبد بن زمعہ نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ میرا بھائی ہے (میرے والد) زمعہ کا بیٹا ہے کیونکہ انہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے زمعہ کی باندی کے ٹکے کو دیکھا تو وہ واقعی (سعد کے بھائی) عتبہ بن ابی وقاص کی شکل پر تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے (قانون شریعت کے مطابق) یہ فیصلہ کیا کہ اے عبد بن زمعہ! تم ہی اس بچے کو رکھو یہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ یہ تمہارے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور سودہ رضی اللہ عنہا (جو کہ زمعہ کی بیٹی تھیں) سے فرمایا کہ ”تم اس لڑکے سے پردہ کرو“ کیونکہ آپ ﷺ نے اس لڑکے میں عتبہ بن ابی وقاص کی شبابہت پائی تھی۔“ (۲)

جب تین شخص ایک لونڈی کی ملکیت میں شریک ہوں اور ایک ہی طہر میں اس سے جماع کریں اور اس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو جائے اور وہ سب اس بچے کا دعویٰ کریں تو ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا پھر جو بھی قرعہ کے ذریعے بچے کا مستحق ہے گا وہ دوسروں کو وصیت کا دو تہائی حصہ ادا کرے گا۔ ①

وَإِذَا اشْتَرَكُوا ثَلَاثَةً فَبِيْ وَطْئِيْ أُمَّةٍ فَبِيْ طُهْرٍ
مَلَكَهَا كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِيْهِ فَجَانَّتْ يَوْلَدٌ
وَأَدْعُوهُ جَمِيعًا فَيَقْرَعُ بَيْنَهُمْ وَمَنْ
اسْتَحَقَّهُ بِالْقُرْعَةِ فَلْيُعْطِهِ لِلْآخَرَيْنِ لَنُنَا
الذِّيَّةِ

(۱) [بخاری (۶۸۱۸) کتاب الحدود : باب للعاهر الحجر 'مسلم (۱۴۵۸) ترمذی (۱۰۵۷) نسائی (۱۸۰۱۶) ابن ماجہ (۲۰۰۶) دارمی (۱۰۵۲/۲) بیہقی (۴۱۲/۷) حمیدی (۱۰۸۵) عبدالرزاق (۴۴۳/۷) أحمد (۲۳۹/۲)]

(۲) [بخاری (۴۳۰۳) کتاب المغازی : باب 'مسلم (۱۴۵۷) موطا (۷۳۹/۲) أحمد (۱۲۹/۶) ابو داؤد (۲۳۷) نسائی (۳۶۸۴) ابن ماجہ (۲۰۰۴) دارمی (۱۰۵۲/۲)]

- ① حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جبکہ وہ یمن میں تھے، تین ایسے آدمی لائے گئے جنہوں نے ایک ہی طہر میں ایک عورت (لونڈی) سے جماع کیا۔ آپ ﷺ نے دو آدمیوں سے کہا، کیا تم اس (تیسرے) کے لیے بچے کو مقرر کرتے ہو؟ انہوں نے کہا، نہیں، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ان سب سے اسی طرح پوچھا لیکن جب بھی آپ دو آدمیوں سے دریافت کرتے تو وہ کہتے، نہیں! پھر آپ ﷺ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور بچے کو اس آدمی کے ساتھ ملحق کر دیا جس کے نام قرعہ نکلا تھا اور اس پر دیت کا دو تہائی حصہ بھی لازم کر دیا (کہ وہ بقیہ دونوں کو ادا کرے)۔ راوی کہتا ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ سے بیان کی گئی تو آپ ﷺ اس قدر ہنسے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ (۱)
- (جمہور، مالک، شافعی، احمد) (ہر صورت میں) قرعہ ڈالنا جائز ہے۔ (۲)
- نبی ﷺ نے دیگر شرعی مسائل میں بھی قرعہ کا اعتبار کیا ہے جیسا کہ ایک آدمی نے چھ غلام آزاد کر دیے تو نبی ﷺ نے ان کے تین اجزاء بنائے پھر ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور جن کے نام قرعہ نکلا انہیں آزاد کر دیا۔ (۳)

متفرقات

612- جماع سے پہلے دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے، ”بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا“ بلاشبہ اس جماع سے ان کے مقدر و قسمت میں اولاد ہوگی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“ (۴)

613- غیلہ جائز ہے

غیلہ سے مراد خاوند کا بیوی سے ایسی حالت میں مباشرت کرنا ہے جب وہ گود کے بچے کو دودھ پلا رہی ہو۔ حضرت جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے غیلہ سے منع کرنے کا ارادہ کیا لیکن جلد ہی میری نظر روم و فارس پر پڑی جو اپنی اولاد سے غیلہ کرتے ہیں اور یہ غیلہ ان کی اولاد کو کچھ بھی نقصان نہیں دیتا۔ (۵)

- (۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۹۸۷) کتاب الطلاق: باب من قال بالقرعة إذا تنازعوا في الولد، ابو داود (۲۲۷۰)]
 أحمد (۳۷۴/۴) نسائی (۱۸۲/۶) حمیدی (۷۸۵) ابن ماجہ (۲۳۴۸)]
 (۲) [نیل الأوطار (۳۸۱/۴)]
 (۳) [مسلم (۱۶۶۸) کتاب الإیمان: باب من أعتق شركا له في عبد، ابو داود (۳۹۵۸) ترمذی (۱۳۶۴) ابن ماجہ (۲۳۴۵) نسائی (۶۴/۴)]
 (۴) [بخاری (۱۴۱) کتاب الوضوء: باب التسمية على كل حال وعند الوقاع، مسلم (۱۴۳۴) ابو داود (۲۱۶۱) ترمذی (۱۰۹۲) ابن ماجہ (۱۹۱۹) أحمد (۲۱۷/۱)]
 (۵) [مسلم (۱۴۴۲) کتاب النکاح: باب جواز الغيلة.....، ابو داود (۳۸۸۲) مؤطا (۶۰۷/۲) ترمذی (۲۰۷۷) ابن ماجہ (۲۰۱۱)]

614- دوران جماع گفتگو کا حکم

دوران جماع کلام کی ممانعت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں لہذا یہ جائز ہے۔ نیز دوران جماع کلام کو دوران نائے حاجت کلام پر قیاس کرتے ہوئے مکروہ خیال کرنا بھی درست نہیں کیونکہ وہ گندگی کی جگہ ہے جبکہ یہ لذت حاصل کرنے کا مقام ہے۔

615- مباشرت کے راز افشاں کرنا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام و مرتبے کے لحاظ سے سب سے بدترین شخص وہ ہوگا جو بیوی سے جماع کرتا ہے اور وہ اس سے ہم بستری کرتی ہے پھر وہ شخص اس عورت جینی اپنی بیوی) کا راز (لوگوں میں ازراہ تفسیر یا عدا) پھیلاتا ہے۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ مباشرت کے وقت ہونے والے حالات و واقعات لوگوں کے سامنے بیان کرنا حرام ہے اور اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے بلکہ خلاف مردہ فعل ہے لہذا اس سے خاموشی ہی بہتر ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے ”جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم قرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔“ (۲)

616- لمبے سفر سے واپسی پر گھر میں پہنچنے سے پہلے اطلاع کر دینا

(: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غزوے میں ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم مدینہ واپس پہنچ کر اپنے اپنے مردوں میں جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ذرا ٹھہر جاؤ۔ رات کو گھروں میں داخل ہونا (رات سے آپ ﷺ کی مراد عشا وقت تھا) ﴿لکی تمتشط الشعنة وتستحد المغيبة﴾“ (یہ حکم دینے کا مقصد یہ تھا) تاکہ پراگندہ بالوں میں کنگھی وغیرہ لے لے اور جس کا خاندان گھر سے باہر غائب تھا وہ اپنے جسم کے فاضل بالوں کی صفائی کر لے۔“ (۳)

(: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿إذا أطال أحدكم الغيبة فلا يطرق أهله ليلاً﴾ ”تم میں سے کوئی جب لمبی مدت کے بعد واپس آئے تو اچانک رات کے وقت گھر میں داخل نہ ہو۔“ (۴)

مذکورہ دونوں احادیث میں نبی ﷺ کا مقصد ایک ہی ہے کہ رات کو سفر سے واپسی یا لمبے عرصے کے بعد واپس آنے کی صورت میں پہلے گھروں میں اطلاع کر دینی چاہیے تاکہ خواتین خاندانوں کے آنے سے پہلے بن سنور کر تیار ہو

(: [مسلم (۱۴۳۷) کتاب النکاح : باب تحريم إفشاء سر المرأة' ابو داود (۴۸۷۰) أحمد (۶۹/۳)]

(: [بخاری (۶۰۱۹) مسلم (۴۸)]

(: [بخاری (۵۰۷۹) کتاب النکاح : باب تزويج النيات' مسلم (۱۵۲۷) ابو داود (۲۷۷۸) دارمی (۱۴۶/۲)]

أحمد (۳۰۳/۳) ابن حبان (۲۷/۴)]

(: [بخاری (۵۲۴۳) کتاب النکاح : باب لا يطرق أهله ليلاً' مسلم (۷۱۵) ابو داود (۲۷۷۶) ترمذی (۲۷۱۲) أبو

يعلى (۱۸۴۳) ابن حبان (۴۱۸۲) حمیدی (۱۲۹۷) أحمد (۲۹۹/۳) بیہقی (۲۶۰/۵)]

جائیں اور ان کے لیے خوشی و آرام کا باعث بنیں۔ عصر حاضر میں یہ اطلاع ڈاک، فون یا ای میل وغیرہ کے ذریعے باسانی پہنچائی جاسکتی ہے۔

617- اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی عورتوں سے نکاح

جائز ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ [المائدہ: ۵] "اور جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں۔"

واضح رہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کے لیے پاک دامن کی قید لگائی گئی ہے یعنی اگر اہل کتاب کی عورت پاک دامن نہیں تو اس سے نکاح جائز نہیں۔ علاوہ ازیں اس آیت میں آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "جو ایمان کے ساتھ کفر سے اس کے عمل برباد ہو گئے۔" اس سے یہ تشبیہ مقصود ہے کہ اگر ایسی خاتون سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضیاع کا اندیشہ خطرہ ہے تو یہ بے حد خسارے کا سودا ہے کیونکہ ایمان بچانا فرض ہے جبکہ ان عورتوں سے نکاح کرنا محض مباح ہے۔ لہذا ایک جائز کام کے لیے دوسرے فرض کام کو خطرے میں ڈال دینا کہاں کی دانشوری و عقلمندی ہے۔

(ابن قدامہؒ) اہل علم کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اہل کتاب کی آزاد خواتین حلال ہیں۔ اہل کتاب سے مراد اہل تورات (یہودی) اور اہل انجیل (عیسائی) ہیں..... علاوہ ازیں مجوسی اہل کتاب نہیں لہذا ان کی خواتین سے نکاح بھی جائز نہیں..... اور ان کے علاوہ دیگر تمام کفار بھی انہی کے حکم میں ہیں۔ (۱)

618- حالتِ احرام میں نکاح ممنوع ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا يَنْكِحُ الْمُحْرَمُ وَلَا يَنْكَحُ وَلَا يَخْتَبِئُ﴾ "احرام والا آدمی نہ خود اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا نکاح کرے اور نہ ہی پیغام نکاح بھیجے۔" (۲)



(۱) [المعنی (۹/۵۴۵-۵۴۸)]

(۲) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۸۸۸) مسلم (۲۰۲۲) کتاب النکاح : باب تحریم نکاح المحرم]

کتاب الطلاق

طلاق کے مسائل

- باب أنواع الطلاق طلاق کی اقسام کا بیان
- پہلی فصل: طلاق کی مشروعیت اور اس کے احکام
- دوسری فصل: طلاق کن اشیاء کے ساتھ واقع ہوتی ہے؟
- باب الخلع خلع کا بیان
- باب الإیلاء ایلاء کا بیان
- باب الظہار ظہار کا بیان
- باب اللعان لعان کا بیان
- باب العدة عدت کا بیان
- پہلی فصل: عدت کی اقسام
- دوسری فصل: قیدی یا خریدی ہوئی لونڈی کا استبراء
- باب النفقة نفقہ کا بیان
- باب الرضاع رضاعت کا بیان
- باب الحضانة پرورش و تربیت کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ الطَّلَاقِ مَرَّتَيْنِ ﴾ [البقرة: ۲۲۹]

”طلاق دو مرتبہ ہیں۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ ﴾

”صرف طلاق دیئے کا حق اسی کو ہے جس نے (عورت کی) پنڈلی کو

پکڑ رکھا ہے۔“

[حسن: إرواء الغلیل (۲۰۴۱)]

کتاب الطلاق ①

طلاق کے مسائل

طلاق کی اقسام کا بیان

باب انواع الطلاق

پہلی فصل

طلاق کی مشروعیت اور اس کے احکام

هُوَ جَائِزٌ مِنْ مُكَلَّفٍ وَمُخْتَارٍ ① طلاق دینا جائز ہے ② مکلف و خود مختار شخص کی طرف سے۔ ③

① لغوی وضاحت: حافظ ابن حجر قہر راز ہیں کہ لغت میں طلاق کا معنی ”بذہن کو کھول دینا ہے“۔ یہ لفظ ”إطلاق“ سے مشتق ہے جس کا معنی چھوڑ دینا اور ترک کر دینا ہے۔“
شرعی تعریف: طلاق نکاح کی گرہ کھول دینے کو کہتے ہیں۔ امام الحرمین کا کہنا ہے کہ جاہلیت میں بھی اس کے لیے لفظ طلاق ہی مستعمل تھا پھر شریعت نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔ (۱)
طلاق کی حکم کے اعتبار سے پانچ اقسام بیان کی جاتی ہیں:

- (1) حرام: جبکہ بدی ہو۔
- (2) مکروہ: جب درست حالت کے باوجود بغیر کسی سبب کے دی جائے۔
- (3) واجب: اس کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب طرفین کے فیصلہ کرنے والے جدائی و علیحدگی کو بہتر سمجھیں۔
- (4) مستحب: جب عورت عقیف و پاکدامن نہ ہو یا شرعی واجبات مثلاً نماز وغیرہ میں ایسی کوتاہ ہو کہ اس پر جبراً ان اعمال کو لازم کر دینا بھی ممکن نہ ہو۔
- (5) جائز: جب مرد عورت کو اس کے بُرے اخلاق یا کسی اور وجہ سے ناپسند کرتا ہو۔ (۲)

② ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ﴾ [البقرة: ۲۳۶] ”تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم

(۱) [فتح الباری (۴۳۵/۱۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۳۱۳/۴) المغنی (۳۲۳/۱۰)]

عورتوں کو طلاق دے دو جبکہ تم نے انہیں چھوا نہ ہو۔“

(2) ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ﴾ [البقرة: ۲۲۹] ”طلاق دو مرتبہ ہے۔“

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی پھر ان سے رجوع

کر لیا۔“ (۱)

(4) حضرت تقی بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کی بدزبانی کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿طلقها إذا﴾

”تب اسے طلاق دے دو۔“ (۲)

جس روایت میں ہے ﴿أبْغَضَ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ﴾ ”حلال اشیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُری چیز

طلاق ہے۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۳)

② (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا طلاق ولا عتاق فی إغلاق﴾ ”طلاق

اور آزادی اغلاق میں نہیں ہوتی۔“ (۴)

إغلاق لغت میں بند کر دینے کو کہتے ہیں۔ اس حدیث میں اس کے دو مفہوم بیان کیے جاتے ہیں:

① زبردستی لی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

② شدید غصے میں کہ جب انسان کی عقل پر پردہ پڑ جائے تو ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی جیسا کہ

امام ابوداؤد نے اس حدیث کے بعد خود بیان کیا ہے کہ ((الغلاق أظنه في الغضب)) ”میرے خیال میں غلاق غصے

میں ہوتا ہے۔“

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ﴿طلاق السكران والمستكره ليس بحائز﴾ ”حالاتِ نشہ میں موجود انسان اور

مجبور شخص کی (دی ہوئی) طلاق جائز نہیں۔“ (۵)

(3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔ (۶)

(۱) [صحيح: صحيح ابو داود (۱۹۹۸) كتاب الطلاق: باب في المراجعة' ابو داود (۲۲۸۳) نسائي (۲۱۳/۶) اه

ماجة (۲۰۱۶) دارمي (۱۶۰/۲) بيهقي (۳۲۱/۷) ابن حبان (۴۲۷۵) حاكم (۱۹۷/۲)]

(۲) [صحيح: صحيح ابو داود (۱۲۹) كتاب الطهارة: باب في الاستنثار' ابو داود (۱۴۲) أحمد (۲۱۱/۴)]

(۳) [ضعيف: إرواء الغليل (۲۰۴۰) ابو داود (۲۱۷۸) كتاب الطلاق: باب في كراهية الطلاق' ابن ماجه (۲۰۱۸)

حاكم (۱۹۶/۲) بيهقي (۳۲۲/۷)]

(۴) [حسن: صحيح ابو داود (۱۹۱۹) كتاب الطلاق: باب في الطلاق على غلط' إرواء الغليل (۲۰۴۷) ابو دا

(۲۱۹۳)]

(۵) [بخاری (۷۹۳/۲)]

(۶) [صحيح: إرواء الغليل (۲۰۴۵) بيهقي (۳۵۹/۷)]

امام مالکؒ کو اس جرم کی پاداش میں بے حد مزائیں دی گئیں لیکن آپ اپنے صحیح دھنوں موقف پر مضبوطی سے قائم رہے۔ آپ کا کہنا تھا کہ ”جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔“
(احمد، شافعی، ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہ) جبری طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ یہ مکلف کی طرف سے واقع ہوئی ہے۔ (۱)
(راجح) پہلا موقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

وَلَوْ هَازِلًا	خواہ مذاق میں ہی ہو۔ ①
-----------------	------------------------

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ثَلَاثٌ جَدَمْنَ جِدًّا وَهَزَلْنَ جِدًّا.....﴾ ”تین امور ایسے ہیں کہ ان کا قصد کرنا بھی قصد ہے اور انہی مذاق سے کہنا بھی قصد ہی ہے: نکاح، طلاق اور رجوع۔“ (۲)
(ابن قیم) جمہور علماء کے نزدیک ہنسی مذاق میں دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے اور صحابہ و تابعین سے یہی بات محفوظ (یعنی صحیح ثابت) ہے۔ (۳)

لِمَنْ كَانَتْ فِي طَهْرٍ لَمْ يَمَسَّهَا فِيهِ وَلَا طَلَّقَهَا لِمَا الْحَبِطَةِ الَّتِي قَبْلَهُ أَوْ فِي حَمْلٍ قَدْ اسْتَبَانَ	جب عورت ایسے طہر میں ہو جس میں شوہر نے اس سے ہم بستری نہ کی ہو اور اس نے اس سے پچھلے حیض میں یا واضح حمل میں اسے طلاق نہ دی ہو۔ ①
---	---

① طلاق کی دو قسمیں ہیں:

(1) طلاق سنی (2) طلاق بدی

طلاق سنی میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

① حالت حیض میں طلاق نہ دی گئی ہو: جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دی تو نبی ﷺ ان پر ناراض ہوئے۔ (۴)

② حالت نفاس میں طلاق نہ دی گئی ہو: کیونکہ نفاس طہر نہیں ہوتا اور حدیث میں ہے کہ حالت طہر میں طلاق دی جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے فرمایا ﴿مرہ فلیراجعہا ثم لیمسکہا حتی تطہر ثم تحيض ثم تطہر﴾

(۱) [المعنی (۳۵۰/۱۰)]

(۲) [حسن: صحیح ابو داود (۱۹۲۰) کتاب الطلاق: باب فی الطلاق علی الہزل، ابو داود (۲۱۹۴) ترمذی

(۱۱۸۴) ابن ماجہ (۲۰۳۹) سعید بن منصور (۱۶۰۳) دارقطنی (۲۵۶/۳) حاکم (۱۹۸/۲) طحاوی

[۱۸/۳]

(۳) [أعلام الموقعین (۱۲۴/۳)]

(۴) [بخاری (۴۹۰۸) مسلم (۱۴۷۱) ابو داود (۲۱۸۰) نسائی (۲۱۳/۶) ابن ماجہ (۲۰۱۹) أحمد (۶۴/۲)]

..... ﴿ ”اے کہو کہ رجوع کرے اور اسے اس وقت تک روک لے کہ طہر شروع ہو جائے پھر ایام ماہواری آئیں پھر طہر شروع ہو جائے (پھر اگر چاہے تو طلاق دے دے)۔“ (۱)

③ ایسے طہر میں طلاق دی گئی ہو جس میں مرد نے عورت سے مباشرت نہیں کی: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فليطلقها طاهرا قبل أن يمسه ﴾ ”اے حالت طہر میں اس سے ہم بستری سے پہلے طلاق دے۔“ (۲)

④ ایسے طہر میں طلاق نہ دے جس سے پچھلے حیض میں اس نے طلاق دی ہو: جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو روک لیں حتیٰ کہ طہر آجائے پھر حیض آئے اور پھر طہر آجائے۔ پھر اس طہر میں طلاق دیں۔ (۳)

اگر یہ شرط نہ ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے حیض کے بعد آنے والے طہر میں ہی طلاق کا حکم دے دیتے۔ بعض علما کا خیال ہے کہ پہلے طہر میں بھی طلاق دی جاسکتی ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ثم ليطلقها طاهرا أو حاملا ﴾ ”پھر اسے حالت طہر میں یا حمل میں طلاق دو۔“

چونکہ یہاں اول و ثانی طہر کی قید نہیں ہے لہذا جب عورت ایام ماہواری سے طہارت حاصل کر لے تو اس طہر میں اسے طلاق دی جاسکتی ہے۔

راجح بات یہی ہے کہ پہلے طہر میں ہی طلاق دی جائے گی۔ لیکن چونکہ گذشتہ حدیث صحیحین کی ہے اور اس میں کچھ زیاد ہے لہذا اسے بھی قبول کیا جائے گا یعنی جب کسی نے دوران حیض عورت کو طلاق دی ہو تو پہلے طہر میں نہیں بلکہ ایک طہر چھوڑ دوسرے طہر میں وہ دوبارہ طلاق دے گا اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو پہلے طہر میں ہی طلاق دی جائے گی۔

⑤ صرف ایک طلاق دی جائے: جیسا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے والے شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور عہد رسالہ میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔ (۴)

(بخاری) سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ حالت طہر میں عورت کو ایک طلاق دے اور اس طہر میں عورت سے ہم بستری نہ ہو نیز اس پر دو گواہ بھی مقرر کر لے۔ (۵)

(ابن قدامہ) مسنون طلاق یہ ہے کہ آدمی ایسے طہر میں عورت کو (ایک) طلاق دے کہ جس میں اس نے عورت سے

(۱) [بخاری (۴۹۰۸) کتاب التفسیر: باب سورة الطلاق 'مسلم (۱۴۷۱)]

(۲) [أیضا]

(۳) [بخاری (۵۲۵۱)]

(۴) [صحیح: صحیح نسائی (۳۱۸۹) إرواء الغلیل (۱۲۲/۷) نسائی (۳۴۳۰، ۳۴۳۵) کتاب الطلاق: باب الثلاث المجموعة وما فیہ من التعلیظ]

(۵) [بخاری (قبل الحدیث / ۵۲۵۱) کتاب الطلاق]

بستری نہ کی ہو پھر عورت کو چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ اپنی عدت پوری کر لے۔

(مالک، احمد، شافعی) انہوں نے اسی کو طلاقِ سنی قرار دیا ہے۔

(ابوضیفہ) سنت یہ ہے کہ عورت کو تین طلاقیں دے (وہ اس طرح کہ) ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ (۱)

○ یاد رہے کہ دورانِ حمل دی گئی طلاقِ سنی ہے اور جائز و مباح ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے حکم دیا ﴿نم لیطلقھا طاهرا أو حاملا﴾ ”پھر اسے حالت طہر میں یا حمل میں طلاق دو۔“ (۲)

وَيَحْرُمُ إِيقَاعَهُ عَلَى غَيْرِ هَذِهِ الصَّفَةِ

اس صورت کے علاوہ کسی اور صورت میں طلاق دینا حرام ہے۔ ①

① اس کو طلاقِ بدی کہا جاتا ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَأْتِيهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ﴾ [الطلاق : ۱] ”اے نبی!

اپنی امت کے لوگوں سے کہہ دو کہ جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو۔“

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی آمنہ بنت عفرا کو دورانِ حیض طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ

ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ اس پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر اسے روک رکھے حتیٰ

کہ وہ ایامِ ماہواری سے پاک ہو جائے پھر دوبارہ ایامِ ماہواری آئیں پھر وہ پاک ہو جائے تو اب اگر وہ طلاق دینا مناسب

تجھے تو حالت طہر میں اس سے ہم بستری سے پہلے طلاق وے ﴿فتلك العدة كما أمره الله﴾ ”یہی وہ عدت ہے جس کا

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔“ (۳)

ان واضح نصوص کے مخالف ہونے کی وجہ سے طلاقِ بدی حرام ہے۔

وَفِي وَفُوعِهِ مَا فَوْقَ الْوَأَحَدَةِ مِنْ

اس (بدی) طلاق کے واقع ہونے میں ① اور ایسی ایک سے زائد طلاقوں کے

ذُوْنِ تَخْلُلٍ وَجَمْعِيَةِ خِلَافٍ

واقع ہونے میں کہ جن کے درمیان رجوع کا وقفہ نہ ہو اختلاف ہے۔ ②

① (جمہور، ائمہ اربعہ) طلاقِ بدی واقع ہو جائے گی۔ (۴)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) آیاتِ طلاق کا عموم۔

(۱) [المغنی (۳۲۶/۱۰)]

(۲) [مسلم (۱۴۷۱) صحیح ابو داؤد (۱۹۱۰) کتاب الطلاق : باب فی طلاق السنة، ابو داؤد (۲۱۸۱) ترمذی

(۱۱۷۶)]

(۳) [بخاری (۴۹۰۸) کتاب التفسیر : باب الطلاق، مسلم (۱۴۷۱) أحمد (۲۶/۲) ترمذی (۱۱۷۶)]

(۴) [نبیل الأوطار (۳۱۶/۴)]

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دوران حیض اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجوع کا حکم دیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ دوران حیض دی گئی طلاق واقع ہوگی کیونکہ رجوع ہمیشہ طلاق کے بعد ہی ہوتا ہے۔

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ﴿حسبت علی بتطليقة﴾ ”یہ طلاق جو میں نے حالت حیض میں دی تھی مجھ پر شمار کی گئی۔“ (۱)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ہی واحدة﴾ ”یہ (جو تم نے طلاق دی ہے) ایک ہے۔“ (۲)

(5) ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ”اسے رجوع کا کہو پھر وہ عدت میں طلاق دے ﴿و تحتسب التطلیقة التی طلق اول مرة﴾ ”اور وہ طلاق جو اس نے پہلی مرتبہ ہی تھی شمار کر لی جائے گی۔“ (۳)

(البانی رحمہ اللہ) انہوں نے تفصیلاً روایات نقل کرنے کے بعد جمہور کے قول کو ترجیح دی ہے۔ (۴)

بعض علما کا خیال ہے کہ طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی جیسا کہ ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں:

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی۔ (۵)

(ابن قیم رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(ابن حزم رحمہ اللہ) اسی کو برحق سمجھتے ہیں۔ (۷)

(شوکانی رحمہ اللہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۸)

(صدیق حسن خان رحمہ اللہ) اسی کو راجح تصور کرتے ہیں۔ (۹)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! (اپنے امتوں سے کہہ دو کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو۔“ [الطلاق: ۱]

اس عدت میں طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی۔ اصول میں بھی یہ بات مسلم ہے کہ کسی چیز کا حکم اس کے متغداد سے

(۱) [بخاری (۵۲۵۳) کتاب الطلاق: باب إذا طلقت الحائض تعد بذلك الطلاق]

(۲) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۲۶/۷) التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲۴۷/۲) دارقطنی (۹/۴)]

(۳) [إرواء الغلیل (۱۳۱/۷) بیہقی (۳۲۶/۷)]

(۴) [إرواء الغلیل (۱۳۳/۷)]

(۵) [الفتاویٰ (۵-۳۲)]

(۶) [زاد المعاد (۲۳۸-۲۱۸/۵)]

(۷) [المحلی (۳۵۸/۹) المآلة (۱۹۴۵)]

(۸) [نبیل الأوطار (۳۱۹/۴)]

(۹) [الروضة الندية (۱۰۶/۲)]

مانعت ہوتی ہے اور ممانعت ایسی چیز کے فاسد ہونے پر دلالت کرتی ہے جس سے منع کیا گیا ہو لہذا فاسد چیز سے حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔

- (2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿کل بدعة ضلالة﴾ ”ہر بدعت گمراہی ہے۔“ (۱)
- جب یہ طلاق بدعی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے تو گمراہی سے حکم کا اثبات کیسے ممکن ہے؟
- (3) ایک حدیث میں ہے ﴿من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد﴾ ”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہو مردود ہے۔“ (۲)
- چونکہ طلاق بدعی کا حکم نہ تو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے لہذا یہ مردود ہے تو پھر اس کا شمار کیونکر ہو سکتا ہے۔

(راجع) طلاق بدعی واقع ہو جاتی ہے یہی مؤقف دلائل کی رو سے زیادہ قوی ہے۔

④ اس مسئلے میں علما کے چار مختلف اقوال ہیں:

- (1) سب طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ جمہور اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے۔
- (2) ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ بدعت و حرام ہے۔ یہ امام ابن حزم اور تابعین کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔
- (3) اگر مطلقہ سے دخول کر لیا گیا ہو تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی بصورت دیگر ایک واقع ہوگی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں کی ایک جماعت اور امام اسحاق کا مذہب ہے۔
- (4) عورت سے دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو صرف ایک رجعی طلاق ہی واقع ہوگی۔ زیادہ درست بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام اسحاق کا مذہب یہ ہے۔
- (راجع) آخری قول سب سے زیادہ صحیح اور راجح ہے۔ (۳)

① راجح مؤقف یہ ہے کہ ایسی طلاقیں واقع نہیں ہوتیں۔

الرَّاجِحُ عَدَمُ الْوُقُوعِ

① یعنی کٹھی تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں بلکہ وہ صرف ایک شمار ہوتی ہیں اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ﴾ [البقرة: ۲۲۹] ”طلاق دو مرتبہ ہے۔“
- لفظ ”مرتان“ مرۃ کا تشبیہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ یعنی وقفے کے ساتھ۔ یہ معنی نہیں ہے کہ کٹھی دو طلاقیں جیسا کہ آئندہ آیت بھی اس پر شاہد ہے ﴿وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ فَلَا مَرَاتٍ﴾ [النور: ۵۸] اس آیت میں لفظ مرات مرۃ کی جمع ہے اس لفظ کے بعد تین اوقات بیان کیے گئے ہیں جن میں وقفہ ہے نہ کہ اکٹھے

(۱) [مسلم (۱۴۳۵)]

(۲) [بخاری (۲۶۹۷) مسلم (۱۷۱۸)]

(۳) [الروضة الندية (۲/۱۰۶)]

ہیں (یعنی ایک مرتبہ فجر سے پہلے دوسری مرتبہ دوپہر کو تیسری مرتبہ نماز عشاء کے بعد)۔ لہذا معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں بھی وقفے کے ساتھ طلاقیں دینا مراد ہے نہ کہ اکٹھی۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿کان الطلاق علی عهد رسول اللہ وأبی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة.....﴾ ”عہد رسالت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقیں ایک طلاق ہی شمار ہوتی تھیں۔“ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں نے ایسے معاملے میں جلدی کی جس میں ان کے لیے سہولت دی گئی تھی پس چاہیے کہ ہم اسے نافذ کر دیں لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ان پر جاری کر دیا۔ (یعنی تینوں طلاقوں کے بیک وقت واقع ہونے کا حکم دے دیا)۔ (۱)

(3) حضرت ابورکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں پھر اس پر نادم و پشیمان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابورکانہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ﴿إنها واحدة﴾ ”وہ تینوں طلاقیں ایک ہی ہیں۔“ (۲)

(4) ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ابورکانہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ام رکانہ سے رجوع کر لو۔ انہوں نے عرض کیا میں نے اسے تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿قد علمت راجعها﴾ ”مجھے معلوم ہے تم اس سے رجوع کر لو۔“ (۳)

اگر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں تو نبی ﷺ ابورکانہ رضی اللہ عنہ کو رجوع کا حکم نہ دیتے بلکہ ام رکانہ کو کسی اور شخص سے نکاح کا مشورہ دیتے۔

(5) حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ آپ ﷺ غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا ﴿أیلعب بکتاب اللہ وأنا بین أظهرکم﴾ ”کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے جبکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں۔“ (۴)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا ہے تو وہ درحقیقت ایک ہی شمار ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام مکرّم اور امام طاووسؒ وغیرہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (۵)

(۱) [مسلم (۱۴۷۲) کتاب الطلاق : باب طلاق الثلاث ' ابو داود (۲۱۹۹۰) نسائی (۱۴۵/۶)]

(۲) [أحمد (۲۶۵۱) بلوغ المرام (۱۰۰۹) شیخ صحیحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۲۱۲/۶)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود (۱۹۲۲) کتاب الطلاق : باب نسخ المراجعة بعد التظلیقات الثلاث ' ابو داود

[(۲۱۹۶)]

(۴) [ضعیف : ضعیف نسائی (۲۲۱) کتاب الطلاق : باب الثلاث المجموعة وما فیہ من التعلیظ ' نسائی (۳۴۳۰)]

(۵) [إغاثة اللہفان (۳۲۹/۱) فتح الباری (۴۵۶/۱۰)]

- (ابن تیمیہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)
 (ابن قیم) اسی موقف کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲)
 (ابن باز) اکٹھی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔ (۳)

متفرقات

619- کیا آخر چہ نہ ہونے کی صورت میں حاکم میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال سکتا ہے؟

بعض علماء اس کو ترجیح دیتے ہیں کہ حاکم ایسی صورت میں ان کے درمیان جدائی ڈال سکتا ہے کیونکہ یہ صورت عورت کو ضرر و نقصان پہنچانے سے خالی نہیں اور قرآن میں اس سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ ایک آیت میں ہے ﴿وَلَا تُضَارُّوهُنَّ﴾ [الطلاق : ۶] ”اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ“ اسی طرح یہ صورت معروف طریقے سے اکٹھے گزر بسر کرنے کے بھی منافی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء : ۱۹] ”اور ان کے ساتھ معروف طریقے سے گزر بسر کرو“ علاوہ ازیں اس صورت میں عورت کو گھر میں رکھنا صرف نقصان پہنچانے کا ہی باعث ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَا تُمَسِّكُوهُنَّ حِصْرًا﴾ [البقرة : ۲۳۱] ”تم انہیں نقصان پہنچانے کے لیے مت روکے رکھو۔“ مزید برآں نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لا ضرر ولا ضرار﴾ ”نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔“ (۴)
 اور ایک روایت میں واضح طور پر موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا جس کے پاس اپنی بیوی پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے ﴿یفرق بینہما﴾ ”ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے۔“ (۵)
 امام شوکانی ”اور نو اب صدیق حسن خان“ بھی اسی کے قائل ہیں۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ ایسی صورت میں میاں بیوی کے درمیان جدائی نہیں ڈالی جائے گی بلکہ عورت کو صبر و قناعت کی ترغیب دی جائے گی کیونکہ مرد پر صرف اتنا نفقہ و خرچہ ہی واجب ہے جس قدر وہ استطاعت رکھتا ہو جیسا کہ نبی ﷺ سے جب بیوی کے حق کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”تو اسے کھلائے جب تو کھائے اور اسے پہنائے جب تو پہنے۔“ (۶)

(۱) [الفتاویٰ (۱۶/۳-۱۷)]

(۲) [زاد المعاد (۲۴۱/۵) أعلام الموقعین (۳۰/۳)]

(۳) [الفتاویٰ الإسلامية (۴۹/۳)]

(۴) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۸۹۵) کتاب الأحکام : باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ الصبیحة (۲۵۰) ابن

ماجہ (۲۳۴۰) بیہقی (۱۳۳/۱۰) أحمد (۳۲۶/۵)]

(۵) [دارقطنی (۲۹۷/۳) بیہقی (۴۷۰/۷)]

(۶) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۷۵) کتاب النکاح : باب فی حق المرأة علی زوجها ابو داود (۲۱۴۲)]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تو نہ کھائے (یعنی تمہارے پاس کھانے یا پینے کی استطاعت نہ ہو) تو اپنی بیوی کو کھلانا بھی واجب نہیں لہذا پھر نکاح طہق کیسے ہو سکتا ہے؟

(ابن حزمؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۱)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

620- ایسی عورت جس کا خاوند لاپتہ ہو جائے

اس مسئلے میں اگرچہ کوئی صحیح مرفوع روایت نہ ہونے کی وجہ سے بے حد اختلاف کیا گیا ہے لیکن راجح مسلک یہ ہے کہ لاپتہ ہونے کے وقت سے چار سال گزر جانے کے بعد اس کی وفات کا حکم لگایا جائے گا۔ پھر اس کی عورت چار ماہ دس دن متوفی عنہا زوجہا کی عدت گزارے گی۔ اس کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی گی۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”لا پتہ آدمی کی بیوی چار سال انتظار کرنے پھر شوہر کے فوت ہونے کی عدت گزارے یعنی چار ماہ دس دن اور اس کے بعد اگر چاہے تو شادی کر لے۔“ (۳)

(۲) حضرت سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں خلفاء نے لاپتہ شوہر کے بارے میں یہ فیصلہ دیا کہ اس کی بیوی چار سال انتظار کرے اور پھر اس کے چار ماہ دس دن بعد یعنی متوفی عنہا زوجہا کی عدت گزار کر شادی کر لے۔ (۴)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”لا پتہ شوہر کی بیوی چار سال انتظار کرے۔“ (۵)

(۴) حضرت سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ جب آدمی دوران جنگ لاپتہ ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال انتظار کرے اور جب جنگ کے علاوہ کہیں اور لاپتہ ہو جائے تو چار سال انتظار کرے۔“ (۶)

(ابن حجرؒ) انہوں نے علما کی اکثریت کا یہی موقف نقل کیا ہے۔ (۷)

جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا پتہ شوہر کی بیوی اس وقت تک اس کی بیوی ہی رہے گی جب تک کہ

گمشدہ کے متعلق کوئی واضح اطلاع نہ موصول ہو جائے۔“ وہ ضعیف ومن گھڑت ہے۔ (۸)

(۱) [المحلی (۱۰۹/۱۰)]

(۲) [التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة (۲۵۹/۲)]

(۳) [سنن سعید بن منصور (۴۰۰/۱) موطا : کتاب الطلاق : باب عدة التي تفقد زوجها، بیہقی فی السنن الکبریٰ

(۴۴۵/۷) عبد الرزاق (۸۸/۷)]

(۴) [عبد الرزاق (۸۵/۷)]

(۵) [سعید بن منصور (۱۷۵/۶) بیہقی (۴۴۵/۷)]

(۶) [عبد الرزاق (۸۹/۷)]

(۷) [فتح الباری (۴۳۱/۹)]

(۸) [دارقطنی (۳۱۲/۳) العلل لابن ابی حاتم (۴۳۲/۱) التعلیق علی سبل السلام للشیخ صبیحی حلاق (۳۱۷/۶)]

(مالک، شافعی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے پر عمل کے قائل ہیں۔ ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (ابوضیفہ) لاپتہ شوہر کی بیوی اس کی زوجیت سے نہیں نکلے گی۔ تا وقتیکہ اس کی خیر وفات کی صحت یا ثبوت طلاق یا خاوند کے مرتد ہو جانے کا ثبوت نذل جائے۔ اور احناف کے نزدیک موت سے مراد طبعی موت کی مقدار ہے جس میں پھر انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ مدت ساٹھ (60) سال ہے، بعض کے خیال میں ستر (70) سال، اسی طرح نوے (90) سال ایک سو بیس (120) سال اور ایک سو پچاس (150) سال سے دو سو (200) برس تک کا قول بھی بیان کیا جاتا ہے۔ (۱) علاوہ ازیں ایک قول یہ بھی ہے کہ لاپتہ شخص نے اگر بیوی کے لیے اخراجات و ضروری سامان چھوڑا ہے تو اسے حاضر ہی سمجھا جائے گا ورنہ حاکم وقت یا عدالت (عورت کے مطالبے پر) نکاح فسخ کرادے گی۔ (شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

لیکن محققین نے پہلے قول کو ہی ترجیح دی ہے (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے کو)۔

621- والدین کے حکم پر طلاق

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میری ایک بیوی تھی۔ میں اس سے (بے حد) محبت کرتا تھا (لیکن) میرے والد اسے ناپسند کرتے تھے لہذا میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے طلاق دے دوں۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے نبی ﷺ سے یہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿یا عبد اللہ بن عمر طلق امرأتك﴾ ”اے عبد اللہ بن عمر! اپنی عورت کو طلاق دے دو۔“ (۳)

(عبدالرحمن مبارکیوری) اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اگر والد حکم دے تو آدمی پر اپنی بیوی کو طلاق دینا واجب ہے خواہ وہ اس سے (کتنی ہی) محبت کرتا ہو..... ماں کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس کا درجہ والد سے بھی زیادہ ہے۔ (۴)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(راجع) والدین دو صورتوں میں ہی طلاق کا حکم دیں گے۔

(1) یا تو والد کوئی شرعی سبب بیان کرے گا کہ تمہاری بیوی اخلاقی حوالے سے درست نہیں، غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہے یا

(۱) [المہذب (۱۴۶/۲) کشاف القناع (۴۸۷/۵) الشرح الصغیر (۶۹۳/۲) غایۃ المنتہی (۲۱۲/۳) المغنی

(۴۸۸/۷) الدر المختار (۱۶۰/۳) مغنی المحتاج (۳۹۷/۳) الروضة الندیة (۱۱۶/۲)]

(۲) [السبل الجرار (۲۵۷/۲)]

(۳) [حسن : صحیح ترمذی (۹۵۰) کتاب الطلاق والسلمان : باب ما جاء فی الرجل یسأله أبوه أن یطلق زوجته

ترمذی (۱۱۸۹) ابن ماجہ (۲۰۸۸) ابو داود (۵۱۳۸) أحمد (۲۰۱۲) ابن حبان (۴۲۶) امام حاکم اور امام ذہبی

نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(۴) [تحفة الأحمودی (۴۱۲/۴)]

(۵) [نبیل الأوطار (۳۱۳/۴)]

غلام قسم کی سوسائٹی میں اٹھتی بیٹھتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں بیٹے پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

(2) یا بغیر کسی شرعی سبب کے محض بیٹے کی اپنی بیوی سے بے پناہ محبت دیکھ کر طلاق کا حکم دے گا کہ یہ بیوی سے اتنی محبت کیوں کرتا ہے ہم سے اتنی محبت کیوں نہیں کرتا وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں طلاق دینا ضروری نہیں۔ بالخصوص جب اس کی بیوی دینی و اخلاقی اعتبار سے بھی درست ہو۔

(شیخ عثیمینؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۱)

(احمدؒ) ایک آدمی نے ان سے آ کر کہا کہ میرے والد نے مجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ امام احمدؒ نے کہا کہ تم اسے طلاق مت دو۔ اس آدمی نے کہا کیا نبی ﷺ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے جب عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کا حکم دیا تھا؟ تو امام احمدؒ نے کہا ((هل أبوک مثل عمر؟)) ”کیا تمہارا باپ عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہے؟“ (۲)

لہذا اس حدیث کے متعلق یہی کہنا مناسب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی خاص مصلحت و حکمت کے تحت اپنے بیٹے کو طلاق کا حکم دیا ہوگا۔ علاوہ ازیں مسند احمد کی ایک روایت سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسی عورت سے نکاح کر رکھا ہے ﴿قد کرهتہا لہ﴾ جسے میں اس کے لیے ناپسند کرتا ہوں۔“ (۳)

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے احمد عبدالرحمن البنا فرماتے ہیں کہ ”ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو اس لیے ناپسند کیا کیونکہ ان کے خیال میں وہ ان کے بیٹے کے لیے موزوں نہیں تھی اور اس معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضرور کسی مصلحت کو ملحوظ رکھا ہوگا بالخصوص اس لیے کہ آپ الہام الہی کے حامل تھے۔“ (۴)

نیز ابراہیم علیہ السلام نے جو اسماعیل علیہ السلام کو اپنے دروازے کی چوکھٹ بدلنے (یعنی اپنی بیوی کو طلاق دینے) کا حکم دیا تھا اس کا بھی ایک خاص سبب تھا۔ وہ یہ کہ وہ عورت شکر گزار نہ تھی۔ (۵)



(۱) [فتاویٰ المرأة المسلمة (۷۰۶/۲)]

(۲) [أيضا]

(۳) [أحمد (۴۲/۲)]

(۴) [الفتح الرباني (۴۱۷)]

(۵) [بحاری (۳۳۶۴) کتاب أحاديث الأنبياء : باب]

طلاق کن اشیا کے ساتھ واقع ہوتی ہے؟

وَيَقَعُ بِالْكِتَابَةِ مَعَ النِّيَّةِ ا اشارے وکنائے سے بھی طلاق ہو جائے گی جبکہ اس میں طلاق کی نیت موجود ہو۔ ①

① طلاق بالکتاب یہ ہے کہ شوہر ایسے الفاظ میں طلاق دے جس کا مفہوم طلاق بھی ہو سکتا ہو اور کچھ اور بھی۔ مثلاً کہے کہ اپنے گھر چلی جا یا کہے کہ تو آج سے آزاد ہے وغیرہ۔ ایسی صورت میں اگر مرد کی نیت طلاق کی ہوگی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جون کی بیٹی جب نکاح کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خلوت گاہ میں لائی گئی اور آپ ﷺ اس کے قریب ہوئے تو اس نے کہا میں اللہ سے آپ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ۱۱ لقد عدت بعظيم الحقى باهلك ۱۱ ”تو نے بڑی عظیم الشان ذات کی پناہ طلب کی ہے تو اپنے گھر والوں کے ساتھ مل جا۔“ (۱)

(3) جس روایت میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا قصہ مذکور ہے اس میں ہے کہ ”ان پچاس دنوں میں سے جب چالیس دن گزر چکے تو رسول اللہ ﷺ کا اپنی میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی کے بھی قریب نہ جاؤ۔ میں نے پوچھا میں اسے طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں ۱۱ بل اعتزلها ولا تقربها ۱۱ ”بلکہ صرف اس سے علیحدہ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔“ تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا ۱۱ الحقى باهلك ۱۱ ”اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ اگر ارادہ و نیت ہو تو ایسے الفاظ کے ساتھ طلاق ہو جائے گی اور اگر نیت نہ ہو تو طلاق نہیں ہوگی۔

(امیر صنعانی) طلاق کا ایسا کنایہ و اشارہ جس سے طلاق مقصود ہو طلاق کے حکم میں ہی ہوگا۔ (۳)

وَبِالنَّخْبِ إِذَا اخْتَارَتِ الْفُرْقَةَ ا اختیار دینے سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی جب عورت علیحدگی پسند کر لے۔ ①

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَسْأَلُهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَؤْذَا جَكَ إِنَّ كُنْتُمْ تَرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا.....﴾ (الأحزاب: ۲۸-۲۹) ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور دنیاوی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تمہاری مراد اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر ہے تو تم میں

(۱) [بخاری (۵۲۵۴) کتاب الطلاق: باب من طلق وهل يواجه الرجل امرأته بالطلاق ابن ماجه (۲۰۵۰) نسائی

(۱۰۰/۱۶) حاکم (۳۵/۴)

(۲) [بخاری (۴۴۱۸) کتاب المغازی: باب حدیث کعب بن مالک..... مسلم (۲۷۶۹) ترمذی (۳۱۰۲)]

(۳) [مسئل السلام (۱۴۵۶/۳)]

سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر رکھا ہے۔“

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کو اختیار دے دیا۔ (۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿خیرنا رسول اللہ.....﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دے دیا اور ہم

نے اللہ اور اس کے رسول کو ہی پسند کیا تو اسے ہم پر کچھ بھی (یعنی طلاق وغیرہ) شمار نہیں کیا گیا۔ (۲)

معلوم ہوا کہ جب عورت کو اختیار دیا جائے اور وہ علیحدگی پسند کر لے تو اسے طلاق ہو جائے گی لیکن محض خاوند کے اختیار دینے سے ہی طلاق واقع نہیں ہوگی جیسا کہ گذشتہ صحیح حدیث میں ہے ﴿فلم يعد ذلك علينا شيئا﴾ ”آپ ﷺ نے اسے ہم پر کچھ شمار نہ کیا۔“

(جہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

وَإِذَا جَعَلَهُ الزَّوْجُ إِلَى غَيْرِهِ وَقَعَ مِنْهُ وَلَا يَقَعُ بِالتَّخْرِيمِ	جب خاوند طلاق کو کسی اور کے سپرد کر دے تو اس کی طرف سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ ① بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ②
--	---

① چونکہ معاملات میں بیشتر دلائل سے مطلقاً وکیل بنانا ثابت ہے لہذا طلاق میں بھی کسی کو اپنا وکیل بنایا جاسکتا ہے، الا کہ کوئی ایسی دلیل مل جائے جو اس سے منع کرتی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی کا معاملہ اپنے والد کے ہاتھ میں دے دیتا ہے (یعنی اپنے والد کو اجازت دے دیتا ہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے) تو ان سب نے اس کی طلاق کو جائز قرار دیا جیسا کہ امام ابو بکر البرقانیؒ نے اپنی کتاب ”المخرج علی الصحیحین“ میں اسے نقل کیا ہے۔ (۴)

② (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿إذا حرم امرأته ليس بشيء﴾ ”اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو یہ کچھ نہیں ہے۔“ اور مزید فرمایا کہ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب : ۲۱] ”تمہارے لیے یقیناً رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔“

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إذا حرم الرجل عليه امرأته فهو يمين يكفرها﴾ ”جب مرد نے اپنی بیوی کو

(۱) [بخاری (۴۷۸۵) کتاب التفسیر : باب قوله : يا ايها النبي قل لأزواجك..... مسلم (۱۴۷۵)]

(۲) [بخاری (۵۲۶۲) کتاب الطلاق : باب من خیر نساہہ ، مسلم (۱۴۷۷) ابو داؤد (۲۲۰۳) ترمذی (۱۱۸۹) ابن

ماجة (۲۰۵۲) أحمد (۲۳۹/۶)]

(۳) [نیل الأوطار (۳۳۷/۴) تحفة الأحوذی (۳۹۱/۴) حلیة العلماء فی معرفة مذاہب الفقہاء (۳۹/۷) بدایة المحتجد

[(۷۱/۲)]

(۴) [کما فی الروضة الندیة (۱۱۹/۲)]

حرام قرار دے دیا تو وہ قسم شمار ہوگی اور اس کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔“ (۱)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی لونڈی کو اپنے نفس پر حرام کر لیا تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَأْتِيهَا النَّبِيُّ لِمَ نَحْرَمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ [التحریم: ۱] ”اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جس کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے۔“ (۲)

امام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں کہ اس مسئلے میں سلف و خلف میں اختلاف ہونے کی وجہ سے اہل علم کے تیرہ اصولی اقوال ہیں جو کہ بیس مذاہب پر متفرع ہوتے ہیں۔ (۳)

ان سب میں سے راجح قول یہ ہے کہ عورت کو حرام کر لینے سے کوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ قسم ہے اور اس کا کفارہ ادا کر دیا جائے گا جیسا کہ گذشتہ روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے نیز اس کے قسم ہونے کی دلیل قرآن کی یہ آیت بھی ہے ﴿قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ﴾ [التحریم: ۲] ”تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھول دینا مقرر کر دیا ہے۔“ (اس آیت میں قسم سے مراد نبی ﷺ کا اپنے اوپر شہد کو حرام کر لینا ہے جیسا کہ اس سے سچلی آیت میں حرمت کا ذکر ہے)۔

(ابوحنیفہؒ) اسے قسم تصور کرتے ہیں۔

(شافعیؒ) اسے (یعنی حرام قرار دینے کو) لغو قرار دیتے ہیں لہذا ان کے نزدیک کفارہ لازم نہیں۔

(امیر صنعانیؒ) کفارہ صرف اس صورت میں ہوگا جب قسم کھائی ہو ورنہ صرف حرام کر لینا لغو ہوگا۔ (۴)

وَالزُّجُلُ أَحَقُّ بِأَمْرِهِ فِي عِدَّةِ طَلَاقِهِ يَرَأُ جَعْلَهَا مَنَى	آدمی عدت طلاق میں اپنی بیوی کا زیادہ مستحق ہے جب
شَاءَ إِذَا كَانَ الطَّلَاقُ رَجْعِيًّا	چاہے رجوع کر سکتا ہے جبکہ طلاق رجعی ہو۔ ①

① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا﴾ [البقرة: ۲۲۸] ”ان کے خاوند اس عدت میں انہیں لوٹا لینے کے زیادہ حقدار ہیں اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو۔“

(۲) ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَبِنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾ [البقرة: ۲۳۱] ”جب اپنی بیویوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کے ختم ہونے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں روک لو (یعنی رجوع کر لو)۔“

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿مرہ فليراجعها﴾ ”اسے حکم

(۱) [بخاری (۵۲۶۶) کتاب الطلاق: باب لم تحرم ما أحل الله لك، مسلم (۱۴۷۳)]

(۲) [صحيح: صحيح نسائي (۳۶۹۵) كتاب عشرة النساء: باب الغيرة، نسائي (۳۹۵۹)] حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (۳۷۶/۹)]

(۳) [زاد المعاد (۳۰۲/۵)]

(۴) [سبل السلام (۱۴۵۴/۳)]

دو کہ وہ اس سے رجوع کرے۔“ (۱)

(۴) نبی ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی پھر رجوع کر لیا۔ (۲)

(۵) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو طلاق دیتا ہے پھر رجوع کر لیتا ہے اور اس پر گواہ نہیں بناتا تو انہوں نے کہا ”عورت کو طلاق دیتے وقت اور رجوع کرتے وقت گواہ مقرر کرو۔“ (۳)

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت ﴿ وَالْمُطَلَّاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ﴾ [البقرة: ۲۲۸] کے متعلق مروی ہے کہ (جاہلیت میں) جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تو وہ اس سے رجوع کا زیادہ حق دار ہوتا خواہ اس نے تینوں طلاقیں ہی دے دی ہوں پھر آیت ﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ﴾ نے اسے (یعنی تین طلاقوں کے بعد رجوع کو) منسوخ کر دیا۔ (۴)

اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ جب کوئی آزاد شخص اپنی آزاد بیوی کو پہلی یا دوسری رجعی طلاق دے تو وہ اس سے رجوع کرنے کا زیادہ حق دار ہے اگرچہ عورت اسے ناپسند ہی کیوں نہ کرتی ہو۔ (۵)

(ابن قدامہؒ) رجوع میں عورت کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا..... اور اس پر اجماع ہے۔ (۶)

622- رجوع کس طرح کیا جائے گا؟

راج بات یہ ہے کہ رجوع قول و فعل ہر طرح سے کیا جاسکتا ہے یعنی گفتگو و کلام وغیرہ کے ساتھ یا جماع و ہم بستری کے ساتھ دونوں طرح درست ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

(احناف، اوزاعیؒ) ہم بستری کے ذریعے رجوع ہو جائے گا خواہ نیت ہو یا نہ ہو۔ سعید بن مسیبؒ، امام حسنؒ، امام ثورئیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(مالکؒ، اسحاقؒ) ہم بستری کے ذریعے جب رجوع ہوگا جب اس کی نیت ہو۔

(۱) [مسلم (۱۴۷۱) ابو داؤد (۲۱۸۱)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۹۹۸) کتاب الطلاق : باب فی المراجعة، ابو داؤد (۲۲۸۳) ابن ماجہ (۲۰۱۶)]

نسائی (۲۱۳/۶) دارمی (۱۶۰/۲)

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۹۱۵) کتاب الطلاق : باب الرجل یراجع ولا یشہد، إرواء الغلیل (۲۰۷۸) ابو داؤد

(۲۱۸۶) ابن ماجہ (۲۰۲۵)]

(۴) [حسن صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۹۲۱) کتاب الطلاق : باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث، ابو داؤد

(۲۱۹۵) نسائی (۱۸۷/۶)]

(۵) [فتح الباری (۶۰۶/۱۰) نیل الأوطار (۳۴۸/۴) المغنی (۵۴۰/۱۰)]

(۶) [المغنی (۵۵۳/۱۰)]

(۷) [نیل الأوطار (۳۴۸/۴)]

(شافعی) رجوع صرف کلام کے ساتھ ہی کیا جائے گا۔ امام احمدؒ سے بھی ایک یہی قول مروی ہے۔ (۱)

623- حق رجوع کی حکمت

یہ ہے کہ انسان جب اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا ہے تو اسے علم نہیں ہوتا کہ اس کی جدائی اسے گراں گزرے گی یا نہیں لیکن جب جدائی ہو جاتی ہے تب یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ ایک طلاق کو ہی رجوع سے رکاوٹ بنا دیتے تو انسان پر مشقت بہت زیادہ ہو جاتی کہ جب جدائی کے بعد دوبارہ محبت پیدا ہوتی تو اس وقت تجربہ ہوتا۔ لہذا اگر عورت کو روک لینا زیادہ مناسب ہو تو وہ اس سے رجوع کرے اور اسے معروف طریقے سے رکھے اور اگر چھوڑ دینا زیادہ پر مصلحت ہو تو اچھے طریقے سے رخصت کر دے۔ (۲)

وَلَا تَحِلُّ لَهُ بَعْدَ النَّالِئَةِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ	البتہ تیسری طلاق کے بعد جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے پہلے کے لیے حلال نہیں ہوگی۔ ①
---	--

- ① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ [البقرة: ۲۳۰] ”(اگر اسے تیسری بار طلاق دے دے تو اب اس کے لیے حلال نہیں) جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے۔“
- (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے رفاع قرظی کی بیوی سے کہا کہ تو پہلے شوہر کی طرف اس وقت تک نہیں وٹ سکتی ﴿حَتَّى تَذُوْفِي عَسِيْلَتَهُ وَيَذُوْفِي عَسِيْلَتِكَ﴾ ”جب تک کہ تو اس (یعنی دوسرے شوہر) سے جماع کا لطف نہ لائے اور وہ تجھ سے لطف اندوز نہ ہو جائے۔“ (۳)
- (جمہور) مطلقہ عائشہ پہلے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ عدت گزارنے کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کر لے اور پھر وہ اس سے مباشرت نہ کر لے۔
- (سعید بن مسیب، سعید بن جبیر) مجرد عقد نکاح سے ہی وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔ (۴)
- (راجح) پہلا قول ہی راجح ہے جیسا کہ گذشتہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔

متفرقات

624- نکاح سے پہلے طلاق

- (۱) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ﴾ ”نکاح سے پہلے (۱) [المغنی (۵۵۹/۱۰) الأم (۲۴۴/۵) المبسوط (۱۹/۶) بدایة المحتجد (۸۵/۲) نیل الأوطار (۳۴۸/۴)]
- (۲) [تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۱۳۴/۴)]
- (۳) [بخاری (۲۶۳۹) کتاب الشهادات: باب بشهادة المحتجی، مسلم (۱۴۳۳) ابو داؤد (۲۳۰۹) ترمذی (۱۱۱۸) ابن ماجہ (۱۹۳۲)]
- (۴) [تفسیر قرطبی (۱۴۷/۳) تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۱۴۶/۴)]

طلاق نہیں۔“ (۱)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا طلاق قبل النکاح ﴾ ”نکاح سے پہلے طلاق نہیں۔“ (۲)

(۳) عمرو بن شعیب عن ابی یمن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا طلاق فیما لا یملك ﴾ ”جس چیز کا انسان مالک نہیں اس میں کوئی طلاق نہیں۔“ (۳)

(۴) امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ ((لا طلاق قبل النکاح)) ”نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی۔“ اس باب کے تحت یہ آیت نقل کی ہے ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ ﴾ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے۔“ (۴)

(شافعی، احمد) نکاح سے پہلے کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں ہوتی۔

(مالک) اگر معین عورت کے متعلق کہا جائے کہ اگر میرا فلاں عورت سے نکاح ہوا تو اسے طلاق ہے تو اس سے نکاح ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی۔

(ابوحنیفہ) عورت معین ہو یا مطلق دونوں صورتوں میں طلاق ہو جائے گی۔ (۵)

(راجح) گذشتہ صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق صرف نکاح کے بعد ہی ہو سکتی ہے پہلے نہیں۔

(شوکانی) اسی کو برحق قرار دیتے ہیں۔ (۶)

625- شرط کے ساتھ معلق طلاق

یعنی کوئی شخص نکاح کے بعد اپنی بیوی سے کہے کہ اگر میں نے تمہیں فلاں کے ساتھ دیکھ لیا تو تمہیں طلاق۔ ایسی طلاق

واقع ہو جائے گی۔ (۷)

626- خیالی طلاق

یعنی کسی کے دل میں اپنی بیوی کو طلاق دے دینے کا خیال پیدا ہو تو محض خیال دوسرے سے طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ إن الله تجاوز عن أمتي ما حدثت به أنفسها ما لم تعمل

(۱) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۶۶۷) کتاب الطلاق : باب لا طلاق قبل النکاح ، ابن ماجہ (۲۰۴۸)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۶۶۸) ایضاً ، ابن ماجہ (۲۰۴۹)]

(۳) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۶۶۶) ایضاً ، ابن ماجہ (۲۰۴۷)]

(۴) [بخاری (بعد الحدیث ۵۲۶۸) کتاب الطلاق]

(۵) [المخلی (۲۰۶۱۰) المبسوط (۱۲۷/۶) حلیۃ العلماء فی معرفۃ مذاہب الفقہاء (۸/۷) نیل الأوطار (۳۳۰/۴)]

(۶) [نیل الأوطار (۳۳۰/۴)]

(۷) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : المغنی لابن قدامة (۴۷۲-۴۵۲/۱۰)]

نہ العیبت : کتاب الطلاق
 نکلم ﴿ ”اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل کے دوسرے (پر گرفت و موزاخذہ) سے درگزر فرما دیا ہے اور یہ اس وقت تک نہیں
 بگا جب تک کوئی عمل نہ کرے یا زبان سے نہ کہے۔“ (۱)

627- غلام کی طلاق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا ﴿ ینکح العبد امرأتین و یطلق تطلیقتین..... ﴾ ”غلام دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور
 طلاقیں دے سکتا ہے.....“ (۲)

628- طلاق کے وقت اپنا دیا ہوا مہر وصول کرنا جائز نہیں

(: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا وَكَيْفَ
 تَأْخُذُونَ..... ﴾ [النساء: ۲۰-۲۱] ”اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا ہی چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانہ
 رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو۔ کیا تم اسے ناحق اور کھلا گناہ ہوتے ہوئے بھی لے لو گے۔ تم اسے کیسے لو گے حالانکہ تم
 دوسرے سے مل (ہم بستری) کر چکے ہو.....“

(: ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿ وَلَا يَجِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا بِمَا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا ﴾ [البقرة: ۲۲۹] ”تمہارے
 یہ حلال نہیں کہ تم نے انہیں جو دے دیا ہو اس میں سے کچھ بھی لو۔“



(۱) [بخاری (۵۲۶۹) کتاب الطلاق : باب الطلاق فی الإغلاق ، مسلم (۱۲۷) ابو داود (۲۲۰۹) ترمذی (۱۱۸۳)
 ابن ماجہ (۲۰۴۴)]
 (۲) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۰۶۷) دارقطنی (۲۴۲/۲) بیہقی (۴۲۵/۷)]

ذلع كا بیان

باب الذلع ۱

وَإِذَا خَالَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ كَانَ أَمْرُهَا
إِلَيْهَا لَا تَرْجِعُ إِلَيْهِ بِمَجْرَدِ الرَّجْعَةِ
جب آدی اپنی بیوی سے ذلع کرے تو بیوی کا معاملہ (ذلع کے بعد) اسی کے ہاتھ میں ہوگا، محض رجوع کے ذریعے اس کی طرف نہیں لوٹ سکتی۔ ۱

۱ لغوی وضاحت: لفظ ذلع "ذلع الثوب" (کپڑے اور لباس اتارنا) سے ماخوذ ہے۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ عورت مرد کے لیے اور مرد عورت کے لیے لباس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ﴾ [البقرة: ۱۸۷] (چونکہ میاں بیوی اس کے ذریعے ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں اس لیے اسے ذلع کہتے ہیں)۔ اصطلاحی تعریف: ذلع یہ ہے کہ عورت مہر میں وصول کی ہوئی رقم شوہر کو واپس دے کر اس سے علیحدگی اختیار کر لے۔ (۱) ذلع کی مشروعیت:

(۱) ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾ [البقرة: ۲۲۹] "عورت علیحدگی اختیار کرنے کے لیے کچھ دے دے تو اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔"

(۲) ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُضْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ﴾ [النساء: ۱۲۸] "ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔"

(۳) ﴿ فَإِنْ طَبَّنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا ﴾ [النساء: ۴] "اگر عورتیں خود اپنی خوشی سے کچھ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔"

(۴) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہما کی حدیث ذلع کی مشروعیت پر شاہد ہے۔ (۲)

(۵) ذلع کے معتبر ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ (۳)

(۶) فقہاء و علماء کی اکثریت اسی کی قائل ہے۔ (۴)

629- عورت ذلع کب لے سکتی ہے؟

(ابن قدامہؒ) منجملہ اگر عورت اپنے شوہر کو اس کی خلقت و صورت یا اس کی سیرت و اخلاق یا دین یا عمر میں بڑا ہونے یا کمزور ہونے یا اس کی مثل کسی وجہ سے ناپسند کرتی ہو اور ڈرتی ہو کہ وہ اس کی فرمانبرداری میں اللہ کا حق ادا نہیں کر سکتی تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے اپنے نفس کے بدلے میں معاوضہ (یعنی مہر وغیرہ) بطور فدیہ ادا کر کے ذلع اور جدائی اختیار کر لے جیسا کہ

(۱) [فتح الباری (۱۰/۴۹۶) المغنی (۷/۶۷) کشاف القناع (۵/۲۳۷)]

(۲) [بخاری (۵۲۷۳)]

(۳) [نیل الأوطار (۴/۳۴۲)]

(۴) [بداية المجتهد (۲/۶۶۲) الدر المختار (۲/۷۶۷) مغنی المحتاج (۳/۲۶۲) المغنی (۷/۵۱۷)]

تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ فَإِنْ حِفْظُهُمْ أَنْ لَا يُقِيمَا حَدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ﴾ [البقرة: ۲۲۹] ”پس اگر ہمیں یہ ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان پر (خلع میں) کوئی گناہ نہیں۔“

630- بلاوجہ عورت کا شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنا حرام ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو عورت بھی بغیر کسی معقول وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرتی ہے ﴿ فحرام علیہا راتحة الحنة ﴾ ”اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔“ (۱)

کیونکہ خلع علی الاصح فسخ نکاح ہے طلاق نہیں اور رجوع طلاق کے بعد ہوتا ہے فسخ کے بعد نہیں۔ نیز عورت نے اپنی رہائی کا قیمت ادا کی ہوتی ہے جس وجہ سے مرد کو رجوع کا حق نہیں رہتا اور عورت خود مختار ہو جاتی ہے (البتہ عورت اگر چاہے تو عدت گزارنے کے بعد دونوں دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں)۔

وَيَجُوزُ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ مَا لَمْ يُجَاوِزْ مَا صَارَ	خلع کم اور زیادہ مال سے جائز ہے جب تک اس مقدار سے تجاوز نہ
إِلَيْهَا مِنْهُ	کرے جو خاوند نے اسے دی ہے۔ ❶

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا اللہ کے رسول! میں ثابت بن قیس کے اخلاق اور دین میں کوئی عیب نہیں لگاتی لیکن اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ رسول ﷺ نے فرمایا ﴿ اتردین علیہ حدیقتہ ﴾ ”کیا تو اس کا باغ اسے واپس کر دے گی؟“ وہ بولی ہاں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اقبل الحدیقة وطلقها تطلیقة ﴾ ”(اے ثابت!) اپنا باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو۔“ (۲)

اور صحیح بخاری کی ہی ایک روایت میں ہے کہ ﴿ وامرہ ان یطلقها ﴾ ”(جب اس نے باغ واپس کر دیا) تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ اسے طلاق دے دے۔“ (۳)

(۱) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ فامرہ رسول اللہ أن یأخذ منها حدیقتہ ولا یزداد ﴾ ”نبی ﷺ نے اسے (یعنی بت کو) حکم دیا کہ وہ اس سے اپنا باغ وصول کر لے اور زیادہ کچھ نہ لے۔“ (۴)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ ثابت کی بیوی نے کچھ زیادہ بھی دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ اما الزیادہ فلا ﴾

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۱۹۴۷) کتاب الطلاق: باب فی الملع ابو داؤد (۲۲۶۲) ابن ماجہ (۲۰۵۵) ترمذی (۱۱۸۷) أحمد (۲۷۷/۵)]

(۲) [بخاری (۵۲۷۳) کتاب الطلاق: باب الملع وکیف الطلاق فیہ نسائی (۱۶۹/۶) ابن ماجہ (۲۰۵۶) دارقطنی (۴۶/۴) بیہقی (۳۱۳/۷)]

(۳) [بخاری (۵۲۷۴) ایضاً]

(۴) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۶۷۳) کتاب الطلاق: باب المختلعة تأخذ ما أعطاها إرواء الغلیل (۲۰۳۶) ابن ماجہ (۲۰۵۶) نسائی (۱۶۹/۶)]

”تم زیادہ مت دو۔“ لیکن شیخ البانیؒ نے اسے مرسل قرار دیا ہے۔ (۱)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”شوہرا اپنے دیے ہوئے سے زیادہ وصول نہ کرے۔“ (۲)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ شوہرا اپنے دیے ہوئے حق مہر سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ ﴿فردت علیہ حدیقتہ وزادتہ﴾ ”اس عورت نے اس کا باغ واپس کر دیا اور کچھ زیادہ بھی دیا“ وہ ضعیف ہے۔ (۳)

(احمد) مرد زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ امام اسحاق امام شعبی امام زہری امام حسن امام عطاء اور امام طاؤس رحمہم اللہ اجمعین بھی یہی مؤقف رکھتے ہیں۔

(جہور، شافعی، مالک، ابوحنیفہ) اگر نفرت کا اظہار عورت کی طرف سے ہو تو مرد کے لیے زیادہ لینا جائز ہے (ان کی دلیل آیت ﴿فَإِنَّمَا أَفْتَدَتْ بِهٖ﴾ کا عموم ہے حالانکہ یہ عام ہے اور گذشتہ ثابت رہی اللہ کی حدیث ﴿ولا یزداد﴾ اس کی تخصیص کرتی ہے لہذا خاص پر عمل کرنا واجب ہے)۔

(ابن قدامہ) مرد کے لیے اپنے دیے ہوئے مال سے زیادہ کا مطالبہ کرنا مستحب نہیں ہے۔ اگر کوئی زیادہ وصول کرے گا تو مکرہ ہے لیکن خلع واقع ہو جائے گا۔ اور اگر بغیر کسی معاوضے کے بھی مرد عورت کو خلع دے دے تو خلع ہو جائے گا (کیونکہ مقصودوں کی رضامندی ہے جس پر بھی ہو جائے درست ہے)۔ (۴)

(راجح) شوہرا اپنی بیوی سے اپنے دیے ہوئے مہر سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا جیسا کہ حدیث کے ان الفاظ ﴿ولا یزداد﴾ سے واضح ہوتا ہے لیکن اگر بیوی اپنی خوشی سے کچھ زیادہ دینا چاہے (مثلاً شوہر کی دی ہوئی گاڑی یا گھر وغیرہ) جائز ہے کیونکہ شریعت میں اس کی ممانعت موجود نہیں اور جس روایت میں ہے ﴿أما الزیادہ فلا﴾ وہ ضعیف ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

وَلَا بُدَّ مِنَ التَّرَاضِي بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ عَلَى الْخُلْعِ أَوْ إِلْزَامِ الْحَاكِمِ مَعَ الشَّقَاقِ بَيْنَهُمَا	خلع پر میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے ۱ یا پھر حاکم ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دے گا۔ ۲
---	---

① ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ [النساء: ۲۸]

”ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح ہی بہتر ہے۔“

② (۱) جیسا کہ نبی ﷺ نے ثابت ہوئی اور ان کی بیوی کے درمیان جدائی کرائی۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا ﴿اقبوا الحدیقة و طلقھا.....﴾ ”باغ قبول کرو اور اسے طلاق دے دو۔“

(۱) [إرواء الغلیل (۱۰۴/۷) دارقطنی (۲۰۰/۳)]

(۲) [عبدالرزاق (۱۱۸/۴۴)]

(۳) [بیہقی (۳۱۴/۷)]

(۴) [المغنی (۱۰/۲۶۹، ۲۷۰-۲۸۷) نیل الأوطار (۳۴۶/۴) تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۱۴۲/۴)]

(2) ﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُؤَيِّدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ﴾ [النساء: ۳۵] ”اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان باہمی اُن بن کا اندیشہ ہو تو ایک منصف و فیصل مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو۔ اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں میں ملاپ کرا دے گا۔“ اور اگر صلح نہ ہو سکے تو جمہور علما کے نزدیک ان منصفوں کو ان دونوں کے درمیان تفریق کا اختیار ہے۔ (۱)

اور یہ فسخ نکاح ہے۔ ❶

وَهُوَ فَسْخٌ

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ ﴾ [البقرة: ۲۲۹] اس کے بعد ﴿ التَّدَاءُ ﴾ (تدبیروے کر خلع لینے) کا ذکر کیا پھر فرمایا ﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَيْثُ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾ [البقرة: ۲۳۰] لہذا اگر ابتدا طلاق ہوتا تو وہ طلاق جس کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے صرف اسی صورت میں حلال ہو سکتی ہے جبکہ وہ کسی اور سے شادی کر لے چوتھی طلاق ہو جائے گی۔ سو معلوم ہوا کہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔

(2) حضرت حبیب بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول! ہر وہ چیز جو اس نے مجھ دی تھی وہ میرے پاس ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ثابت سے کہا ”اس سے لے لو۔“ پھر اس نے (وہ مال) لے لیا ﴿ وحلست فی اہلہا ﴾ ”اور وہ عورت اپنے اہل و عیال میں جا بیٹھی۔“ (۲) www.KitaboSunnat.com معلوم ہوا کہ علیحدگی کے بعد حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے میکے چلی گئیں لہذا اگر خلع طلاق ہوتا تو وہ شوہر کے گھر میں ہی عدت گزار تیں۔ جب ایسا نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ خلع فسخ ہے۔

(3) خلع کی عدت ایک حیض ہے (جیسا کہ آئندہ ذکر آئے گا) جبکہ طلاق کی عدت تین حیض ہے۔ لہذا یہ فسخ ہے۔

(4) خلع میں شوہر بیوی سے اپنا دیا ہوا مال لے سکتا ہے جبکہ طلاق میں نہیں لے سکتا۔

(5) خلع میں مرد کو رجوع کا حق نہیں ہوتا جبکہ طلاق میں رجوع کا زیادہ مستحق مرد ہی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ وَبُعُوهُنَّ أُحْقٌ بَرَدَهُنَّ ﴾ [البقرة: ۲۲۸] ”اور ان کے شوہر انہیں لوٹانے کے زیادہ مستحق ہیں۔“

(6) نبی ﷺ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی عورت کو خلع دینے کا کہا تو یہ نہیں دریا یافت کیا کہ وہ حاکم نہ تو نہیں یا اس نے طہر میں اس سے ہم بستری تو نہیں کی حالانکہ ان دونوں حالتوں میں طلاق حرام ہے۔ لہذا جب آپ ﷺ نے ایسا کچھ نہیں پوچھا بلکہ مطلقاً خلع کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ خلع طلاق نہیں ہے۔

(ابن تیمیہؒ) خلع فسخ نکاح ہے۔ (۳)

(ابن قیمؒ) یقیناً کسی ایک صحابی سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہے کہ یہ (یعنی خلع) طلاق ہے۔ مزید رقمطراز ہیں کہ ہم بستری کے

(۱) [فتح القدیر (۳/۲۳۱) تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۳/۶۸/۶) تفسیر الرازی (۷۰/۱۰)]

(۲) [موطا (۵/۶۴)]

(۳) [الفتاویٰ (۳۱/۳-۳۵)]

بعد طلاق دینے سے تین ایسے احکام لاگو ہوتے ہیں جو سب خلع میں نہیں ہیں۔

(1) طلاق میں مرد رجوع کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

(2) طلاق کا شمار تین تک ہوتا ہے۔ اس عدد کے پورا ہونے کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوتی

جب تک کہ کوئی دوسرا مرد اس سے شادی کے بعد ہم بستری نہ کرے۔

(3) طلاق کی عدت تین حیض ہے اور بلاشبہ نص اور اجماع کے ساتھ ثابت ہے کہ خلع میں رجوع نہیں ہوتا۔ (۱)

(خطابیؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خلع کے طلاق نہ ہونے کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کیا ہے

﴿ الطَّلَاقُ مَرْثَانٍ ﴾ [البقرة: ۲۲۹] (۲)

(البائیؒ) اسی کو برحق قرار دیتے ہیں۔ (۳)

فقہانے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے:

(جہور، مالکؒ، ابوحنیفہؒ) خلع طلاق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام حسنؒ، امام شعیبؒ، امام نخعیؒ، امام عطاء سعید بن مسیبؒ، امام شریحؒ، امام مجاہدؒ، امام کھولؒ، امام زہریؒ، امام سفیانؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی رحمہم اللہ اجماعین کا بھی یہی موقف ہے۔

(احمدؒ) خلع نكاح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام طاووسؒ، امام اسحاقؒ، امام ابو ثورؒ، امام ابن منذرؒ اور امام شافعی رحمہم اللہ اجماعین سے ایک روایت کے مطابق یہی قول مروی ہے۔ (۴)

خلع کو طلاق کہنے والوں نے صحیح بخاری میں موجود ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے ثابت کو حکم دیا ﴿ طلقها تطليقة ﴾ ”اسے طلاق دے دو۔“ (۵)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہاں لفظ طلاق سے لغوی معنی (یعنی اسے چھوڑ دے) مراد ہے۔ اصطلاحی و شرعی معنی مراد نہیں ہے۔

وَعِدَّتُهُ حَيْضَةٌ

اس کی عدت ایک حیض ہے۔ ①

① (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ جب ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے خلع لے لیا

(۱) [زاد المعاد (۱۹۷/۵)]

(۲) [معالم السنن (۲۵۵/۳)]

(۳) [التعليقات الرضية على الروضة (۲۷۳/۲)]

(۴) [تفسير اللباب في علوم الكتاب (۱۴۲/۴) الأم (۱۱۴/۵) بدائع الصنائع (۱۵۱/۳) نيل الأوطار (۳۴۴/۴) المعنى

(۲۵۰/۱۱۱)]

(۵) [بخاری (۵۲۷۳)]

- (۱) ﴿فأمرها النبي ﷺ أن تعدد بحيضة﴾ ”تو نبی ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک حیض عدت گزارے۔“ (۱)
- (۲) حضرت ربیع بنت معوذ بنی النضر کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ثابت کی بیوی کو ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا۔ (۲)
- (۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿عدة المختلعة حیضة﴾ ”مخلع یافتہ عورت کی عدت ایک حیض ہے۔“ (۳)
- (ابن قیمؒ) انہوں نے ایک حیض عدت کو ثابت کیا ہے۔ (۴)

متفرقات

631- خلع کے لیے طلاق کی شرائط

خلع چونکہ طلاق نہیں ہے لہذا اس میں طلاق کی شرائط نہیں لگائی جائیں گی مثلاً یہ کہ عورت حائضہ نہ ہو یا ایسے طہر میں ہو جس میں مرد نے اس سے ہم بستری نہ کی ہو وغیرہ۔

(ابن قدامہؒ) حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں خاوند نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہو خلع لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ (۵)

632- کیا خلع کے لیے عورت کو والدین سے اجازت لینے کی ضرورت ہے؟

(شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی) اگر عورت عقلمند اور سمجھدار ہو تو والدین سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور اگر نا سمجھ یا کم عمر یا کم فہم و فراست کی حامل ہو تو والدین یا اپنے بھائی وغیرہ سے اجازت لے لینی چاہیے۔ (۶)

633- خلع کے لیے حاکم یا قاضی کی ضرورت نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بادشاہ یا قاضی کے حکم کے بغیر خلع جائز قرار دیا ہے۔ (۷)

(ابن قدامہؒ) خلع کے لیے حاکم کی ضرورت نہیں۔

(ائمہ اربعہ) اسی کے قائل ہیں۔ امام زہریؒ، امام شریحؒ اور امام اٹحقؒ اسی کے قائل ہیں۔ (۸)

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی (۹۴۶) ابو داؤد (۲۲۲۹) کتاب الطلاق : باب فی الخلع، ترمذی (۱۱۸۵)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی (۹۴۵) ترمذی (۱۱۸۵) ابن ماجہ (۲۰۵۸) نسائی (۳۴۹۸)]

(۳) [صحیح موقوف : صحیح ابو داؤد (۱۹۵۱) کتاب الطلاق : باب فی الخلع، ابو داؤد (۲۲۳۰)]

(۴) [أعلام الموقعین (۸۸/۲)]

(۵) [المغنی (۲۶۹/۱۰)]

(۶) [فتاوی المرأة المسلمة (۷۸۷/۲)]

(۷) [بخاری (قبل الحدیث) ۵۲۲۳) کتاب النکاح : باب الخلع]

(۸) [المغنی (۲۶۷/۱۰)]

ایلاء کا بیان

باب الإیاء ۱

هُوَ أَنْ يُخْلِيفَ الزَّوْجَ مِنْ جَمِيعِ نِسَائِهِ أَوْ
بَعْضِهِنَّ لَا أَقْرَبَهُنَّ فَإِنَّ وَقْتَهُ بِلَدُونِ أَرْبَعَةِ
أَشْهُرٍ اغْتِزَالَ حَتَّى يَنْقَضِيَ مَا وَقَّتَ بِهِ
ایلاء یہ ہے کہ شوہر اپنی تمام یا کچھ بیویوں کے متعلق قسم اٹھائے کہ وہ
ان کے قریب نہیں جائے گا ۱ پس اگر کسی نے چار ماہ سے کم مدت
مقرر کی تو وہ علیحدہ ہو جائے حتیٰ کہ مقررہ مدت پوری ہو جائے۔ ۲

- ① لغوی وضاحت: لفظ ”ایلاء“ باب آلی یولی (افعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”قسم کھانا“ ہے۔ یہ لفظ آئینہ
(یاء کی تشدید کے ساتھ) سے مشتق ہے۔ اس کی جمع الایا بروزن خطایا آتی ہے۔ (۱)
- ② اصطلاحی تعریف: شوہر قسم اٹھائے کہ وہ اپنی المیہ سے چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت تک ہم بستر نہیں ہوگا۔
(ائمہ اربعہ) انہوں نے اسی معنی کی تعریف مختلف الفاظ میں بیان کی ہے۔ (۲)
- ③ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنی بعض بیویوں کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں
گے پھر ایک ماہ گزرنے کے بعد آپ ﷺ ان کے پاس چلے گئے۔ (۳)

وَإِنْ لَمْ يُؤَقِّتْ شَيْئًا أَوْ وَقَّتْ بِأَشْفَرِ
مِنْهَا خَيْرٌ بَعْدَ مُصِيبَتِهَا بَيْنَ أَنْ يَفْسُقَ أَوْ
يُطَلَّقَ
اگر اس نے کوئی مدت مقرر نہ کی ہو یا چار ماہ سے زائد مقرر کی ہو تو چار ماہ
گزرنے کے بعد اسے رجوع کر لینے یا طلاق دینے کے درمیان اختیار دیا
جائے گا۔ ①

- ① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لِّلَّذِينَ يُؤَلُّونَ مِن نِّسَاءِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِن فَاءُوا عَلِيمٌ﴾
[البقرة: ۲۲۶-۲۲۷] ”جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کر لیں ان کے لیے چار مہینے کی مدت ہے پھر اگر وہ لوٹ آئیں (یعنی
اگر وقت کا تعین نہیں کیا تھا تو قسم کا کفارہ ادا کر کے دوبارہ تعلقات قائم کر لیں) تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق
کا ہی ارادہ کر لیں (معلوم ہوا کہ از خود طلاق نہیں ہوگی) تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔“
- (2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو ایلاء کرنے والے کو حاکم وقت کے پاس لاکھڑا کیا
جائے اور اس وقت تک اسے چھوڑا نہ جائے ﴿حتی یطلق ولا یقع علیہ الطلاق حتی یطلق﴾ ”حتیٰ کہ وہ طلاق دے دے
اور طلاق دینے بغیر اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔“ امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوذر اور حضرت
عائشہ اور بارہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ (۴)

(۱) [لسان المیزان (۱۱۷/۱) الصحاح (۲۲۷/۶)]

(۲) [تبیین الحقائق (۲۶۱/۲) مغنی المحتاج (۳۴۳/۳) تحفة المحتاج (۱۸۸/۸)]

(۳) [بخاری (۵۲۰۲) کتاب النکاح: باب ہجرۃ النبی نساء مسلم (۱۰۸۵)]

(۴) [بخاری (۵۲۹۱) کتاب الطلاق: باب حکم المفقود فی اہلہ ومالہ]

(حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے دس سے زائد صحابہ کو دیکھا کہ وہ ایلاء کرنے لے کر روک کر پوچھتے تھے (کہ وہ رجوع کرے یا طلاق دے)۔ (۱)

(ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ﴿ یوقف المولی ﴾ ”ایلاء کرنے والے کو کھڑا کیا گئے گا“۔ (۲)

(حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ثابت بن عبید رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان کرتے ہیں ﴿ الإیلاء لا یکون طلاقا حتی یوقف ﴾ ”ایلاء اس وقت تک طلاق نہیں ہوتا جب تک کہ اس شخص کو ٹھہرایا نہ جائے بنی یر دریافت نہ کیا جائے کہ تم اس سے رجوع کرو گے یا طلاق دو گے“۔ (۳)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ چار ماہ گزرنے کے بعد از خود طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ شوہر سے مطالبہ کیا جائے گا کہ یا وہ ذیق زوجیت ادا کرے یا طلاق دے۔

مہور، مالک، شافعی، احمدی اسی کے قائل ہیں۔

بوصیفہ) مجرد مدت ایلاء گزرنے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(اجمع) آیات ایلاء اور گذشتہ آثار سے جمہور کا موقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

بن تیمم) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اسے ترجیح دینے کی دس وجوہ بھی بیان کی ہیں۔ (۵)

لبانی) یہی قول ظاہر ہے۔ (۶)

متفرقات

634- مدت ایلاء کی مقدار

اس میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک ایلاء صرف چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت کی قسم کو کہتے ہیں اس سے کم مدت میں

آئے نہیں۔ امام ابن سیرین امام ابن ابی لیلیٰ امام قتادہ امام حسن اور امام نخعی رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایلاء چار

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۰۸۶) ترتیب المسند للشافعی (۴۲/۲) دارقطنی (۶۱/۴)] اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [التعلیق علی سبیل السلام للشیخ صبیحی حلاق (۲۴۳/۶)]

(۱) [حسن : إرواء الغلیل (۱۷۱/۷)]

(۲) [صحیح : إرواء الغلیل (تحت الحدیث ۲۰۸۵) (۱۷۲/۷) بیہقی (۳۷۶/۷)]

(۴) [نبیل الأوطار (۳۵۴/۴) الأم (۲۵۶/۵) الکافی لابن عبدالبر (ص ۲۷۹) المغنی (۳۰/۱۱) تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۱۰۰/۴)]

(۵) [زاد المعاد (۱۲۹/۴) (۱۳۱)]

(۶) [التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة (۲۸۱/۲)]

ماہ سے کم مدت میں بھی ہو جاتا ہے کیونکہ مقصود عورت کو تکلیف پہنچانا ہے اور وہ اس میں بھی موجود ہے۔ یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ نبی ﷺ سے ایک ماہ ایلاء کرنا منقول ہے اور اگر چار ماہ سے کم ایلاء نہ ہوتا تو آپ ﷺ سے ایسا واقعہ نہ ہوتا۔ (۱)

635- آزاد اور غلام کی مدت ایلاء

راجحات یہی ہے کہ آزاد اور غلام دونوں کی مدت ایلاء چار ماہ ہے جیسا کہ قرآنی آیت ﴿لِّلَّذِينَ يُؤَلِّقُونَ...﴾ کا عموم اسی پر شاہد ہے۔

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) غلام کی مدت ایلاء دو ماہ ہے (یاد رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف لونڈی کی مدت ایلاء دو ماہ ہے جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک صرف غلام مرد کی مدت ایلاء دو ماہ ہے)۔ (۲)

636- کیا غصے کی حالت میں ایلاء منعقد ہو جاتا ہے؟

راجح مسلک یہی ہے کہ ہر حال میں ایلاء منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ غصے کے ہونے یا نہ ہونے کی شریعت نے کوئی شرط نہیں لگائی۔ علاوہ ازیں یہ ایک لحاظ سے قسم ہی ہے اور قسم بالاتفاق ہر حال میں اٹھائی جاسکتی ہے۔

(ابن مسعود رضی اللہ عنہ) غصہ ہو یا نہ ہو ہر حال میں ایلاء منعقد ہو جاتا ہے۔

(شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن عباس رضی اللہ عنہما، علی رضی اللہ عنہ، علی ایلاء صرف غصے کی حالت میں ہوتا ہے)۔ (امام لیثؒ، امام شعبیؒ، امام حسن اور امام عطاء رحمہم اللہ اجمعین بھی یہی موقف رکھتے ہیں)۔ (۳)

عورت سے خواہ ہم بستری کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو صحت ایلاء میں دونوں برابر ہیں۔ (۴)

637- اگر کوئی مدت ایلاء کے دوران بیوی سے ہم بستر ہونا چاہے؟

تو قسم کا کفارہ ادا کر کے عورت سے تعلقات قائم کر لے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿من حلف علی یمنین فرأى غیرہا خیرا منها فلیأت الذی هو خیر ولیکفر عن یمینہ﴾ ”جو شخص کسی قسم پر حلف اٹھائے۔ پھر اس کے علاوہ کسی اور کام کو اس سے بہتر سمجھے تو وہی کرے جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔“ (۵)



(۱) [نیل الأوطار (۳۵۴/۴) الروضة الندية (۱۳۴/۲)]

(۲) [تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۱۰۱/۴) الروضة الندية (۱۳۴/۲) المسوی (۱۴۱/۲)]

(۳) [تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۱۰۱/۴) تفسیر قرطبی (۷۰/۳) تفسیر طبری (۴۵۹/۴)]

(۴) [ایضاً]

(۵) [مسلم (۴۲۷۱) کتاب الإیمان : باب ندب من حلف یمینا.....]

ظہار کا بیان

باب الظہار ①

ظہاریہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے کہے "تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مانند ہے" یا کہے "میں نے تجھ سے ظہار کیا" یا اس معنی کے کوئی اور الفاظ استعمال کرے ② تو اس پر لازم ہے کہ اسے چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ (60) مساکین کو کھانا کھلائے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ ③	وَهُوَ قَوْلُ الزَّوْجِ لِامْرَأَتِهِ أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي أَوْ ظَهْرِ نَدْبِكَ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ فَيَجِبُ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَمْسَهَا أَنْ يَكْفُرَ بِعَقْبِي رَقَبَةً فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَطْعَمْ سِتِينَ مَسْكِينًا فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَلْيَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ
--	---

- ① لفظ "ظہار" باب ظَاہَرٌ يُظَاهِرُ (مفاعلة وفعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی "مدد کرنا" ہے۔ (۱)
- قاموس میں ہے ظہاریہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے کہے ((أنت علی کظہر امی)) "تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مانند ہے۔" (۲)
- بلاشبہ باقی تمام اعضاء میں سے پشت کو ہی صرف اس لیے خاص کیا گیا ہے کیونکہ اغلباً بھی جائے سواری ہے اور اسی وجہ سے سواری کو "ظہر" بھی کہتے ہیں اور بیوی کو اس کے ساتھ مشابہت اس لیے دی گئی ہے کیونکہ وہ مرد کی سواری ہے۔ (۳)
- ② فی الحقیقت ظہار پشت کو پشت کے ساتھ تشبیہ دینا ہے یعنی حلال پشت کو حرام پشت کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کے حکم کا موجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہانے اجماع کیا ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا "تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے" وہ ظہار کرنے والا ہے۔

638- ظہار کے الفاظ

یہ الفاظ دو طرح کے ہو سکتے ہیں:

- ① صریح: مثلاً ((أنت علی کظہر امی)) یا کہے ((فرجک علی کظہر امی)) یا کہے ((بطنک علی کظہر امی)) وغیرہ۔ ایسے تمام الفاظ سے بالاتفاق ظہار ہو جائے گا۔ البتہ اس مسئلے میں فقہانے اختلاف کیا ہے کہ اگر ماں کے علاوہ دیگر محرمات مثلاً بیٹی، بہن، چھوہ بھی اور خالہ وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دے تو کیا ظہار ہو جائے گا؟
- (ابوضیفہ، اوزاعی) دیگر محرم کو بھی ماں پر قیاس کیا جائے گا (یعنی ان کے ساتھ تشبیہ دینے سے بھی ظہار ہو جائے گا۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی موقف ہے)۔

(۱) [المنجد (ص/۵۳۰)]

[القاموس المحيط (ص/۳۹۲)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۴/۶۶۲) فتح الباری (۱۰/۵۴۲)]

(جمہور) ظہار صرف ماں کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ قرآن میں ”امہات“ کا ہی ذکر ہے۔ (۱)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔ (۲)

② کنایہ: مثلاً انسان اپنی بیوی سے کہے ((أنت علی مثل امی)) ”تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے۔“ اس میں دونوں احتمال ہیں یعنی معزز ہونے میں بھی ماں کی طرح ہو سکتی ہے اور حرام ہونے میں بھی۔ اس کا حکم نیت کے ساتھ ملحق ہے اگر یہ الفاظ کہنے والوں کی نیت ظہار کی ہوگی تو ظہار ہو جائے گا بصورت دیگر نہیں ہوگا۔ (۳)

③ (۱) امام شوکانیؒ نے متن میں جو ترتیب ظہار کے کفارے کے لیے بیان کی ہے وہ درست نہیں کیونکہ قرآن میں غلام آزاد کرنے کے ذکر کے بعد روزے رکھنے کا حکم ہے پھر مساکین کو کھلانے کا حکم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَاءِهِمْ ثُمَّ يَعُوذُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ..... ﴾ [المجادلة: ۳-۴] ”جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کر لیں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹے (یعنی ہم بستری) سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے..... ہاں جو شخص (اس کی طاقت) نہ پائے اس کے ذمہ دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں..... اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے.....“

(۲) حضرت سلمہ بن صحرہؓ یا ضی بن العاصؓ سے مروی روایت میں بھی یہی کفارہ اسی قرآنی ترتیب سے نبی ﷺ نے بیان کیا ہے۔ (۴)

639- کفارے میں ترتیب کا حکم

کفارہ دیتے ہوئے مذکورہ ترتیب کو ملحوظ رکھنا واجب ہے جیسا کہ یہ بات قرآن کی اس آیت سے ہی واضح ہے کہ ﴿ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ لَفَصِيحًا..... فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامُ ﴾ ”یعنی اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں تب دو ماہ کے روزے رکھے گا“ ایسا نہیں ہے کہ اس کی طاقت کے باوجود روزے رکھ لے یا مساکین کو کھانا کھلا دے۔ (۵)

640- کیا کفارے میں غلام کا مومن ہونا ضروری ہے؟

(ابوضیفہؓ) کا فر غلام بھی کفایت کر جائے گا کیونکہ قرآن میں مطلقاً ﴿ رَقَبَةً ﴾ ”کوئی گردن“ کا حکم ہے۔

(شافعیؒ) غلام کا مومن ہونا ضروری ہے رقبہ کو قتل کے کفارے ﴿ رَقَبَةً مَوْمِنَةً ﴾ کے ساتھ مقید کیا جائے گا۔ (۶)

(راجح) غلام کا مومن ہونا ضروری نہیں۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے قدرے تفصیل کی ضرورت ہے کیونکہ یہاں بحث اصولی

(۱) [نیل الأوطار (۳۵۶/۴) فتح الباری (۵۴۲/۱۰) تفسیر اللباب فی علوم الكتاب (۵۱۹/۱۸) تفسیر قرطبی

[(۱۷۸-۱۷۷/۱۷)]

(۲) [السبل الحرار (۴۱۰/۲)]

(۳) [السبل الحرار (۴۱۷/۲)]

(۴) [حسن: صحیح ابو داود (۱۹۳۳) کتاب الطلاق: باب فی الظہار، ابو داود (۲۲۱۳)]

(۵) [تفسیر قرطبی (۱۸۵/۱۷)]

(۶) [بدائع الصنائع (۲۳۵/۳) الأم (۲۸۰/۱۵) المغنی (۸۱/۱۱) نیل الأوطار (۳۵۷/۴)]

ہے۔ یعنی کفارہ ظہار میں مطلقاً غلام آزاد کرنے کا حکم ہے اور کفارہ قتل میں مومن غلام آزاد کرنے کا حکم ہے۔ اب جو لوگ مطلق و مقید کرتے ہیں ان کے نزدیک حکم ایک ہونے کے ساتھ سبب ایک ہونا مطلق کو مقید پر محمول کرنے کے لیے شرط نہیں جیسا کہ مہ شافعی اسی کے قائل ہیں۔ لیکن راجح بات یہ ہے کہ اس کے لیے دونوں حکموں کا سبب ایک ہونا بھی شرط ہے لہذا چونکہ یہاں ام آزاد کرنے کا سبب ظہار ہے اور وہاں غلام آزاد کرنے کا سبب قتل ہے تو افتراق السبب کی وجہ سے مطلق کو مقید پر محمول نہیں یا جائے گا تو ثابت ہوا کہ کوئی بھی غلام آزاد کر دیا جائے تو کفایت کر جائے گا۔ (۱)

641- روزوں کا تسلسل پر قرار ہے

جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ﴾ ”پے درپے بلاناغہ دو ماہ کے روزے رکھے۔“ یعنی اگر رمیان میں بغیر کسی شرعی عذر (بیماری یا سفر وغیرہ) کے روزہ چھوڑ دیا تو نئے سرے سے پورے دو ماہ کے روزے دوبارہ رکھنے ہیں گے۔

شافعی اسی کے قائل ہیں۔

ابوحنیفہ (بیماری کی وجہ سے بھی اگر روزہ چھوڑا تو نئے سرے سے روزے رکھے گا۔ (۲)
راجح) پہلا مؤقف انشاء اللہ راجح ہے۔

642- کفارے کی ادائیگی سے پہلے ہم بستری

جائز نہیں کیونکہ قرآن میں ہے کہ ﴿فَلْيَحْزِنْهُ رَقَبَةٌ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا﴾ ”ایک دوسرے کو چھونے (یعنی ہم بستری) سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے۔“ اسی طرح روزوں کے متعلق فرمایا ﴿فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا﴾ ”ایک دوسرے کو چھونے (یعنی جماع) سے پہلے لگا تا دو ماہ کے روزے رکھنا لازم ہے۔“ البتہ مساکین کو کھلانے سے پہلے یہ قید نہیں لہذا اگر روزوں کی تکمیل سے پہلے ہم بستری کر لی تو نئے سرے سے کھل روزے رکھے گا اور اگر ساتھ مساکین کو کھل کرنے سے پہلے ہم بستری کر لی تو دوبارہ پہلے مسکین سے کھلانا شروع نہیں کرے گا۔

643- ہر مسکین کو کتنا کھانا کھلایا جائے؟

(ابن عبدالبر) افضل یہ ہے کہ (ہر مسکین کو) دو مد کھانا کھلایا جائے۔ (۳)

(ابوحنیفہ) ہر مسکین کو ایک صاع (تقریباً آٹھائی کلو) کھجور یا کئی یا جو یا مکی مکی کھلانا یا نصف صاع گندم کھلانا واجب ہے۔

(شافعی) ہر مسکین کے لیے ایک مد دینا واجب ہے۔ (۴)

(۱) [الوجیز (ص ۲۸۶) لطائف الإشارات (ص ۳۲۱-۳۳) إرشاد الفحول (ص ۱۴۵-۱۴۶)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۱۸۴/۱۷)]

(۳) [الاستدکار لابن عبدالبر (۱۰/۱۰۴)]

(۴) [نبیل الأوطار (۳۵۸/۴) الأم (۲۸۴/۵) المغنی (۹۴/۱۱)]

(راجع) قرآن کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسکین کو اتنا کھانا کھلادیا جائے جس سے وہ شکم سیر ہو جائے۔ (واللہ اعلم)
○ تمام مسکین کو کھانا کھلانا بھی ضروری نہیں بلکہ وقفہ وقفہ سے بھی کھلایا جاسکتا ہے۔

(مالک، شافعی) ساٹھ مسکین سے کم کو کھانا کھلادینا کفایت نہیں کرے گا۔

(ابوحنیفہ) اگر ایک ہی مسکین کو روزانہ نصف صاع کھلا دے حتیٰ کہ عدد مکمل کر دے تو کفایت کر جائے گا۔

(احمد) اگر اس شخص کو صرف ایک مسکین ملے اور وہ اسے ساٹھ دنوں کی تعداد کے برابر کھانا کھلا دے تو درست ہے۔ (۱)

<p>حاکم کے لیے جائز ہے کہ بیت المال سے اس کی اعانت کر دے اگر وہ فقیر ہو اور روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اس شخص کے لیے درست ہے کہ وہ اعانت کے مال کو اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر صرف کرے ① اور اگر ظہار مقرر مدت تک ہو تو وہ صرف مدت کے ختم ہونے پر ہی ختم ہو جائے گا۔ ②</p>	<p>وَيَجُوزُ لِلْإِمَامِ أَنْ يُعِينَهُ مِنْ صَدَقَاتِ الْمُسْلِمِينَ إِذَا كَانَ فَقِيرًا لَا يَقْدِرُ عَلَى الصَّوْمِ وَلَهُ أَنْ يُصْرِفَ مِنْهَا لِنَفْسِهِ وَعِيَالِهِ وَإِذَا كَانَ الظَّهَارَ مُؤَقَّتًا فَلَا يَرْتَفِعُ إِلَّا بِإِنْقِضَاءِ الْوَقْتِ</p>
---	---

① نبی ﷺ نے حضرت سلمہ بن صحرہ بیاہنی رضی اللہ عنہما کو ان کے بھوک و افلاس کی التجا کرنے پر انہیں صدقے کی کھجوریں دینے کا حکم دیا اور انہیں کہا ﴿فأطعم ستين مسكينا و كل أنت و عيالك بقيتها﴾ ”ساٹھ مسکین کو کھلا دو اور اس سے جو باقی بچ جائیں خود بھی کھاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلاؤ۔“ (۲)

② ظہار کی مدت مقرر ہو یا نہ ہو ہر صورت میں کفارہ واجب ہے کیونکہ کتاب و سنت میں مطلقاً کفارہ ظہار کا حکم دیا گیا ہے اور ایسی کوئی تقسیم کہیں موجود نہیں۔

<p>اگر وہ شخص وقت گزرنے یا کفارہ دینے سے پہلے ہم بستری کر لے تو اس کے بعد وہ رک جائے حتیٰ کہ کفارہ ادا کرے یا مقررہ مدت گزر جائے۔ ①</p>	<p>وَإِذَا وَطِئَ قَبْلَ إِنْقِضَاءِ الْوَقْتِ أَوْ قَبْلَ التَّكْفِيرِ كَفَّ حَتَّى يُكْفَرَ فِي الْمَطْلُوقِ أَوْ يَنْقُضِي وَقْتِ الْمَوْقَّتِ</p>
---	---

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر اس سے ہم بستر ہو گیا۔ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ﴿إني وقعت عليها قبل أن أكفر﴾ ”میں نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے ہی اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فلا تقربها حتى تفعل ما أمرك الله﴾ ”اب اس وقت تک اس

(۱) [الحاوی للماوردی (۵۱۳/۱۰) المبسوط (۱۷/۷) الإنصاف فی معرفة الراجم من الخلاف (۲۳۰/۹) تفسیر

اللباب فی علوم الكتاب (۵۲۸/۱۸)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (۱۹۳۳) کتاب الطلاق : باب فی الظہار ابو داود (۲۲۱۳) ترمذی (۳۲۹۹) دارمی

(۱۶۳/۲)]

کے پاس نہ جانا جب تک کہ اللہ کے حکم پر عمل نہ کر لو۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ کفارے کی ادائیگی سے پہلے عورت سے مباشرت جائز نہیں اور اس پر اتفاق ہے لیکن اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی کفارے کی ادائیگی سے پہلے مباشرت کر لے تو ایک ہی کفارہ ادا کرے گا یا دو گنا۔ بعض علما کہتے ہیں کہ اس پر دو کفارے ادا کرنا لازم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تین کفارے ادا کرے گا۔ بعض کے نزدیک ہم بستری سے کفارہ ہی ساقط ہو جائے گا اور بعض مطلقاً ایک ہی کفارے کو واجب کہتے ہیں۔

(جمہور، ائمہ اربعہ) ایسے شخص پر صرف ایک کفارہ ہی واجب ہے۔ (۲)

(راجح) جمہور کا قول راجح ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث میں نبی ﷺ نے اس شخص کو دو یا تین کفاروں کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی یہ کہا کہ اب کفارہ ساقط ہو گیا ہے بلکہ حکم دیا کہ کفارے کی ادائیگی سے پہلے عورت کے قریب مت جانا۔ علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے ایسے ظہار کرنے والے شخص کے متعلق فرمایا جو کفارے کی ادائیگی سے پہلے ہم بستری کر لیتا ہے ﴿کفارة واحدة﴾ ”وہ ایک ہی کفارہ ادا کرے گا۔“ (۳)

○ واضح رہے کہ گذشتہ تمام مسائل میں غلام اور آزاد کے درمیان کوئی فرق نہیں کیونکہ شریعت نے ان میں کوئی فرق نہیں کیا۔



(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۱۹۴۳) کتاب الطلاق: باب فی الظہار، ابو داؤد (۲۲۲۳) ترمذی (۱۱۹۹) بیہقی

[(۳۸۶/۷)]

(۲) [نبیل الأوطار (۳۵۹/۴) تحفة الأحوذی (۴۲۷/۴) مرقاة المفاتیح (۴۵۰/۶) الفقه الإسلامی وأدلته

[(۶۰۷-۶۰۵/۷)]

(۳) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۶۷۹) کتاب الطلاق: باب المظاہر یجامع قبل أن یکفر، ابن ماجہ (۲۰۶۴) ترمذی (۱۱۹۸)]

[(۱۱۹۸)]

لعان کا بیان

باب اللعان ①

إِذَا رَمَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالزَّنَا وَلَمْ تَقْرُبْ بِذَلِكَ
وَلَا رَجَعَ عَنْ رَمِيهِ
جب آدمی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے ② اور وہ عورت اس کا
اقرار نہ کرے اور نہ ہی شوہر اپنی تہمت سے رجوع کرے۔ ③

① لغوی اعتبار سے لعان باب لَا عَن يُلَاعِنُ (مفاعلة، فعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”ایک دوسرے پر لعنت کرنا“ ہے۔ (۱)

حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ لعان لعن سے مشتق ہے کیونکہ لعنت کرنے والا مرد پانچویں شہادت میں کہتا ہے کہ ”اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“ (لعان) نام رکھنے کے لیے غضب کے علاوہ لفظ لعن کو اس لیے اختیار کیا گیا ہے کیونکہ یہ مرد کا قول ہے اور آیت میں اس سے ابتدا کی گئی ہے اور وہ مرد بھی اس کے ساتھ ابتدا کرتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی جگانا اور دور کرنا ہے۔ (۲)

لعان کی صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور اس کے پاس گواہ موجود نہیں جبکہ اس کی بیوی اس سے انکار کرتی ہے تو پھر یہ فیض عدالت یا حاکم دقت کے سامنے چار مرتبہ اللہ کی قسم اٹھا کر گواہی دیتا ہے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہتا ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر اس کے جواب میں بیوی چار مرتبہ قسم اٹھا کر شہادت دیتی ہے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہتی ہے کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ تب وہ حد زنا سے بچ جاتی ہے۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے جدائی ڈال دی جاتی ہے۔ اس عمل کو لعان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں جھوٹا ہونے کی صورت میں خود کو لعنت کا مستحق قرار دیتے ہیں۔

(شوکانیؒ) رقمطراز ہیں کہ لعان کی مشروعیت پر اجماع ہے۔ (۳)

② (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالَّذِينَ يَزْمُونَ اَزْوَاجَهُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴾ [النور: ۶-۹] ”جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ جزا ان کی ذات کے نہ ہو تو ان میں سے کسی ایک کی شہادت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کے کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔“

(۲) حضرت عویرؒ عجلانی نے جب نبی ﷺ سے آ کر اپنی بیوی کی بابت بیان کیا تو نبی ﷺ نے ان کے درمیان لعان

(۱) [المنجد (ص/۶۹۰)]

(۲) [فتح الباری (۱۰/۵۰۱)]

(۳) [نبیل الأوطار (۴/۳۶۶)]

کرایا اور پھر تفریق کرادی۔ (۱)

(3) حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحاء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی لیکن ابھی آیات لعان نازل نہیں ہوئی تھیں..... پھر جب آیات نازل ہوئیں تو نبی ﷺ نے ان کے درمیان لعان کرادیا۔ (۲)

③ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”نبی ﷺ نے لعان کرنے والے میاں بیوی سے تین مرتبہ کہا ﴿اللہ یعلم ان احدكما کاذب فهل منکما تائب؟﴾ ”اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے وہ رجوع کرے گا؟“ (۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ ”وہ پانچویں قسم کے وقت قسم کھانے والے کے منہ پر ہاتھ رکھ دے اور آپ ﷺ نے فرمایا ﴿انہا موجبة﴾ ”یہ پانچویں قسم ہلاکت و بربادی کی موجب ہے۔“ (۴)

جب مرد اپنے آپ کو جھوٹا ہونے پر لعنت کا استحقاق اور عورت خود کو جھوٹی ہونے پر غضب الہی کا استحقاق قرار دیتی ہے تو ان دونوں کے اپنی اپنی بات پر مصر ہونے کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

<p>تو وہ مرد اس سے لعان کرے گا لہذا مرد اللہ کے نام سے چار شہادتیں دے گا کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے گا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے پھر عورت اللہ کے نام سے ساتھ چار شہادتیں دے گی کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر وہ سچا ہے۔ اگر وہ عورت حاملہ ہو یا بچہ پیدا کر چکی ہو تو بچے کے انکار کو بھی شوہر کی قسموں میں شامل کیا جائے گا۔ ① پھر حاکم ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا اور وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ ②</p>	<p>لَا عَنهَا فَيَشْهَدُ الرَّجُلُ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْحَامِسَةَ أَنْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ثُمَّ تَشْهَدُ الْمَرْأَةُ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ وَالْحَامِسَةَ أَنْ غَضَبَ اللَّهُ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ وَإِذَا كَانَتْ حَامِلًا أَوْ سَكَّانًا قَدْ وَضَعَتْ أُدْخِلْ نَفْيَ الْوَلَدِ فِي أَيْمَانِهِ وَيُفَرِّقُ الْحَاكِمُ بَيْنَهَا وَتَحْرُمُ عَلَيْهِ أَبَدًا</p>
--	---

① جیسا کہ گذشتہ آیات حدیث عمیر عجلانی اور حدیث ہلال بن امیہ اس کا واضح ثبوت ہے۔

② (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”نبی ﷺ نے لعان کرنے والے میاں بیوی سے کہا ”تمہارا حساب اللہ

(۱) [بخاری (۵۲۵۹) کتاب الطلاق : باب من أجاز طلاق الثلاث، مسلم (۱۴۹۲) موطا (۵۶۶/۲) أحمد (۳۳۶/۵)]

(۲) [بخاری (۴۷۴۷) کتاب التفسیر : باب قوله : ويدرأ عنها العذاب.....، ابو داود (۲۲۵۴) ترمذی (۳۱۷۹) ابن ماجہ (۲۰۶۷) إرواء الغلیل (۲۰۹۸)]

(۳) [بخاری (۵۳۱۱، ۵۳۱۲) کتاب الطلاق : باب صدق الملاعة، مسلم (۱۴۹۳) ابو داود (۲۲۵۷) نسائی (۱۷۷/۶) موطا (۵۶۷/۲)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹۷۵) کتاب الطلاق : باب فی اللعان، ابو داود (۲۲۵۵)]

تعالیٰ کے ذمہ ہے تم میں سے ایک جھوٹا ہے ﴿ لا سبیل لک علیہا ﴾ ”اب تمہیں تمہاری بیوی پر کوئی اختیار نہیں۔“ (۱)

(2) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ ”اس لعان کے بعد دو لعان کرنے والوں کے متعلق یہ طریقہ جاری ہو گیا کہ ﴿ ان یفرق بینہما ثم لا یجتمعان أبدا ﴾ ”کہ ان کے درمیان جدائی ڈال دی جاتی اور پھر کبھی وہ اکٹھے نہ ہو سکتے۔“ (۲)

(3) نبی ﷺ نے لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرادی۔ (۳)

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ﴿ المتلاعنان یفرق بینہما ولا یجتمعان أبدا ﴾ ”دو لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی اور وہ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکیں گے۔“ (۴)

(5) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ عویم رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو نبی ﷺ کے ارشاد سے پہلے ہی تین طلاقیں دے دیں۔ (۵)

انہوں نے اپنی بیوی کو لعان کے بعد تین طلاقیں اس لیے دیں کیونکہ انہیں علم نہیں تھا کہ لعان بذات خود ہمیشہ کی جدائی کا موجب ہے لہذا انہوں نے اپنی بیوی کو بذریعہ طلاق ہی اپنے لیے حرام کر دینا چاہا۔

اور پھر صرف ماں کے حوالے کر دیا جائے گا اور جس نے اسے اس بچے کی جبر سے تہمت لگائی وہ تہمت کی حد کا مستحق ہوگا۔ ❶	وَيُلْحَقُ الْوَالِدُ بِأُمِّهِ فَفَقَطُ وَمَنْ رَمَاهَا بِهِ فَهُوَ قَادِقٌ
--	--

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کر دیا تھا پھر اس آدمی نے اپنی بیوی کے لڑکے کا نکار کیا تو آپ ﷺ نے دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی اور ﴿ الحق الولد بالمرأة ﴾ ”لڑکا عورت کو دے دیا۔“ (۶)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والوں کے بچے کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ ﴿ انه یرث أمه وترثه أمه ومن رماها به جلد ثمانین ﴾ ”وہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور اس کی ماں اس کی وارث ہوگی اور جس نے اس بچے کی جبر سے تہمت لگائی اسے اسی (80) کوڑے لگائے جائیں گے۔“ (۷)

(۱) [بخاری (۵۳۱۲) کتاب الطلاق : باب قول الامام للمتلاعنين إن أحدكما كاذب مسلم (۱۴۹۳) ابو داود

(۲۲۵۷) نسائی (۱۷۷/۶) حمیدی (۶۷۱)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹۶۹) کتاب الطلاق : باب فی اللعان ابو داود (۲۲۵۰)]

(۳) [بخاری (۵۳۱۳، ۵۳۱۴)]

(۴) [صحیح : إرواء الغلیل (تحت الحدیث ۲۱۰۳) (۱۸۸/۷) بیہقی (۴۱۰/۷)]

(۵) [بخاری (۵۲۵۹) مسلم (۱۴۹۲)]

(۶) [بخاری (۵۳۱۵) کتاب الطلاق : باب یلحق الولد بالملاعنة ابو داود (۲۲۵۹)]

(۷) [أحمد (۲۱۶/۲) الفتح الربانی (۲۸۰)]

اس کے علاوہ وہ تمام دلائل بھی اس کے مؤید ہیں جو حدِ نذف کو واجب کرنے والے ہیں اور جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچہ صرف صاحبِ فراش (یعنی بستر والے) کے لیے ہے۔

متفرقات

644- لعان میں مرد سے ابتدا.....

یہی طریقہ شروع ہے جیسا کہ قرآن میں یہی ترتیب موجود ہے اور پھر ایک حدیث میں بھی ہے کہ ﴿فبدأ بالرجل﴾ (آپ ﷺ نے آدمی سے ابتدا کی)۔ (۱)
(شافعی) انہوں نے اس ترتیب کو واجب کہا ہے۔

(ابوضیفہ) ان کے نزدیک اگر عورت سے بھی لعان شروع کرایا جائے تب بھی درست ہے۔ (۲)

645- کیا لعان طلاق ہے؟

اس مسئلے میں فقہانے اگرچہ اختلاف کیا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ لعان نكاح ہے طلاق نہیں کیونکہ اس کے بعد عورت مرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے جبکہ طلاق میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس میں فوراً دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جاتی ہے جبکہ طلاق میں ایسا نہیں کیا جاتا۔ اور اس میں لعان کے بعد مرد پر عورت کا نفقہ و خرچہ اور رہائش لازم نہیں رہتی جبکہ طلاق رجعی کے بعد یہ لازم ہوتا ہے۔

(جمہور) لعان نكاح ہے۔

(ابوضیفہ) لعان طلاق ہے۔ (۳)

646- شوہر کو حدِ نذف

اگر شوہر تہمت کے بعد گواہ نہیں لاتا تو اس پر حد واجب ہوگی لیکن اگر لعان کر لیتا ہے تو حد ساقط ہو جائے گی جیسا کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿البینة والاحد فی ظہرک﴾ ”گواہ لاؤ ورنہ حد لگے گی۔“ لیکن پھر جب آیات لعان نازل ہوئیں اور اس نے لعان کر لیا تو نبی ﷺ نے اس سے حد ساقط کر دی۔ (۴)
(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوضیفہ) اگر شوہر اپنی بیوی کو تہمت لگائے تو اس پر صرف لعان ہی لازم ہے۔ (۵)

(۱) [أحمد (۱۹/۲) بخاری (۵۳۰۷) کتاب الطلاق : باب یدأ الرجل باللائعین]

(۲) [نیل الأوطار (۳۶۷/۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۳۷۰/۴)]

(۴) [بخاری (۴۷۴۷) ابو داؤد (۲۲۵۶) أحمد (۲۳۸/۱)]

(۵) [العاوی للماوردی (۱۱/۱۱) المبسوط (۳۹/۷) نیل الأوطار (۳۷۱/۴)]

(راجح) جمہور کا قول راجح ہے۔ (۱)

647- کیا لعان کے بعد از خود علیحدگی ہو جائے گی؟

یا صرف حاکم کے جدائی ڈالنے پر ہی علیحدگی ہوگی؟

(اتفاق) اُس وقت تک جدائی نہیں ہوگی جب تک کہ حاکم انہیں جدانہ کر دے (جیسا کہ نبی ﷺ نے جدائی کرائی)۔

(مالک) جب دونوں لعان سے فارغ ہوں گے تو از خود علیحدگی ہو جائے گی خواہ حاکم تفریق نہ بھی کرائے کیونکہ وہ عورت اب شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو چکی ہے لہذا اگر وہ اکٹھے رہنا بھی چاہیں تو نہیں رہ سکتے۔

(شافعی) جب شوہر شہادت مکمل کر لے تو اسی وقت عورت مرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ (۲)

(راجح) امام مالک کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

648- مسجد میں لعان

مسجد میں لعان کرنا درست ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے ﴿فتلاعنا فی المسجد﴾ ”ان دونوں نے مسجد

میں لعان کیا۔“ (۳)

649- لعان کا حکم صرف شادی شدہ عورتوں کے لیے ہے

کیونکہ غیر شادی شدہ کا اس میں کوئی دخل ہی نہیں۔ (۴)

650- بچوں کا رنگ مختلف ہونے کی وجہ سے بیوی پر تہمتِ زنا

ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ عہد رسالت میں ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے ہاں تو کالا

کلوٹا بچہ پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ”جی ہاں“۔ آپ ﷺ نے دریافت

فرمایا ”ان کے رنگ کیسے ہیں؟“ اس نے کہا ”سرخ رنگ کے ہیں۔“ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا ”ان میں سیاہی مائل

سفید اونٹ بھی ہے؟“ اس نے کہا ”جی ہاں“۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ کہاں سے آ گیا۔“ اس نے کہا ”کوئی رگ اسے کھینچ

لائی ہوگی (یعنی اپنی نسل کے کسی بہت پہلے کے اونٹ پر پڑا ہوگا)۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”پھر اسے (تمہارے بچے) کو

بھی کوئی رگ کھینچ لائی ہوگی۔“ (۵)

(۱) [اللباب فی علوم الکتاب ”تفسیر القرآن“ (۳۰۳/۱۴)]

(۲) [تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۳۰۶/۱۴)]

(۳) [بخاری (۵۳۰۹) کتاب الطلاق : باب التلاعن فی المسجد]

(۴) [تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۳۰۴/۱۴)]

(۵) [بخاری (۵۳۰۵) کتاب الطلاق : باب إذا عرض بنفی الولد]

عدت کا بیان

باب العدة ۱

پہلی فصل

عدت کی اقسام

طلاق کی وجہ سے حاملہ کی عدت وضع حمل ہے ① اور حائضہ کی تین حیض ہے۔ ②

هِيَ لِلطَّلَاقِ مِنَ الْحَامِلِ بِالْوَضْعِ وَمِنَ الْحَائِضِ بِثَلَاثِ حَيْضٍ

① لفظ عدۃ کی جمع ”عدد“ مستعمل ہے۔ یہ لغت میں ”شمار کرنے“ کو کہتے ہیں جو کہ عدو سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ حیضوں یا مہینوں کے عدد پر مشتمل ہوتی ہے۔ (۱)

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں کہ ”عدت ایسی مدت ہے جسے عورت شادی کی وجہ سے اپنے شوہر کی وفات پر یا اس کے چھوڑ دینے پر ولادت (وضع حمل) کے ساتھ یا حیضوں کے ساتھ یا مہینوں کے ساتھ گزارتی ہے۔ (۲)

عدت کا حکم: کتاب وسنت اور اجماع کے ساتھ عدت عورت پر واجب ہے۔ (۳)

② ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأُولَاثِ الْأَحْمَالِ أَنْ يُضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق : ۴] ”حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔“

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ (۴)

③ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالْمُطَلَّقاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ﴾ [البقرة : ۲۲۸] ”مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روک رکھیں۔“

آیت میں موجود لفظ قروء سے مراد حیض ہے جیسا کہ حدیث میں یہ لفظ حیض کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مستحاضہ عورت کے متعلق نبی ﷺ نے حکم دیا ﴿ أَنْ تَدْعَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا ﴾ ”کہ وہ اپنے حیض کے دنوں میں نماز چھوڑ دے۔“ (۵)

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷/۱۶۵/۹)]

(۲) [فتح الباری (۱۰/۵۸۹/۱۰)]

(۳) [الفقه الإسلامي وأدلته (۶/۱۶۷/۹) المعنى (۷/۴۴۸/۷)]

(۴) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۶۴۶) کتاب الطلاق : باب المطلقة الحامل إذا وضعت ذا بطنها بانت ، ابن ماجہ

(۲۰۲۶) إرواء الغلیل (۲۱۱۷)]

(۵) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۱۱۸) ابو داود (۲۹۷ ، ۲۸۱ ، ۲۸۵) کتاب الطهارة : باب فی المرأة تستحاض

ابو عوانة (۳۲۲/۱) ترمذی (۱۲۶) ابن ماجہ (۶۲۵)]

فی الحقیقت لفظ قرء طہر اور حیض دونوں کے درمیان مشترک ہے لیکن یہاں صحیح دلائل کی وجہ سے ایک معنی (یعنی حیض) متعین ہو چکا ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث اس پر شاہد ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے بریرہ کے لیے فرمایا ﴿ اَنْ تَعْتَدِ بِثَلَاثِ حَيْضٍ ﴾ ”کہ وہ تین حیض عدت گزارے۔“ (۱)

(ابن قیم) لفظ قرء شارع علیہ السلام کے کلام میں صرف حیض کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ (۲)

البتہ فقہانے اس میں اختلاف کیا ہے۔

(احناف) قرء سے مراد حیض ہے۔

(شافعی، مالک) قرء سے مراد طہر ہے۔ (۳)

ان دونوں کے علاوہ کی عدت ① تین ماہ ہے۔ ②	وَمِنْ غَيْرِهِمَا بِثَلَاثِ أَشْهُرٍ
--	---------------------------------------

① یعنی حاملہ اور حائضہ کے علاوہ بچی جسے حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا یا ایسی عمر رسیدہ عورت جسے حیض آنے کے بعد بڑھاپے کی وجہ سے حیض منقطع ہو چکا ہے وغیرہ۔

② ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَاللَّائِي يَبْسُنُ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ أَرْبَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ﴾ [الطلاق : ۴] ”تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔“

○ جس عورت کو کسی مرض کی وجہ سے حیض آ رہا ہو تو اس کی عدت کے متعلق اختلاف تو ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ وہ تین ماہ عدت گزارے کیونکہ وہ ایسی عورتوں میں شامل ہے جنہیں حیض نہیں آ رہا یعنی ﴿ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ﴾

یوہ کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے ① اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ ②	وَلَوْلَا فَاءُ بَارَبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرٍ وَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا فَبِالْوَضْعِ
--	---

① ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَاللَّيْنِ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَسْدُرُونَ أَرْوَاجَهُنَّ يُضْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾ [البقرة : ۲۳۴] ”تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں۔“

واضح رہے کہ یہ اس وقت ہے جب یوہ عورت حاملہ نہ ہو۔

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۶۹۰) کتاب الطلاق : باب عیبار الأمة إذا اعتقت ' إرواء الغلیل (۲۱۲۰) صحیح

ابو داؤد (۱۹۳۷) ابن ماجہ (۲۰۷۷)]

(۲) [زاد المعاد (۶۰۹/۵)]

(۳) [المبسوط (۱۳/۶) المغنی (۱۹۹/۱۱) الأم (۲۰۹/۵) نیل الأوطار (۳۹۲/۴)]

② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأُولَاتِ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق : ٤] ”حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔“

(2) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سبیحہ اسمیہ کے شوہر (سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ) شہید کر دیے گئے تو وہ اس وقت حاملہ تھیں ﴿ فوضعت بعد موته أربعين ليلة فخطبت ﴾ ”شوہر کی وفات کے چالیس روز بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا پھر ان کے پاس نکاح کا پیغام پہنچا۔“ ﴿ فانكحها رسول الله ﴾ ”تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح کر دیا۔“ (١)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا گیا جس کا شوہر انتقال کر جائے اور وہ حاملہ ہو تو انہوں نے کہا ”تم لوگ اس (یعنی حاملہ) پر سختی کے متعلق کیوں سوچتے ہو اور اسے رخصت نہیں دیتے (یعنی اسے لمبی عدت کا حکم دیتے ہو) حالانکہ چھوٹی سورہ نساء (یعنی سورہ طلاق) لمبی سورہ نساء کے بعد نازل ہوئی ہے (یعنی یہ حکم بعد میں آیا ہے کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے لہذا اسی پر عمل کرو)۔“ (٢)

(4) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے اپنی اس بیوی کو پیغام نکاح دینے کا حکم دیا جس نے طلاق کے چند لمحات بعد ہی بچہ جن دیا تھا۔ (٣)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ ایسی عورت جس کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ (جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(علی رضی اللہ عنہ) ایسی عورت کی عدت ابعداً جلیین ہے (یعنی دونوں میں سے بعد والی اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ایسی عورت کو چار ماہ دس دن سے پہلے وضع حمل ہو جائے تو وہ چار ماہ دس دن پورے کرے گی اور اگر چار ماہ دس دن ہو جائیں لیکن وضع حمل نہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔ یہ مؤقف اختیار کرنے کا سبب یہ ہے کہ دونوں آیات پر عمل ہو جائے حالانکہ گذشتہ تمام دلائل اس مؤقف کے خلاف ہیں لہذا جمہور کا مؤقف ہی راجح ہے اور اسی پر عمل کیا جائے گا)۔ (٤)

(ابن قیم) سلف کے درمیان پہلے تو متوفی عنہا زوجہا (کی عدت) کے متعلق اختلاف تھا..... لیکن بعد میں اتفاق ہو گیا کہ اس کی عدت وضع حمل ہی ہے۔ (٥)

(ابن حزم) اسی کے قائل ہیں حتیٰ کہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر وفات کے فوراً بعد وضع حمل ہو جائے تو عورت اگر چاہے تو اسی

(١) [بخاری (٤٩٠٩) کتاب التفسیر: باب : وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن، مسلم (١٤٨٥) ترمذی

(١١٩٤) مؤطا (٥٩٠١٢) نسائی (١٩١٦) أحمد (٤٣٢/٦)]

(٢) [بخاری (٤٥٣٢) کتاب التفسیر: باب قوله : والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً.....]

(٣) [صحیح: إرواء الغلیل (٢١١٧) ابن ماجہ (٢٠٢٦)]

(٤) [نبیل الأوطار (٣٨٨/٤)]

(٥) [أعلام الموقعین (٨٦/٢)]

وقت نکاح کر سکتی ہے۔ (۱)

(عبدالرحمن مبارکپوری) فرماتے ہیں کہ یہی بات برحق ہے۔ (۲)

(ترمذی) انہوں نے جمہور کے قول کو ہی زیادہ درست قرار دیا ہے۔ (۳)

(صدیق حسن خان) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۴)

○ واضح رہے کہ یہ عدت وفات کی وجہ سے لازم ہوتی ہے قطع نظر اس بات سے کہ اس عورت سے ہم بستری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ صرف وفات سے ہی عدت واجب ہو جائے گی جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسی عورت کے متعلق ”کہ جس کا خاوند اس سے ہم بستری سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا“ یہی فیصلہ کیا تھا کہ ﴿وعلیہا العدة﴾ ”اس پر عدت ہے۔“ پھر ایک صحابی نے اٹھ کر یہ تصدیق کر دی تھی کہ نبی ﷺ نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا۔ (۵)

وَلَا عِدَّةَ عَلٰی غَيْرِ مَدْخُولَةٍ وَالْاَمَةِ كَالْمَحْرُورَةِ	جس عورت سے ہم بستری نہیں ہوئی (طلاق کی صورت میں) اس پر کوئی عدت نہیں ① اور لونڈی بھی (عدت میں) آزاد کی طرح ہے۔ ②
---	--

① ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُوْنَهَا﴾ [الأحزاب : ۴۹] ”اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں چھو نے (یعنی مباشرت) سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت نہیں جسے تم شمار کرو۔“

② کیونکہ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ان دونوں کی عدت میں کوئی فرق ثابت نہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿طلاق الأمة تطليقتان وعدتها حیضتان﴾ ”لونڈی کی طلاق دو طلاقیں ہے اور اس کی عدت دو حیض ہے۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۶)

یہ اور اس معنی کی کوئی بھی حدیث مرفوعاً صحیح ثابت نہیں لہذا دلائل کے عموم میں آزاد اور لونڈی دونوں یکساں طور پر شامل ہیں۔

(۱) [المحلی بالآثار (۴۱/۱۰)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۴۲۰/۴)]

(۳) [ترمذی (بعد الحدیث ۱۹۳/۱) کتاب الطلاق واللعان : باب ما جاء فی الحامل المتوفی عنها زوجها تصنع]

(۴) [الروضة الندية (۱۴۵/۲)]

(۵) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۹۳۹) ابو داود (۲۱۱۵) ترمذی (۱۱۴۵) ابن ماجہ (۱۸۹۱) نسائی (۱۲۱/۶)]

(۶) [ضعیف : إرواء الغلیل (۲۰۶۶) ضعیف ابن ماجہ (۴۵۱) ابن ماجہ (۲۰۷۹) دارقطنی (۳۸/۴) بیہقی

(۳۶۹/۷) حافظ یصیری نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۱۳۹/۲)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی

تعمیف ہے۔ [المحروحين (۱۷۱/۲) السرح والتعديل (۳۸۲/۶) الکاشف (۲۳۵/۲) میزان الاعتدال (۷۹/۳)

تقریب التہذیب (۲۴/۲)]

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(امیر صنعانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو برحق سمجھتے ہیں۔ (۳)

تاہم حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا ﴿..... وتعتد الأمة حیضتین﴾ ”اور لونڈی کو حیض عدت گزارتی ہے۔“ (۴)

وَعَلَى الْمُعْتَدَةِ لِلْوَفَاةِ تَرْكُ التَّزْوِينِ | عدت گزارنے والی بیوہ عورت پر لازم ہے کہ وہ زیب و زینت چھوڑ دے۔ ①

① (۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”کسی مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر صرف اپنے خاوند پر چار ماہ اور دس دن (تک سوگ منائے)۔“ (۵)

(۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی آنکھ میں تکلیف ہوئی تو اس کے گھر والے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے سرمہ لگانے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا سرمہ مت لگاؤ (زمانہ جاہلیت میں) تمہیں بدترین کپڑے میں وقت گزارنا پڑتا تھا یا (راوی کو شک ہے کہ یہ فرمایا کہ) بدترین گھر میں وقت گزارنا پڑتا تھا۔ جب اس طرح ایک سال پورا ہو جاتا تو اس کے پاس سے کتا گزرتا اور وہ اس پر بیٹھتی تھی (تب عدت سے باہر آتی) لہذا تم سرمہ نہ لگاؤ جب تک کہ چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں۔ (۶)

(۳) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے سوائے خاوند کے اس پر چار ماہ دس دن سوگ منائے ﴿ولا تلبس ثوبا مصبوغا إلا ثوب عصب ولا تکحل ولا تمس طيبا إلا إذا طهرت نبذة من قسط أو أظفار﴾ ”زمانہ سوگ میں رنگ دار لباس نہ پہنے لیکن رنگے ہوئے سوت کا کپڑا پہن سکتی ہے سرمہ نہ لگائے، خوشبو استعمال نہ کرے مگر جب ایام حیض سے پاک ہو تب تھوڑی سی عود ہندی (ایک خوشبودار لکڑی) یا اظفار (منگ) استعمال کر سکتی ہے۔“ سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے ﴿ولا تختضب﴾

(۱) [المحلی (۲۳۰/۱۰)]

(۲) [مسئل السلام (۱۵۱۴/۳)]

(۳) [الروضة الندية (۱۴۷/۲)]

(۴) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۰۶۷) دارقطنی (۴۱۹) مسند شافعی (۱۶۰۷) بیہقی (۴۲۰/۷)]

(۵) [بخاری (۵۳۳۴) کتاب الطلاق : باب تحد المتوفی عنها زوجها أربعة أشهر وعشرا، مسلم (۹۳۸) ابو داؤد

(۲۳۰۲) نسائی (۲۰۲/۶) ابن ماجہ (۲۰۸۷) أحمد (۴۰۸/۶)]

(۶) [بخاری (۵۳۳۸) کتاب الطلاق : باب الكحل للحادة، مسلم (۱۴۸۶) موطا (۵۹۶/۲) ابو داؤد (۲۲۹۹)

ترمذی (۱۱۹۵)]

”مہندی بھی نہ لگائے۔“ اور سنن نسائی میں یہ لفظ بھی ہیں ﴿ولا تمنشط﴾ ”اور کنگھی بھی نہ کرے۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ عورت کے لیے حرام ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے خواہ اس کے والدین ہی کیوں نہ فوت ہو جائیں البتہ اپنے خاوند کا چار ماہ دس دن سوگ منانا اس پر لازم ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ غیر حاملہ کی بات ہے کیونکہ اگر حاملہ ہوگی تو وضع حمل تک سوگ منائے گی۔

○ علاوہ ازیں حدیث میں موجود لفظ میت سے معلوم ہوا کہ مطلقہ پر سوگ نہیں ہے لہذا اگر طلاق رجعی ہو تو بالاتفاق یہی مسئلہ ہے اور اگر طلاق بائنہ (یعنی تیسری) ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

(جمہور، شافعی، مالک) مطلقہ بائنہ عورت پر سوگ نہیں ہے۔

(ابوحنیفہ) مطلقہ بائنہ پر سوگ منانا واجب ہے۔ (۲)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ مطلقہ پر سوگ کے وجوب کی کوئی دلیل موجود نہیں اور براءۃ اصلیہ کا قاعدہ بھی اس کا مؤید ہے۔

○ گذشتہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ وہ سرمہ بھی ہرگز نہیں لگائے گی۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن حزم) وہ سرمہ نہیں لگائے گی خواہ اس کی آنکھ ضائع ہو جائے نہ دن میں نہ رات میں۔ (۳)

تاہم بعض اہل علم نے ائمہ سرے کو بطور دوا استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

(جمہور، مالک، احمد، ابوحنیفہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

ان کی دلیل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ کسی عورت نے فتویٰ پوچھا تو انہوں نے کہا ”رات کو (سرمہ) لگا لو اور دن کو دھو ڈالو۔“ لیکن وہ روایت ضعیف ہے۔ (۵)

لہذا ثابت ہوا کہ عورت کو ایام سوگ میں بہر صورت سرمہ لگانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اور (یوہ) اسی گھر میں ٹھہرے جس میں اپنے خاوند کی وفات کے وقت تھی یا جہاں اسے وفات کی اطلاع پہنچی۔ ①	وَالْمَكْتُ فِي الْبَيْتِ الَّذِي كَانَتْ فِيهِ عِنْدَ مَوْتِ رَوْحِهَا أَوْ بَلُوغِ خَبْرِهِ
---	---

① حضرت فرید بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس کا شوہر اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کی تلاش میں نکلا۔ انہوں نے اسے

(۱) [بخاری (۵۳۴۱) کتاب الطلاق : باب القسط للحادة عند الطهر، مسلم (۹۳۸) ابو داود (۲۳۰۲) نسائی (۳۵۳۶، ۳۵۳۴)]

(۲) [الأم (۲۳۰/۱۵) المبسوط (۵۸/۶) نيل الأوطار (۳۹۵/۴)]

(۳) [المحلى (۲۷۶/۱۰)]

(۴) [نيل الأوطار (۳۹۳/۴) سبل السلام (۱۴۹۹/۲)]

(۵) [ضعيف ابو داود (۵۰۲) ضعيف نسائي (۲۳۰) ابو داود (۲۳۰۵) كتاب الطلاق : باب فيما تحتبه المعتدة في عدتها]

قل کر دیا۔ فریہ ریٰ علیہ السلام کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے میکے لوٹ جانے کے متعلق دریافت کیا کیونکہ میرے فہر نے اپنی ملکیت میں کوئی گھر نہیں چھوڑا اور نہ ہی نفقہ چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (تم اپنے میکے جاسکتی ہو) جب ان حجرے میں پہنچی تو آپ ﷺ نے مجھے آواز دی اور فرمایا ﴿امکنی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب أجلہ﴾ ”تم اپنے پہلے مکان میں ہی رہو جب تک کہ تمہاری عدت پوری نہ ہو جائے۔“ فریہ ریٰ علیہ السلام کا بیان ہے کہ پھر میں نے عدت کی مدت چار ماہ بروز دن اس سابقہ مکان میں پوری کی۔ مزید فرماتی ہیں کہ ﴿فقضی بہ بعد ذلک عثمان﴾ ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے بعد اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔“ (۱)

یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ اسی مکان میں عدت پوری کرے گی جہاں وہ ٹوہر کے ساتھ مقیم تھی یا جہاں اسے خاوند کی وفات کی اطلاع موصول ہوئی۔

۱. امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

۲. ابن قیمؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۳)

۳. ترمذیؒ) صحابہ میں سے اکثر اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے..... اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (۴)

۴. احمد، شافعی، ابو حنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

۵. ابن عبدالبرؒ) حجاز، شام، مصر اور عراق وغیرہ میں فقہائے ائمہ صراحتاً ایک جماعت نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۶)

اس مسئلے کی تصدیق میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، ② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، ④ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، قاسم بن محمدؒ، عروہ بن زبیرؒ اور ابن شہابؒ ⑤ سے بھی مختلف صحیح آثار و روایات مروی ہیں۔ (۷)

تاہم بعض صحابہ مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے اس کی مطلقاً اجازت بھی مروی ہے اور بعض صحابہ مثلاً حضرت عمران رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ سے کسی عذر کی بنا پر نکلنے کی اجازت

(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۰۱۶) کتاب الطلاق : باب فی المتوفی عنہا تنتقل ، ابو داؤد (۲۳۰۰) ترمذی (۱۲۰۴) نسائی (۱۹۹/۶) موطا (۵۹۱/۲) حاکم (۲۰۸/۲) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [سبل السلام (۱۵۰/۳)]

(۳) [زاد المعاد (۳۰۹/۴)]

(۴) [ترمذی (بعد الحدیث ۱۲۰۴) کتاب الطلاق واللعان]

(۵) [نیل الأوطار (۴۰۰/۴) سبل السلام (۱۵۰/۳)]

(۶) [الاستذکار (۱۸۵/۱۸)]

(۷) ① موطا (۵۹۱/۲) بیہقی (۴۵۳/۷) عبدالرزاق (۳۳/۷) ② موطا (۵۹۱/۲) عبدالرزاق (۳۲/۷) المحلی (۲۸۶/۱۰) ③ عبدالرزاق (۳۱۶/۶) بیہقی (۴۱۷/۷) المحلی (۲۵۹/۱۰) ④ موطا (۵۹۲/۲) عبدالرزاق

(۳۱/۷) بیہقی (۴۳۵/۷) ⑤ ذکرہ ابن عبدالبر فی الاستذکار (۱۸۱/۱۸)

مردی ہے لیکن یہ آثار و روایات گزشتہ صحیح مرفوع روایت کے مقابلے میں قابل احتجاج نہیں۔ (۱)

<p>جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے وہ چار سال تک انتظار کرے پھر بیوہ کی عدت گزارے ① اور جب تک کسی سے شادی نہ کرے اسی کی بیوی شمار ہوگی۔ ②</p>	<p>وَأَمْرًا الْمَفْقُودِ تَرَبُّصُ أَرْبَعِ سِنِينَ ثُمَّ تَعْتَدُ عِدَّةَ الْوَفَاةِ وَهِيَ إِمْرَأَتُهُ مَا لَمْ تَنْزُوجْ</p>
---	---

- ① جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۲)
مزید تفصیل کے لیے گزشتہ متفرقات مسئلہ نمبر 620 کا مطالعہ کیجیے۔
② کیونکہ نبی ﷺ کا مہاجر عورتوں کے ساتھ سلوک اسی کا مؤید ہے۔

651- ایام عدت میں مطلقہ عورت کا گھر سے نکلنا

بوقت ضرورت گھر سے نکلنا جائز ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی۔ انہوں نے دوران عدت ہی اپنے کھجور کے درخت سے پھل اتارنے کی غرض سے باہر جانا چاہا تو ایک آدمی نے انہیں ڈانٹا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿بل جدی نخلک فلانک عسی أن تصدقی أو تفعلی معروفاً﴾ ”ہاں تم اپنے کھجور کے درخت کا پھل توڑ سکتی ہو، عین ممکن ہے کہ تم صدقہ کرو یا اس ذریعے سے کوئی دوسرا عمل خیر تمہارے ہاتھ سے انجام پا جائے۔“ (۳)



(۱) [تحفة الأحوزی (۴۴۲/۴) نیل الأوطار (۴۰۱/۴) ابن أبی شیبہ (۱۵۵/۴) عبد الرزاق (۱۲۰۶۴)]

(۲) [موطا (۵۷۵/۲) الأم (۲۴۱/۵) بیہقی (۴۴۵/۷) المحلی (۱۳۵/۱۰)]

(۳) [مسلم (۱۴۸۳) کتاب الطلاق : باب جواز خروج المعتدة..... احمد (۳۲۱/۳) ابو داؤد (۲۲۹۷) نسائی

(۲۰۶/۶) ابن ماجہ (۲۰۳۴)]

قیدی یا خریدی ہوئی لونڈی کا استبراء

<p>قیدی یا خریدی ہوئی یا ان کی مثل (کسی اور ذریعہ سے حاصل کی ہوئی) لونڈی پر استبراء ① کے لیے ایک حیض مدت گزارنا لازم ہے اگر وہ حائضہ ہو اور اگر حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہے۔ ②</p>	<p>وَيَجِبُ اسْتِبْرَاءُ الْأَمَةِ الْمَسْبُورَةِ وَالْمَشْتَرَاةِ وَنَحْوِهِمَا بِحَيْضَةٍ إِنْ كَانَتْ حَائِضًا وَالْحَامِلِ بِوَضْعِ الْحَمْلِ</p>
---	---

- ① لفظ استبراء باب اسْتَبْرَأَ يَسْتَبْرِئُ (استفعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”براءت طلب کرنا“ ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے ”رحم کی براءت کے لیے لونڈی کا ایک مدت تک (وضع حمل یا ایک حیض) انتظار کرنا“ استبراء کہلاتا ہے۔ (۱)
- ② حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اوطاس (حنین کے قریب ایک وادی کا نام ہے) کی قیدی عورتوں کے متعلق فرمایا ﴿ لا توطأ حامل حتى تضع ولا غير ذات حمل حتى تحيض حيضة ﴾ ”حاملہ عورت سے وضع حمل تک ہم بستری نہ کی جائے اور غیر حاملہ سے ایک ماہ واری گزرنے تک ہم بستری نہ کی جائے۔“ (۲)
- (۲) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے قیدیوں میں سے حاملہ عورت کے ساتھ ہم بستری کا ارادہ رکھنے والے شخص پر ایسی لعنت کرنا چاہی جو اس کے ساتھ قبر میں بھی داخل ہوگی۔ (۳)
- (۳) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نہی أن توطأ السبايا حتى يضعن ما في بطونهن ﴾ ”آپ ﷺ نے قیدی عورتوں سے اس وقت تک ہم بستری کرنے سے منع فرمایا ہے جب تک وہ اپنے حمل نہ وضع کر دیں۔“ (۴)
- ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حاملہ لونڈیوں سے وضع حمل سے پہلے اور غیر حاملہ سے ایک حیض گزرنے سے پہلے ہم بستری حرام ہے۔

(شافعیہ، حنفیہ، ثوری، شافعی، مالک) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

غالباً اس حرمت کا سبب وہ ہے جو حضرت روبیع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا

- (۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۷۰۹/۹) الشرح الصغير (۲/۶۷۷)]
- (۲) [صحيح: صحيح ابو داود (۱۸۸۹) كتاب النكاح: باب في وطء السبايا، ابو داود (۲۱۰۷) أحمد (۲۸۱/۳) حاكم (۱۹۰/۲) امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]
- (۳) [مسلم (۱۴۴۱) كتاب النكاح: باب تحريم وطء الحامل المبسوة، ابو داود (۲۱۰۶) أحمد (۱۹۰/۵)]
- (۴) [صحيح: صحيح ترمذی (۱۶۶۹) كتاب السير: باب ما جاء في كراهية وطء الجبالي من السبايا، ترمذی (۱۰۶/۴) أحمد (۱۶۷/۴)]
- (۵) [تحفة الأحوذی (۱۷۱/۵) الأم (۹۶/۵) المبسوط (۱۰۲/۱۲)]

﴿لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُسْقَى مَاءَهُ زَرْعًا غَيْرَهُ﴾ ”اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنا پانی (نطفہ) کسی اور کی کھیتی (یعنی حمل) کو پلائے۔“ (۱)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے روز فرمایا ﴿لَا تَسْقِ مَاءَهُ زَرْعًا غَيْرَكَ﴾ ”اپنا پانی (یعنی نطفہ) اپنے علاوہ کسی اور کے کھیت کو مت پلاؤ۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ اس قسم کی لونڈیوں سے ہم بستری اس لیے منع ہے کہ (براءت رحم حاصل ہو جائے یعنی) کسی اور کے حمل میں اپنا نطفہ نہ ملا دیا جائے۔ لہذا اگر بعد میں حمل ظاہر ہوگا تو وضع حمل کے بعد ہی ہم بستری درست ہوگی اور اگر حمل ظاہر نہیں ہوگا تو ایک حیض گزرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ عورت حاملہ نہیں ہے اور پھر اس سے ہم بستری درست ہوگی۔

یاد رہے کہ یہ علت جس طرح قیدی عورتوں میں ہے اسی طرح خریدی ہوئی، بطور ہدیہ حاصل شدہ یا اس کی مثل کسی اور ذریعے سے حاصل کی ہوئی لونڈیوں کو بھی شامل ہے۔ اس لیے ان سے بھی مذکورہ صورت میں ہم بستری نہیں کی جائے گی جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿إِذَا وَهَبَ الْوَالِدَةُ النَّسَى تَوْطَأُ أَوْ بَيْعَتْ أَوْ عَتَقَتْ فَلَيْسَتْ بِرَأْرَحْمَهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تَسْتَبْرَأُ الْعَدْرَاءُ﴾ ”جب ایسی لونڈی جس سے وطی کی جاتی ہو، ہبہ کی جائے یا فروخت کی جائے یا آزاد کر دی جائے تو ایک حیض تک اس کے رحم کی براءت حاصل کرنی چاہیے اور کنواری کے لیے استبراء رحم کی ضرورت نہیں۔“ (۳)

(اہل ظاہر) قیدی عورتوں کے علاوہ کسی پر بھی استبراء نہیں ہے (کیونکہ قیاس جائز نہیں لہذا حدیث میں جن کا ذکر ہے انہی پر اکتفاء کیا جائے گا اور وہ صرف قیدی عورتیں ہی ہیں)۔ (۴)

وَمَنْقَطِعَةُ الْحَيْضِ حَتَّى يَبْيَنَ عَدَمُ حَمْلِهَا وَلَا تُسْتَبْرَأُ بِكُرٍّ وَلَا صَهِيْرَةً مُطْلَقًا وَلَا يَلْزَمُ عَلَى الْبَائِعِ وَنَحْوِهِ	جسے حیض نہیں آتا اس کی عدت حمل نہ ہونے کی واضح علامت ملنے تک ہے ① اور کنواری اور چھوٹی عمر کی لونڈی کے لیے استبراء ضروری نہیں ② اور نہ ہی فروخت کرنے والے یا اس کی مثل کسی پر استبراء لازم ہے۔ ③
--	--

① کیونکہ حیض کے ذریعے ہی حمل نہ ہونے کا علم ہو سکتا ہے لہذا جب جوانی کی عمر میں حیض منقطع ہو جائے تو اسے کسی بیماری کی وجہ سے ہی منقطع تصور کیا جائے گا اور اگر عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے حیض ختم ہو چکا ہو تو اس کا حمل بھی ناممکن تصور کرتے ہوئے اس پر استبراء کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

② کنواری اور بچی پر استبراء کی عدت ضروری ہے کہ نہیں اس میں فقہانے اختلاف کیا ہے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ ان پر بھی استبراء رحم واجب ہے جیسا کہ حدیث میں ﴿وَلَا غَيْرَ حَامِلٍ﴾ کے لفظ مطلقاً

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (۱۸۹۰) كتاب النكاح : باب وطء السبايا، ابو داود (۲۱۰۸، ۲۱۰۹) أحمد

(۱۰۸/۱۶) ترمذی (۱۱۳۱) دارمی (۲۳۰/۲) ابن حبان (۴۸۵۰) بیہقی (۶۲/۹)

(۲) [حاکم (۵۶/۲) امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [بخاری تعلیقا (قبل الحدیث ۲۲۳۵) کتاب البیوع : باب هل يسافر بالجارية قبل أن يستبرئها]

(۴) [المحلی (۳۱۰/۱۰-۳۲۰)]

یان کیے گئے ہیں جو ان دونوں کو بھی شامل ہیں۔

لیکن اہل علم کی ایک دوسری جماعت کا یہ موقف ہے کہ استبراء صرف اسی پر ضروری ہے جس کے رحم کی (حمل سے) راءت معلوم نہ ہو اور جس کی براءت (کم عمر یا کنواری ہونے کی وجہ سے پہلے ہی) معلوم ہو تو اس پر استبراء لازم نہیں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ﴿ولا تستبرا العذراء﴾ ”کنواری کے لیے استبرائے رحم کی ضرورت نہیں۔“ (۱)

نیز گذشتہ حضرت روہف بن ابی العزیز کی حدیث بھی اس کی مؤید ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن میں مال خنس سے ایک لونڈی (اپنے لیے) چن لی۔ پھر صبح غسل کیا۔ نبی ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے کچھ نہ کہا۔ (۲)

اس قصہ کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چچی ہوئی لونڈی کنواری تھی اور کنواری پر استبراء ضروری نہیں کیونکہ اس کی براءت رحم پہلے ہی معلوم ہے۔

(ابن تیمیہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ابن قیم) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۴)

کیونکہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

652- لونڈیوں سے ہم بستری کے لیے ان کا مسلمان ہونا ضروری نہیں

کیونکہ نبی ﷺ نے ان سے مباشرت حلال ہونے کے لیے صرف وضع حمل یا ایک حیض عدت استبراء کا ہی ذکر کیا ہے اگر ان کا اسلام بھی ضروری ہوتا تو آپ ﷺ اسے بیان کر دیتے اور جب آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا تو یقیناً وضاحت کو ضرورت کے وقت سے مؤخر کر دینا لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں لہذا اثابت ہوا کہ لونڈیوں سے ہم بستری کے لیے اسلام شرط نہیں۔

653- استبراء سے پہلے بھی ہم بستری کے علاوہ استمتاع جائز ہے

کیونکہ ممانعت صرف ہم بستری سے ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم جلولاہ کو میرے حصے میں ایک ایسی لونڈی آئی گویا اس کی گردن چاندی کا لوٹا تھی۔ میں اپنے نفس پر قابو نہ پاسکا تو میں اسے ہن و کنار کرنے لگا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔ (۵)



(۱) [بخاری (قبل الحدیث ۲۲۳۰/۱)]

(۲) [بخاری (۴۳۰۰) کتاب المغازی : باب بعث علی بن ابی طالب و خالد بن ولید..... أحمد (۳۰۹/۵)]

(۳) [کما فی نیل الأوطار (۴۰۷/۴)]

(۴) [زاد المعاد (۷۱۱/۵-۷۴۵)]

(۵) [ابن ابی شیبہ (۲۸۸/۴) تلخیص الحبیر (۳/۴)]

فقہ کا بیان

باب النفقة

خاوند پر بیوی کا خرچہ واجب ہے۔ ①

تَجِبُ عَلَيَّ الزَّوْجِ لِلزَّوْجَةِ

① جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿لِنُفِقِ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قَدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [الطلاق : ٧] ”کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے اس میں سے (حسب توفیق) دے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔“

(2) ﴿وَأَرْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ﴾ [النساء : ٥] ”انہیں اس مال سے کھلاؤ پلاؤ اور پہناؤ۔“

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف﴾ ”تم پر معروف طریقے سے ان عورتوں کو کھلانا پلانا اور انہیں لباس مہیا کرنا لازم ہے۔“ (۱)

(4) حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ألا وحقهن عليكم أن تحسنوا إليهن في كسوتهن وطعامهن﴾ ”خبردار! عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انہیں لباس مہیا کرنے اور انہیں کھانا فراہم کرنے میں احسان کرو۔“ (۲)

(5) حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! ابوسفیان ایک کنبوس آدمی ہے۔ مجھے وہ اتنا خرچ نہیں دیتا جو میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو مگر یہ کہ میں خفیہ طور پر کچھ لے لیتی ہوں تو ایسا کرنے سے مجھ پر کوئی گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف﴾ ”معروف طریقے سے تم اتنا مال لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو کافی ہو جائے۔“ (۳)

(6) اہل علم نے اتفاق کیا ہے کہ بیویوں کا خرچہ ان کے خاوندوں پر واجب ہے۔ (۴)

(ابن قیم) ہند بنت عتبہ کی حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(1) بیوی کے خرچہ کی مقدار متعین نہیں (کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا جو تجھے کافی ہو)۔

(۱) [مسلم (۱۲۱۸) کتاب الحج : باب حجة النبی]

(۲) [حسن : صحیح ابن ماجہ (۱۰۰۱) إرواء الغلیل (۱۹۹۷) ترمذی (۱۱۶۳) کتاب الرضاع : باب ما حآء فی حق

المرأة علی زوجها، أحمد (۴۲۶/۳) ابو داود (۲۳۳۴) ابن ماجہ (۱۸۵۱)]

(۳) [بخاری (۲۲۱۱) کتاب البیوع : باب من أجرى أمر الأمصار علی ما يتعارفون بينهم.....، مسلم (۱۷۱۴) ابو داود

(۲۵۳۲) نسائی (۲۴۶/۸) ابن ماجہ (۲۲۹۳) دارمی (۱۰۹/۲)]

(۴) [موسوعة الإجماع فی الفقہ الإسلامی (۱۰۵۹/۲) المغنی (۳۴۸/۱۱) نیل الأوطار (۴۲۵/۴)]

- (۱) بیوی کا خرچہ بھی اولاد کی جنس سے ہے یعنی دونوں معروف طریقے سے ادا کیے جائیں گے۔
- (۲) اولاد کے خرچے کا ذمہ دار اکیلا والد ہے۔
- (۳) اگر شوہر اور والد اپنے اوپر واجب خرچہ ادا نہ کرتے ہوں تو بیوی اور اولاد کے لیے معروف طریقے سے اس قدر ان کے لیے لینا جائز ہے جتنا انہیں کفایت کر جائے۔
- (۴) اگر عورت اپنے شوہر کے مال سے حسب کفایت خرچہ لے سکتی ہو تو اس کے لیے منہج نکاح کا کوئی جواز نہیں۔
- (۵) واجب حقوق میں سے جس کی مقدار اللہ اور اس کے رسول نے مقرر نہیں کی اس میں عرف کو ملحوظ رکھا جائے گا۔
- (۶) جو بھی اپنے اوپر (کسی کے) واجب حق کو روک لے اور اس کا ثبوت واضح ہو تو اس کے مستحق کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے تھ سے لے لے جبکہ وہ اس پر قادر ہو جیسا کہ نبی ﷺ نے ہند یعنی سنیہ کو اسی کا فتویٰ دیا۔ (۱)

654- کتنا خرچہ واجب ہے؟

اگرچہ فقہانے اس میں اختلاف کیا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ خرچہ کی مقدار متعین نہیں ہے بلکہ خاوند پر معروف طریقے سے اتنا خرچہ دینا لازم ہے جتنا بیوی بچوں کے لیے کافی ہو جیسا کہ ہند یعنی سنیہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف﴾ ”تم معروف طریقے سے اتنا مال لے لو جتنا تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو۔“ لہذا خرچہ کی مقدار متعین کر دی جائے تو یہ ظلم ہوگا اور وہ اس طرح کہ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ہر ایک کو ایک مقدار کے خرچ کی ضرورت ہو بلکہ یقیناً کسی کو زیادہ خوراک کی ضرورت ہے اور کسی کو کم، کسی کو زیادہ کپڑے کی ضرورت ہے اور کسی کو کم، کوئی دن میں دو بار کھاتا ہے اور کوئی تین بار اور کسی کا علاج سستی ادویہ سے ہو جاتا ہے اور کسی کا مہنگی ادویہ سے۔ لہذا جسے جتنی ضرورت ہو اور جتنا سے کفایت کر جائے اسے اتنا خرچہ دینا واجب ہے۔

(ابن قدامہ) خرچہ کفایت کے ساتھ ہے (یعنی جتنے سے کفایت ہو جائے اتنا ہی فرض ہے)۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(شافعی) مالدار پر ہر روز دو مد، متوسط پر ایک مد اور نصف مد اور تنگ دست پر ایک مد واجب ہے (ایک روایت کے مطابق امام

مالک کا بھی یہی موقف ہے)۔ (۳)

(شوکانی) ہند کی حدیث ان (یعنی امام شافعی) کے خلاف حجت ہے۔ (۴)

(نووی) انہوں نے بھی اسی کا اعتراف کیا ہے۔ (۵)

(۱) [أعلام الموقعین (۴/۳۵۸-۳۵۹)]

(۲) [المعنی (۱۱/۳۴۹) نیل الأوطار (۴/۴۷۷)]

(۳) [الأم (۵/۱۳۰)]

(۴) [نیل الأوطار (۴/۴۲۸)]

(۵) [شرح مسلم (۶/۲۴۹)]

655- خرچہ میں خاوند کے حالات کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا

یعنی جس قدر اس میں طاقت ہے اسی قدر اس پر خرچہ واجب ہوگا جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ.....﴾ [الطلاق : ٧] ”کشاہدی والے کو اپنی کشاہدی سے خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے اس میں سے (حسب توینق) دے۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكسيت﴾ ” (عورت کا حق یہ ہے کہ جب تو کھائے تو اسے بھی کھلائے اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے۔“ (۱)
(ابن قدام) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

رجعی طلاق یافتہ کے لیے بھی خرچہ ہے ❶ جبکہ طلاق بانسہ (تیسری طلاق) والی کے لیے نہیں ہے۔ ❷	وَالْمُطَلَّغَةُ رَجْعِيًّا لَا يَأْتِيهَا
--	--

❶ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ﴾ [الطلاق : ۱] ”انہیں (جنہیں تم نے طلاق دی ہے) اپنے گھروں سے مت نکالو، لاکہ وہ کسی فاحشی کے کام کار تکاب کریں۔“
(۲) ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿وَلِلْمُطَلَّغَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة : ۲۴۱] ”مطلقہ عورتوں کے لیے معروف طریقے سے فائدہ ہے۔“

(۳) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں فرمایا ﴿إنما النفقة والسكنى للمرأة إذا كان لزوجها عليها الرجعة﴾ ”بے شک خرچہ اور رہائش عورت کے لیے تب ہے جب اس کا خاوند اس پر رجوع کا حق رکھتا ہو۔“ (۳)

(۴) ایک روایت میں ہے کہ ”جب مرد کو اس پر رجوع کا حق نہیں ہوگا تو عورت کے لیے خرچہ اور رہائش بھی (شوہر پر لازم) نہیں ہوگی۔“ (۴)

معلوم ہوا کہ رجعی طلاق یافتہ عورت کے لیے اس کے شوہر پر خرچہ اور رہائش واجب ہے۔

(شوکانیؒ) یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (۵)

(۱) [حسن صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۸۷۵) کتاب النکاح : باب فی حق المرأة علی زوجها ابو داؤد (۲۱۴۲) ابن ماجہ (۱۸۵۰) ابن حبان (۴۱۷۵)]

(۲) [المغنی (۳۵۲/۱۱)]

(۳) [صحیح : التعليقات الرضية على الروضة السنية (۲۱۴/۲) الصحیحة (۱۷۱۱) أحمد (۳۷۳/۶) نسائی (۱۴۴/۶)]

(۴) [أحمد (۴۱۶/۶)]

(۵) [نیل الأوطار (۴۰۶/۴)]

① (1) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے تیسری طلاق والی عورت کے متعلق فرمایا ﴿لیس لها سكنى ولا نفقة﴾ ”اس کے لیے رہائش اور خرچہ نہیں۔“ ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ﴿طلقنی زوجی ثلاثا فلم يجعل لی رسول الله سكنى ولا نفقة﴾ ”مجھے میرے شوہر نے تیسری طلاق دی تو رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے رہائش اور خرچہ دونوں کو مقرر نہ فرمایا۔“ (۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا ﴿لا نفقة لك إلا أن تكونی حاملا﴾ ”تیرے لیے خرچہ نہیں ہے، الا کہ تو حاملہ ہوتی (تو تیرے لیے خرچہ ہوتا)۔“ (۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ روایات کا انکار کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ”ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم نہیں جانتے شاید کہ اسے یاد ہے یا یہ بھول گئی ہے۔“ پھر جب یہ بات فاطمہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے کہا میرے اور تمہارے درمیان (فیصلہ کرنے والی) اللہ کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو۔“ حتیٰ کہ فرمایا ”تم نہیں جانتے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا حکم لے آئے۔“ [الطلاق: ۱] تو تیسری طلاق کے بعد کو نسا نیا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔“ (۳)

اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فہم کے مطابق انکار کیا لیکن چونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا واضح حکم بیان کر رہی ہیں اس لیے ان کی اس بات کو حجت تسلیم کیا جائے گا کہ تیسری طلاق والی عورت کے لیے نہ تو رہائش ہے اور نہ ہی خرچہ۔

(احمد، اسحاق، ابوثور) اسی کے قائل ہیں۔

(جمہور) اس کے لیے خرچہ نہیں ہے جبکہ رہائش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿أَسْكُنُوهُنَّ﴾ ”انہیں رہائش دو.....۔“ [الطلاق: ۴] [حالانکہ یہ آیت رجعی طلاق یافتہ کے لیے ہے جو مذکورہ مسئلے میں دلیل نہیں بن سکتی)۔

(ابوضیفہ) تیسری طلاق والی عورت کے لیے رہائش اور خرچہ دونوں لازم ہیں کیونکہ وہ مطلقہ ہے اور مطلقہ کے لیے یہ دونوں چیزیں رجعی طلاق یافتہ عورت کی طرح ضروری ہیں۔ ان کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اقوال ہیں۔ (۴)

(راجع) پہلا قول راجح ہے۔

(۱) [أحمد (۴۱۲/۶) مسلم (۱۴۸۰) ابو داؤد (۲۲۸۴) نسائی (۷۵/۶) ترمذی (۱۱۳۵) ابن ماجہ (۲۰۳۵) ابن

حیان (۴۲۹۱) ابن الجارود (۷۶۱)]

(۲) [أحمد (۴۱۴/۱) مسلم (۱۴۸۰) ابو داؤد (۲۲۹۰) نسائی (۶۲/۶)]

(۳) [مسلم (۱۴۸۰، ۱۴۸۱) بخاری (۵۳۲۱، ۵۳۲۲) ابو داؤد (۲۲۹۲، ۲۲۹۳)]

(۴) [المغنی (۴۰۳/۱۱) فتح الباری (۶۰۲/۱۰) نیل الأوطار (۴۰/۴۱)]

وَلَا فِي عِدَّةِ الْوَفَاةِ فَلَا نَفَقَةَ وَلَا
سُكْنَىٰ إِلَّا أَنْ تَكُونَا حَامِلَتَيْنِ

اور نہ ہی شوہر کی وفات کی عدت میں۔ اس صورت میں (مرد پر) نہ خرچہ لازم ہے
نہ رہائش، الا کہ یہ دونوں (یعنی مطلقہ بانسہ اور متونی عنصازوجھا) حاملہ ہوں۔ ①

① (1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إنما النفقة والسكنى للمرأة على زوجها ما كانت له عليها رجعة فإذا لم تكن عليها رجعة فلا نفقة ولا سكنى ﴾ ”بے شک عورت کے لیے اس کے شوہر پر خرچہ اور رہائش اس وقت تک لازم ہے جب تک وہ اس پر رجوع کا حق رکھتا ہے اور جب اسے اس پر رجوع کا حق نہ رہے تو خرچہ اور رہائش (مرد کے ذمے) لازم نہیں رہتا۔“ (۱)

کسی اور دلیل سے بھی ثابت نہیں کہ متونی عنصازوجھا کو خرچہ دینا لازم ہے۔ ہاں جب وہ حاملہ ہوگی تو اسے خرچہ دیا جائے گا جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿ وَإِنْ كُنَّ أَوْلَاتٍ حَمَلْنَ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق : ۶] ”اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے انہیں خرچہ دیتے رہو۔“

یہ آیت جس طرح متونی عنصازوجھا حاملہ کے لیے خرچہ کے وجوب کی دلیل ہے اسی طرح مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بانسہ حاملہ کے لیے بھی وجوب نفقہ کی دلیل ہے۔

(3) نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا (جو کہ تیسری طلاق والی تھیں) سے کہا ﴿ لا نفقة لك إلا أن تكونى حاملا ﴾ ”تیرے لیے خرچہ نہیں الا کہ تو حاملہ ہوتی (تو تجھے خرچہ دیا جاتا)۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ ان دونوں قسم کی عورتوں کا خرچہ صرف اسی صورت میں مرد پر لازم ہوگا جب یہ حاملہ ہوں۔ ان کی رہائش بھی مرد پر واجب ہے یا نہیں اس میں فقہانے اختلاف تو کیا ہے لیکن راجح بات یہ ہے کہ ایسی عورتوں کے لیے رہائش واجب نہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل ہمارے علم کے مطابق موجود نہیں نیز قرآن میں بھی صرف ﴿ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ ﴾ ”خرچہ کا ہی ذکر ہے۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میاں بیوی کی جدائی یا تو طلاق کے ذریعے ہوگی یا وفات کے ذریعے اور یا نكاح کے ذریعے۔ اگر طلاق کے ذریعے جدائی ہو تو یا طلاق رجعی ہوگی یا طلاق بانسہ۔ اگر طلاق رجعی ہو تو شوہر پر خرچہ اور رہائش دونوں لازم ہیں خواہ عورت حاملہ ہو یا نہ ہو۔ اور اگر طلاق بانسہ ہو تو شوہر پر نہ خرچہ لازم ہے اور نہ رہائش، الا کہ عورت حاملہ ہو تو خرچہ لازم ہے۔ اگر وفات کے ذریعے جدائی ہو تو شوہر پر نہ خرچہ لازم ہے نہ رہائش البتہ اگر حاملہ ہو تو خرچہ لازم ہے۔ اگر نكاح کے ذریعے جدائی ہو تو یا تولعان کے ذریعے جدائی ہوگی یا خلع کے ذریعے۔ اگر تلعان کے ذریعے جدائی ہو تو مرد پر خرچہ اور رہائش لازم نہیں خواہ عورت حاملہ ہو یا نہ ہو کیونکہ مرد نے تو حمل کا بھی انکار کر دیا ہے۔ اور اگر خلع کے ذریعے نكاح ہو تو خرچہ اور رہائش دونوں لازم نہیں

(۱) [أحمد (۴۱۷/۶)]

(۲) [مسلم (۱۴۸۰) کتاب الطلاق : باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها، أحمد (۴۱۷/۶)]

الاکہ عورت حاملہ ہو تو مطلقہ بانسہ کی طرح عموم آیت کی وجہ سے صرف خرچہ ہی لازم آئے گا۔ (۱)

وَتَجِبُ عَلَى الْوَالِدِ الْمُؤَسِّرِ لَوْلَدِهِ الْمُعْسِرِ	مالدار باپ پر اپنے تنگ دست بیٹے کو خرچہ دینا لازم ہے ① اسی طرح
وَالْعَكْسُ	مالدار بیٹے پر تنگ دست والد کو خرچہ دینا بھی ضروری ہے۔ ②

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَإِنْ أَرْضَعْنَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ [الطلاق: 6] ”اگر وہی عورتیں تمہارے کہنے پر دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دے دو۔“ اس آیت میں بچے کو دودھ پلانے کی اجرت اس کے والد پر مقرر کی گئی ہے۔

(2) حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ﴿عَضَى مَا يَكْفِيكَ وَوَلَدَكَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ”معروف طریقے سے (مرد کے مال سے) اتنا مال لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو جائے۔“ (۲)

② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ [الإسراء: ۲۳] ”تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ خاص اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔“ یقیناً بوقت ضرورت انہیں خرچہ مہیا کرنا بھی احسان میں سے ہی ہے۔

(2) ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ [لقمان: ۱۰] ”دنیا میں معروف طریقے سے ان کا ساتھ دو۔“ دنیاوی ضروریات خرچے کے بغیر پوری ہو ہی نہیں سکتیں۔

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَوَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ فَكَلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ ”بلاشبہ سب سے پاکیزہ چیز وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور اس کی اولاد اس کی کمائی سے ہی ہے لہذا تم ان کے اموال کھاؤ۔“ (۳)

(4) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أَنْتَ وَمَالِكَ لِأِيكٍ﴾ ”تم اور تمہارا مال (دونوں) تمہارے والد کے لیے ہے۔“ (۴)

(ابن منذر) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ ایسے تنگ دست والدین جن کا نہ تو کوئی ذریعہ معاش ہو اور نہ ہی کوئی مال ہو تو ان کا خرچہ اولاد کے مال میں سے واجب ہے اور اسی طرح..... انسان پر اپنے ان (چھوٹے) بچوں کا خرچہ بھی واجب ہے جن

(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی (۴۰۲/۱۱)]

(۲) [بخاری (۲۲۱۱) کتاب البیوع: باب من أجرى أمر الأمصار على ما يتعارفون..... مسلم (۱۷۱۴)]

(۳) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۶۲۶) صحیح ابو داود (۳۰۱۳، ۳۰۱۴) کتاب البیوع: باب الرجل یا کل من مال

ولده، ابو داود (۳۵۲۸، ۳۵۲۹) نسائی (۴۴۴۹) ابن ماجہ (۲۲۹۰) ترمذی (۱۳۵۸)]

(۴) [صحیح: إرواء الغلیل (۸۳۸) صحیح ابو داود (۳۰۱۵) أیضا، أحمد (۲۱۴/۲) ابو داود (۳۵۳۰)]

کے پاس ابھی کوئی مال نہیں۔ (۱)

(ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

○ واضح رہے کہ نفقہ کے وجوب کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے:

(۱) اولاد یا والدین فقراء و تنگ دست ہوں ان کے پاس کوئی مال نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا ذریعہ معاش ہو جس کے ذریعے وہ دوسروں کے (ان پر) خرچہ کرنے سے مستغنی ہو سکتے ہوں۔

(۲) جس پر خرچہ واجب ہو رہا ہے اس کے پاس اپنے نفس کے خرچہ سے زائد مال موجود ہو۔ (۳)

جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے کہ

① ﴿ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فَقِيرًا فَلْيُذِئِبْ بِنَفْسِهِ فَإِنْ فَضَلَ فَعَلَى عِيَالِهِ فَإِنْ كَانَ فَضَلَ فَعَلَى فَرَاتِهِ ﴾ ”تم میں سے جب کوئی فقیر ہو تو (خرچہ میں) اپنے نفس سے ابتدا کرے، اگر زائد مال موجود ہو تو اپنے اہل و عیال پر (خرچہ کرے) اور اگر اور بھی زائد مال ہو تو اپنے اقرباء پر (خرچہ کرے)۔“ (۴)

② ایک آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ ﴾ ”اُسکے ذریعے اپنے اوپر صدقہ کرو۔“ پھر اس نے کہا میرے پاس ایک اور ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى وَلَدِكَ ﴾ ”اس کے ذریعے اپنی اولاد پر صدقہ کرو۔“ (۵)

مالک پر اپنے غلاموں کا خرچہ واجب ہے۔ ①

وَعَلَى السَّيِّدِ لِمَنْ يَمْلِكُهُ

① (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لِّلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ وَلَا يَكْلَفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يَطِيقُ ﴾ ”غلام کا کھانا پینا اور (اسے) لباس مہیا کرنا مالک پر واجب ہے اور طاققت سے بڑھ کر (اسے) کام کی تکلیف نہ دی جائے۔“ (۶)

(۲) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَمَنْ جَعَلَ اللَّهُ أَخَاهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيَطْعَمَهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيَلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ ﴾ ”پس اللہ تعالیٰ جس کی ماتحتی میں اس کے بھائی (یعنی غلام) کو رکھے اسے چاہیے

(۱) المعنى (۳۷۳/۱۱)

(۲) [أيضا]

(۳) [المعنى (۳۷۴/۱۱)]

(۴) [مسلم (۶۹۳/۲) كتاب الزكاة: باب الابتداء فى النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة] ابو داود (۳۵۲/۲) نسائی

(۵) [۵۲۱۵-المجتبى] أحمد (۳۰۵/۳)

(۶) [حسن: صحيح ابو داود (۱۴۸۳) كتاب الزكاة: باب فى صلة الرحم] ابو داود (۱۶۹۱) عن أبى هريرة

(۶) [مسلم (۱۶۶۲) كتاب الأيمان: باب إطعام المملوك.....]

کہ جو وہ کھائے اسے بھی کھلائے اور جو وہ پینے سے بھی پہنائے۔“ (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿کفی بالمرء إثمًا أن يضيع من يقوت﴾ ”ایک انسان کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی روزی کا ذمہ دار ہے انہیں ضائع کر دے۔“

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿أن يحبس عمن يملك قوته﴾ ”جس کی خوراک کا ذمہ دار ہے اس سے (ہاتھ) روک لے۔“ (۲)

(4) غلاموں کا خرچہ اور ان کا لباس وغیرہ مالک پر واجب ہے اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (۳)

وَلَا تَجِبُ عَلَى الْقَرِيبِ الْقَرِيبِ إِلَّا مِنْ بَابِ صَلَاةِ الرَّحِمِ	کسی قریبی رشتہ دار پر اپنے قریبی رشتہ دار کو خرچہ دینا واجب نہیں ہے مگر صلہ رحمی کے طور پر دیا جاسکتا ہے۔ ①
--	---

① کیونکہ اس کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے کہ انسان پر اپنے تمام اقرباء کا نفقہ بھی واجب ہے۔ البتہ صلہ رحمی کے طور پر دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ صلہ رحمی کا ثبوت کتاب و سنت کی صریح نصوص سے ثابت ہے جیسا کہ چند حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ [الأنفال: ۷۵] ”اور رشتے تاتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں۔“

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من أحب أن يبسط له في رزقه وأن ينسأ له في أثره فليصل رحمه﴾ ”جسے یہ پسند ہے کہ اس کے رزق میں فراخی کی جائے اور اس کے اثرات دیر تک (دنیا میں) رہیں تو وہ صلہ رحمی کرے۔“ (۴)

(3) صلہ رحمی کی مشروعیت پر اجماع ہے۔ (۵)

معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کے لیے قریبی رشتہ داروں کو بھی خرچہ دیا جاسکتا ہے جیسا کہ قرآن میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ﴾ [النساء: ۳۶] ”والدین اور قریبی رشتہ داروں سے احسان کرو۔“ ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿وَأْتِ ذِي الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ﴾ [الإسراء: ۲۶] ”اور رشتہ داروں کا حق ادا کرو۔“

لہذا پہلے والدین و اولاد اور اہل و عیال جن کا خرچہ انسان پر واجب ہے انہیں خرچہ دیا جائے پھر اگر مال زائد از ضرورت ہو تو ایسے قریبی رشتہ داروں جو تنگ دست اور مجبور ہیں کو خرچہ دینا چاہیے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس پر شاہد ہیں:

(۱) [بخاری (۶۰۰۰) کتاب الأدب: باب ما ينهى من السباب واللعن، مسلم (۱۶۶۱)]

(۲) [مسلم (۹۹۶) نسائی (۲۹۵) أحمد (۱۶۰۱۲) حاکم (۴۵۱۱) حمیدی (۵۹۹)]

(۳) [سبل السلام (۱۵۴۹/۳)]

(۴) [بخاری (۵۹۸۶) کتاب الأدب: باب من يبسط له في الرزق بصله الرحم، مسلم (۲۵۵۷)]

(۵) [موسوعة الإجماع في الفقه الإسلامي (۴۲۶/۱)]

- (1) حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿بِئْسَ الْمَعْطَى الْعَلِيَا وَابْدَأْ بِعَنْ تَعْوَل.....﴾ ”دینے والا ہاتھ بلند ہوتا ہے اور ان سے شروع کر جو تمہاری کفالت میں ہیں۔“ ان میں تیری ماں تیرا باپ تیری بہن اور تیرا بھائی شامل ہیں ﴿نَمْ اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ﴾ ”پھر درجہ بدرجہ اپنے سب سے زیادہ قریبی کو دے۔“ (۱)
- (2) بھڑ بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں حسن سلوک اور نیکی کس کے ساتھ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”اپنی والدہ کے ساتھ“ میں نے پھر عرض کیا پھر کس سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”اپنی والدہ سے“ میں نے پھر عرض کیا پھر کس سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”اپنے والد سے“ ﴿اَلْاَقْرَبُ فَاَلْاَقْرَبُ﴾ ”پھر درجہ بدرجہ زیادہ قریبی رشتہ دار سے (نیکی کرو)۔“ (۲)

وَمَنْ وَجَبَتْ نَفَقَتُهُ وَجَبَتْ كِسْوَتُهُ وَسُكْنَاهُ	جس کا خرچہ کسی پر واجب ہو تو اس کا لباس اور اس کی رہائش بھی اس پر واجب ہے۔ ①
---	--

- ① کیونکہ جملہ اخراجات و ضروریات زندگی میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں اور اس کے دلائل گذشتہ بیان کردہ آیات و احادیث ہیں۔

متفرقات

656- کسی مسلمان کی جان بچانے کے لیے مال خرچ کرنا

- (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَيَّ الْبِرِّ وَالْتِقْوَى﴾ [المائدة: ۲] ”نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔“ کسی مجبور و بے بس کی جان بچانا نیکی و تقویٰ کی بہت بڑی قسم ہے اور اسے چھوڑ دینا بہت بڑا گناہ و سرکشی ہے۔
- (2) ایک حدیث میں ہے کہ ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا.....“ (۳)
- اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ ایک مسلمان بھوک سے مر رہا ہے اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے وہ بچ سکتا ہے پھر بھی یہ اس پر خرچ نہیں کرتا۔

(۱) [صحیح: صحیح نسائی (۲۳۷۲) کتاب الزکاة: باب ایتھما الید العلیا، إرواء الغلیل (۳۱۹/۳) نسائی (۲۵۳۳) دارقطنی (۴۴/۳)]

(۲) [حسن صحیح: صحیح ابو داود (۴۲۸۵) کتاب الأدب: باب فی بر الوالدین، ابو داود (۵۱۳۹) ترمذی (۱۸۹۷) أحمد (۳۰۲/۵)]

(۳) [بخاری (۲۴۴۲) کتاب المظالم: باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، مسلم (۲۵۸۰) ابو داود (۴۸۹۳) ترمذی (۱۴۶۲)]

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (۱)

یقیناً کوئی بھی شخص یہ نہیں چاہتا کہ وہ بھوک سے مر رہا ہو اور لوگ اسے اس حال میں چھوڑ جائیں لہذا دوسروں کو بھی اس حال میں نہیں چھوڑنا چاہیے۔

657- جانوروں کا خرچہ ان کے مالکوں پر لازم ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”(بنی اسرائیل کی) ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا جسے اس نے قید کر رکھا تھا جس وجہ سے وہ بلی مر گئی تھی اور اس کی سزا میں وہ عورت دوزخ میں چلی گئی۔ جب وہ عورت بلی کو باندھے ہوئے تھی تو اس نے اسے کھانے کے لیے کوئی چیز نہ دی نہ پینے کے لیے اور نہ ہی اس نے بلی کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔“ (۲)

جب بلی کو بھوک سے مار دینے کی سزا جہنم میں داخلہ ہے تو دیگر پالتو جانور جو انسان کی ملکیت میں ہوتے ہیں وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ علاوہ ازیں جانوروں کو کھلانے پلانے میں اجر بھی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے ایک آدی کا قصہ بیان کیا ہے کہ جس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔“ (۳)



- (۱) [بخاری (۱۳) کتاب الإيمان : باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه 'مسلم (۴۵) أحمد (۱۷۶/۳) ابن ماجہ (۶۶) ترمذی (۲۵۱۵) ابن مندہ (۲۹۶) نسائی (۱۲۵/۸) أبو عوانة (۳۳/۱) ابن حبان (۴۷۰/۱)]
- (۲) [بخاری (۳۴۸۲) کتاب أحاديث الأنبياء : باب 'مسلم (۲۲۴۲) بیہقی (۲۱۴/۵) دارمی (۳۳۰/۲) أحمد (۳۱۷/۲) شرح السنة (۴۱۸۴)]
- (۳) [بخاری (۲۳۶۳) کتاب المساقاة : باب فضل سقى الماء 'مسلم (۲۲۴۴) موطا (۹۲۹/۲) ابو داود (۲۵۵۰) ابن حبان (۵۴۵)]

دودھ پلانے کا بیان

باب الرضاع ۵

إِنَّمَا يُنْبِتُ حُكْمُهُ بِخَمْسِ رَضَعَاتٍ ② رضاعت کا حکم صرف پانچ مرتبہ دودھ پلانے کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ ③

① لغوی وضاحت: لفظ رضاع یا رضاعة باب رَضَعَ (سمع، فتح، ضرب) سے صدر ہے۔ اس کا معنی ”دودھ پینا“ ہے۔ اور باب اُرْضَعَ (افعال) کا معنی ”دودھ پلانا“ ہے۔ (۱)

اصطلاحی تعریف: عورت کے پستان سے بچے کا مخصوص وقت میں چوس کر دودھ پینا۔ (۲)

② رضعات رضعہ کی جمع ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بچہ ماں کا پستان منہ میں لے کر چوسے پھر بغیر کسی عارضہ کے اپنی مرضی سے اسے چھوڑ دے (تو یہ ایک رضعہ ہے)۔ (۳)

اگر کسی عارض کی وجہ سے چھوڑ دے مثلاً سانس لینے کے لیے یا کچھ آرام کے لیے یا کسی اور ایسی وجہ سے جو اسے دوسری طرف مشغول کر دے پھر جلد ہی دوبارہ پینا یا چوسنا شروع کر دے تو یہ وقفہ ایک (رضعہ یعنی ایک) مرتبہ پینے سے خارج نہیں ہو گا۔ ایک رضعہ کی تحقیق میں امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے اور یہی لغت کے موافق بھی ہے۔ (۴)

③ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كان فيما أنزل القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات﴾ ”قرآن میں یہ حکم نازل کیا گیا تھا کہ دس بار دودھ پینا جبکہ اس کے پینے کا یقین ہو جائے نکاح کو حرام کر دیتا ہے۔ پھر یہ حکم پانچ مرتبہ یقینی طور پر دودھ پینے سے منسوخ ہو گیا۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس وقت پانچ کی تعداد قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔ (۵)

(2) حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ﴿فأرضعته خمس رضعات فكان بمنزلة الولد منہ﴾ ”انہوں نے سالم کو پانچ مرتبہ دودھ پلایا پھر وہ اس کے بچے کی جگہ ہو گیا۔“ (۶)
(ابن تیمیہؒ) پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ (۷)

(۱) [لسان العرب (۱۲۵/۸) القاموس المحيط (۳۰/۱۳) المنجد (ص ۲۹۵)]

(۲) [أنیس الفقهاء (ص ۱۵۲/۱) الدرر (۳۵۵/۱)]

(۳) [نبیل الأوطار (۴/۱۲۴)]

(۴) [سبیل السلام (۱۵۲۹/۳)]

(۵) [مسلم (۱۴۵۲) کتاب الرضاع: باب التحريم بخمس رضعات، موطا (۶۰۸/۲) ابو داود (۲۰۶۲) ترمذی

(۱۱۵۰) نسائی (۱۰۰/۶) ابن حبان (۴۲۰۷) - الإحسان]

(۶) [صحيح: صحيح ابو داود (۱۸۱۵) كتاب النكاح: باب فيمن حرم به ابو داود (۲۰۶۱)]

(۷) [فتاوی النساء (ص ۴۷۱)]

- ترمذی) انہوں نے اسی مذہب کو قوی قرار دیا ہے۔ (۱)
 امیر صنعانی) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (۲)
 ابن حزم، صدیق حسن خان) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)
 اس مسئلے میں فقہانے اختلاف کیا ہے۔

بخاری) پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، امام عطاء، امام طاؤس، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عروہ، لیث بن سعد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد صحیح میں یہی مذہب منقول ہے۔

مشہور، ابو حنیفہ، مالک) تھوڑا یا زیادہ جتنا بھی دودھ پی لے حرمت ثابت ہو جائے گی خواہ ایک مرتبہ ہی پیے۔
 اسحاق، ابو سعید، ابو ثور، ابن منذر) تین مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد صحیح میں یہی موقف ہے۔ (۴)

تین رضعوں کے قائل حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تحرم المصاة ولا المصتان ﴾ ”ایک دفعہ اور دو دفعہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔“ (۵)

۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا تحرم الرضعة ولا الرضعتان ﴾ ”ایک مرتبہ دودھ پینے اور دو مرتبہ دودھ پینے سے زمت ثابت نہیں ہوتی۔“

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا تحرم الإملاجة ولا الإملاحتان ﴾ ”پستان کو ایک مرتبہ منہ میں ڈالنے اور دو مرتبہ منہ میں ڈالنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔“ (۶)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ محض ایک یا دو مرتبہ دودھ پینے سے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی لہذا تین مرتبہ دودھ پینے سے ثابت ہو جائے گی۔ لیکن درحقیقت یہ مفہوم مخالف کے ذریعے استدلال کیا گیا ہے اور مفہوم مخالف منطوق کے مقابلے میں حجت

(۱) [ترمذی (بعد الحدیث ۱۱۵۰/۱)]

(۲) [سبل السلام (۱۵۲۹/۳)]

(۳) [المحلی بالآثار (۱۸۹/۱۰) الروضة الندية (۱۷۴/۲)]

(۴) [الأم (۲۶۱/۵) المغنی (۳۱۰/۱۱) المدونة الكبرى (۴۱۳/۲) تحفة الأحوذی (۳۴۲/۴) فتح الباری (۵۰۱/۹) نیل الأوطار (۴۱۴/۴)]

(۵) [مسلم (۱۴۵۰) کتاب الرضاع : باب فی المصاة والمصتان ، ابو داود (۲۰۶۳) ترمذی (۱۱۵۰) ابن ماجہ (۱۹۴۰) أحمد (۳۱۱/۶) سعید بن منصور (۲۷۷/۱) أبو یعلیٰ (۲۳۹/۸)]

(۶) [مسلم (۱۴۵۱) أيضا ، ابن ماجہ (۱۹۴۰) نسائی (۱۰۰/۶) عبدالرزاق (۴۶۹/۷) طبرانی کبیر (۲۲/۲۵) بیہقی (۴۵۰/۷)]

نہیں جیسا کہ اصول میں یہ ثابت ہے۔ لہذا اگر غور کیا جائے تو یہ احادیث بھی ”فَسْ رِضَاعَاتُ“ والی حدیث کے مخالف نہیں ہیں کیونکہ ان میں یہ مذکور ہے کہ دوسرے دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو یہ اس حدیث میں بھی شامل ہے۔ البتہ اس میں وضاحت آگئی ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے لہذا اسی پر عمل کیا جائے گا۔

جہور اپنے موقف کے لیے اس آیت ﴿ وَأَمْهَشْكُمْ أَلَيْسَ أَرْضَعْنَكُمْ ﴾ [النساء : ۲۳] ”اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔“ کے عموم سے استدلال کرتے ہیں اور احناف خبر واحد کے ذریعے قرآن کے اس قطعی حکم میں تخصیص جائز نہیں سمجھتے۔ (حالانکہ یہ آیت عام ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا خاص ہے اور عام کو خاص پر محمول کرنا واجب ہے خواہ خبر واحد ہو یا متواتر)۔ علاوہ ازیں اپنے مفاد کی خاطر بعض اوقات احناف بھی خبر واحد کے ذریعے قرآن کی تخصیص کر لیتے ہیں جیسا کہ قرآن میں حق مہر کے متعلق ارشاد ہے کہ ﴿ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ ﴾ [النساء : ۲۴] ”کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو۔“ یہ آیت عام ہے جبکہ ایک روایت میں ہے ﴿ لَا مَهْرَ أَقِلَ مِنْ عَشْرَةِ دِرَاهِمٍ ﴾ ”دس درہموں سے کم حق مہر نہیں۔“ اب یہاں احناف اس روایت کے ذریعے قرآن کے عام حکم کی تخصیص کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی خبر واحد ہے مزید برآں یہ روایت ضعیف بھی ہے پھر بھی اسے حجت سمجھتے ہیں۔

گذشتہ تمام بحث سے ثابت ہوا کہ پہلا (یعنی امام شافعی کا) موقف راجح ہے لہذا اسی پر عمل کیا جائے۔

دودھ کی موجودگی کے یقین کے ساتھ ❶ اور بچے کا دودھ ابھی

چھڑایا نہ گیا ہو۔ ❷

مَعَ تَيَقُّنٍ وَجُودِ اللَّبَنِ وَكَوْنِ الرِّضَاعِ قَبْلَ

الْفِطَامِ

- ❶ جیسا کہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ ﴿ رِضَاعَاتُ مَعْلُومَاتٍ ﴾ یعنی ایسے رضعے جو معلوم ہوں کیونکہ رضاعت کا حکم تب ہی ثابت ہو سکتا ہے جب دودھ موجود ہو اور پھر بچے کا اسے پینا بھی متحقق ہو۔
- ❷ (1) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”صرف وہی رضاعت حرمت ثابت کرتی ہے جو انتزیوں کو کھول دے ﴿ وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ ﴾ ”اور دودھ چھڑانے کی مدت (یعنی دو سال کی عمر) سے پہلے ہو۔“ (۱)
- (2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا رِضَاعَ بَعْدَ فِصَالٍ وَبِتَمِّ بَعْدَ احْتِلَامٍ ﴾ ”دودھ چھڑانے کی مدت کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور احتلام کے بعد کسی کو یتیم نہیں سمجھا جائے گا۔“ (۲)
- (3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ لَا رِضَاعَ إِلَّا فِي الْحَوْلِينَ ﴾ ”کوئی رضاعت معتبر نہیں سوائے اس رضاعت کے جو دو سال کے دوران ہو۔“ (۳)

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۱۰۰) ترمذی (۱۱۵۲) کتاب الرضاع : باب ما جاء ما ذكر أن الرضاعة لا تحرم إلا في

الصفرة دون الحولين ' نسائی فی الکبری (۳۰۱/۳) ابن حبان (۱۲۵۰ - الموارد)]

(۲) . [حسن : إرواء الغلیل (۱۲۴۴) طبرانی صغیر (۱۰۸/۲) ابو داود طیالسی (۱۷۶۷)]

(۳) [دارقطنی (۱۷۳/۴) سعید بن منصور (۹۷۴) بیہقی (۴۴۲/۷) عبد الرزاق (۱۲۹۰/۳)]

نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ”ضرور غور کر لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں ﴿ فبإنما الرضاعة من ناعۃ ﴾” کیونکہ رضاعت اسی وقت معتبر ہے جب بھوک کے وقت دودھ پیا جائے۔“ (۱)

اگرچہ دودھ پلانے کی مدت نص قرآن ﴿ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ﴾ [البقرة: ۲۳۳] ”کامل دو سال“ سے ثابت ہے لیکن کے باوجود اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔

یہ شافعی، مالک، ابو یوسف، حنفی (مدت رضاعت دو سال ہے۔ حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم، امام شافعی، امام اوزاعی، امام اسحاق اور بو ثور رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی یہی موقف مروی ہے۔

غنیفہ (مدت رضاعت اڑھائی سال ہے) ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ﴾ [حقیق: ۱۵] حالانکہ اس آیت میں بھی مدت رضاعت دو سال ہی ہے جبکہ مزید چھ ماہ حمل کی کم از کم مدت ہے۔

(۲) مدت رضاعت تین سال ہے۔ (۲)

جمع) پہلا موقف راجح ہے اور گذشتہ تمام دلائل اس کا ثبوت ہیں۔

يَحْرُمُ بِهٖ مَا يَحْرُمُ بِالنَّسَبِ وَيَقْبَلُ قَوْلُ الْمُرْضِعَةِ	رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں
① (کسی اختلاف کی صورت میں) دودھ پلانے والی کی بات قبول کی جائے گی۔ ②	

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة ﴾ ”رضاعت بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو پیدائش سے ہوتے ہیں۔“ (۳)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے گذشتہ کتاب النکاح میں ”حرام رشتوں کا بیان۔“

(1) حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ام حکیم بنت ابی احاب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو ایک عورت اور کہنے لگی ﴿ قد أرضعتكما ﴾ ”میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔“ عقبہ نے نبی ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ﴿ كيف وقد قيل ؟ ﴾ ”اب تم اسے کس طرح اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہو جبکہ رضاعت کی اطلاع دے دی گئی ہے؟“ یہ عقبہ نے اس عورت کو جدا کر دیا اور اس خاتون نے دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا۔“ (۴)

[بخاری (۵۱۰۲) کتاب النکاح: باب من قال لا رضاع بعد حولین..... مسلم (۱۴۵۵) أحمد (۹۴/۶) ابو داود (۲۰۵۸) ابن ماجہ (۱۹۴۵) ابن الجارود (۶۹۱) شرح السنة (۶۵/۵)]

[المعنی (۳۱۹/۱۱) نیل الأوطار (۴۱۷/۴) الأم (۲۹/۵) المبسوط (۱۳۵/۵) بداية المجتهد (۳۶/۲) تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۱۷۰/۴) تفسیر الرازی (۱۰۱/۶) تفسیر بغوی (۲۱۲۳۱) تفسیر الدر المنثور (۵۱۳/۱)]

[بخاری (۲۶۴۴) مسلم (۱۴۴۴) دارمی (۱۵۵/۲) عبدالرزاق (۴۷۶/۷) أحمد (۱۷۸/۶)]

[بخاری (۲۶۶۰، ۲۶۵۹) کتاب الشهادات: باب شهادة المرضعة، أحمد (۸/۴) ابو داود (۳۶۰۴) ترمذی (۱۱۵۱) نسائی (۱۰۹/۶) حمیدی (۵۷۹) دارقطنی (۱۷۵/۴)]

(2) امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار آدمیوں اور ان کی بیویوں کے درمیان رضاعت کے مسئلہ میں ایک عورت کی گواہی کی وجہ سے جدائی کرائی۔ (۱)

(احمد) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام طاؤس، امام زہری، امام اوزاعی، ابن ابی ذئب اور عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(شافعی) چار عورتوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ دو عورتیں گواہی میں ایک مرد کے برابر ہیں۔

(ابوحنیفہ) صرف دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔ (ان کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے: ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمْ﴾ [البقرة: ۲۸۲] ”اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لو۔“ حالانکہ یہ آیت عام ہے اور حدیث خاص ہے اور عام کو خاص پر محمول کرنا واجب ہے۔) (۲)

(راجح) مسئلہ رضاعت میں دودھ پلانے والی اکیلی عورت کی گواہی بھی قبول کی جائے گی جیسا کہ گذشتہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔

وَيَجُوزُ إِضَاعُ الْكَبِيرِ وَلَوْ كَانَ ذَا لِحْيَةٍ
لِعَجْوِزِ النَّظَرِ

کسی بڑی عمر کے لڑکے کو دودھ پلانا جائز ہے خواہ وہ داڑھی والا ہی کیوں نہ ہوتا کہ کسی عورت کے لیے اسے دیکھنا جائز ہو جائے۔ ①

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سہل بنت سہیل رضی اللہ عنہا آئیں اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! سالم ابوحنیفہ آزاد کردہ غلام ہمارے گھر میں ہمارے ساتھ ہی رہتا ہے وہ مرد کی حد بلوغت کو پہنچ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ارضعہ تحریمی علیہ ﴿اسے اپنا دودھ پلا دے تو اس پر حرام ہو جائے گی۔“

سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ ہے کہ ”اس حکم کے بعد سہلہ رضی اللہ عنہا نے سالم کو پانچ مرتبہ دودھ پلایا پھر وہ اس کے نے کی جگہ ہو گیا۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت بڑی عمر کے لڑکے کو بھی دودھ پلایا جائے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، امام عطاء، امام لیث، امام داؤد اور امام ابن حزم اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(جمہور) صرف دو سال سے کم عمر میں پلائے گئے دودھ سے ہی حرمت ثابت ہوگی۔ (انہوں نے ان تمام دلائل سے استدلال کیا ہے جن میں صرف دو سال سے پہلے دودھ پلانے سے حرمت کا ذکر ہے)۔

جمہور علمائے متدرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر اس موقف کو ترجیح دی ہے۔

(۱) [عبدالرزاق (۴۸۲/۷) کتاب الطلاق : باب شهادة امرأة على الرضاع]

(۲) [المغنی (۳۴۰/۱۱) نیل الأوطار (۴۲۳/۴)]

(۳) [مسلم (۱۴۵۳) کتاب الرضاع : باب رضاعة الكبير، احمد (۳۸۱/۶) حمیدی (۲۸۷) ابن ماجہ (۱۹۴۳) نسائ]

(۴) [۱۰۴/۶] بخاری (۵۰۸۸) بیہقی (۴۵۹/۷) صحیح ابو داؤد (۱۸۱۵) ابو داؤد (۲۰۶۱) کتاب النکاح : باب

فیمن حرم به

(۴) [نیل الأوطار (۴۱۷/۴) شرح مسلم (۲۸۹/۵) الاستدکار لابن عبدالبر (۲۷۳/۱۸) المحلی بالآثار (۲۰۲/۱۰)]

۱ اس معنی کی احادیث کثرت سے ہیں جبکہ بڑے بڑے کے کو دودھ پلانے کے متعلق صرف ایک حدیثِ سالم ہی ہے۔

۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام ازواجِ مطہرات بھی اسی کی قائل تھیں۔

۱ اس میں زیادہ احتیاط کا پہلو ہے۔

۱ بڑے آدمی کو دودھ پلانے سے نہ تو گوشت اُگتا ہے نہ ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں اور نہ ہی اس سے جسم کا کوئی حصہ بنتا ہے

نکہ یہی حرمت کے وہ اسباب ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں:

ممکن ہے یہ معاملہ صرف سالم کے ساتھ ہی خاص ہو۔ کیونکہ یہ چیز صرف اسی کے قصہ میں موجود ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا ﴿إِنَّمَا الرضاعة مِنَ المَحَامَةِ﴾ ”رضاعت اس وقت معتبر ہے جب

۔ کے وقت دودھ پیا جائے۔“ (۱)

ان تمام وجوہات کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ کسی بھی شرعی مسئلہ کے اثبات کے لیے ایک صحیح حدیث ہی کافی ہے۔ اگرچہ

بہت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام ازواجِ مطہرات اس کے خلاف تھیں لیکن محض ان کا اپنا فہم تھا کہ جو صریح حدیث کے مقابلے میں

نہیں۔ کسی ایک کام کا احوط ہونا دوسرے کے عدم جواز کا ثبوت نہیں۔ لامحالہ اس سے گوشت نہیں اُگتا اور ہڈیاں بھی مضبوط نہیں

لیکن اس بات کا علم نبی ﷺ کو بھی تھا اس کے باوجود آپ ﷺ نے سہلہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دے دی۔ سالم کے ساتھ اس

طے کے خاص ہونے کا دعویٰ دلیل کا محتاج ہے۔ نیز نبی ﷺ کا یہ فرمان ”رضاعت صرف بھوک سے ہے۔“ اگرچہ بظاہر بڑے

ا کو دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہ ہونے کا ثبوت ہے لیکن سہلہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اس کا جواز نکل آتا ہے۔

صحیح راجح موقف وہ ہے جسے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے۔

تیمیہؒ) مسئلہ رضاعت میں بچپن کا اعتبار کیا جائے گا! لاکہ کوئی حاجت و ضرورت پیش آجائے جیسا کہ بڑی عمر کے آدمی

ضاعت کا مسئلہ ہے کہ جسے کسی عورت کے پاس جانا بھی ضروری ہو اور اس عورت کا اس سے پردہ کرنا بھی دشوار ہو جیسا کہ

کا ابوحنیفہ کی بیوی کے ساتھ معاملہ تھا۔ اس طرح کے بڑی عمر کے آدمی کو اگر عورت نے دودھ پلادیا تو اس آدمی کے لیے

پینا قابل تا شیر ہوگا۔ نیز ایسی صورت کے علاوہ دودھ پینے کی مدت بچپن کی عمر ہی ہے۔ (۲)

تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

صنعانیؒ) انہوں نے اس تطبیق کو بہترین قرار دیا ہے۔ (۴)

یق حسن خانؒ) اسی کو برحق گردانتے ہیں۔ (۵)

[أعلام الموقعین (۴/۳۴۶)]

[مجموع الفتاویٰ (۶۰/۱۳۴)]

[أعلام الموقعین (۴/۳۴۶)]

[سبیل السلام (۱۵۳۳/۱۳)]

[الرضاعة الندية (۱۸۰/۲)]

متفرقات

658- دو سال تک دودھ پلانا جائز ہے ضروری نہیں

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ [البقرة: ۲۳۳] ”مکمل سال کی مدت اس کے لیے ہے جو رضاعت کو پورا کرنے کا ارادہ کرے۔“
 (قرطبی) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سال تک دودھ پلانا ضروری نہیں ہے کیونکہ دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا بھی جائز ہے۔ (۱)

659- کسی اور سے دودھ پلوانا بھی جائز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَأَلْتُمْ مِمَّا آتَيْنَا بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [البقرة: ۲۳۳] ”اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ تم ان کو دستہ کے مطابق جو دینا ہو (یعنی دودھ پلانے کا معاوضہ) وہ ان کے حوالے کر دو۔“

660- اگر کسی نے بہن کا دودھ پیا ہو تو باہم ان کی اولاد کا حکم

فی الحقیقت رضاعت سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب و ولادت سے ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة ﴾ (۲)
 اس حدیث کی رو سے دودھ پینے والا اپنی بہن کا رضاعی بیٹا ہوگا اور بہن کی اولاد اس کے رضاعی بہن بھائی ہوں گے اس کی اولاد کے چچا اور پھوپھیاں ہوں گے لہذا ان کا باہم نکاح جائز نہیں ہوگا۔

661- حق رضاعت کے متعلق ایک ضعیف روایت

جس روایت میں ہے کہ ”رضاعت کا حق (دودھ پلانے والی کو) ایک غلام یا لونڈی کی ادا ہوگی ہے۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۳)



(۱) [تفسیر قرطبی (۱۰۷/۳)]

(۲) [بخاری (۲۶۴۴)]

(۳) [ضعیف ابو داؤد (۴۴۵) ضعیف ترمذی (۱۹۶) ضعیف نسائی (۲۱۳) ابو داؤد (۲۰۶۴) کتاب النکاح:؛ فی الرضخ عند الفصائل، ترمذی (۱۱۵۳) أحمد (۴۵۰/۳) حمیدی (۸۷۷) نسائی (۳۳۲۹) دارمی (۱۵۷/۲)

پرو رش و تربیت کا بیان

باب الحضانة ❶

الأولی بالطفل أمه ما لم تنكح ۞ بچے کی سب سے زیادہ مستحق اس کی ماں ہے جب تک کہ وہ اور نکاح نہ کرے۔ ❶

❶ لغوی وضاحت: لفظ حضانة باب حَضَنَ (نصر) سے مصدر ہے اس کا معنی ”پرورش کرنا اور گود میں لینا“
تعمل ہے۔ باب اِحْتَضَنَ (افتعال) کا بھی یہی معنی ہے۔ الْحِضْنُ ”گود“۔ الْحَاضِنَةُ ”بچے کی پرورش کرنے والی
رت یعنی دایہ۔“ (۱)

عربی تعریف: جو اپنے معالے اپنی تربیت اور مہلک و ضرر رساں اشیاء سے اپنے بچاؤ میں مستقل نہیں ہے اس کی حفاظت کرنا
بضانت ہے۔ (۲)

❶ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا اے اللہ
رسول! یہ جو میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کے لیے برتن تھا، میری چھاتی (پستان) اس کے لیے مکھیزہ تھی اور میری آغوش
اس کے لیے جائے قرار تھی۔ اس کے والد نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب وہ مجھ سے اس بچے کو بھی چھین لینا چاہتا
ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اُنتِ اُحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكُحِي﴾ ”جب تک تو دوسرا نکاح نہیں کرتی اس وقت تک تو ہی اس
زیادہ حق دار ہے۔“ (۳)

اس حدیث میں مذکور تین اوصاف ایسے ہیں جو بچے کی پرورش میں ماں کے ساتھ ہی خاص ہیں لہذا پرورش کے استحقاق
بھی ماں کو باپ پر فوقیت حاصل ہے۔

بن تیمیہؒ بچے کی تربیت کے لیے باپ سے زیادہ حقدار ماں ہے کیونکہ وہ زیادہ رحمدل اس کی تربیت کو زیادہ سمجھنے والی اور
دہ صبر کرنے والی ہے۔“ (۴)

مدیق حسن خانؒ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ باپ سے زیادہ ماں بچے کی مستحق ہے۔ (۵)

واضح رہے کہ ماں کا یہ استحقاق اور برتری دوسرے نکاح سے پہلے ہے جب وہ اور نکاح کرے گی تو یہ حق ساقط ہو جائے
جیسا کہ گذشتہ حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿مَا لَمْ تَنْكُحِي﴾

([القاموس المحيط (ص/ ۱۵۳۶) المنجد (ص/ ۱۶۴) الصحاح (۲۱۰۲/۵)])

([سبل السلام (۱۵۶۱/۳)])

([حسن: صحیح ابو داؤد (۱۹۹۱) کتاب الطلاق: باب من أحق بالولد، ابو داؤد (۲۲۷۶) دارقطنی (۳۰۵/۳)])

حاکم (۲۰۷/۲) بیہقی (۵۰۴/۸) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔

([التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسام (۱۵۶۱/۳)])

([الروضة الندية (۱۸۳/۲)])

(شافعیہ، حنفیہ، مالک) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(ابن منذر) انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۲)

تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نکاح سے بھی یہ حق باطل نہیں ہوتا۔ حسن بصریؒ اور امام ابن حزمؒ بھی اسی

کے قائل ہیں۔ (۳)

لیکن یہ قول درست نہیں کیونکہ یہ گذشتہ صریح حدیث کے خلاف ہے۔

علما نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ مجرد عقد نکاح سے ہی ماں سے پرورش کا حق ساقط ہو جائے گا یا عقد کے بعد ہم

بستری کے ساتھ ساقط ہوگا۔

(ابو حنیفہ، شافعی) یہ حق مجرد عقد نکاح سے ہی ساقط ہو جائے گا۔

(مالک) ہم بستری کے بعد ساقط ہوگا۔ (۴)

(ابن قیم) انہوں نے پہلے قول کی طرف میلان ظاہر کیا ہے اور اسے جمہور کا مؤقف قرار دیا ہے۔ (۵)

(قرطبی) عقد کے ساتھ ہم بستری بھی ضروری ہے۔ (۶)

پھر خالہ مستحق ہے ① اور پھر والد۔ ②

ثُمَّ الْخَالَهُ ثُمَّ الْآبُ

① حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں دیا اور فرما

﴿الخاله بمنزلة الأم﴾ ”خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔“ (۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ﴿والحارية عند خالتها فان الخالدة والدة﴾ ”لڑکی اپنی خالہ کے پاس ہوگی

کیونکہ خالہ ماں ہے۔“ (۸)

یہ روایات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ خالہ بچے کی پرورش کرنے میں ماں کے درجہ میں ہے۔ امام شوکانیؒ نے اس

(۱)۔ [نیل الأوطار (۴۳۴/۱۴)]

(۲) [الإجماع لابن المنذر (۳۹۲)]

(۳) [الروضة الندية (۱۸۳/۲) المحلی (۳۲۹-۳۲۵/۱۰)]

(۴) [التعليقات الرضية للألبانی (۳۳۵/۲)]

(۵) [زاد المعاد (۱۸۶/۴)]

(۶) [تفسير قرطبي (۱۰۱/۳)]

(۷) [بخاری (۲۶۹۹) كتاب الصلح : باب كيف يكتب : هذا ما صالح فلان بن فلان..... مسلم (۱۷۸۳) ترمذی

(۱۹۰۴) بیہقی (۵/۸)]

(۸) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۴۶/۷-۲۴۸) أحمد (۹۸/۱) مشکل الآثار (۱۷۳/۴) ابو داود (۲۲۸۰) حاک

(۱۲۰/۳)]

اجماع نقل فرمایا ہے۔ (۱)

② اس کے متعلق کوئی واضح دلیل تو موجود نہیں البتہ نبی ﷺ کا والدہ سے کہنا کہ ﴿ أنت أحق به ما لم تنكحی ﴾ اس بات کا ثبوت ہے کہ نکاح کے بعد بچہ باپ کی کفالت و پرورش میں رہے گا اور اس طرح جس روایت میں بچے کو ماں اور باپ کے درمیان اختیار دینے کا ذکر ہے وہ بھی اس کا ثبوت ہے کہ ماں کے بعد باپ ہی مستحق ہے۔ تاہم خالہ کو ماں کے بعد اس لیے حق دیا گیا ہے کیونکہ اسے دوسری حدیث میں ماں کی جگہ قرار دیا گیا ہے لہذا ماں کے بعد خالہ کا اور پھر والد کا حق ہوگا۔

○ گذشتہ استحقاق پرورش کی تمام بحث ایسے بچے کے متعلق ہے جو ابھی صغریٰ یعنی بچپن میں ہو اور سن تیز کو نہ پہنچا ہو لیکن جب وہ سن شعور کو پہنچ جائے اور اسے تربیت و پرورش کی یکسر ضرورت نہ رہے تو اس صورت میں بچے کو ماں باپ کے درمیان اختیار دیا جائے گا جیسا کہ نبی ﷺ نے ایک بچے سے کہا ﴿ یا غلام ! هذا أبوك وهذه أمك فخذ بيد أبيهما شئت ﴾ ”اے لڑکے! یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے ان دونوں میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے۔“ پھر اس بچے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اسے لے کر چلتی بنی۔ (۲)

(شافعی، احمد، اسحاق) اسی کے قائل ہیں اور انہوں نے اختیار کی حد سات یا آٹھ سال مقرر کی ہے (لیکن سات یا آٹھ سال والا اثر ضعیف ہے)۔ (۳)

(ابوضیف) بچے کو اختیار نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ ماں کے پاس ہی رہے گا اور جب اس کا حق ساقط ہوگا تو باپ کے پاس رہے گا۔

(مالک) بچے کو اختیار نہیں دیا جائے گا اور لڑکیوں کی زیادہ حق دار ماں ہے حتیٰ کہ ان کا نکاح ہو جائے اور لڑکوں کا زیادہ مستحق باپ ہے حتیٰ کہ وہ جوان اور بالغ ہو جائیں۔ (۴)

گذشتہ صحیح حدیث امام مالک اور امام ابوضیف کے موقف کے خلاف حجت ہے۔ علاوہ ازیں اگر بچے سے والدین میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا مشکل ہو جائے تو قرعہ کے ذریعے فیصلہ کر دیا جائے گا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ استهما فیہ ﴾ ”تم دونوں اس بچے کے متعلق قرعہ ڈال لو۔“ (۵)

(۱) [نبیل الأوطار (۴/۴۳۳)]

(۲) [صحیح: إرواء الغلیل (۲۱۹۲) کتاب الطلاق: باب من أحق بالولد، ابو داود (۲۲۷۷) ترمذی (۱۳۵۷) نسائی (۳۴۹۶) ابن ماجہ (۲۳۵۱) أحمد (۷۳۴۶-۷۳۴۷) مشکوٰۃ الآثار (۱/۱۷۶)] امام زبیلی اور حافظ ابن حجر نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [نصب الرایة (۲/۲۶۹) تلخیص الحییر (۱/۱۲۴)]

(۳) [إرواء الغلیل (۲/۱۹۵)]

(۴) [الأم (۹۲/۵) المبسوط (۲/۱۱۵) المغنی (۴/۴۳۵) تفسیر قرطبی (۱/۸۱۳)]

(۵) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۹۹۲) کتاب الطلاق: باب من أحق بالولد، ابو داود (۲۲۷۷) نسائی (۱۸۵/۶)]

ابن ابی شیبہ (۲/۲۳۷)

(ابن قیمؒ) جس میں بچے کے لیے مصلحت اور خیر خواہی کا پہلو زیادہ ہو اسے اختیار کرنا چاہیے۔ اگر باپ کے مقابلے میں ماں زیادہ صحیح تربیت اور حفاظت کر سکتی ہو اور غیرت مند عورت ہو تو ماں کو باپ پر ترجیح دی جائے گی۔ اس صورت میں قرعہ اندازی یا اختیار میں سے کسی چیز کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا کیونکہ بچہ تو کم فہم و کم عقل اور نادان و ناعاقبت اندیش ہوتا ہے۔ ماں باپ میں سے جو بچے کا زیادہ خیال رکھنے والا ہو بچہ اس کے حوالے کر دیا جائے۔ (اگر ماں سے زیادہ باپ میں یہ اوصاف موجود ہوں تو بچہ باپ کے حوالے کر دیا جائے پھر وہی اس کی تربیت کا ذمہ دار ہوگا۔) شریعت اس کے علاوہ کسی چیز کی متحمل نہیں ہو سکتی اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو.....“ (۱)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔“ [التحریم : ۶] پس جب ماں اسے مکتب و مدرس میں چھوڑتی ہو اور اسے قرآن سکھاتی ہو اور بچہ کھیل کود اور اپنے ساتھیوں سے میل جول کو ہی ترجیح دیتا ہو اور اس کا والد اسے ان کاموں کی اجازت دیتا ہو تو ماں ہی اس کی زیادہ مستحق ہے۔ ایسی صورت میں اختیار اور قرعہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح اس کے برعکس (اگر والدین سکھاتا ہو اور ماں کھیل کود کی اجازت دیتی ہو تو باپ زیادہ مستحق) ہے۔ (۲)

(امیر صنعانیؒ) یہ (یعنی ابن قیمؒ کا) کلام نہایت ہی عمدہ ہے۔ (۳)

(ابن تیمیہؒ) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(البانیؒ) انہوں نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے (یعنی جس میں بچے کی مصلحت زیادہ ہو اسی کو اختیار کیا جائے)۔ (۵)

(راجع) یہی موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

پھر حاکم رشتہ داروں میں سے اسے (ولی) مقرر کرے گا جس میں	ثُمَّ يُعَيِّنُ الْحَاكِمُ مِنَ الْقَرَابَةِ مَنْ رَأَىٰ فِيهِ
(پرورش کی) صلاحیت دیکھے گا ❶ اور مضبوط عمر کو پہنچ جانے کے بعد بچے کو	صَلَاحًا وَ بَعْدَ بُلُوغِ سِنِّ الْاِسْتِقْلَالِ
اس کے باپ اور اس کی ماں کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ ❷	يُخَيِّرُ الصَّبِيَّ بَيْنَ اَبِيهِ وَ اُمِّهِ

❶ کیونکہ جب ماں خالہ اور باپ تینوں موجود نہیں تو بچہ یقیناً کسی ایسے شخص کا محتاج ہے جو اس کی پرورش تربیت اور دیکھ بھال کرے اور یہ بات معروف ہے کہ دیگر تمام افراد سے قریبی رشتہ دار ہی یہ ذمہ داری زیادہ خوش اسلوبی، شفقت اور رحمتی سے نبھاسکتے ہیں۔ لہذا حاکم وقت ان میں سے کسی کو جس میں زیادہ صلاحیت ہے بچے کا نگران و مربی مقرر کر دے۔

(۱) [ابو داؤد ((۴۹۴))]

(۲) [زاد المعاد (۴۷۴/۵-۴۷۵)]

(۳) [سبل السلام (۱۰۶۴/۳)]

(۴) [نیل الأوطار (۴۳۶/۴)]

(۵) [التعليقات الرضية على الروضة (۲/۳۳۸)]

② (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَبِرَ غُلَامًا بَيْنَ أُمِّهِ وَأُمِّهِ﴾ ”نبی ﷺ نے ایک لڑکے کو س کے باپ اور اس کی ماں کے درمیان اختیار دیا۔“ (۱)

(2) حضرت رافع بن شیخ بن ثعلبہ سے مروی ہے کہ وہ خود مسلمان ہو گئے اور ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو نبی ﷺ نے ماں کو ایک طرف اور باپ کو دوسری طرف بٹھا دیا اور بچے کو دونوں کے درمیان بٹھا دیا تو بچہ ماں کی جانب مائل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ﴿اللَّهُمَّ اهْدِهِ﴾ ”اے اللہ! اسے ہدایت دے۔“ اس پر وہ بچہ باپ کی طرف مائل ہو گیا اور باپ نے بچے کو پکڑ لیا۔ (۲)

(عبدالرحمن مبارکپوری) ان احادیث سے ظاہر ہے کہ اولاد میں سے ایسا بچہ جو تیز کو پہنچ چکا ہو اسے اختیار دینا واجب ہے۔ بغیر اس فرق کے کہ وہ مذکر ہے یا مؤنث۔ (۳)
مزید تفصیل پچھلے مسئلہ میں بیان کر دی گئی ہے۔

فَإِنْ لَمْ يُولَدْ أُمَّكَ لَهُ مَنْ كَانَ لَهُ لِي كَفَالِيهِ	اگر کوئی ایسا شخص نہ ملے (جسے نص شرعی نے مقرر کیا ہے) تو وہ شخص اس
مَصْلَحَةٍ	کی کفالت کرے جس کی کفالت میں مصلحت ہو۔ ①

① کیونکہ وہ بچہ اس کا محتاج ہے لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کی پرورش کی ذمہ داری قبول کریں اور اس کے مال کو صحیح طور پر صرف کریں جیسا کہ کتاب اللہ میں تیسوں کے اموال کے متعلق تعبیر کر دی گئی ہے۔

متفرقات

662- حضانت کے متعلق پانچ فیصلے

(ابن قیم) نبی ﷺ نے حضانت (بچے کی پرورش) کے متعلق پانچ فیصلے فرمائے ہیں:

(1) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا فیصلہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ﴿السَّخَالَةُ بِحَنْزَلَةَ الْأُمِّ﴾ ”خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔“ (۴)

(2) ایک آدمی اپنے نابالغ بچے کو لایا کہ جس کے متعلق اس نے اور اس کی ماں نے جھگڑا کیا اور یہ شخص مسلمان نہیں ہوا تھا تو

(1) [صحیح: التعليقات الرضية على الروضة (۳۳۹/۲) ترمذی (۱۳۹۷) کتاب الأحكام: باب ما جاء في تخيير

الغلام بين أبويه إذا افرقا، ابن ماجه (۲۳۵۱) أحمد (۴۴۷/۲) نسائي (۳۴۹۶)]

(2) [صحیح: صحيح ابو داود (۱۹۶۳) كتاب الطلاق: باب إذا أسلم أحد الأبوين مع من يكون الولد، ابو داود

(۲۲۴۴) نسائي (۳۴۹۵) حاكم (۲۰۶/۲) ابن ماجه (۲۳۵۲) دارقطنی (۴۴۳/۴)]

(3) [تحفة الأحوذی (۶۷۹/۴)]

(4) [بخاری (۲۶۹۹) كتاب الصلح: باب كيف يكتب هذا ما صالح فلان بن فلان]

رسول اللہ ﷺ نے باپ کو ایک طرف اور ماں کو دوسری طرف بٹھا دیا پھر بچے کو اختیار دیا اور کہا ”اے اللہ! اسے ہدایت دے۔“ تو وہ بچہ اپنی ماں کی طرف مائل ہو گیا۔ (۱)

(۳) رافع بن سنان مسلمان ہو گئے اور ان کی بیوی مسلمان نہ ہوئی..... بچی ماں کی طرف مائل ہوئی تو نبی ﷺ نے دعا کی ”اے اللہ! اسے ہدایت دے“ تو وہ اپنے باپ کی طرف مائل ہو گئی پھر اس نے بچی کو پکڑ لیا۔ (۲)

(۴) نبی ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میرا شوہر میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے..... الخ۔ (۳)

(۵) ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا ”یہ میرا بیٹا ہے۔ میرا پیٹ اس کے لیے برتن تھا..... الخ۔ (۴) یہ وہ پانچ فیصلے ہیں کہ جن پر پرورش و تربیت کے مسائل کا دارومدار ہے۔ (۵)

663- بچہ کسی کے پاس بھی ہو لیکن جب ماں یا باپ میں سے کسی کو ملنا چاہیے

تو اسے اجازت دینی چاہیے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعته الله﴾ ”رشتہ تاجہ عرش سے لٹکا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ جو مجھے ملے اللہ سے ملے اور جو مجھے کاٹے اللہ سے کاٹے۔“ (۶)



(۱) [ذکرہ أحمد]

(۲) [ابو داؤد (۲۲۴۴)]

(۳) [ابو داؤد (۲۲۷۷)]

(۴) [ابو داؤد (۲۲۷۶)]

(۵) [أعلام الموقعين (۴/۳۶۰-۳۶۱)]

(۶) [مسلم (۲۰۰۰) کتاب البر والصله : باب صلة الرحم وتحريم قطعيتها]

کتاب البيوع

خرید و فروخت کے مسائل

- | | | |
|--------------------------|---|--------------------------------------|
| باب أنواع البيوع المحرمة | • | حرام بیوع کی اقسام کا بیان |
| باب الربا | • | سود کا بیان |
| باب الخيارات | • | اختیار کا بیان |
| باب السلم | • | بیع سلم کا بیان |
| باب القرض | • | قرض کا بیان |
| باب الشفعة | • | شفعہ کا بیان |
| باب الإجارة | • | اشیاء کو ٹھیکے پر دینے کا بیان |
| باب الإحياء والإقطاع | • | زمین کی آباد کاری اور عنایات کا بیان |
| باب الشركة | • | شرکت کا بیان |
| باب الرهن | • | گروی رکھنے کا بیان |
| باب الوديعة والعارية | • | امانت اور ادھار کا بیان |
| باب الغصب | • | غصب کا بیان |
| باب العتق | • | غلام کی آزادی کا بیان |
| باب الوقف | • | وقف کا بیان |
| باب الهدية | • | ہدیہ کا بیان |
| باب الهبة | • | ہبہ کا بیان |

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ﴾ [البقرة: ۲۷۵]

”اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إِنَّ الرِّزْقَ لِيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهُ أَجَلُهُ ﴾

”رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اسے

تلاش کرتی ہے۔“

[صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۷۰۳)]

کتاب البیوع ❶

خرید و فروخت کے مسائل

حرام بیوع کی اقسام

باب انواع البیوع المحرمة

المُعْتَبَرُ فِيهِ مُجَرَّدُ التَّرَاضِي وَ لَوْ بِإِشَارَةِ مَنْ قَادِرٍ عَلَى النُّطْقِ (بیع کے صحیح ہونے میں) صرف بائع اور مشتری کی رضامندی ضروری ہے ❷ خواہ یہ ایسے شخص کے محض اشارے کے ساتھ ہی ہو جو بولنے کی طاقت رکھتا ہو۔ ❸

❶ لغوی وضاحت: لفظ بیوع بیع کی جمع ہے جو باب باع یَبِيعُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”بیچنا“ فروخت کرنا اور بعض اوقات خریدنا بھی ”مستعمل ہے۔ باب بايع اور تباع (مفاعلة، تفاعل) ”باہم خرید و فروخت کرنا“ باب ابتاع (افتعال) ”خریدنا“۔ باب أباع (إفعال) ”بیچنے کے لیے پیش کرنا“۔ بابع اور بیع ”بیچنے والا“۔ مُشْتَبِرٌ وَ ضَارٌ ”خریدار۔“ (۱)

شرعی تعریف: (ابن قدامہ) ایک مال دوسرے کی ملکیت میں دیتے ہوئے اور اس کا مال اپنی ملکیت بناتے ہوئے باہم تبادلہ کرنا۔ (۲)

(نووی) ملکیت بنانے کی غرض سے مال کو مال سے بدلنا۔ (۳)

مشروعیت: اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ ﴾ [البقرة: ۲۷۵]

”اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے۔“

(2) ﴿ وَأَشْهَدُوا إِذَا تَبَايعْتُمْ ﴾ [البقرة: ۲۸۲]

”جب ایک دوسرے سے خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لو۔“

(3) ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ [البقرة: ۱۹۸]

”تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔“

(4) ﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ ﴾ [الجمعة: ۱۰-۱۱]

”جب نماز مکمل کر دی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔“

(۱) [المنجد (ص/۸۱) القاموس (ص/۶۳۴)]

(۲) [المغنی (۳/۵۰۹)]

(۳) [مغنی المحتاج (۲/۲)]

(5) حضرت رافع بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا ﴿ای الکسب اطیب؟﴾ ”کون سی کمائی پاکیزہ تر ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور﴾ ”آدی کی اپنے ہاتھ سے کمائی اور ہر قسم کی تجارت جو دھوکہ اور فریب دہی سے پاک ہو۔“ (۱)

(1) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنِ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ [النساء: ۲۹]

”اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ، الا کہ تمہاری باہمی رضامندی سے خرید و فروخت (تو جائز ہے)۔“

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيبة من نفسه﴾ ”کسی مسلمان آدی کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہوتا۔“ (۲)

(3) حدیث نبوی ہے کہ ﴿إنما البيع عن تراض﴾ ”صرف خرید و فروخت باہمی رضامندی سے ہی (جائز) ہے۔“ (۳)

③ اللہ تعالیٰ نے ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف مال کے منتقل ہونے میں صرف (فریقین کی) باہمی رضامندی اور دلی خوشی کا ہی تقاضا کیا ہے خواہ وہ کسی بھی لفظ یا صفت پر واقع ہو جائے اور خواہ وہ (رضامندی) مجر و اشارے یا کتابت کے ذریعے ہی ہو جائے۔ جب یہ چیز حاصل ہو جائے اور بائع (فروخت کار) اور مشتری (خریدار) دونوں مجلس سے جدا ہوتے وقت رضامند ہوں تو (سمجھ لو) فروخت کی جانے والی چیز بائع کی ملکیت سے مشتری کی ملکیت میں منتقل ہوگئی جبکہ وہ ایسی اشیا میں سے ہو جن کی تجارت جائز ہے۔ (۴)

664- صحت تجارت کے لیے مالک کا مکلف (خود مختار) ہونا ضروری ہے

(1) کیونکہ جب تک وہ سن تکلیف کو نہیں پہنچتا اس کا مال میں تصرف درست نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِنْ أَسْتَمْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ﴾ [النساء: ۶]

”اگر تم ان میں ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو ان کے مال انہیں سوئپ دو۔“

(2) خود مختار ہونا اس لیے ضروری ہے کیونکہ صحت تجارت کے لیے رضامندی اور قلبی خوشی کی شرط لگائی گئی ہے جیسا کہ ابھی

پیچھے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔

(۱) [بزار (۱۲۵۸/۱۲۵۷) حاکم (۲۰۱۲) أحمد (۱۴۱/۱۴) طبرانی (۲۷۶/۱۴) تلخیص الحبیبر (۳/۳) شیخ محمد صلی حلاق

نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۸/۵)]

(۲) [حسن: إرواء الغلیل (۲۸۱/۵) بیہقی (۹۷/۶)]

(۳) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۲۸۳) ابن ماجہ (۲۱۸۵)]

(۴) [السبل الحرار (۶/۳)]

665- تجارت کے وقت قرض لکھنا اور گواہ بنانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَعْتُمْ بَدِينِ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ..... وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ ﴾ [البقرة: ۲۸۲]

”اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک دوسرے سے مقررہ معاہدہ پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور لکھنے والے کو چاہیے کہ تمہارا آپس کا معاملہ عدل و انصاف سے لکھے۔ کاتب کو چاہیے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے سکھایا ہے پس اسے بھی لکھ لینا چاہیے اور جس کے ذمہ حق ہو وہ لکھوائے اور اپنے اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ کمی نہ کرے۔ ہاں جس شخص کے ذمہ حق ہے وہ اگر نادان ہو یا کمزور ہو یا لکھوانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوادے اور اپنے میں سے دوسرے گواہ رکھ لو۔“

وَلَا يَحْزُرُ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخَنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ ۚ شَرَابٌ مُرَادٌ خنزیر اور بتوں کی تجارت جائز نہیں۔ ❶

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخَنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب، مراد، خنزیر اور بتوں کی تجارت حرام کی ہے۔“ (۱)
(ابن حجر) خنزیر کے تمام اجزا کی تجارت بالاجماع حرام ہے۔ (۲)
(شوکانی) ”مراد کی کسی چیز سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، الا کہ جسے کوئی دلیل خاص کر دے مثلاً رنگا ہوا چمڑا وغیرہ۔“ (۳)

وَالْكَلْبِ وَالسَّنُورِ وَالذَّم ۚ كَتَبْتُ بِلِيٍّ ❶ اور خون (کی تجارت جائز نہیں)۔ ❷

❶ (۱) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔“ (۴)
(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسَّنُورِ﴾ ”نبی ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔“

- (۱) [بخاری (۲۲۳۶، ۴۲۹۶) کتاب البیوع: باب بیع المیتة والأصنام، مسلم (۱۵۸۱) أحمد (۳۲۴/۳) ابو داود (۳۴۸۶) ترمذی (۱۲۹۷) ابن ماجہ (۲۱۶۷) نسائی (۳۰۹۱۷) ابن الجارود (۵۷۸) بیہقی (۱۲/۶)]
- (۲) [فتح الباری (۱۷۸/۵)]
- (۳) [نیل الأوطار (۵۸/۳)]
- (۴) [بخاری (۲۲۳۷) کتاب البیوع: باب ثمن الكلب، مسلم (۱۵۶۷) ابو داود (۳۴۸۱) ترمذی (۱۲۷۶) نسائی (۳۰۹۱۷) ابن ماجہ (۲۱۵۹) أحمد (۱۱۸/۴) دارمی (۱۷۰/۲) شرح معانی الآثار (۵۱/۴) شرح السنة (۲۱۵/۴)]
- [مسلم (۱۵۶۹) کتاب المساقاة: باب تحريم ثمن الكلب..... أحمد (۳۱۷/۳) ابو داود (۳۴۷۹) ترمذی (۱۲۷۹)]

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ عن ثمن الکلب إلا کلب صید﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے کے علاوہ کسی بھی کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(شوکانیؒ) اگر (استثناء والی) حدیث قابل حجت ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے شکاری کتے کے علاوہ باقی کتوں کی تجارت حرام ہوگی۔“ (۲)

(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(جمہور، شافعیؒ) کتے کی تجارت مطلقاً حرام ہے۔

(ابوضیفہؒ) کتے کی تجارت مطلقاً حرام ہے۔

(عطاءؒ، حنفیؒ) صرف شکاری کتے کی تجارت جائز ہے۔ (۴)

(راجح) امام حنفیؒ وغیرہ کا قول راجح ہے کیونکہ گذشتہ سنسن نسائی کی صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔

666۔ جو کتے کو مارے کیا وہ اس کی قیمت ادا کرے گا؟

(جمہور) قیمت کی ادائیگی واجب نہیں (کیونکہ اس کی تجارت حرام ہے)۔

(ابوضیفہؒ) قیمت ادا کرنا واجب ہے (کیونکہ اس کی تجارت جائز ہے)۔

(مالکؒ) اس کی تجارت تو جائز نہیں لیکن اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہے۔ (۵)

(راجح) اگر ایسے کتے کو مارا گیا ہے جس کی خرید و فروخت جائز ہے (مثلاً شکاری کتا وغیرہ) تو اس کی قیمت ادا کی جائے گی جبکہ اس کے علاوہ دوسرے کتوں کی قیمت ادا کرنا ضروری نہیں۔

○ بلی کی تجارت میں بھی اختلاف ہے:

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، طاؤسؒ، مجاہدؒ) بلی کی تجارت حرام ہے۔

(جمہور) بلی کی بیع جائز ہے کیونکہ ممانعت والی حدیث ضعیف ہے۔

(امیر صنعانیؒ) حدیث کو ضعیف کہنے والوں کی بات مردود ہے۔

(۱) [صحیح : صحیح نسائی (۴۳۵۳) صحیح ابن ماجہ (۲۱۶۱) صحیح الجامع (۶۹۴۶) نسائی (۴۶۶۸) ترمذی

(۱۲۸۱)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبیل السلام (۱۰۴۶/۳)]

(۲) [نیل الاوطار (۵۱۲/۳)]

(۳) [سبیل السلام (۱۰۴۶/۳)]

(۴) [فتح الباری (۱۷۹/۵) نیل الاوطار (۵۱۲/۳) الروضة الندية (۱۹۴/۲)]

(۵) [الأم (۱۶/۳) بدائع الصنائع (۳۰۰/۶) الحجة علی أهل المدينة (۷۵۴/۲) الکافی لابن عبدالبر (ص ۳۲۷)]

[الحرشی (۱۶/۵) المغنی (۳۵۲/۶) کشف القناع (۱۵۴/۳)]

- (عبدالرحمن مبارکپوری) حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں۔ (۱)
 (راجح) بلی کی تجارت حرام ہے کیونکہ گذشتہ صحیح حدیث اس کی دلیل ہے۔ (۲)
 (۱) حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن رسول الله حرم ثمن الدم ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے خون کی قیمت حرام قرار دی ہے۔“ (۳)
 (۲) خون کی بیع بالا جماع حرام ہے۔ (۴)

وَعَسْبِ الْفَحْلِ وَكُلِّ حَرَامٍ
 نرچڑھانے اور ہر حرام چیز (کی تجارت جائز نہیں)۔

- ① لفظ عسب باب عَسَبَ يَعْسِبُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ یہ ”نر کی جفتی یا اس سے خارج ہونے والے پانی یا اس کی نسل و اولاد یا جفتی کے عوض کرایہ دینے“ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (۵)
 اور نخل ”نر حیوان“ کو کہتے ہیں مثلاً گھوڑا اونٹ یا بکرا وغیرہ۔ (۶)
 (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي نهى عن ثمن عسب الفحل ﴾ ”نبی ﷺ نے نر کی جفتی کے معاوضے کو ممنوع قرار دیا ہے۔“ (۷)
 (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي نهى عن بيع ضراب الحمل ﴾ ”نبی ﷺ نے اونٹ کی جفتی کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔“ (۸)
 (جمہور، شوکانی) نر کی جفتی کا معاوضہ لینا حرام ہے۔
 (مالک، حسن، ابن سیرین) نر کو جفتی کے لیے معلوم مدت تک اجرت پر دینا جائز ہے۔ (۹)
 (۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے نر کی جفتی کے معاوضے کے متعلق دریافت کیا.....
 ﴿ فرخص له الكرامة ﴾ ”تو آپ ﷺ نے اسے ”کرامہ“ کی اجازت دے دی۔“ (۱۰)

(۱) [ابن أبي شيبة (۴۰۲/۴) سبل السلام (۱۰۵۲/۳) تحفة الأحوذی (۵۶۸/۴)]

(۲) [نيل الأوطار (۵۱۳/۳)]

(۳) [بخاری (۲۰۸۶) کتاب البیوع : باب موکل الربا، أحمد (۳۰۸/۴) ابو داود (۳۴۸۳) بیہقی (۶/۶)]

(۴) [فتح الباری (۱۸۰/۵)]

(۵) [القاموس المحيط (ص/۱۰۶) النهاية (۲۳۴/۳)]

(۶) [القاموس المحيط (ص/۹۳۸)]

(۷) [بخاری (۲۲۸۴) کتاب الإجارة : باب عسب الفحل، ابو داود (۳۴۲۹) ترمذی (۱۲۷۳) نسائی (۳۱۰/۷)]

حاکم (۴۲/۲) ابن الجارود (۵۸۲) بیہقی (۳۳۹/۵) أحمد (۱۴/۲)

(۸) [مسلم (۱۵۶۵) نسائی (۳۱۰/۷) أبو یعلیٰ (۱۸۱۶)]

(۹) [نيل الأوطار (۵۱۵/۳)]

(۱۰) [ترمذی (۱۲۷۴) نسائی (۳۱۰/۷) بیہقی (۳۳۹/۵)]

”کسرامۃ“ ایسے عطیے (یاد دہیے) کو کہتے ہیں جو بغیر کسی شرط کے نذری حقیقی کے عوض (فائدہ حاصل کرنے والا مالک کے لیے) پیش کرتا ہے۔ (۱)

○ بغیر معاوضے کے حقیقی کی غرض سے زنا نوردینے کی ترغیب میں ایک حدیث مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿من اطرق فرسا فاعقب کان له کاجر سبعین فرسا﴾ ”جس نے حقیقی کے لیے عاریتاً گھوڑا دیا پھر کوئی اس کا جائنشین بھی بنا (یعنی اس سے اولاد ہوئی) تو اس کے لیے ستر گھوڑوں کے معاوضے کی مانند اجر ہے۔“ (۲)

② (۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیونکہ اس سے کشتیوں کو طلا کیا جاتا ہے چمڑوں کو چمکنا کیا جاتا ہے اور لوگ اسے جلا کر روشنی حاصل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لا، ہو حرام﴾ ”نہیں، وہ بھی حرام ہے۔“ پھر اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿قاتل اللہ الیہود ان اللہ لما حرم علیہم شحومها حملوه ثم باعوه فاکلوا ثمنہ﴾ ”اللہ تعالیٰ یہود کو عارت کرے کہ جب اللہ تعالیٰ نے چربیوں کو ان کے لیے حرام کر دیا تو انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کر دیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے جب ان پر چربیوں کو حرام کیا گیا تو وہ انہیں بیچ کر ان کی قیمت کھا گئے ﴿وان اللہ إذا حرم علی قوم اکل شیء حرم علیہم ثمنہ﴾ ”اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر کوئی چیز کھانا حرام کر دیتے ہیں تو اس کی قیمت بھی حرام کر دیتے ہیں۔“ (۴)

وَفَضَّلَ الْمَاءَ وَمَا فِيهِ عَزْرًا (ضرورت سے) زائد پانی اور جس میں دھوکہ ہو (اس کی تجارت جائز نہیں)۔

① (۱) حضرت ایسا بن عبد بنی شہ سے مروی ہے کہ ﴿ان النبی ﷺ نہی عن بیع فضل الماء﴾ ”نبی ﷺ نے ضرورت سے زائد پانی کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔“ (۵)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ عن بیع فضل الماء﴾ ”نبی ﷺ نے ضرورت سے زائد

(۱) [الروضة الندية (۱۹۵/۲)]

(۲) [أحمد (۲۳/۴) ابن حبان (۴۶۷۹) طبرانی کبیر (۸۵۳) امام بیہقی نے اس کے جلال کو ثقہ کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۲۶۹/۵)]

(۳) [بخاری (۲۲۳۶) کتاب البیوع : باب بیع المیتة والأصنام، مسلم (۱۵۸۱) أحمد (۳۲۴/۳) ابو داود (۳۴۸۶) ترمذی (۱۲۹۷) نسائی (۳۰۹/۷) ابن ماجہ (۲۱۶۷) أبو یعلیٰ (۱۸۷۳) ابن الحارود (۵۷۸) بیہقی (۱۲/۶) شرح السنة (۲۱۸/۴)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۹۷۸) کتاب البیوع : باب فی ثمن الخمر والمیتة، ابو داود (۳۴۸۸) أحمد (۲۴۷/۱)]

(۵) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۰۰۷) ابو داود (۳۴۷۸) کتاب البیوع : باب فی بیع فضل الماء، ترمذی (۱۲۷۱) نسائی (۳۰۷/۷) بیہقی (۱۵/۶) أحمد (۱۳۲/۲)]

پانی کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں حدیث مروی ہے ﴿ لا یمنع فضل الماء لیمنع به فضل الکلاء ﴾ ”زائد پانی سے نہ روکا جائے تاکہ اس کے ذریعے زائد گھاس سے بھی روکا جائے۔“ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿ لا یباع فضل لماء لیباع به الکلاء ﴾ ”زائد پانی فروخت نہ کیا جائے تاکہ اس کے ساتھ گھاس بھی فروخت کی جائے۔“ (۲)

وہ حدیث جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب فرمایا ﴿ من یشتری بئر رومة فیوسع بها علی المسلمین ولہ الجنة ﴾ ”کون بئر رومہ خرید کر اس کے ذریعے مسلمانوں پر فراخی کرے گا اور اسے جنت بھی ملے گی“ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کنواں اس بیہودی سے خرید کر کہ جو اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔“ (۳)

بظاہر گذشتہ احادیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا بعد میں جب سلام کے احکام مقرر ہو گئے تو آپ ﷺ نے پانی کی خرید و فروخت کو حرام قرار دے دیا۔ (۴)

○ یاد رہے کہ زائد پانی فروخت کرنے کی ممانعت ہے۔ اپنی ملکیت کی جگہ فروخت کرنے کی ممانعت نہیں ہے اس لیے اگر کوئی اپنا کنواں وغیرہ فروخت کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

● دھوکے کی بیع سے مراد ایسی بیع ہے جس کا انجام معلوم نہ ہو۔ اس خیال کی وجہ سے کہ پتہ نہیں ایسا ہوگا کہ نہیں ہوگا مثلاً ماگے ہوئے غلام کی بیع، ہوا میں پرندے کی بیع، پانی میں مچھلی کی بیع اور غائب و مجہول چیز کی بیع وغیرہ۔ (۵)

1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ نہی عن بیع الغرر ﴾ ”نبی ﷺ نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔“ (۶)

2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تشتروا السمک فی السماء فإنہ غرر ﴾ ”مچھلی کو پانی میں مت خریدو کیونکہ یہ دھوکہ ہے۔“ (۷)

نوویؒ) دھوکے کی تجارت سے ممانعت کتاب البیوع کے اصول میں سے ایک عظیم اصل ہے اور اس میں ان گنت مسائل ہیں

1) [مسلم (۱۰۶۵) ابن ماجہ (۲۴۷۷) أحمد (۳۵۶/۳) ابن الحارود (۵۹۵) حاکم (۴۴/۲) بیہقی (۱۵۱/۶)]

2) [بخاری (۲۳۵۳) مسلم (۱۵۶۶)]

3) [بخاری (۲۷۷۸) ترمذی (۳۶۹۹) نسائی (۲۳۶/۶)]

4) [نبیل الأوطار (۵۱۴/۳-۵۱۵)]

5) [تحفة الأحوذی (۴۸۳/۴)]

6) [مسلم (۱۵۱۳) کتاب البیوع: باب بطلان بیع الحصاة..... ابو داؤد (۳۳۷۶) ترمذی (۱۲۳۰) نسائی

(۲۶۲/۷) ابن ماجہ (۲۱۹۴) أحمد (۲۷۶/۲) دارمی (۲۵۱/۲) ابن الحارود (۵۹) دارقطنی (۱۵۱/۳) بیہقی

(۲۶۶/۵) شرح السنة (۲۹۷/۴)]

7) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغير (۶۲۳۱) أحمد (۳۸۸/۱)]

مثلاً بھاگے ہوئے غلام کو فروخت کرنا 'معدوم و مجہول شے کی بیع' جسے انسان کسی کے سپرد کرنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو (اس کی بیع) وہ چیز جسے فروخت کرنے والا اس پر مکمل ملکیت نہ رکھتا ہو (اس کی بیع) کثیر پانی میں موجود مچھلی کی بیع جانور کے تھنوں میں موجود دودھ کی بیع پیٹ میں موجود جنین (یعنی پیٹ کے بچے) کی بیع، مبہم یعنی غیر واضح غلے کے انبار و ڈھیر میں سے بعض حصے کی بیع، بہت زیادہ کپڑوں میں سے کسی ایک کپڑے کی بیع اور بہت سی بکریوں میں سے کسی ایک بکری کی بیع وغیرہ۔ ایسی ہی کئی دیگر مثالیں بھی موجود ہیں۔ اس قسم کی ہر بیع باطل ہے کیونکہ اس میں بلا ضرورت دھوکہ پایا جاتا ہے۔ (۱)

○ جن اشیاء میں تھوڑا بہت دھوکہ ہو ان کے جواز پر اجماع ہے مثلاً گھر، جانور اور کپڑے وغیرہ کو ایک مہینے کے لیے اجرت پر دینا جائز ہے اگرچہ (اس میں یہ دھوکہ موجود ہے کہ) مہینہ کبھی تیس (30) دن کا ہوتا ہے اور کبھی آنتیس (29) دن کا۔ اور اسی طرح اجرت دے کر حمام میں داخل ہونے کے جواز پر بھی اجماع ہے اگرچہ (اس میں بھی یہ دھوکہ ہے کہ) لوگ پانی استعمال کرنے کے لحاظ سے مختلف ہیں (یعنی کوئی کم استعمال کرتا ہے اور کوئی زیادہ)۔ (۲)

حاملہ کے حمل کی بیع ① ایک دوسرے کی طرف اپنا مال پھینک کر بیع کرنا اور مال کو ہاتھ لگا کر سودا کرنا بھی جائز نہیں۔ ②	وَحَيْلِ الْحَبْلَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمَلَامَسَةِ
---	---

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ عن بیع حبل الحبلۃ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے" اور یہ بیع دور جاہلیت میں تھی ﴿کان الرجل یتباع الحزور الی أن تنتج الناقۃ ثم تنتج التی فی بطنها﴾ "آدمی اونٹنی اس شرط پر خریدتا کہ اس کی قیمت اس وقت دے گا جب اونٹنی بچہ جنے گی، پھر وہ بچہ جو اونٹنی کے پیٹ میں ہے وہ (آگے ایک بچہ) جنے گا۔" (۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن رسول اللہ نہی عن بیع الملائیح والمضامین﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائح اور مضامین کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔" (۴)

"مضامین" لفظ مضمونہ کی جمع ہے اس کا مطلب "نزاونٹ وغیرہ کی پشت میں منی کے قطرات" (جن سے بچے بنتے ہیں) ہے۔

"ملائح" لفظ ملقوہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد "وہ بچے ہیں جو مادہ جانوروں کے پیٹوں میں ہیں۔" (۵)

(۱) [شرح مسلم (۴۱۶/۵)]

(۲) [تحفة الأحمودی (۴۸۳/۴)]

(۳) [مسلم (۱۰۱۴) کتاب البیوع : باب تحریم بیع حبل الحبلۃ، موطا (۶۵۳/۲) بخاری (۲۱۴۳) ترمذی (۱۲۲۹)]

ابو داؤد (۳۳۸۰) أحمد (۶۳/۲) نسائی (۴۶۲۴)]

(۴) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۶۹۳۷) کشف الأستار للیزار (۱۲۶۷) نصب الرایۃ (۱۰۱/۴)]

(۵) [سبل السلام (۱۱۰۵/۳) المسوی (۲۳/۲)]

حبل الجبلہ کی دو مشہور تفسیریں ہیں:

- (1) (مالک، شافعی) مادہ جانور کے پیٹ میں پرورش پانے والا بچہ پیدائش کے بعد جوان ہو کر جو بچہ بنے گا اس کی بیع حرام ہے۔
 - (2) (احمد، اسحاق، ترمذی) اس قیمت پر جانور دینا کہ یہ جو بچہ بنے گا اس کا بچہ مجھے دینا ہوگا۔
- ابن حجر، نووی) انہوں نے پہلے مذہب کو ترجیح دی ہے۔

C اس بیع سے ممانعت کا سبب یہ ہے کہ یہ معدوم و مجہول شے کی بیع ہے اور دھوکے کی بیع میں داخل ہے۔ (۱)

● حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ من الملامسة والمنابذة فی البیع﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے بیع میں ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا ہے۔“

”بلامسہ“ یہ ہے کہ ”خریدار کپڑا بیچنے والے کے کپڑے کو رات یا دن میں ہاتھ لگاتا ہے اور اسے الٹ پلٹ کر کے میں دیکھتا اور ”منابذہ“ یہ ہے کہ ”ایک شخص دوسرے شخص کی طرف اپنا (برائے فروخت) کپڑا پھینکتا ہے اور بلاغور و فکر پر بلا رضامندی کے ان کے درمیان بیع پختہ ہو جاتی ہے۔“ (۲)

شوکانی) بیع ملامسہ اور منابذہ سے روکنے کا سبب دھوکہ جہالت اور خیار مجلس کا ابطال ہے۔ (۳)

تھنوں میں دودھ کی بیع بھاگے ہوئے غلام کی بیع، تقسیم سے پہلے غنیمت کی بیع، پھلوں کی پکنے سے پہلے بیع، جانور کی پشت پر اُون کی بیع اور دودھ میں گھی کی بیع (جائز نہیں)۔ ①

وَمَا فِي الضَّرْعِ وَالْعَبْدِ الْآبِقِ وَالْمَغَانِمِ حَتَّى تَقْسَمَ وَالنَّمْرَ حَتَّى يَصْلُحَ وَالصُّوفَ فِي الظُّهُورِ وَالسَّمْنَ فِي اللَّبَنِ

(1) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ شِرَاءِ مَا فِي بَطْنِ الْأَنْعَامِ حَتَّى يَنْعَمَ وَعَنِ بَيْعِ مَا فِي ضَرْعِهَا، وَعَنِ شِرَاءِ الْعَبْدِ وَهُوَ آبِقٌ، وَعَنِ شِرَاءِ الْمَغَانِمِ حَتَّى تَقْسَمَ﴾ ”نبی ﷺ نے پايوں کے پیٹ میں (پرورش پانے والے) بچے کو اس کی پیدائش سے پہلے خریدنے سے، تھنوں میں (جمع شدہ) دودھ کے ہنے سے پہلے فروخت کرنے سے، بھاگے ہوئے غلام کو خریدنے سے اور اموال غنیمت کو ان کی تقسیم سے پہلے خریدنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۴)

(فتح الباری (۹۳/۵) تحفة الأحوزی (۴۸۲/۴) نیل الأوطار (۵۱۷/۳) سبل السلام (۱۰۶۱/۳))

(بخاری (۲۱۴۴) کتاب البیوع: باب بیع الملامسة، مسلم (۵۱۲) ابو داود (۳۳۷۷) نسائی (۲۶۰/۷) ابن ماجہ (۲۱۷) دارمی (۱۶۹/۲) حمیدی (۷۳۰) ابن الحارود (۵۹۲) عبدالرزاق (۱۴۹۸۷) أبو یعلیٰ (۹۷۶) بیہقی (۳۴۲/۵))

(نیل الأوطار (۵۲۱/۳))

(ضعیف: إرواء الغلیل (۱۲۹۳) کتاب التجارات: باب النهی عن شراء ما في بطن الأنعام و ضرعها، ابن ماجہ (۲۱۹۶) نصب الرایة (۱۴/۴) دارقطنی (۱۵/۳) أحمد (۴۲/۳) بیہقی (۳۳۸/۵) العلیل لابن أبی حاتم (۱۱۰۸))

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن یہ تمام ممنوعہ بیوع دھوکے کی بیع میں داخل ہیں کہ جس سے صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (۱)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿انہی النبی ﷺ عن بیع المغانم حتی تقسم﴾ ”تقسیم سے پہلے غنائم کی بیع سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔“ (۲)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿انہی رسول اللہ أن تباع ثمرة حتی تطعم ولا یباع صوف علی ظہر ولا لبن فی ضرع﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کے پکنے اور کھانے کے قابل ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے نیز جانوروں کی پشت پر اُون اور تھنوں میں دودھ کی بیع سے بھی منع فرمایا ہے۔“ (۳)

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ان النبی ﷺ نہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحھا﴾ ”نبی ﷺ نے پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۴)

(صدیق حسن خانؒ) دھوکے کی بیع سے ممانعت کی (صحیح) احادیث ان روایات کو مضبوط کر دیتی ہیں کیونکہ ان تمام صورتوں میں دھوکہ پایا جاتا ہے۔ (۵)

- تھنوں میں دودھ کی بیع کی حرمت پر اجماع ہے۔ (۶)
- بھاگے ہوئے غلام کی بیع اس لیے جائز نہیں کیونکہ اسے خریدار کے حوالے کرنا مشکل ہے۔ (۷)
- تقسیم سے پہلے غنائم کی بیع اس لیے ممنوع ہے کیونکہ ابھی وہ کسی کی ملکیت نہیں۔ (۸)
- پھل پکنے اور صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے اس کی بیع ناجائز ہے اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ (۹)
- لیکن احناف نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ (۱۰)

(۱) [ایضاً]

(۲) [صحیح : صحیح نسائی (۴۳۳۰) نسائی (۳۰۱/۷)]

(۳) [مجمع الزوائد (۱۰۲/۴) طبرانی کبیر (۳۳۸/۱۱) دارقطنی (۱۴/۳) ابو داؤد فی المراسیل (ص ۱۶۸/۱) صحیح

حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۹۴/۵) شیخ حازم علی قاضی نے اسے مرفوعاً ضعیف کہا ہے۔ [ایضاً (۱۱۰۳/۳) حافظ ابن حجر نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر مرفوعاً قوی قرار دیا ہے۔ [بلوغ المرام (۷۷۵) امام بیہقیؒ نے

اسی کو ترجیح دی ہے اور امام نوویؒ نے بھی اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح قرار دیا ہے۔ [شرح مسلم (۳۲۶/۹)]

(۴) [بخاری (۲۱۹۴) مسلم (۱۵۳۴)]

(۵) [الروضة الندية (۲۰۱/۲)]

(۶) [المجلی (۳۹۴/۸) موسوعة الإجماع (۱۷۶/۱)]

(۷) [سبل السلام (۱۱۰۲/۳)]

(۸) [نبیل الأوطار (۵۱۹/۳)]

(۹) [موسوعة الإجماع (۱۹۸/۱)]

(۱۰) [فتح الباری (۳۹۴/۴)]

○ جانور کی پشت پر اُون اور دودھ میں گھی کی بیج جہالت اور دھوکے کی وجہ سے جائز نہیں۔ (۱)

وَالْمُحَاقَلَةُ وَالْمُزَابِنَةُ وَالْمُعَاوَمَةُ	کچھ کھیت کی اناج کے بدلے کچی کھجوروں کی چھوہاروں کے بدلے ① اور سال بھر کے لیے کرائے پر معاملے کی بیج جائز نہیں۔ ②
---	---

① ”محاقله“ باب حَاقِلٌ يُحَاقِلُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”کھیتی کو خوشے میں ہی فروخت کر دینا“ ہے۔ الْمُحَقَّلُ ”قابل کاشت زمین کو کہتے ہیں۔“ (۲)

بالیوں میں کھڑی کھیتی کو غلے کے عوض فروخت کر دینا جیسے گندم کے کھیت کے بدلے گندم فروخت کرنا وغیرہ محاقله کہلاتا ہے۔

”مزابنة“ باب زَابِنٌ يُزَابِنُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”ایک دوسرے سے ہٹانا اور درخت پر پھل پھینکانا“ مستعمل ہے۔ الزَّابِنُ ”گوشتے“ کو کہتے ہیں۔ (۳)

درختوں پر لگے ہوئے پھل کو اسی جنس کے اتارے ہوئے خشک پھل کے عوض فروخت کرنا مثلاً کھجوروں کے بدلے کھجور کے درخت پر لگی تازہ اور تر کھجوروں کی بیج اور انگور کے بدلے خشک انگور (یعنی کشمش) کی بیج وغیرہ مزابنة کہلاتی ہے۔ (۴)

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابِنَةِ ﴾ ”نبی کریم ﷺ نے بیج محاقله اور بیج مزابنة سے منع فرمایا ہے۔“ (۵)

(۲) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ”محاقله“ یہ ہے کہ ﴿ أَنَّ بَيْعَ الرَّجُلِ الزَّرْعَ بِمِائَةِ فَرْقِ حَنْطَةٍ ﴾ ”ایک شخص گندم کی کاشت کو ایک سو بیس (120) رطل گندم کے عوض فروخت کر دے۔“ (۶)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں بیج مزابنة کی تعریف یوں موجود ہے ﴿ أَنَّ بَيْعَ نَمْرٍ حَانِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلًا بَتْمَرٌ كَيْلًا وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَيْبٍ كَيْلًا ﴾ ”اپنے باغ کے پھلوں کو مثلاً اگر وہ کھجوریں ہیں تو انہیں خشک کھجور کے عوض ماپ کر، اگر وہ انگور ہیں تو ان کو متھے کے بدلے ماپ کر فروخت کیا جائے۔“ (۷)

(۱) [نیل الأوطار (۵۲۰/۳) البحر الزخار (۳۲۱/۳) المجموع (۳۲۷/۹) بدائع الصنائع (۱۴۸/۵)]

(۲) [النهاية (۴۱۶/۱) المنجد (۱۷۰) القاموس المحيط (۸۸۷)]

(۳) [المنجد (ص ۳۲۹)]

(۴) [القاموس المحيط (ص ۱۰۸۴/۱) ترمذی (۱۲۲۴) کتاب البیوع: باب ما جاء فی النهی عن المحاقلة]

(۵) [بخاری (۲۱۸۷) کتاب البیوع: باب بیع المزابنة“ ترمذی (۱۲۹۰) نسائی (۳۸۷۹) ابن ماجہ (۲۲۶۶) أحمد

[(۳۶۰/۳)]

(۶) [مسلم (۱۵۳۶)]

(۷) [بخاری (۲۲۰۵) کتاب البیوع: باب بیع الزرع بالطعام کیلًا]

(4) ایک روایت میں ”بیع مزابنہ“ کی یہ تعریف موجود ہے کہ ”بھجوروں کے درخت پر بھجوریں ہوں ان کو خشک بھجوروں کے عوض متعین ماپ کے ساتھ فروخت کیا جائے کہ اگر زیادہ ہو جائیں تو میرا حق ہے اور اگر کم ہو جائیں تو میرے ذمے ان کی ادائیگی ہوگی۔“ (۱)

ان دونوں بیوع کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ دونوں کی صحیح مقدار کا علم نہیں ہو سکتا۔ یعنی ترمیوہ خشک ہو کر کتنا رہ جائے گا زیادتی کا بھی امکان ہے اور کمی کا بھی۔ دونوں صورتوں میں فریقین میں سے کسی ایک کو نقصان ہو سکتا ہے۔ (۲)

② ”معاومہ“ باب عَاوَمَ یَعَاوِمُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”سال کے لیے کرائے پر معاملہ کرنا ہے۔“ (۳)

ایک سال سے زیادہ مدت کے لیے ایک ہی عقد میں بھجوروں کی ان کے درختوں پر بیع کرنا ”بیع معاومہ“ کہلاتا ہے۔ (۴)

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة﴾ رسول اللہ ﷺ نے بیع محاقلة، بیع مزابنہ اور بیع معاومہ سے منع فرمایا۔ (۵)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ﴿انہ نہی عن بیع السنین﴾ ”آپ ﷺ نے سالوں کی بیع کر لینے سے منع فرمایا ہے۔“ (۶)

اس بیع میں دھوکہ یہ ہے کہ سودا ہو گیا لیکن درخت کے اوپر پھل کی کوئی گارنٹی نہیں۔ وہ خشک ہو کر کم ہو جائے، قحط پڑ جائے، بارش نہ ہو یا سیلاب آجائے (کچھ بھی ہو سکتا ہے)۔ اس لیے جب پھل اترتا ہوا سامنے موجود ہے اور معلوم وزن کے ساتھ ماپ تول کر بیع کی جائے تب درست ہے ورنہ نہیں۔

(جزئی) یہ بیع اس لیے باطل ہے کیونکہ یہ ایسے بیچے کی بیع کی طرح ہے جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ (۷)

وَالْمَخَاضِرَةُ وَالْعُرْيُونُ	کچے پھلوں کی بیع ① اور بیانے کی بیع ② (جائز نہیں)۔
---------------------------------	--

① ”مخاضرہ“ باب خَاضَرَ یَخَاضِرُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی کچے پھل اور غلہ جات کو پکنے سے پہلے (درختوں پر ہی) فروخت کر دینا ہے۔ (۸)

(۱) [مسلم (۲۸۴۹) کتاب البیوع : باب تحریم بیع الرطب بالثمر إلا فی العرایا]

(۲) [تحفة الأوحی (۴۷۳/۴) شرح السنة (۴۳۶، ۵۱۶، ۵۱۶/۱) النہایة (۴۱۶/۱)]

(۳) [المنجد (ص/۵۹۳)]

(۴) [الروضة الندیة (۲۰۳/۲)]

(۵) [مسلم (۱۵۳۶) کتاب البیوع : باب النہی عن المحاقلة والمزابنة.....]

(۶) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۶۹۳۲)]

(۷) [النہایة (۳۲۲/۳)]

(۸) [المنجد (ص/۳۰۹) القاموس المحیط (ص/۳۴۸) نیل الأوطار (۵۲۱/۳)]

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ عن.....المحاضرة﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے بیع حاضرہ سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ نہی عن بیع الثمار حتی یدو صلاحھا نہی البائع والمتباع﴾ ”نبی ﷺ نے بائع اور مشتری کو کچے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔“ (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿لا تبایعوا الثمار حتی یدو صلاحھا﴾ ”ایک دوسرے سے کچے پھلوں کی بیع نہ کرو۔“ (۳)

② ”بیع العربوں“ یہ ہے کہ خریدار بائع کو بیع سے پہلے ایک درہم یا اس کی مثل کوئی چیز اس شرط پر دے کہ اگر اس نے سودا چھوڑ دیا تو وہ درہم بغیر کسی (عوض) کے بائع کا ہو جائے گا۔ (۴)

(1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿نہی النبی ﷺ عن بیع العربان﴾ ”نبی ﷺ نے بیانے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔“ (۵)

(2) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بیانے کی بیع کے متعلق دریافت کیا گیا تو ﴿فاحلہ﴾ ”آپ ﷺ نے اسے جائز قرار دے دیا۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۶)

(جہور، مالک، شافعی) یہ بیع باطل و ناجائز ہے۔

(احمد) یہ بیع جائز ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی قول مروی ہے۔ (۷)

(واجح) جہور کا مؤقف راجح ہے۔ (۸)

(۱) بخاری (۲۲۰۷) کتاب البیوع : باب بیع المحاضرة [

(۲) بخاری (۲۱۹۴) کتاب البیوع : باب بیع الثمار قبل أن یدو صلاحھا، مسلم (۱۰۳۴) ابو داود (۳۳۶۷) نسائی (۲۶۲۱۷) أحمد (۵۶۱۲)

(۳) أحمد (۱۳۱۵) مسلم (۱۰۳۸) نسائی (۲۶۳۱۷) ابن ماجہ (۲۲۱۵)

(۴) الروضة الندية (۲۰۴۱۲) سبل السلام (۱۰۷۳۳) نیل الأوطار (۵۲۳۳) مؤطا (۶۰۹۱۲)

(۵) ضعيف : ضعيف ابن ماجة (۴۷۵) مؤطا (۶۰۹۱۲) ابو داود (۳۵۰۲) ابن ماجة (۲۱۹۲) ابن أبی شیبہ (۲۰۵۱۴) شرح السنة (۱۳۵۱۸) أحمد (۱۸۳۱۲) شیخ احمد شاکر نے اسے صحیح کہا ہے۔ [مسند احمد بتحقیق احمد شاکر (۶۷۲۳)]

(۶) ضعيف : ابن ابی شیبہ (۲۳۱۹۵) تلخیص الحیبر (۳۹۱۳) اس کی سندیں ابراہیم بن ابی یحییٰ راوی ضعیف ہے۔ [تہذیب التہذیب (۱۳۷۱) المحجرو حین (۱۰۵۱) الضمفاء للعقيلي (۶۲۱) الحرج والتعديل (۱۴۵۱۲) التاريخ الكبير (۳۲۳۱) الكامل لابن عدی (۲۱۹۱) میزان الاعتدال (۵۷۱)]

(۷) مؤطا (۶۱۰۱۲) المجموع (۳۳۵۱۹) المغنی (۳۱۳۱۴) ابن أبی شیبہ (۷۱۵) الفقہ الإسلامی وأدلته (۳۵۰۱۵) تلخیص الحیبر (۱۷۱۳) سبل السلام (۲۱۱۳)

(۸) نیل الأوطار (۵۲۴۱۳)

وَالْعَصِيرِ إِلَيَّ مَنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا

ایسے شخص کو جس نے فروخت کرنا جو شراب بناتا ہو۔ ❶

❶ (1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے شراب (کے مسئلہ) میں دس بندوں پر لعنت فرمائی ہے (وہ یہ ہیں) ﴿عاصرها و معصرتها و شاربها و حاملها و المحمولة إليه و ساقبها و بائعها و آكل ثمنها و المشتري لها و المشتراة له﴾ ”اے نبیؐ نے والا اور اسے پھڑوانے والا اور اسے پینے والا اور اسے اٹھا کر لے جانے والا اور جس کی طرف اسے اٹھا کر لے جایا جائے اور اسے پلانے والا اور اسے فروخت کرنے والا اور اس کی قیمت کھانے والا اسے خریدنے والا اور جس کے لیے اسے خریدا گیا ہو۔“ (۱)

(2) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من حبس العنب أيام القطف حتى يبسه من يهودى أو نصرانى أو ممن يتخذ خمرًا فقد تفحم النار على بصيرة﴾ ”جو انگور اتارنے کے دنوں میں انہیں روک لے حتیٰ کہ اس کی بیج کسی یہودی، عیسائی یا ایسے شخص سے کر دے جو اس کی شراب بناتا ہو تو وہ جانتے بوجھے آگ میں داخل ہو گیا۔“ (۲)

بعض روایات میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿أو ممن يعلم أن يتخذ خمرًا﴾ ”یا ایسے شخص سے بیج کرے جس کے متعلق معلوم ہو کہ وہ اس کی شراب بناتا ہے۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ شراب بنانے والے شخص کو کوئی ایسی چیز فروخت نہیں کرنی چاہیے جس سے اسے شراب بنانے میں مدد ملے۔ نیز کسی بھی چیز کو گناہ کے کام کے لیے فروخت نہیں کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”گانے والی عورتوں کی خرید و فروخت نہ کرو اور نہ انہیں تعلیم دو ان کی تجارت میں بھی کوئی خیر نہیں ہے اور ان کی قیمت حرام ہے۔“ (۴)

وَالْكَالِي بِالْكَالِي وَمَا اشْتَرَاهُ قَبْلَ قَبْضِهِ

معدوم شے کی معدوم شے کے ساتھ بیج ❶ اور مال کو قبضے میں لینے سے پہلے

اس کی بیج (جان نہیں)۔ ❷

قَبْضِهِ

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْكَالِي بِالْكَالِي﴾ ”نبی ﷺ نے ادھار

(۱) [صحيح: غايه المرام (ص ۵۴/۱) إرواء الغليل (۱۵۲۹) ترمذی (۱۲۹۵) كتاب البيوع : باب النهى أن يتخذ الخمر

خلا' ابن ماجه (۳۳۸۱)]

(۲) [صحيح: غايه المرام (۶۲) مجمع الزوائد (۹۰/۴)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [تلخیص الحیبر

[[۱۳۷/۴]]

(۳) [طبرانی أوسط (۲۹۴/۵) (۵۳۵۶)]

(۴) [حسن: صحيح ترمذی (۱۳۰۵) صحيح ابن ماجه (۲۱۶۸) الصحيحه (۲۹۲۲) ترمذی (۱۲۸۲)]

- کے بدلے ادھار کی بیع سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)
- (۲) امام شافعیؒ نے ان لفظوں میں ایک روایت بیان کی ہے ﴿نہی عن الدین بالدين﴾ ”آپ ﷺ نے قرض کی قرض کے ساتھ بیع سے منع فرمایا ہے۔“ (۲)
- (۳) طبرانی کی ایک روایت میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿أن النبی ﷺ نہی عن بیع کالی بکالی ودين بدین﴾ ”نبی ﷺ نے ادھار کے بدلے ادھار کی بیع سے اور قرض کے بدلے قرض کی بیع سے منع فرمایا ہے۔“ (۳)
- (احمد) اس مسئلے میں کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے لیکن (یہ بات ہے کہ) قرض کے بدلے قرض کے عدم جواز پر لوگوں کا اجماع ہے۔ (۴)

اسی طرح ہر معدوم شے کے بدلے معدوم شے کی بیع جائز نہیں۔ (۵)

- اس کی مزید تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں ”حبل الحبلہ“ اور ”ملاقیح و مضامین“ کی بیع سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ان میں بھی عدم جواز کا سبب بیع کا معدوم ہونا ہی ہے۔ (۶)
- ① حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا ابتعت طعاما فلا تبعه حتی تستوفیہ﴾ ”جب تم غلہ خرید لو تو اسے قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت نہ کرو۔“ (۷)
- (۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿نہی رسول اللہ أن يشتري الطعام ثم یباع حتی یستوفی﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے غلہ خرید کر مکمل حاصل کر لینے سے پہلے اسے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۸)
- (۳) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿حتی ینکالہ﴾ ”حتی کہ اسے ماپ لے (پھر فروخت کرے)۔“ (۹)
- (۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”لوگ بازار کے بلند مقام میں غلہ خریدتے ہیں اور اسی جگہ فروخت کر دیتے ہیں ﴿فنہا ہم رسول اللہ عن بیعہ فی مکانہ حتی ینقلوہ﴾ ”پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع فرمایا ہے کہ غلہ وہیں

(۱) [ضعیف : إرواء الغلیل (۱۳۸۲) دارقطنی (۷۱/۳) حاکم (۵۷/۲) بیہقی (۲۹۰/۵)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔ [میزان الاعتدال (۲۱۳/۴) المغنی (۶۸۵/۲) التاریخ الکبیر (۱۹۱/۷) التاریخ الصغیر (۸۷/۲)]

الحرح والتعدیل (۱۵۱/۸) الکاشف (۱۶۴/۳)

(۲) [کما فی تلخیص الحبیر (۲۶/۳)] امام شافعیؒ مزید فرماتے ہیں کہ اہل حدیث اس روایت کو کثرت و قرار دیتے ہیں۔

(۳) [نصب الرایۃ (۴۰/۴)] اس کی سند میں بھی گذشتہ بیان کردہ موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔

(۴) [نیل الأوطار (۵۲۷/۳) الروضة الندیة (۲۰۸/۲)]

(۵) [تلخیص الحبیر (۶۲/۳)]

(۶) [الروضة الندیة (۲۰۸/۲)]

(۷) [مسلم (۱۵۲۸) کتاب البیوع : باب بطلان بیع المبیع قبل القبض ، أحمد (۳۹۲/۳) بیہقی (۳۱۲/۵)]

(۸) [مسلم (۱۵۲۸) أيضا ، أحمد (۳۳۷/۲)]

(۹) [مسلم (۱۵۲۸) أيضا]

- فروخت نہ کریں بلکہ وہاں سے (کہیں اور) منتقل کرنے کے بعد فروخت کریں۔“ (۱)
- (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”میرا خیال ہے کہ ہر چیز (حکم میں) غلے کی مانند ہی ہے۔“ (۲)
- (۶) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ تَبَاعَ السَّلْعُ حَيْثُ تَبَاعَ حَتَّى يَحْوِزَهَا النَّجَارُ إِلَى رِحَالِهِمْ﴾ ”نبی ﷺ نے سودے کو اسی جگہ بیچنے سے منع فرمایا ہے جہاں اسے خریداجاتا ہو حتیٰ کہ اسے اپنے گھروں کی طرف لے جائیں (تو فروخت کر سکتے ہیں)۔“ (۳)
- (۷) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ﴿إِذَا اشْتَرَيْتَ شَيْئًا فَلَا تَبِعْهُ حَتَّى تَقْبُضَهُ﴾ ”جب تم کوئی چیز خریدو تو اسے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت نہ کرو۔“ (۴)
- اس مسئلے میں فقہانے اختلاف کیا ہے۔

- (ما لک) طعام (یعنی غلے) کے علاوہ تمام تصرفات میں قبضے سے پہلے بیع جائز ہے۔
- (احمد) اگر فروخت کنندہ چیز مابی یا تولی جاسکتی ہو تو قبضے سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں بصورت دیگر جائز ہے۔
- (شافعی، زفر، محمد) طعام ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز کچھ بھی قبضے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔
- (ابوحنیفہ، ابو یوسف) غیر منقولہ اشیا کی بیع قبضے سے پہلے جائز ہے جبکہ منقولہ کی نہیں۔
- (راجح) امام شافعی کا مؤقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ صحیح احادیث اسی کو ثابت کرتی ہیں۔
- امام شوکانی ”رقطراز ہیں کہ واضح نص (یعنی حدیث زید بن ثابت اور حدیث حکیم بن حزام) کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قیاس کی ضرورت پیش آئی ہوگی۔ (۵)

<p>اور غلہ (کی بیع جائز نہیں) حتیٰ کہ اس میں دو صاع جاری ہو جائیں ① اور بیع میں استثناء کرنا جائز نہیں ② الا کہ مال معلوم ہو ③ اور (معلوم استثناء) کی صورت یہ ہے کہ فروخت کیے جانے والے (جانور) کی سواری کو سنبھی کر لینا۔ ④</p>	<p>وَالطَّعَامُ حَتَّى يَجْرَى فِيهِ الصَّاعَانِ وَلَا يَبِيعُ إِلَّا سِنْيَاءَ فِي الْبَيْعِ إِلَّا إِذَا كَانَ مَعْلُومًا وَمِنْهُ اسْتِثْنَاءُ ظَهْرِ الْمَبِيعِ</p>
--	---

- ① ① حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرَى فِيهِ الصَّاعَانِ﴾ صاع
- (۱) [موطا (۶۴۱/۲) مسلم (۱۰۲۷) أحمد (۵۶/۱) ابو داود (۳۴۹۴) نسائی (۲۸۷/۷)]
- (۲) [بخاری (۲۱۳۵) مسلم (۱۰۲۵) ابو داود (۳۴۹۷) ترمذی (۱۲۹۱) ابن ماجہ (۲۲۲۷) أحمد (۲۲۱/۱)]
- بیہقی (۳۱۲/۵) حمیدی (۲۳۶/۱)]
- (۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۹۸۸) کتاب البیوع: باب فی بیع الطعام قبل أن يستوفى، ابو داود (۳۴۹۹) حاکم (۴۰/۲) دارقطنی (۱۳/۳)]
- (۴) [أحمد (۴۰۳/۳) طبرانی کبیر (۳۱۰۷) نسائی (۲۸۶/۷)]
- (۵) [نیل الأوطار (۵۳۲/۳)]

البائع وصاع المشتري ﴿ رسول اللہ ﷺ نے غلے کی بیع سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ اس میں دو صاع جاری ہو جائیں ﴾ (ایک) بائع کا صاع (اور دوسرا) مشتری کا صاع۔“ (۱)

(۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿ إذا ابتعت فاكتل وإذا بعته فكل ﴾ ”جب تم خریدو تو ماپ کر لو اور جب بیجو تو ماپ کر دو۔“ (۲)

(جہور) جو شخص ماپ کر کوئی چیز خریدے اور اسے قبضہ میں لینے کے بعد فروخت کرے تو پہلے کیے ہوئے وزن کے ساتھ اسے مشتری کے حوالے کر دینا جائز نہیں حتیٰ کہ دوسری مرتبہ (فروخت کرتے وقت) اس کا وزن کیا جائے (یا اسے ماپ لیا جائے)۔ (شوکانی) یہی بات راجح ہے۔ (۳)

② حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن النسيأ إلا أن تعلم ﴾ ”نبی ﷺ نے ایک آدھ چیز مستثنیٰ کر لینے سے منع فرمایا ہے الا کہ اس کی مقدار مقرر کر لی جائے۔“ (۴)

حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ بیع میں استثناء کی صورت یہ ہے کہ آدھی کوئی چیز فروخت کرے اور اس کا کچھ حصہ مستثنیٰ کرے۔ اگر تو مستثنیٰ (علحدہ کی ہوئی چیز) معلوم ہو مثلاً درختوں میں سے ایک درخت مختلف منازل میں سے ایک منزل اور زمین کی مختلف جگہوں میں سے کوئی ایک جگہ تو بالاتفاق (یہ بیع) صحیح ہے اور اگر (مستثنیٰ) مجہول ہو مثلاً آدھی کسی نامعلوم چیز کو مستثنیٰ کر دے (یعنی وہ کہے میں نے یہ ڈھیر فروخت کر دیا لیکن اس کا بعض حصہ فروخت نہیں کیا) تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔ اور مجہول استثناء کی بیع سے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ یہ بیع جہالت کی وجہ سے دھوکے پر مشتمل ہوتی ہے۔ (۵)

امام نوویؒ سے بھی اسی معنی میں قول مروی ہے۔ (۶)

③ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کو اپنا اونٹ فروخت کرتے وقت مدینہ تک اس پر سوار ہو کے جانے کا (معلوم) استثناء کر لیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اوقیہ کے بدلے اسے فروخت کر دیا ﴿ واشترطت حملانہ إلى أهلي ﴾ ”اور میں نے اپنے گھر تک اس پر سواری کی شرط لگائی۔“ (۷)

(۱) [حسن : صحيح ابن ماجه (۱۸۱۲) كتاب التجارات : باب النهی عن بیع الطعام قبل ما لم یقبض ؛ ابن ماجه

(۲۲۲۸) دارقطنی (۸/۳) بیہقی (۳۱۶/۵)]

(۲) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۷۹/۵) بخاری تعلیقاً (۷۵/۵) أحمد (۶۲/۱) فتح الباری (۷/۶۵)]

(۳) [نبیل الأوطار (۵۳۳/۳)]

(۴) [مسلم (۱۵۳۶) كتاب البیوع : باب النهی عن بیع الثمار.....؛ ابو داود (۳۳۷۵) ترمذی (۱۳۱۳) ابن ماجه

(۲۲۶۶) نسائی (۲۹۶/۷) أحمد (۳۱۳/۳)]

(۵) [فتح الباری (۳۵۴/۵)]

(۶) [شرح مسلم (۱۹۵/۱۰)]

(۷) [بخاری (۲۴۰۶) كتاب فی الاستقراض : باب الشفاعة فی وضع الدین ، مسلم (۷۱۵) ابو داود (۳۵۰۵) نسائی

(۴۶۳۷) أحمد (۲۹۹/۳)]

<p>حارم (خونی رشتوں) میں بیع کے ذریعے تفریق ڈالنا جائز نہیں ❶</p> <p>اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان بیچے۔ ❷</p>	<p>وَلَا يَجُوزُ التَّفْرِيقُ بَيْنَ الْمُحَارِمِ وَلَا أَنْ يُبَاعَ</p> <p>حَاضِرٌ لِبَادٍ</p>
--	---

- ❶ (1) حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من فرق بين والده وولدها فرق الله بينه وبين أحبته يوم القيمة﴾ ”جس نے ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈالی اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے اور اس کے اعزاء و اقارب کے درمیان جدائی ڈال دیں گے۔“ (۱)
- (2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں دو غلام بھائیوں کو فروخت کر دوں، میں نے ان دونوں کو الگ الگ آدمیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أدر کہما فار تفعهما ولا تبعهما إلا جميعا﴾ ”ان دونوں کو جا کر واپس لاؤ اور دونوں کو اکٹھا فروخت کرو۔“ (۲)
- (3) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک لوٹھی اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈال دی تو نبی ﷺ نے انہیں اس سے روک دیا اور بیع کو رد کر دیا۔ (۳)

ماں اور اولاد کے درمیان، بہن بھائیوں کے درمیان اور لوٹھی اور اس کی اولاد کے درمیان جدائی ڈالنا حرام ہے خواہ بیع کے ذریعے ہو یا کسی اور طریقے سے۔ باپ کو بھی ماں پر قیاس کیا جائے گا اور والدہ اور بچے پر تمام حارم کو قیاس کیا جائے گا۔

○ اگر ان کے درمیان جدائی ڈال دی جائے تو کیا بیع منعقد ہو جائے گی یا نہیں؟

(شافعیؒ) بیع منعقد نہیں ہوگی۔

(ابوضیفؒ) بیع منعقد ہو جائے گی۔

(راجح) حدیث کے یہ الفاظ ﴿ورد البیع﴾ ”اور آپ ﷺ نے بیع رد کر دی“ امام شافعیؒ کی تائید کرتے ہیں۔ (۴)

❷ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿نہی النبی ﷺ أن یبیع حاضر لباد﴾ ”نبی ﷺ نے شہری کو دیہاتی کا سامان فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۵)

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۶۴۱۲) ترمذی (۱۲۸۳) کتاب البیوع: باب ما جاء فی کراهية أن یفرق بین الأحوین أو بین الوالدة وولدها فی البیع، أحمد (۴۱۳/۵) حاکم (۵۵۱۲) دارقطنی (۶۷/۳) طبرانی کبیر (۱۸۲/۴)]

(۲) [ضعیف: ضعیف ترمذی (۲۱۹) أحمد (۱۲۶/۱) حاکم (۵۴۱۲) دارقطنی (۶۵/۳) مجمع الزوائد (۱۰۷/۳)]

شیخ محمد حنی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۷۲/۵)]

(۳) [حسن: صحیح ابو داؤد (۷۳۴۵) ابو داؤد (۲۶۹۶) دارقطنی (۶۶/۳) حاکم (۵۵۱۲)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی (۵۷۲/۴) سبل السلام (۱۰۸۶/۳) نیل الأوطار (۵۳۴/۳) المبسوط (۱۴۰۱/۳) مرقاة (۵۲۸/۶)]

(۵) [بخاری (۲۱۵۹) کتاب البیوع: باب من کره أن یبیع حاضر لباد بأجر، نسائی (۲۵۶/۷)]

- (2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یبع حاضر لباد ﴾ ”شہری دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے۔“ لوگوں کو اپنے حال پر رہنے دو واللہ انہیں ایک دوسرے سے رزق عطا فرمائیں گے۔“ (۱)
- (3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نہینا ان ینبع حاضر لباد ، ان کان اُحاه لابیہ وامہ ﴾ ”ہمیں منع کیا گیا کہ کوئی شہری دیہاتی کا سامان فروخت کرے خواہ وہ اس کا ساگ بھائی ہی ہو۔“ (۲)
- (4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تلتقوا الرکبان ولا یبع حاضر لباد ﴾ ”سامان تجارت لے کر آنے والے قافلوں کو آگے جا کر نہ ملو اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان فروخت کرے (یعنی دلال نہ بنے)۔“ (۳)

(نوٹی) ہمارے اصحاب کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ ایک اجنبی آدمی دیہاتی سے یا دوسرے شہر سے ایسا ساز و سامان جس کی سبھی کو ضرورت ہے اس روز کے نرخ کے مطابق فروخت کرنے کے لیے لے کر آتا ہے مگر اسے شہری کہتا ہے کہ اس سامان کو میرے پاس چھوڑ دو تا کہ میں اسے بتدریج اعلیٰ نرخ پر بیچ دوں۔ (۴)

(جمہور شافعی) شہری کا کسی دیہاتی کے سامان کو فروخت کرنا حرام ہے۔

(ابوحنیفہ) ایسا کرنا مطلق طور پر جائز ہے (ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ احادیث منسوخ ہو چکی ہیں)۔

(امیر صنعانی) ”نسخ کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ (۵)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔ (۶)

○ جس طرح شہری کے لیے کسی دیہاتی کا سامان بیچنا جائز نہیں اسی طرح اس کے لیے خریدنا بھی جائز نہیں کیونکہ لفظ بیع دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔ (۷)

وَالْتَنَاجُشُ وَالْبَيْعُ عَلَى الْبَيْعِ

بولی لگا کر بھاؤ چڑھانا ① اور بیع پر بیع کرنا (جائز نہیں)۔ ②

- ① لغوی وضاحت: لفظ تناجش ”دوسرے سے بڑھ کر بولی دینا اور شکار بھگانا“ کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اور
- (۱) [مسلم (۲۰۲۲) کتاب البیوع: باب تحریم بیع الحاضر للبادی، أحمد (۳۰۷/۳) ابو داود (۳۴۴۲) ترمذی (۱۲۲۳) نسائی (۲۰۶/۷) ابن ماجہ (۲۱۷۶) بیہقی (۳۴۶/۵)]
- (۲) [بخاری (۲۱۶۱) مسلم (۱۰۲۳) ابو داود (۳۴۴۰) نسائی (۲۰۶/۷)]
- (۳) [بخاری (۲۱۰۸) کتاب البیوع: باب هل یبع حاضر لباد بغیر أجر]
- (۴) [شرح مسلم للنووی (۴۲۰/۵)]
- (۵) [فتح الباری (۳۷۱/۴) تحفة الأحوذی (۴۶۹/۴)]
- (۶) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نیل الأوطار (۵۳۷/۳) سبل السلام (۱۰۸۲/۳)]
- (۷) [عمدة القاری (۳۸۷/۹) تحفة الأحوذی (۴۷۰/۴) نیل الأوطار (۵۳۸/۳)]

باب تفاعل سے مصدر ہے۔ (۱)

شرعی تعریف: ایسے شخص کا سودے کی قیمت میں اضافہ کرنا جو خود تو اسے خریدنا نہیں چاہتا لیکن کسی اور کو اس میں پھنسانا چاہتا ہے۔ اس کا نام ”ناجش“ اس لیے رکھا گیا ہے کہ کیونکہ بولی لگانے والا سودے میں لوگوں کی رغبت ابھارتا ہے۔ یہ (یعنی ناجش) بائع کے ساتھ (پہلے) طے ہوتا ہے (اس صورت میں) دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔ اور یہ بائع کو علم ہونے کے بغیر بھی ممکن ہے اس صورت میں صرف ناجش (بولی لگانے والا) ہی گناہ گار ہوگا اور بعض اوقات یہ بائع کے ساتھ خاص بھی ہوتا ہے جیسا کہ وہ (بائع) لوگوں کو غیرت دلانے کے لیے اصل قیمت خرید سے بڑھ کر قیمت خرید بتلائے۔ (۲)

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ عن النجش﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع فرمایا ہے۔“ (۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی أن یبیع حاضر لباد وأن یتناجشوا﴾ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کو دیہاتی کا سامان فروخت کرنے سے اور بولی لگا کر بھاؤ چڑھانے سے منع فرمایا ہے۔“ (۴)

امام ابن بطلال فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ناجش اپنے اس فعل کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔ (۵)

② (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا یبیع أحدکم علی بیع اخیہ﴾ ”تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔“ (۶)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا یبیع الرجل علی بیع اخیہ﴾ ”آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔“ (۷)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿أن من باع من رجلین فهو للأول منہما﴾ ”جس نے دو آدمیوں سے بیع کی وہ

(۱) [المنجد (ص/۸۷۴) القاموس المحیط (۵۴۵)]

(۲) [فتح الباری (۹۰/۵) تحفة الأحوزی (۶۰۴/۴)]

(۳) [بخاری (۲۱۴۲) کتاب البیوع: باب النجش ومن قال لا یحوز ذلك البیع، مسلم (۱۰۱۶) موطا (۶۸۳/۲)

نسائی (۲۵۸/۷) ابن ماجہ (۲۱۷۳) أحمد (۱۰۸/۲) شرح السنة (۲۹۰/۴)]

(۴) [بخاری (۲۱۴۰، ۲۱۵۰) مسلم (۱۰۱۵) نسائی (۲۵۸/۷) ترمذی (۱۱۹۰) ابن ماجہ (۲۱۷۲) أحمد

[(۲۷۴/۲)]

(۵) [فتح الباری (۳۵۵/۴)]

(۶) [موطا (۵۲۳/۲) أحمد (۱۲۲/۲) بخاری (۵۱۴۲) مسلم (۱۴۱۲) ابو داؤد (۲۰۸۱) ترمذی (۱۲۹۲) ابن

ماجہ (۱۸۶۸) دارمی (۱۳۵/۲)]

(۷) [بخاری (۵۱۴۳) مسلم (۱۴۱۳) ابو داؤد (۲۰۸۰) نسائی (۷۳/۶) ابن ماجہ (۱۸۶۷)]

ان دونوں میں سے پہلے کے لیے ہے۔“ وہ روایت ضعیف ہے۔ (۱)

اس بیع کی صورت یہ ہے کہ بیع خیار واقع ہوگئی ہے جتنی مدت اختیار کے لیے دی گئی تھی اس دوران ایک آدمی آجاتا ہے اور خریدار سے کہتا ہے کہ تو اس سے سودے کو فسخ کر دے اور میں تمہیں اس سے ارزاں اور عمدہ و بہترین (چیز) فروخت کر دیتا ہوں اور جس طرح بیع پر بیع جائز نہیں اسی طرح شراء پر شراء (خریداری) جائز نہیں۔

وہ اس صورت میں کہ فروخت کرنے والے سے مدت خیار میں یوں کہے کہ تو یہ بیع فسخ کر دے میں تجھ سے یہی چیز اس سے زیادہ قیمت پر خرید لوں گا۔ (۲)

(ابن حجرؒ) اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ (۳)

اور قافلوں (مال لانے والوں) کو (منڈی پہنچنے سے پہلے) جا ملنا ❶ اور	وَتَلَقَى الرَّهْطَانَ وَالْأَحْيَاكُزَّ
ذخیرہ آمدوزی کرنا (جائز نہیں)۔ ❷	

❶ (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَلْقُوا الرِّهْبَانَ ﴾ ”سامان تجارت لے کر آنے والے قافلوں کو آگے جا کر نہ ملو۔“ (۴)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَلْقُوا الْحَلْبَ فَمَنْ تَلَقَى فَاشْتَرَى مِنْهُ فَيَذَا أُنَى سَبِيحَةَ السُّوقِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ ﴾ ”باہر سے شہر میں غلہ لانے والوں کو آگے جا کر نہ ملو جس کسی سے راستے ہی میں ملاقات کر کے اس کا سامان خرید لیا گیا تو منڈی میں پہنچنے کے بعد مال کے مالک کو اختیار ہے (چاہے سودا باقی رکھے اور چاہے تو منسوخ کر دے)۔“ (۵)

اس کی صورت یہ ہے کہ شہری آدمی بدوی کو شہر کی مارکیٹ میں پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں جا ملے تاکہ بھاؤ کے متعلق غلط بیانی کر کے اس سے سامان ستے داموں خرید لے اور اس کی اصل قیمت سے کم قیمت پر اس سے حاصل کر لے۔ منع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ فروخت کرنے والا دھوکہ دہی اور ضرر رسانی سے بچ جائے۔

(جمہور) قافلوں کو جا کر ملنا جائز نہیں۔

(۱) [إرواء الغلیل (۱۸۵۳)]

(۲) [سبل السلام (۱۰۸۴/۳) نیل الأوطار (۵۴۱/۳)]

(۳) [فتح الباری (۸۸/۵)]

(۴) [بخاری (۲۱۵۸) کتاب البیوع : باب هل بیع حاضر لباد مسلم (۱۵۲۱) ابو داود (۳۴۳۹) ابن ماجہ (۲۱۷۷)

أحمد (۳۶۸/۱)]

(۵) [مسلم (۱۵۱۹) کتاب البیوع : باب تحريم تلقى الحلب أحمد (۴۸۷/۲) ابو داود (۳۴۳۷) ترمذی (۱۲۲۱)

نسائی (۲۵۷/۷) ابن ماجہ (۲۱۷۸)]

(ابوضیفؓ) یہ عمل جائز ہے (گذشتہ احادیث اس بات کا رد کرتی ہیں)۔ (۱)

○ حدیث کے یہ الفاظ فصاحہ بالخیار إذا ورد السوق ﴿تلاتے ہیں کہ یہ بیع (فاسد نہیں) بلکہ صحیح ہے۔ (۲)﴾
 ② (۱) حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا یحتکر إلا حاطی﴾ ”خطا کار کے سوا ذخیرہ اندوزی کوئی نہیں کرتا۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس نے چالیس راتیں غلے کو ذخیرہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے بری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہو گئے۔“ (۴)
 (ابن حجرؒ) شرعی احکام یہ ہے کہ غلہ کو روک لینا فروخت نہ کرنا اس انتظار میں کہ نرخ چڑھیں۔ عوام کو اس کی شدید ضرورت ہو جبکہ کرنے والا اس سے مستغنی ہو۔ (۵)

(نوٹی) جس احکام کو حرام کیا گیا ہے وہ خوراک کے ساتھ خاص ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص غلے کو مہنگائی کے وقت میں خرید لے اور اسے فروخت نہ کرے بلکہ ذخیرہ کر لے تاکہ اس کے نرخ مزید بڑھ جائیں۔ اگر کوئی شخص اسے (غلے کو) ان ایام میں خرید کر ذخیرہ کرے جن میں یہ سستا ہو یا اگر کوئی اسے مہنگائی کے وقت میں اپنی کھانے کی ضرورت پوری کرنے کے لیے خریدتا ہے یا اسے فی الفور بیچنے کے لیے خریدتا ہے تو یہ احکام نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حرمت ہے۔ (۶)

667- کیا احکام صرف خوردونوش کی اشیاء میں ہے؟

(جمہور، شافعیہ) احکام صرف انسانوں اور حیوانوں کی خوردونوش کی اشیاء میں ہے۔

(مالکؒ) احکام خوراک اور غیر خوراک ہر چیز میں حرام ہے۔

(ابویوسفؒ) ہر وہ چیز جس کا روک رکھنا لوگوں کے لیے باعث تکلیف ہو احکام میں شامل ہے خواہ سونا یا کپڑے ہی کیوں نہ ہوں۔

جمہور علمائے احکام کی مطلق احادیث کو طعام کے ذکر والی مقید احادیث پر محمول نہیں کیا کیونکہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ محض عوام الناس سے دفع مضرت کے لیے یا صحابی (راوی) کے مذہب کی وجہ سے مقید کیا ہے البتہ حضرت معمر رضی اللہ عنہ نے کیوں اس کی قید لگائی تھی اس کا علم نہیں ہو سکا، ممکن ہے جس مناسب حکمت کے تحت جمہور نے اس کی قید لگائی ہے

(۱) [نبیل الأوطار (۳/۵۳۹)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۴/۶۷۷) نبیل الأوطار (۳/۵۳۹)]

(۳) [مبیسلم (۱۶۰۵) کتاب المساقاة: باب تحريم الاحتكار في الأقوات، ابو داود (۳۴۴۷) ترمذی (۱۲۶۷) ابن

ماجة (۲۱۵۴) أحمد (۴۰۰/۶) دارمی (۲۴۸/۲)]

(۴) [ضعیف: غایة المرام (۳۲۴) أحمد (۳۳/۲) حاکم (۱۱/۲) مجمع الزوائد (۱۰۰/۴) نصب الراية (۴/۲۶۲)]

(۵) [فتح الباری (۸۱/۵)]

(۶) [مشتریح مسلم (۱۱/۴۳۱)]

انہوں نے بھی لگائی ہو۔“ (۱)

لفظ طعام کے ساتھ قید والی حدیث یہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ احْتَكِرَ عَلَى النَّاسِ طَعَامَهُمْ ضَرِبَهُ اللَّهُ بِالْحَذَامِ وَالْإِفْلَاسِ﴾ ”جس نے لوگوں پر ان کا غلہ ذخیرہ کر لیا اللہ تعالیٰ اسے کوڑا اور افلاس میں مبتلا کر دیں گے۔“ (۲)

(راجح) کسی بھی چیز کی ذخیرہ اندوزی (جبکہ لوگ اس کے محتاج ہوں اور وہ شخص اسے مسلمانوں کے لیے مہنگا کرنا چاہتا ہو) خوراک کی ہو یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کی حرام ہے۔ (۳)

وَالْتَسْمِيرُ وَيَجِبُ وَضْعُ الْجَوَانِعِ	نرخ مقرر کرنا ❶ (جائز نہیں) اور کسی آفت کی بنا پر ہونے والے نقصان کو معاف کر دینا ضروری ہے۔ ❷
---	---

❶ تسمیر سے مراد ”کسی چیز کا (نرخ) بھاؤ مقرر کرنا“ ہے اور یہ باب سَعَرٌ يُسَعَرُ (تفعیل) سے مصدر ہے۔ (۴)

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَاللَّهُ يَفْبِضُ وَيَبْسُطُ﴾ [البقرة: ۲۴۵] ”اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے۔“
 (۲) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مدینہ منورہ میں اشیا کا بھاؤ چڑھ گیا۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اشیا کے نرخ بڑے تیز ہو رہے ہیں آپ ہمارے لیے (ان کے) نرخ مقرر فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللَّهَ تَعَالَى وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يَطْلُبُنِي بِمَظْلَمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ﴾ ”نرخ کا تعین کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے وہی ارزاں دستا کرتا ہے وہی گراں کرتا ہے اور روزی دینے والا وہی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ کوئی شخص تم میں سے مجھ سے خون میں اور مال میں ظلم دنا انصافی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔“ (۵)

امام صنعانی رقمطراز ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نرخ مقرر کرنا ظلم ہے اور ظلم حرام ہے۔ (۶)
 تسمیر (نرخ مقرر کرنے) کی صورت یہ ہے کہ سلطان یا اس کا نائب یا کوئی حاکم منڈی میں فروخت کرنے والوں کو احکام

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴۳/۱۱) سبل السلام (۱۰۹۰/۱۳) تحفة الأحوذی (۵۴۹/۴) ضوء النهار (۱۲۳۷/۳)]

مرقاة (۱۱۰/۶) البحر الزخار (۳۱۹/۳)]

(۲) [ضعیف : ضعيف ابن ماجة (۴۷۲) كتاب التجارات : باب التجارة والحلب ، ابن ماجة (۲۱۵۵)] حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [فتح الباری (۸۱/۵)]

(۳) [نبیل الأوطار (۶۰۴/۳)]

(۴) [المنجد (ص) (۳۷۴)]

(۵) [صحیح : غایة المرام (۳۲۳) ابو داود (۳۴۵۱) کتاب البیوع : باب فی التسمیر ، ترمذی (۱۳۱۴) ابن ماجة

(۲۲۰۰) دارمی (۳۲۴/۲) أحمد (۱۰۶/۳)]

(۶) [سبل السلام (۱۰۸۹/۳)]

کے ذریعہ پابند کر دے کہ وہ اتنے نرغ سے زائد اپنی ایشیا فروخت نہ کریں اور نرغ کے اتار چڑھاؤ کی بیشی کو مصلحتاً روک دیں (اس سے ایک تو تاجروں کو نقصان ہوتا ہے دوسرا وہ ایشیا کو روک کر عوام کو ضروریات زندگی سے محروم کر دیتے ہیں)۔

(مالکؒ) حکمران کے لیے نرغ مقرر کرنا جائز ہے۔

(بعض شافعیہ) مہنگائی کے دور میں نرغ مقرر کیے جاسکتے ہیں۔

(جمہور) کسی حال میں کبھی بھی تسعیر جائز نہیں۔

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔ (۱)

② ”الجوائح“ جانحہ کی جمع ہے یعنی ایسی آفت و مصیبت جو پھلوں اور اموال کو ہلاک کر دیتی ہے۔

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ الْجَوَائِحَ﴾ ”نبی ﷺ نے آفت زدہ کے نقصان کو معاف کر دیا ہے۔“ (۲)

(۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿أَمْرٌ بَوْضِعِ الْجَوَائِحِ﴾ ”آپ ﷺ نے مصیبت زدہ کے نقصان کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔“ (۳)

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اگر تم اپنے بھائی کو پھل فروخت کر دو اور اسے کوئی آفت (سیلاب یا طوفان وغیرہ) آن پہنچے تو تمہارے لیے اس سے کچھ بھی (قیمت) لینا جائز نہیں۔ (بالآخر) کس وجہ سے تم ناحق اپنے بھائی کا مال لے سکتے ہو؟“ (۴)

(شافعی، لیثؒ) بائع مشتری کو ضمانت (یعنی ادا کی ہوئی رقم واپس) دے گا۔

(احمدؒ، ابو عبیدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ) اگر ٹٹ سے کم مال کو مصیبت پہنچے تو معاف کرنا ضروری نہیں اور اگر ٹٹ یا اس سے زیادہ کو پہنچے تو پھر ضروری ہے۔

(امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے ٹٹ کے متعلق کوئی چیز ثابت نہیں۔)

(ابو حنیفہؒ) معاف کرنا مستحب ہے۔

(راجح) ہر حال میں معاف کر دینا چاہیے۔ (۵)

(۱) [نیل الأوطار (۶۰۳/۳)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۸۸۵) کتاب البیوع: باب فی بیع السنین، ابو داؤد (۳۳۷۴) نسائی (۲۶۵/۷) أحمد (۳۰۹/۳)]

(۳) [مسلم (۱۰۵۵۴)]

(۴) [مسلم (۱۰۵۵۴) کتاب المساقاة: باب وضع الجوائح، دارمی (۲۵۲/۲) ابو داؤد (۳۴۷۰) نسائی (۲۶۴/۷) ابن

ماجة (۲۲۱۹) شرح معانی الآثار (۳۴/۴)]

(۵) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نیل الأوطار (۵۵۲/۳) الأم (۷۲/۳) روضة الطالبین (۷۱۹/۳) المبسوط (۱۹۵/۲)

المعنی (۱۷۷/۶) حاشیة الدسوقی (۱۸۲/۳)]

بیک وقت ادھار اور بیع جائز نہیں۔ ❶

وَلَا يَحِلُّ سَلْفٌ وَبَيْعٌ

❶ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یحل سلف و بیع ﴾ ”بیک وقت قرض اور بیع حلال نہیں۔“ (۱)

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ لفظ سلف بیع سلم اور قرض دونوں پر بولا جاتا ہے۔ (۲)

امام بغویؒ فرماتے ہیں جیسے کوئی کہے میں تمہیں یہ غلام نقد ایک ہزار کا دوں گا اور اگر تاخیر سے ادا ہوگی کرو گے تو دو ہزار کا دوں گا۔ یہ ایک ہی بیع ہے جو کہ دو شرطوں پر مشتمل ہے۔ (۳)

وَلَا بَيْعَتَانِ فِي بَيْعَةٍ وَرَبْعٌ مَا لَمْ يُضْمَنْ

❶ اور بیعہ میں لینے سے پہلے نفع اٹھانا جائز نہیں۔ ❷

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ نہی رسول اللہ عن بیعتین فی بیعة ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ من باع بیعتین فی بیعة فله أو كسهما أو الربا ﴾ ”جس کسی نے ایک چیز کی دو قیمتیں مقرر کیں وہ یا تو کم قیمت لے یا پھر وہ سود ہوگا۔“ (۴)

اس کی صورت وہی ہے جو ایک بیع میں دو شرطوں کی بیان کی جا چکی ہے۔ (۵)

بعض حضرات نے اس کی دو تاویلیں کی ہیں:

(۱) ایک شخص دوسرے سے کہے میں تمہیں فلاں کپڑا نقد ادائیگی کی صورت میں دس روپے کا فروخت کرتا ہوں اور ادھار کی صورت میں بیس روپے کا۔ یہ بیع اکثر اہل علم کے نزدیک فاسد ہے۔

(۲) کوئی شخص دوسرے آدمی سے کہے کہ میں تمہیں اپنا غلام بیس دینار پر فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ تم اپنی لونڈی مجھے فروخت کرو گے۔ یہ بیع بھی فاسد ہے۔ (۶)

(شوکانیؒ) ایک بیع میں دو بیع کی حرمت کی وجہ قیمت مقرر نہ ہونا ہے اس صورت میں کہ ایک چیز کی بیع دو قیمتوں کے

(۱) [صحيح: الصحيحة (۱۲۱۲) ابو داود (۳۵۰۴) كتاب البيوع: باب في الرجل يبيع ما ليس عنده، ترمذی (۱۲۳۴)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۴۹۳/۴)]

(۳) [شرح السنة (۳۰۶/۴)]

(۴) [حسن: إرواء الغلیل (۱۴۹/۵) ترمذی (۱۲۳۱) كتاب البيوع: باب ما جاء في النهی عن بیعتین فی بیعة، ابو داود (۳۴۶۱) نسائی (۴۲۳۲) دارمی (۳۱۹/۱) أحمد (۴۳۲/۲)]

(۵) [النهاية لابن الأثیر (۴۵۹/۲)]

(۶) [سبل السلام (۱۰۷۰/۳) الروضة الندية (۲۲۳/۲) تحفة الأحوذی (۴۸۷/۴)]

ساتھ ہو۔ (۱)

② حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ولا ربح مالہم بضمن﴾ ”قبضہ میں لینے سے پہلے کسی چیز کا نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔“ (۲)

(شوکانی) اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کو خریدنے کے بعد قبضے (ضمانت) میں لینے سے پہلے ہی فروخت کر دے (جبکہ ابھی ضمانت بائع پر ہی ہو) تو بیع باطل ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ (۳)

اس کا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز میں (انسان کے لیے) نفع حاصل کرنا اسی وقت جائز ہوتا ہے جب اس کا نقصان بھی اسی پر ہو اور اگر نقصان اس پر نہ ہو (جیسے قبضہ سے پہلے بیع اور وہ تلف ہو جائے) اور اس کی ضمانت بائع پر ہو تو مشتری کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ (۴)

وَبَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَ الْبَائِعِ

جو چیز بائع کے پاس موجود نہیں اسے فروخت کرنا (جائز نہیں)۔ ①

① (1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ولا یبیع مالیس عندک﴾ ”اور جو تیرے پاس موجود نہ ہو اس کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں۔“ (۵)

(2) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک شخص آتا ہے وہ مجھ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے میں اسے وہ چیز بازار سے خرید کر دیتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تبیع مالیس عندک﴾ ”جو چیز تمہارے پاس موجود نہیں اسے فروخت نہ کرو۔“ (۶)

مذکورہ دوسری حدیث سے مسئلہ کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ ایسی چیز کی خرید و فروخت (جائز نہیں) جو فروخت کے وقت بائع کی ملکیت میں نہ ہو۔ (۷)

668- بیع فضولی کا حکم

بیع فضولی جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کی چیز بغیر اجازت فروخت کر دینا لیکن یہ مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی (اگر وہ علم ہونے کے بعد اسے قائم رکھے تو جائز ہے ورنہ نہیں)۔

(۱) [نیل الأوطار (۵۲۳/۳)]

(۲) [صحیح : الصحیحہ (۱۲۱۲) ، (۲۱۲/۳) بیہقی (۳۳۹/۵) مسند طرابلسی (ص ۲۹۸/۱) دارمی (۲۵۳/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (۵۵۵/۳)]

(۴) [شرح السنۃ (۳۰۷/۴) تحفۃ الأحوذی (۴۹۳/۴)]

(۵) [صحیح : الصحیحہ (۱۲۱۲) دارقطنی (۵۷/۳) حاکم (۱۷۱/۲) أحمد (۱۸۷/۲)]

(۶) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۲۹۲) ابو داود (۳۵۰۳) کتاب البیوع : باب فی الرجل یبیع مالیس عندہ ترمذی

(۱۲۳۲) نسائی (۲۸۹/۷) ابن ماجہ (۲۱۸۷) أحمد (۴۰۲/۳) بیہقی (۳۱۷/۵)]

(۷) [سبل السلام (۱۰۷۲/۳) تحفۃ الأحوذی (۴۹۰/۴)]

(مالک، احمد، احتساف) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

669- بیع القطوط کا حکم

”القطوط“ القَط کی جمع ہے یعنی چیک (Cheque)؛ چٹھی حساب کارجر یا حصہ وغیرہ۔ (۲)

اہل علم کے نزدیک چیک وغیرہ کی بیع جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ (چیک) ان کے اس مالک تک پہنچ جائیں جس کے لیے وہ لکھے گئے ہیں تو وہ (انہیں) ملکیت بنانے کے بعد فروخت کر سکتا ہے۔ (۳)

اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے ﴿عَجَلْنَا لَنَا فِطْنًا﴾ [ص: ۱۶] ”ہماری سرنوشت یا نامہ اعمال ہمیں جلدی عطا کر دے۔“

دھوکہ نہ دینے کی شرط لگا کر بیع کرنا جائز ہے۔ ❶

وَيَجُوزُ بِشَرْطِ عَدَمِ الْخِدَاعِ

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص نے ذکر کیا کہ اسے بیع میں عام طور پر دھوکہ دیا جاتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا بَاعْتَ فِقْلًا: لَا خِلَابَةَ﴾ ”سودا کرتے وقت کہہ دیا کرو کہ کوئی فریب دھوکہ نہیں ہو گا۔“ (۴)

جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے تین دن کا اختیار دیا تھا۔ حافظ بصریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (۵)

جب تک بائع اور مشتری (سودا کرنے کے بعد) جدا نہ ہوں انہیں اس مجلس

وَالْخِيَارُ بِالْمَجْلِسِ نَابِتٌ مَا لَمْ

میں (بیع منسوخ کرنے کا) اختیار ہے۔ ❶

يَتَفَرَّقَا

❶ (۱) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿البيعان بالخيار ما لم يتفرقا﴾ ”دو بیع کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں۔“ (۶)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿المتبايعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه ما لم يتفرقا إلا بيع الخيار﴾ ”دو خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی پر اختیار ہے جب تک

(۱) [مرقاة (۸۸/۶) تحفة الأحوذی (۴۹۰/۱۴) حاشیة ابن عابدین (۴۷/۴) القوانین الفقہیة (ص/۲۶۰)]

(۲) [المنجد (ص/۷۰۱)]

(۳) [الروضة الندية (۲۲۵/۲)]

(۴) [بخاری (۲۱۱۷، ۲۴۰۷) کتاب البیوع: باب ما یکره من الخداع فی البیع، مسلم (۱۵۳۳) أحمد (۴۴/۲) ابو داود (۳۵۰۰) نسائی (۲۵۲/۷)]

(۵) [مصباح الزجاجة (۲۲۶/۲)]

(۶) [بخاری (۲۰۷۹) کتاب البیوع: باب إذا بین البیعان ولم یکنما نصحا، مسلم (۱۵۳۳) ابو داود (۳۵۰۰) نسائی (۴۴۷۴) موطا (۴۶۸۰/۲)]

کہ وہ جدا نہ ہو جائیں لہذا کہ سودا اختیار والا ہو۔“ (۱)

بیع خیار کا معنی یہ ہے کہ بائع نے مشتری کو اختیار دیا ہو یا مشتری نے اختیار کی شرط لگائی ہو۔ ایسی صورت میں جدائی کے بعد بھی اختیار باقی رہے گا جب تک مقررہ مدت پوری نہ ہو جائے۔

○ حدیث میں موجود تفرق (جدائی) سے مراد تفرق بالابدان ہے یا تفرق بالاقوال یعنی دونوں کا جسمانی طور پر جدا ہونا مراد ہے یا محض بات ختم ہونے پر ہی اختیار ختم ہو جائے گا اس میں اختلاف ہے۔

تفرق بالابدان کے قائل حضرات یہ ہیں: حضرت ابو بزرہ اسلمی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم، امام شریح، امام طحاوی، امام عطاء، سعید بن مسیب، امام زہری، امام اوزاعی اور حسن بصری رحمہم اللہ جامعین وغیرہ۔

امام ابن حزم نے مبالغہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ تابعین میں اکیلے امام نخعی کے سوا کوئی اس کا مخالف نہیں ہے۔

امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور امام ابو ثور رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (ان کا کہنا ہے کہ بائع اور مشتری بیع کا معاملہ طے کرنے کے بعد جب تک ایک مجلس میں رہیں انہیں بیع کا اختیار ہے)۔

تفرق بالاقوال کے قائل حضرات یہ ہیں: احناف، مالکیہ (سوائے ابن حبیب کے) اور ابراہیم نخعی (یہ کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری کے درمیان بات کھل ہوتے ہی اختیار ختم ہو جائے گا اگرچہ وہ ابھی ایک ہی مجلس میں ہوں)۔ (۲)

(راجع) بلا تامل پہلا مؤقف راجح ہے کیونکہ واضح نص کا مفہوم یہی ہے۔

(ابن حجر) صحابہ میں ابن و دونوں (ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ) کا کوئی بھی مخالف معروف نہیں ہے۔ احناف میں سے صاحب ”التعلیق الممجد“ نے بھی اسی کا اعتراف کرتے ہوئے احناف کے تمام دلائل کا رد کیا ہے۔ (۳)

متفرقات

670- کاروبار میں مشتبہ امور سے اجتناب

حلال و حرام تو واضح ہے لیکن ان کے مابین کچھ مشتبہ اشیا ہیں جن سے اجتناب فلاح و نجات کے لیے از حد ضروری ہے۔

اس لیے کاروبار کے دوران بھی مشتبہ معاملات سے بچنا چاہیے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”یقیناً حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان

(۱) [بخاری (۲۱۰۷) کتاب البیوع: باب کم یحوز الخیار، مسلم (۱۰۳۱) موطا (۶۷۱/۲) ابو داؤد (۳۴۵۴)

ترمذی (۱۲۴۵) شرح معانی الآثار (۱۲/۴)]

(۲) [بخاری: کتاب البیوع: باب البیعان بالخیار ما لم یترقا، ترمذی کتاب البیوع: باب ما جاء البیعان بالخیار ما لم

یترقا، ابن ابی شیبہ (۲۲۵۷۴) فتح الباری (۵۷/۵) تحفة الأحوذی (۵۱۳/۴) المغنی (۱۰/۶) بدایة المحتهد

(۱۶۰/۲) الأم (۵-۴/۳) الحاوی (۲۲/۵) المبسوط (۱۷/۱۳)]

(۳) [فتح الباری (۵۷/۵) تحفة الأحوذی (۵۱۴/۴) نیل الأوطار (۵۶۱/۳)]

دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے ﴿ فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام ﴾ ”تو جو شخص شبہوں سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی اور جو شبہ کی چیزوں میں جا پڑا وہ حرام میں جا پڑا۔“ (۱)

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ دع ما يريك الى ما لا يريك ﴾ ”شک و شبہ والی اشیا کو چھوڑ کر ان اشیا کو اپناؤ جن میں شک و شبہ نہیں ہے۔“ (۲)

(۳) رسول اللہ ﷺ نے راستے میں گری بھجور دیکھی تو فرمایا ﴿ لولا أن تكون صدقة لا كنتها ﴾ ”اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہو سکتی ہے تو میں اسے کھا لیتا۔“ (۳)

(۴) حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے حلال و حرام کے متعلق خبر دیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ البر ما سكنت اليه النفس واطمان اليه القلب والإثم ما لم تسكن اليه النفس، ولم يطمنن اليه القلب، وإن افتاك المغنون ﴾ ”نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس ٹھہر جائے اور اس کی طرف دل اطمینان حاصل کر لے اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس نہ ٹھہرے اور نہ ہی اس کی طرف دل اطمینان حاصل کرے اگرچہ (اس کے متعلق) تمہیں مفتی فتوے دے ویں۔“ (۴)

(۵) حضرت نواس بن سمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ البر حسن العلق والإثم ما حاك في صدرك، وكرهت أن يطلع عليه الناس ﴾ ”نیکی اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھلے اور تجھے ناپسند ہو کہ لوگ اس کی اطلاع پالیں۔“ (۵)

(۶) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ سأل رجل النبي ﷺ ما الإثم؟ قال: إذا حاك في نفسك شيء فدعه قال: فما الإيمان؟ قال: إذا ساءتك سيئتك، وسرتك حسنتك فانت مؤمن ﴾ ”ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ گناہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی چیز تیرے نفس میں کھلے تو اسے چھوڑ دے۔ اس نے کہا اور ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تجھے تیری برائی بری لگے اور تیری نیکی اچھی لگے تو تو مؤمن ہے۔“ (۶)

(۱) [بخاری (۵۲) کتاب الإيمان: باب فضل من استبرأ لدينه]

(۲) [بخاری تعليقا (قبل الحديث ۲۰۵۲) کتاب البیوع: باب تفسير المشبهات]

(۳) [بخاری (۲۰۵۵) کتاب البیوع: باب ما ينتزه من الشبهات]

(۴) [صحيح: صحيح الترغيب (۱۷۳۵) کتاب البیوع: باب الترغيب في الورع وترك الشبهات وما يحوك في الصدور، احمد (۱۹۴/۴)]

(۵) [مسلم (۲۵۵۳)]

(۶) [صحيح: صحيح الترغيب (۱۷۳۹) کتاب البیوع: باب الترغيب في الورع وترك الشبهات وما يحوك في الصدور، احمد (۲۵۱/۵)]

671- ذرائع آمدن میں حلال و حرام کی پرواہ نہ کرنا

- (1) یہ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیوں میں سے ایک ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿یاتس علی الناس زمان لا یالی المرء ما أخذ منه أمن الحلال أم من الحرام﴾ ”لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ آدمی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے کس طریقے سے (مال) حاصل کیا، حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے۔“ (۱)
- (2) حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ما تنزال قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن أربع: عن عمره فيم أفناه؟ وعن شبابه فيم أبلاه؟ وعن ماله من أين اكتسبه، وفيم أنفقه؟ وعن علمه ماذا عمل فيه؟﴾ ”قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں قدم حرکت بھی نہ کر سکیں گے حتیٰ کہ اس سے چار چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے کہاں اسے فنا کیا؟ اس کی جوانی کے متعلق کہ اس نے کہاں اسے بوسیدہ کیا؟ اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے اس نے کمایا؟ اور کہاں اسے خرچ کر دیا؟ اس کے علم کے متعلق کہ اس نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟۔“ (۲)

- (3) حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿يا كعب بن عجرة! إنه لا يدخل الجنة لحم نبت من سحت﴾ ”اے کعب بن عجرہ! بلاشبہ جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو حرام سے آگاہ ہو۔“ (۳)
- (4) حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ قال: لا يدخل الجنة جسد غدی بحرام﴾ ”نبی ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں وہ جسم داخل نہیں ہوگا جسے حرام کے ساتھ غذا دی گئی ہو۔“ (۴)

672- تجارت کے لیے بحری سفر

- (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَسَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاجِرَ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ [الفاطر: ۱۲] ”آپ دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چہرے پھاڑنے والی ان دریاؤں میں ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔“
- (2) آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا تذکرہ فرمایا جو سمندر میں نکل گیا اور اس نے (تجارت کے ذریعے) اپنی حاجت پوری کی۔“ (۵)

- (۱) [بخاری (۲۰۵۹) کتاب البیوع: باب من لم یبال من حیث کسب المال]
- (۲) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۷۲۶) کتاب البیوع: باب الترغیب فی طلب الحلال والاکل منه، بیہقی فی شعب الإیمان (۱۸۷۵)]
- (۳) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۷۲۸) کتاب البیوع: باب الترغیب فی طلب الحلال والاکل منه، ابن حبان فی صحیحہ (۵۵۴۱)]
- (۴) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۷۳۰) کتاب البیوع: باب الترغیب فی طلب الحلال والاکل منه، ابو یعلیٰ (۸۳/۱-۸۴) بیہقی فی شعب الإیمان (۵۷۵۹)]
- (۵) [بخاری (۲۰۶۳) کتاب البیوع: باب التجارة فی البحر]

673- رزق میں کشائش کا نسخہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أحب أن يسقط له في رزقه أو ينسأ له في أثره فليصل رحمه﴾ ”جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی کی جائے یا اس کے اثرات دیر تک رہیں وہ صلہ رحمی کرے۔“ (۱)

674- جھوٹ بول کر سودا فروخت کرنا حرام ہے

خرید و فروخت میں جھوٹ بولنا یا جھوٹی قسمیں کھانا قطعاً جائز نہیں بلکہ یہ عمل برکت کو بھی مٹا دیتا ہے۔

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”(جھوٹی) قسم کے ذریعے سودا تو بیک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔“ (۲)

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم ولا يزكهم ولهم عذاب أليم..... والمنفق سلعته بالحلف الكاذب﴾ ”تین آدمی ایسے ہیں روز قیامت نہ تو اللہ تعالیٰ ان سے کلام کریں گے نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ ہی ان کا تزکیہ کریں گے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہو گا جو جھوٹی قسم کے ذریعے سودا فروخت کرتا ہے۔“ (۳)

(3) حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿إن التجار هم الفجار﴾ قالوا : يا رسول الله أليس قد أحل الله البيع؟ قال : بلى، ولكنهم يحلفون فيأثمون، ويحدثون فيكذبون ﴿ ”بے شک تاجر گنہگار لوگ ہیں۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں لیکن یہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں اور بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔“ (۴)

(4) حضرت داؤد بن اسحق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿كان رسول الله ﷺ يخرج إلينا وكنا تجارا وكان يقول يا معشر التجار إياكم والكذب﴾ ”رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلتے تھے اور ہم تاجر تھے آپ فرماتے تھے اے تاجروں کی جماعت! جھوٹ سے بچو۔“ (۵)

(5) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أن رجلا أقام سلعة وهو في السوق، فحلف بالله لقد أعطى بها مالم يعط ليوقع فيها رجلا من المسلمين، فنزلت : ”إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ فَمَنَا

(۱) [بخاری (۲۰۶۷) کتاب البیوع : باب من أحب البسيط في الرزق]

(۲) [بخاری (۲۰۸۷) کتاب البیوع : باب يحق الله الربو ويربى الصدقات.....]

(۳) [مسلم (۱۵۴) کتاب الإیمان : باب بيان غلط تحريم [سبيل الإزار والمن بالمطية]

(۴) [صحيح : صحيح الترغيب (۱۷۸۶) کتاب البیوع : باب ترغيب التجار في الصدق، احمد (۴۲۸/۴-۴۴۴)

حاكم (۶/۲)]

(۵) [صحيح لغيره : صحيح الترغيب (۱۷۹۳) کتاب البیوع : باب ترغيب التجار في الصدق، رواه طبرانی فی المعجم

الكبير باسناد لا بأس به]

قَلِيلًا“ [آل عمران : ۷۷] ﴿﴾ ”بازار میں ایک شخص نے ایک سامان دکھا کر قسم کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگ چکی ہے۔ حالانکہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی۔ اس قسم سے اس کا مقصد ایک مسلمان کو دھوکہ دینا تھا۔ اس پر یہ آیت اتری ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو توڑی قیمت کے بدلہ میں بیچتے ہیں۔“ (۱)

675- خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانا جائز نہیں

(۱) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ ثلاثة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة : أشمط زان ، وعائل مستكبر ، ورجل جعل الله بضاعته لا يشتري إلا بيمينه ، ولا يبيع إلا بيمينه ﴿﴾ ”تین آدمی ایسے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائیں گے: بوڑھا بدکار، فقیر متکبر اور ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے سامان دے رکھا ہے اور وہ اسے نہیں خریدتا مگر قسم کے ساتھ اور نہ ہی اسے بیچتا ہے مگر صرف قسم کے ساتھ ہی۔“ (۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ أربعة يبغضهم الله : البياع الحلاف ، والفقير المختال ، والشيخ الزاني ، والإمام الحائر ﴿﴾ ”چار بندوں سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں: بہت زیادہ قسمیں کھا کر خرید و فروخت کرنے والا، متکبر فقیر، بوڑھا بدکار اور ظالم حکمران۔“ (۳)

(۳) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ إياكم وكثرة الحلف في البيع فإنه ينفق ثم يمحق ﴿﴾ ”تجارت میں بہت زیادہ قسمیں کھانے سے بچو کیونکہ یہ سودا تو بکوادتی ہیں لیکن پھر برکت ختم کر دیتی ہیں۔“ (۴)

676- سچے تاجر کی فضیلت

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ الناجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء ﴿﴾ ”سچا اور امانت دار تاجر نبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔“ (۵)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ الناجر الأمين الصدوق المسلم مع الشهداء يوم القيامة ﴿﴾ ”امانت دار، سچا اور مسلمان تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔“ (۶)

(۳) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو آپس میں کاروبار کرتے ہوئے دیکھا تو کہا ﴿﴾ يا معشر التجار! فاستجابوا الرسول الله ﴿﴾ ”اے تاجروں کی جماعت اللہ کے رسول کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔“ لوگوں نے اپنی گروئیں اور اپنی

(۱) [بخاری (۲۰۸۸) کتاب البیوع : باب ما يكره من الحلف في البيع]

(۲) [صحيح : صحيح الترغيب (۱۷۸۸) کتاب البیوع : باب الترغيب التجار في الصدق ، رواه الطبرانی في الكبير]

(۳) [صحيح : صحيح الترغيب (۱۷۹۰) کتاب البیوع : باب الترغيب التجار في الصدق ، نسائی (۸۶/۵) ابن حبان

في صحيحه (۵۵۳۲)]

(۴) [مسلم (۱۶۰۷) نسائی (۲۴۶/۷) ابن ماجه (۲۲۰۹)]

(۵) [صحيح لغیره : صحيح الترغيب (۱۷۸۲) کتاب البیوع : باب ترغيب التجار في الصدق ، ترمذی (۱۲۰۹)]

(۶) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (۱۷۸۳) کتاب البیوع : باب ترغيب التجار في الصدق ، ابن ماجه (۲۱۳۹)]

آنکھیں آپ ﷺ کی طرف اٹھالیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ التَّجَارَ بِيَعْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَحَارِ إِلَّا مَنْ اتَّقَى اللَّهَ وَبَرَّ وَصَدَّقَ﴾ ”بے شک تاجر قیامت کے دن فاجروں کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے الا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا اور نیکی کی اور سچ بولا (اسے اس طرح نہیں اٹھایا جائے گا)۔“ (۱)

677- کاروبار میں فیاضی سے کام لینا چاہیے

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔“ (۲)

(۲) جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿غَفَرَ اللَّهُ لِرَجُلٍ كَانَ قَبْلَكَمُ، كَانَ سَهْلًا إِذَا بَاعَ، سَهْلًا إِذَا اشْتَرَى، سَهْلًا إِذَا اقْتَضَى﴾ ”اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کو بخش دیا وہ جب بیچتا تھا اور جب خریدتا تھا اور جب تقاضا کرتا تھا تو نرمی سے پیش آتا تھا۔“ (۳)

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَدْخَلَ اللَّهُ عِزَّ وَجَلَّ رَجُلًا كَانَ سَهْلًا، مُشْتَرِيًا وَبَائِعًا، وَقَاضِيًا وَمَقْتَضِيًا، الْحَنَّةُ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو جنت میں داخل کر دیا۔ وہ شخص خریدتے وقت فروخت کرتے وقت فیصلہ کرتے وقت اور تقاضا کرتے وقت نرمی (اور فیاضی) سے پیش آتا تھا۔“ (۴)

678- اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کی فضیلت

(۱) حضرت مقدم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنْ نَبِيَ اللَّهُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ﴾ ”کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھاتے تھے۔“ (۵)

(۱) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۱۷۸۵) کتاب البیوع : باب ترغیب التجار فی الصدق، ترمذی (۱۲۱۰) ابن

ماجہ (۲۱۴۶) ابن حبان فی صحیحہ (۴۸۹۰) حاکم (۶۱۲) امام حاکم نے اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [بخاری (۲۰۷۶) کتاب البیوع : باب السہولۃ والسماحۃ فی الشراء والبیع ومن طلب حقا فلیطلبہ فی عفاف، ابن

ماجہ (۲۲۰۳)]

(۳) [صحیح : صحیح الترغیب (۱۷۴۲) کتاب البیوع : باب الترغیب فی السماحۃ فی البیع والشراء، ترمذی

(۱۳۲۰)]

(۴) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۱۷۴۳) کتاب البیوع : باب الترغیب فی السماحۃ فی البیع والشراء، نسائی

(۳۱۹/۷) ابن ماجہ (۲۲۰۲)]

(۵) [بخاری (۲۰۷۲) کتاب البیوع : باب کسب الرجل وعملہ بیدہ]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أن داؤد عليه السلام كان لا يأكل إلا من عمل يده ﴾ ”داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔“ (۱)

حضرت آدم علیہ السلام کھیتی کا کام اور حضرت داؤد علیہ السلام لوہار کا کام اور حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام اور حضرت اور لیس علیہ السلام کپڑے سیا کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے اور محمد ﷺ تجارت پیشہ تھے۔ لہذا کسی بھی حلال پیشہ کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لأن يحتطب أحدكم حزمة على ظهره خير من أن يسأل أحدا فيعطيه أو يمنعه ﴾ ”وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے چاہے وہ اسے کچھ دے یا نہ دے۔“ (۲)

(4) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لأن ياخذ أحدكم أحبله خير له من أن يسأل الناس ﴾ ”اگر کوئی اپنی رسیوں کو سنبھالے اور ان میں لکڑی بانڈھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے۔“ (۳)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ﴿ كان أصحاب رسول الله ﷺ عمال أنفسهم ، وكان يكون لهم أرواح فقيل لهم : لو اغتسلتم ﴾ ”رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے اور (زیادہ محنت و مشقت کی وجہ سے) ان کے جسم سے (پیسے کی) بو آ جاتی تھی۔ اس لیے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہوگا۔“ (۴)

679- بازاروں میں شور و غل مچانا

عطاء بن یسار نے کہا کہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی جو صفات تورات میں آئی ہیں ان کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا ﴿ أحل ، والله إنه لموصوف في التوراة ببعض صفة في القرآن : يا أيها النبي إنا أرسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا وحرزا للأمين ، أنت عبدى ورسولى سميتك المتوكل ، ليس بفظ ولا غليظ ولا سخاب في الأسواق ، ولا يدفع بالسيئة السيئة ، ولكن يعفو ويغفر ، ولن يقبضه الله حتى يقيم به الملة العوجاء بأن يقولوا : لا إله الا الله ويفتح بها أعين عمى واذان صم وقلوب غلف ﴾

”ہاں! قسم خدا کی! آپ ﷺ کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہیں جیسے کہ ”اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ، خوشخبری دینے والا اور نذرانے والا اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تم میرے

(۱) [بخاری (۲۰۷۳) کتاب البیوع : باب كسب الرجل وعمله بيده]

(۲) [بخاری (۲۰۷۴) کتاب البیوع : باب كسب الرجل وعمله بيده]

(۳) [بخاری (۲۰۷۵) کتاب البیوع : باب كسب الرجل وعمله بيده]

(۴) [بخاری (۲۰۷۱) کتاب البیوع : باب كسب الرجل وعمله بيده]

بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ تم نہ بدخو ہو نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور و غل مچانے والے (اور تورات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ) وہ (میرا بندہ اور رسول) برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا، بلکہ معاف اور درگزر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھی نہ کر لے، یعنی لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہنے لگیں اور اس کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کو شنوا اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کے پردے کھول دے گا۔“ (۱)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ نبی ﷺ کی صفات میں یہ صفت بھی تھی کہ آپ بازاروں میں شور و غل نہیں مچاتے تھے جس سے ثابت ہوا کہ بازاروں میں جا کے شور و غل مچانا اچھے اخلاق کے منافی ہے۔

680- ماپ تول میں کمی کا گناہ

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوا لَهُمْ أَوْ وَزَنُوا لَهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [المطففين: ۱-۶]

”ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ اور جب انہیں ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں۔ اس عظیم دن کے لیے۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔“

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿لما قدم النبي ﷺ المدينة كانوا من أحبب الناس كيلا، فأنزل الله عز وجل "ويل للمطففين" فأحسنوا الكيل بعد ذلك﴾ ”جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ ماپ تول کے معاملے میں انتہائی خمیٹ تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی ”ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔“ تو اس کے بعد لوگوں نے ماپ تول کو انتہائی اچھا کر لیا۔ (۲)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ﴿ما ظهر الغلول في قوم إلا ألقى الله في قلوبهم الرعب، ولا فشا الزنا في قوم إلا كثر فيهم الموت، ولا نقص قوم المكيا والميزان إلا قطع الله عنهم الرزق، ولا حكم قوم بغير حق إلا فشا فيهم الدم، ولا خطر قوم بالعهد إلا سلط عليهم العدو﴾ ”جس قوم میں خیانت ظاہر ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیتے ہیں؛ جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے اُن میں اموات کی کثرت واقع ہو جاتی ہے؛ جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ اُن سے رزق کو کاٹ دیتے ہیں؛ جو قوم بغیر حق کے فیصلہ کرتی ہے اُن میں قتل و خونریزی پھیل جانی

(۱) [بخاری (۲۱۲۵) کتاب البیوع: باب كراهية السخب في السوق]

(۲) [حسن: صحيح الترغيب (۱۷۶۰) کتاب البیوع: باب الترهيب من بخس الكيل والوزن، ابن ماجه (۲۲۲۳) ابن

حبان في صحيحه (۴۸۹۸) بیہقی فی شعب الامان (۵۲۸۶)]

ہے اور جو قوم عہد توڑ دیتی ہے ان پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔“ (۱)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ولم ينقصوا المكيال والميزان إلا أخذوا بالسنين ﴾ ”جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سے دوچار کر دی جاتے ہے۔“ (۲)

681- صبح کے وقت تجارت

حضرت صحیح بن وداعہ الغامدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اللهم بارك لأمتي في بكورها وكان إذا بعث سرية أو جيشا بعثهم من أول النهار و كان صخر تاجرا فكان يبعث تجارتهم من أول النهار فانثرى و كثر ماله ﴾ ”اے اللہ میری امت کی صفوں میں برکت عطا فرما۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی دستہ یا لشکر روانہ کرتے تو دن کے ابتدائی حصے میں روانہ کرتے تھے۔ حضرت صحیح رضی اللہ عنہ ایک تاجر تھے وہ اپنی تجارت (کاسامان) دن کے ابتدائی حصے میں روانہ کیا کرتے تھے تو وہ امیر ہو گئے اور ان کے مال میں اضافہ ہو گیا۔“ (۳)

682- عہد رسالت میں موجود پیشے

① سناروں کا پیشہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصتی کرانے کا ہوا ﴿ أعدت رجلا صواغما من بنى قينقاع ﴾ ”تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں مل کر اڈ خرگھاس (جمع کر کے) لائیں کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمہ میں اس کی قیمت لگاؤں۔“ (۴)

② لوہاروں کا پیشہ: قرآن میں ہے کہ ”ہم نے داؤد عليه السلام پر اپنا فضل کیا اے پہاڑو! اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم دیا) ﴿ وَأَنَّا لَهُ الْحَدِيدُ ﴾ ”اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔“ [سبا: ۱۰]

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ كنت قينا في الجاهلية ﴾ ”میں جاہلیت میں لوہار تھا۔“ (۵)

③ درزیوں کا پیشہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أن خياطاً دعا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لطعام صنعہ ﴾ ”ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا۔“ (۶)

(۱) [جسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۷۶۲) کتاب البیوع: باب الترهیب من بخص الکیل والوزن]

(۲) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۷۶۱) کتاب البیوع: باب الترهیب من بخص الکیل والوزن ابن ماجہ (۴۰۱۹) بیہقی فی شعب الإیمان (۳۳۱۴)]

(۳) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۶۹۳) کتاب البیوع: باب الترغیب فی البکور فی طلب الرزق ابو داود (۲۶۰۶) ترمذی (۱۲۱۲) ابن ماجہ (۲۲۳۶) ابن حبان فی صحیحہ (۲۷۳۵)]

(۴) [بخاری (۲۰۸۹) کتاب البیوع: باب ما قبل فی الصواغ]

(۵) [بخاری (۲۰۹۱) کتاب البیوع: باب ذکر القین والحداد]

(۶) [بخاری (۲۰۹۲) کتاب البیوع: باب ذکر الخياط]

④ کپڑا بننے کا رواج: ایک عورت نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے کہا ﴿اِنِّی نَسَحْتُ هَذِهِ بِيَدِي اَكْسُو كَمَا﴾ ”میں نے خاص آپ کو پہنانے کے لیے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے۔“ (۱)

⑤ بڑھیوں کا پیشہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے بڑھی غلام سے مسجد کا منبر تیار کروایا۔ (۲)

⑥ سینگلی لگانے کا پیشہ: حدیث نبوی ہے کہ ﴿حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولَ اللَّهِ فَاَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ﴾ ”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سینگلی لگائی تو آپ نے ایک صاع کھجور (بطور اجرت) انہیں دینے کے لیے حکم فرمایا۔“ (۳)

683- بھیک مانگنے کا پیشہ

بھیک مانگنے کا پیشہ دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا باعث ہے اور آخرت میں بھی اور اس کے متعلق چند احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا زَالَ الرَّجُلُ يُسَالُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ قِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مِرْمَعَةٌ لَحْمٍ﴾ ”آدمی لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت والے دن اس الت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔“ (۴)

(۲) حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا الْمَسْأَلُ كِدْوَحٍ يَكْدَحُ بِهَا رَجُلٌ وَجْهَهُ فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ إِلَّا أَنْ يُسَالُ ذَا سُلْطَانٍ أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بَدَأٌ﴾ بے شک سوال خراشیں ہیں جس کے ذریعے انسان اپنے چہرے کو زخمی کرتا ہے پس جو چاہے اسے اپنے چہرے پر باقی رکھے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے، والا کہ انسان حاکم سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے جس میں سوال کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔“ (۵)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَوْ يَعْلَمُ صَاحِبُ الْمَسْأَلَةِ مَا لَهُ فِيهَا مِمَّ يُسَالُ﴾ ”اگر سوال کرنے والے کو علم ہو جائے کہ اس میں اس کے لیے کیا (ذلت و رسوائی اور گناہ ہے) تو وہ کبھی وال نہ کرے۔“ (۶)

(۱) [بخاری (۲۰۹۳) کتاب البيوع: باب ذكر النساج]

(۲) [بخاری (۲۰۹۴) کتاب البيوع: باب النجار]

(۳) [بخاری (۲۱۰۲) کتاب البيوع: باب ذكر المحمام]

(۴) [بخاری (۱۴۸۴) کتاب الزكاة: باب من سأل الناس تكثرا، مسلم (۱۰۴۰) کتاب الزكاة: باب كراهة المسئلة للناس، نسائي (۲۵۸۴) کتاب الزكاة: باب المسئلة]

(۵) [صحيح: صحيح الترغيب (۷۹۲) کتاب الصدقات: باب الترهيب من المسئلة، ابو داود (۱۶۳۹) نسائي (۱۰۱۵) ترمذی (۶۸۱) ابن حبان فی صحيحه (۳۳۸۸)]

(۶) [حسن للغيره: صحيح الترغيب (۷۹۷) کتاب الصدقات: باب الترهيب من المسئلة، رواه الطبرانی فی الكبير]

(4) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من سأل وهو غنی عن المسألة يحشر يوم القيامة وهي خموش فنی وجهه ﴾ ”جس نے سوال کیا اور وہ سوال سے غنی تھا تو اسے قیامت کے روز اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے چہرے میں خراشیں ہوں گی۔“ (۱)

(5) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من سأل وله ما يغنيه جائت مسئلته يوم القيامة خدوشا أو خموشا أو كدو حافی وجهه قبل یا رسول الله وما يغنيه؟ قال خمسون درهما أو قيمته من الذهب ﴾ ”جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے کفایت کرتا ہے تو قیامت کے دن وہ سوال اس کے چہرے پر چھلکا ہوا نشان بن کر آئے گا۔ سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آدمی کو کتنا مال کفایت کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پچاس درہم یا اتنی قیمت کا سونا۔“ (۲)

(6) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ومن يتقبل لى بواحدة وأتقبل له بالحنة؟ قلت أنا قال : لا تسأل الناس شيئا قال فكان ثوبان يقع سوطه وهو راكب فلا يقول لأحد ناولنيه حتى ينزل فيأخذہ ﴾ ”جو شخص میری ایک بات قبول کر لے میں اس کے لیے جنت کا ذمہ لیتا ہوں۔ میں نے کہا میں قبول کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں سے کسی چیز کا بھی سوال نہ کر۔ پھر ثوبان رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ وہ سوار ہوتے اور ان کا کوڑا گر جاتا تو وہ کسی سے یہ نہ کہتے کہ میرا کوڑا مجھے پکڑا اور بلکہ خود اتر کر اٹھاتے۔“ (۳)

684- ولاء کی خرید و فروخت جائز نہیں

حدیث نبوی ہے کہ ﴿ نہی عن بیع الولاء وعن ہبته ﴾ ”آپ ﷺ نے ولاء کو فروخت کرنے اور اسے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۴)

685- مدبر غلام کو فروخت کرنا

مدبر غلام کو بوقت ضرورت فروخت کیا جا سکتا ہے۔ (۵)

(۱) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۸۰۰) کتاب الصدقات : باب الترهیب من المسألة رواہ الطبرانی فی الأوسط بإسناد لا بأس بہ]

(۲) [صحیح : الصحیحہ (۴۹۹) ابن ماجہ (۱۵۰۲) کتاب الزکاة : باب من سأل عن ظہر غنی ، نسائی (۲۵۹۱) ابو داؤد (۱۶۲۶) ترمذی (۶۵۰ ، ۶۵۱)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۴۸۷) کتاب الزکاة : باب کراهیة المسئلة ، ابن ماجہ (۱۸۳۷) ابو داؤد (۱۶۴۳) نسائی (۲۵۸۹) حاکم (۴۱۲۱)]

(۴) [بخاری (۲۵۳۵) مسلم (۱۵۰۶) ابو داؤد (۲۹۱۹) نسائی (۴۶۵۸) ابن ماجہ (۲۷۴۷)]

(۵) [بخاری (۲۵۳۴) مسلم (۹۹۷) ابو داؤد (۳۹۵۵) نسائی (۲۵۴۶) ابن ماجہ (۲۵۱۳)]

686- أم ولد لو نڈی کی بیع

أم ولد لو نڈی کو فروخت کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث میں ممنوع ہے۔ (۱)
لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ أم ولد کی بیع کا جواز بوقت ضرورت بہر حال موجود ہے۔ (۲)

687- بغیر گواہوں کے بیع درست ہے

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دیہاتی سے گھوڑے کا سودا کیا اور کسی کو گواہ مقرر نہ کیا پھر تنازعہ ہو گیا تو
یہ رضی اللہ عنہ نے شہادت دی اور آپ ﷺ نے ان کی شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا۔ (۳)

688- ٹی وی وی سی آر اور فلموں کا کاروبار

یہ اور ان جیسی دیگر اشیا کا کاروبار مندرجہ ذیل آیت کی رو سے ناجائز ہے:
﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النور: ۱۹]
”جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزو مند ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اللہ
سب کچھ جانتے ہیں اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔“

689- شیو کی کمائی کا حکم

شیو کی کمائی حرام ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول نے جن اعمال کو حرام قرار دیا ہے ان کی اجرت کو بھی حرام کیا ہے۔
(۱) جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ ”تو
مول اللہ ﷺ نکلے اور ﴿فحرم التجارة في الخمر﴾ ”آپ نے خمر (شراب) کی تجارت کو بھی حرام قرار دے دیا۔“ (۴)
(۲) ایک روایت میں ہے کہ ﴿لعن رسول الله ﷺ في الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها
لمحمولة إليها وساقبها وبائعها والمشتري لها والمشتري له﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے شراب کے متعلق دس افراد پر
نت کی ہے: اسے چھڑنے والا، اسے چڑوانے والا، اسے پینے والا، اسے اٹھانے والا، جس کی طرف اٹھا کر لے جانی جا رہی ہے
سے پلانے والا، اسے فروخت کرنے والا، اسے خریدنے والا اور جس کے لیے خریدی جا رہی ہے۔“ (۵)

(۱) [موطا (۷۷۶/۲) بیہقی (۳۴۲/۱۰) دارقطنی (۱۳۴/۴)]

(۲) [ابن ماجہ (۲۰۱۷) ابو داؤد (۳۹۰۴) أحمد (۳۲۱/۳) عبدالرزاق (۲۸۸/۷)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۳۰۷۳) کتاب القضاء: باب إذا علم الحاكم صدق شهادة الواحد يجوز له أن يقضي
به، ابو داؤد (۳۶۰۷) أحمد (۲۱۰/۵)]

(۴) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۲۷۲۷) کتاب الأشربة: باب التجارة في الخمر، ابن ماجہ (۳۳۸۲)]

(۵) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۲۷۲۶) کتاب الأشربة: باب لعنة الخمر على عشرة أوجه، ابن ماجہ (۳۳۸۱)]

ترمذی (۱۲۹۰) أحمد (۷۱/۲)]

اسی طرح دائرہ موٹنے والے کو دکان کرایہ پر دینا وغیرہ حرام کام میں تعاون کی وجہ سے ناجائز ہے۔ قرآن میں ہے ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ : ۲] ”اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو۔“

690- فوٹو گرافی کے پیشیے کا حکم

فوٹو گرافی کا پیشیہ اختیار کرنا تصویر کی حرمت کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(1) حدیث نبوی ہے کہ ”لوگوں میں سب سے سخت عذاب روز قیامت تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔“ (۱)

(2) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من صور صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح﴾ وليس ينافع فيها أبدا ﴿ ”جس نے بھی کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا جب تک وہ شخص اپنی تصویر میں جان نہ ڈال دے اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا۔“ (۲)

یاد رہے کہ یہ وعید ذی روح کی تصویر بنانے والے کے لیے ہے اگر کوئی غیر ذی روح چیز کی تصویر بناتا ہے تو اس کی اجازت ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”اگر تم تصویریں بنانا ہی چاہتے ہو تو ان درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں روح نہیں ہے، تصویریں بنا سکتے ہو۔“



(۱) [بخاری (۵۹۵۴) کتاب اللباس : باب ما وطئ من التصاویر]

(۲) [بخاری (۲۲۲۵) کتاب البیوع : باب بیع التصاویر التي ليس فيها روح]

سود کا بیان

باب الربا ۱۰

سونے کی بیع سونے کے بدلے چاندی کی بیع چاندی کے بدلے گندم کی بیع گندم کے بدلے جو کی بیع جو کے بدلے کھجور کی بیع کھجور کے بدلے اور نمک کی بیع نمک کے بدلے حرام ہے لاکہ سب برابر اور نقد ہوں۔ ۵

يَحْرُمُ بَيْعُ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ وَالنَّبْزُ بِالنَّبْزِ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدًا

۱ لغوی وضاحت: لفظ ربا باب ربهی یزئو (نصر) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”زیادتی اور سود“ مستعمل ہے۔ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةً هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ﴾ [النحل: ۹۲] ”اس لیے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھا چڑھا جائے۔“ اور ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿ فَاِذَا اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ﴾ [الحج: ۵] ”جب ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے۔“ شرعی تعریف: (۱) خرید و فروخت میں ایک جنس کے تبادلہ کے وقت زیادہ مقدار حاصل کرنا اور ہر قسم کی حرام بیع پر بھی اس کا طلاق ہوتا ہے۔ (۲)

(۲) سود ایسا زائد مال ہے جو شرعی معیار کے مطابق کسی عوض سے خالی ہو اور دو بیع کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے معاوضہ میں شرط ہو۔ (۳)
(۳) مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک ہر فاسد بیع بھی سود ہے۔ (۴)

691- سود کی حرمت کے دلائل

- (۱) ﴿ وَاَحَلُّ اللّٰهُ الْمُبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ﴾ [البقرة: ۲۷۵]
”اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔“
(۲) ﴿ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَنْخَبِطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ [البقرة: ۲۷۵]
”سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خنطی بنا دے۔“
(۳) ﴿ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۵ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاذْنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ﴾

[البقرة: ۲۷۸-۲۷۹]

”اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم سچ ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے

(۱) [القاموس المحيط (ص ۱۱۵۸/۱) المنجد (ص ۲۷۶/۱)]

(۲) [فتح الباری (۳۶/۵) سبل السلام (۱۱۱۲/۳)]

(۳) [القاموس الفقہی (ص ۱۴۳/۱)]

(۴) [أيضاً]

رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے سو لینے والے دینے والے اس کے تحریر کرنے والے اور اس

کے گواہوں پر لعنت کی ہے نیز فرمایا (گناہ کے ارتکاب میں) یہ سب مساوی و برابر ہیں۔“ (۱)

(5) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الربا ثلاثة وسبعون بابا ایسرھا مثل أن

ینسکح الرجل أمه ﴾ ”سود کے تہتر (73) درجے ہیں سب سے کم تر درجہ اس گناہ کی مثل ہے کہ کوئی آدمی اپنی ماں کے ساتھ

نکاح کرے۔“ (۲)

(6) ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿ درہم ربا یا کله الرجل وهو یعلم أشد من ست وثلاثین زنیة ﴾ ”سود کا ایک درہم

جسے جانتے ہوئے آدمی کھالے چھتیس (36) مرتبہ بدکاری کرنے سے بھی برا ہے۔“ (۳)

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کر دینے والی اشیاء سے اجتناب کرو: (ان میں سے ایک یہ ہے) ”سود کا کھانا۔“ (۴)

(8) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ماضھر فی قوم الزنا والربا إلا أحلوا بأنفسھم

عقاب اللہ ﴾ ”جس قوم میں زنا اور سود پھیل جاتا ہے وہ اپنے نفسوں پر اللہ کا عذاب حلال قرار دے دیتے ہیں۔“ (۵)

(8) سود کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔ (۶)

① (1) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”سونا سونے کے بدلے چاندی چاندی کے

بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے (یہ تمام اشیاء) برابر برابر نقد نقد

(فروخت کی جائیں) ﴿ فمن زاد أو ازداد فقد أربى ، الآخذ والمعطى فیہ سواء ﴾ ”پھر جو زیادہ لے یا زیادہ دے تو

اس نے سودی کاروبار کیا۔ سو لینے والا اور دینے والا (دونوں گناہ میں) برابر ہیں۔“ (۷)

(2) اسی معنی میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔ (۸)

(3) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یتبعوا الذھب بالذھب إلا وزنا

(۱) [مسلم (۱۰۹۸)، بخاری (۲۰۸۶)، أحمد (۳۰۴۱۳)، ابو داؤد (۳۳۳)، ترمذی (۱۲۰۶)، ابن ماجہ (۲۲۷۷)] شرح

السنة (۵۴/۸) بیہقی (۲۷۵/۵)

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۸۴۵)، ابن ماجہ (۲۲۷۵)، حاکم (۳۷/۲)]

(۳) [أحمد (۲۲۵/۵)]

(۴) [بخاری (۶۸۵۷)، کتاب الحدود: باب رمی المحصنات]

(۵) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۸۶۰)، کتاب البیوع: باب الترهیب من الربا، مسند أبی یعلیٰ (۴۹۸۱)]

(۶) [موسوعة الإجماع (۴۲۹/۱)]

(۷) [مسلم (۱۰۸۴)، کتاب المساقاة: باب الرباء، أحمد (۴۹/۳)]

(۸) [مسلم (۱۰۸۷)، کتاب المساقاة: باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا، ترمذی (۱۲۴۰)، ابو داؤد (۳۳۴۹)]

نسائی (۴۵۶۰)، ابن ماجہ (۲۲۵۴)، أحمد (۳۱۴/۵)]

﴿سونے کو سونے کے بدلے صرف برابر برابر (وزن کے ساتھ) ہی فروخت کرو۔﴾ (۱)

جمہور فقہاء کے نزدیک تجارت میں سود کی دو قسمیں ہیں:

① ربا الفضل: ایک جنس کی دو اشیا کو کسی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا۔

② ربا النسیئہ: اُس میں کمی بیشی تو نہ ہو لیکن ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار کا معاملہ ہو۔ (۲)

گذشتہ احادیث میں ربا الفضل کی واضح حرمت موجود ہے لیکن مندرجہ ذیل احادیث بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتی ہیں: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إنما الربا فی النسیئۃ﴾ ”صرف سود ادھار میں ہی ہے۔“ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿لا ربا فی ما کان یدابدا﴾ ”دست بدست خرید و فروخت میں سود نہیں ہے۔“ (۳)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے:

(1) اس کا معنی یہ ہوگا کہ اُس سود سے زیادہ سخت کوئی نہیں ہے جو ادھار میں ہے ﴿لا ربا أشد إلا فی النسیئۃ﴾ یعنی لاءنی الکمال ہوگا نہ کرنفی الاصل۔

(2) حدیث اسامہ کا مفہوم عام ہے کیونکہ اس میں مذکورہ چھ اجناس اور ان کے علاوہ تمام اشیا شامل ہیں۔ لیکن حدیث ابی سعید خاص ہے کیونکہ اس میں صرف مخصوص چھ اجناس ہی شامل ہیں۔ (۴)

(3) امام حاکم نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ (۵)

امام حازمی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوع نقل کیا ہے۔ (۶)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان کے رجوع میں اختلاف ہے۔ گذشتہ حدیث سے اس پر استدلال ثابت نہیں لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کو جائز قرار دینے کے باوجود اس کی کراہت ثابت ہے۔ (۷)

○ امام نووی فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں تمام قسم کا سونا و چاندی شامل ہے خواہ عمدہ ہو یا ردی، صحیح ہو یا ٹوٹا ہوا، زیور ہو یا ڈالی اور خالص ہو یا ملاوٹ شدہ اور اس پر اجماع ہے۔ (۸)

(۱) [مسلم (۱۵۹۱) ابو داؤد (۳۳۵۱) ترمذی (۱۲۵۵) نسائی (۲۷۹/۷) شرح معانی الآثار (۷۳/۴) بیہقی

[(۲۹۲/۵)]

(۲) [المغنی (۱/۴) أعلام الموقعین (۱۳۵/۲) بدایۃ المحتجہ (۱۲۹/۲) بدائع الصنائع (۸۳/۵)]

(۳) [بخاری (۲۱۷۸، ۲۱۷۹) مسلم (۱۵۶۹) نسائی (۲۸۱/۷) ابن ماجہ (۲۲۵۷)]

(۴) [فتح الباری (۳۸۲/۴)]

(۵) [حاکم (۴۲/۲) بیہقی (۲۸۶/۵) المحلی (۴۱۷/۷)]

(۶) [الاعتبار (ص ۴۰۶)]

(۷) [فتح الباری (۳۸۲/۴)]

(۸) [شرح مسلم (۱۴/۶)]

وَفِي الْإِحْتِاقِ غَيْرَهَا بِهَا خِلَافٌ

اور دوسری اشیا کو ان کے ساتھ ملانے میں اختلاف ہے۔ ❶

❶ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ چھ اشیا میں تفاضل کی حرمت پر اتفاق ہے جبکہ وہ ایک جنس کی ہوں۔ (۱)
لیکن اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا ان چھ اشیا کے علاوہ بقیہ ایک جنس کی اشیا مثلاً دالیں اور چاول وغیرہ کی بھی خرید و فروخت برابر برابر اور نقد بھند کی جائے گی اور اگر کمی بیشی یا نقد و ادھار کا معاملہ ہو تو کیا ان میں بھی سود ہوگا؟۔
(اہل ظاہر، ابن حزمؒ) حدیث میں مذکور صرف چھ اشیا میں ہی سود ہے۔

(جمہور، ابوحنیفہ، احمدؒ) ان چھ اجناس کے علاوہ جہاں بھی سود کی علت پائی جائے گی وہ سود ہی ہوگا۔
(مالکؒ) انہوں نے سود کی حرمت کو صرف خوراک کے ساتھ خاص کیا ہے۔

(ابن قیمؒ) یہ امام مالکؒ کی حمایت میں ہیں۔ (۲)

(شاہ ولی اللہؒ) فقہاء کے نزدیک ان چھ اشیا کے علاوہ بھی سود ثابت ہو جاتا ہے۔ (۳)

(بخاریؒ) علما کا اتفاق ہے کہ سود صرف انہی چھ اشیا میں ہے جن پر حدیث کی نص آئی ہے۔ (۴)

(نواب صدیق حسن خانؒ) دوسری اشیا کو ان اشیا کے ساتھ ملانے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ (۵)

(شوکانیؒ) دوسری اجناس کو ان (چھ اشیا) کے ساتھ نہیں ملایا جاسکتا۔ (۶)

جو لوگ بقیہ اشیا کو بھی ان چھ اجناس کے ساتھ ملحق کرنے کے قائل ہیں ان کے پاس اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل ہیں ان میں ان کے مقصود کو ثابت کرنے کے لیے کوئی واضح حجت موجود نہیں مثلاً:

- (۱) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی اپنے باغ کے پھل کو اس طرح فروخت کرے کہ اگر کھجور کے درخت ہوں تو انہیں خشک کھجور کے بدلے ماپ کر فروخت کرے اور تازہ انگور ہوں تو انہیں معقہ کے بدلے ماپ کر فروخت کرے اور اگر کھیت ہوں تو انہیں غلے کے بدلے ماپ کر فروخت کرے۔ آپ ﷺ نے ان (بیوع) سے منع فرمایا ہے۔ (۷)

(۱) [المحلی (۴۶۸/۸)]

(۲) [روضۃ الطالبین (۴۰/۳) الفقہ الإسلامی وأدلته (۳۷۰/۶۵) سبیل السلام (۱۱۱۹/۳) بدایۃ المجتہد (۲۲۷/۲)]

الحاوی (۸۲/۵) أعلام الموقعین (۱۳۶/۲)]

(۳) [حجة الله البالغة (۱۰۷/۲)]

(۴) [شرح السنة (۵۷/۸)]

(۵) [الروضۃ الندیة (۲۳۵/۲)]

(۶) [السبیل الحرار (۶۴/۳) - ۶۵]

(۷) [بخاری (۲۱۸۵) کتاب البیوع : باب بیع المزابنة ، مسلم (۱۵۴۲) أحمد (۵/۲) ابو داود (۳۳۶۱) نسائی

(۴۵۳۴) ابن ماجہ (۲۲۶۵)]

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿نہی عن بیع اللحم بالحيوان﴾ ”آپ ﷺ نے حیوان کے بدلے گوشت کی بیع سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

اگرچہ تجارت کی ان قسموں میں ممانعت موجود ہے لیکن ان سے مذکورہ چھ اشیا کا حکم بقیہ اشیا میں ثابت نہیں ہوتا۔
(راجع) اہل ظاہر کا موقف راجح ہے کیونکہ اگر دوسری اشیا بھی ان میں شامل ہوتیں تو حدیث کے لفظ عام ہوتے یا آپ ﷺ اس کی خبر دے دیتے نیز اس کی علت نکالنے والوں نے بھی علت میں ہی اختلاف کیا ہے۔ (واللہ اعلم) (۲)

فَإِنْ اِخْتَلَفَتِ الْأَجْنَاسُ جَازَ التَّفَاضُلُ إِذَا كَانَ يَدًا يَبِيدُ ۝ اگر اجناس مختلف ہوں تو کسی بیشی جائز ہے جبکہ بیع نقد ہو۔ ۱

① (1) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”سونا سونے کے عوض، گندم گندم کے عوض، جو جو کے عوض، کھجور کھجور کے عوض اور نمک نمک کے عوض ایک دوسرے کی طرح برابر برابر اور نقد نقد (فروخت کیے جائیں) ﴿فإذا اختلف هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدا يبيد﴾ ”اگر یہ اجناس مختلف ہوں تو پھر جس طرح چاہو فروخت کر لو مگر قیمت کی ادائیگی نقد ہو۔“ (۳)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿أمرنا أن نبيع البر بالشعير والشعير بالبر يدا يبيد كيف شئنا﴾ ”اور آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گندم کو جو کے عوض اور جو کو گندم کے عوض جیسے چاہیں فروخت کریں جبکہ وہ نقد نقد ہوں۔“ (۴)

(3) صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿وأمرنا أن نشترى الفضة بالذهب كيف شئنا﴾ ”اور آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ سونے کے عوض چاندی جیسے چاہیں خریدیں۔“ (۵)

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْجِنْسِ بِجِنْسِهِ مَعَ عَدَمِ الْعِلْمِ بِالتَّسَاوِيِ وَإِنْ صَحِبَتْ غَيْرُهُ ۝ تبادلہ کی جانے والی مقداروں کے برابر ہونے کا علم نہ ہونے کی صورت میں ایک جنس کی بیع بھی درست نہیں ۱ اگرچہ اس کے ساتھ کوئی اور جنس ملی ہو۔ ۲

① (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الصبرة من التمر لا يعلم كيلها﴾

(۱) [حسن: إرواء الغلیل (۱۳۵۱) المشكاة (۲۸۲۱) دارقطنی (۲۶۶) حاکم (۳۵۱۲) بیہقی (۲۹۶/۵)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المحلی (۴۶۷/۸) السیل الحرار (۶۴/۳) سبل السلام (۱۱۹۹/۳) بدایة المحتند (۲۲۸/۲)]

(۳) [مسلم (۱۵۸۷) کتاب المساقاة: باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا، ترمذی (۱۲۴۰) ابو داود (۳۳۴۹) ابن ماجہ (۲۲۵۴) دارمی (۲۵۸/۲) أحمد (۳۱۴/۵)]

(۴) [أيضا]

(۵) [بخاری (۲۱۷۵، ۲۱۸۲) مسلم (۱۵۹۰) نسائی (۲۸۰/۷) أحمد (۳۸/۵) ابن حبان (۵۰۱۴) بیہقی

[(۲۸۲/۵)]

بالکيل المسمى من التمر ﴿ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کے ایسے ڈھیر کو جس کا ماپ نامعلوم ہو، کھجوروں کے معین ماپ کے بدلہ میں فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اُس وقت تک ایک جنس کی اشیا کی باہم بیع جائز نہیں جب تک کے برابری کا علم نہ

ہو جائے۔

(۲) حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الطعام بالطعام مثلا بمثل ﴾ ”اناج کے

بدلے اناج برابر برابر ہو۔“ (۲)

(۳) صحیحین میں اس معنی کی متعدد احادیث ہیں جن میں یہ ذکر ہے ﴿ مثلا بمثل سواء بسواء وزنا بوزن ﴾ ”اُن تمام کو

اس مسئلہ کے ساتھ منطبق کیا جاسکتا ہے۔

② حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے خیبر کے روز ایک ہار بارہ دینار کا خرید اس میں سونا اور پتھر کے

گنیے تھے۔ میں نے ان کو الگ کر دیا تو میں نے اس میں بارہ دینار سے زیادہ پایا۔ میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ

ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تبائع حتى تفصل ﴾ ”جب تک ان کو الگ نہ کر لیا جائے فروخت نہ کیا جائے۔“ (۳)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاقؒ اور امام محمد بن حکم مالکیؒ حدیث کے ظاہری مفہوم کے

ہی قائل ہیں۔

(احناف، ثوری) کسی دوسری جنس کے ملنے کے ساتھ (تفاضل) کی بیشی کے قائل ہیں اگرچہ علیحدہ سونا ہار وغیرہ کے سونے

سے زیادہ مقدار میں ہو۔ (۴)

(راجع) بلا تردد پہلا موقف ہی راجح ہے۔ (۵)

وَلَا يَبِيعُ الرُّطْبُ بِمَا كَانَ يَابِسًا إِلَّا لِأَهْلِ الْعَرَايَا	خشک کھجوروں کے بدلے تازہ کھجوروں کی بیع جائز نہیں ① مگر اہل عرایا کے لیے جائز ہے۔ ②
---	--

① (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزانہ سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدی اپنے باغ کی تازہ کھجوریں خشک کھجوروں کے بدلے یا تازہ انگور کشمش و منقہ کے بدلے ماپ کر فروخت کرے اور اگر کھیتی ہو تو اس کا

(۱) [مسلم (۱۵۳۰) کتاب البیوع : باب تحريم بيع صبرة التمر..... نسائي (۴۵۴۷)]

(۲) [مسلم (۱۵۹۲) أحمد (۴۰۰/۶) دارقطنی (۲۴/۳) بیہقی (۲۸۳/۵)]

(۳) [مسلم (۱۵۹۱) کتاب المساقاة : باب بيع القلادة فيها خرز وذهب، ابو داود (۳۳۵۲) ترمذی (۱۲۵۵) نسائی (۲۷۹/۷) أحمد (۲۱/۶) شرح معانی الآثار (۷۳/۴) مشکل الآثار (۲۴۳/۴) دارقطنی (۳/۳)]

(۴) [حلیۃ العلماء (۱۷۰/۴) الحاوی (۱۱۳/۵) المبسوط (۱۱۸/۱۲) حاشیۃ الدسوقی (۲۹/۳) المغنی (۹۲/۶) بدایۃ المحتهد (۱۱۵/۲)]

(۵) [تلخیص الحبیر (۲۰/۳)]

سوداغلہ سے کرے ﴿نہی عن ذلك كله﴾ ”آپ ﷺ نے ان سب صورتوں میں ہونے والی بیع سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا تازہ کھجوریں خشک کھجوریں کے بدلے فروخت کی جاسکتی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أبْنَقِصِ الرُّطْبَ إِذَا بَيْسَ﴾ ”کیا وہ خشک ہو کر وزن میں کم رہ جاتی ہیں؟“ لوگوں نے کہا ہاں، تو آپ نے اس سے منع فرمادیا۔ (۲)

(جمہور شافعی، مالک) اسی کے قائل ہیں (نیز قاضی ابویوسف اور امام محمد بن حسنؒ کا بھی یہی موقف ہے)۔

(ابوحنیفہ) انہوں نے اس بیع کو جائز قرار دیا ہے۔ (۳)

② (۱) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ رَخِصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تَبَاعَ بِخَرَصِهَا كَيْلًا﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے عرایا کے متعلق رخصت دی کہ گھر والے اندازے سے خشک کھجور دے کر کھانے کے لیے تازہ کھجوریں حاصل کر لیں۔“ (۴)

(۲) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن ابی شمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿نَهَى عَنِ الْمَزَابِنَةِ بِيَعِ الشَّمْرِ بِالشَّمْرِ إِلَّا أَصْحَابَ الْعَرَايَا فَإِنَّهُ قَدْ أَذِنَ لَهُمْ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے لیکن اصحاب العرایا کے لیے اجازت دی ہے۔“ (۵)

عرایا: عریہ کی جمع ہے۔ باب عَرَا يَغْرُو (نصر) ”عطیہ مانگنے کے لیے قصد کرنا“ کے معنی میں مستعمل ہے۔ (۶)

عرایا سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی باغ کا مالک اپنے باغ میں) دوسرے شخص کو کھجور کا درخت (ہبہ کرتے ہوئے) دے دے، پھر اُس شخص کا اپنے باغ میں آنا اچھا نہ سمجھے تو اس صورت میں وہ شخص (مالک) اتری ہوئی کھجور کے عوض اپنا درخت (جسے وہ ہبہ کر چکا ہے) خریدے اس کی اُس کے لیے رخصت دی گئی ہے۔

فی الواقع عرب قحط اور خشک سالی کے ایام میں اپنے باغات میں سے ’فقیروں اور مسکینوں کے درختوں کو چھوڑ کر پھل صدقات کی صورت میں دیا کرتے تھے کہ فلاں درخت کی کھجوریں تمہاری ہیں۔ اسی طرح عطیہ میں دی گئی کھجور کو بھی ”عریہ“

(۱) [بخاری (۲۱۸۵) کتاب البیوع : باب بیع المزابنة، مسلم (۱۰۵۲) أحمد (۵۱۲) ابو داود (۳۳۶۱) نسائی (۲۶۶/۷) ابن ماجہ (۲۲۶۵) طحاوی (۳۳/۴)]

(۲) [موطا (۶۲۴/۲) ابو داود (۳۳۵۹) ترمذی (۱۲۲۵) ابن ماجہ (۲۲۶۴) أحمد (۱۷۹/۱) شرح معانی الآثار (۶/۴) دارقطنی (۴۹/۳) بیہقی (۲۹۴/۵)]

(۳) [الأم (۲۶/۳) الحاوی (۱۳۰/۵) المبسوط (۱۸۴/۱۲) الاختیار (۳۲/۲) سبیل السلام (۵۶/۳) المغنی (۶۷/۶)]

(۴) [بخاری (۲۱۷۳، ۲۱۸۸) کتاب البیوع : باب بیع المزابنة، مسلم (۱۰۳۹) ابو داود (۳۳۶۲) ترمذی (۱۳۰۲) نسائی (۲۶۷/۷) ابن ماجہ (۲۲۶۹) دارمی (۱۶۸/۲) حمیدی (۳۹۹) أحمد (۱۸۱/۵)]

(۵) [بخاری (۲۳۸۳) مسلم (۱۰۴۰) ترمذی (۱۳۰۳) شرح معانی الآثار (۲۹/۴)]

(۶) [المنجد (ص/۵۰۳)]

کہتے ہیں۔ یعنی مساکین باغات میں ان کے درختوں کا پھل کھانے جایا کرتے تھے اس لیے ان کے داخلے سے باغات کے مالک تکلیف محسوس کرتے تھے یا پھر یہ ہوتا کہ مساکین اپنی ضرورت و محتاجی کی وجہ سے پھل پکنے کا انتظار نہ کرتے اور انہیں فروخت کر دیتے جبکہ پھل ابھی درختوں پر ہی ہوتے اور ان کے عوض خشک کھجوریں لے لیتے اور باغات کے مالک بھی ان کی روزمرہ کی آمدورفت کی پریشانی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے درختوں پر موجود تر کھجوروں کو خشک کھجوریں دے کر خرید لیتے تھے۔ یہ بیع مزانبہ ہی ہے جو ممنوع ہے لیکن عرایا کے لیے اس کی رخصت دی گئی ہے۔ (۱)

(شوکانی) عرایا کی وہ تمام صورتیں جو اہل شرع اور اہل لغت سے ثابت ہوتی ہے (سب) مباح ہیں۔ (۲)

692- اہل عرایا کے لیے صرف پانچ وسق.....

اہل عرایا کے لیے صرف پانچ وسق یعنی بیس (20) من سے کم مقدار کی فروخت ہی درست ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿رخص فی بیع العرایا بخرصھا من التمر فیما دون خمسة أوسق أو فی خمسة أوسق﴾ ”نبی کریم ﷺ نے پانچ وسق یا اس سے کم میں بیع عریہ کی اجازت دی ہے۔“ (۳) راوی کے شک کی وجہ سے پہلی بات پر عمل کرنا ہی احوط ہے۔

(شافعیہ، حنابلہ، اہل ظاہر) اسی کے قائل ہیں۔

(حنفیہ) عرایا کی احادیث منسوخ ہو چکی ہیں (تح کا دعویٰ بلا دلیل ہے اس کا کوئی واضح ثبوت موجود نہیں)۔ (۴)

(ابن حبان) احتیاط اسی میں ہے کہ چار وسق سے زیادہ فروخت نہ کیا جائے۔

(ابن حجر) یہی مناسب ہے لیکن حدیث میں پانچ وسق سے کم کا ذکر چار سے زیادتی کے جواز کا متقاضی ہے۔ (۵)

گوشت کی بیع زندہ جانور کے بدلے جائز نہیں۔ ❶

وَلَا يَبِيعُ اللَّحْمَ بِالْحَيَوَانِ

❶ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ﴿أن النبي ﷺ نهى عن بيع اللحم بالحيوان﴾ ”نبی کریم ﷺ نے گوشت کی بیع کو زندہ جانور کے بدلے ممنوع قرار دیا ہے۔“ (۶)

(۱) [فتح الباری (۱۳۶/۵) نیل الأوطار (۵۷۹/۳) الروضة الندية (۲۳۸/۲) سبل السلام (۱۱۳۹/۳) بخاری تعلیقا (قبل الحدیث ۲۱۹۲/۲) شرح معانی الآثار (۳۰/۴)]

(۲) [نیل الأوطار (۵۸۱/۳)]

(۳) [بخاری (۲۱۹۰) کتاب البیوع : باب بیع التمر علی رؤوس النخل بالذهب والفضة 'مسلم (۱۵۴۱) ابو داود (۳۳۶۴) ترمذی (۱۳۰۱) نسائی (۴۵۴۱)]

(۴) [روضة الطالبيين (۲۱۸/۳) الهدایة (۴۴۱/۳) الحجة علی أهل المدينة (۵۴۷/۲) الکافی (ص/۳۱۵) المغنی (۱۱۹/۶) کشف القناع (۲۵۹/۳) الأم (۶۸/۳) سبل السلام (۵۷/۳)]

(۵) [فتح الباری (۱۳۲/۵)]

(۶) [حسن : إرواء الغلیل (۱۳۵۱) 'موطا (۱۹۸/۵) ابو داود فی المراسیل (ص/۲۱) دارقطنی (۷۱/۳) حاکم (۳۵۲/۲) بیہقی (۲۹۶/۵)]

(نواب صدیق حسن خانؒ) میرے نزدیک (مذکورہ) حدیث کا بہترین معنی یہ ہے کہ کوئی شخص قصائی سے کہے اس بکری سے کتنا گوشت نکلے گا جواب میں قصائی کہے کہ ”میں رطل“ (پوچھنے والا) کہے تو میں رطل گوشت کے عوض یہ بکری رکھ لو اگر اس سے زیادہ نکل آیا تو وہ تمہارا ہوگا اور اگر کم نکلا تو پھر بھی تم پر ہی ہوگا (یعنی میرے ذمہ کچھ نہیں ہوگا) اور یہ جوئے کی ایک قسم ہے۔ (۱) (مالک، احمد) زندہ جانور کے بدلے گوشت کی بیع جائز نہیں (امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت میں یہی قول منقول ہے)۔ (ابوضیفؒ) یہ بیع مطلق طور پر جائز ہے۔

(محمد بن حسن شیبانیؒ) اگر گوشت غالب ہو تو جائز ہے۔ (۲)

(راجح) حدیث اگر صحیح ہے تو اسی پر عمل درست ہے۔ (واللہ اعلم)

ایک جانور کو دو یا اس سے زیادہ اسی جنس کے جانوروں کے عوض
فروخت کرنا جائز ہے۔ ❶

وَيَجُوزُ بَيْعُ الْحَيَوَانَاتِ بِأَنْثَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ
جَنْسِيهِ

❶ (۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشترى عبداً بعبدين﴾ ”نبی ﷺ نے دو غلاموں کے عوض ایک غلام خریدا۔“ (۳)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ اونٹ ختم ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کو صدقہ کے اونٹوں پر (ادھار اونٹ) لینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ راوی کہتا ہے کہ ﴿فكنت آخذ البعير بالبعيرين إلى إبل الصدقة﴾ ”میں ایک اونٹ صدقہ کے دو اونٹوں کے بدلہ میں لیتا تھا۔“ (۴)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دجیحہ کلبی سے سات غلاموں کے عوض خریدا۔“ (۵)

(۴) حضرت سمیرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشترى عن ببيع الحيوان بالحيوان﴾ ”نبی ﷺ نے حیوان کو حیوان کے بدلے (ادھار) فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۶)

(۱) [الروضة الندية (۲/۲۴۰)]

(۲) [المعنى (۹۰/۶) الإناصاف (۲۳/۵) الأم (۹۸/۳) الحاوی (۱۵۷/۵) المبسوط (۱۸۰/۱۲)]

(۳) [مسلم (۱۶۰۲) كتاب المساقاة : باب جواز بيع الحيوان..... ابو داود (۳۳۵۸) ترمذی (۱۲۳۹) ابن ماجه (۲۸۶۹) أحمد (۳۴۹/۳) بیہقی (۲۸۶/۵)]

(۴) [حسن : إرواء الغلیل (۱۳۵۸) أحمد (۱۷۱/۲) ابو داود (۳۳۵۷) كتاب البيوع : باب في الرخصة في ذلك دارقطنی (۷۰/۱۳) حاکم (۵۶/۲) بیہقی (۲۷۸/۵)]

(۵) [أحمد (۱۲۳/۳) مسلم (۱۳۶۵) ابو داود (۲۹۹۷) ابن ماجه (۲۲۷۲) بیہقی (۲۸۷/۵)]

(۶) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۱۸۴۱) المشكاة (۲۸۲۲) ابو داود (۳۳۵۶) ترمذی (۱۲۳۷) ابن ماجه (۲۲۷۰) دارمی (۲۵۴/۲) شرح معانی الآثار (۶۰/۴) بیہقی (۲۸۸/۵)]

امام شافعیؒ نے آخری حدیث اور پہلی حدیثوں کے درمیان تطبیق اس طرح دی ہے کہ یہاں ادھار سے مراد دونوں طرف سے ادھار ہے (یعنی بیع الکالی بالکالی)۔

امام خطابیؒ نے اسی کو پسند کیا ہے۔ (۱)

اس مسئلے میں علما کا اختلاف ہے:

(جمہور، شافعی، اسحاق) حیوان کی حیوان کے بدلے بیع ادھار اور کمی بیشی کے ساتھ مطلق طور پر جائز ہے۔

(مالک) انہوں نے جنس مختلف ہونے کی شرط لگائی ہے۔

(احناف، ثوری، احمد) ادھار کے ساتھ یہ بیع کرنا مطلق طور پر ممنوع ہے۔ (۲)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔ (۳)

اور بیع عینہ جائز نہیں۔ ①

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْعَيْنَةِ

① ”بیع عینہ“ یہ ہے کہ آدمی کوئی چیز مقررہ قیمت پر معین وقت تک کے لیے فروخت کرے جب یہ معین میعاد پوری ہو جائے تو خریدار سے وہی چیز کم قیمت پر خرید لے لے کر اُس قدر کم اس کے ذمہ باقی رہ جائے۔ اس کا نام عینہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ فروخت کردہ چیز (عینہ) وہی ہے اور اسی حالت میں حاصل ہو جاتی ہے اور اصل مال خریدار سے لوٹ کر فروخت کنندہ کے پاس پھر بیع جاتا ہے۔ (۴)

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعَيْنَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيْتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذَلَا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ﴾ ”جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے، بیلوں کی دیم پکڑ لو گے، کھیتی باڑی میں ہی راضی ہو جاؤ گے اور جہاد ترک کر دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دیں گے اور اس ذلت کو تم سے اس وقت تک دو نہیں کریں گے جب تک تم اپنے دین کی طرف پلٹ نہ آؤ۔“ (۵)

(۲) ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ میں نے آٹھ سو درہم ادھار کے عوض زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ایک غلام کی بیع کی اور میں نے اس غلام کو چھ سو درہم نقد کے بدلے اس سے خرید لیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم نے بہت بری

(۱) [معالم السنن (۲۹/۵) سبل السلام (۱۱۳/۱۳)]

(۲) [حلیۃ العلماء (۱۵۴/۴) الحاوی (۱۰۰/۵) المبسوط (۱۲۲/۱۲) الہدایۃ (۶۲/۳) المغنی (۶۴/۶) سبل السلام

[[۵۱/۳]]

(۳) [سبل السلام (۱۱۳/۳)]

(۴) [سبل السلام (۱۱۳/۳)]

(۵) [صحیح: الصحیحۃ (۱۱) ابو داؤد (۳۴۶۲) أحمد (۲۷/۱۷) تلخیص الحیبیر (۱۹/۳) طبرانی کبیر (۱۳۵۸۳)

بیہقی (۳۱۶/۵)]

یہ فروخت کی ہے۔“ (۱)

احمد، مالک، ابو حنیفہ (بیع عینہ جائز نہیں ہے۔

شافعیہ) یہ بیع جائز ہے۔ (۲)

راجح (بیع عینہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں سود کو جائز کرنے کا حیلہ کیا جاتا ہے۔

امام ابن قیم نے اس بیع کی ممانعت کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ (۳)

متفرقات

693- کیا توبہ کے بعد بقیہ سودی رقم وصول کی جائے گی؟

سود سے توبہ کر لینے کے بعد اگر کسی نے لوگوں سے سود کے ذریعے حاصل شدہ رقم وصول کرنی ہو تو اپنی اصل رقم ہی وصول کرنے سے سودی رقم نہ لے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ تَبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلُمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴾ [البقرة: ۲۷۹]

”اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصلی مال تمہارا ہے نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔“

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ألا إن كل ربا السحاهلية موضوع إن تبتم فلکم رؤوس أموالکم لا تظلمون ولا تظلمون﴾ ”خبردار! جاہلیت کا ہر سود ختم کر دیا گیا ہے اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارا اصل مال ہے نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم

کیا جائے۔“ (۴)

694- شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ

اگر سود سے حاصل شدہ رقم انسان کے پاس موجود ہے اور وہ اسے حرام سمجھنے کے باوجود کما تارہا تو وہ غاصب ہے اور وہ رقم اس کی ملکیت نہیں بن سکتی اور اگر وہ تاویل و تقلید کر کے جائز سمجھتے ہوئے اسے کما تارہا کھا تارہا تو یہ اس کی ملکیت ہی ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ [البقرة: ۲۷۹]

”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باقی سو کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے یہ حکم نہیں دیا جو پہلے لیا ہوا ہے اسے بھی واپس کرو۔ (۵)

(۱) [أحمد کما فی نصب الرایة (۱۶/۴) عبد الرزاق (۱۸۴/۸) دارقطنی (۵۲/۳) بیہقی (۳۳۰/۱۵)]

(۲) [روضۃ الطالبین (۸۱/۳) الأم (۴۸/۳) المغنی (۲۶۰/۶) کشاف القناع (۱۸۵/۳) الہدایة ((۴۷/۳)]

(۳) [کما فی نیل الأوطار (۵۸۸/۳)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۸۵۲) کتاب البیوع : باب فی وضع الربا، ابو داؤد (۳۳۳۴)]

(۵) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۲۱۱/۲۹-۲۱۲) تفسیر المنار (۹۷/۳-۹۸)]

695- قسطوں پر خریدی ہوئی چیز

قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کی قیمت اگر وہی ہے جو نقد ادا کرنے میں ہے تو جائز ہے اور اگر نقد کم اور قسطوں پر (قیمت) زیادہ ہو تو یہ سود کی وجہ سے حرام ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿من باع یبعین فی بیعة فله أو کسهما أو الربا﴾^(۱) جو ایک بیع میں دو بیع کرتا ہے اس کے لیے دونوں میں سے کم (قیمت) ہے یا پھر سود ہے۔“ (۱)

696- سودی بینکوں میں اکاؤنٹ کھلوانا

سودی بینکوں میں اکاؤنٹ کھلوانا بھی ناجائز ہے کیونکہ اگر سیونگ اکاؤنٹ ہوگا تو وہ سود لینے دینے کی وجہ سے حرام ہے اور اگر کرنٹ اکاؤنٹ ہوگا تو وہ سودی کاروبار میں تعاون کی وجہ سے ناجائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: ۲]

”اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو۔“

697- بیمہ (انشورنس) کا حکم

بیمہ اصل میں انگریزی زبان کے لفظ (Insure) سے ماخوذ ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کا معنی ”یقین دہانی“ ہے۔ چونکہ بیمہ کرانے والے کو مستقبل میں نقصانات کی تلافی اور خطرات سے حفاظت کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے اس لیے اسے انشورنس (Insurance) کا نام دیا گیا ہے۔ اور بیمہ کمپنی کو بھی اسی لیے انشورنس کمپنی کہتے ہیں کیونکہ وہ بیمہ کرانے والے کو یہ یقین دہانی کراتی ہے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہوتا ہے جو بیمہ کرانے والے اور بیمہ کمپنی کے درمیان طے ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیمہ کمپنی جس میں بہت سے سرمایہ دار شریک ہوتے ہیں اسی طرح جس طرح تجارتی کمپنیاں ہوتی ہیں بیمہ کرانے والے سے ایک بیمہ رقم بلا قسط وصول کرتی رہتی ہے اور ایک معینہ مدت کے بعد وہ رقم اسے یا اس کے پسماندگان کو حسب شرائط واپس کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک مقررہ شرح فیصد کے حساب سے اصل رقم کے ساتھ کچھ مزید رقم بطور سود دیتی ہے گو اس رقم کا نام ان کی اصطلاح میں ریٹا یا سود نہیں بلکہ بونس یعنی منافع ہے۔

کمپنی کا مقصد اس رقم کے جمع کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ اسے دوسرے لوگوں کو بطور قرض دے کر ان سے اعلیٰ شرح پر سود حاصل کرے یا کسی تجارت میں لگا کر یا کوئی جائیداد خرید کر اس سے منافع حاصل کرے اس کے شرکاء اپنی ذاتی رقم خرچ کئے بغیر کثیر رقم بصورت سود یا منافع حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی سود یا منافع میں سے بیمہ کرانے والے کو حصہ دیتے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ کسی درجے میں ان لوگوں کا مقصد مصیبت زدہ یا پریشان حال افراد کی امداد بھی ہوتا ہو۔ لیکن اصل مقصد وہی ہوتا ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ بیمہ کرانے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کا سرمایہ محفوظ رہے اور اس میں اضافہ بھی ہو۔ اس کے علاوہ اس کے پسماندگان کو امداد حاصل ہو یا ناگہانی حادثات کی صورت میں اس کے نقصانات کی تلافی ہو جائے۔

(۱) [حسین: صحیح ابو داؤد (۲۹۵۵) کتاب البیوع: باب فیمن باع یبعین فی بیعة، ابو داؤد (۳۴۶۱)]

بیمہ کی بڑی بڑی تین قسمیں ہیں:

(زندگی کا بیمہ: زندگی کا بیمہ تو مکمل جسم کا بیمہ ہوتا ہے لیکن آج کل انفرادی اعضاء مثلاً ہاتھ، سر اور ٹانگوں وغیرہ کے بیمہ کا بیج بھی بکثرت ہوتا جا رہا ہے۔

(املاک کا بیمہ: اس بیمہ میں عمارت، کارخانہ، موٹر اور جہاز وغیرہ جیسی دیگر اشیاء کا بیمہ شامل ہے۔

(ذمہ داریوں کا بیمہ: اس میں بچوں کی تعلیم اور شادی وغیرہ کا بیمہ شامل ہیں۔ بیمہ کمپنی ان کاموں کو سرانجام دینے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

اصح: یہ ہے کہ بیمہ کی کوئی بھی صورت ہو اور کوئی بھی قسم ہو ہر صورت اور ہر قسم ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ سود لینے، سودی کاروبار، تعاون کرنے اور جوئے پر مشتمل ہیں۔ سود لینا اس طرح کہ بیمہ کرانے والا جتنی رقم ادا کرتا ہے اسے اس سے زیادہ رقم بغیر کسی ت کے منافع کی صورت میں ادا کی جاتی ہے جو کہ فی الحقیقت سود ہوتا ہے۔ سودی کاروبار میں تعاون اس لیے کیونکہ بیمہ کمپنی شریک سرمایہ دار اس رقم سے سودی کاروبار کرتے ہیں۔ اور جو اس لیے کیونکہ بیمہ کرانے والے اور بیمہ کمپنی دونوں کو اس چیز علم نہیں ہوتا کہ ان میں سے کسے نقصان اٹھانا پڑے گا۔ قارئین کے مزید استفادہ کے لیے آئندہ سطور میں مولانا عبید اللہ مانی مبارکپوریؒ کا تفصیلی فتویٰ درج کیا جا رہا ہے۔

بید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ) میرے نزدیک ان لوگوں کا قول صحیح ہے جو زندگی کا بیمہ کرانے کو ناجائز کہتے ہیں اور وہ لوگ ٹی پر ہیں جنہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

انسان یا جانور کی زندگی یا جائداد کے بیمہ کرنے کی حقیقت پر غور کیا جائے تو سوال کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ نشورنس) بیمہ کرانے کو جائز بنانا سود کو یا قمار کو حلال کرنا ہے۔

بیمہ کمپنیوں کا اصول ہے کہ زندگی کا بیمہ کرانے والا یا بیمہ کرایا ہوا جانور بیمہ کی معینہ مدت سے قبل مر جائے یا بیمہ کرائی ہوئی نداد کسی ناگہانی آفت سے مقررہ مدت کے اندر ضائع ہو جائے تو بیمہ کی پوری مقررہ رقم اس کے ورثاء کو یا جائداد اور جانور کے مالک کو مل جاتی ہے اور اگر بیمہ کرانے والا یا جانور یا جائداد مقررہ مدت تک زندہ اور محفوظ رہے تو کل جمع کردہ رقم مع سود کے بیمہ رانے والے کو یا جائداد کے مالک کو ملتی ہے اور اگر کچھ رقم جمع کرنے کے بعد بیمہ کرانے والا مسلسل دو سال تک مقررہ قسطیں ادا کرنے سے قصداً انکار کر دے یا مجبوراً ادا نہ کر سکے تو یہ بیمہ کمپنی ادا شدہ قسطوں کو ضبط کر لیتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ مقررہ مدت کے اندر مر جانے یا بیمہ کردہ چیز کے تلف ہو جانے کی صورت میں اور اسی طرح مقررہ مدت زندہ اور محفوظ رہنے کی صورت میں بیمہ کمپنیاں بیمہ کرانے والوں کو یا ان کے ورثاء کو ان کی جمع کردہ رقم سے زائد جو کچھ دیتی یا اس کی کیا حیثیت اور نوعیت ہے؟ اور وہ کہاں سے آتا ہے اور کیوں گرا آتا ہے؟

ظاہر ہے وہ صدقہ و خیرات یا تحفہ و ہدیہ تو ہے نہیں اور نہ ہی قرض ہے۔ پھر دہی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ بیمہ کمپنی جمع کردہ روپیہ دوسروں کو سود دیتی ہو اور اس میں سے ایک معین حصہ بیمہ کرانے والوں میں بانٹ دیتی ہو جیسا کہ عام بینکوں کا طریقہ

ہے یا یہ کہ بیمہ کمپنی خود ہی اس روپیہ سے تجارت کرے اور اسکے منافع سے ایک معین اور طے شدہ حصہ بیمہ کرانے والوں کے حساب میں جمع کرتی رہے اور یہ بلاشبہ سود ہے کیونکہ اصل رقم کے علاوہ طے شدہ منافع کے ادا کرنے ہی کا نام سود ہے۔

اور یہ خیال تو وجیہ کہ بیمہ کرانے والے اس تجارت میں شریک یا رب المال اور مضارب کی حیثیت رکھتے ہیں اور بیمہ کمپنی عامل و مضارب (نفع را) کی حیثیت رکھتی ہے پس زائد رقم اس حیثیت سے بیمہ کرنے والوں کے لیے حلال و طیب ہوگی غلط اور باطل ہے اس لیے کہ اگر یہ صورت حلال ہو تو ان شرکاء یا رباب اموال (بیمہ کرنے والوں) کو ایک طے شدہ معینہ رقم نہیں ملنی چاہیے بلکہ کمی اور بیشی کے ساتھ نفع اور نقصان دونوں میں شریک رہنا چاہیے اور یہاں ایک طے شدہ معینہ رقم (زائد رقم) ہی ملتا ہے اور بیمہ کمپنیاں عام طور پر اصل رقم سے زائد جو کچھ دیتی ہیں اس کی شرح اور مقدار پہلے ہی سے معین کر دیتی ہیں اور اگر کوئی کمپنی اس کو اصولاً معین نہ کرتی ہو بلکہ زائد رقم کو سالانہ نفع اور نقصان کا لحاظ کر کے فی صد پر رکھتی ہو تب بھی یہ طریقہ وجہ جواز نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس کا رو بار میں نقصان کا سوال ہی نہیں آنے دیا جاتا نیز بیمہ کمپنیوں کے متفقہ اصولوں میں سے بعض ایسے بھی اصول ہیں جن کی وجہ سے یہ سارا کاروبار اور ڈھانچہ ہی شرعاً ناجائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے بیمہ کرانے والوں کو بعد کے بیمہ کرانے والوں کا روپیہ دیا جاتا ہو۔ لیکن اس طرح ایک کی رقم دوسرے کو دے دینے کا حق تو شرعاً کسی کو بھی نہیں ہے ایسی صورت میں جواز کا فتویٰ دینا سود یا قمار کا فتویٰ دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ اور کچھ رقم جمع کرنے کے بعد بقیہ اقساط کے قصد آیا مجبوراً ادا نہ کرنے کی صورت میں ادا شدہ قسطوں کا ضبط کر لینا کس شرعی ضابطہ کی رو سے ہے؟ یہ باطل طریقے سے مال کھانا نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز بیمہ کرانے والوں کے لیے ایسے کاروبار کرنے والوں کو روپیہ دینا جو بغیر کسی شرعی سبب کے ان کی رقم ایک غلط اصول کی رو سے ہضم کر لیں کہاں سے شرعاً جائز ہے؟

بہر حال انشورنس کا کاروبار شرعاً ناجائز ہے یہ یورپ کے نظام سرمایہ داری کا ایک طبعی تقاضا ہے اور اس کا تصور بھی اسلامیت سے سخت بعید ہے پس زندگی وغیرہ کا بیمہ کرانا کیونکر ناجائز نہ ہوگا؟ (واللہ اعلم) (۱)

698- انعامی بانڈز کی شرعی حیثیت

حکومت کی طرف سے جاری کیے جانے والے انعامی بانڈز کی خرید و فروخت ایک ناجائز عمل ہے کیونکہ یہ بھی سود اور جوئے کا ہی مرکب ہے۔ سود اس لیے کہ جس شخص کا نمبر نکل آتا ہے اسے تمام لوگوں کی جمع شدہ رقم کا سود بطور انعام دے دیا جاتا ہے اور جو اس لیے کہ اس رقم کا ملنا کسی اصول و ضابطے کے تحت نہیں ہے بلکہ محض اتفاق اور قسمت کی بات ہے اور یہی جو ہے۔ مزید برآں یہ عمل اس لیے بھی جائز نہیں ہے کہ اس میں رقم جمع کرانے والے تمام افراد کا حق صرف ایک شخص کو دے دیا جاتا ہے۔



(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رسالہ 'بیمہ کی حیثیت اسلام کی نظر میں' (ص ۵۱-۷۰)]

اختیار کا بیان

باب الخیارات ❶

بائع پر اپنے مال کا عیب واضح کرنا واجب ہے ورنہ مشتری کے لیے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔ ❷

يَجِبُ عَلَى مَنْ بَاعَ دَا عَيْبٍ أَنْ يَبَيِّنَهُ وَالْأَثْبَتُ لِلْمُسْتَشْتَرِي الْخِيَارَ

❶ لغوی وضاحت: لفظ خیارات خیار کی جمع ہے۔ باب اِخْتَارَ، تَخَيَّرَ (افتعال، تفعّل) اختیار ہونا، انتخاب کرنا۔

باب خَيَّرَ (تفعیل) اختیار دینا۔ (۱)

شرعی تعریف: بیع کو قائم رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار طلب کرنا اور اس کی مختلف انواع و اقسام ہیں مثلاً خیار مجلس اور خیار شرط وغیرہ۔ (۲)

❷ (۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿المسلم أخو المسلم لا يحل للمسلم باع من أخيه يباع وفيه عيب إلا بينه﴾ ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے ایسی بیع کرے جس میں عیب ہو، لاکہ وہ اسے بیان کر دے۔“ (۳)

(۲) حضرت واہلہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا يحل لأحد أن يبيع شيئاً إلا بين ما فيه ولا يحل لأحد يعلم ذلك إلا بينه﴾ ”کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی چیز فروخت کرے لاکہ اس کی حقیقت بیان کر دے اور نہ ہی کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اسے (یعنی عیب کو جانتے ہوئے بھی فروخت کر دے) لاکہ اس کی وضاحت کر دے۔“ (۴)

(۳) حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع نامہ لکھ دیا تھا کہ یہ وہ کاغذ ہے جس میں محمد اللہ کے رسول ﷺ کا عداء بن خالد سے خریدنے کا بیان ہے۔ یہ بیع مسلمان کی مسلمان کے ہاتھ ہے نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ کوئی فریب نہ فسق و فجور اور نہ کوئی بد باطنی ہے۔ (۵)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من غشنا فليس منا﴾ ”جس نے ہم سے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔“ (۶)

(۱) [القاموس المحيط (ص ۳۵۱) المنجد (ص ۲۲۶)]

(۲) [سبل السلام (۱۱۰۶/۳) نيل الأوطار (۵۶۱/۳)]

(۳) [صحيح: إرواء الغليل (۱۳۲۱) ابن ماجه (۲۲۴۶) كتاب التجرارات: باب من باع عيباً فليبينه، حاكم (۸/۲) طبرانی كبير (۳۱۷/۱۷) تلخیص الحبير (۲۲/۳) مجمع الزوائد (۸۰/۴)]

(۴) [أحمد (۴۹۱/۳) حاكم (۱۰-۹/۲) بيهقي (۳۲۰/۵)]

(۵) [بخاری تعليقا (قبل الحديث ۲۰۷۹) كتاب البيوع: باب إذا بين البيعان ولم يكتموا ونصحا، ترمذی (۱۲۱۶)]

ابن ماجه (۲۲۵۱)]

(۶) [مسلم (۱۰۲) كتاب الإيمان: باب قول النبي من غشنا فليس منا، ابو داود (۳۴۵۲) ترمذی (۳۱۵) ابن ماجه

(۲۲۲۴) أبو عوانة (۵۷/۱) أحمد (۲۴۲/۲) ابن مندہ (۵۵۰) بيهقي (۳۲۰/۵) حاكم (۹۰۸/۲)]

یہ تمام دلائل اس بات کا ثبوت ہیں کہ کوئی بھی معیوب چیز بغیر عیب بیان کیے فروخت کرنا ناجائز ہے۔ اس سے خریدار کے لیے بیع فسخ کرنے کا اختیار ثابت ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ اس پر راضی ہو جائے تو بیع درست ہوگی کیونکہ صحیح بیع کے لیے دونوں کی رضامندی ہی کافی ہے تاہم بائع غیر شرعی بیع کی وجہ سے گناہ گار ضرور ہوگا۔

اور نفع ضمانت کے ساتھ ہی ہے۔ ①

وَالْخِرَاجُ بِالضَّمَانِ

① الخراج : ایسے فوائد و منافع جو فروخت شدہ چیز سے حاصل ہوتے ہیں۔ بالضمان : (یہ منافع) اُس کفالت و ذمہ داری کے عوض ہیں جو اُس پر لازم ہیں۔ (۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے کوئی زمین خریدی اور اسے استعمال کیا یا جانور خرید اور اس نے بچے کو جنم دیا یا جانور خرید اور اس پر سوار ہوا یا غلام خرید اس سے خدمت لی پھر اس میں کوئی نقص و عیب پایا تو اس کے لیے اس غلام کو واپس کرنے کی گنجائش ہے اور جتنا فائدہ اس سے حاصل کیا ہے اس کے عوض اس پر کوئی چیز نہیں۔ اس لیے کہ اگر یہ چیز فسخ اور عقد کی مدت کے درمیان تلف ہو جاتی تو اس کی ذمہ داری خریدار پر ہوتی تو پھر اس کی آمدن کا بھی وہی حق دار ہے۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الخراج بالضمان﴾ ”آمدن (منافع) ضمان (کفالت) کا عوض ہیں۔“ (۲)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے غلام خرید کر اس سے مزدوری کروائی پھر اس نے کسی عیب کی وجہ سے اسے واپس لوٹا دیا تو فروخت کنندہ نے غلام سے حاصل کردہ مزدوری کی واپسی کا مطالبہ کیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الغلة بالضمان﴾ ”آدمی کا مالک وہ ہوگا جو اس کا ذمہ دار ہوگا۔“ (۳)

(شائعی) مشتری ہی فوائد اصلیہ و فرعیہ کا مالک ہوگا۔

(احناف) خریدار صرف فرعی فوائد کا ہی مستحق ہوگا (مثلاً کرایہ وغیرہ) اور اصلی فوائد (مثلاً اولاد اور پھل وغیرہ) اسے خریدی ہوئی چیز کے ساتھ ہی واپس لوٹانے ہوں گے۔

(مالک) فوائد اصلیہ میں فرق کیا جائے گا یعنی اُون اور بال وغیرہ کا تو خریدار مستحق ہوگا لیکن اس کے بچے کا نہیں۔ (۴)

(۱) [نیل الأوطار (۵۹۵/۳)]

(۲) [حسن : إرواء الغلیل (۱۳۱۵) ابو داود (۳۵۰۸) کتاب البیوع : باب فیمن اشترک عبدا فاستعمله ثم وجد به عیبا دارقطنی (۵۳/۳) حاکم (۱۵۰/۲) تلخیص الحبیر (۲۲/۳) ترمذی (۱۲۸۵) نسائی (۴۴۹۰) ابن ماجہ (۲۲۴۲) شرح السنۃ (۱۶۳/۸)]

(۳) [حسن : صحیح ابن ماجہ (۱۸۲۲) ابو داود (۳۵۱۰) ایضا ابن ماجہ (۲۲۴۳) أبو یعلیٰ (۸۲/۸) ابن حبان (۱۱۲۶) دارقطنی (۵۳/۳) حاکم (۱۵۰/۲) شرح السنۃ (۳۲۰/۴)]

(۴) [بداية المجتهد (۱۵۰/۲) الإنصاف (۴۱۲/۴) حلیۃ العلماء (۲۰۲/۴) الأم (۵۵/۳) المغنی (۲۲۶/۶) المبسوط

[(۱۶۸/۱۳)]

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف آقرب الی الحدیث ہے۔ (۱)

دھوکے کی وجہ سے مشتری سو دار در کر سکتا ہے ❶ اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ایسا جانور جس کے تھنوں میں دودھ روکا گیا ہو وہ اس جانور کے ساتھ کھجوروں کا ایک صاع بھی واپس کرے گا ❷ یا جس پر دونوں راضی ہو جائیں۔ ❸	وَالْمُشْتَرِي الرُّدَّ بِالْغَرَدِ وَمِنْهُ الْمَصْرَاةُ فَيَرُدُّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ مَا يَتْرَاضِيَانِ عَلَيْهِ
---	--

❶ (۱) جیسا کہ پیچھے حدیث ذکر کی گئی ہے کہ ﴿ثم وجد به عيبا فرده بالعيب﴾ ”پھر وہ شخص اس میں کوئی عیب دیکھے تو اس عیب کی وجہ سے اسے واپس لوٹا دے۔“ (۲)

(۲) اور باہمی رضامندی جو صحت بیع کے لیے شرط ہے وہ یہاں مفقود ہے۔

❷ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تصروا الإبل والغنم فمن ابتاعها بعد فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها إن شاء أمسكها وإن شاء ردّها وصاعا من تمر﴾ ”اوتنوں اور بھیڑ بکریوں کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو (اگر کسی نے دھوکہ میں آ کر) کوئی ایسا جانور خرید لیا تو اسے دودھ دوہنے کے بعد دونوں اختیارات ہیں چاہے تو جانور کو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے اور ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دودھ کے بدلے دے دے۔“ (۳)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فهو بالخيار ثلاثة أيام﴾ ”اسے تین دن اختیار ہے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿من اشترك شاة محفلة فردها فليرد معها صاعا﴾ ”جو شخص ایسی بکری خریدے جس کا دودھ تھنوں میں روک دیا گیا ہو پھر وہ اسے واپس کرے تو اسے چاہیے کہ اس کے ساتھ ایک صاع بھی واپس کرے۔ ایک روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿من تمر﴾ ”کھجور سے (ایک صاع دے)۔“ (۵)

مصراة: سے مراد ایسی اونٹنی گائے یا بکری ہے جس کے تھنوں میں اس کا دودھ روک لیا گیا ہو (تا کہ خریدار اسے دودھیل جانور سمجھ کر دھوکہ کھاتے ہوئے اس کی قیمت زیادہ ادا کرے)۔ (۶)

(ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) انہوں نے گذشتہ حدیث کے مطابق ہی فتویٰ دیا ہے۔

(جہور، شافعی، احمد، اسحاق) اسی کے قائل ہیں۔ صحابہ میں اس کا کوئی مخالف نہیں، تابعین اور ان کے بعد بے شمار لوگوں نے

(۱) [سبل السلام (۱۰۹۷/۳)]

(۲) [ابو داؤد (۳۵۱۰)]

(۳) [بخاری (۲۱۴۸) کتاب البیوع: باب النهی للبايع أن لا يحفل بالإبل والبقر والغنم، مسلم (۱۵۱۵) ابو داؤد

(۳۴۴۳) نسائی (۴۴۸۷) أحمد (۲۴۲/۲) موطا (۶۸۳/۲) بیہقی (۲/۳۱۸/۵)

(۴) [مسلم (۱۵۲۴)]

(۵) [بخاری (۲۱۶۴) (۲۱۴۹)]

(۶) [النهاية (۲۷/۳)]

اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور انہوں نے دودھ دوہنے کی کمی بیشی سے صرف نظر کرتے ہوئے کھجور کا ایک صاع لوٹانا ہی لازم قرار دیا ہے۔

(احناف) اس عیب کی وجہ سے بیع کو فسخ کرنے کا کوئی اختیار نہیں اور نہ ہی کھجور کا کوئی صاع لوٹانا واجب ہے۔

(زفر) انہوں نے جمہور کے قول کے مطابق فتویٰ دیا ہے لیکن کھجور کے ایک صاع یا گندم کے نصف صاع کی ادائیگی کے درمیان اختیار دیا ہے۔ (۱)

اس حدیث کو رد کرنے کے لیے احناف نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فقہ نہیں تھے اس لیے ان کی وہ روایت جو قیاس جلی کے خلاف ہوگی قابل قبول نہیں ہوگی۔ حالانکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بہت زیادہ احادیث کے حافظ تھے۔ علاوہ ازیں ان کے دعوے کا رد اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے بھی روایت کیا ہے جو ان کے نزدیک بھی فقہ اور اجتہاد میں امام تھے۔ (۲)

(ابن قیم) احناف کے موقف کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حقیقت میں اصول صرف دو ہی ہیں کلام اللہ اور کلام رسول اللہ جو ان کے علاوہ ہیں انہیں بھی ان کی طرف ہی لوٹنا جائے گا پس سنت (حدیث مصراۃ) تو اصل قائم بنفسہ ہے اور قیاس فرع ہے تو اصل کو فرع کے بدلے کیسے رد کیا جاسکتا ہے (اس طرح انہوں نے قاطع و ساطع دلائل کے ذریعے احناف کا رد کرتے ہوئے جمہور کے موقف کو ثابت کیا ہے)۔ (۳)

(ابن عبد البر) یہ حدیث تصریحاً (دودھ روکنے) کی حرمت اور اس سے اختیار کے ثبوت پر ایک عظیم دلیل ہے۔ (۴)

③ چونکہ یہ معاملہ حقوق العباد سے متعلق ہے اس لیے اسے آدمی کے ہی سپرد کیا جائے گا وہ اگر معاوضہ لینا چاہے تو یہ بھی درست ہے اور اگر کچھ ساقط کرنا چاہے اور کچھ لینا چاہے تو یہ بھی مباح ہے اور اگر مکمل ہی ساقط کرنا چاہے تو یہ بھی اس کی صوابدید پر موقوف ہے۔

اور اسے بھی اختیار ہے جسے دھوکہ دیا گیا ہو ① یا جس نے بازار پہنچنے سے پہلے ہی مال فروخت کر دیا ہو۔ ②

وَيَبْتِئُ الْخِيَارَ لِمَنْ خُدِعَ أَوْ بَاعَ قَبْلَ
وُضُؤْلِ السُّوقِ

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی نے ذکر کیا کہ اسے بیع میں عام طور پر دھوکہ دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا بَايَعْتُمْ قَبْلَ لَا خِلَابَةَ﴾ ”سو دا کرتے وقت کہہ دیا کرو کہ کوئی فریب و

(۱) [المغنی (۲۱۶/۶) الإنصاف (۳۹۹/۴) بدایة المجتہد (۱۴۴/۲) المبسوط (۳۸۱/۱۳) الأم (۸۲/۳) الحاوی (۲۳۶/۵)]

(۲) [عزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۱۰۲/۵-۱۰۶) نیل الأوطار (۵۹۸/۳)]

(۳) [أعلام الموقعین (۳۳۰/۲)]

(۴) [الاستدکار (۸۸/۲۱)]

دھوکہ نہیں ہوگا۔“ (۱)

اور اگر اسے دھوکہ دے دیا گیا تو یقیناً اختیار ثابت ہو جائے گا۔ جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے تین دن کا اختیار دیا تھا حافظ بصری نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (۲)

② (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تلتقوا الحلب فمن تلقى فاشترى منه فإذا أتى سيدة السوق فهو بالخيار ﴾ ”پہرے شہر میں غلہ لانے والوں کو آگے جا کر نہ ملو۔ جس کسی سے راستے ہی میں ملاقات کر کے اس کا سامان خرید لیا گیا تو منڈی میں پہنچنے کے بعد مال کے مالک کو اختیار ہے (چاہے سودا باقی رکھے اور چاہے تو منسوخ کر دے)۔“ (۳)

مذکورہ حدیث کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ ملنے والا بازار کی قیمت کے مطابق ہی خریدے تب بھی اختیار ثابت ہو جائے گا۔ (۴)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ کنا نلتقى الركبان فنشترى منهم الطعام فنهانا رسول الله أن نبيعه حتى يبلغ به سوق الطعام ﴾ ”ہم قافلوں کو جا کر ملنے اور ان سے (راستے ہی میں) غلہ خرید لیتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان سے بیع کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ اسے لے کر غلے کے بازار میں پہنچ جائیں۔“ (۵)

راستے میں ملنے کی صورت یہ ہے کہ شہری آدمی بدوی کو شہر کی منڈی یا مارکیٹ میں پہنچنے سے پہلے پہلے راستے میں ہی جا ملے تاکہ بھاؤ کے متعلق غلط بیانی کر کے اس سے سامان سستے داموں خرید لے اور اس کی اصل قیمت سے کم قیمت پر اس سے حاصل کر لے۔ منع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ فروخت کرنے والا دھوکہ دہی اور ضرر رسائی سے بچ جائے۔

وَلِكُلِّ مِنَ الْمُتَبَايِعِينَ بَيْعًا مَنَّهُمَا عَنْهُ الرُّدُّ	نا جائز بیع کرنے والوں کو بھی فسخ کا اختیار حاصل ہے ① اور جس نے
وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَلَهُ رُدُّهُ إِذَا رَأَى	بخیر دیکھے کچھ خرید اہوا سے بھی دیکھنے کے بعد اختیار ہوگا۔ ②

① گذشتہ صورت بھی ناجائز صورتوں میں سے ایک ہے۔

اگر تو ممانعت ایسے فساد کی متقاضی ہو جو بطلان کے ہم معنی ہے (جیسا کہ اصول میں ثابت ہے) تو بیع کا وجود نہ ہونے کی مانند ہی ہوگا اور یہ ان دونوں میں سے کسی کے لیے بھی لازم نہیں ہوگی اور اختیار کے ساتھ فسخ کر دینا ایسے فسخ کے ہم معنی ہوگا جو غیر لازم ہے۔ اور اگر ممانعت فساد کی متقاضی نہ ہو تو بیع کا وقوع ان صورتوں میں سے کسی بھی صورت پر ہو جائے گا اگر وہ

(۱) [بخاری (۲۱۱۷) کتاب البیوع : باب ما یکره من الخداع فی البیوع، مسلم (۱۵۳۳) ابو داؤد (۳۵۰۰) نسائی

(۴۴۸۴) بیہقی (۲۷۳/۵) شرح السنة (۴۶/۸) دارقطنی (۵۴/۳) حاکم (۲۲/۲)]

(۲) [مصباح الزجاجة (۲۲/۲)]

(۳) [مسلم (۱۵۱۹) کتاب البیوع : باب تحریم تلقی الحلب]

(۴) [سبل السلام (۱۰۸۴/۳)]

(۵) [بخاری (۲۱۶۶) مسلم (۱۵۱۷) ابو داؤد (۳۴۳۶) نسائی (۴۴۹۸) ابن ماجہ (۲۱۷۹)]

دونوں اس بیع کے ساتھ راضی ہوں اور شرعی مقصد (باہمی رضامندی) پورا ہو جائے اور اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بھی شریعت کی مخالفت ہو جانے کی وجہ سے راضی نہ ہو تو (کچھ لو) مقصد فوت ہو گیا۔ (۱)

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من اشتري ما لم يره فله الخيار إذا رآه﴾ ”جس نے بغیر دیکھے کچھ خرید اتوا سے وہ چیز دیکھ لینے کے بعد اختیار ہے۔“ (۲)

اس حدیث کے ضعف کی وجہ سے اس سے استدلال تو درست نہیں البتہ اس بیع میں دھوکہ بہر حال موجود ہے اور غرر و دھوکہ سے ممانعت کی تمام احادیث اس مسئلے میں بھی مفید ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ ﴿نہی عن بیع الغرر﴾ ”آپ ﷺ نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔“ (۳)

اسی طرح باہمی رضامندی بھی بیع کی صحت کے لیے شرط ہے اگر مشتری سودے کو دیکھنے کے بعد رضامند نہ ہو تو شرط مفقود ہونے کی وجہ سے بھی بیع فسخ ہو جائے گی۔

وَلَهُ رُدُّ مَا اشْتَرَاهُ بِخِيَارٍ اور اسے بھی فسخ کا اختیار ہے جس نے اختیار کی شرط کے ساتھ سودا کیا ہو۔ ①

① (1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿البائع والمبتاع بالخيار حتى يتفرقا إلا أن تكون صفقة خيار ولا يحل له أن يفارقه خشية أن يستقيله﴾ ”خریدار اور فروخت کرنے والے کو اختیار حاصل ہے تا وقتیکہ ایک دوسرے سے جدا ہوں، الا کہ سودا اختیار والا ہو اور سودا واپس کر دینے کے اندیشے کی وجہ سے جلدی سے الگ ہو جانا جائز نہیں۔“ (۴)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿كل يبعين لا يبيع بينهما حتى يتفرقا إلا بيع الخيار﴾ ”ہر دو بیع کرنے والوں کے درمیان اُس وقت تک بیع نہیں ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں سوائے اختیار والی بیع کے۔“ (۵)

بیع اختیار کا مفہوم یہ ہے کہ سودا کرنے والوں میں سے اگر ایک نے اپنے لیے شرط لگالی ہو تو اس کا اختیار جدائی کے بعد بھی باقی رہے گا جب تک اختیار کی مقررہ مدت ختم نہ ہو جائے۔

خيار شرط کا ثبوت اُس حدیث سے بھی ملتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے تجارت میں دھوکہ دیے جانے والے شخص کے

(۱) [الروضة الندية (۲/۲۵۴)]

(۲) [دارقطنی (۴/۳) بیہقی (۲۶۸/۵)] اس کی سند میں عمر بن ابراہیم کردی راوی ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے اسے کذاب کہا ہے اور خطیب بغدادی نے اسے غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ [المعنی (۴۶۲/۲) تاریخ بغداد (۲۰۲/۱۱) میزان الاعتدال (۱۷۹/۳)]

(۳) [مسلم (۱۰۱۳) کتاب البیوع : باب بطلان بیع الحصة..... ابو داؤد (۳۳۷۶) ترمذی (۱۲۳۰) نسائی (۲۶۲/۷) ابن ماجہ (۲۱۹۴) أحمد (۳۷۶/۲) شرح السنة (۴/۲۹۷)]

(۴) [حسن : إرواء الغلیل (۱۳۱۱) ابو داؤد (۳۴۵۶) کتاب البیوع : باب فی خيار المتبايعين ترمذی (۱۲۴۷) نسائی (۴۴۸۳) أحمد (۱۸۳/۲) دارقطنی (۵۰/۳) بیہقی (۲۷۱/۵)]

(۵) [بخاری (۲۱۰۷) ابو داؤد (۳۴۵۴) نسائی (۴۴۶۵) ترمذی (۱۲۴۵) ابن ماجہ (۲۱۸۱)]

یہ کہا تھا تم بیع کے وقت کہہ دیا کرو ﴿ لا حلا بة ﴾ ”کوئی فریب نہیں ہوگا۔“ (۱)
 ابن حجرؒ بخاری کی یہ روایت خیار شرط کی تائید کرتی ہے ﴿ إلا بیع الخیار ﴾
 (احمد) بیع کے وقت معین مدت (اگرچہ لمبی ہی کیوں نہ ہو) کے لیے اختیار کی شرط لگانا درست ہے۔
 (مالک) مدت بقدر ضرورت مقرر کی جائے گی۔
 (ابو حنیفہ، شافعی) اختیار کی مدت تین دن یا اس سے کم ہے۔
 (راجح) امام احمدؒ کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (۲)

www.KitaboSunnat.com

وَإِذَا اُخْتَلِفَ الْبَيْعَانِ فَالْقَوْلُ مَا يَقُولُهُ الْبَائِعُ	جب بائع اور مشتری کے مابین سودے کے متعلق اختلاف ہو جائے تو بائع کی بات تسلیم کی جائے گی۔ ❶
---	---

❶ (۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا اختلف البيعان وليس بينهما بينة فالقول ما يقول صاحب السلعة أو يترادان ﴾ ”جب دو بیع کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے اور ان کے درمیان کوئی دلیل بھی نہ ہو تو مال کے مالک (یعنی بائع) کی بات کو قبول کیا جائے گا یا وہ دونوں (اس سودے کو) رد کر دیں گے۔“
 سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ”فروخت کرنے والے اور خریدنے والے کے درمیان اختلاف ظاہر ہو ﴿ والمبيع قائم بعينه ﴾ ”اور فروخت کردہ چیز اسی حالت میں ہو۔“ اور ان دونوں کے پاس دلیل بھی نہ ہو تو بات فروخت کرنے والے کی معتبر ہوگی یا دونوں بیع کو فسخ کر دیں گے۔“ اور سنن دارقطنی کی روایت میں ہے ﴿ إذا اختلف البيعان والمبيع مستهلك فالقول قول البائع ﴾ ”جب دو سودا کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے اور سودا ہلاک ہو چکا ہو تو بائع کی بات ہی معتبر ہوگی۔“

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس دو آدمی آئے جنہوں نے ایک دوسرے سے کسی سودے کی بیع کی تھی۔ اس نے کہا میں نے اس قیمت سے خریدا ہے اور اس نے کہا کہ میں نے اس قیمت سے فروخت کیا ہے۔ تو ابو عبیدہ نے کہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس بھی ایسا معاملہ لایا گیا تھا ﴿ فأمر بالبائع أن يستحلف ثم يعير المبتاع إن شاء أخذ وإن شاء ترك ﴾ ”انہوں نے بائع کے متعلق حکم دیا کہ اس سے قسم لی جائے پھر خریدار کو اختیار دیا جائے اگر چاہے تو (سودا) قائم رکھے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۲۱۱۷) کتاب البیوع : باب ما یکرہ من الخداع فی البیع]

(۲) [فقہ السنۃ (۲/۴۱۳)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۹۹۷) صحیح ابن ماجہ (۱۷۷۹) ابو داؤد (۳۵۱۱) کتاب البیوع : باب إذا اختلف البيعان والمبيع قائم، نسائی (۳۰۲۷) ابن ماجہ (۲۱۸۶) دارقطنی (۲۰۱۳) حاکم (۴۵۱۲) بیہقی (۳۳۲/۵) الصحیحۃ (۷۹۸) (رواء الغلیل (۱۳۲۲، ۱۳۲۳)]

جس روایت میں ہے ﴿والبیوع مستهلك﴾ ”انام ابن عبدالبر نے اسے منقطع قرار دیا ہے اور امام ابن حزم نے بھی اسے منقطع کہا ہے اور امام صنعانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (۱)

گذشتہ احادیث سے ثابت ہوا کہ جب بھی دو باہم بیع کرنے والے آپس میں اختلاف کریں تو بائع کی بات (اس کی قسم کے ساتھ) معتبر سمجھی جائے گی (جیسا کہ ابو سعیدہ کی حدیث میں ہے) اور دلیل پیش کرنا مشتری پر لازم ہوگا قطع نظر اس فرق کے کہ بائع مدعی ہے یا نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گذشتہ حدیث اس حدیث ﴿البینة علی المدعی والیمین علی من انکر﴾ ”دلیل پیش کرنا مدعی پر لازم ہے اور قسم وہ کھائے گا جس نے انکار کیا۔“ سے خاص ہے۔ (۲)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

اس مسئلے میں اختلاف کا سبب بھی یہی حدیث ہے کیونکہ یہ اپنے عموم کی وجہ سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قسم مدعی علیہ پر جبکہ دلیل مدعی پر ہوگی بغیر اس فرق کے کہ ان میں کوئی بائع یا مشتری ہو یا نہ ہو۔

ان میں سے ایک کو دوسری حدیث پر ترجیح دینے کی کوشش سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ ان دونوں کو جمع کر لیا جائے۔ وہ اس طرح کہ بائع جب مدعی ہوگا تب ہی دلیل پیش کرے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصل میں سودا بائع کا ہی ہے۔ اس پر مشتری کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ اس نے مجھے اتنی قیمت پر یہ چیز فروخت کی ہے اور بائع اس کا انکار کرتے ہوئے اس سے زیادہ قیمت کا طلبگار ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ حقیقت میں مشتری ہی مدعی ہوتا ہے اس لیے اس پر دلیل پیش کرنا لازم ہوگا اور بائع منکر ہوتا ہے اس لیے اس پر قسم کھانا ضروری ہے اس جہت سے دیکھا جائے تو احادیث میں تعارض باقی نہیں رہتا اور یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے۔ (۳)

(مالک، شافعی، محمد بن حسن الشیبانی) بائع سے قسم لی جائے گی اور مشتری کو اختیار دیا جائے گا نیز امام شافعی کے نزدیک سودا موجود ہو یا ہلاک ہو چکا ہو ایسا ہی کیا جائے گا۔

(نحوی، ثوری، اوزاعی، ابو یوسف) سودا ہلاک ہونے کے بعد مشتری کی بات کو اس کی قسم کے ساتھ ترجیح دی جائے گی۔ (۴)



(۱) [نیل الأوطار (۶۰۷/۳) معالم السنن (۱۰۱/۳) سبل السلام (۱۰۴۰/۳)]

(۲) [ترمذی (۱۳۴۱) دارقطنی (۲۱۸/۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۶۰۹/۳) تحفة الأحوذی (۵۵۴/۴) سبل السلام (۱۰۴۰/۳)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: قسوة الأثر (۹۵۰/۳) عون المعبود (۴۷۹/۹) الأم (۸۵/۳) الحاوی (۲۹۶/۵) بدائع

الصنائع (۲۴۳/۷) المبسوط (۳۰/۱۳) بدایة المجتہد (۱۴۹/۲) الإنصاف (۴۴۷/۴)]

بیع سلم کا بیان

باب السلم ①

وہ یہ ہے کہ معاملہ طے پانے کی مجلس میں راس المال اس شرط پر ادھار دے کہ جس معلوم چیز پر معین مدت کے لیے دونوں رضامند ہوئے ہیں وہ اسے (اس کے مطابق) ادا کیگی کر دے گا۔ ②

هُوَ أَنْ يُسَلِّمَ رَأْسَ الْمَالِ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ
عَلَى أَنْ يُعْطِيَهُ مَا يَتَرَضَّيَانِ عَلَيْهِ مَعْلُومًا إِلَى
أَجَلٍ مَعْلُومٍ

① سَلَمٌ لَفْظًا وَمَعْنَى سَلَمٍ هِيَ (سلف اہل عراق کی جبکہ سلم اہل حجاز کی لغت ہے) اور سلف بیوع کی ایک قسم ہے جس میں قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اور سود تاخیر سے معین مدت پر لیا جاتا ہے، یعنی سونا چاندی یا مہر وہ سکہ کے عوض کیگی قیمت دے کر ایک معلوم و متعین مدت تک چیز لینے کا سودا کرنا بیع سلم ہے۔ جو قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے وہ ”راس المال“ جو چیز تاخیر سے فروخت کی جاتی ہے اسے ”مسلم فیہ“ قیمت ادا کرنے والے کو ”رب السلم“ اور جسے وہ چیز فروخت کی جا رہی ہے اسے ”مسلم الیہ“ کہتے ہیں۔ (۱)

اس بیع کی مشروعیت پر علماء کا اجماع ہے۔ فی الحقیقت یہ بیع معدوم ہونے کی وجہ سے ناجائز تھی لیکن اقتصادی مصالح کے پیش نظر لوگوں کے لیے نزی اور ان پر آسانی کرتے ہوئے اسے مستحب کر دیا گیا ہے۔ (۲)

699- بیع سلم کی شرائط

(سعید بن مسیبؓ) فرماتے ہیں کہ اس کی بعض شروط میں تو اختلاف ہے لیکن اس بات پر اتفاق ہے کہ اس میں ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھا جائے گا جن کا لحاظ بیع میں رکھا جاتا ہے۔ (۳)

راس المال کی شرائط: (1) اس کی جس معلوم ہو۔ (2) اس کی مقدار معلوم ہو۔ (3) اسے مجلس عقد میں ادا کر دیا جائے۔ مسلم فیہ کی شرائط: (1) وہ ضمانت و ذمہ داری میں ہو۔ (2) اس کا ایسا وصف بیان کیا جائے جس سے اس کی مقدار اور ممتاز اوصاف کا علم ہو جائے تاکہ دھوکہ اور تازعہ کا خاتمہ ہو سکے۔ (3) اس کی مدت معلوم ہو۔ (4) کیا اجل (مدت کا تعین) شرط ہے؟

(جمہور) انہوں نے معین مدت کے شرط ہونے کا اعتبار کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ فی الحال (یعنی دونوں طرف سے بیک وقت ادا کیگی) بیع سلم جائز نہیں۔

(۱) [أنیس الفقہاء (ص ۲۱۹/۲۲۰) مصباح المنیر (۴۷۳/۱) النہایة (۳۹۶/۲) فتح الباری (۱۸۲/۵) نیل الأوطار (۶۱۰/۳)]

(۲) [المغنی (۲۷۵/۴) بلادیة المحتشد (۱۹۹/۲) مغنی المحتاج (۱۰۲/۲) فتح القدر (۳۲۳/۵) المبسوط (۱۲۴/۱۲)]

(۳) [مصنف ابن ابی شیبہ (۳۰۹/۴) کتاب البیوع: باب فی السلف فی الشیء الذی لیس فی ابیدی الناس]

(۴) [فقہ السنة (۲۵۰/۳)]

(شافعیہ) جب تاخیر سے (جس میں دھوکہ بھی ہے) جائز ہے تو اس وقت ادائیگی بالاولیٰ جائز ہے اور حدیث میں اجل کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ صرف یہی شرط ہے (یا اس کا موجود ہونا ہر حال میں ضروری ہے) بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ جب کوئی معاملہ اجل سے متعلق ہو تو اس میں وہ معلوم ہونی چاہیے۔

(راجح) امام شافعیؒ کا مذہب ہی زیادہ برحق ہے۔

(شوکانیؒ) حق بات وہی ہے جسے شافعیہ نے اختیار کیا ہے کیونکہ کسی بھی حکم کو بغیر دلیل کے عبادت بنالینا درست نہیں۔ (۱)

(ابن حجرؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

مسلم فیہ کا بیع کے وقت مسلم الیہ کے پاس ہونا:

یہ شرط نہیں ہے جیسا کہ عبدالرحمن بن ازیز رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی اونی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے دریافت کیا ﴿اكان لهم زرع؟ قالوا ما كنا نسالهم عن ذلك﴾ ”کیا (بیع سلم کے وقت) ان کے پاس کھیتی موجود ہوتی تھی؟ تو ان دونوں نے کہا ہم ان سے اس کے متعلق نہیں پوچھتے تھے۔“ (۳)

اس مسئلے میں علما نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور مالک، شافعی) بیع سلم کے وقت جس نہ بھی ہو تب بھی بیع درست ہوگی تاہم اتنا ضروری ہے کہ اختتام مدت پر اس چیز کا دستیاب ہونا ممکن ہو۔

(ابوحنیفہؒ) بیع سلم کے معاہدہ کے آغاز سے لے کر مدت معاہدہ کے اختتام تک وہ چیز دستیاب رہے۔ اس دوران کسی موقع پر بھی اس کا فقدان نہ ہو اور ملنا دشوار و محال نہ ہو۔ (۴)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔

700- تمام اجناس میں بیع سلم جائز ہے

بیع سلم، پھلوں، باغات اور گندم کے علاوہ ہر چیز میں جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أسلف فی شئیی ففی کیل ووزن معلوم إلی أجل معلوم﴾ ”جو شخص کسی بھی چیز میں بیع سلم کرنا چاہے وہ مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لیے ٹھہرا کر کرے۔“ (۵)

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ بیع سلم کی شرائط مسلم فیہ کی جنس کا معین ہونا، اس کا ماپ یا وزن معلوم ہونا اور اس کی مدت معلوم ہونا محض یہی تین شرائط ہیں ان کے علاوہ کسی شرط پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے (وہ صرف اس بات پر قیاس کرتے ہوئے معین کی گئی

(۱) [نیل الأوطار (۶۱۰/۳)]

(۲) [فتح الباری (۸۲/۵)]

(۳) [بخاری (۲۲۵۵) کتاب السلم: باب السلم إلی أجل معلوم]

(۴) [الأم (۱۲۴/۳) الحاوی (۳۹۱/۵) المبسوط (۱۲۵/۱۲) الهدایة (۷۲/۳) المغنی (۴۰۶/۶)]

(۵) [بخاری (۲۲۴۰) کتاب السلم: باب السلم فی کیل معلوم]

ہیں کہ ان شرائط کا سبب تنازعہ وغرر کا خاتمہ کرنا ہے تو جن شرائط سے ایسا لازم ہے ان پر عمل بھی بہتر واوٹی ہے۔ (۱)

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے اور اہل مدینہ پھلوں میں ایک سال اور دو سال کی قیمت پیشگی ادا کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا ﴿من أسلف فنی شمر فلیسلف فنی کیل معلوم ووزن معلوم الی أجل معلوم﴾ ”جو شخص پھلوں کی پیشگی (قیمت) دے تو اسے چاہیے کہ ماپ تول کر مقررہ مدت کے لیے دے۔“ اور صحیح بخاری میں یہ لفظ ہیں ﴿من أسلف فنی شیئ﴾ ”جو شخص کسی بھی چیز میں پیشگی دے۔“ (۲)

(2) حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (غزوات میں شرکت کر کے) غنیمت کا حصہ لیتے تھے اور ملک شام کے بٹلی جاؤں میں سے کچھ جاٹ ہمارے پاس آتے تھے۔ ہم ان کو گندم جو اور مٹی (اور ایک روایت میں زیتون بھی ہے) کی پیشگی دے کر ایک مقررہ مدت تک بیع سلم کرتے تھے۔ دریافت کیا گیا کہ کیا وہ خود کھیتی باڑی کرتے تھے تو دونوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان سے یہ کبھی دریافت نہیں کیا تھا۔“ (۳)

وَلَا يَأْخُذُ إِلَّا مَا سَمَّاهُ أَوْ رَأْسَ مَالِهِ وَلَا يَنْصَرِفُ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ	وہ وہی چیز لے گا جس پر ان کا معاملہ طے پایا ہے یا وہ اپنی اصل رقم واپس لے لے گا ① اور قبضے میں لینے سے پہلے وہ اس میں تصرف نہیں کرے گا۔ ②
--	---

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أسلف شيئا فلا بشرط على صاحبه غير قضاءه﴾ ”جو شخص بیع سلم کرے وہ اپنے ساتھی پر اسے ادا کرنے کے سوا کسی اور چیز کی شرط نہ لگائے۔“

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿من أسلف فنی شیئ: فلا ياخذ إلا ما أسلف فيه أو رأس ماله﴾ ”جو شخص بیع سلم کرے وہ صرف وہی چیز لے جس میں اس نے بیع سلم کی ہے یا پھر اپنا اصل مال واپس لے لے۔“ (۴)

(مالکؒ) اگر سود کے بعد مشتری بائع سے مطلوبہ چیز حاصل نہ کر سکے اور اس نے اس سے اقالہ کر لیا ﴿فإنه لا ينبغي له أن ياخذ إلا ورقه أو ذهبه أو الثمن الذي دفع إليه بعينه﴾ ”تو اب اس کے لیے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے مگر اپنا سونا یا چاندی یا بعینہ اپنی وہی قیمت جو اس کو دی تھی (وہ لے سکتا ہے)۔“ (۵)

② حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أسلف فنی شیئ: فلا يصرفه الی

(۱) الروضة النندية (۲۶۱/۲) حجة البالغة (۱۱۳/۲)

(۲) [بخاری (۲۲۴۰، ۲۲۴۱) کتاب السلم: باب المسلم فی وزن معلوم، مسلم (۱۶۰۴) ابو داود (۳۴۶۳) ترمذی

(۱۳۱۱) نسائی (۴۶۱۶) ابن ماجہ (۲۲۸۰) دارمی (۲۶۰۲) بیہقی (۱۸۱/۶) أحمد (۲۱۷/۱) دارقطنی

(۴/۳) شرح السنة (۱۷۳/۸)

(۳) [بخاری (۲۲۴۲، ۲۲۴۳) أيضا، ابو داود (۳۴۶۳) ابن ماجہ (۲۲۸۲) أحمد (۲۱۷/۱) حاکم (۴۵۱/۲) بیہقی

[(۲۰/۶)]

(۴) [دارقطنی (۴۵۱/۳)]

(۵) [المسوی علی مؤطا (۵۰/۲)]

غیرہ قبل أن یقبضہ ﴿ جو شخص کسی چیز کی خرید بصورت بیع مسلم کرتا ہے تو جب تک اس چیز پر مکمل قبضہ نہ کر لے اس میں تصرف نہ کرے۔“ (۱)

اگرچہ مذکورہ روایت میں ضعف ہے لیکن اس مسئلہ میں وہ تمام صحیح احادیث شاہد ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ قبضے سے پہلے سودا فروخت کرنا جائز نہیں۔

جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ إذا ابتعت طعاما فلا تبعه حتى تستوفیه ﴾ ”جب تم کوئی غلہ خریدو تو اسے مکمل وصول کر لینے سے پہلے فروخت نہ کرو۔“ (۲)

(شوکانیؒ) اس (پہلی) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلم فیہ کو قبضے میں لینے سے پہلے کسی اور چیز کی قیمت بنا دینا (یعنی فروخت کر دینا) جائز نہیں۔ کیونکہ جب تک کسی چیز پر مکمل قبضہ نہ ہو جائے اس وقت تک اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (۳)

﴿ فلا یصرفہ ﴾ میں ضمیر کے مرجع میں اختلاف کی وجہ سے اس مسئلے میں بھی اختلاف ہو گیا ہے۔

(مالکؒ، ابو حنیفہؒ) انہوں نے ضمیر کا مرجع راس المال بنایا ہے اور کہا ہے کہ راس المال میں تصرف جائز نہیں حتیٰ کہ دوسرا شخص اپنا مقررہ مال وصول نہ کر لے۔

(شافعیؒ، زفرؒ) راس المال میں تصرف جائز ہے کیونکہ یہ تو قرض کی طرح اس انسان کے ذمے ہے اور وہ اس میں تصرف بھی کر سکتا ہے۔ (۴)

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح ہے۔

متفرقات

701- مسلم فیہ میں حوالہ

احناف کے نزدیک مسلم فیہ میں حوالہ جائز ہے جبکہ جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (۵)

(مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) انہوں نے کپڑوں میں بھی بیع مسلم کو جائز قرار دیا ہے۔ (۶)

(ابن منذرؒ) انہوں نے اسی پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۷)

(۱) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ (۴۹۹) إرواء الغلیل (۱۳۷۵) ابن ماجہ (۲۲۸۳) ابو داؤد (۳۴۶۸) دارقطنی

(۴۵/۳) بیہقی (۳۰/۶)]

(۲) [مسلم (۱۵۲۹)]

(۳) [نبیل الأوطار (۶۱۲/۳)]

(۴) [نبیل الأوطار (۶۱۳/۳)]

(۵) [الفقہ الإسلامی وأدلته (۳۶۳/۴۵) الشرح الكبير (۱۹۵/۳) مغنی المحتاج (۱۰۳/۲) المغنی (۳۰۲/۴)]

(۶) [القوانين الفقهية (ص ۲۶۹) مغنی المحتاج (۱۰۷/۲)]

(۷) [المغنی (۲۷۶/۴)]

قرض کا بیان

باب القرض ①

قرض کی رقم کی مثل (رقم) واپس کرنا واجب ہے۔ ②

يَجِبُ إِزْجَاعُ مِثْلِهِ

① لغوی وضاحت: لَفْظِ قَرْضِ بَابِ قَرَضَ يَقْرِضُ (ضرب) سے مصدر ہے اس کا معنی ”کاشنا“ قرض دینا اور بدلہ دینا، ”مستعمل ہے۔ باب قَارَضَ (مفاعلة) مضاربت کرنا۔ باب أَقْرَضَ (إفعال) قرض دینا، بابِ اقْتَرَضَ (افتعال) قرض لینا اور بابِ اسْتَقْرَضَ (استفعال) ”قرض مانگنا“ کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔ (۱)
شرعی تعریف: قرض ایسے مال کو کہا جاتا ہے جو قرض لینے والے کو بطور قرض دیا جاتا ہے (اس پر قرض کا لغوی معنی ”کاشنا“ بھی صادق آتا ہے) کیونکہ یہ قرض دینے والے کے مال کا ایک ٹکڑا ہی ہوتا ہے۔ (۲)
مشروعیت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَقْرَضُ مُسْلِمًا قَرْضًا مَرْتِينَ إِلَّا كَانَ كَصَدَقَتِهَا مَرَّةً﴾ ”کوئی بھی مسلمان جب کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دیتا ہے تو وہ اس کے ایک مرتبہ صدقہ کی طرح ہوتا ہے۔“ (۳)

(۲) حدیث نبوی ہے کہ ﴿وَاللَّهِ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ﴾ ”اللہ تعالیٰ اُس وقت تک بندے کی مدد میں ہوتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔“ (۴)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ أَحْذَأُ أَمْوَالَ النَّاسِ يَرِيدُ أَدَانَهَا أَدَى اللَّهِ عَنْهُ وَمَنْ أَحْذَاهَا يَرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ تَعَالَى﴾ ”جو شخص لوگوں کے اموال ادا نیگی کے ارادے سے لے لے اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرمادیں گے اور جو ہلاک کرنے کے ارادے سے (لوگوں کے) اموال لے لے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیں گے۔“ (۵)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسْرَنِي أَنْ لَا يَمْرُ عَلَى ثَلَاثٍ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْئٌ أَرْضَهُ لَدِينٍ﴾ ”اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس (سونے) کا کوئی بھی حصہ میرے پاس رہ جائے سوائے اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لیے رکھ چھوڑوں۔“ (۶)

(۱) [المنجد (ص ۶۸۲/۱) القاموس المحيط (ص ۵۸۵/۱)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۳۷۸۶/۵)]

(۳) [صحيح: صحيح ابن ماجة (۱۹۷۲) كتاب الأحكام: باب القرض، ابن ماجة (۲۴۳۰)]

(۴) [مسلم (۲۶۹۹)]

(۵) [بخاری (۲۳۸۷) ابن ماجة (۲۴۱۱) أحمد (۳۶۱/۲) بیہقی (۳۵۴/۵) شرح السنة (۲۱۴۶)]

(۶) [بخاری (۲۳۸۹) كتاب الاستقراض وأداء الديون]

(5) قرض لینے کے جواز پر اجماع ہے۔ (۱)

② کیونکہ اس سے زیادہ لینا یا دینا سود کے زمرے میں آتا ہے۔ حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ آیا (وہاں) میں عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے ملا۔ اس نے (مجھ سے) کہا تو ایسی جگہ (سکونت پذیر) ہے جہاں سود عام ہے ﴿فإنذا كان لك علي رجل حق فاهدی إليك حمل تبن أو حمل شعیر أو حمل فت فلا تاخذہ فبانہ ربا﴾ ”پس جب تیرا کسی شخص پر حق ہو اور وہ تجھے بھوسا یا جوگا گٹھیا یا خشک گھاس رسی سے باندھ کر ہدیہ بھیجے تو تجھے چاہیے کہ اس کو نہ لے یقیناً وہ سود ہے۔“ (۲)

جب ہدیہ دینا سود ہے اس کے علاوہ کچھ اور دینا تو بالاً ولی ممنوع ہے۔

(شوکانیؒ) حاصل کلام یہ ہے کہ ہدیہ اور عاریہ وغیرہ جب قرض کی مدت میں مہلت لینے کے لیے ہو یا قرض خواہ کو رشوت دینے کے لیے ہو یا قرض کے بدلے قرض خواہ کو نفع پہنچانے کے لیے ہو تو یہ حرام ہے کیونکہ یہ سود اور رشوت کی ایک قسم ہے اور اگر یہ قرض کے لین دین سے پہلے قرض دار اور قرض خواہ کے مابین جاری عادت و رسم کی وجہ سے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۳)

<p>اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ (قرض) اس رقم سے افضل یا زائد ہو جبکہ یہ پہلے مشروط نہ ہو ① اور یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ قرض دینے والے کے لیے قرض نفع لے کر آئے۔ ②</p>	<p>وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ أَفْضَلَ أَوْ أَكْثَرَ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَشْرُوطًا وَلَا يَجُوزُ أَنْ تَجْرَ الْقَرْضُ نَفْعًا لِلْمُقْرِضِ</p>
---	--

① حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا ﴿وكان لي عليه دين فقضاني وزادني﴾ ”اور آپ ﷺ پر میرا کچھ قرض تھا آپ نے مجھے وہ ادا کیا اور مجھے (اس سے) زائد بھی دیا۔“ (۴)

② حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پر ایک شخص کا خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص تقاضا کرنے آیا تو آپ ﷺ نے (اپنے صحابہ سے) فرمایا کہ ادا کر دو۔ صحابہ نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا، لیکن نہیں ملا۔ البتہ اس سے زیادہ عمر کا مل گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہی اسے دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا ﴿إن عيساركم أحسنكم قضاء﴾ ”تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض ادا کرنے میں اچھے ہیں۔“ (۵)

(۱) [المغنی (۴/۳۱۳)]

(۲) [بخاری (۳۸۱۴) کتاب المناقب : باب مناقب عبد الله بن سلام]

(۳) [نیل الأوطار (۳/۶۱۷)]

(۴) [بخاری (۲۳۹۴) کتاب الاستقراض وأداء الديون : باب حسن القضاء، مسلم (۷۱۵) ابو داود (۳۳۴۷) نسائی

[(۲۸۳/۷)]

(۵) [بخاری (۲۳۰۵) کتاب الوكالة : باب وكالة الشاهد والغائب، جائزة، مسلم (۱۶۰۱)]

(3) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔ (۱)

② (1) جیسا کہ ابھی پیچھے صحیح بخاری کی روایت گزری ہے کہ ”جب تیرا کسی شخص پر حق ہو اور وہ تجھے بھوسا یا جو کا گٹھا یا خشک گھاس رسی سے باندھ کر ہدیہ بھیجے تو تجھے چاہیے کہ اسے نہ لے ﴿فإنه ربا﴾ ”کیونکہ وہ سود ہے۔“ (۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا أقرض أحدكم قرضاً فأهدى إليه أو حمله على الدابة فلا يركبها ولا يقبله إلا أن يكون حرى بينه وبينه قبل ذلك﴾ ”جب تم میں سے کوئی قرض دے تو وہ شخص اسے ہدیہ دے یا جانور پر سوار کرے تو نہ وہ سوار ہو اور نہ ہی اس (ہدیہ) کو قبول کرے والا کہ ان کے مابین پہلے سے ہی ایسا معاملہ چلتا ہو۔“ (۳)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿كل قرض جر منفعة فهو ربا﴾ ”ہر وہ قرض جو نفع لائے سود ہے۔“ (۴)
یہ روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن یہ مسئلہ (قرض پر نفع لینے کی ممانعت) صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ پیچھے بیان گزر چکا ہے۔

(مالکیہ احناف) ہر وہ قرض جو نفع لائے حرام ہے۔ (۵)

702۔ بطور قرض جانور کا لین دین

جانور کا بطور قرض لین دین جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی سے اونٹ بطور قرض لیا ہوا تھا۔ (۶)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) انہوں نے اسے ناجائز قرار دیا ہے (حالانکہ گذشتہ صحیح حدیث میں اس کا جواز موجود ہے)۔ (۷)

(۱) [موطا (۲۸۰/۲) مسلم (۱۲۲۴، ۱۶۰۰) ابو داؤد (۳۳۴۶) ترمذی (۱۳۱۸) ابن ماجہ (۲۲۸۵) أحمد

(۳۹۰/۶) دارمی (۲۵۴/۲) مسند طیالسی (۹۷۱)]

(۲) [بخاری (۳۸۱۴)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ (۵۲۹) کتاب الأحکام : باب القرض، الضعیفة (۱۱۶۲) ابن ماجہ (۲۴۳۲) اس کی

سند میں یحییٰ بن اسحاق ہنائی راوی مجہول ہے۔ [تقریب التہذیب (۳۴۲/۲)]

(۴) [ضمیف : إرواء الغلیل (۱۳۹۸) ضعیف الجامع الصغیر (۴۲۴۴) اس کی سند میں سوار بن مصعب راوی متروک ہے۔

[الجرح والتعدیل (۲۷۱/۴) میزان الاعتدال (۲۴۶/۲) المحروحين (۳۵۶/۱) المغنی (۲۹۰/۱)]

(۵) [حاشیة الدسوقی (۲۲۴/۳) القوانين الفقہیة (ص ۲۸۸) رد المختار (۱۸۲/۴)]

(۶) [بخاری (۲۳۹۰)]

(۷) [الأم (۱۴۰/۳) الحاوی (۳۵۳/۵) المبسوط (۱۳۱/۱۲) الہدایة (۷۱/۳) المغنی (۳۸۸/۶) بدایة المحتشد

[[۱۶۵/۲]

703- قرض کی رقم سے کم ادا کرنا

اگر مقرض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے (جبکہ قرض خواہ اسی پر راضی ہو) یا قرض خواہ اسے معاف کر دے تو جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قرض خواہوں سے کچھ قرض معاف کر دینے کو کہا تھا۔ (۱)

704- قرض سے پناہ مانگنا

رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْتِمِ وَالْمَغْرَمِ﴾ ”اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“ کسی نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ قرض سے اس قدر (کیوں) پناہ مانگتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَثَ فَكَذَّبَ وَوَعْدَ فَاخْلَفَ﴾ ”جب آدمی مقرض ہوتا ہے تو بات کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔“ (۲)

705- مقرض کی نماز جنازہ

اگر کوئی شخص مقرض ہو اور قرض کی ادائیگی سے پہلے ہی فوت ہو جائے تو بلاشبہ اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی کیونکہ وہ مسلمان ہے اور اس کا قرض ادا کرنا اسلامی حکمران کے ذمہ ہوگا کہ وہ بیت المال سے اسے ادا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَلْيَاتِنِي فَاَنَا مَوْلَاهُ﴾ ”جو شخص قرض چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائیں ان کا ولی میں ہوں۔“ (۳)

706- قرض وغیرہ کی وصولی میں نرم برتاؤ

اگر کوئی بچک دست ہو تو اس سے قرض وغیرہ وصول کرنے میں نرمی سے پیش آنا چاہیے اور اگر اسے رقم معاف کر دی جائے تو یہ اس سے بھی بہتر ہے۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ۲۸۰]

”اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور صدقہ کر دو تو تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔“

(۲) حدیث نبوی ہے کہ ”فرشتوں نے تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کی روح قبض کی تو اس سے کہا کہ کیا تو نے کوئی خیر کا کام کیا ہے؟ اس نے کہا ﴿كنت أمر فتيتاني أن ينظروا ويتجاوزوا عن الموسر قال فتجاوزوا عنه﴾ ”میں اپنے

(۱) [بخاری ۲۳۹۵] کتاب الاستقراض وأداء الديون : باب إذا قضى دون حقه

(۲) [بخاری ۲۳۹۷] کتاب الاستقراض وأداء الديون : باب من استعاذ من الدين

(۳) [بخاری ۲۳۹۹] کتاب الاستقراض وأداء الديون : باب الصلاة على من ترك ديناً

نو کروں سے کہا کرتا تھا کہ وہ مالدار لوگوں (جو ان کے مقروض ہوں) کو مہلت دے دیا کریں اور ان پر سختی نہ کریں اور محتاجوں کو معاف کر دیا کریں۔ راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا پھر فرشتوں نے بھی اس سے درگزر کیا اور سختی نہ کی۔“ (۱)

(۳) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿من أنظر معسرا أو وضع عنه أظله الله في ظله﴾ ”جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس سے قرض معاف ہی کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سائے میں سایہ عطا فرمائیں گے۔“ (۲)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أنظر معسرا أو وضع عنه أظله الله في ظل عرشه يوم القيامة﴾ ”جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس سے قرض معاف ہی کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا فرمائیں گے۔“ (۳)

(۵) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أنظر معسرا فله بكل يوم مثله صدقة﴾ ”جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی اسے اس کی (رقم کی) مثل صدقہ کا اجر ملے گا۔“ (۴)



(۱) [بخاری (۲۰۷۷) کتاب البیوع : باب من أنظر موسرا]

(۲) [صحیح : مسند احمد محقق (۱۵۵۲۱) ابن ابی شیبہ (۱۱۷) عبد بن حمید (۳۷۸) دارمی (۲۶۱/۲) طبرانی

کبیر (۳۷۲/۱۹) مسند قضاعی (۴۶۰) بیہقی فی الشعب (۱۱۲۴۸) شرح السنة (۲۱۴۲) حاکم (۲۸۱/۲)]

(۳) [صحیح : مسند احمد محقق (۸۷۱۱) احمد (۳۵۹/۲) شیخ شعیب الارزوطی نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

(۴) [صحیح : مسند احمد محقق (۲۳۰۴۶) احمد (۳۶۰/۵) حاکم (۲۹/۲) ابو یعلیٰ فی مسندہ الکبیر (۱۶۶/۱)

جامع المسانید (۱۲۸/۱) شرح مشکل الآثار (۳۸۱۰) ابو نعیم فی اخبار اصفہان (۲۸۶/۲) بیہقی (۳۵۷/۵)

وفی شعب الإیمان (۱۱۲۶۱) ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۷۷۸/۱۴) ابن عدی فی الکامل (۱۸۵۵/۵)]

شفعہ کا بیان

باب الشفعة ①

سَبَّهَهَا إِلَّا شَفَعَاكَ فِي شَيْءٍ وَلَا مَنَقُولًا | اس کا سبب کسی چیز میں شریک ہونا ہے خواہ وہ منقولہ ہی کیوں نہ ہو۔ ⑤

- ① لغوی وضاحت: لفظ شفعة شفع سے ماخوذ ہے جس کا معنی جو از اندامانا اور تقویت وغیرہ ہے۔ (۱)
 شرعی تعریف: شریک کے اُس حصے کو مقرر معاوضے کے بدلے شریک کی طرف منتقل کرنا جو اجنبی کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ (۲)
 مشروعیت: اہل علم کے نزدیک ایسے شریک کے لیے جس نے ابھی مقاسمت نہیں کی حق شفعة کے اثبات پر اجماع ہے۔ (۳)
 (ابن حجر) شفعة کی مشروعیت میں سوائے ابوبکر الاصحم کے علمائے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ (۴)
- ② (۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ قضی رسول اللہ ﷺ بالشفعة فی کل مال لم یقسم ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ہر اُس چیز میں شفعة کا فیصلہ دیا ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔“ (۵)
- (۲) صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ بالشفعة فی کل شرك فی أرض أو ربع أو حائط ﴾ ”شفعة ہر مشترکہ چیز میں ہے (مثلاً) زمین میں یا مکان میں یا باغ میں۔“ (۶)
- (۳) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ قضی النبی ﷺ بالشفعة فی کل شئی ﴾ ”نبی ﷺ نے ہر چیز میں شفعة کا فیصلہ فرمایا ہے۔“ (۷)
- (احمد، مالک، اتحاف، اہل ظاہر) حق شفعة منقولہ وغیر منقولہ ہر چیز میں ثابت ہے (کیونکہ جو ضرر و تکلیف شریک کے لیے غیر منقولہ اشیاء میں پیدا ہو سکتی ہے اسی طرح وہ منقولہ میں بھی پیدا ہو سکتی ہے)۔
- (جمہور) شفعة صرف غیر منقولہ اشیاء میں ہے مثلاً زمین گھر یا عمارتیں وغیرہ۔ (۸)
- (راجح) شفعة کا سبب صرف شرارت ہی ہے اور وہ ہر چیز میں عام ہے زمین ہو یا گھر راستہ ہو یا پانی کی کوئی ندی یا کوئی بھی

(۱) [القاموس المحيط (ص/۶۶۰) الدرر (۲/۲۰۸)]

(۲) [فتح الباری (۵/۱۹۲)]

(۳) [المغنی (۵/۲۸۴) السیل الجرار (۳/۱۶۹)]

(۴) [فتح الباری (۵/۱۹۲)]

(۵) [بخاری (۲۲۵۷) کتاب الشفعة: باب الشفعة فیما لم یقسم..... مسلم (۸/۱۶۰) أحمد (۳/۲۹۶) ابو داؤد

(۳۵۱۴) ترمذی (۱۳۷۰) ابن ماجہ (۲۴۹۹) شرح معانی الآثار (۴/۱۲۲)]

(۶) [مسلم (۸/۱۶۰) ابو داؤد (۳۵۱۳) نسائی (۷/۳۲۰) أحمد (۳/۳۱۶)]

(۷) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۳۰۰۰) صحیح ابن ماجہ (۲۴۹۹) صحیح نسائی (۶/۴۶۶) شرح معانی الآثار

(۴/۱۲۲) ابو داؤد (۱۳۵۱۳) ترمذی (۱۳۷۰)]

(۸) [المغنی (۷/۴۴۱) سبیل السلام (۶۷-۹۶/۳) الأم (۴/۴) فتح الوہاب للشیخ زکریا (۱/۲۳۸) المبسوط

(۱۴/۹۵) الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف]

707- کیا پڑوسی کے لیے حق شفعہ ہے؟

(1) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الحار أحق بسقبه ﴾ ”ہمسایہ اپنے قریبی ہونے کی وجہ سے زیادہ حق رکھتا ہے۔“ (۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ حار الدار أحق بالدار ﴾ ”مکان کا پڑوسی اس مکان کا زیادہ حق رکھتا ہے۔“ (۳)

بظاہر ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی کے لیے بھی حق شفعہ ہے اگرچہ شراکت نہ بھی ہو۔ لیکن اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان احادیث میں شفعہ کی وضاحت نہیں ہے لہذا ان سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ ہمسایہ بھلائی، اعانت، خیر خواہی اور ایثار و ترجیح کا زیادہ حقدار ہو۔

علاوہ ازیں لفظ ”حار“ کا اطلاق جس طرح پڑوسی پر ہوتا ہے اسی طرح شریک پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔ (۴)

اور مندرجہ ذیل حدیث یہ بات ثابت کرتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الحار أحق بشفعة حاره ينتظر بها وإن كان غائبا إذا كان طرفيهما واحد ﴾ ”ہمسایہ اپنے ہمسائے کا شفعہ میں زیادہ حقدار ہے۔ شفعہ کی وجہ سے اس کا انتظار کیا جائے گا اگرچہ وہ غائب ہو بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔“ (۵)

(شوکانیؒ) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مجرد ہمسائیگی کے ذریعے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے مشترک راستہ ہونا ضروری ہے اس کی تائید نبی ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ ”جب حد بندی ہو جائے اور راستے جدا جدا ہو جائیں تو پھر شفعہ کا استحقاق نہیں رہتا۔“ (۶)

(ابن قیمؒ) یہی (امام شوکانیؒ کی) بات زیادہ مٹی برانصاف ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۷)

(۱) [السبل الجرار (۱۷۲/۳)]

(۲) [بخاری (۶۹۷۷، ۲۲۵۸) کتاب الشفعة: باب عرض الشفعة علی صاحبها قبل البیع، ابو داؤد (۳۵۱۶) نسائی

(۴۷۰۲) ابن ماجہ (۲۴۹۵) ترتیب المسند للشافعی (۵۷۴)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۳۰۰۳) ابن حبان (۵۱۸۲) طحاوی (۱۲۲/۴) بیہقی (۱۰۶/۶)]

(۴) [القاموس المحيط (ص ۳۳۲)]

(۵) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۵۴۰)، ابو داؤد (۳۷۸/۵) ابو داؤد (۳۵۱۸) کتاب البیوع: باب فی الشفعة، ترمذی (۱۳۶۹)

أحمد (۳۰۳/۳) ابن ماجہ (۲۴۹۴)]

(۶) [نبیل الأوطار (۴۳/۳) منحة الغفاد (۱۴۲۷/۳)]

(۷) [أعلام الموقعین (۱۵۰/۲)]

(مالک، شافعی، احمد) حق شفعہ صرف شراکت سے ہی ثابت ہوتا ہے محض ہمسائیگی سے نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، سلیمان بن یسار، عمر بن عبدالعزیز، امام ربیعہ، امام اوزاعی اور امام اسحاق وغیرہ رحمہم اللہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

(احناف) مجرد ہمسائیگی سے بھی حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔ امام ثوری، امام ابن ابی لیلیٰ اور امام ابن سیرین رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حدیث میں موجود یہ لفظ ﴿إِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصَرَفَتِ الطَّرِيقَ﴾ ”بشرطیکہ حد بندی ہو جائے اور راستے جدا جدا ہو جائیں“ مدرج ہیں۔ (۱)

(راجح) تقسیم واقع ہو چکی ہو اور راستے الگ ہو جائیں تو مجرد ہمسائیگی سے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔ (۲)

<p>جب تقسیم ہو جائے تو شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا ① اور شریک کے لیے اپنے ساتھی (شراکت دار) کو اطلاع دیے بغیر کوئی چیز فروخت کرنا جائز نہیں۔ ②</p>	<p>فَإِذَا وَقَعَتِ الْقِسْمَةُ فَلَا شَفْعَةَ وَلَا يَحِلُّ لِلشَّرِيكَ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يُؤْذَنَ شَرِيكُهُ</p>
--	---

① حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصَرَفَتِ الطَّرِيقَ فَلَا

شَفْعَةَ﴾ ”جب حد بندی ہو جائے اور راستے الگ ہو جائیں تو پھر حق شفعہ نہیں ہے۔“ (۳)

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا قَسَمْتَ الدَّارَ وَحَدَّتْ فَلَا شَفْعَةَ فِيهَا﴾

”جب گھر تقسیم کر دیا جائے اور اس کی حد بندی کر دی جائے تو اس میں کوئی حق شفعہ نہیں۔“ (۴)

② حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”شفعہ ہر مشترک چیز میں ہے جسے تقسیم نہ کیا گیا ہو

مکان ہو یا زمین اور ﴿لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يُؤْذَنَ شَرِيكُهُ فَإِنْ شَاءَ أَخَذَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ فَإِذَا بَاعَ وَلَمْ يُوْذَنَ

فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ﴾ ”اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شریک کو اطلاع دیے بغیر (ان اشیاء کو) فروخت کر دے اگر وہ (شریک)

چاہے تو اسے رکھے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔ لیکن جب اس نے اطلاع دیے بغیر فروخت کر دیا تو اس کا شریک اس چیز کا

زیادہ حقدار ہے۔“ (۵)

امام قرطبیؒ اپنے بعض مشائخ سے بیان کرتے ہیں (اس حدیث سے ثابت ہوا) کہ شریک پر واجب ہے کہ جب وہ

(۱) [سبل السلام (۹۸/۳-۹۹) الأم (۶/۴) روضة الطالبين (۱۰۹/۴) المبسوط (۹۲/۱۴) فتح العلام (ص/۴۸۰)

المغنی (۴۳۶/۷) حلیۃ العلماء فی معرفۃ مذاہب الفقہاء (۲۶۶/۵) البحر الزخار (۸/۴)]

(۲) [السبل الحرار (۱۷۲/۳)]

(۳) [بخاری (۲۲۵۷) کتاب الشفعۃ : باب الشفعۃ فیما لم یقسم مسلم (۱۶۰۸) ابو داود (۳۵۱۴) ترمذی

(۱۳۷۰) ابن ماجہ (۲۴۹۹) شرح معانی الآثار (۱۲۲/۴)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۰۰) صحیح ابن ماجہ (۲۴۹۷) ابو داود (۳۵۱۵)]

(۵) [مسلم (۱۶۰۸) کتاب المساقاۃ : باب الشفعۃ، ابو داود (۳۵۱۳) نسائی (۳۲۰/۷) أحمد (۳۱۶/۳)]

(کچھ) فروخت کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے شریک کو اطلاع دے۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ حدیث یہ تقاضا کرتی ہے کہ اپنے ساتھی کے سامنے پیش کرنے سے پہلے شریک پر حرام ہے کہ وہ (مشترکہ چیز) فروخت کر دے۔ (۱)

○ جب شریک کو مطلع کر دیا جائے اور بعد ازاں وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے سے سودا کرے تو کیا شریک کے لیے شفعہ کا حق باقی رہتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

(جمہور، مالک، شافعی، ابوحنیفہ) اسے حق شفعہ حاصل ہوگا (کیونکہ پہلے اطلاع دینا حق شفعہ کے لیے مانع نہیں ہے)۔
(ثوری، ابو عبید) اطلاع دینے کے بعد شفعہ کا استحقاق ساقط ہو جاتا ہے۔

(راجح) دوسرا مؤقف أقرب الی الحدیث ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ”اگر وہ چاہے تو اسے رکھ لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔“ (توجہ اطلاع دینے پر شریک نے اسے نہیں رکھا پھر حق شفعہ کس چیز کا باقی رہا؟)۔ (۲)

اور یہ (حق شفعہ) کچھ تاخیر ہو جانے سے باطل نہیں ہوتا۔ ①

وَلَا تَبْطُلُ بِالتَّرَاجُحِ

① حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الحار أحق بشفعة جاره ينتظر بها وإن كان غائباً إذا كان طرفيهما واحدا﴾ ”ہمسایہ (شریک) اپنے ہمسائے کا شفعہ میں زیادہ حقدار ہے حق شفعہ کی وجہ سے اس کا انتظار کیا جائے گا اگرچہ وہ غائب ہو بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔“ (۳)

نبی ﷺ کے اس فرمان ﴿ينتظر بها وإن كان غائباً﴾ میں یہ دلیل موجود ہے کہ غیر حاضر (غائب) شخص کا حق شفعہ باطل نہیں ہوتا خواہ اسے کچھ تاخیر ہو جائے۔ (۴)

(ابن رشد) اگر (شریک) غائب ہو تو علما کا اجماع ہے کہ غائب اپنے شفعہ کے حق پر باقی رہے گا جب تک کہ اسے شریک کی بیخ کا علم نہ ہو جائے۔ (۵)

(نواب صدیق حسن خان) حق بات یہی ہے کہ تاخیر ہو جانے سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔ (۶)

708- ایک ضعیف روایت

جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿لا شفعة لغائب ولا للصغير والشفعة كحل العقال﴾ ”غائب اور بچے کے لیے حق

(۱) [کما فی نیل الأوطار (۴۰/۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۴۰/۳) سبیل السلام (۱۲۱۷/۳)]

(۳) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۵۴۰)، (۳۷۸/۵) ابو داؤد (۳۵۱۸) کتاب البیوع: باب فی الشفعة، ترمذی (۱۳۶۹)]

أحمد (۳۰۳/۳) ابن ماجہ (۲۴۹۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۴۳/۳) سبیل السلام (۱۲۱۹/۳)]

(۵) [بداية المحتهد (۴۶۴/۲)]

(۶) [الروضة الندية (۲۷۰/۲)]

شفعہ نہیں ہے اور شفعدری کھولنے کی طرح ہے۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۱)

متفرقات

709- شفعدہ کی متفقہ شرط

اس پر اتفاق ہے کہ شراکت کا بیع پر مقدم ہونا شفعدہ کی شرائط میں سے ہے۔ (۲)

710- اگر شریک اپنا حق خود ہی باطل کر دے؟

شفعدہ کرنے والا اگر اپنا حق خود ہی باطل کر دے تو باطل ہو جائے گا۔ (۳)

711- اگر شریک فوت ہو جائے؟

تو حق شفعدہ شفعدہ کرنے والے کی موت سے بھی ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ ایسا حق ہے جس کا وارث بنا جاسکتا ہے جیسا کہ

بقیہ تمام حقوق کا وارث بنا جاسکتا ہے۔ (۴)



(۱) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ (۵۴۲) إرواء الغلیل (۱۵۴۲) الضعیفہ (۴۸۰۳) اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمن سلمانی راوی انتہائی ضعیف ہے۔ [الکامل لابن عدی (۲۱۸۷/۶) تہذیب التہذیب (۲۶۱/۹) حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو بہت زیادہ ضعیف کہا ہے۔ [تلخیص الحبیر (۱۲۵/۳) امام ابن عدی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [الکامل (۱۷۷/۶) امام ابن حبان نے کہا ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ [تلخیص الحبیر (۵۶/۳) امام ابو یوسف نے اسے منکر کہا ہے۔ [العلل (۴۷۹/۱) امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ [تلخیص الحبیر (۵۶/۳)

(۲) [بداية المحتهد (۴۶۳/۲)

(۳) [السيل الحرار (۱۷۴/۳)

(۴) [السيل الحرار (۱۷۷/۳)

اشیا کو ٹھیکے پر دینے کا بیان

باب الإجارة ۵

تَجُوزُ عَلَى كُلِّ عَمَلٍ لَمْ يَنْصَعْ مِنْهُ مَانِعٌ شَرْعِيٌّ | اجارہ ہر اُس عمل میں جائز ہے جس سے شریعت نے روکا نہ ہو۔ ۵

① لغوی وضاحت: لفظ اجارہ باب أَجْرًا يَأْجُرُ (نصر، ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”اجرت دینا بدلہ دینا اور اجرت“ مستعمل ہے۔ ایجار (افعال) اور استیجار (استفعال) کا معنی ”کسی کو مزدور بنانا ہے۔“ استیجار کا ایک اور معنی ہے ”گھر اجرت پر لینا۔“ اجیر، مزدور کو کہتے ہیں۔ (۱)

اصطلاحی تعریف: کسی چیز کے مباح نفع کا معلوم مدت اور معلوم معاوضے کے ساتھ مالک بنانا۔ (۲)
مشروعیت: اس کی مشروعیت کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ

﴿ قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ﴾ [القصص: ۲۶]

”ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ باجی! آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے، کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔“

(2) ﴿ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

[البقرة: ۲۳۳]

”اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ تم ان کو دستور کے مطابق جو دینا ہو وہ ان کے حوالے کر دو۔“

حدیث نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: روز قیامت تین آدمیوں کا میں مد مقابل و مخالف ہوں گا (ان میں سے ایک یہ ہے) رجل استاجر اجیرا فاستوفى منه ولم يوفه أجره ﴿ ”ایسا آدمی جس نے کسی کو مزدور بنا کر اس سے پورا کام لیا لیکن اس کو اجرت پوری نہ دی۔“ (۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تمام انبیاء بکریاں چراتے رہے“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا اور آپ بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ نعم، كنت أراعها على قراريط لأهل مكة ﴾ ”ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چرتا قرراط کے عوض چرایا کرتا تھا۔“ (۴)

(۱) [المنجد (ص ۴۱) لسان العرب (۱۰/۴) القاموس المحيط (ص ۴۳۶)]

(۲) [الشرح الكبير (۳/۴) الفروق (۴/۴) المغنی (۳۹۸/۵) الفقہ الإسلامی وأدلته (۳۸۰/۵)]

(۳) [بخاری (۲۲۷۰) کتاب الإجارة: باب إثم من منع أجر الأجير، الفتح الرباني (۳۹۳)]

(۴) [بخاری (۲۲۶۲) کتاب الإجارة: باب رعى الغنم على قراريط، ابن ماجه (۳۱۴۰)]

(3) رسول اللہ ﷺ کا ہجرت کے راستے میں ایک شخص کو بطور رہنما ”اجیر“ مقرر کرنا بھی اجارہ کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے۔ (۱)

وَتَكُونُ الْأَجْرَةُ مَعْلُومَةً عِنْدَ الْإِسْتِجَارِ | مزدور پکڑتے وقت اجرت معلوم ہونی چاہیے۔ ①

- ① حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ ﷺ عن استحجار الأجير حتى يبين له أجره﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے کسی کو مزدور بنانے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ اس کی اجرت بیان کر دی جائے۔“ (۲)
- (2) اگرچہ گذشتہ روایت میں ضعف ہے لیکن یہ مسلح صحیح حدیث سے ثابت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (یہودیوں کو) خیبر کی زمین دے دی تھی کہ اس میں محنت کے ساتھ کاشت کریں ﴿ولهم شطرم ما يخرج منها﴾ ”اور ان کے لیے پیداوار کا نصف حصہ ہوگا۔“ (۳)
- (3) امام شوکانیؒ نے بھی اسی کو ثابت کیا ہے۔ (۴)
- (4) اس مسئلے میں علما کا اجماع ہے۔ (۵)

فَإِنْ لَمْ تَكُنْ كَذَلِكَ اسْتَحَقَّ الْأَجِيرُ | اگر اجرت معلوم نہ ہو تو مزدور کو حق ہے کہ وہ اس کام کا معاوضہ معروف (معاوضے) کے مطابق وصول کر لے۔ ① حجام (سیگی لگانے والے) کی کمائی ② فاحش کی اجرت ③ کاہن کی شربتی ④ زکی جفتی کے معاوضے ⑤ مؤذن کی اجرت ⑥ اور آٹاپینے والے کے تقبیر (ایک معروف ماپنے کا آلہ) ⑦ سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔

① عدل وانصاف کا تقاضا یہی ہے۔ (۶)

② (۱) حدیث نبوی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ نهى عن كسب الحجام﴾ ”نبی ﷺ نے حجام کی کمائی سے منع

(۱) [بخاری (۲۲۶۲) كتاب الإجارة : باب استئجار المشرکین عند الضرورة]

(۲) [أحمد (۵۹/۳) بیہقی (۱۲۰/۶) عبدالرزاق (۲۳۵/۱۸) نسائی (۳۸۵۷) یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ ابراہیم بن یزید نخعی کا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ شیخ شعیب از نووٹ نے بھی اس کی سند کو انقطاع کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ [مسند احمد محقق (۱۱۵۶۵)]

(۳) [بخاری (۲۲۸۵) كتاب الإجارة : باب اذا استأجر أرضا فمات أحدهما، مسلم (۲۸۹۶) ترمذی (۱۳۰۴) ابو داود (۲۹۵۹)]

(۴) [نیل الأوطار (۶۸۴/۳)]

(۵) [الفقه الإسلامي وأدلته (۳۸۲۲/۵) المغنی (۴۰۴/۵) نیل الأوطار (۶۸۴/۳)]

(۶) [الروضة الندية (۲۸۴/۲)]

فرمایا ہے۔“ (۱)

(۲) ایک اور حدیث میں ہے کہ ﴿كَسْبُ الْحَمَامِ خَبِيثٌ﴾ ”حجام کی کمائی خبیث ہے۔“ (۲)

لیکن بعض صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجام کو خود اجرت دی۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو طیبہ سے سینگی لگوائی اور اسے (بطور اجرت) غلہ کے دو صاع دیے۔ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی اور حجام کو اس کی اجرت دی ﴿وَلَوْ كَانَتْ سَحَنًا لَمْ يَعْطُهُ﴾ ”اور اگر یہ حرام ہوتی تو آپ اسے کچھ نہ دیتے۔“ (۴)

ان روایات میں یوں تطبیق دی گئی ہے۔

حجام کی کمائی مکروہ ہے حرام نہیں کیونکہ لفظ خبیث طیب کی ضد ہے حلال کی نہیں اور اس کا معنی گھٹیا، بُرا اور کم تر ہے، حرام نہیں۔ قرآن میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے :

﴿وَلَا تَبْمُمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ﴾ [البقرة: ۲۶۷]

”ان میں سے بُری چیزیں خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا۔“

لفظ سخت کو بھی اسی معنی پر محمول کیا جائے گا۔ (۵)

کراہت کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ عمل ایسے افعال میں سے ہے جو ضرورت کے وقت ایک مسلمان کی اعانت کرنے کے لیے دوسرے مسلمان پر لازم ہیں لہذا اس پر اجرت لینا درست نہیں۔ (۶)

تعارض کا حل آزاد اور غلام کے مابین فرق کے ساتھ بھی کیا گیا ہے یعنی آزاد کے لیے حجامت کا پیشہ اختیار کرنا مکروہ ہے

جبکہ غلام کے لیے مطلقاً جائز ہے۔ (۷)

جمہور علما کا موقف یہ ہے کہ حجام کی کمائی حلال ہے۔ (۸)

(۱) صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۹۱۹) احمد (۲۹۹/۲) ابو داؤد (۳۴۲۱) نسائی (۴۲۹۴) ترمذی (۱۲۷۵)

(۲) صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۹۱۹) کتاب البیوع : باب فی کسب الحمام، ابو داؤد (۳۴۲۱) احمد (۴۶۴/۳)

ترمذی (۱۱۹۶)

(۳) [بخاری (۲۱۰۲) کتاب البیوع : باب ذکر الحمام]

(۴) [بخاری (۲۱۰۳) کتاب البیوع : باب ذکر الحمام، مسلم (۱۲۰۲) ابو داؤد (۳۴۲۳) ابن ماجہ (۲۱۶۲) احمد

(۲۴۱/۱) ابن الحارود (۵۸۴)]

(۵) [نیل الأوطار (۶۷۶/۳)]

(۶) [سبل السلام (۱۲۳۲/۳)]

(۷) [فتح الباری (۲۲۱/۵)]

(۸) [نیل الأوطار (۶۷۲/۳)]

- ③ ”مہر البغی“ سے مراد زنا کے عوض زانیہ کو ملنے والی اجرت ہے۔ (۱)
- رسول اللہ ﷺ نے بدکار و فاحشہ کی اس کمائی کو حرام قرار دیتے ہوئے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿نہی عن مہر البغی﴾ ”آپ ﷺ نے بدکار کی اجرت سے منع فرمایا۔“ (۲)
- ④ ”حلوان الکاهن“ سے مراد وہ تحائف و ہدایا اور عطیات ہیں جو کاہن کو کہانت کے عوض حاصل ہوتے ہیں۔ (۳)
- چونکہ کہانت حرام ہے اس لیے آپ ﷺ نے اس کا معاوضہ بھی حرام قرار دیا ہے ﴿نہی عن حلوان الکاهن﴾ ”آپ ﷺ نے کاہن کی شربنی سے منع فرمایا ہے۔“ (۴)
- ⑤ ”عسب الفحل“ فحل نر کو کہتے ہیں گھوڑا ہوا یا اونٹ یا بکرا اور عسب نر کی جفتی اس سے خارج ہونے والے پانی اور اس کی نسل و اولاد کے لیے بولا جاتا ہے۔ (۵)
- چونکہ اس کی ضرورت عام پیش آتی تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کے عوض اجرت لینے سے منع فرمادیا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿نہی النبی ﷺ عن عسب الفحل﴾ ”نبی ﷺ نے نر کی جفتی کے معاوضے سے منع فرمایا ہے۔“ (۶)
- ⑥ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہما کو حکم دیا تھا کہ ﴿واتخذ مؤذنا لا یأخذ علی اذانه اجرا﴾ ”اے شخص کو مؤذن مقرر کر جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے۔“ (۷)
- ⑦ ”قفیز الطحان“ سے مراد غلے کے مجبول ڈھیر (جس کا وزن نہ کیا گیا ہو) کے بارے میں پینے والے کو یوں کہنا ہے کہ اسے پیں دو اور معاوضہ میں اتنی قیمت اور ایک قفیز اسی غلے سے لے لو۔ (۸)
- آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ ﷺ عن قفیز الطحان﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے قفیز الطحان سے منع فرمایا۔“ (۹)

(۱) [سبل السلام (۱۰۴۶/۳)]

(۲) [بخاری (۲۲۸۲) کتاب الإحارة : باب کسب البغی ، مسلم (۲۹۳۰) ترمذی (۱۰۵۲) نسائی (۴۲۱۹)]

(۳) [سبل السلام (۱۰۴۷/۳)]

(۴) [ایضا]

(۵) [سبل السلام (۱۰۶۰/۳) المعجم الوسیط (ص ۶۰۰)]

(۶) [بخاری (۲۲۸۴) کتاب الإحارة : باب عسب الفحل ، ترمذی (۱۱۹۴) نسائی (۴۵۹۲)]

(۷) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۵۸۵) کتاب الأذان : باب السنة فی الأذان ، ابن ماجہ (۷۱۴) أحمد (۲۱۷/۴)]

حاکم (۱۹۹/۱) بیہقی (۴۲۹/۱)

(۸) [فیض القدير (۴۳۴/۶) نیل الأوطار (۶۸۵/۳) تلخیص الحبیر (۱۳۳/۳)]

(۹) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۴۷۶) تلخیص الحبیر (۶۰/۳) دارقطنی (۱۹۵) بیہقی (۳۳۹/۵)]

ممانعت کا سبب یہ اندیشہ ہے کہ کہیں مجہول غلے کا ڈھیروں میں زیادہ اور اس کا معاوضہ کم یا معاوضہ زیادہ اور وزن کم نہ ہو۔

قرآن کی تلاوت پر اجرت لینا جائز ہے ❶ اس کی تعلیم پر جائز نہیں۔ ❷	وَيَجُوزُ لِإِسْتِجَارِ عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ لَا عَلَى تَعْلِيمِهِ
--	--

❶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ دوران سفر عرب قبائل کے کسی قبیلہ میں ٹھہرا۔ ضیافت طلب کرنے پر اہل قبیلہ نے انکار کر دیا چنانچہ جب ان کا سردار ڈسا گیا اور بارہا علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہوا تو وہ صحابہ کے پاس دم کرانے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ضیافت سے انکار کی وجہ سے صحابہ نے بغیر معاوضے کے دم کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر بکری کے عوض ایک صحابی نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو سردار اچھا ہو گیا۔ معاوضہ ملنے پر جب بعض افراد نے تقسیم کا مشورہ دیا تو دم کرنے والے صحابی نے اس سے پہلے نبی ﷺ سے پوچھ لیا ناگزیر سمجھا۔ چنانچہ واپسی پر جب صحابہ نے آپ ﷺ کو قصہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کس نے بتایا کہ یہ (فاتحہ) دم ہے پھر فرمایا ﴿اقتسموا واضربوا الی معکم سہما﴾ ”اسے تقسیم کر کے میرا حصہ بھی نکالو۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”جب معاوضہ پر دم کرنا صحابہ نے ناپسند کیا اور واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے کتاب اللہ پر اجرت لینے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إن أحق ما أخذتم علیہ أجرًا کتاب اللہ﴾ ”اجرت کی مستحق اشیاء میں سب سے زیادہ حقدار کتاب اللہ ہے۔“ (۱)

❷ اس مسئلے میں علما کا اختلاف ہے۔

قرآن کی تعلیم پر اجرت سے منع کرنے والوں کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- (1) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو قرآن سکھایا تو اس نے مجھے بطور ہدیہ ایک کمان دی۔ میں نے اس کا ذکر جب نبی ﷺ کے سامنے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إن أخذتها أخذت قوسا من النار﴾ ”اگر تو نے اسے لیا تو تو نے آگ کی کمان پکڑی۔“ تو میں نے اسے (کمان کو) واپس کر دیا۔ (۲)
- (2) اسماعیل بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ جب عبد الملک بن مروان نے مجھے کہا اے اسماعیل! میرے بچے کو تعلیم دو میں تمہیں اس کا معاوضہ (اجرت) بھی عطا کروں گا تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اُم رداء رضی اللہ عنہا نے ابو رداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أخذ علی تعلیم القرآن قوسا قلده اللہ قوسا من نار یوم القیمة﴾ ”جس نے تعلیم القرآن کے عوض کوئی کمان پکڑی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن آگ کی کمان کا قلابہ پہنائیں

(۱) [بحاری (۵۷۳۷، ۲۲۷۶) کتاب الطب: باب الشرط فی الرقیۃ بقطع من الغنم، مسلم (۲۲۰۱) ابو داود

(۳۹۰۰) ترمذی (۲۰۶۴) ابن ماجہ (۲۱۵۶) احمد (۱۰۱۳)]

(۲) [صحیح: الصحیحہ (۲۵۶) إرواء الغلیل (۱۴۹۳) ابن ماجہ (۲۱۵۸) کتاب التجرارات: باب الأجر علی تعلیم

القرآن، بیہقی (۱۲۵/۶-۱۲۶)]

گے۔“ عبد الملک نے اسماعیل سے کہا میں تمہیں قرآن کے بدلے میں نہیں بلکہ نحو کے بدلے میں (معاوضہ) دوں گا۔ (۱)
 (3) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من قرأ القرآن فليست له به فإنه سبحانه أقوام يقرءون القرآن يسألون به الناس﴾ ”جو قرآن پڑھے وہ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے عنقریب ایسی اقوام آئیں گی جو قرآن پڑھیں گی اور اس کے عوض لوگوں سے سوال کریں گی۔“ (۲)

(4) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تعلموا القرآن و سلوا الله به الحنة قبل أن يتعلمه قوم يسألون به الدنيا﴾ ”قرآن لیکھو اور قبل اس کے کہ کوئی قوم اس کے ذریعے دنیا کا سوال کرے تم اللہ سے جنت کا سوال کرو۔“ قرآن کو تین طرح کے اشخاص پڑھتے ہیں۔ ایسا شخص جو اس کے ذریعے فخر و تکبر کرتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو اسے ذریعہ معاش بناتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو اسے خالصتاً اللہ کے لیے پڑھتا ہے۔ (۳)

(5) حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس وقت ہمارے پاس آ کر فرمایا جب ہم دیہاتی و عجمی سب (اکٹھے) قرآن پڑھ رہے تھے پڑھو۔ سب اچھا ہے۔ عنقریب ایسی اقوام آئیں گی جو اسے اس طرح کھڑا کریں گی جیسے تیر کھڑا کیا جاتا ہے وہ تاخیر (آخرت) کے بجائے اسے جلدی (دینا) طلب کریں گی۔ (۴)

(6) حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”قرآن پڑھو اور اس کے بدلے مت کھاؤ اور نہ اس کے بدلے زیادہ (مال) طلب کرو اور نہ اس سے بے رغبتی اختیار کرو اور نہ اس میں خیانت کرو۔“ (۵)

(احناف) (1) أُجرت لینے اور دینے والے دونوں گناہ گار ہیں۔ (۶)

(2) اذان حج، امامت اور تعلیم القرآن پر اُجرت لینا جائز نہیں۔ (۷)

ان کی دلیل ہے کہ تبلیغ الاحکام الشرعیہ نماز روزہ اور زکوٰۃ کی طرح واجب ہے اور واجب عمل کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاتا ہے انسانوں سے نہیں تاہم دم پر اُجرت کا جواز واضح نص کی وجہ سے بہر حال موجود ہے۔ (۸)

(شوکانیؒ) کتاب اللہ کی اُجرت کے عموم سے تعلیم القرآن کو خاص کر کے خارج کر دینا ہی زیادہ ظاہر و مناسب ہے۔ (۹)

(۱) صحیح: الصحیحة (۲۵۶) بیہقی (۱۲۶/۶) تاریخ دمشق (۴۲۷/۲)

(۲) صحیح: الصحیحة (۲۵۷) ترمذی (۵۵/۴) أحمد (۴۳۲/۴)

(۳) صحیح: الصحیحة (۲۵۸) قیام اللیل لابن النصر (ص/۷۴)

(۴) صحیح: الصحیحة (۲۵۹) ابو داود (۱۳۲/۱)

(۵) صحیح: الصحیحة (۲۶۰) شرح معانی الآثار (۱۰/۲) أحمد (۴۲۸/۳) طبرانی اوسط (۱۴۲/۱) ابن عساکر

[(۴۸۶/۹)]

(۶) رد المختار (۳۵/۵)

(۷) الهدایہ (۳۰۳/۲)

(۸) الروضة الندیة (۲۷۹/۲) نیل الأوطار (۳۲۴/۵)

(۹) نیل الأوطار (۳۲۶/۵)

قرآن کی تعلیم پر اجرت کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل:

- (1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اجرت کی مستحق اشیا میں سب سے زیادہ مستحق کتاب اللہ ہے۔“ (۱)
- (2) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم القرآن کو حق مہر کا عوض قرار دیتے ہوئے فرمایا ﴿ملکنکھا بما معک من القرآن﴾ ”میں نے تجھے قرآن کے عوض اس (عورت) کا مالک بنا دیا۔“ (۲)
- (3) جمہور علما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے نبی ﷺ نے ان کا خلوص دیکھتے ہوئے عوض (یعنی قوس) لینا ناپسند کیا ہو۔ (۳)
- (4) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے ضعف کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ البانیؒ نے فرمایا کہ اس کی دو سندیں ہیں:

1- بیہقی کے طریق سے 2- ابن ماجہ کے طریق سے

1- بیہقی کی سند تین علل کی بنا پر ضعیف ہے:

① انقطاع ② جہالت ③ اضطراب

2- ابن ماجہ کی سند میں ثور بن یزید اور عبد الرحمن کے درمیان ایک راوی خالد بن معدان ساقط ہے اور آخر میں فرماتے ہیں کہ ((وجملة القول أن الحديث بهذا الإسناد ضعيف)) ”مختصر بات یہ ہے کہ اس سند کے ساتھ حدیث ضعیف ہے۔“

لیکن اس کے لیے حضرت عمادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے شاید موجود ہیں جو اسے درجہ صحت تک پہنچاتے ہیں۔ (۴)

(مالکؒ) انہوں نے اُس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو حق مہر کا عوض بنایا اور فرمایا کہ ﴿وبذلك جاز أخذ الأجرة على تعليم القرآن﴾ ”اس سے تعلیم القرآن پر اجرت لینے کا جواز نکلتا ہے۔“ (۵)

(ابن حزمؒ) تعلیم القرآن پر اجرت لینے کے ناجائز ہونے کی تمام احادیث صحیح نہیں ہیں ((فلا يصح منها شيء)) (۶)

(قرطبیؒ) احناف کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”مخالفین کا نماز روزہ پر قیاس نص کے مخالف ہونے کی وجہ سے فاسد ہے۔“

(۱) [بخاری (۵۷۳۷)]

(۲) [بخاری (۴۶۴۲)] کتاب فضائل القرآن : باب القراءة عن ظهر القلب ، نسائی (۳۲۸۷) ترمذی (۱۰۳۲) ابو داؤد

[(۱۸۰۶)]

(۳) [نیل الأوطار (۳۲۴/۵)]

(۴) [إرواء الغلیل (۱۴۹۳)]

(۵) [کما فی فتح الباری (۱۲۱/۹)]

(۶) [المحلی (۱۵/۹)]

پھر ان دونوں (نماز اور تعلیم القرآن) میں یہ فرق بھی ہے کہ نماز روزہ فاعل کے ساتھ مختص عبادات ہیں جبکہ تعلیم القرآن معلم کے غیر کی طرف متعدی ہے۔ اس لیے قرآن کی کتابت کی تعلیم کی مانند اسے نقل (تعلیم القرآن کا ایک شخص سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا) کی کوشش پر بھی اجرت کا جواز ہے۔ (۱)

(شعیبؓ) معلم کو شرط (یعنی طلب کرنے) کے علاوہ کچھ دیا جائے تو اسے قبول کرنا چاہیے۔ (۲)

(حکم بن عتیہؓ) میں نے کسی کو معلم کی اجرت پر کراہت کرتے ہوئے نہیں سنا۔ (۳)

(حسنؓ) انہوں نے معلم کو (بطور اجرت) دس درہم دیے۔ (۴)

(عطاءؓ) یہ جواز کے قائل ہیں۔ (۵)

(ابوقلابہؓ) تعلیم القرآن پر اجرت جائز ہے۔ (۶)

(ابن منذرؓ) انہوں نے احناف کا رد کرتے ہوئے جواز ثابت کیا ہے۔ (۷)

(امیر صنعانیؓ) قراءت قرآن تعلیم کے لیے ہو یا طب کے لیے اس میں کوئی فرق نہیں۔ (۸)

(عبدالمعزم ابراہیم) انہوں نے جواز کے قول کو ہی برحق قرار دیا ہے۔ (۹)

حدیث ﴿إن أحق ما أخذ کم علیہ أجرًا کتاب اللہ﴾ میں کتاب اللہ کی اجرت کا عموم تعلیم القرآن کی اجرت کے جواز پر بھی دلالت کرتا ہے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ((العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب)) ”لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے سبب کی خصوصیت کا نہیں۔“ (۱۰)

(راجع) تعلیم القرآن پر اجرت لینا جائز ہے اس کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) ممانعت کی احادیث میں ”خاص واقعات و شخصیات کے متعلق ہونے کے سبب“ تاویل کا احتمال ہے اور ان میں مطلق منع کی وضاحت بھی نہیں۔ (۱۱)

(۱) [تفسیر القرطبی (۳۳۵/۱)]

(۲) [بخاری: کتاب الإحارة: باب ما يعطى فى الرقبة على أحياء العرب]

(۳) [أيضاً]

(۴) [أيضاً]

(۵) [المحلى (۱۰۹/۹)]

(۶) [أيضاً]

(۷) [تفسیر قرطبی (۳۳۵/۱)]

(۸) [سبل السلام (۱۲۳۴/۳)]

(۹) [فقو الأثر (۱۱۱۴/۳)]

(۱۰) [القوائد والفوائد الأصولية (۲۴۰/۱) المستصفي (۲۳۶/۱) الإبهاج (۱۸۴/۲)]

(۱۱) [فتح الباری (۵۴۰/۴)]

(۶) ممانعت کی روایات میں سے اکثر ضعیف ہیں اور اگر کسی میں کچھ صحت ہے تو بھی درجہ میں اثبات کی احادیث سے بہت کم ہے۔

(۷) صحیح احادیث کے معانی کو قرآن کی ان آیات کے مفہوم پر محمول کیا جائے گا۔

﴿ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ﴾ [البقرة: ۴۱]

”میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ خریدو۔“

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ﴾ [البقرة: ۱۷۴]

”بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں نازل کردہ احکامات کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔“

(۴) عقل بھی اس موقف کو رد کرتی ہے کہ ہم دنیاوی ملازم کو تو اجرت دیں لیکن دین کے خادم کو کچھ نہ دیں۔

(۵) اگر بالفرض ہم مانعین کے دلائل اور ان کے معانی و مفاسد کو تسلیم کر لیں اور معلم القرآن کو اجرت نہ دیں تو اس سوال کا کیا جواب ہے کہ وہ کہاں سے کھائے پیے گا؟ اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلائے گا؟ یقیناً متعجب و صورتوں میں سامنے آئے گا۔

① یا تو وہ تعلیم کے کام کو چھوڑ کر کاروبار شروع کر دے گا۔

② یا پھر ایسی جگہ تلاش کرے گا جہاں اسے معقول اجرت ملے۔

(۶) اس مسئلے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے کے لیے یہ بات پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ معلم کسی اسلامی ملک میں قیام پذیر ہے یا غیر اسلامی ملک میں۔ اور یہ بھی کہ اس کا تعلیم کے علاوہ اپنا کاروبار ہے یا نہیں۔

(۷) اگر وہ کسی غیر اسلامی ریاست میں ہے اس کا ذاتی کاروبار مضبوط ہے، لوگ اس سے تعلیم سیکھنے کے مشتاق و خواہشمند ہیں اور مد مقابل مخالفت و مزاحمت کی فضا بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کا اسلامی فریضہ ہے کہ وہ بغیر اجرت کے بھی تعلیمی سرگرمیوں کو حسب توفیق جاری رکھے اور عوامی عدم تعاون کو فریضہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہ بنائے اگرچہ اس کا جواز موجود ہے۔

(۸) اگر ریاست اسلامیہ اور تو ائین اسلام کا نفاذ ہے تو حکمران طبقہ کی بی ذمہ داری ہے کہ وہ معلمین و مدرسین کے لیے حسب ضرورت تنخواہ مقرر کرے جیسا کہ آثار صحابہ سے بھی یہ ثابت ہے۔

(۹) اگر اسلامی مملکت میں اسلامی نظام رائج نہیں ہے اور معلم کی کیفیت بھی سابق الذکر کی مثل ہے تو مستحب یہی ہے کہ وہ سوال و التجا سے اپنا دامن داغدار نہ کرے لیکن اگر وہ اجرت کو مقرر یا طلب کرتا ہے تو اس کا جواز بہر حال موجود ہے۔

(۱۰) اور اگر معلم اخراجات کے حوالہ سے مجبور و مجبوس ہے تو اتنی اجرت مقرر کر کے بروقت اسے ادا کرنا جس سے اس کا گھریلو خرچ بآسانی چل سکے امت مسلمہ کے افراد و عناصر کا اولین فریضہ ہے۔

کوئی چیز معلوم مدت تک معین اُجرت کے بدلے کرائے پر دینا جائز ہے ① اس کی ایک صورت زمین کو کرائے پر دینا ہے ② (زمین کو) نصف پیداوار کے عوض کرائے پر دینا جائز نہیں۔ ③

وَأَنْ يَجْرِيَ الْعَيْنُ مَدَّةً مَعْلُومَةً بِأَجْرَةٍ
مَعْلُومَةٍ وَمِنْ ذَلِكَ الْأَرْضُ لَا بِشَطْرِ مَا
يَخْرُجُ مِنْهَا

① حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس مدینہ کے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زمین زیادہ تھی۔ ہمارے ہاں طریقہ یہ تھا کہ جب زمین بصورت جنس کرایہ پر دیتے تو یہ شرط لگا دیتے کہ اس حصے کی پیداوار تو میری رہے گی اور اُس حصے کی تمہاری رہے گی۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حصے کی پیداوار خوب ہوتی اور دوسرے کی نہ ہوتی اس لیے نبی ﷺ نے لوگوں کو اس طرح معاملہ کرنے سے منع فرمادیا۔

اور صحیح مسلم وغیرہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فَأَمَّا شَيْءٌ مَعْلُومٌ مَضْمُونٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ﴾ ”ہاں اگر کوئی معین چیز ہو جس کی ضمانت ہو سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔“ (۱)

② جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر سے نصف پیداوار کے عوض معاملہ طے کیا تھا۔ (۲)

③ ایک طرف تو حدیث میں مطلق طور پر زمین کرایہ پر دینے کی ممانعت موجود ہے ﴿نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ﴾ ”آپ ﷺ نے زمین کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔“ (۳)

اور دوسری طرف یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ عمل کیا کرتے تھے۔ (۴)

حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے بذات خود اہل خیبر سے نصف پیداوار پر زمین کا معاملہ طے کر رکھا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے

﴿وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ (۵)

ان احادیث میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ نصف یا اس سے کم و بیش پیداوار یا کسی اور چیز کے عوض زمین کرایہ پر دینا جائز ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا عمل ہے اور منع کی احادیث کو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث پر محمول کیا جائے گا جس میں دو بیان کرتے ہیں کہ ﴿كُنَّا أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ حَقْلًا قَالَ كُنَّا نَكْرِي الْأَرْضَ عَلَى أَنْ لَنَا هَذِهِ وَلَهُمْ هَذِهِ فَبِمَا أُخْرِجَتْ هَذِهِ وَلَمْ تَخْرُجْ هَذِهِ فَهَانَا عَنْ ذَلِكَ وَأَمَّا بِالرَّوْقِ فَلَمْ يَنْهَنَا﴾ ”تمام انصار میں سے ہمارے ہاں کھیتیاں زیادہ تھیں، جس وجہ سے ہم زمین یہ کہہ کر کرایہ پر دیتے کہ یہاں کی پیداوار ہم لیں گے اور وہاں کی تمہاری ہوگی پھر کبھی یہاں خوب پیداوار ہوتی اور

(۱) [بخاری (۲۳۳۲) کتاب الحرث والمزارعة: باب ما يكره من الشروط في المزارعة، مسلم (۱۱۸۳) كتاب البيوع:

باب كراء الأرض بالذهب والورق]

(۲) [بخاری (۲۲۸۵) كتاب الإجارة: باب إذا استأجر أرضاً فمات أحدهما، مسلم (۲۸۹۶) ترمذی (۱۳۰۴) ابو

داود (۲۹۰۹)]

(۳) [مسلم (۱۵۴۷) كتاب البيوع: باب كراء الأرض بالذهب والورق]

(۴) [بخاری (۲۳۳۲) كتاب الحرث والمزارعة: باب ما يكره من الشروط في المزارعة]

(۵) [بخاری (۲۲۸۵)]

س نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا البتہ چاندی کے عوض کرایہ پر دینے سے منع نہیں فرمایا۔“ (۱)
معلوم ہوا کہ زمین کرائے پر دینے کی ممانعت قطعاً ارضی کی تخصیص میں ہے، معلوم منافع (مثلاً معین پیداوار چاندی یا
بیج نقدی) کے عوض نہیں۔

وَمَنْ أَقْسَدَ مَا اسْتَوْجَرَ عَلَيْهِ أَوْ أَتْلَفَ مَا اسْتَأْجَرَهُ ضَمَنَ	جس نے اُس چیز کو خراب کر دیا یا ضائع کر دیا جس پر اسے اجیر مقرر کیا گیا تھا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ ❶
--	---

- (۱) حضرت سرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿عَلَى الْبَيْدِ ضَمَانٌ مَا أَخَذْتَ حَتَّى تُؤَدِيَهُ﴾
ہاتھ پر اس چیز کی ضمانت ہے جو اس نے پکڑی حتیٰ کہ اسے ادا کر دے۔“ (۲)
(۲) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ تَطَبَّبَ وَلَا يَعْلَمُ مِنْهُ طَبَّ فَبُهِرَ
أَمْنٌ﴾ ”جس نے علاج کیا اور اس کے متعلق طب معروف نہیں ہے (کہ وہ طبیب ہے یا نہیں) تو وہ ضامن ہوگا۔“ (۳)
مراد یہ ہے کہ کوئی طبیب علم طب میں مہارت کے بغیر کسی کو علاج کے بعد مشقت میں ڈال دے تو وہ ضامن ہوگا۔ (۴)



- (۱) [بخاری (۲۳۳۲) کتاب الحرت والمزارعة : باب ما یکرہ من الشروط فی المزارعة ، مسلم (۱۱۸۳) کتاب البیوع :
باب کراء الأرض بالذهب والورق]
(۲) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۷۶۱) کتاب البیوع : باب فی تضمین العاریة ، أحمد (۸۱۵) ابن ماجہ (۲۴۰۰)
ترمذی (۱۲۶۶) حاکم (۴۷۱۲)]
(۳) [حسن : صحیح ابو داود (۳۸۳۴) کتاب الذیات : باب فیمن تطبب ولا یعلم منه فأعنت ، ابو داود (۴۵۸۶) شیخ
شعیب الزووط نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ [التعلیق علی شرح السنة (۳۴۱/۱۰)]
(۴) [حسن : صحیح ابو داود (۳۸۳۵) الصحیحة (۶۳۵) ابو داود (۴۵۸۷) أیضا]

باب الإیاء ① و الإقطاع ② زمین کی آباد کاری اور عنایات کا بیان

مَنْ سَبَقَ إِلَى إِحْيَاءِ أَرْضٍ لَمْ يَسْبِقْ إِلَيْهَا غَيْرُهُ
فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا وَتَكُونُ مِلْكًا لَهُ

جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جسے اُس سے پہلے کسی نے آباد نہ کیا
ہو تو وہ اُس کا زیادہ حقدار ہے اور وہ اسی کی ملکیت ہوگی۔ ①

① لغوی وضاحت: لفظ إحياء باب أخطى يُحْيِي (إفعال) سے مصدر ہے اس کا معنی ”زمین کو آباد کرنا“ ہے۔ (۱)
اصطلاحی تعریف: کسی ایسی زمین کو پانی لگانے کے ذریعے زراعت و کاشتکاری کے ذریعے یا عمارت تعمیر کرنے کے
ذریعے آباد کرنا جو پہلے کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔ (۲)

② لغوی وضاحت: لفظ إقطاع باب أقطع يُقْطَع (إفعال) سے مصدر ہے۔ اس سے مراد ”زمین کا ٹکڑا عطا
کرنا“ ہے۔ (۳)

اصطلاحی تعریف: بجز اراضی سے کچھ حصہ بعض حاجت مند افراد کو عطا کر دینا (خواہ زمین ہو یا معدنیات) إقطاع کہلاتا
ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ بجز اراضی پہلے کسی کی ملکیت میں نہ ہوں۔ (۴)

③ (۱) حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أحيا أرضا ميتة فهي له﴾ ”جس نے کسی
بجزوے کار زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ملکیت ہے۔“ (۵)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من عمر أرضا ليست لأحد فهو أحق بها﴾
”جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملکیت میں نہیں تھی تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔“ (۶)

بجز زمین کی آباد کاری کے وقت حاکم وقت سے اجازت لینے میں اختلاف ہے۔

(ابوضیفہ) زمین کی آباد کاری میں حاکم وقت کا اذن ضروری ہے۔

(مالک) اگر زمین آبادی کے قریب ہے تو اجازت لینے چاہیے بصورت دیگر اس کی ضرورت نہیں۔

(شافعی، احمد، ابو یوسف، محمد) جس نے کسی بھی بے آباد زمین کو آباد کیا وہ اس کا مالک ہے خواہ امام سے اجازت نہ لی ہو۔ (۷)

(۱) [لسان العرب (۴۲۴/۳) القاموس المحيط (ص/۱۶۴۹)]

(۲) [نیل الأوطار (۳۲۰/۵)]

(۳) [القاموس المحيط (ص/۹۷۳) لسان العرب (۱۱/۲۲۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۳۲۸/۵) الفقہ الاسلامی وأدلته (۶/۴۶۲) لسان العرب (۱۱/۲۲۴)]

(۵) [صحيح: إرواء الغليل (۱۵۰۰) أحمد (۳۰۴/۳) ترمذی (۱۳۷۹) ابن حبان (۱۱۳۹) العوارذ]

(۶) [بخاری (۲۳۳۵) کتاب الحرث و المزارعة: باب من أحيا أرضا مواتا]

(۷) [بدائع الصنائع (۱۹۴/۶) الدر المختار (۳۰۷/۵) الشرح الصغير (۹۴/۴) مغنی المحتاج (۴/۳۶۱) المغنی

(راجع) امام شافعی وغیرہ کا موقف راجح ہے کیونکہ یہی اقرب الی الحدیث ہے نیز جمہور علما بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

وَيَجُوزُ لِلْإِمَامِ أَنْ يَقْطَعَ مَنْ فِي إِقْطَاعِهِ مَصْلَحَةٌ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ الْمَيْتَةِ أَوْ الْمَعَادِنِ أَوْ الْمِيَاهِ	حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ بخر (یا بے آباد) زمین کا نیا یا پانی کے ذخائر کا کچھ حصہ اس شخص کو عطا کر دے جس کو عطا کرنے میں مصلحت ہو۔ ①
--	---

- ① (۱) حضرت أسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اُس زمین سے ﴿التسی﴾ اقطعہ رسول اللہ ﷺ ”جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں عطا فرمائی تھی“ گٹھلیاں گھرایا کرتی تھیں۔ (۲)
- (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ہو﴾ اراد النبی ﷺ أن يقطع من البحرين ﴿نبي﴾ میں کچھ قطععات اراضی بطور جاگیر (انصار کو) دینے کا ارادہ کیا، تو انصار نے عرض کیا کہ ہم تب لیں گے کہ آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی طرح کے قطععات عنایت فرمائیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد (دوسرے لوگوں کو) تم پر ترجیح دی جایا کرے گی تو اس وقت تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ ہم سے (آخرت میں آکر) ملاقات کرو۔ (۳)
- (۳) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ہو﴾ أن النبی ﷺ اقطعہ أرضا بحضر موت ﴿نبي﴾ نے انہیں حضرت موت کے علاقے میں زمین عطا کی۔ (۴)
- (۴) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس اور اس طرح زمین عطا کی۔ (۵)

معادن کے متعلق دو بظاہر متعارض روایات ہیں:

- (۱) حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں نمک کی کان عنایت فرمادی (یہ دیکھ کر) اہل مجلس سے ایک آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ نے تو اسے دائمی منفعت عطا فرمادی ہے تو آپ ﷺ نے اس سے (کان) واپس لے لی۔ (۶)
- (۲) رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہ کو سائل سمندر کی نشیب و فراز والی جگہ پر کانیں

(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سبیل السلام (۱۲۳۶/۳) قفو الأثر (۱۱۱۶/۳) حجة البالغة (۱۰۳/۲)]

(۲) [بخاری (۵۲۲۴) کتاب النکاح: باب الغیرة، مسلم (۲۱۸۲)]

(۳) [بخاری (۲۳۷۶) کتاب المساقاة: باب القطائع]

(۴) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۶۳۱) کتاب المعراج: باب فی إقطاع الأرضین، ابو داود (۳۰۵۸) ترمذی

(۱۳۸۱) بیہقی فی السنن الکبری (۱۴۴/۶)]

(۵) [أحمد (۱۹۲/۱)]

(۶) [حسن: صحیح ابن ماجہ (۲۰۰۶) ترمذی (۱۳۸۰) کتاب الأحکام: باب ما جاء فی القطائع، ابو داود

(۳۰۶۴) ابن حبان (۱۱۴۰)۔ الموارد ابن ماجہ (۲۴۷۵)]

عنایت فرمائیں۔ (۱)

ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ معادن کی دو قسمیں ہیں:

① معادن باطنہ: جن کے حصول میں محنت و مشقت درکار ہو مثلاً سونا، چاندی، لوہا اور تانبا وغیرہ۔

② معادن ظاہرہ: جن میں مشقت نہ ہو مثلاً نمک، تیل اور سرمہ وغیرہ۔

تو دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ حکمران معادن باطنہ تو عنایت کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ

کو دی جبکہ معادن ظاہرہ عنایت نہیں کر سکتا جیسا کہ حضرت اُبَیض رضی اللہ سے واپس لے لی۔ (۲)

○ معدن اور رکا ز میں یہ فرق ہے کہ معدن زمین کا ایک جزء ہوتی ہے جبکہ رکا ز جزء نہیں ہوتا بلکہ عارضی ذبیحہ ہوتا ہے۔ (۳)



(۱) [حسن: صحیح ابو داود (۲۶۳۲) کتاب الخراج: باب فی إقطاع الأرضین، ابو داود (۳۰۶۲) موطا (۵۱۹)

الفتح الربانی (۱۳۹/۱۵)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: حجة البالغة (۱۰۴/۲) الفقه الإسلامی وأدلته (۴۶۴۷/۶) الأحكام السلطانية

للماوردی (ص ۱۸۹/۱)]

(۳) [تبیین الحقائق (۲۸۷/۱) الأموال و نظرية العقد للدكتور محمد يوسف موسى (ص ۱۹۴/۱)]

شراکت کا بیان

باب الشراكة ①

تمام لوگ پانی، آگ اور گھاس میں (ایک دوسرے کے) شریک ہیں۔ ②

النَّاسُ شُرَكَاءُ فِي الْمَاءِ وَالنَّارِ وَالْكَأْبِ

① لغوی وضاحت: لفظ شراكة باب شَرِكْ يَشْرِكُ (سمع) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی شریک ہونا ہے۔ باب أَشْرَكَ (إفعال) شریک کرنا۔ باب شَارَكَ، تَشَارَكَ (مفاعلة، تفاعل) باہم شریک ہونا۔ (۱) اصطلاحی تعریف: کسی تصرف یا استحقاق میں باہم اکٹھے ہو جانا۔ (۲) مشروعیت: شراکت کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثَّلَاثِ ﴾ [النساء: ۱۲]

”تو ایک تہائی میں سب شریک ہوں گے۔“

(۲) ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ﴾ [ص: ۲۴]

”اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہوتے ہیں کہ) ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں۔“

(۳) حدیث قدسی ہے کہ ﴿ أَنَا ثَلَاثُ الشَّرِيكِينَ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ ﴾ ”دو شریکوں میں تیسرا میں ہوتا ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے۔“ (۳)

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي الْمَاءِ وَالْكَأْبِ وَالنَّارِ ﴾ ”مسلمان تین چیزوں میں

(ایک دوسرے کے) شریک ہیں: پانی، گھاس اور آگ۔“ (۴)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ ایشیاتی ضروریات سے زائد ہوں تو بوقت ضرورت لوگوں کو ان سے روکنا جائز نہیں جیسا

کہ مندرجہ ذیل احادیث سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے:

(۱) ﴿ لَا يَمْنَعُ الْمَاءَ وَالنَّارَ وَالْكَأْبَ ﴾ ”پانی، آگ اور گھاس کو نہ روکا جائے۔“ (۵)

(۱) [المعجد (ص/۵۲۳-۵۲۴)]

(۲) [المغنی (۱/۵) الفقہ الإسلامي وأدلته (۳۸۷/۵)]

(۳) [ضعيف: ضعيف ابو داود (۷۳۲) كتاب البيوع: باب في الشراكة، ابو داود (۳۳۸۳)]

(۴) [صحيح: إرواء الغليل (۸/۶) ابو داود (۳۴۷۷) كتاب البيوع: باب في منع الماء، أحمد (۳۶۱/۵)]

(۵) [صحيح: إرواء الغليل (۹۰۷/۶) ابن ماجه (۲۴۷۳)]

(2) ﴿ لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ ﴾ ”زائد پانی مت روکو۔“ (۱)

رِإِذَا تَشَاجَرَ الْمُسْتَحِقُّونَ لِلْمَاءِ كَانَ الْأَحَقُّ بِهِ
الْأَعْلَى فَأَلَا عَلَيَّ بِمَسْكَةِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ
يُرْسَلُهُ إِلَى مَنْ تَحْتَهُ

جب پانی کے حقداروں میں اختلاف ہو جائے تو اس کا زیادہ حقدار
وہ ہوگا جو اوپر کی جانب ہو پس اوپر والا اس پانی کو ٹخنوں تک روکے
گا پھر اسے اپنے نیچے والوں کی طرف چھوڑ دے گا۔ ①

① (1) حضرت عبادۃ بنی اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیلابی پانی کھجور کے درختوں کو لگانے کے متعلق اس طرح فیصلہ کیا کہ اوپر والا پہلے ٹخنوں تک فصل میں پانی بھرے پھر نیچے والے کے لیے چھوڑ دے۔ (۲)

(2) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کا کھجور کے درختوں کو پانی پلانے پر جھگڑا ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اسق یا زبیر ثم أرسل الماء إلى حارك ﴾ ”اے زبیر! پہلے تم پانی لگاؤ پھر اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو۔“ پھر اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُعْطُوا كَفَاً فِيمَا سُئِلُوا ﴾ [النساء: ۷۵] (۳)

یاد رہے کہ یہ فرمان نبوی نالوں، چشموں، سیلابوں، نہروں اور بارشوں کے پانی کے متعلق ہے اگر کسی نے ذاتی جمع خرچ سے ثوب و دل یا موٹریں وغیرہ لگوائی ہوں تو وہ حسب منشا استعمال کا مجاز ہے۔

وَلَا يَجُوزُ مَنَعُ الْمَاءِ لِيُمنَعَ بِهِ الْكَلَاءُ
اور زائد پانی کو روکنا جائز نہیں تاکہ اس کے ذریعے گھاس کو روکا جائے۔ ①

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لَتَمْنَعُوا بِهِ الْكَلَاءُ ﴾ ”زائد پانی کو اس لیے نہ روکو کہ اس کے ذریعے تم گھاس کو روکو۔“ (۴)

اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کے پانی کے قریب گھاس اگ آئی ہو۔ لوگوں کے مویشی وہاں پانی پینے آئیں تو گھاس بھی چرنے لگ جائیں یہ بات مالک کو ناگوار گزرے اور وہ گھاس بچانے کے لیے پانی روک دے۔

وَلِلْأَمَامِ أَنْ يَحْجِمِيَ بَعْضَ الْمَوَاضِعِ لِرَوْعِي
دَوَابِّ الْمُسْلِمِينَ فِي وَفْتِ الْحَاجَةِ
عمران کو حق حاصل ہے کہ وہ بوقت ضرورت بعض جگہیں مسلمانوں کے
جانور (بیت المال کے مویشی) چرانے کے لیے خاص کر لے۔ ①

① (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَمَى السَّقِيْعَ وَأَنْ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَمَى

(۱) [بخاری (۲۳۵۴) كتاب المساقاة: باب من قال: إن صاحب الماء أحق بالماء]

(۲) [صحيح: صحيح ابن ماجة (۲۰۱۴) كتاب الأحكام: باب الشرب من الأودية ومقدار حبس الماء: ابن ماجة

(۲۴۸۳) بیہقی (۱۵۴/۶) مجمع الزوائد (۲۰۳/۴) الفتح الربانی (۲۱۸/۱۵)]

(۳) [بخاری (۲۳۶۰) كتاب المساقاة: باب سكر الأنهار، مسلم (۲۳۵۷) ترمذی (۱۲۸۳) ابو داود (۳۱۵۳)]

(۴) [بخاری (۳۳۵۴) كتاب المساقاة: باب من قال إن صاحب المال أحق بالماء حتى يروى، مسلم (۱۵۶۶) موطا

(۲۹) ابو داود (۳۴۷۳) ترمذی (۱۲۷۲) ابن ماجة (۲۴۷۸)]

السرف والربذة ﴿نبی کریم ﷺ نے نفع میں چراگاہ بنوائی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرف اور ربذہ کو چراگاہ بنایا۔﴾ (۱)
 (۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَمَى النَّعِيقَ لِخَيْلِ الْمُسْلِمِينَ﴾ ”نبی کریم ﷺ نے نفع کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے چراگاہ بنالیا۔“ (۲)

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جنگل وغیرہ کی چراگاہ یا گھاس روک لینے کا حق صرف اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔ خلیفۃ المسلمین یا حاکم وقت بھی رسول کا قائم مقام ہی ہوتا ہے اس کے سوا دوسرے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایسی چراگاہ جو کسی کی ملکیت نہ ہو اپنے لیے روک لیں یا خاص کر لیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ حاکم وقت کے لیے بیت المال کے مویشیوں کے لیے چراگاہ خاص کر لینا جائز تو ہے لیکن یہ چراگاہ بنجر وغیر آباد جگہ کے علاوہ کوئی اور زمین نہ ہو کیونکہ اس میں عوام کے لیے نقصان و مشقت ہے۔ (۳)

وَيَجُوزُ الْإِشْتِرَاكُ فِي النُّقُودِ وَالتَّجَارَاتِ وَيُقَسَّمُ
 التَّقْسِيمُ كَمَا جَاءَ فِي جَسِّ بَرْدُونَ فَرِيقَ رِضَامِنْدُ هُوَ۔ ①

- ① حضرت سائب بن ابی سائب رضی اللہ عنہ، قبل از بعثت رسول اللہ ﷺ کے شریک تھے۔ فتح مکہ کے دن جب تشریف لائے تو آپ ﷺ سے کہا جاہلیت میں آپ میرے بہترین شریک تھے نہ مجھے فریب دیتے اور نہ مجھ سے بھگڑا کرتے۔ (۴)
 (۲) حضرت زید بن اُرم رضی اللہ عنہ، اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، بھی چاندی خریدنے میں ایک دوسرے کے شریک بنے۔ (۵)
 (۳) حدیث قدسی ہے کہ ﴿أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ﴾ ”میں دوسریوں کا تیسرا (ساتھی) ہوں جب تک کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے۔“ (۶)

وَتَجُوزُ الْمُضَارَبَةُ مَا لَمْ تَشْتَمِلْ عَلَيَّ مَا يَخُلُّ ① اور مضاربت ① جائز ہے جب تک ناجائز امور پر مشتمل نہ ہو۔ ②

① لغوی وضاحت: لفظ مضاربة باب ضَارَبَ يُضَارِبُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔ اسے مقارضة بھی کہتے ہیں یعنی مشارکت فی التجارة (تجارت میں باہم مشارکت کرنا)۔

- (۱) [بخاری (۲۳۷۰) کتاب المسافاة: باب لا حمى إلا لله ورسوله، ابو داود (۳۰۸۴) حاکم (۶۱/۲)]
 (۲) [صحیح: احمد (۶۴۳۸) ابن حبان (۱۶۴۱) العوارذ] شیخ احمد شاکر نے اسے صحیح کہا ہے۔
 (۳) [المسوی علی موطا (۶۲/۲) الروضة الندية (۲۹۴/۲)]
 (۴) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۸۵۳) ابو داود (۴۸۳۶) کتاب الأدب: باب فی کراهیة المراء، ابن ماجہ (۲۲۸۷) حاکم (۶۱/۲)]
 (۵) [بخاری (۲۴۹۷) کتاب الشركة: باب الاشتراك فی الذهب والفضة وما یکون فیہ الصرّف، مسلم (۱۵۸۹) نسائی (۴۵۷۶)]
 (۶) [ضعیف: ضعیف ابو داود (۷۳۲) کتاب البیوع: باب فی الشركة، ابو داود (۳۳۸۲) دارقطنی (۱۳۵) حاکم (۵۲/۲) بیہقی (۷۸/۶)]

اصطلاحی تعریف: ایسی تجارت جس میں سرمایہ ایک شخص کا اور محنت کسی دوسرے شخص کی ہو اس شرط پر کہ منافع دونوں میں طے شدہ شرائط کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور تجارت کے خسارے میں نقصان صرف مال کے مالک کا ہوگا اور عامل کو اپنی محنت و جدوجہد کا نقصان ہوگا۔ (۱)

② (۱) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما: جب کسی کو مضاربت پر اپنا سرمایہ دیتے تو شرط لگاتے کہ میرے مال سے حیوان کی تجارت نہیں کروئے (میرا مال) سمندر میں لے کر نہیں جاؤ گے اور اسی طرح سیلابی جگہوں پر لے کر نہیں جاؤ گے۔ اگر ایسا کیا تو میرے مال کے ضامن و ذمہ دار تم ہو گے۔ (۲)

(۲) اس بیع کی مشروعیت کے دلائل میں سے اجماع بھی ہے کیونکہ صحابہ کی کثیر تعداد یتیم بچوں کے اموال مضاربت پر دیتی اور کسی نے اس پر اظہار تعجب نہ کیا۔ (۳)

(۳) صحابہ کرام میں سے حضرت حکیم بن حزام، حضرت ابن مسعود، حضرت عباس، حضرت جابر، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن عمر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے عملی طور پر یہ بیع ثابت ہے۔ (۴)

(ابن حزم) دور نبوی میں اس بیع کی موجودگی اور آپ ﷺ کا اس پر اظہار تعجب نہ کرنا اس کی مشروعیت کا واضح ثبوت ہے۔ (۵)

(البانی) معاملات میں اصل جواز ہے لہذا کوئی ممانعت نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیع درست ہے۔ (۶)

(ابن حجر) اگر مضاربت جائز نہ ہوتی تو آپ ﷺ منع فرمادیتے۔ (۷)

(ابن تیمیہ) اس کی مشروعیت نص پر قائم اجماع کی وجہ سے ہے۔ (۸)

○ بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ چونکہ یہ بیع نبی ﷺ سے ثابت نہیں اس لیے جائز نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کی ایک قسم ”تقریری حدیث“ بھی ہے۔ یعنی ایسا کام جو نبی ﷺ کے زمانے میں ہوا اور آپ کے علم میں بھی ہو لیکن آپ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو بلکہ خاموشی اختیار کی ہو۔ چنانچہ علم ہونے کے باوجود آپ

(۱) [الفقه الإسلامی وأدلته (۳۹۲/۵) تبیین الحقائق (۵۲/۵) تکملة فتح القدير (۵۷/۷)]

(۲) [صحیح إرواء الغلیل (۲۹۳/۵) دارقطنی (۶۳/۳) بیہقی (۱۱۱/۶)]

(۳) [نصب الرایة (۱۱۳/۴)]

(۴) [عبدالرزاق (۲۴۸/۸) دارقطنی (۲۴۲) تلخیص الحبیر (۵۸/۳) نصب الرایة (۱۱۴/۴) ترتیب المسند للشافعی

[(۱۶۹/۲)]

(۵) [مراتب الإجماع (ص/۱۹۱)]

(۶) [إرواء الغلیل (۲۹۴/۵)]

(۷) [تلخیص الحبیر (۵۸/۳)]

(۸) [مجموع الفتاوی (۱۹۵/۱۹)]

ﷺ کا اس عمل کو برقرار رکھنا حدیث کی ایک قسم ہے اور اس کے جواز کا ثبوت ہے۔
علاوہ ازیں معاملات میں اصل اباحت و جواز کا اصول معروف ہے جب تک کہ واضح ممانعت نہ ہو۔ لہذا یہ بیع عقل و نقل

سے ثابت ہے۔ (۱)

○ قیاس بھی اس بیع کی مشروعیت ثابت کرتا ہے وہ اس طرح کہ انسان غمی بھی ہیں اور فقیر بھی؛ جس کے پاس مال نہیں اس کا کسی سرمایہ دار سے بیع مضاربت میں نفع کما کے اپنے اہل و عیال کو کھلانا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے عقود و بیوع کو انسانی فوائد و مصالح اور حاجات لازمہ کو پورا کرنے کے لیے ہی مشروع قرار دیا ہے۔ (۲)

وَإِذَا تَشَاجَرَ الشَّرَكَاءُ فِي عَرْضِ الطَّرِيقِ كَانَ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ وَلَا يَمْنَعُ جَارَ جَارَهُ أَنْ يَغْرَزَ خَشْبَهُ فِي جِدَارِهِ	جب شرکاء راستے کی چوڑائی میں جھگڑ پڑیں تو وہ (چوڑائی) سات ہاتھ ہوگی ① اور کوئی بھی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر شہتیر رکھنے سے نہ روکے۔ ②
--	--

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا اختلفتم فی الطريق فاجعلوه سبعة أذرع﴾ ”اختلاف کے وقت تم راستے کا عرض سات ہاتھ طے کر لو۔“ (۳)

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا يمنع جار جاره أن يغرز خشبه فی جداره﴾ ”کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں شہتیر گاڑنے سے نہ روکے۔“ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس سے منہ پھیرنے والا پاتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تو اس حدیث کا تمہارے سامنے برابر اعلان کرتا ہی رہوں گا۔ (۴)

وَلَا ضَرَرٌ وَلَا ضِرَارٌ بَيْنَ الشَّرَكَاءِ وَمَنْ ضَارَّ شَرِيكُهُ كَانَ لِإِمَامٍ عُقُوبَتُهُ بَقْلَعِ شَجَرِهِ أَوْ بَيْعِ دَارِهِ	شرکاء میں سے کوئی بھی نہ تکلیف پہنچائے اور نہ ہی پہنچائی گئی تکلیف سے زیادہ اذیت پہنچائے ① اور جو شخص اپنے شریک کو نقصان پہنچائے گا تو امام اس کا درخت اکھڑوانے اور اس کا گھر بیچنے کے ساتھ اسے سزا دے سکتا ہے۔ ②
--	---

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا ضرر ولا ضرار﴾ (۵)

(۱) [تلخیص الحبیر (۵۸/۳) مجموع الفتاویٰ (۱۹۵/۱۹)]

(۲) [بدائع الصنائع (۷۹/۶) المبسوط (۸۱/۲۲) المہذب (۳۸۴۱)]

(۳) [بخاری (۲۴۷۳) کتاب المظالم والغصب : باب اذا اختلفوا فی الطريق المیتاء 'مسلم (۱۶۱۳) ترمذی (۱۳۵۶) ابو داؤد (۲۶۳۲) ابن ماجہ (۲۳۳۸)]

(۴) [بخاری (۲۴۶۳) کتاب المظالم والغصب : باب لا يمنع جار جاره أن يغرز خشبه فی جداره 'مسلم (۱۶۰۹) ابن ماجہ (۲۳۳۷) ابو داؤد (۳۶۳۴) مؤطا (۳۲) أحمد (۳۱۳/۱) بیہقی (۲۹/۶) ترمذی (۱۳۵۳)]

(۵) [صحیح : إرواء الغلیل (۸۹۶) الصحیحہ (۴۴۸/۱) ابن ماجہ (۲۳۴۱) کتاب الأحکام : باب من بنی فی حقہ ما یضر بحارہ 'حاکم (۵۷/۲) أحمد (۳۱۳/۱) طبرانی کبیر (۳۰۲/۱) نصب الرایۃ (۳۸۴/۴)]

② (1) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان فصلوں کو پانی لگانے کے متعلق جھگڑا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے تکلیف پہنچانے والے کے لیے سخت فیصلہ فرمایا۔ (۱)

(2) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((الإمام یاتی قوما فیصلح بینہم)) ”امام قوم میں آکر ان کے باہمی معاملات میں صلح کرائے۔“ (۲)

(3) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا ایک درخت کسی انصاری کے باغ میں تھا جہاں وہ مع اہل و عیال قیام پذیر تھا۔ سمرہ رضی اللہ عنہ کا وہاں جانا اس کے لیے اذیت و ضرر کا موجب ہوا تو اس نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے کچھ لین دین کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے انکار کر دیا پھر جب معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو آپ ﷺ نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہا اپنا درخت فروخت کر دو۔ انہوں نے انکار کر دیا پھر آپ ﷺ نے کہا کچھ لین دین کر لو۔ انہوں نے پھر انکار کر دیا۔ پھر آپ نے کہا کہ وہ درخت ہبہ کر دو۔ انہوں نے تیسری مرتبہ بھی انکار کیا تو آپ ﷺ نے انصاری سے کہا یہ مضار (اذیت دینے والا) ہے اس کا درخت اکھاڑ دو۔ (۳)



(۱) [بخاری (۲۳۵۹، ۲۳۶۰) کتاب المساقاة: باب سکر الأنہار]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث ۷۱۹۰۱) کتاب الأحکام]

(۳) [بیہقی (۱۵۸/۶) ابو داؤد فی المراسیل (۴۰۷)]

گروی رکھنے کا بیان

باب الرهن ①

اُس چیز کو قرض (کی حالت) میں گروی رکھنا جائز ہے جس کا مقروض مالک ہے۔ ② مرہون کے خرچے کے سبب (رہن رکھے ہوئے) جانور پر سواری کی جاسکتی ہے اور دودھ پیا جاسکتا ہے۔ ③	يَجُوزُ رَهْنُ مَا يَمْلِكُهُ الرَّاهِنُ فِي ذَيْنَ عَلَيْهِ وَالظَّهْرُ يُرْكَبُ وَاللَّيْنُ يُشْرَبُ بِنَفَقَةِ الْمَرْهُونِ
---	--

① لغوی وضاحت: لفظ رهن باب رَهَنَ يَرْهَنُ (فتح) سے مصدر ہے۔ گروی رکھنا، گروی ثابت ہونا، ہمیشہ رہنا، روکنا اور لازم ہونا، سب اس کے معانی ہیں۔ باب إِرْتَهَنَ (افتعال) گروی لینا۔ باب اسْتَرْهَنَ (استفعال) گروی طلب کرنا۔ رهن ”گروی رکھے والا“ مرتهن ”جسے گروی دی گئی ہے۔“ مَرْهُونٌ يَارْهِنُ ”گروی رکھی ہوئی چیز۔“ (۱) اصطلاحی تعریف: قرض کے بدلے کوئی مال بحیثیت دستاویز دینا۔ (۲)

② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنَ مَقْبُوضَةً ﴾ [البقرة: ۲۸۳]

”اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو۔“

سفر کی قید اغلیت کی بنا پر ہے کیونکہ اکثر و بیشتر کاتب کا فقدان سفر میں ہی ہوتا ہے تاہم رہن فی الحضر کے جواز میں اہل ظاہر، امام شہاک اور مجاہد کے علاوہ تمام علماء کا اتفاق ہے۔ (۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿توفی رسول اللہ ودرعہ مرہونہ عند یهودی بثلاثین صاعاً من شعیر﴾ ”رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ کی زرغ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔“ (۴)

درج بالا حدیث سے کفار کے ساتھ ایسے معاملات کا جواز نکلتا ہے جن کے متعلق واضح حرمت نہیں آئی۔ نیز اہل حرب کے علاوہ اہل ذمہ کے پاس اسلحہ گروی رکھنے کا بھی جواز ثابت ہوتا ہے۔ (۵)

(۱) [المنجد (ص/۳۱۸)، القاموس المحيط (ص/۱۰۵۱)]

(۲) [نبیل الأوطار (۲/۲۴۷/۳) سبیل السلام (۱/۱۰۵۰/۳) الدر المختار (۳/۳۳۹/۵) المبسوط (۲۱/۶۳) الفقہ الاسلامی وأدلته (۶/۲۰۷/۶)]

(۳) [المغنی (۴/۳۲۷/۴) المہذب (۱/۳۰۵/۱) بدائع الصنائع (۶/۱۳۵) بدایۃ المجتہد (۲/۲۷۱/۲) القوانین الفقہیہ (ص/۳۲۳) الإنصاح (۱/۲۳۸/۱) الفقہ الاسلامی وأدلته (۶/۲۰۹/۶) الروضۃ الندیۃ (۲/۳۰۴/۲)]

(۴) [بخاری (۶۹/۲۰) کتاب الجہاد والسریر: باب ما قبل فی درع النبی والقمیص فی الحرب، مسلم (۳/۱۶۰۳) أحمد (۶/۴۲/۶) نسائی (۷/۲۸۸/۷) ابن ماجہ (۶/۲۴۳/۶)]

(۵) [نبیل الأوطار (۳/۶۱۹/۳)]

③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الظہر یرکب بنفقته إذا کان مرہونا ولین الدر یشرب بنفقته إذا کان مرہونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقۃ﴾ ”رہن رکھے ہوئے جانور پر اخراجات و مصارف کے عوض سواری کی جاسکتی ہے اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ بھی پیا جاسکتا ہے اور جو سواری کرتا ہے اور دودھ پیتا ہے وہی اخراجات کا ذمہ دار ہے۔“ (۱)

(ابو حنیفہؒ) مرتہن کے لیے رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا جائز ہے۔

(مالکؒ) راہن سے نفع اٹھانے کی اجازت ہو یا مرتہن نے شرط لگائی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(جمہور) انہوں نے بھی امام مالکؒ کے قول کو ہی ترجیح دی ہے۔

(احمدؒ) اخراجات کے برابر نفع حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(ابن قدامہؒ) مرتہن گردی رکھی ہوئی چیز سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، لاکہ وہ چیز ایسی ہو کہ جس پر سواری کی جاتی ہو یا اس کا دودھ دوہا جاتا ہو تو اسے چارہ ڈالنے کے برابر اس پر سواری بھی کی جاسکتی ہے اور اس کا دودھ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (۲)

(ابن قیمؒ) مطلق طور پر گردی رکھی ہوئی اشیاء سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (۳)

(راجح) اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے قدرے تفصیل کی ضرورت ہے۔ یعنی اگر گردی رکھی جانے والی چیز خرچے کی محتاج نہ ہو مثلاً گھر اور دیگر سامان وغیرہ تو کسی حال میں بھی مرتہن کے لیے اس چیز سے راہن کی اجازت کے بغیر نفع حاصل کرنا جائز نہیں اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ گردی رکھی ہوئی چیز راہن کی ملکیت ہے اور اس کا منافع بھی اسی کا ہوگا لہذا کسی اور کے لیے اس کی اجازت کے بغیر اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

اور اگر گردی رکھی جانے والی چیز خرچے کی محتاج ہو مثلاً مویشی وغیرہ تو اپنے کیے ہوئے خرچے کے برابر مرتہن اس

(۱) [بخاری (۲۵۱۲) کتاب الرهن: باب الرهن مرکوب ومحلوب، ابو داود (۳۵۲۶) ترمذی (۱۲۵۴) ابن ماجہ

(۲۴۴۰) شرح معانی الآثار (۹۸/۴) دارقطنی (۳۴/۳) بیہقی (۳۸/۶)]

(۲) [المغنی (۵۰۹/۶)]

(۳) [بدائع الصنائع (۱۴۶/۶) تبیین الحقائق (۶۷/۶) بدایة المحتہد (۲۷۳/۲) الإفصاح (۲۳۸/۱) مغنی المحتاج

(۱۲۱/۲) نیل الأوطار (۶۲۰/۳) أعلام الموقعین (۴۱۱/۲)]

(۴) [المغنی (۵۰۹/۶)]

سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث میں مذکور ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اگر گھر بھی خرچے کا محتاج ہوگا تو اس سے بھی خرچے کے برابر فائدہ اٹھانا جائز ہوگا کیونکہ فائدہ اٹھانے کو خرچے کے ساتھ معلق قرار دیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

وَلَا يُغْلَقُ الرُّهْنُ بِمَا فِيهِ اور رہن کو (قرض کی عدم ادائیگی کے سبب) ہمیشہ کے لیے نہ روکا جائے۔ ①

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يَغْلِقُ الرُّهْنُ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِي رَهَنَهُ لَهُ غَنَمَهُ وَعَلَيْهِ غَرْمُهُ ﴾ ”گروی شدہ چیز اس کے مالک سے روکی نہیں جائے گی اس کا فائدہ بھی اسی کے لیے ہے اور تاوان کا بھی وہی ذمہ دار ہے۔“ (۱)

رہن روک لینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر راہن قرض ادا نہ کر سکے تو اس صورت میں مرتہن رہن کا مستحق (مالک حقیقی) نہیں ہوگا۔ (۲)

جاہلیت میں جب راہن مقررہ مدت تک قرض کی ادائیگی نہ کرتا تو مرتہن مرہونہ شے کا مالک بن جاتا اس لیے شارع نے اسے باطل کر دیا۔ (۳)

○ مرہونہ شے اگر مرتہن کی زیادتی یا خیانت کے بغیر تلف ہو جائے تو وہ اس کا ضامن و ذمہ دار نہیں ہوگا بصورت دیگر وہی ذمہ دار ہوگا۔ (۴)



- (۱) [ضعیف : دارقطنی (۳۲/۳) حاکم (۵۱/۲) بیہقی (۳۹/۶) موارد الظمان (۱۱۲۳) ترتیب المسند للشافعی (۱۶۴/۲)] یہ روایت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں۔ [تلخیص الحبیر (۸۴/۳)] اور بلوغ المرام میں نقل کیا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں مگر ابوداؤد وغیرہ کے پاس محفوظ اس کا مرسل ہونا ہی ہے۔ [بلوغ المرام (ص ۱۹۳)] یہی روایت مختصر الفاظ میں سنن ابن ماجہ (۲۴۴۱) میں بھی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ (۵۳۱) إرواء الغلیل (۲۴۲/۵)]
- (۲) [سبیل السلام (۱۱۵۷/۳) نیل الأوطار (۶۲۱/۳) الروضة الندية (۳۰۷/۲) ترتیب القاموس (غلق)]
- (۳) [نیل الأوطار (۶۲۱/۳) سبیل السلام (۱۱۵۷/۳)]
- (۴) [الروضة الندية (۳۰۸/۲)]

امانت اور ادھار کا بیان

باب الودیعة ❶ والعاریة ❷

تَجِبُ عَلَى الْوَدِيعِ وَالْمُسْتَعِيرِ تَأْدِيَةُ الْأَمَانَةِ
 امانت دار اور ادھار لینے والے پر واجب ہے کہ وہ امانت ادا کرے
 إِلَى مَنْ ائْتَمَنَهُ وَلَا يَخُونُ مَنْ خَانَهُ
 اور اس کی بھی خیانت نہ کرے جس نے اس سے خیانت کی ہو۔ ❸

❶ لغوی وضاحت: لَفْظٌ وَدِيعَةٌ "امانت اور جو چیز حفاظت کے لیے غیر کو دی جائے" کے معانی میں مستعمل ہے۔ باب
 أَوْذَعٌ 'اسْتَوْذَعُ' اور ائْتَمَنَ (افعال، استفعال اور افتعال) "کسی کے پاس امانت رکھنا۔" (۱)
 اصطلاحی تعریف: یہ لفظ امانت دینے پر یا امانت دی جانے والی چیز پر بولا جاتا ہے۔ (۲)

❷ لغوی وضاحت: لَفْظٌ عَارِيَةٌ کا مطلب "ادھار لی ہوئی چیز" ہے۔ باب أَعَارَ (افعال) ادھار دینا۔ باب اسْتَعَارَ
 (استفعال) ادھار لینا۔ (۳)
 اصطلاحی تعریف: بغیر عوض کے کسی کو نفع اٹھانے کی اجازت دینا۔ (۴)

ودیعا اور عاریہ کی مشروعیت کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ [النساء: ۵۸]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں ان کے اہل لوگوں کے سپرد کرو۔"

(2) ﴿فَلْيُؤَدِّ الَّذِينَ الَّذِينَ ائْتَمَنُوا الْأَمَانَاتِ﴾ [البقرة: ۲۸۳]

"جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کر دے۔"

(3) ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَىٰ الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدة: ۲] "نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔"

(4) ﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾ [الماعون: ۷] "اور وہ عام برتنے کی اشیاء سے روکتے ہیں۔"

(5) ودیعا اور عاریہ کی مشروعیت پر اہل علم کا اجماع ہے۔ (۵)

❸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَىٰ مَنْ خَانَكَ وَلَا تَخْنِ مَنْ خَانَكَ﴾
 "اس شخص کو امانت واپس کرو جس نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے اور جس نے تم سے خیانت کی ہے اس سے خیانت نہ کرو۔" (۶)

(۱) [المنجد (ص ۹۵۷/۱) القاموس المحيط (ص ۹۹۴/۱)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۴۰۱۶/۵)]

(۳) [المعجم الوسيط (ص ۵۳۷/۱)]

(۴) [زمنی النسخات (۲۶۴/۲) كشاف القناع (۶۷/۴) الفقه الإسلامي وأدلته (۴۰۳۶/۵)]

(۵) [المغنی (۳۸۲/۶) المبسوط (۱۰۹/۱۱)]

(۶) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (۳۰۱۹) كتاب البيوع : باب في الرجل يأخذ حقه من تحت يده ابو داود

(۳۵۳۵) ترمذی (۱۲۶۴) دارمی (۲۶۴/۲) دارقطنی (۳۵/۳) مجمع الزوائد (۱۴۵/۴) أحمد (۴۱۴/۳)

الصحيحة (۷۰۹/۱)]

یہ حدیث بظاہر درج ذیل آیات کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

- (1) ﴿ وَجَزَاءٌ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾ [الشوری: ۴۰]
- ”اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہی ہے۔“
- (2) ﴿ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ﴾ [النحل: ۱۲۶]
- ”اور اگر بدلہ لو تو بالکل اتنا جتنا تمہیں صدمہ پہنچایا گیا ہو۔“
- (3) ﴿ فَمَنْ اِغْتَدَىٰ عَلٰیكُمْ فَاغْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اِغْتَدٰى عَلٰیكُمْ ﴾ [البقرة: ۱۹۴]
- ”جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کی مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے۔“
- اس کی تطبیق میں چار مختلف اقوال ہیں:

- (1) (احناف) خیانت جائز ہے بشرطیکہ امانت دیا ہوا مال اس مال کی جنس سے ہو جس میں خیانت کی گئی ہے۔
- (2) (شوکانی) حاکم کی اجازت کے بغیر (خیانت) جائز نہیں۔
- (3) (ابن حزم) اپنے حق کے مطابق بدلے میں مال رکھ لینا واجب ہے۔
- (4) (شافعی) حدیث میں نبی تنزیہی ہے، تحریمی نہیں (جمہور علما بھی اسی کے قائل ہیں)۔ (۱)
- (راجح) مذکورہ حدیث آیات کے عموم سے خاص ہے اور اس میں نبی تنزیہی ہے۔ (۲)

وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ اِذَا تَلَفَتْ بَدُوْنَ جَنَابَتِهِ وَخِيَانَتِهِ	اس کی زیادتی یا خیانت کے علاوہ اگر کوئی چیز تلف ہو جائے تو وہ ذمہ دار ہوگا ❶
---	---

- ❶ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لیس علی المستعیر غیر المغفل ضمان ﴾
- ”جسے امانت دی گئی ہے اس پر خیانت کے بغیر کوئی ضمانت نہیں۔“ (۳)
- اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن اس مسئلے پر علما کا اجماع ہو چکا ہے۔ (۴)
- (جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

تاہم عاریہ (ادھار) میں تلف شدہ چیز کی ضمانت دی جائے گی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین کے دن صفوان بن امیہ

(۱) [نیل الأوطار (۶۹۱/۳) سبیل السلام (۱۲۰۳/۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۶۹۰/۳) قفو الأثر (۱۰۹۵/۳)]

(۳) [ضعیف: دار قطنی (۴۱/۳) (۱۶۸) امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں عمرو اور عبیدہ دونوں راوی ضعیف ہیں اور اس روایت کو امام بیہقی نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ [بیہقی (۹۱/۶)]

(۴) [موسوعة الإجماع فی الفقہ الإسلامی لسعدی أبو حسیب (۱۱۰۸/۲) الفقہ الإسلامی وأدلته (۴۰۲۲/۵)]

(۵) [نیل الأوطار (۲۸۹/۳) الروضة الندیة (۳۱۲/۲)]

سے کچھ زرمیں اُدھار لیں تو اس نے کہا ﴿أغصبا یا محمد؟﴾ ”اے محمد! کیا زبردستی آپ لے رہے ہیں؟“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿بل عارۃ مضمونۃ﴾ ” (نہیں) بلکہ ضمانت کے ساتھ عاریتاً لے رہا ہوں۔“ (۱)

عار یہ مضمونہ کا معنی یہ ہے کہ اگر عاریتاً ہوئی چیز تلف ہو جائے تو قیمت کی شکل میں ادائیگی ضروری ہے۔ (۲)

وَلَا يَجُوزُ مَنَعُ الْمَاعُونِ كَالدَّلْوِ وَالْقَدْرِ وَإِطْرَاقِ
الْفُخْلِ وَحَلْبِ الْمَوَاشِي لِمَنْ يَحْتَاجُ ذَلِكَ
وَالْحَمْلَ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کسی محتاج کو عام ضرورت کی اشیاء مثلاً ڈول ہنڈیا، نرکی جفتی،
دودھ دینے والا جانور یا فی سبیل اللہ کوئی سواری دینے سے منع
کرنا جائز نہیں۔ ①

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

”ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو ریاکاری سے کام لیتے ہیں اور عام برتنے کی چیز روک لیتے ہیں۔“ [الماعون : ۴ - ۸]

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں ہم ڈول اور ہنڈیا کے ادھار (لین دین) کو ماعون شمار کرتے تھے۔ (۳)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے درج بالا آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ ﴿أنه مناع البيت الذي يتعاطاه الناس بينهم﴾ ”اس سے مراد وہ گھریلو سامان ہے جس کا لوگ باہم لین دین کرتے ہیں۔“ مثلاً کلباڑی ڈول، رسی ہنڈیا اور اس طرح کی دوسری اشیاء وغیرہ۔ (۴)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو بھی اونٹ، گائے اور بھیر بکریوں والا شخص ان کا حق ادا نہیں کرے گا اس کے لیے قیامت کے دن ایک چٹیل میدان بچھایا جائے گا۔ (اس میدان میں) کھروں والے جانور اسے اپنے کھروں سے روندیں گے اور سینگوں والے اپنے سینگ ماریں گے۔ ہم نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! ان کا کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إطراق فحلها وإعارة دلوها ومنحتها وحبها على الماء وحمل عليها في سبيل الله﴾ ”ان کے نرکی جفتی، ان کے ڈول عاریتاً دینا اور ان کا عطیہ دینا، ان کا دودھ پانی پر (جہاں لوگ مویشیوں کو پانی پلاتے ہیں) اور فی سبیل اللہ اس پر کسی کو سوار کرنا۔“ (۵)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۰۴۲) کتاب البیوع : باب فی تضمین العارۃ ابو داؤد (۳۵۶۲) أحمد (۴۰۱/۳) نسائی فی الکبری (۴۰۹/۳۰) حاکم (۴۷/۲)] امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ عبدالقادر توط نے اسے حسن کہا ہے۔ [تخریج الأصول (۱۶۳/۸)]

(۲) [عون المعبود (۴۷۶/۹) قفر الأثر (۱۰۹۵/۳) نیل السلام (۱۲۰۵/۳)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داؤد (۱۴۵۹) کتاب الزکاة : باب فی حقوق المال ابو داؤد (۱۶۵۷) حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (۷۳۱/۸)]

(۴) [بیہقی (۸۸/۶) ابن جریر طبری (۳۰/۱۵)]

(۵) [مسلم (۹۸۸) کتاب الزکاة : باب إثم مانع الزکاة]

زبردستی چھین لینے کا بیان

باب الغصب ①

غصب کرنے والا گناہ گار ہے اور غصب شدہ مال بلونا نا واجب ہے اور کسی مسلمان کا مال اس کی قلبی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں۔ ②	يَأْتُمُ الْغَاصِبُ وَيَجِبُ عَلَيْهِ رَدُّ مَا أَخَذَ وَلَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِبْيَةِ مَنْ نَفْسِهِ
---	---

- ① لغوی وضاحت: لفظ غصب باب غَضَبَ يَغْضِبُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے ”زبردستی کوئی چیز چھین لینا۔“ باب اِغْتَضِبَ (افتعال) بھی اسی معنی میں ہے۔ (۱)
- اصطلاحی تعریف: کسی دوسرے کا حق چھین لینا اور اس پر زبردستی قبضہ کر لینا۔ (۲)
- ② (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ ﴾ [النساء: ۲۹]

”آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔“

- (۲) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَمَا نَكَم عَلَيْكُمْ حَرَامٌ ﴾ ”تمہارا مال اور تمہارا خون (آپس میں) تم پر حرام ہے۔“ (۳)

- (۳) ایک اور حدیث میں ہے کہ ﴿ مَنْ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظَلَمًا طَوَقَهُ اللَّهُ إِيَّاهُ مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ ﴾ ”جس نے ایک باشت زمین بھی زیادتی کرتے ہوئے کسی سے چھین لی، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اتنا حصہ زمین ساتوں زمینوں سے اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیں گے۔“ (۴)

- (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِبْيَةِ مَنْ نَفْسِهِ ﴾ ”کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔“ (۵)

(۱) [المنجد (ص/۲۰۸) القاموس المحيط (ص/۱۰۴۱)]

(۲) [فقہ السنة (۳/۳۲۳)]

(۳) [بخاری (۶۷) کتاب العلم: باب قول النبی رب مبلغ أوعى من سامع‘ مسلم (۱۶۷۹) ابو داؤد (۱۹۴۸)]

(۴) [بخاری (۲۴۵۲، ۲۴۵۴) کتاب المظالم والغصب: باب إثم من ظلم شیناً من الأرض‘ مسلم (۶۱۲) [۱۶۱۱]]

(۵) [صحیح لغیرہ: دارقطنی (۲۶/۳) أحمد (۷۲/۵) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں حارث بن محمد التھمیری راوی مجہول ہے۔ [تلیخیص الحیبری (۴۶/۳)] اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن دیگر شواہد کی وجہ سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے اور درجہ صحت تک پہنچ جاتی ہے۔ شیخ شعیب ارنؤوط نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ [مسند احمد محقق (۲۱۰۸۲)]

[۲۰۶۹۵]

<p>اور ظالم کا کوئی حق نہیں۔ جس نے کسی قوم کی زمین میں بغیر اجازت فصل کاشت کی اسے پیداوار سے کچھ نہیں ملے گا البتہ اخراجات مل جائیں گے اور جو کسی زمین میں درخت کاڑھے گا تو اسے اکھیرنا ہوگا۔^(۱)</p>	<p>وَلَيْسَ لِعَرَقِ ظَالِمٍ حَقٌّ وَمَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَلَهُ نَفَقَةٌ وَمَنْ عَرَسَ فِي أَرْضٍ غَيْرِهِ عَرَسًا رَفَعَهُ</p>
---	---

(۱) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من زرع فی أرض قوم بغیر اذنیہم فلیس لہ من الزرع شیء ولہ نفقۃ﴾ ”جس نے کسی قوم کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر فصل کاشت کی اسے پیداوار سے کچھ نہیں ملے گا البتہ اخراجات مل جائیں گے۔“ (۱)

”ولہ نفقۃ“ کا مفہوم یہ ہے کہ فصل کی کاشت میں جتنی لاگت آئی ہے وہ اسے دے دی جائے گی جبکہ اسے منافع نہیں دیا جائے گا۔ (۲)

(۲) دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس زمین کا جھگڑالے کر آئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کی زمین میں (بغیر اجازت) کھجور کے درخت گھاڑ دیے تھے۔ تو آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ”زمین مالک کی ہے اور درخت لگانے والا اپنے درخت اکھاڑ لے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لیس لعرق ظالم حق﴾ ”ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔“ (۳)

<p>غصب شدہ چیز سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں^(۱) اور جس نے غصب شدہ چیز تلف کر دی تو اس پر اس کی مثل چیز یا اس کی قیمت کی ادائیگی لازم ہے۔^(۲)</p>	<p>وَلَا يَحِلُّ الْإِنْتِفَاعُ بِالْمَغْضُوبِ وَمَنْ أَتْلَفَهُ فَعَلَيْهِ مِثْلُهُ أَوْ قِيَمَتُهُ</p>
--	--

(۱) جیسا کہ ابھی حدیث گزری ہے کہ ﴿لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیبۃ من نفسه﴾ ”کسی مسلمان کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر حلال نہیں۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا یأخذن أحدکم متاع أخیہ لآعبا ولا جادا ومن أخذ

(۱) [صحیح: إرواء الغلیل (۳۵۰/۵)؛ ابو داود (۱۵۱۹)؛ ابن ماجہ (۳۴۰۳)؛ کتاب البیوع: باب فی زرع الأرض بغیر اذن صاحبها؛ ابن ماجہ (۲۴۶۶)؛ ترمذی (۱۳۶۶)؛ بیہقی (۱۳۶/۶)؛ ابن ابی شیبہ (۸۹/۷)؛ منحة المعبود (۲۷۸/۱)؛ مشکل الآثار (۲۸۰/۳)؛ شرح معانی الآثار (۱۱۷/۴)؛ أحمد (۴۶۵/۳)]

(۲) [قفو الأثر (۱۱۰۲/۳)؛ تلخیص الحبیر (۵۴/۳)؛ عون المعبود (۲۶۶/۹)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۶۳۸)؛ کتاب الخراج: باب فی إحياء الموات؛ ابو داود (۳۰۷۳)؛ (۳۰۷۴)؛ بیہقی (۱۴۲/۶)؛ دارقطنی (۳۵/۳)]

عصا اخیہ فلیردھا ﴿ تم میں سے کوئی بھی سچیدگی کی حالت میں ہو یا مذاق کی حالت میں (بغیر اجازت) اپنے بھائی کی لاشی بھی اٹھالے تو اسے واپس لوٹا دے۔“ (۱)

② رسول اللہ ﷺ اپنی کسی اہلیہ کے گھر تشریف فرما تھے کہ اہمات المؤمنین میں سے کسی (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) نے خادم کے ہاتھ ایک برتن میں کھانا بھیجا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس برتن کو اپنے ہاتھ سے گرا کر توڑ دیا۔ آپ ﷺ نے اسے جوڑ کر اس میں کھانا ڈالا اور کہا ”کھاؤ۔“ پھر اپنا صحیح برتن (بدلے میں) واپس بھیج دیا اور ٹوٹا ہوا خود رکھ لیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ طعام بطعام وإناء بإناء ﴾ ”کھانے کے بدلے کھانا ہے اور برتن کے بدلے برتن ہے۔“ (۲)



(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۴۱۸۳) کتاب الأدب : باب من یاخذ الشيء من مزاح ابو داود (۵۰۰۳) ترمذی

(۲۱۶۰) الفتح الربانی (۱۴۰/۱۵)]

(۲) [بخاری (۲۴۸۱) کتاب المظالم والغصب : باب إذا كسر قصعة أو شينا لغيره ابو داود (۳۵۶۷) ترمذی

(۱۳۵۹) ابن ماجہ (۲۳۳۴) نسائی (۳۹۵۵)]

غلام کی آزادی کا بیان

باب العتق ①

افضل غلام وہ ہے جس میں زیادہ خوبیاں ہوں ② اور خدمت
یا اس کی مثل شرط کے ساتھ غلام آزاد کرنا جائز ہے۔ ③

أَفْضَلُ الرِّقَابِ أَنْفُسُهَا وَيَجُوزُ الْعِتْقُ بِشَرْطِ
الْخِدْمَةِ وَنَحْوِهَا

① لغوی وضاحت: لفظ عتق باب عَتَقَ يَعْتِقُ (ضرب) سے مصدر ہے اس کا معنی ”آزاد ہونا“ ہے۔ باب أَعْتَقَ (إفعال) ”آزاد کرنا“ کے معنی میں مستعمل ہے۔ (۱)

اصطلاحی تعریف: اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کسی آدمی سے ملکیت کو ساقط کر دینا۔ یہ عمل مستحب ہے لیکن کفارات میں واجب ہے۔ (۲)

غلام آزاد کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً أَعْتَقَ اللَّهُ بِكَ كُلَّ عَضْوٍ مِنْهُ عَضْوًا مِنَ النَّارِ حَتَّىٰ فَرْجِهِ بِفَرْجِهِ﴾ ”جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کے تمام اعضا کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیں گے حتیٰ کہ اس کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے بدلے (آزاد کر دیں گے)۔“ (۳)

غالباً اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے تریسٹھ (63) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ستاسٹھ (67) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ستر (70) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرے کے دوران بیس (20) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے سو (100) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار (1,000) ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ نے ایک دن میں آٹھ ہزار (8,000) اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار (30,000) غلام آزاد کیے۔ (۴)

② حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، کون سا غلام سب سے افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أَنْفُسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا﴾ ”اپنے اہل میں سب سے زیادہ صلہ جہتوں والا اور سب سے قیمتی۔“ (۵)

③ حضرت سفینہ ابوعبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے آزاد کرتے وقت یہ شرط لگائی کہ

(۱) [القاموس المحيط (ص ۱۱۷۰) المنجد (ص ۵۳۵)]

(۲) [سبل السلام (۱۹۵۳/۴)]

(۳) [بخاری (۲۵۱۷) کتاب العتق: باب فی العتق وفضلہ، مسلم (۱۵۰۹)]

(۴) [سبل السلام (۱۹۵۵/۴)]

(۵) [بخاری (۲۵۱۸) کتاب العتق: باب آی الرقاب أفضل، مسلم (۸۴)]

﴿وشرطت علی أن أهدم النبی ﷺ ما عاش﴾ ”جب تک نبی ﷺ زندہ ہیں میں ان کی خدمت کرتا رہوں۔“ (۱)

﴿وَمَنْ مَلَكَ رَحْمَةً عَتَقَ عَلَيْهِ﴾ جو شخص اپنے رشتہ دار کا مالک بن جائے تو وہ (رشتہ دار) آزاد ہو جائے گا۔ ❶

❶ حضرت سرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من ملك ذارحم محرم فهو حر﴾ ”جو شخص کسی

محرم رشتہ دار کا مالک بنا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔“ (۲)

(ابوحنیفہ) جو شخص کسی بھی محرم رشتہ دار کا مالک ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

(احمد) اسی کے قائل ہیں۔

(شافعی) صرف اولاد ذیباپ اور ماں آزاد ہوگی ان کے علاوہ اور کوئی قریمی آزاد نہیں ہوگا۔

(مالک) صرف اولاد ذوالدار اور بہن بھائی آزاد ہوں گے۔

(اہل ظاہر) ملکیت سے کوئی بھی آزاد نہیں ہوگا۔ (۳)

(راجع) مجرد ملکیت ہی تمام رشتہ داروں کے لیے آزادی کا موجب ہے۔ (۴)

مندرجہ ذیل حدیث بھی اس کے مخالف نہیں ہے:

﴿لایجزی ولد عن والده إلا أن یجدہ مملو کا فیشریہ فیعتقہ﴾ ”بچہ اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا مگر صرف

اس صورت میں کہ وہ اسے غلام پائے تو خرید کر آزاد کرے۔“ (۵)

کیونکہ یہاں تاکید احق کا ذکر کیا گیا ہے یہ مجرد ملکیت سے ہی آزادی کے منافی نہیں ہے۔ (۶)

﴿وَمَنْ مَثَلٍ بِمَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُعْتَقَهُ وَالْأَعْتَقَةُ﴾ اور جس نے اپنے غلام کا مثلہ کیا تو اس پر لازم ہے کہ اسے آزاد کرے ورنہ امام یا حکمران اسے آزاد کرے گا۔ ❶

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من لطم مملو کہ أو ضربہ فکفارتہ أن یعتقہ﴾

(۱) [حسن: إرواء الغلیل (۱۷۵۲) ابو داود (۳۹۳۲) کتاب العتق: باب فی العتق علی الشرط، نسائی (۳۷۷۸) ابن

ماجة (۲۵۲) أحمد (۲۲۱/۵) حاکم (۲۱۳/۲)]

(۲) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۷۴۶) ابو داود (۳۹۴۹) کتاب العتق: باب فیمن ملک ذارحم محرم، ترمذی (۱۳۶۵)

ابن ماجہ (۲۵۲۴) أحمد (۱۵۰/۵) منحة العبود (۲۴۵/۱) شرح معانی الآثار (۱۰۹/۳) بیہقی (۲۸۹/۱۰)

حاکم (۲۱۴/۲)]

(۳) [نیل (۱۵۲/۴) سبل السلام (۱۹۶۱/۴) شرح مسلم للنووی (۱۵۳/۱۰) الروضة الندیة (۳۲۳/۲) عون المعبود

(۴۸۰/۱۰) قفو الآثار (۱۷۸۲/۵)]

(۴) [سبل السلام (۱۹۶۱/۴)]

(۵) [مسلم (۱۵۱۰) کتاب العتق: باب فضل عتق الوالد، ترمذی (۱۹۰۶) ابو داود (۵۱۳۷) أحمد (۲۳۰/۲)

الأدب المفرد لبیحاری (۱۰) ابن ماجہ (۳۶۵۹) شرح معانی الآثار (۱۰۹/۳) الحلیة لأبی نعیم (۳۴۵/۶)]

(۶) [الروضة الندیة (۳۲۳/۲)]

”جس نے اپنے غلام کو (ناحق) تھپڑ مارا یا کوئی ضرب لگائی تو اس کا کفارہ اسے آزاد کرنا ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو کوڑے سے مارتا تھا..... رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: یعنی اس غلام پر تو قدرت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ غلام اللہ کے لیے آزاد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لو لم تفعل لمستکت النار﴾ ”اگر تو ایسا نہ کرتا تو تجھے جہنم کی آگ (ضرور) چھوٹی۔“ (۲)

(۳) عہد رسالت میں ایک غلام کے مالک نے اس کا ذکر (آلہ تامل) کاٹ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے تلاش کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا لیکن وہ نہ مل سکا تو آپ ﷺ نے غلام سے کہا ﴿اذهب فانک حر﴾ ”جاؤ تم آزاد ہو۔“ (۳)

(شافعی) محض مسئلہ کر دینے سے غلام آزاد نہیں ہوگا بلکہ آزادی کے لیے سردار کا حکم ضروری ہے اور اگر وہ آزاد نہیں کرتا تو پھر حاکم آزاد کرانے گا (حضرت علی رضی اللہ عنہما کا بھی یہی موقف ہے)۔

(ابوحنیفہ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالک) مجرد مسئلہ کرنے سے ہی غلام آزاد ہو جائے گا۔ (۴)

(راجح) پہلا موقف ہی اقرب الی الحدیث ہے۔

712- غلاموں کو تادیب کے لیے مارنا

غلاموں کو تادیب و تربیت کے لیے مارنا جائز ہے بشرطیکہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارا جائے۔ (۵)

حدیث نبوی ہے کہ ﴿إذا ضرب أحدكم خادما فليحتب الوجه﴾ ”جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو (تادیبا) مارے تو چہرے سے اجتناب کرے۔“ (۶)

جو شخص کسی غلام سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو وہ قیمت مقرر کرنے کے بعد بقیہ شرکاء کے حصص کا بھی ضامن ہوگا ورنہ محض اس کا حصہ آزاد ہوگا اور غلام سے محنت کرائی جائے گی۔ ①	وَمَنْ أَعْتَقَ شِرْكَأَ لَهُ فِي عَبْدٍ ضَمِنَ لِشِرْكَائِهِ نَصِيْبَهُمْ بَعْدَ التَّقْوِيمِ وَالْأَعْتَقُ نَصِيْبُهُ وَاسْتَسْعَى الْعَبْدُ
--	--

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أعتق شركاً له فنى عبد و كان له مال

(۱) [مسلم (۱۶۵۷) کتاب الأیمان: باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده، احمد (۴۵۰۲) الأذب المفرد

للبخارى (۱۸۰) ابو داود (۵۱۶۸) الحلیة لأبى نعیم (۱۲۱/۷)]

(۲) [مسلم (۱۶۵۹) کتاب الأیمان: باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده]

(۳) [حسن: صحيح ابو داود (۳۷۸۹) کتاب الديات: باب من قتل عبده أو مثل به أيقاد منه، ابو داود (۴۵۱۹) ابن

ماجة (۲۶۸۰) أحمد (۱۸۲/۲) مجمع الزوائد (۲۳۹/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۱۵۴/۴) الروضة الندية (۳۲۵/۲)]

(۵) [نیل الأوطار (۱۵۴/۴)]

(۶) [الأذب المفرد (۱۷۴)، (۶۷/۱) احمد (۷۲۷۹) ابو یعلی (۶۲۷۴) عبد الرزاق (۱۷۹۵۲) بیہقی (۱۸۰۷۱)]

بیلغ ثمن العبد قوم علیہ العبد قيمة عدل فأعطی شركائه حصصهم وعتق علیہ العبد وإلا فقد عتق علیہ مساعنق ﴿ جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے اور اس کے پاس مزید اتنا مال ہو کہ غلام کو خرید کر آزاد کر سکے تو عدل و انصاف سے اس کی قیمت مقرر کر کے دوسرے شرکاء کو ان کے حصے کی قیمت ادا کر دے تو یہ غلام اس کی طرف سے آزاد ہو گا ورنہ جتنا آزاد ہو چکا ہے اتنا ہی آزاد ہے۔“ (۱)

(2) ایک حدیث میں ہے کہ ”جو شخص اپنا حصہ آزاد کرے اگر اس کے پاس مال ہو تو اسے مکمل آزاد کرانے ﴿ وإلا استسعی غیر مشقوق علیہ ﴾ ”ورنہ اس پر مشقت ڈالے بغیر اسے حصول آزادی کا موقع فراہم کیا جائے۔“ (۲)

”استسعی“ کا معنی یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مزید اتنا مال نہیں جو اس کی مکمل قیمت کے برابر ہو تو پھر غلام کو اتنا مال کما کر لانے کی زحمت دی جائے گی جو دوسرے شریک کے حصے کے برابر ہو۔ وہ حصہ جب مالک کو ادا کر دیا جائے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

”غیر مشقوق علیہ“ کا مفہوم یہ ہے کہ غلام سے اتنی ہی محنت کرائی جائے جتنی اس میں غلامی باقی ہے۔ (۳)

بعض علما نے پہلی حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا ہے کہ غلام کا بقیہ حصہ غلام ہی رہے گا اس سے محنت و سعی نہیں کرائی جائے گی اور کچھ نے دوسری کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور سعی و محنت کی اجازت دی ہے۔

ان بظاہر متعارض اقوال میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ تمام شرکاء حصص میں سے صرف ایک اگر اپنا حصہ آزاد کر دے تو فی الفور غلام مکمل آزاد نہیں ہوگا بلکہ اس کی حیثیت ایسے مکاتب غلام جیسی ہوگی جس نے اپنی مکاتب کا کچھ حصہ تو ادا کر دیا ہے اور کچھ باقی ہے یہی رائے امام بخاریؒ کی ہے۔ (۴)

وَلَا يَصِحُّ شَرْطُ الْوَلَاءِ لِغَيْرٍ مِّنْ اَعْتَقَ ﴿ جو آزاد کرنے والا نہیں اس کے لیے ولاء ۱ کی شرط لگانا درست نہیں۔ ۲ ﴾

۱ لغوی وضاحت: لفظ ولاء کا معنی ”نہرت“ قرابت، محبت اور ملکیت ہے۔

اصطلاحی تعریف: ولاء ایسا تعلق ہے جس کی وجہ سے مالک اپنے آزاد کردہ غلام کا وارث بنتا ہے بشرطیکہ اس کے اقرباء موجود نہ ہوں۔ (۵)

(۱) [بخاری (۲۴۹۱) کتاب الشریکة: باب تقویم الأشياء بین الشریکاء بقیمة عدل احمد (۱۱۲/۲) ابو داؤد (۳۹۴۰) ترمذی (۱۳۴۶) نسائی (۳۱۹/۷) ابن ماجہ (۲۵۲۸) شرح معانی الآثار (۱۰۶/۳) بیہقی (۲۷۴/۱۰)]

(۲) [ایضاً]

(۳) [نبیل الأوطار (۱۵۷/۴) سبیل السام (۱۹۵۸/۴) الروضة الندیة (۳۲۷/۲)]

(۴) [سبیل السلام (۱۹۵۸/۴) نبیل الأوطار (۱۵۷/۴) الروضة الندیة (۳۲۶/۲) (۳۲۸)]

(۵) [الفرائض (ص/۲۰۱)]

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بریرہ (لوٹھی) آ کر کہنے لگی میں نے اپنے مالک کے ساتھ نو اوقیہ چاندی کے عوض مکاتبت کی ہے جسے میں ہر سال ایک اوقیہ کی صورت میں ادا کروں گی لہذا آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر تیری مجموعی رقم یکبارگی ادا کرنے کے عوض تیرا مالک حق ولاء میرے حوالے کر دے تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ بریرہ نے اپنے مالک سے یہ پوچھا تو اس نے انکار کر دیا پھر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ بریرہ نے مالک کے انکار کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سارا قصہ رسول اللہ ﷺ کو سنا دیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿خذیہا واشترطی لہم الولاء فإنما الولاء لمن أعتق﴾ ”اسے لے لو اور ان سے ولاء کی شرط کر لو کیونکہ ولاء کا حقدار وہی ہے جو اسے آزادی دے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو گوں سے خطاب فرمانے کے لیے کھڑے ہو گئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ﴿أما بعد فما بال رجال یشرطون شروطا لیست فی کتاب اللہ عزوجل ؟ ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فهو باطل وإن کان مائة شرط قضاء اللہ أحق وشرط اللہ أوثق وإنما الولاء لمن أعتق﴾ ”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں (یا در کھو!) جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے خواہ سینکڑوں شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اللہ کا فیصلہ ہی برحق ہے اور اللہ کی شرط نہایت پختہ ہے۔ ولاء کا حق اسی کو ہے جو آزاد کرے۔“ (۱)

(ابو حنیفہ) ولاء کی بیع جائز ہے۔

(ابن قیم) انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ولاء کی بیع جائز نہیں۔

(مالک، شافعی، احمد) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

اور تدبیر (غلام کو مرنے کے بعد آزاد کر دینا) جائز ہے مالک کی موت کے ساتھ ہی وہ غلام آزاد ہو جائے گا لیکن بوقت ضرورت مالک اسے بیع بھی سکتا ہے۔ ①	وَيَجُوزُ التَّدْبِيرُ فَيَعْتَقُ بِمَوْتِ مَالِكِهِ وَإِذَا أَحْتَاجَ الْمَالِكُ جَاَزًا لَهُ بَيْعُهُ
---	---

① مدبر غلام اسے کہتے ہیں جس کا مالک اسے کبہر دے ((أنت حر بعد موتی)) ”تو میری موت کے بعد

آزاد ہے۔“ (۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أن رجلا أعتق غلاما له عن دبر فاحتاج فأخذہ النبی ﷺ فقال من

(۱) [بخاری (۲۵۶۱) کتاب العتق: باب ما یجوز من شروط العتاکت، مسلم (۱۵۰۴) موطا (۷۸۰/۲) ابو داؤد

(۳۹۲۹) ترمذی (۲۱۲۴) ابن ماجہ (۲۵۲۱) احمد (۸۱/۶) عبد الرزاق (۱۶۱/۶۱) ابو یعلیٰ (۴۱۱/۷) ابن

حبان (۳۲۵۸- الإحسان) دارقطنی (۲۲/۳) بیہقی (۳۳۶/۵)]

(۲) [أعلام الموقعین (۳۳۹/۴) الروضة الندیة (۳۲۸/۳)

(۳) [نبیل الأوطار (۱۶۰/۴) سبل السلام (۱۹۶۴/۴)]

یشریہ منی فاشترہ نعیم بن عبداللہ بكذا وكذا فدفعه إليه ﴿ ”ایک آدمی نے اپنا ایک غلام مرتے وقت آزاد کر دیا پھر وہ محتاج ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے (غلام کو) پکڑا اور فرمایا مجھ سے کون اسے خریدے گا؟ پھر نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کچھ قیمت (800 درہم) کے عوض اسے خرید لیا تو آپ ﷺ نے وہ غلام اس کے حوالے کر دیا۔“ (۱)

(شافعی) بوقت ضرورت مدبر غلام کو فروخت کیا جاسکتا ہے۔

(ابوحنیفہ) مدبر غلام کو فروخت کرنا مطلق طور پر ناجائز ہے۔

(جمہور مالک) اسی کے قائل ہیں۔

(نووی) مذکورہ حدیث واضح طور پر مانعین کا رد کرتی ہے۔ (۲)

(راجع) بوقت ضرورت مدبر غلام کو فروخت کرنا جائز ہے۔ (۳)

<p>غلام سے ایسا معاملہ طے کرنا کہ وہ کچھ رقم دے کر آزاد ہو جائے جائز ہے ① مکمل ادائیگی کے وقت وہ آزاد ہو جائے گا اور جتنا مال ادا کرے گا اتنا ہی آزاد ہوتا جائے گا۔ ②</p>	<p>وَيَجُوزُ مُكَاتَبَةُ الْمَمْلُوكِ عَلَى مَا يُؤَدِّيهِ فَيَصِيرُ عِنْدَ الْوَفَاءِ حُرًّا وَيُعْتَقُ مِنْهُ بِقَدْرِ مَا سَلَّمَ</p>
---	--

① مکاتب ایسے غلام کو کہتے ہیں جس سے مخصوص معاوضے کے بدلے آزادی کا معاہدہ ہو۔ (۴)

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لَكَآ يَبُوءُهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتَوْهُمْ مِنْ مَّآلِ اللّٰهِ الَّذِي آتٰكُمْ ﴾ [النور: ۳۳]

”تمہارے غلاموں میں سے جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر نہیں کر دیا کرو اگر تم کو ان میں بھلائی نظر آتی ہو اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے انہیں بھی دو۔“

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ یودی المكاتب بقدر ما عتق منه دية الحر ﴾ وبقدر ما رق منه دية العبد ﴿ ”مکاتب جس قدر آزاد ہے اتنی آزادی دیت ادا کرے گا اور جتنا غلام ہے اتنی غلام کی۔“ (۵)

بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ مکاتب طے شدہ رقم کی مکمل ادائیگی سے پہلے غلام ہی رہے گا خواہ اس نے نصف سے

(۱) [بخاری (۲۵۳۴) کتاب العتق : باب بیع المدبر، ابو داؤد (۳۹۵۵) ابن ماجہ (۲۵۱۳) ترمذی (۱۲۱۹) احمد

(۳۶۹۱۳) نسائی (۶۹۰۵)]

(۲) [فتح الباری (۴۹۳/۴) فقہ الأثر (۹۰۶/۳) المہذب (۹۱۲) المبسوط (۱۷۹/۷) المغنی (۳۹۰/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۶۱/۴) فتح الباری (۴۹۳/۴) الروضة الندية (۳۲۹/۲)]

(۴) [سبل السلام (۱۹۶۴/۴) فقہ الأثر (۱۷۸۵/۵)]

(۵) [صحیح : إرواء المغلیل (۱۷۲۶) ابو داؤد (۴۵۸۱) کتاب اللدایات : باب فی دية المكاتب، نسائی (۴۸۰۹) احمد

(۲۶۰/۱) ترمذی (۵۶۰/۳) حاکم (۶۱۸/۲) بیہقی (۳۲۶/۱۰)]

بھی زیادہ رقم ادا کر دی ہو۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿ایسا عبد کو تب بمائتہ أوقیة فأذاها إلا عشر أوقیات فهو رقیق﴾
 ”جس غلام سے سو أوقیة کے عوض مکاتبت کی گئی اور اس نے دس أوقیة کے علاوہ بقیہ رقم ادا کر دی تو وہ غلام ہی ہے۔“ (۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿المکاتب عبد ما بقی علیہ من مکاتبہ درہم﴾ ”مکاتب
 غلام ہی ہے جب تک اس پر ایک درہم بھی باقی ہے۔“ (۲)

فی الحقیقت بظاہر متعارض ہونے کے باوجود یہ احادیث متعارض نہیں ہیں کیونکہ ان میں جمع و تطبیق ممکن ہے اور وہ اس
 طرح کہ ”جتنی رقم کی ادائیگی ابھی باقی ہے وہ اتنا غلام ہی ہے اگرچہ ایک درہم کے برابر ہی کیوں نہ ہو اور جتنی رقم ادا کر چکا
 ہے اتنا وہ آزاد ہے۔“ (۳)

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے اور اس میں علما کے مختلف مذاہب ہیں:

اول: جب تک غلام مکمل رقم ادا نہ کر دے کچھ بھی آزاد نہیں ہوگا۔ حضرت عمرؓ، حضرت زیدؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت
 أم سلمہؓ، امام مالکؓ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام اسحاقؒ رحمہم اللہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

ثانی: ادائیگی کے مطابق آزادی ہوتی جائے گی۔ یہ قول حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے۔

ثالث: نصف رقم ادا کرنے کے بعد وہ غلام نہیں رہے گا البتہ باقی رقم ادا کرنا اس پر لازم ہوگا۔ یہ قول حضرت عمر بن خطابؓ،
 حضرت علیؓ اور امام ابراہیمؒ سے روایت کیا جاتا ہے۔

رابع: مکاتبت کی رقم کا تین ربع ادا کر دے جبکہ چوتھے ربع کی ادائیگی سے عاجز آ جائے تو وہ آزاد ہے۔ یہ قول ابو بکر بن
 عبدالسزیزؒ اور ابو الخطابؒ کی طرف منسوب ہے۔

خامس: مکاتب غلام جب مکاتبت کی رقم کا مالک بن جائے تو آزاد ہے اگرچہ ابھی ادائیگی نہ کی ہو۔ یہ قول امام احمدؒ کی طرف
 منسوب روایات میں سے ایک ہے۔ انہوں نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے ﴿إذا کان لإحدائک من مکاتب

فکان عنده ما یؤدی فلتحتجب منه﴾ ”جب تم میں سے کسی کا مکاتب غلام ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی رقم موجود ہو تو وہ
 اس سے حجاب کرے۔“ (۴)

(۱) [حسن: إرواء الغلیل (۱۶۷۴) احمد (۱۸۴/۲) ابو داود (۳۹۲۸) کتاب العتق: باب فی المکاتب یودی بعض

کتابتہ فیعجز أویموت، ابن ماجہ (۲۵۱۹) ترمذی (۱۲۶۰) حاکم (۲۱۸/۲)]

(۲) [حسن: صحیح ابو داود (۳۳۲۳) کتاب العتق: باب فی المکاتب یودی بعض کتابتہ أویموت، ابو داود

(۳۹۲۶)]

(۳) [ذیل الأوطار (۱۶۵/۴) الروضة الندیة (۳۳۱/۲)]

(۴) [ضعیف: ضعیف ابو داود (۸۴۸) کتاب العتق: باب فی المکاتب یودی بعض کتابتہ فیعجز أویموت، إرواء

الغلیل (۱۷۶۹) المشکاة (۳۴۰۰) ابو داود (۳۹۲۸) ترمذی (۱۲۶۱) ابن ماجہ (۲۵۲۰) أحمد (۲۸۹/۶)

حاکم (۲۱۹/۲) عبدالرزاق (۱۵۷۲۹) مسند حمیدی (۲۸۹) ابن حبان (۴۵/۸) بیہقی (۳۲۷/۱۰)]

(راجع) یعنی رقم کی ادائیگی ابھی ہوتی ہے اتنا وہ غلام ہے اور یعنی رقم ادا کر چکا ہے اتنا آزاد ہے۔ (۱)

وَأِذَا عَجَزَ عَنْ تَسْلِيمِ مَالِ الْكِتَابَةِ عَادَ فِي الرَّقِّ وَمَنِ اسْتَوْلَدَ امْتَهُ لَمْ يَحِلَّ لَهُ بَيْعُهَا	لیکن اگر وہ مکاتبت کی رقم ادا کرنے سے عاجز آ جائے تو وہ دوبارہ غلامی میں لوٹ آئے گا ❶ اور جس شخص کا اپنی لونڈی سے بچ پیدا ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اسے فروخت کرے۔ ❷
--	--

❶ کیونکہ مالک سے آزادی کا معاہدہ صرف رقم کے عوض میں تھا اور اب جبکہ وہ رقم ہی ادا نہیں کر سکا اس لیے یقیناً غلام ہی ہے۔

❷ ”أم ولد“ ایسی لونڈی کو کہتے ہیں جس سے اس کے مالک کا بچ پیدا ہو چکا ہو۔ (۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے أم ولد لونڈیوں کی بیع سے منع فرمایا اور کہا کہ ﴿ لا تباع ولا تورث يستمتع بها ما بدله ، فإذا مات فهي حرة ﴾ ”یہ لونڈی نہ تو بید کی جاسکتی ہے اور نہ ہی میراث میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ جب تک مالک چاہے اس سے فائدہ اٹھائے اور جب فوت ہو جائے تو وہ لونڈی آزاد ہے۔“ (۳)

جو لوگ أم ولد لونڈیوں کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ کنا نبيع سرارینا أمهات الأولاد والنبي ﷺ حتى لا يری بذلك باساً ﴾ ”ہم اپنی أم ولد لونڈیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فروخت کیا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کوئی قباحت و مضاقتہ نہیں سمجھتے تھے۔“ (۴)

(ابن حزم) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اگرچہ سند صحیح ہے لیکن اسے اس لیے دلیل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس عمل کا علم تھا۔ (۵)

(خطابی) ممکن ہے کہ پہلے یہ بیع جائز ہو پھر آخری عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا ہو لیکن یہ بات زیادہ مشہور نہ ہوئی۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے منع فرمادیا۔ (۶)

(۱) مذاہب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: قسوف الأثر (۱۷۸۸/۵ - ۱۷۸۹) عون المعبود (۴۲۷/۱۰ - ۴۳۵) نيل الأوطار (۱۶۵ - ۱۶۴/۴)

(۲) نيل الأوطار (۱۶۸/۴)

(۳) موطا (۷۷۶/۲) دارقطنی (۱۳۴/۴) بیہقی (۳۴۲/۱۰)

(۴) صحیح : صحیح ابو داود (۳۳۴۵) کتاب العتق : باب فی عتق أمهات الأولاد : إرواء الغلیل (۱۷۷۷) ابو داود (۳۹۵۴) ابن حبان (۴۳۰۸) حاکم (۱۹/۲) ابن ماجہ (۲۵۱۷) بیہقی (۳۴۷/۱۰) الفتح الربانی (۱۶۱/۱۴)

موارد الظمان (۱۲۱۶)

(۵) المحلی بالآثار (۲۱۴/۸)

(۶) معالم السنن (۷۴/۴)

(جمہور) أم ولد کی بیع جائز نہیں۔ (۱)

(ابن قدامہ) اسی پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (۲)

(راجح) أم ولد کی بیع مکروہ ہے حرام نہیں۔

حرام اس لیے نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے کسی صحیح حدیث میں بھی اس کی ممانعت ثابت نہیں۔ جو اس لیے نہیں کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے اس عمل کا علم تھا اور پھر بھی آپ ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔ (۳)

اور وہ (أم ولد لونڈی) مالک کے فوت ہونے یا آزادی کا اختیار

وَعَقَّتْ بِمَوْتِهِ أَوْ بِنَحْيِهِ لِعَتْفِهَا

دینے سے آزاد ہو جائے گی۔ ①

① (1) جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿فإذا مات فمهی حرة﴾ ”اور جب مالک فوت ہو جائے تو وہ آزاد ہے۔“ (۴)

(2) حضرت جویریہ أم المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی درہم میراث میں چھوڑا اور نہ دینار اور نہ کوئی غلام اور نہ لونڈی اور نہ کوئی اور چیز۔ بس ایک سفید ٹمچر اپنا اسلحہ جنگ اور کچھ زمین جس کو آپ ﷺ نے صدقہ کر دیا تھا۔ (۵)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ نے کوئی لونڈی نہیں چھوڑی حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی أم ولد لونڈی تھیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئیں۔ (۶)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی زندگی میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ان کی أم ولد لونڈی تھیں لیکن جب آپ ﷺ فوت ہو گئے تو وہ لونڈی نہ رہیں بلکہ آزاد ہو گئیں۔



(۱) [نیل الأوطار (۱۶۹/۴)]

(۲) [المغنی (۵۸۷/۱۴)]

(۳) [سبل السلام (۱۰۵۸/۳) نیل الأوطار (۱۷۰/۴)]

(۴) [موطا (۷۷۶/۲)]

(۵) [بخاری (۲۷۳۹) باب الوصایا : باب الوصایا]

(۶) [فقوالاثر (۱۷۹۶/۵)]

وقف کا بیان

باب الوقف ①

مَنْ حَسَسَ مِلْكَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ صَارَ مُجَسَّأً

جو شخص اپنی کوئی ملکیت فی سبیل اللہ وقف کر دے تو وہ وقف کنندہ ہو جائے گا۔ ②

① لغوی وضاحت: لَفِظُ وَقْفٍ بَابُ وَقَفٍ يَقِفُ (ضرب) سے مصدر ہے اس کا معنی ”ٹھہرنا، ٹھہرانا اور فی سبیل اللہ

وقف کرنا“ ہے۔ (۱)

اصطلاحی تعریف: قرب الہی کی غرض سے کسی مال کو بعیہ تصرف سے روک دینا اور مباح مصارف میں اس سے نفع

پہنچانا۔ (۲)

مشروعیت: انفاق فی سبیل کی تمام آیات اس کا ثبوت ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران: ۹۲]

”جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔“

(2) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرة: ۲۶۷]

”اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو۔“

(3) ﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ [الحديد: ۱۰]

”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تہا) اللہ

ہی ہے۔“

② (!) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ

ثَلَاثَةٍ أَسْيَاءٍ: صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ أَوْ عِلْمٌ يَنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ﴾ ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو

جاتا ہے مگر تین عمل ایسے ہیں جن کا ثواب اسے موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے: صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو اور

صالح اولاد جو مرنے والے کے لیے دعا کرے۔“ (۳)

(۱) [القاموس المحيط (ص/۱۱۲) المعجم الوسيط (ص/۹۱۴) المنجد (ص/۹۸۱)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۱۰/۷۶۰) فتح القدير (۵/۳۷) اللباب (۲/۱۸۰) الدر المختار (۳/۳۹۱) كشاف

القناع (۴/۲۶۷)]

(۳) [مسلم (۱۶۳۱) كتاب الوصية: باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، الأدب المفرد للبخاری (۳۸) ابو

داود (۲۸۸۰) ترمذی (۱۳۷۶) أحمد (۲/۳۷۲) ابن خزيمة (۴۹۴) ابو بعلی (۱۱/۳۴۳) مشکیل الآثار

(۱۹۰/۱) بیہقی (۶/۲۷۸) شرح السنة (۱/۲۳۷)]

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت حفصہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو خیبر میں ایک قطعہ زمین ملی تو آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے خیبر میں ایک زمین کا ٹکڑا ملا ہے اس سے بہتر مال مجھے اب تک کبھی نہیں ملا آپ اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ

﴿إِنْ شئتَ حبستَ أصلها وتصدقَ بها عمرُ أنہ لا یباع ولا یوہب ولا یورث وتصدقَ بها فی الفقراءِ وفی القربی وفی الرقابِ وفی سبیل اللہ وابن السبیل والضعیفِ ولا جناحَ علی من ولیہا أن یأکلَ منها بالمعروفِ ویطعمَ غیرَ متمولٍ﴾

”اگر جی چاہے تو اصل زمین اپنی ملکیت میں باقی رکھ لو اور پیداوار صدقہ کر دو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کر دیا کہ نہ اسے فروخت کیا جائے گا نہ اسے ہبہ کیا جائے گا اور نہ اس میں وراثت چلے گی۔ اسے آپ نے محتاجوں کے لیے رشتہ داروں کے لیے اور غلام آزاد کرانے کے لیے اللہ کے دین کی تبلیغ کے لیے اور مہمانوں کے لیے صدقہ (وقف) کر دیا اور یہ کہ اس کا متولی و نگران اگر دستور کے مطابق اس میں سے حسب ضرورت وصول کرے یا کسی محتاج کو دے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔“ (۱)

(3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں بئر رومہ (پٹھے پانی کا کنواں) خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ (۲)

(4) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أما خالد فقد حبس أدراعه وأعتده فی سبیل اللہ﴾ ”خالد نے تو اپنی تمام زمریں اور سامان حرب اللہ کے راستے میں وقف کر رکھا ہے۔“ (۳)

(ترمذی) ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور متقدمین علماء میں وقف کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ملتا۔ (۴)

(قرطبی) وقف کا منکر اجماع کا منکر ہے۔ (۵)

(جمہور، ابو حنیفہ) زیادہ صحیح قول کے مطابق یہ سب وقف کے جواز کے قائل ہیں۔ (۶)

(۱) [بخاری (۲۷۲۷) کتاب الشروط : باب الشروط فی الوقف ، مسلم (۱۶۳۲ ، ۱۶۳۳) ابو داؤد (۲۸۷۸) نسائی

(۲۳۰۱۶) ترمذی (۱۳۷۵) ابن ماجہ (۲۳۹۶) أحمد (۵۵۱۲) طحاوی (۲۴۹۱۲) بیہقی (۱۵۸۱۶) دارقطنی

[(۱۸۶/۴)]

(۲) [حسن : إرواء الغلیل (۱۵۹۴) نسائی (۳۶۰۸) کتاب الأحباس : باب وقف المساجد ، ترمذی (۳۷۰۳)

بخاری تعلیقاً (۲۳۵۱) کتاب المساقاة : باب من رأى صدقة الماء وهبته ووصيته جائزة مقسوما كان أو غیر

مقسوم]

(۳) [بخاری (۱۴۶۸) کتاب الزکاة : باب قول اللہ تعالیٰ وفی الرقاب والغارمین أحمد (۳۲۲/۲) ابو داؤد

(۱۶۲۳) نسائی (۲۴۶۶)]

(۴) [سنن ترمذی (۶۶۰/۳)]

(۵) [تفسیر قرطبی (۳۳۹/۶)]

(۶) [نیل الأوطار (۸۳/۴) حاشیة ابن عابدین (۳۳۸/۴)]

وَلَهُ أَنْ يَجْعَلَ عَلَيْهِ لَأَى مَصْرَفٍ شَاءَ
مِمَّا فِيهِ قُرْبَةٌ، وَلِلْمُتَوَلَّى عَلَيْهِ أَنْ يَأْكُلَ
مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ

اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی پیداوار قربت و رضائے الہی کے جس
مصرف میں چاہے صرف کرے ❶ اور وقف کے متولی کے لیے اس سے
معروف طریقے سے فائدہ اٹھانا درست ہے۔ ❷

❶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنَّ شَيْئًا حَسِبْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا﴾ ”اگر تم چاہو تو اصل
زمین اپنی ملکیت میں باقی رکھ لو اور پیداوار صدقہ کر دو۔“ (۱)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مطلق طور پر صدقہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقف کرنے والا
اپنی مرضی سے کہیں بھی مال وقف کر سکتا ہے بشرطیکہ جائز مصارف میں ہو اور قربت الہی کی غرض سے ہو۔

واضح رہے کہ قربت الہی میں صرف آٹھ مصارف ہی شامل نہیں بلکہ وہ تمام مصارف شامل ہیں جہاں خرچ کرنے سے
اجرو ثواب کی امید کی جاسکتی ہے مثلاً:

◆ جانوروں کے کھانے کے لیے کچھ وقف کر دینا۔

◆ مسجد کے خادم کے لیے کچھ وقف کر دینا۔

◆ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا۔

◆ باقی تمام اعمال بھی اسی پر قیاس کیے جائیں گے۔ (۲)

❷ صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿وَلَا جِنَاحَ عَلَىٰ مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ﴾ ”اور اس کا
متولی و مگران اگر دستور کے مطابق اس میں سے حسب ضرورت وصول کر لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔“ (۳)

وَلِلْوَاقِفِ أَنْ يَجْعَلَ نَفْسَهُ فِي وَفْقِهِ كَسَائِرِ
الْمُسْلِمِينَ، وَمَنْ وَقَفَ شَيْئًا مَضَارَّةً لَوَارِثِهِ كَانَ
وَقْفُهُ بَاطِلًا

اور وقف کرنے والا اپنے آپ کو وقف میں عام مسلمانوں کی
طرح سمجھے ❶ اور جو شخص اپنے ورثاء کے لیے کوئی ضرر
رساں چیز وقف کرے تو اس کا وقف باطل ہے۔ ❷

❶ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ يَشْتَرِي بَشْرَ رُومَةَ فَيَكُونُ دَلُوهَ فِيهَا كَدَلَاءِ
الْمُسْلِمِينَ﴾ ”کوئی ہے جو بصر رومہ (مدینہ کا ایک مشہور کواں) خریدے اور اپنا ڈال اس میں اسی طرح ڈالے جس طرح اور
مسلمان ڈالیں۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۲۷۳۷) کتاب الشروط : باب الشروط في الوقف ، مسلم (۱۶۳۲)]

(۲) [الروضة الندية (۳۳۷/۲)]

(۳) [بخاری (۲۷۳۷) کتاب الشروط : باب الشروط في الوقف ، مسلم (۱۶۳۲)]

(۴) [بخاری تعليقا (قبل الحديث ۲۳۵۱) کتاب المساقاة : باب من رأى صدقة الماء وهبته ووصيته جائزة نسائي

(۳۶۲۶) کتاب الإحیاس : باب وقف المساجد ، صحيح نسائي (۳۳۷۲) ترمذی (۳۷۰۳)]

② قرآن میں اکثر و بیشتر مقامات پر ضرر رسانی سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ چند آیات حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿أَسْكِنُوهُمْ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُمْ وَلَا لِنَضِيقُوا عَلَيْهِمْ﴾ [الطلاق : 6]

”تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں خود رہتے ہو وہاں ان (طلاق یافتہ) عورتوں کو رکھو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ۔“

(2) ﴿وَلَا يُضَارُّ كِتَابٌ وَلَا شَيْئَةٌ﴾ [البقرة : ۲۸۲]

”نہ تو لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو۔“

(3) ﴿وَلَا تُمْسِكُوهُمْ ضِرَارًا لِيَتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ [البقرة : ۲۳۱]

”اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم و زیادتی کے لیے نہ روکو جو شخص ایسا کرے اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔“

(4) ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ ذِينَ غَيْرِ مَضَارٍّ﴾ [النساء : ۱۲]

”اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جبکہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔“

(5) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام﴾ ”اسلام میں نہ تو (کسی کو) تکلیف پہنچانا ہے اور نہ ہی پہنچائی گئی تکلیف سے زیادہ اذیت دینا ہے۔“ (۱)

(6) حضرت ابو صرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من ضار أضر الله به﴾ ”جس نے (کسی کو) تکلیف پہنچائی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے تکلیف پہنچائیں گے۔“ (۲)

<p>وَمَنْ وَضَعَ مَالًا فِي مَسْجِدٍ أَوْ مَشْهَدٍ لَا يَنْتَفِعُ بِهِ أَحَدٌ جَارَ صَرْفُهُ فِي أَهْلِ الْحَاجَاتِ وَمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ وَمِنْ ذَلِكَ مَا يُوَضَّعُ فِي الْكُفَّةِ وَفِي مَسْجِدِهِ ﷺ</p>	<p>جس شخص نے کوئی مال مسجد یا کسی خانقاہ میں رکھا جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھاتا ہو اسے حاجت مندوں اور مسلمانوں کے مفادات میں صرف کرنا جائز ہے اور اسی سے وہ اشیا بھی ہیں جو خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں رکھی جاتی ہیں۔ ①</p>
--	---

① (1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ میں حضرت ابو اؤل رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے کہا ﴿لقد هممت أن لا أدع فيها صفراء ولا بيضاء إلا قسمتها بين المسلمين﴾ ”میرا ارادہ ہے کہ اس (کعبہ) میں موجود سونا اور چاندی مسلمانوں کے درمیان تقسیم کروں۔“ یہ سن کر حضرت ابو اؤل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ یہ کام اس لیے نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کے دو ساتھیوں (یعنی نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی ان دونوں کی پیروی کروں

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۸۹۶) کتاب الأحکام : باب من بنی فی حقہ ما یضر بحارہ ابن ماجہ (۲۳۴۰)]

(۲) (۲۳۴۱) طبرانی کبیر (۳۰۲/۱۱) نصب الرایة (۳۸۴/۴)

(۲) [حسن : صحیح ابن ماجہ (۱۸۹۷) کتاب الأحکام : باب من بنی فی حقہ ما یضر بحارہ] إرواء الغلیل (۸۹۶) ابن

ماجہ (۲۳۴۲) ابو داؤد (۳۶۳۵) ترمذی (۱۹۴۰) أحمد (۱۰۷۵۵)

گا۔“ (یعنی مسلمانوں کی ضروریات میں بہت زیادہ خرچ کرنا ان دونوں سے ثابت ہے لہذا میں بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے یہی کروں گا)۔ (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لولا أن قومك حديثوا عهد بجاهلية أو قال يكفر لأنفقت كنز الكعبة في سبيل الله﴾ ”اگر تیری قوم جاہلیت یا کفر سے نئی نئی اسلام میں نہ آئی ہوتی تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتا۔“ (۲)

یہ حکم قیامت تک باقی رہے گا کہ اگر مساجد کے غیر ضروری مال کو مساجد کے علاوہ دیگر مصارف مثلاً غرباء و مساکین میں صرف کرنے سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو ایسا نہ کرنا ہی بہتر ہے لیکن اگر ایسا کوئی خطرہ نہ ہو تو پھر افضل یہ ہے کہ ایسے اموال جو فاضل ہیں انہیں جتنا جوں اور مصلحت کے کاموں میں خرچ کر دیا جائے ایک جگہ پر جمع ہو کر رہ جانے سے روک دیا جائے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جب کعبہ کے اموال کا یہ حکم ہے تو باقی مساجد کا بالاولیٰ یہی حکم ہے۔

713- ایسا وقف مال جس سے فائدہ نہ اٹھایا جاتا ہو.....

اسے کذب بنانے کے مترادف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُخْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ﴾ [التوبة: ۳۴-۳۵]

”جو لوگ سونے چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے۔ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پچھلیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔“

714- ایک ضروری وضاحت

مساجد میں وقف شدہ اموال اگر تو ایشیائے ضروریہ تدریس العلوم، تلاوت اور لوازمات نماز وغیرہ کے لیے ہوں تو باعث اجر و ثواب ہیں اور پھر کسی مسلمان کے لیے بھی ان سے اپنی ذاتی ضرورت کے لیے کچھ لینا جائز نہیں اور اگر محض تزئین و آرائش اور حسن و زیبائش کے لیے ہوں تو انہیں لے کر مسلمانوں کی حوائج و مصالح میں صرف کرنا دو جوہات کی بنا پر لازم ہے۔

(1) کیونکہ یہ عمل منکر ہے کہ مال کو ایک جگہ جمع کر کے رکھ دیا جائے لہذا اس سے روکنا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ

(۱) [بخاری (۱۵۹۴، ۷۲۱۵) کتاب الحج: باب كسوة الكعبة، أحمد (۴۱۰/۳)]

(۲) [مسلم (۱۳۳۳) کتاب الحج: باب نقض الكعبة وبنائها]

نے یہی حکم دیا ہے۔

(2) مال کا ضیاع اسلام میں ممنوع ہے۔ (۱)

قبروں کی تعمیر و تزئین کے لیے یا زائرین کو وقفہ میں جتلا کرنے والے عمل کے لیے وقف کرنا جائز نہیں۔ ❶	وَأَلْوَقْفُ عَلَى الْقُبُورِ لِيَرْفَعَ سُمْكِيهَا أَوْ تَزِينُهَا أَوْ فَعْلٌ مَا يَجْلِبُ عَلَى زَائِرِهَا فِتْنَةً بَاطِلٌ
---	---

❶ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ﴿أَنْ لَا يَبْدَعَ قَبْرًا مَشْرُفًا إِلَّا سَوَاهُ وَلَا تَمَثَّلًا إِلَّا طَمْسَهُ﴾ کہ وہ تمام اونچی قبروں کو برابر کر دیں اور محسوس کو سمار کر دیں۔ (۲)

معلوم ہوا کہ اونچی قبر کا وجود اسلام نے روا نہیں رکھا تو اونچی قبر بنانے کے لیے مال وقف کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ لہذا قبروں کی تزئین (سنگ مرمر اور ماربل وغیرہ) ان پر مساجد کی تعمیر چادریں اور پھول چڑھانے یا ایسے کسی بھی عمل کے لیے وقف کرنا جس سے زائر کے دل میں قبر کی تعظیم آجا کر ہو جائز نہیں۔

قبروں پر دیکھیں چڑھانے نذر و نیاز یا جانور ذبح کرنے کے لیے وقف بھی جائز نہیں۔

نیز کسی بھی ایسے گناہ کے کام کے لیے جو زائرین کے لیے عقائد فاسدہ پیدا کرنے کا موجب ہو وقف جائز نہیں بلکہ

حرام ہے۔ (۳)



(۱) [الروضة الندية (۲/۳۳۹-۳۴۰)]

(۲) [مسلم (۹۶۹) کتاب الحناظر : باب الأمر بتسوية القبر، ابو داؤد (۳۲۱۸) ترمذی (۱۰۴۹) نسائی (۲۰۳۱) احمد (۸۹/۱)]

(۳) [الروضة الندية (۲/۳۴۰-۳۴۱)]

ہدیہ کا بیان

باب العدیة ①

ہدیہ قبول کرنا اور ہدیہ دینے والے کو بدلے میں کوئی تحفہ وغیرہ دینا
مشروع ہے۔ ②

يُضْرَعُ قَبُولُهَا وَمُكَافَأَةٌ فَاعِلِيهَا

① لغوی وضاحت: لَفْظِ هَدِيَةٍ تحفہ کے معنی میں ہے۔ باب أَهْدَى يُهْدِي (إفعال) ہدیہ دینا اور باب تَهَادَى هَادَى (ففاعل) ایک دوسرے کو ہدیہ دینا کے معانی میں مستعمل ہیں۔ ہدیہ کی جمع ہدایا، ہداوی اور ہداویہ۔ (۱)

مطلاحی تعریف: بغیر عوض کے کسی شخص کو کوئی مال یا حق دے دینا ہدیہ کہلاتا ہے نیز یہ بھی اسی کے مترادف ہے۔ (۲)

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَوْ دَعَيْتَ إِلَى كِرَاعٍ أَوْ ذِرَاعٍ لَأُحِبَّتْ سِوَاهِدَى إِلَى ذِرَاعٍ لَقَبِلْتُ﴾ ”اگر مجھے کسی جانور کے کھربازو کی طرف دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا اور اگر بے کوئی بازو یا کھربدیہ میں دیا جائے تو میں اسے بھی قبول کروں گا۔“ (۳)

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْبَلُ الْهَدِيَةَ وَيَتَبَّعُ عَلَيْهَا﴾ ”نبی ﷺ ہدیہ قبول کرتے ماس کا بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔“ (۴)

ہدیوں کا مسلمان اور کافر کے درمیان تبادلہ بھی جائز ہے۔ ①

وَتَجُوزُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ

① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَنْ جَاهِدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِيٰ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ [لقمان: ۱۵]

”اور اگر وہ دونوں (یعنی والدین) تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا۔“

مراد یہ ہے کہ اگر دین کے معاملات میں والدین رکاوٹ بنیں تو ان کی نہ مانو اور اگر دنیاوی معاملات ہوں تو ان

([القاموس المحيط (ص ۱۷۳۴) المنجد (ص ۱۰۰۴)])

([المنی (۵۹۱/۵) الفقه الإسلامي وأدلته (۳۹۸۱/۵)])

([بخاری (۵۱۷۸) کتاب النکاح: باب من أجاب إلى كراع' احمد (۲۰۹/۳) ترمذی (۱۳۳۸) ابن حبان

(۳۴۹/۷) (۵۲۶۷) بیہقی (۱۶۹/۶) شرح السنة (۳۶/۷)])

([بخاری: (۲۵۸۵) کتاب الہبة وفضلها والتحریر علیها: باب المكافأة فی الہبة' ابو داود (۳۵۳۶) ترمذی

(۱۹۵۳)])

کے ساتھ حسن سلوک سے ہی پیش آؤ خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کو خفے تخائف دے جاسکتے ہیں۔

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿اھدی کسری رسول اللہ ﷺ فقبل منہ‘ وأھدی له قیصر فقبل منہ‘ وأھدت له الملوک فقبل منها﴾ ”کسری (ایران کے بادشاہ) نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ بھیجا تو آپ نے اسے قبول فرمایا‘ قیصر (روم کے بادشاہ) نے ہدیہ بھیجا تو آپ نے اسے بھی قبول فرمایا‘ اسی طرح مختلف بادشاہوں نے آپ کو ہدیے بھیجے آپ نے ان سب کو قبول فرمایا۔“ (۱)

(3) حضرت أسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میری والدہ مشرکہ تھیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے قریش کے ساتھ صلح کے زمانہ میں اپنے والد کے ساتھ (مدینہ منورہ) آئیں۔ میں نے آپ ﷺ سے ان کے متعلق پوچھا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے الگ ہیں (کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿نعم‘ صلی أمک﴾ ”ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔“ (۲)

امام ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿لَا يَنْهَىٰ كُفْرًا عَنِ الْإِيمَانِ لَمَّا يُقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرًا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلا وطن نہیں کیا ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور منصفانہ پھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا۔“ اسی عورت کے متعلق نازل فرمائی۔ (۳)

(4) دومۃ الجندل کے سردار نے آپ ﷺ کو ایک ریشمی جبہ بطور ہدیہ دیا۔ (۴)

(5) آپ ﷺ نے وفد ثقیف کا ہدیہ بھی قبول فرمایا۔ (۵)

(6) فروہ جذامی نے جو آپ ﷺ کو خچر ہدیہ میں دیا تھا آپ ﷺ نے یوم حنین کو اس پر سواری کی۔ (۶)

(7) یہودی عورت نے آپ ﷺ کو زہرا لودیکری کا ہدیہ دیا آپ ﷺ نے اسے قبول کیا۔ (۷)

(8) یوحنا بن ربیع نے نبی ﷺ کو سفید خچر ہدیہ میں دیا۔ (۸)

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی، ترمذی (۱۰۷۲) کتاب السیر عن رسول اللہ : باب ما جاء فی قبول ہدایا المشرکین

الفتح الربانی (۱۶۸/۱۵)]

(۲) [بخاری (۵۹۷۹) کتاب الأدب : باب صلة المرأة أمها ولها زوج]

(۳) [بخاری (۵۹۷۸) کتاب الأدب : باب صلة للوالد المشرک]

(۴) [بخاری (۲۶۱۱۶، ۲۶۱۱۶، ۳۲۴۸) کتاب الہیة وفضلها والتخريض علیها : باب قبول الهدیة من المشرکین]

(۵) [ضعیف : ضعیف نسائی (۲۴۱) کتاب العمری : باب غطیة المرأة بغير إذن زوجها، نسائی (۳۷۸۹)]

(۶) [مسلم (۱۷۷۵) کتاب الجهاد والسير : باب فی غزوه حنین]

(۷) [بخاری (۲۶۱۷) کتاب الہیة : باب قبول الهدیة من المشرکین، مسلم (۲۱۹۰)]

(۸) [تلخیص الحبیبر (۱۵۵/۳)]

(۹) رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کی بطور ہدیہ دی ہوئی لے آستین کی پوسٹین پہنی۔ (۱)

آئندہ حدیث بظاہر گزشتہ احادیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ نے حالت مشرک میں ایک اونٹنی رسول اللہ ﷺ کو بطور ہدیہ دی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إني نهيت عن زيد المشرکین﴾ ”مجھے مشرکین کی میل کچیل (قبول کرنے سے) منع کیا گیا ہے۔“ (۲)

ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے:

(۱) ممکن ہے کہ ممانعت کی حدیث منسوخ ہو چکی ہو کیونکہ آپ ﷺ نے ہدیہ قبول فرمائے ہیں۔ (۳)

(۲) تحفہ رد کر کے غصے کا اظہار محض اس لیے کیا تا کہ یہ چیز اسے اسلام پر ابھارے۔

(۳) مشرک کی محبت دل میں پیدا ہو جانے کے اندیشے سے آپ نے رد کر دیا۔

(۴) آپ ﷺ نے صرف ان مشرکوں کے ہدیہ قبول کیے جو اہل کتاب تھے۔

(۵) ممانعت اُس ہدیہ میں تھی جو خاص آپ ﷺ کے لیے تھا اور آپ نے اُس ہدیہ کو قبول کیا جو تمام مسلمانوں کے لیے تھا۔ (۴)

(راجع) آپ ﷺ نے ایسے شخص کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کیا جو اپنے ہدیہ کے ذریعے محض دوستی و مولاۃ چاہتا تھا اور ان لوگوں کے ہدیہ آپ نے قبول فرمائے جن سے یہ امید ہوتی تھی کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں گے اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت والفت اتر جائے گی۔ (۵)

اسے (ہدیہ) واپس لینا حرام ہے۔ ❶

وَيَعْوِمُ الرُّجُوعُ فِيهَا

❶ (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿العائد فی ہبتہ کا لکلب یقیئ ثم یعود فی قبئہ﴾ ”بیبہ کر کے واپس لینے والا اُس کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے پھر اسے چاٹ لیتا ہے۔“ (۶)

(احناف) کسی شرعی رکاوٹ کے بغیر بیبہ واپس لینا جائز ہے۔ (۷)

(۱) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۸۷۴) کتاب اللباس : باب من کرهہ ابو داود (۴۰۴۷)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۶۳۰) کتاب الخراج والإمارة والفتی : باب فی الإمام یقبل ھدایا المشرکین ابو

داود (۳۰۵۷) ترمذی (۱۵۷۷) فتح الباری (۲۳۱/۵) الفتح الربانی (۱۶۹/۵)]

(۳) [معالم السنن للخطابی (۴۱/۳)]

(۴) [نیل الأوطار (۶۲/۴)]

(۵) [فتح الباری (۵۵۱/۵)]

(۶) [بخاری (۲۶۲۲/۲۶۲۱) کتاب الھبة وفضلھا والتحریر علیھا باب لا یحل لأحد أن یرجع فی ہبتہ وصلدقته]

(۷) [حلیۃ العلماء (۵۲/۶) المبسوط (۵۲/۱۲) شرح فتح القدیر (۴۹۹/۷) الکافی (ص/۵۳۱)]

احناف کا یہ موقف درست نہیں کیونکہ گذشتہ صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

715- کیا والد بچے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے؟

ہاں والد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دیا ہوا کوئی عطیہ یا تحفہ واپس لے سکتا ہے۔ ایک روایت میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا يحلل للرجل أن يعطى العطية فيرجع فيها إلا الوالد فيما يعطى ولده ﴾ ”کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ اپنا دیا ہوا عطیہ واپس لے سوائے والد کے جو وہ اپنے بچے کو دیتا ہے۔“ (۱)

716- ایک ضعیف روایت

جس روایت میں ہے کہ ”ذی محرم کو دیا ہوا عطیہ واپس نہیں لیا جائے گا۔“ وہ ضعیف و ناقابل حجت ہے۔ (۲)

وَتَجِبُ التَّسْوِیَةُ بَيْنَ الْأَوْلَادِ اور (ہدیہ کے وقت) اولاد کے درمیان مساوات کو ملحوظ رکھنا واجب ہے۔ ①

① (1) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن أباه أتى به إلى رسول الله فقال: إني نحلته ابني هذا غلاما فقال: أكل ولدك نحلته مثله، قال: لا، قال: فارجمه ﴾ ”ان کے والد انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور ہدیہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا ایسا ہی غلام اپنے دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر (اس سے بھی) واپس لے لو۔“

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اتقوا الله واعدلوا بين اولادكم ﴾ ”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔“ (۳)

(2) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ﴿ اعدلوا بين أبنائكم ﴾ ”اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔“ (۴)

(جمہور) اولاد کے درمیان برابر عدل و انصاف سے کام لینا مستحب ہے کیونکہ حدیث میں حکم استحباب کے لیے ہے۔ (اور انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے دس جوابات دیے ہیں جسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اور امام

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۳۰۲۳) کتاب البيوع: باب الرجوع فی الهبة ابو داؤد (۳۵۳۹) ترمذی (۲۱۳۳) نسائی (۳۷۰۳) ابن ماجہ (۲۳۷۷) ابن حبان (۵۱۰۱) حاکم (۴۶/۲) شرح معانی الآثار (۷۹/۴) دار قطنی (۴۲/۳) بیہقی (۱۸۰/۶)]

(۲) [حاکم (۵۲/۲) دار قطنی (۴۴/۳) نیل الأوطار (۷۰/۴)]

(۳) [بخاری (۲۵۸۶) کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها: باب الهبة للولد مسلم (۱۶۲۳) احمد (۲۶۸/۴) مؤطا (۷۵۱/۲) ترمذی (۱۳۶۷) ابن ماجہ (۲۳۷۶) حمیدی (۴۱۱/۲) شرح معانی الآثار (۸۴/۴) دار قطنی (۴۲/۳) بیہقی (۱۷۶/۶) شرح السنة (۴۲۵/۴)]

(۴) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۳۰۲۸) کتاب البيوع: باب فی الرجل يفضل بعض ولده فی النحل ابو داؤد (۳۵۴۴) نسائی (۲۶۲/۶) احمد (۲۷۵/۴)]

نے نیل الأوطار میں نقل فرمایا ہے۔ (۱)

یقف، شافعی) اولاد کے درمیان انصاف نہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر ایسا کر دیا جائے تو نافذ ہو جائے گا۔ (۲)

مسح) حدیث میں حکم وجوب کے لیے ہے کیونکہ اسے وجوب سے پھیر کر استحباب کی طرف منتقل کرنے والی کوئی دلیل نہیں۔

قیم) جو بات حدیث میں ہے اس سے زیادہ ظاہر و راجح کوئی قیاس نہیں ہو سکتا۔ (۳)

بی) انہوں نے حضرت نعمان بن شیبہ کی حدیث نقل کرنے سے پہلے بیان کیا ہے کہ ((إذا أعطی بعض ولدہ شیئا لم حتی يعدل بینہم ویعطى الآخر مثله)) ”اچھے بعض لڑکوں کو اگر کوئی چیز ہمہ میں دی تو جب تک انصاف کے ساتھ تمام کو برابر نہ دے یہ ہمہ جائز نہیں ہوگا۔“ (۴)

کسی شرعی رکاوٹ کے بغیر ہدیہ واپس کرنا مکروہ ہے۔ ①

وَالرُّدُّ لِبَغْيٍ مَّانِعٍ شَرْعِيٍّ مَكْرُوهٌ

جیسا کہ مسلمان تو درکنار کفار و مشرکین کے ہدیے بھی رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمائے اور یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے لیے بلاوجہ ہدیوں کو ٹھکرانا نہیں چاہیے۔

شرعی موانع میں اہل سلطہ اشخاص کو مائل کرنے کے لیے ہدیے (یعنی رشوت) یا کاہن کے معاوضہ سے زانیہ کی اجرت! کسی حرام چیز سے دیے ہوئے ہدیے شامل ہیں۔ (۵)



[فتح الباری (۵۳۱/۵) نیل الأوطار (۶۵/۴)]

[شرح السنة (۲۹۷/۸)]

[أعلام الموقعين (۳۲۹/۲)]

[بخاری (قبل الحديث) (۲۵۸۶/۱)]

[الروضة الندية (۳۴۹/۲)]

ہبہ کا بیان

باب العبۃ ۱

اگر یہ بغیر بدلے کے ہو تو اس کا حکم تمام گذشتہ معاملات میں ہدیہ جیسا ہے۔ ②	إِنْ كَانَتْ بِغَيْرِ عَوْضٍ فَلَهَا حُكْمُ الْهَدِيَّةِ فِي جَمِيعِ مَا سَلَفَ
--	---

① لغوی وضاحت: لفظ ہبۃ باب وَهَبَ يَهَبُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”ہبہ کرنا یا عطیہ دینا“

ہے۔ (۱)

اصطلاحی تعریف: بغیر عوض کے کسی شخص کو کوئی مال یا حق دینا۔ ہدیہ بھی اسی کو کہتے ہیں۔ (۲)
مشروعیت: اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿فَإِنْ طَبِنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا﴾ [النساء: ۴]

”اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔“

(2) ﴿وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ﴾ [البقرة: ۱۷۷]

”جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قربت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو دے۔“

(3) ﴿تَهَادُوا تَحَابُوا﴾ ”ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو (تاکہ) باہمی محبت قائم ہو سکے۔“ (۳)

(4) ﴿لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةَ أَنْ تَهْدِيَ لِحَارْتِهَا وَلَوْ فَرَسَنَ شَاةً﴾ ”ہرگز کوئی پڑوسن اپنی دوسری پڑوسن کے لیے (معمولی

ہدیہ کو بھی) حقیر نہ سمجھے خواہ بکری کے کھر کا ہی کیوں نہ ہو۔“ (۴)

② کیونکہ لغوی و شرعی اعتبار سے ہبہ ہدیہ ہی ہے۔

گذشتہ معاملات سے مراد یہ ہے: کافر سے ہدیہ قبول کرنا، ہدیہ دے کر واپس نہ لینا، اولاد کے درمیان انصاف کرنا اور بغیر

کسی شرعی مانع کے ہدیہ واپس نہ کرنا۔

اگر یہ کسی عوض کے بدلے ہو تو یہ بیع ہے اور اس کا حکم بھی بیع جیسا ہے۔ ①	وَإِنْ كَانَتْ بِعَوْضٍ فَهِيَ بَيْعٌ وَلَهَا حُكْمُهُ
---	--

① کیونکہ بیع میں باہمی رضامندی اور معاوضے کا اعتبار ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں ہبہ بالعوض میں اس وقت موجود ہوتی

ہیں جب عوض ہبہ کے وقت ہی دیا جائے اگر ایسا نہ ہو تو یہ ہدیہ ہے۔

(۱) [لسان العرب (۴۱۱/۱۵) المنجد (ص ۹۸۸)]

(۲) [الفقہ الإسلامي وأدلته (۳۹۸۱/۵)]

(۳) [موطا: کتاب الجامع: باب ماجاء فی المهاجرة، بخاری فی الأدب المفرد (۵۹۴)]

(۴) [بخاری (۲۵۶۶) کتاب الهبة وفضلها: باب]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر ہبہ بلا عوض ہو تو ہدیہ ہے اور اس کے لیے گذشتہ ہدیے کے احکامات ہوں گے اور اگر بالعیوض ہے تو اس پر بیع کے گذشتہ احکامات لاگو ہوں گے۔ (۱)

<p>عمری ① اور قحوی ② اس شخص کے لیے ملکیت کو واجب کر دیتے ہیں جس کے لیے ان کا اقرار کیا گیا ہو اور اس کے بعد وہ اس کے در ثاء کے لیے ہوں گی انہیں واپس لینا جائز نہیں۔ ③</p>	<p>وَالْعُمْرَى وَالرَّقِيبَى تَوْجِبَانِ الْمَلَكَ لِلْمُعْتَمِرِ وَالْمُرْقَبِ وَلِعَقِبِهِ مِنْ بَعْدِهِ لَا رُجُوعَ فِيهِمَا</p>
--	--

① لفظ عمری عمر سے ماخوذ ہے یعنی وہ چیز جو زندگی بھر کے لیے دی جائے۔ یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جاہلیت میں ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو گھر دیتا تو کہتا ((أبعتها لك مدة عمرك وحياتك)) ”میں نے اسے تیری عمر اور زندگی کی مدت تک مباح قرار دیا ہے۔ پھر کہا جاتا تھا کہ یہ فلاں کے لیے عمری ہے۔ (۲)

② لفظ رقبی مراقبہ سے ماخوذ ہے اس کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں دونوں ایک دوسرے کے مرنے کا انتظار کرتے ہیں تاکہ وہ چیز اس کی طرف لوٹ آئے (جو زندہ رہ گیا ہے) اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو کچھ ہبہ کرے اس شرط پر کہ اگر تم پہلے فوت ہو گئے تو یہ چیز میری طرف لوٹ آئے گی اور اگر میں پہلے فوت ہو گیا تو یہ تمہاری ہو جائے گی۔ (۳)

③ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿العمرى جائزة﴾ ”عمری جائز ہے۔“

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿العمرى ميراث لأهلها﴾ ”عمری اپنے اہل کی میراث ہے۔“ (۴)

(۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿قضى رسول الله بالعمرى لمن وهب له﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے عمری کا فیصلہ اسی شخص کے لیے کیا جس کے لیے اسے ہبہ کیا گیا ہے۔“ (۵)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لاتعمروا ولا ترقبوا فمن أعمر شيئا أو أرقبه فهو له حياته ومماته﴾ ”نہ تم عمری کرو نہ قحوی؛ جس نے عمری یا قحوی دیا تو وہ چیز اسی کے لیے ہے (جس کے لیے اسے ہبہ کیا گیا) زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی (یعنی وفات کے بعد وراثت اس کے مستحق ہوں گے)۔“ (۶)

(۱) [الروضة الندية (۳۵۰/۲)]

(۲) [المنجد (ص ۵۸۲/۱) نیل الأوطار (۷۴/۴) الروضة الندية (۳۵۰/۲) فقو الأثر (۱۱۳۸/۳)]

(۳) [المنجد (ص ۳۰۶/۱) أيضا]

(۴) [بخاری (۲۶۲۶) کتاب الہبة وفضلها: باب 'مسلم' (۱۶۲۵) کتاب الہبات: باب العمرى؛ ابو داود (۳۵۴۸)

نسائی (۲۷۷/۶) احمد (۴۲۹/۲) طحاوی (۹۲/۴) بیہقی (۱۷۴/۶)]

(۵) [بخاری (۲۶۲۵) کتاب الہبة وفضلها والتحریر علیہا: باب ما قبل فی العمرى والرقي]

(۶) [صحیح: صحیح نسائی (۳۴۹۳) کتاب العمرى: باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلين لخبر جابر فی العمرى؛

نسائی (۳۷۱۳) احمد (۲۶/۲)]

واضح رہے کہ ”رقبسی“ ایک دوسرے کی موت کے انتظار کی صورت میں جائز نہیں کیونکہ اس کی دلیل ﴿ہی لك م عشت فانها ترجع الی صاحبها﴾ ”رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور ”رقبسی“ کی جائز صورت وہ ہے جب یہ عمری کے معنی میں ہو جیسا کہ پیچھے دلائل ذکر کر دیے گئے ہیں۔“ (۱)

اس کی تین صورتیں ہیں:

- (1) مطلق طور پر عمر بھر کے لیے ہبہ کر دینا۔
 - (2) موہوب کی زندگی کی شرط پر دینا۔
 - (3) یوں کہنا کہ یہ تمہارے لیے ہے اور تمہارے بعد تمہارے ورثاء کے لیے ہے۔
- تیسری صورت جمہور کا موقوف ہے اور یہی راجح ہے۔ (۲)



(۱) [الروضة الندية (۳۵۰/۲) نیل الأوطار (۷۴/۴)]

(۲) ! مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۲۸۲/۵) نیل الأوطار (۷۴/۴) قفو الأثر (۱۱۳۹/۳)

کتاب الایمان
قسموں کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ﴾ [المائدة: ۸۹]

”اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿الكبائر.....واليمين الغموس﴾

”کبیرہ گناہ یہ ہیں..... اور جھوٹی قسم۔“

[بخاری (۶۶۷۵) کتاب الأیمان والنذور: باب اليمين الغموس]

کتاب الایمان ①

قسموں کے مسائل

الْحَلْفُ إِنَّمَا يَكُونُ بِاسْمِ اللَّهِ تَعَالَى أَوْ صِفَةِ لَهُ
قسم صرف اللہ کے نام کی ② یا اس کی صفت ③ کی اٹھائی جا
سکتی ہے۔

① لغوی وضاحت: لفظ ایمان یمن کی جمع ہے۔ اس کا معنی ”قسم، قوت اور دلیاں ہاتھ“ مستعمل ہے۔ (۱)
اصطلاحی تعریف: ایسے مضبوط عقد کا نام ہے جس کے ذریعے حالف کسی فعل کے کرنے یا اسے چھوڑنے کا عزم کرتا
ہے۔ (۲)
مشروعیت: اللہ تعالیٰ نے خود بھی قسم اٹھائی ہے اور اپنے نبی کو بھی اس کا حکم دیا ہے۔

(1) ﴿ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى ﴾ [اللیل: ۱]

”رات کی قسم جب وہ ڈھانپ لے۔“

(2) ﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ﴾ [الشمس: ۱]

”قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔“

(3) ﴿ وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴾ [الفجر: ۱-۲]

”قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔“

(4) ﴿ وَالتَّيْنِ وَالتَّوْتُونِ ﴾ [التین: ۱-۲]

”قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔“

(5) ﴿ وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ﴾ [النازعات: ۱]

”ڈوب کر سختی سے کھینچنے والوں کی قسم۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تین مقامات پر قسم کا حکم دیا ہے:

(1) ﴿ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴾ [یونس: ۵۳]

”آپ فرمادیجیے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی وہ واقعی سچ ہے اور تم کسی طرح اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔“

(2) ﴿ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَأَتِيَنَّكُمْ ﴾ [سبأ: ۳]

”آپ کہہ دیجیے! کہ مجھے میرے رب کی قسم وہ بلا ہی آتم پر آئے گی۔“

(۱) [المنجد (ص ۱۰۳۷/۱) لسان العرب (۴۵۷/۱۵)]

(۲) [المبسوط (۱۲۶/۸) فتح القدیر (۲/۴) تبیین الحقائق (۱۰۶/۳)]

(3) ﴿ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ﴾ [التغابن : ۷]

”آپ کہہ دیجیے! کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔“

② (1) مشرکین قیامت کے روز یوں کہیں گے:

﴿ وَاللّٰهُ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۳]

”قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی! ہم مشرک نہیں تھے۔“

(2) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان الفاظ میں قسم اٹھائی تھی:

﴿ وَتَاللّٰهِ لَآ كَيْدُنَاْ اَصْنَامُكُمْ بَعْدَ اَنْ تَوَلَّوْاْ مُدْبِرِيْنَ ﴾ [الانبیاء : ۵۷]

”اور اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کے ساتھ جب تم علیحدہ پیٹھ پھیر کر چل دو گے ایک چال چلوں گا۔“

(3) ﴿ وَاَقْسَمُواْ بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ﴾ [فاطر : ۴۲]

”اور ان کفار نے اللہ تعالیٰ کی بڑی زوردار قسم اٹھائی تھی۔“

(4) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ ﴾ ”پس جو قسم اٹھانا چاہے تو اللہ

کی قسم اٹھائے۔“ (۱)

③ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ كَانَتْ يَمِيْنُ النَّبِيِّ ﷺ : لَا وَمَقْلَبِ الْقُلُوْبِ ﴾ ”نبی ﷺ ان

الفاظ میں قسم اٹھاتے تھے ”لَا وَمَقْلَبِ الْقُلُوْبِ“۔ (۲)

(2) رسول اللہ ﷺ سے قسم کے یہ الفاظ بھی ثابت ہیں ﴿ وَالذِي نَفْسِيْ بِيْده ﴾ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری

جان ہے۔“ (۳)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا فرمایا تو

جبرئیل علیہ السلام کو جنت کی طرف روانہ فرمایا اور کہا کہ جنت اور اس میں رہنے والوں کے لیے جو میں نے تیار کیا ہے اسے دیکھو۔

جب جبرئیل علیہ السلام دیکھ کر واپس لوٹے تو انہوں نے کہا ﴿ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بَهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا ﴾ ”تیری عزت کی قسم! جو

بھی اس کے متعلق سن لے گا وہ تو اس میں داخل ہو کر رہے گا۔“ (۴)

① اس کے علاوہ کسی کی قسم اٹھانا حرام ہے۔

وَيَحْرُمُ بَغْيِيْرَ ذٰلِكَ

① دور جاہلیت میں مشرکین اپنے شرکاء و معبودان باطلہ کی قسمیں کھاتے تھے۔ (۵)

(۱) [بخاری (۶۶۴۶) کتاب الایمان والنذور : باب لا تحلفوا باآنانکم]

(۲) [بخاری (۶۶۲۸) کتاب الایمان والنذور : باب کیف كانت يمين النبي]

(۳) [۶۶۲۹] ابضا]

(۴) [حسن صحيح : صحيح نسائي (۳۵۲۳) كتاب الایمان والنذور : باب الحلف بعزة الله ' نسائي (۳۷۹۴) ابو

داود (۴۷۴۴)]

(۵) [الروضة الندية (۳۵۶/۲)]

اسلام نے اس سے روک دیا۔

(1) رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے والد کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ بَيْنَهُمَا كَمَنْ تَحْلِفُوا بِأَيْتَانِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمِتْ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے والدین کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے جو قسم کھانا چاہے تو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ﴾ ”وہی روایت“ ”فقد كفر“ ”جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائی یقیناً اس نے شرک کیا۔“ اور ایک روایت میں کہ ”پس یقیناً اس نے کفر کیا۔“ (۲)

بعض حضرات نے یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ ایک طرف تو غیر اللہ کی قسم اٹھانے کی ممانعت ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ یعنی مخلوقات وغیرہ کی قسم اٹھائی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ﴾ [الشمس : ۱]

”سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے دیہاتی کے متعلق کہا ﴿أَفْلَحَ وَأَيْبَهُ إِنْ صَدَقَ﴾ ”اس کے باپ کی قسم! وہ کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ کہا ہے۔“ (۳)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے:

(1) اس جیسی قسموں میں ”رب“ کا لفظ مضمحل ہے جیسے رَبِّ الشَّمْسِ اور وَرَبِّ أَيْبِهِ وغیرہ۔

(2) ایسی قسمیں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

(3) ”أَفْلَحَ وَأَيْبَهُ“ کے الفاظ ثابت ہی نہیں بلکہ یہ لفظ ثابت ہیں ”أَفْلَحَ وَاللَّهُ إِنْ صَدَقَ“ جیسا کہ امام ابن عبدالبر نے یہ وضاحت کی ہے۔

(4) ممانعت ایسی قسم سے ہے جسے غیر اللہ کی تعظیم کی غرض سے اٹھایا جائے جب کہ وہ قسم ممنوع نہیں ہے جسے عرب لوگ کلام میں تاکید پیدا کرنے کے لیے اٹھایا کرتے تھے تاہم یہ مکروہ ضرور ہے کیونکہ غیر اللہ کی قسم سے ممانعت صحیح دلائل سے ثابت ہے۔

(۱) [بخاری (۶۱۰۸) کتاب الأدب : باب من لم ير إكفار من قال ذلك متاولاً أو جاهلاً] مسلم (۱۶۴۶) احمد

(۱۱/۲) ابو داود (۳۲۴۹) ترمذی (۱۵۳۴) مشکل الآثار (۳۵۵/۱) ابن ماجہ (۲۰۹۴) دارمی (۱۸۵/۲)

بیہقی (۲۹/۱۰) موطا (۴۸۰/۲) شرح السنة (۳/۱۰) التحلیلة لأبی نعیم (۱۶۰/۹) حمیدی (۶۸۶)

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۷۸۷) کتاب الأیمان والنذور : باب كراهية الحلف بالآباء] ابو داود (۳۲۵۱)

ترمذی (۱۵۳۵) حاکم (۵۲/۱) احمد (۳۴/۲)

(۳) [مسلم (۱۱) کتاب الأیمان : باب بيان الصلوات التي هي أركان الإسلام]

(راجح) آخری قول ہی راجح ہے۔ (۱)

717- قرآن کی قسم اٹھانا

قرآن کی قسم اٹھانا جائز ہے کیونکہ یہ اللہ کی صفتِ کلام ہے۔ اکثر و بیشتر فقہانے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۲)

وَمَنْ حَلَفَ فَقَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَقَدْ اسْتَشْنَى وَلَا حَنْتَ عَلَيْهِ	جس شخص نے قسم کے وقت اِنْ شَاءَ اللہ کہا تو اس نے استثناء کر دیا اب اس کی قسم کسی صورت نہیں ٹوٹے گی۔ ❶
--	--

❶ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمْ يَحْنَتْ ﴾ ”جس نے قسم اٹھاتے وقت اِنْ شَاءَ اللہ کہہ دیا اس پر قسم توڑنے کا کفارہ نہیں۔“ (۳)

(۲) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ قسم اٹھا کر کہا ﴿ وَاللَّهِ لَا غُرُونَ قَرِيْشًا ﴾ ”اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔“ پھر آخر میں آپ ﷺ نے کہا ﴿ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ﴾ ”اگر اللہ نے چاہا“ اور پھر آپ نے ان سے غزوہ نہ کیا۔ (۴)

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں ضرور بضرور ایک رات میں اپنی ستر (۷۰) بیویوں کے قریب جاؤں گا اور ان میں سے ہر ایک بچہ جنے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قول کے متعلق فرمایا ﴿ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمْ يَحْنَتْ ﴾ ”اگر وہ اِنْ شَاءَ اللہ کہہ دیتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹی۔“ (۵)

(۴) اس مسئلے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (۶)

وَمَنْ حَلَفَ عَلَى شَيْءٍ فَرَأَى غَيْرَهُ خَيْرًا أَمَّنَهُ فَلْيَاثِ وَالَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَلَيْسَ كُفْرًا عَنْ يَمِينِهِ	جس شخص نے کسی چیز کی قسم اٹھائی پھر اسے بہتر کام نظر آیا تو وہ بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔ ❶
---	---

❶ (۱) حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَأَتِ الذِّي هُوَ خَيْرٌ وَكُفْرًا عَنْ يَمِينِكَ ؛ وَفِي لَفْظٍ ؛ فَكُفْرًا عَنْ يَمِينِكَ وَأَتِ الذِّي هُوَ خَيْرٌ ﴾

(۱) [سبل السلام (۱۸۷/۴) فقف الأثر (۱۶۷۷/۵) الروضة الندية (۳۰۷/۲)]

(۲) [المعنى (۲۹۵/۸) الشرح الكبير (۱۲۷/۲) بدائع الصنائع (۸/۳) الدر المختار (۵۶/۳) فتح القدير (۹/۴)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (۲۵۷۰) ترمذی (۱۵۳۲) كتاب النذور والایمان : باب ماجاء فی الاستثناء فی اليمين احمد (۳۰۹/۲) ابن ماجه (۲۱۰۴) نسائی (۳۸۵۵) موارد الظمان (۱۱۸۵) حاکم (۳۰۳/۴) تلخیص الحبير (۱۶۷/۴) نصب الراية (۲۳۴/۳)]

(۴) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۸۱۱) كتاب الايمان والنذور : باب الحالف يستثنى بعد مايتكلم ابو داود (۳۲۸۵) بيهقي (۴۸/۱۰)]

(۵) [بخاری (۳۴۲۴، ۶۶۳۹) كتاب أحاديث الأنبياء : باب قول الله تعالى ووهبنا لداود وسليمان.....]

(۶) [عارضه الأحوذی (۱۳/۷)]

”جب تم کسی کام پر قسم اٹھاؤ اور اس کے مخالف کام کو بہتر سمجھو تو بہتر کام کر لو اور قسم کا کفارہ ادا کر دو۔“ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ ”قسم کا کفارہ ادا کر دو اور بہتر کام کر لو۔“ (۱)

(ابوحنفہ) یہ جائز نہیں ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کر دیا جائے۔

(شافعی) ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ (۲)

(راجح) امام شافعی کا موقف راجح ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث میں دونوں صورتوں کا ذکر ہے اور امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے کہ ((الکفارۃ قبل الحنت وبعده)) ”قسم توڑنے سے پہلے اور بعد میں کفارہ ادا کرنا۔“

وَمَنْ أَكْرَهَ عَلَى الْجِبِينِ فَهِيَ غَيْرُ لَازِمَةٍ وَلَا يَأْتُمُ بِالْحِنْتِ فِيهَا	جسے قسم اٹھانے پر مجبور کیا جائے تو قسم اس پر لازم نہیں ہوگی اور اسے توڑنے سے وہ گناہ گار بھی نہیں ہوگا۔ ①
--	--

① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ [النحل: ۱۰۶]

”جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

(۲) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ رفع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه ﴾ ”میری امت سے خطا نسیان اور جس کام پر مجبور کیا گیا ہو اس کا گناہ مٹا دیا گیا ہے۔“ (۳)

(۳) امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے ((النبۃ فی الایمان)) ”قسموں میں نیت کا بیان“ اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے ﴿ إنما الأعمال بالنيات ﴾ ”عملوں کا دار و مدار صرف نیتوں پر ہے۔“ (۴)

درج بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ قصد اگر کسی کام پر قسم اٹھائی جائے تب ہی اسے پورا کرنا لازم ہوگا اور اسے توڑنے کی صورت میں کفارہ ادا کرنا پڑے گا بصورت دیگر ایسا کچھ ضروری نہیں ہے نیز فقہانے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ قسم میں شرط ہے کہ انسان کو مجبور نہ کیا گیا ہو۔ (۵)

(۱) [بخاری (۶۶۲۲) کتاب الایمان والنذور : باب قول الله تعالى : لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم..... احمد

(۲) [۶۲/۵) دارمی (۱۸۶/۲) ابو داود (۳۲۷۸) نسائی (۱۰/۷) بیہقی (۵۲/۱۰) مسند طرابلسی (۱۳۵۱)]

(۳) [سبل السلام (۱۸۸۲/۴) الروضة الندية (۳۶۱/۲) قفو الأثر (۱۶۸۳/۵)]

(۴) [صحیح : إرواء الغلیل (۸۲) ابن ماجه (۲۰۴۵) کتاب الطلاق : باب طلاق المكره والناسی ' شرح معانی الآثار

(۹۵/۳) طبرانی کبیر (۱۳۳/۱۱) دار قطنی (۱۷۰/۴) حاکم (۱۹۸/۲) بیہقی (۳۵۶/۷)]

(۵) [بخاری (۶۶۸۹) کتاب الایمان والنذور]

(۶) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فقہ السنۃ (۸۰/۳) الفقہ الإسلامی وأدلته (۲۴۷۶/۴) السبل الحرار (۶/۴)]

اور جھوٹی قسم وہ ہے جس کا جھوٹ قسم اٹھانے والے کے علم میں ہو
اور ۱ لغو (بے مقصد) قسموں پر کوئی مواخذہ نہیں۔ ۲

وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ هِيَ الَّتِي يَعْلَمُ الْحَافِلُ
كَذِبَهَا، وَلَا مُوَاخَذَةٌ بِاللُّغُو

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَسْجُدُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوَاءَ بِمَا صَدَقْتُمْ عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [النحل: ۹۴]

”اور تم اپنی قسموں کو آپس کی دغا بازی کا بہانہ نہ بناؤ، پھر تو تمہارے قدم اپنی مضبوطی کے بعد ڈگمگائیں گے اور تمہیں سخت سزا برداشت کرنا پڑے گی کیونکہ تم نے اللہ کی راہ سے روک دیا اور تمہیں بڑا سخت عذاب ہوگا۔“

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا والدین کی نافرمانی کرنا (ناحق) کسی جان کو قتل کرنا“ ﴿ وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ ﴾ ”اور جھوٹی قسم۔“ (۱)

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ ﴿ وما اليمين الغموس؟ ﴾ ”اور جھوٹی قسم سے کیا مراد ہے؟“ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ﴿ الذی یقطع بها مال امرئ مسلم هو فیها کاذب ﴾ ”جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال اڑایا جائے حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہو۔“ (۲)

(4) اکثر فقہاء کی یہ رائے ہے کہ یمن غموس وہ ہے جس کا بطلان قسم اٹھانے والے کے علم میں ہو۔ (۳)

② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللُّغُو فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمُ الْإِيمَانَ ﴾ [المائدة: ۸۹]

”اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو قسم پر تم سے مواخذہ نہیں فرماتا لیکن اس پر مواخذہ فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو (قصداً) مضبوط کر دو۔“

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ آیت کا مصداق ایسے شخص کو ٹھہراتی ہیں جو اس طرح بار بار قسمیں کھائے ﴿ لا واللہ بلی واللہ ﴾ ”نہیں اللہ کی قسم ہاں اللہ کی قسم۔“ (۴)

واضح رہے کہ قسم کی تین اقسام ہیں:

(1) لغو (2) غموس (3) معقدہ

لغو قسم وہ ہے جو انسان بات بات میں عاداتاً بغیر ارادے اور نیت کے کھاتا رہتا ہے اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ غموس وہ جھوٹی

(۱) [بخاری (۶۶۷۵) کتاب الایمان والنذور: باب اليمين الغموس]

(۲) [بخاری (۶۹۲۰) کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم: باب إثم من أشرك بالله وعقوبته في الدنيا والآخرة]

(۳) [سبل السلام (۱۸۸۸/۴) مؤطا (۴۷۷/۲) الروضة الندية (۳۶۲/۲) فقہ السنۃ (۸۱/۳)]

(۴) [بخاری (۶۶۶۳) کتاب الایمان والنذور: باب لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم]

تم ہے جو انسان دھوکہ اور فریب دینے کے لیے کھائے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے لیکن اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ معقدہ وہ قسم ہے جو انسان اپنی بات میں تاکید اور پختگی کے لیے ارادۃً اور نیۃً کھائے۔ ایسی قسم اگر توڑے گا تو اس کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ (۱)

مالک، احناف) کسی چیز کو سچا گمان کرتے ہوئے اس پر قسم اٹھانا لغو قسم ہے۔ (۲)

شافعی) ایسی قسم لغو یقین ہے جو غیر ارادی طور پر اٹھائی جائے۔ (۳)

جمہور) لغو یقین یہ ہے کہ کوئی شخص گذشتہ واقعہ کی خبر دیتے ہوئے کہے کہ اللہ کی قسم میں نے ایسے نہیں کیا۔ (۴)

راجح) لغو یقین وہ ہے جو غیر ارادی طور پر اٹھائی جائے کیونکہ قرآن میں لغو یقین کو ارادی قسم کے مقابلے میں بیان کیا

گیا ہے۔ (۵)

بعض حضرات معقدہ قسم کی پانچ قسمیں کرتے ہیں:

- (۱) سچی قسم اور یہ جائز ہے۔
- (۲) جھوٹی قسم، جس کا جھوٹ واضح ہو اور وہ حرام ہے۔
- (۳) جس کی سچائی کا گمان ہو یہ جائز نہیں۔
- (۴) جس کے جھوٹ کا گمان ہو یہ حرام ہے۔
- (۵) جس کے سچ اور جھوٹ میں شک ہو یہ بھی حرام ہے۔

اور جو قسم قلبی ارادے کے بغیر ہو بلکہ عادتاً زبان سے نکل جائے تو اسی کو لغو یقین کہتے ہیں۔ (۶)

<p>مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ اگر وہ اس پر کوئی قسم ڈالے تو وہ اسے پورا کرے ❶ اور قسم توڑنے کا کفارہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں بیان کیا ہے۔ ❷</p>	<p>وَمِنْ حَقِّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ إِبْرَارُ قَسْمِهِ، وَكَفَّارَةُ الْيَمِينِ هِيَ مَا ذَكَرَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ</p>
--	--

❶ (۱) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا: (ان میں سے

یک یہ ہے) ﴿وإبرار المقسم﴾ ”قسم دینے والے کی قسم کو پورا کرنا۔“ (۷)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے انہیں کھجور کا ہدیہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہما نے اس کا کچھ حصہ کھا لیا اور

(۱) [تفسیر أحسن البیان (ص ۳۲۵)]

(۲) [فقہ السنة (۸۰/۳) بدائع الصنائع (۳/۳-۴)]

(۳) [المہذب (۱۲۸/۲)]

(۴) [بدائع الصنائع (۱۷/۳)]

(۵) [فتح الباری (۵۵۶/۱۱) سبل السلام (۱۸۸۷/۴) فقہ السنة (۸۰/۳) الروضة الندية (۲/۳۶۳)]

(۶) [سبل السلام (۱۸۸۷/۴)]

(۷) [بخاری (۵۸۶۳) کتاب اللباس : باب خواتیم الذهب، ترمذی (۲۸۰۹) نسائی (۱۹۳۹)]

کچھ چھوڑ دیا تو اس نے کہا: میں آپ ﷺ پر قسم ڈالتی ہوں کہ آپ اس کا باقی حصہ بھی کھالیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أبريها فإن الإنثم على المحنث﴾ ”اے پورا کرو کیونکہ تم توڑنے والے پر ہی گناہ ہے۔“ (۱)

718- کسی عذر کی وجہ سے قسم پوری نہ کر سکے تو.....

اس پر کوئی گناہ نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔ (۲)

② ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَكْفَارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ نَمَّ يَجِدْ فَصِيَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ﴾ [المائدة: ۸۹]

”اس (قسم) کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں۔“

واضح رہے کہ مذکورہ آیت میں موجود لفظ ”أو“ کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا یہ تقسیم کے لیے ہے یا تخمیر کے لیے؟ نیز طعام و لباس کی مقدار و کیفیت میں بھی ائمہ سے اختلاف ہی منقول ہے لیکن راجح و برحق بات یہ ہے کہ بغیر کسی تعین و تخصیص کے اعتدال کے ساتھ آیت پر عمل کر لینا چاہیے۔

کفارہ میں محض آیت میں ذکر کردہ اشیاء ہی دی جائیں ان کی قیمت نہ دی جائے۔ یہی امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور امام

شافعیؒ کا موقف ہے۔ (۳)



(۱) [احمد (۱۱۴/۶)]

(۲) [بخاری (۷۰۴۶) کتاب التعمیر: باب من لم ير الرؤيا لأول عابر إذا لم يصب]

(۳) [المغنی (۲۶۵/۱۱)]

کتاب النذر
نذر کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يُؤْفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ [الدھر: ۷]

”وہ (مومن) نذر پوری کرتے ہیں۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ﴾

”گناہ کے کام میں نذر ماننا جائز نہیں۔“

[مسلم (۱۶۴۱) کتاب النذر: باب لا وفاء لنذر فی معصیة اللہ]

کتاب النذر ❶

نذر کے مسائل

إِنَّمَا يَصِحُّ إِذَا ابْتَغَى بِهِ وَجْهَ اللَّهِ فَلَا بَدَأَ أَنْ يَكُونَ قُرْبَةً وَلَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ

نذر صرف اسی وقت درست ہوگی جب اس کے ذریعے اللہ کی رضا مطلوب ہو لہذا ضروری ہے کہ نذر قرب الہی کا ذریعہ ہو اور اللہ کی نافرمانی کے کام میں نذر جائز نہیں۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظ نذر باب نَذَرَ يَنْذِرُ (نصر، ضرب) سے صدر ہے۔ اس کا معنی ”نذر ماننا اور کسی غیر

واجب کام کو اپنے اوپر واجب کر لینا“ ہے۔ (۱)

اصطلاحی تعریف: کسی خیر کے کام کا عہد کر لینا نذر کہلاتا ہے۔ (۲)

مشروعیت: اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يُؤْفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ [الدھر: ۷]

”وہ (مومنین) نذر کو پورا کرتے ہیں۔“

(۲) ایک اور آیت میں یہ لفظ ہے ﴿وَلْيُؤْفُوا نَذْوَرَهُمْ﴾ [الحج: ۲۹]

”انہیں چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔“

(۳) سورہ مائدہ کی پہلی آیت میں یہ ارشاد ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدہ: ۱]

”اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔“

(۴) ایک اور آیت میں عہد کی پاسداری کا حکم دیا گیا ہے ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ [الإسراء: ۳۴]

”اور عہد و پیمان کو پورا کرو کیونکہ یقیناً عہد کے متعلق پوچھا جائے گا۔“

❷ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ نَذَرَ أَنْ يَطِيعَ اللَّهَ فليطعه ومن نَذَرَ أَنْ

يعصيه فلا يعصه﴾ ”جو شخص اللہ کی اطاعت میں نذر مانتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے پورا کرے اور جو معصیت کی نذر مانتا ہے

وہ نافرمانی نہ کرے۔“ (۳)

درج ذیل حدیث بظاہر گذشتہ حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

(۱) [المعجم الوسيط (ص/۹۱۲) المنجد (ص/۸۸۳) لسان العرب (۱۰۰/۱۴)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۵۵۲/۴)]

(۳) [بخاری (۶۶۹۶) کتاب الأيمان والنذور: باب النذر في الطاعة، موطا (۴۷۶/۲) احمد (۳۶/۶) ابو داود

(۳۲۸۹) ترمذی (۱۵۲۶) نسائی (۱۷/۷) ابن ماجہ (۲۱۲۶) بیہقی (۶۸/۱۰)]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿نہی النبی ﷺ عن النذر﴾ قال : إنه لا یرد شیفاً إنما یرد شیفاً بہ من البخیل ﴿نبی ﷺ نے نذر سے منع فرمایا ہے نیز فرمایا کہ : یہ (نذر) کچھ نہیں لوٹاتی بلکہ اس کے ذریعے صرف بخیل سے مال نکلوایا جاتا ہے۔“ (۱)

ان احادیث میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ مال کے ساتھ نذر ماننا جائز نہیں البتہ دیگر نیکی کے کاموں مثلاً نماز روزہ وغیرہ کی نذر ماننا درست ہے بلکہ اسے پورا کرنا باعث اجر و ثواب ہے جیسا کہ آیت ”يُؤْفُونَ بِالنَّذْرِ“ کے متعلق امام طبری نے یہی وضاحت کی ہے۔ (۲)

(شافعی، مالک، احمد) نذر ماننا مکروہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (۳)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لا نذر فی معصیة﴾ ”نافرمانی کے کام میں نذر جائز نہیں۔“ (۴)

اور معصیت کی نذر کی ایک صورت یہ ہے کہ اولاد کے درمیان مساوات سے پیش نہ آنا ① یا شریعت کی مخالفت کرتے ہوئے ورثاء کے حقوق میں کمی پیشی کرنا۔ ②	وَمِنَ النَّذْرِ فِي الْمَعْصِيَةِ مَا فِيهِ مُخَالَفَةٌ لِلسُّوِيَةِ بَيْنَ الْاَوْلَادِ اَوْ مُفَاضَلَةٌ بَيْنَ الْوَرَثَةِ مُخَالَفَةٌ لِمَا شَرَعَهُ اللّٰهُ
--	--

① جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے والد کو نبی ﷺ نے حکم دیا تھا ﴿اتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم﴾ ”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔“ (۵)

② شریعت کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ نذر معصیت کی نذر ہوگی اور معصیت کی نذر سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ ابھی پیچھے دلائل ذکر کیے گئے ہیں لہذا ایسی کوئی بھی نذر ناجائز و ممنوع ہے۔

اور اس کی ایک صورت قبروں پر نذر ماننا ہے ① اور ایسے کام کی نذر بھی معصیت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی ہو۔ ②	وَمِنْهُ النَّذْرُ عَلَى الْقُبُورِ وَعَلَى مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ
--	--

① قبروں پر نذر ماننا عوام کے ذہنوں میں باطل عقائد مثلاً صاحبِ قبر کی تعظیم و تشریف آجا کر کرنے کی وجہ سے ممنوع ہے

(۱) [بخاری (۶۶۰۸) کتاب القدر : باب إلقاء العبد النذر إلى القدر] ابو داود (۳۲۸۷) نسائی (۳۸۰۱) ابن ماجہ (۲۱۲۲)

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۵۸۵/۱۱ - ۵۸۹) سبل السلام (۱۸۹۸/۴) قفو الأثر (۱۷۱۶/۵ - ۱۷۱۸)]

(۳) [معنی المحتاج (۴۵۴/۴) المغنی (۶۲۱/۱۳) سبل السلام (۱۸۹۸/۴)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۸۱۶) کتاب الأیمان والنذور : باب من رأى عليه كفارة إذا كان في معصية] ابو داود (۳۲۹۰) ترمذی (۱۵۲۴) احمد (۲۴۷/۶) إرواء الغلیل (۲۵۹۰)

(۵) [بخاری (۲۵۸۶) کتاب الهبة وفضلها : باب الهبة للولد] مسلم (۱۶۲۳) احمد (۲۶۸/۴) موطا (۷۵۱/۲)

ترمذی (۱۳۶۷) ابن ماجہ (۳۳۷۶)

کیونکہ یہ معصیت و نافرمانی ہے۔

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کے متعلق فرمایا جس نے اپنا وراثت کا تمام مال بجائے تقسیم کرنے کے کعبہ کے لیے ہبہ کر دیا تھا ﴿يَكْفُرُ عَنِ الْيَمِينِ﴾ ”کہ وہ قسم کا کفارہ ادا کرے۔“ (۱)

جب بیت اللہ کے لیے درست نہیں تو مشاہد، مزارات، قبوں، آستانوں اور قبور کے لیے بالادولی ممنوع ہے۔ (۲)

② شرب خمر، کسی کا ناحق قتل، گالی نکالنے، کسی کو بے جا مارنے، مساجد کی تزئین و آرائش اور گناہگاروں کے لیے نذر ماننا تاکہ وہ گناہوں میں مزید مستحکم ہو جائیں اور اس طرح کے دیگر غیر مشروع کاموں میں نذر ماننا جائز ہے کیونکہ یہ تمام معصیت اور نافرمانی کے کام ہیں اور پیچھے صحیح احادیث ذکر کی گئی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معصیت کی نذر جائز نہیں۔

وَمَنْ أَوْحَبَ عَلَيَّ نَفْسِهِ فَعَلَا لَمْ يَشْرَعَهُ اللَّهُ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ، وَكَذَلِكَ إِنْ كَانَ مِمَّا شَرَعَهُ اللَّهُ وَهُوَ لَا يَطِيقُهُ	اور جس نے اپنے نفس پر کوئی ایسا کام واجب کر لیا جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا تو وہ اس پر واجب نہیں ہے ① اور اسی طرح اگر وہ کام مشروع ہو لیکن نذر ماننے والا اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بھی واجب نہیں۔ ②
---	---

① ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص (دھوپ میں) کھڑا تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب میں عرض کیا: اس (ابو اسرائیل) نے نذر ماننی ہے کہ وہ سورج (کی دھوپ) میں کھڑا ہے گا نہ بیٹھے گا نہ سائے میں آئے گا نہ کسی سے کلام کرے گا اور (نہ کچھ کھائے گا یعنی) روزہ رکھے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَرَوْهُ لِيَتَكَلَّمْ وَلِيَسْتِظِلَّ وَلِيَقْعُدَ وَلِيَتِمَّ صَوْمَهُ﴾ ”اے حکم دو کہ وہ کلام کرے سائے میں آئے بیٹھے جائے لیکن اپنا روزہ پورا کر لے۔“

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إِنَّمَا النَّذْرُ فِيمَا ابْتَغَى بِهِ وَجْهَ اللَّهِ﴾ ”نذر صرف اس کام میں ہے جس کے ذریعے اللہ کی رضا مقصود ہو۔“ (۳)

② (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے بزرگ کو دیکھا جو اپنے بیٹوں کے (کندھوں کے) درمیان سہارے کر چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر ماننی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَنِ تَعْدِيبِ هَذَا نَفْسِهِ لَعَنَى وَأَمْرَهُ أَنْ يَرْكَبَ﴾ ”اللہ تعالیٰ کسی کے اپنے نفس کو عذاب دینے سے غنی ہے پھر آپ ﷺ نے اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔“

(۱) [موطا (۴۸۱/۲) بیہقی (۶۵/۱۰) تلخیص الحبیر (۱۷۶/۴)]

(۲) [الروضة الندية (۳۷/۲)]

(۳) [بخاری (۶۷۰۴) کتاب الأیمان والنذور: باب النذر فيما لا يملك وفي معصية، ابو داود (۳۳۰۰) ابن ماجہ

(۲۱۳۶) دارقطنی (۱۶۰/۴) بیہقی (۷۵/۱۰) شرح السنة (۲۴۱۰)]

ایک روایت میں یہ وضاحت ہے کہ اس بزرگ شخص نے بیت اللہ کی طرف پیدل چل کے جانے کی نذر مانی تھی۔ (۱)
 (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے بیت اللہ کی طرف پیدل چل کے جانے کی نذر مانی۔ نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشِيهَا﴾ مروا فلتركب ﴿اللہ تعالیٰ اس کے پیدل چلنے سے بے پرواہ ہے، اسے سوار ہونے کا حکم دو۔﴾ (۲)

وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسْمِهِ أَوْ كَانَ مَعْصِيَةً أَوْ لَا يُطِيقُهُ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةٌ يَمِينٌ	جس نے کوئی غیر معین یا معصیت کی یا ایسے کام کی نذر مانی جس کی اس میں طاقت نہیں تو اس پر قسم توڑنے کا کفارہ لازم ہے۔ ❶
--	---

- ❶ (۱) جیسا کہ کعبہ کے لیے اپنا تمام وراثت کا مال وقف کرنے والے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ ﴿يَكْفُرُ عَنِ الْيَمِينِ﴾ ”وہ قسم کا کفارہ ادا کرے۔“ (۳)
 (۲) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ﴾ ”نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔“ (۴)
 (۳) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ﴾ ”معصیت کے کام میں نذر جائز نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔“ (۵)
 (ابوحنیفہ شافعی) ایسے شخص کو چاہیے کہ ایک بکری کفارے کے طور پر ذبح کرے۔ (۶)
 (راجح) برحق بات وہی ہے جو گذشتہ احادیث میں بیان کی گئی ہے لہذا اس پر عمل کرتے ہوئے قسم توڑنے کا کفارہ ادا کر دینا چاہیے۔

وَمَنْ نَذَرَ بِقُرْبَةٍ وَهُوَ مُشْرِكٌ ثُمَّ أَسْلَمَ لَوْمَةٌ الْوَفَاءُ	جس نے حالت مشرک میں کسی اچھے کام کی نذر مانی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس پر لازم ہے کہ نذر پوری کرے۔ ❶
---	---

❶ (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی

(۱) [بخاری (۱۸۶۵/۱، ۶۷۰۱) کتاب الأيمان والنذور: باب النذر فيما لا يملك وفي معصية أحمد (۱۱۴/۳-۱۱۸)

ابو داود (۳۳۰۱) ترمذی (۱۰۳۷) نسائی (۳۸۵۲، ۳۸۵۳) بیہقی (۷۸/۱۰)

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی () کتاب النذور والأيمان: باب ما جاء فيمن يحلف بالمشي ولا يستطيع ترمذی

(۱۰۳۶)

(۳) [بیہقی (۶۵/۱)]

(۴) [مسلم (۱۶۴۵) کتاب النذر: باب في كفارة النذر ابو داود (۳۳۲۴) نسائی (۲۶/۷) أحمد (۱۴۴/۴)]

(۵) [صحیح: إرواء الغلیل (۲۵۹۰) ابو داود (۳۲۹۰) کتاب الأيمان والنذور: باب من رأى عليه كفارة إذا كان في

معصية ترمذی (۱۰۲۴) نسائی (۳۸۳۴) ابن ماجه (۲۱۲۵) أحمد (۲۴۷/۶)]

(۶) [بدائع الصنائع (۸۴/۵) بداية المجتهد (۴۱۱/۱) مغنی المحتاج (۳۶۳/۴) المذهب (۲۴۵/۱)]

کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أوف بنذرک﴾ ”اپنی نذر پوری کرو۔“ (۱)
 (۲) میمونہ بنت کرم کے والد نے عرض کیا میں نے بوائے مقام پر اونٹ نحر کرنے کی نذر مانی تھی تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا ”کیا وہاں کوئی بت یا طاغیہ تو نہیں؟“ اس نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أوف بنذرک﴾ ”اپنی نذر پوری کرو۔“ (۲)

اور نذر وراثت کے ٹکٹ سے ہی ادا ہوگی ❶ اور جب نذر ماننے والا فوت ہو جائے اور اس کی طرف سے اس کی اولاد نذر پوری کر دے تو اسے کفایت کر جائے گی۔ ❷	وَلَا يَنْفُذُ النَّذْرُ إِلَّا مِنَ التَّلْثِ، وَإِذَا مَاتَ النَّاذِرُ بِقَرْبَةٍ فَعَلَمَهَا عَنْهُ وَلِذَلِكَ أَجْزَأُهُ ذَلِكَ
--	---

❶ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں اپنے مال سے اللہ اور اس کے رسول کے لیے صدقہ کروں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أمسلك عليك بعض مالك فهو خير لك﴾ ”اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھ لو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔“ (۳)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کے لیے صدقہ کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ نصف مال صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا ”نہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ تیسرا حصہ صدقہ کر دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿نعم﴾ ”ہاں۔“ (۴)

❷ (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی فوت شدہ بہن کے متعلق پوچھا جس نے حج کرنے کی نذر مانی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لو كان عليها دين ائنت قاضيه؟﴾ ”اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتا؟“ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فما قض الله فهو احق بالقضاء﴾ ”اللہ تعالیٰ کو بھی ادا کرو کیونکہ وہ قضا کا زیادہ مستحق ہے۔“ (۵)

(۲) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے اس نذر کے متعلق فتویٰ مانگا جو ان کی والدہ کے ذمے تھی اور وہ اسے

(۱) [بخاری (۲۰۳۲) کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف لیلًا، مسلم (۱۶۵۶) ابو داؤد (۳۳۲۵) ترمذی

(۱۵۳۹) نسائی (۳۸۲۰) ابن ماجہ (۲۱۲۹) أحمد (۳۷/۱) حمیدی (۳۰۴/۲) بیہقی (۳۱۸/۴) دارمی

[(۱۸۳/۲)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۷۳۳) کتاب الکفارات: باب الوفاء بالنذر، ابن ماجہ (۲۱۳۱) الفتح الربانی

[(۱۸۳/۱۴)]

(۳) [بخاری (۶۶۹۰) کتاب الأیمان والنذور: باب إذا أهدى ماله على وجه النذر والتوبة، مسلم (۲۷۶۹)]

(۴) [حسن صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۸۴۲) کتاب الأیمان والنذور: باب من نذر أن يتصدق بماله، ابو داؤد

[(۳۳۲۱)]

(۵) [بخاری (۶۶۹۹) کتاب الأیمان والنذور: باب من مات وعليه نذر، مسلم (۱۶۳۸)]

پورا کرنے سے پہلے فوت ہوگئی تھی۔ آپ ﷺ نے انہیں یہ فتویٰ دیا کہ وہ (اس نذر کو) اپنی فوت شدہ والدہ کی طرف سے پورا کر دیں۔ (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایک عورت کو مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا حکم دیا جس کی والدہ نے قبل از وفات یہ نذر مانی تھی۔ (۲)

719- کیا نذر کی قضا اور ثاپر واجب ہے؟

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور) اگر نذر مالی ہو تو اسے ادا کرنا واجب نہیں بلکہ میت کے ترکہ سے ادا کی جائے گی خواہ میت نے اس کی وصیت نہ بھی کی ہو۔ اور اگر نذر غیر مالی ہو تو اسے پورا کرنا بھی واجب نہیں۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) نذر صرف اس صورت میں ورتا پوری کریں گے جبکہ میت نے اس کی وصیت کی ہو۔

(ابن حزمؒ، اہل ظاہر) نذر کی قضا اور ثاپر ہر حال میں لازم ہے۔ (۳)

(راجح) اہل ظاہر کا قول راجح ہے (بشرطیکہ کوئی شرعی عذر مانع نہ ہو) کیونکہ حدیث میں موجود امر و وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ (۴)



(۱) [بخاری (۶۶۹۸) ایضاً]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث ۶۶۹۸) ایضاً]

(۳) [قفو الاثر (۱۷۲۶/۵) فتح الباری (۵۹۳/۱۱-۵۹۴) سبل السلام (۱۹۰/۴)]

(۴) [سبل السلام (۱۹۰/۴)]

کتاب الأَطعمة

کھانے کے مسائل

- باب المحرمات من الأَطعمة حرام کھانوں کا بیان
- باب الصيد شکار کا بیان
- باب الذبح ذبح کا بیان
- باب الضیافة مہمان نوازی کا بیان
- باب آداب الأکل کھانے کے آداب کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾ [الأعراف: ۳۱]

”کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز مت کرو۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿أَكَلٌ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ﴾

”میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے۔“

[صحیح: الصحیحہ (۵۴۴)]

کتاب الأطعمة ۱

کھانے کے مسائل

حرام کھانوں کا بیان

باب المحرمات من الأطعمة

<p>اصل میں ہر چیز حلال ہے اور صرف حرام وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور جس سے انہوں نے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے۔ ⑤</p>	<p>الأَصْلُ فِي كُلِّ شَيْءٍ الْحِلُّ وَلَا يَحْرُمُ إِلَّا مَا حَرَّمَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا سَكَنَّا غَنَةَ فَهُوَ عَفْوٌ</p>
--	---

① لفظِ أطعمة جمع قلت ہے اس کی واحد طعام ہے۔ طعام سے مراد وہ چیز ہے جسے کھایا جائے یا پیا جائے جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ [البقرة: ۲۴۹] ”جس نے اسے (پانی کو) نہ چکھادہ مجھ سے ہے۔“ باب طَعَمٌ يَطْعَمُ (سمع) کھانا۔ باب أُطْعِمُ يَطْعِمُ (أفعال) کھانا۔ (۱) مشروعیت: اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ [البقرة: ۲۹]

”جو کچھ بھی زمین میں ہے اس نے سب تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔“

(2) ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾ [الأعراف: ۳۱]

”کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز مت کرو۔“

(3) ﴿يَأْتِيهَا النَّاسُ كُلُّهُمْ مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ [البقرة: ۱۶۸]

”اے لوگو! ان اشیاء میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال اور پاکیزہ ہیں۔“

(4) ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ [الأعراف: ۱۵۷]

”وہ (یعنی نبی ﷺ) ان کے لیے پاکیزہ اشیاء حلال قرار دیتا ہے اور خبیث اشیاء ان پر حرام کرتا ہے۔“

(5) حدیث نبوی ہے کہ ﴿كل واشرب والبس وتصدق من غير سرف ولا مخيلة﴾ ”کھاؤ، پیو لباس پہنو اور صدقہ کرو لیکن اسراف اور تکبر کے بغیر۔“ (۲)

○ تمام غیر خبیث اشیاء پاکیزہ اور حلال ہیں تاہم خبیث اشیاء کی خباثت مندرجہ ذیل امور سے معلوم کی جاسکتی ہے:

(۱) [المنجد (ص ۴۶۶) القاموس المحيط (ص ۱۴۶۲)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۲۹۰۴) کتاب اللباس: باب البس ما شئت ما أخطاك سرف أو مخيلة ابن ماجہ

(۳۶۰۵) نسائی (۲۵۵۹) أحمد (۱۸۱/۲)]

- (1) شارع عَلَيْهِ السَّلَامُ نے نضس بیان کی ہو کہ فلاں چیز خبیث ہے مثلاً گھریلو گدھے۔
 - (2) جس کی تعریف پر نضس موجود ہو مثلاً ”کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر“۔
 - (3) جس کی خباثت معروف ہو مثلاً چوہیا اور سانپ وغیرہ۔
 - (4) شارع عَلَيْهِ السَّلَامُ نے جس کے قتل کا حکم دیا ہو یا جس کے قتل سے منع کیا ہو مثلاً چیل اور مینڈک وغیرہ۔
 - (5) جس جانور کے متعلق مشہور ہو کہ وہ مردار کھاتا ہے مثلاً گدھ۔
 - (6) جس کی پیدائش حلال و حرام کے مابین ہوئی ہو تو اُغلب تحریم ہی ہوگی۔
 - (7) جس کی خباثت عارضی ہو مثلاً جلالہ جانور۔
 - (8) جو چیز انسان کے لیے جسمانی طور پر ضرر رساں ہو مثلاً زہر۔
 - (9) جو چیز عقل کو نقصان پہنچاتی ہو مثلاً شراب اور تمام نشہ آور اشیاء وغیرہ۔
 - (10) جسے ناجائز طریقے سے ذبح کیا گیا ہو مثلاً کسی کافر نے ذبح کیا ہو یا غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو وغیرہ۔ (۱)
- یاد رہے کہ جن اشیاء میں یہ اسبابِ خبث موجود نہیں وہ حلال ہیں۔

② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ [البقرة: ۲۹]

”وہ اللہ جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔“

(2) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الحلال ما أحل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه وما سكت عنه فهو مما عفا عنه﴾ ”حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جس کے متعلق خاموشی اختیار فرمائی ہے وہ اُن اشیاء میں سے ہے جن سے اس نے درگزر فرما دیا ہے۔“ (۲)

(3) حضرت ابو برداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ما أحل الله في كتابه فهو حلال، وما حرم فهو حرام، وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافية﴾ ”جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جسے حرام کیا ہے وہ حرام ہے اور جس سے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے لہذا اس کی معاف کردہ اشیاء کو قبول کرو۔“ (۳)

(۱) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسام (۱۸۱۷/۴)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲۷۱۵) كتاب الأَطْعَمَة : باب أكل الحين والسمن، ابن ماجة (۳۳۶۷) ترمذی

(۱۷۱۶) صحيح الجامع الصغير (۳۱۹۵)]

(۳) [حسن : غياية امرام (۲) كشف الأستار للبيزار (۳۲۵/۳) (۲۸۵۵) مجمع الزوائد (۱۷۱/۱۰) حاكم

(۳۷۵/۲)]

(4) حضرت ابوشلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تَضِيعُوهَا وَحُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحِمَةً لَكُمْ غَيْرَ نَسِيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں انہیں ضائع مت کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہے انہیں تجاوز مت کرو اور جان بوجھ کر تم پر رحمت کرتے ہوئے کچھ چیزوں سے خاموشی اختیار کی ہے سو تم انہیں مت کریدو۔“ (۱)

جو اشیاء کتاب اللہ میں مذکور ہیں وہ حرام ہیں۔ ①

فِي حُرْمِ مَا فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِ

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ حُرْمَتٌ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ﴾ ”تم پر مردار حرام کیا گیا ہے۔“

مردار سے مراد وہ چیز ہے جو طبی موت مر جائے۔

﴿ وَاللَّهْمُ ﴾ ”اور خون۔“

خون سے مراد ﴿ ذِمًا مَسْفُوحًا ﴾ یعنی بہتا ہوا خون ہے۔

﴿ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ ﴾ ”اور خنزیر کا گوشت۔“

گوشت کے علاوہ بھی اس کی ہر چیز بالاتفاق حرام ہے۔

﴿ وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ﴾ ”جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام پکارا گیا ہو۔“

﴿ وَالْمُنْحَنِقَةُ ﴾ ”جو گلا گھسنے سے مرا ہو۔“

﴿ وَالْمَوْقُودَةُ ﴾ ”جسے چھڑی یا لاٹھی ماری جائے اور وہ مر جائے۔“

﴿ وَالْمُتَرَدِّيَةُ ﴾ ”جو بلندی سے گر کر مر جائے۔“

﴿ وَالنَّطِيخَةُ ﴾ ”جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مرا ہو۔“

﴿ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ ﴾ ”جسے درندوں نے پھاڑ کھا یا ہو۔“

﴿ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ﴾ ”ہاں اگر اسے ذبح کر لو تو حرام نہیں۔“

﴿ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصَبِ ﴾ ”اور جسے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔“

﴿ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْآزْلَامِ ﴾ ”قرعہ کے تیروں کے ذریعے فال گیری کرنا۔“

﴿ فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَحَانِفٍ لِآلِمِ اللَّهِ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ [المائدة : ۳]

”جسے شدید بھوک ہو اور وہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

(2) ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ قُلْ لَا أُجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ

خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُحِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ﴾ [الأنعام: ١٤٥]

”آپ کہہ دیجیے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ اسے غیر اللہ کے لیے نامزد کیا گیا ہو۔“

پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور الرحیم ہے۔

(ابن تیمیہ) ائمہ اربعہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ مجبور آدمی پر مردار کھانا واجب ہے۔ (۱)

اور ہر چیز پھاڑ کرنے والا درندہ ❶ اور ہر ایسا پرندہ جو پنچوں میں گرفت کر کے کھائے (حرام ہے)۔ ❷	وَ كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ، وَ كُلُّ ذِي مَخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ
--	--

❶ حضرت ابوشلبہ حنسی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ كل ذی نَاب من السباع فاکله حرام ﴾ ”ہر چیز پھاڑ کرنے والا درندہ کھانا حرام ہے۔“ (۲)

لفظ نَاب کی جمع اُنْيَاب ہے۔ اس سے مراد ایسا دانت ہے جو باعیہ (دانتوں) کے پیچھے ہو (اور باعیہ ثنایا کے ساتھ ہوتے ہیں اور ثنایا درمیان والے دو دانتوں کو کہتے ہیں)۔ (۳)

سَبَاع سَبْع کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ جانور ہے جو چیر پھاڑ کرے۔ (۴)

”ذی نَاب من السباع“ سے مراد ایسا درندہ ہے جو کچلیوں کے ساتھ شکار کر کے کھائے مثلاً شیر، بھیڑ یا اور

چیتا وغیرہ۔ (۵)

○ لومڑی اور بچو (چرگ) کے متعلق اختلاف ہے۔

(ابوصنفہ) دیگر درندوں کی طرح یہ بھی حرام ہیں۔

(شافعی) محض وہی درندہ حرام ہے جو حملہ کر کے چیر پھاڑ دینے والا ہو اور یہ اس طرح نہیں ہیں اس لیے حلال ہیں۔ (۶)

(راجح) انہیں کھایا جاسکتا ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ حضرت ابن ابی عمار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

(۱) [أخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص/٤٦٤)]

(۲) [بخاری (۵۵۳۰) کتاب الذبائح والصيد: باب أكل كل ذی نَاب من السباع، مسلم (۱۹۳۲) ابو داود (۳۸۰۲)]

ترمذی (۱۴۷۷) نسائی (۴۳۲۵) ابن ماجہ (۳۲۳۲) مؤطا (۴۹۶/۲)]

(۳) [القاموس المحيط (ص/۱۷۹)]

(۴) [القاموس المحيط (ص/۹۳۸)]

(۵) [تحفة الأحمدي (۳۵/۲) النهاية (۳۳۷/۲)]

(۶) [الروضة الندية (۳۸۶/۲) سبل السلام (۱۸۱۸/۴) الفقه الإسلامي وأدلته (۲۵۹۵/۴)]

دریافت کیا کہ ﴿الضبع صید ہی؟﴾ ”کیا بچو شکار ہے؟“ تو انہوں نے کہا ﴿نعم﴾ ”ہاں“ پھر انہوں نے پوچھا ﴿آکلہا؟﴾ ”کیا میں اسے کھاؤں؟“ تو انہوں نے جواب دیا ﴿نعم﴾ ”ہاں“۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ ﴿آکلہ رسول اللہ؟﴾ ”کیا رسول اللہ ﷺ نے اسے کھایا ہے؟“ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ﴿نعم﴾ ”ہاں“۔ (۱)

جس روایت میں یہ لفظ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ومن يأكل الضبع﴾ ”اور جو کون کھاتا ہے؟“ اس کی سند میں دوراوی ضعیف ہیں: ایک عبدالکریم ابوامیہ اور دوسرا اسماعیل بن مسلم۔ اس لیے وہ روایت ضعیف ہے۔ (۲)

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ ﷺ عن کل ذی مخلب من الطیر﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ہر ایسے پرندے سے منع فرمایا ہے جو پنچوں میں گرفت کر کے کھائے۔“ (۳)

لفظ مخلب کا معنی ”پنچ یا چنگل“ ہے یعنی پرندے کی وہ چیز جو انسان کے ناخنوں کے مثل ہو۔ (۴)

”ذی مخلب“ سے مراد ایسا پرندہ ہے جو شکار میں پنچ کے ذریعے تقویت حاصل کرے (مثلاً چیل، شکر، شاہین اور باز وغیرہ)۔ (۵)

اور گھریلو گدھے ① اور غلاظت کھانے والا جانور غلاظت ختم ہونے

وَالْحَمْرُ الْإِنْسِيَّةُ، وَالْحَلَالَةُ قَبْلَ

سے پہلے حرام ہے۔ ②

الْإِسْتِحَالَةِ

① حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أمرنا النبي ﷺ في غزوة خيبر أن نلقى الحمر الأهلية نيئة ونضيجة ثم لثم يأمرنا بأكله بعد﴾ ”غزوة خيبر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گھریلو گدھوں کا گوشت پھینک دیں، کچا بھی اور پکا ہوا بھی، پھر ہمیں اس کے کھانے کا بھی آپ نے حکم نہیں دیا۔“ (۶)

720- جنگلی گدھے کا گوشت حلال ہے

جنگلی گدھے کا گوشت حلال ہے جیسا کہ صحیح احادیث اس پر شاہد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کو جنگلی گدھے کا

(۱) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۱۷۹۱) کتاب الأطعمة: باب ما جاء في أكل الضبع، ابو داؤد (۳۸۰۱) ابن ماجہ (۳۲۳۶) نسائی (۴۳۲۳)]

(۲) [ضعیف: ضعیف ترمذی (۳۰۳) میزان الاعتدال (۶۴۶/۲) المنجروحين (۱۲۰/۱) الجرح والتعديل (۱۹۸/۲)]

(۳) [مسلم (۱۹۳۴) کتاب الصيد والذبائح وما یوکل من الحيوان: باب تحريم أكل كل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر، ابو داؤد (۳۸۰۲)]

(۴) [تهذيب اللغة (۴۱۷/۷)]

(۵) [سبل السلام (۱۸۲۱/۴)]

(۶) [بخاری (۴۲۲۶) کتاب المغازی: باب غزوة خيبر، مسلم (۱۹۳۸) نسائی (۴۳۳۸)]

گوشت ہدیہ میں دیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لولا أنا محرمون لقبلاہ منک﴾ ”اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اسے تم سے قبول کر لیتے۔“ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نبی ﷺ حالت احرام میں نہ ہوتے تو جنگلی گدھے کا گوشت ضرور تناول فرماتے اور یہ اس کے حلال ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ نے جنگلی گدھے کا گوشت کھالیا اور بعض نے انکار کیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إنما ہی طعمۃ أطمعکموها اللہ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ کھانا کھلایا ہے۔“ (۲)

721- گھوڑے کا گوشت حلال ہے

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ ﷺ یوم خیبر عن لحوم الحمر و رخص فی الخیل﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کر دیا اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی۔“ (۳)

اس واضح حدیث کے باوجود فقہانے گھوڑے کے گوشت کے متعلق اختلاف کیا ہے؟

(احناف، مالکؒ) گھوڑے کا گوشت حرام ہے۔

(احمدؒ، شافعیؒ، محمدؒ، ابو یوسفؒ) گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔ (۴)

② حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ عن أکل الحلالۃ و ألبانہا﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے گندگی خور جانور کے کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔“ (۵)

لفظی اعتبار سے ”جلالہ“ باب جَلَّ (نصر، ضرب) سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ”بیشکی چننا“ مستعمل ہے۔ جلالہ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے ((ہی التی تأکل العذرة من الحيوان)) ”جانوروں میں جو نجاست و غلاظت کھاتا ہو (جلالہ کہلاتا ہے)۔“ (۶)

(۱) [مسلم (۱۱۹۴) کتاب الحج : باب تحريم الصيد المأكول البری]

(۲) [مسلم (۱۱۹۶) کتاب الحج : باب تحريم الصيد المأكول البری]

(۳) [بخاری (۴۲۱۹) کتاب المغازی : باب غزوة خیبر]

(۴) [سبل السلام (۱۸۲۴/۴) الفقہ الاسلامی وأدلته (۲۵۹۴/۴)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۲۱۶) کتاب الأطعمة : باب النهی عن أکل الحلالۃ و ألبانہا، إروء الغلیل

(۲۵۰۴) ابو داود (۳۷۸۶) نسائی (۴۴۴۸) ترمذی (۱۸۲۵) موارد الظمان (۱۳۶۳) حاکم (۳۴۱۲) احمد

{(۲۲۶/۱)}

(۶) [مشارك الأنوار علی صحاح الآثار للفاضی عیاض (ص ۱۴۹/۱) سبل السلام (۱۸۳۱/۴) لسان العرب

{(۳۳۶/۲)}

- یاد رہے کہ جلالہ کی گندگی والی حالت بدل جانے سے حرمت کا حکم بھی حلت میں تبدیل ہو جائے گا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تین دن جلالہ مرغی کو قید کر کے رکھتے تھے (اور پھر کھا لیتے تھے)۔ (۱)
- ثابت ہوا کہ جلالہ جانور سے اگر نجاست و بدبو زائل ہو جائے تو وہ حلال ہو جائے گا۔ (۲)

وَالْكَلْبُ وَالْهَرَّةُ وَمَا كَانَ مُسْتَحْبَبًا اور کتے اور بلیاں ① اور ہر خبیث جانور سب حرام ہے۔ ②

① (۱) حضرت ابو بیریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿سألت جابرا عن ثمن السنور والكلب﴾ ”میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے بلی اور کتے کی قیمت کے متعلق دریافت کیا“ تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿زجر النبی عن ذلك﴾ ”نبی ﷺ نے اس سے جھڑکا ہے۔“ (۳)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿نہی عن ثمن الكلب والنسور﴾ ”آپ ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إن الله إذا حرم على قوم أكل شئ حرم عليهم ثمنه﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کوئی چیز کھانا حرام قرار دے دیتے ہیں تو اس کی قیمت بھی حرام کر دیتے ہیں۔“ (۵)

کتا اور بلی اس لیے حرام ہیں کیونکہ یہ درندے ہیں مردار کھاتے ہیں اور کتے کو تو شیطان تک کہہ دیا گیا ہے۔ (۶)

② ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَيُحْرَمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ﴾ [الأعراف: ۱۵۷]

”اور آپ ﷺ ان پر خبیث اشیاء کو حرام قرار دیتے ہیں۔“

مذکورہ آیت میں موجود لفظ ”خبائث“ سے مراد ایسی خبیث اشیاء ہیں جنہیں عرب بغیر عادت یا علت کے خبیث سمجھتے ہوں کیونکہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا مثلاً کھسی، چھمڑ، زنبور، جوں، پو، مینڈک، چھپکلی، گرگٹ، غطا یہ (چھپکلی کے مشابہ ایک

(۱) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۵۱/۸)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سبل السلام (۱۸۳۱/۴) فتح الباری (۵۶۵/۹) المغنی (۴۱/۹) الروضة الندية

(۳۹۰/۲)]

(۳) [مسلم (۱۵۶۹) کتاب المساقاة: باب تحريم ثمن الكلب، نسائی (۴۶۶۸) ابو داود (۳۴۷۹) ترمذی (۱۲۷۹)

ابن ماجہ (۲۱۶۱) احمد (۳۱۷/۳)]

(۴) [أيضاً]

(۵) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۹۷۸) کتاب البیوع: باب فی ثمن الحمر والمیتة، ابو داود (۳۴۸۸) أحمد

(۳۷۰/۳)]

(۶) [حجة البالغة (۱۸۱/۲)، الروضة الندية (۳۹۰/۲)]

جانور) کھٹل، بھلان (گبریلایا ایک قسم) سنڈی اور تمام حشرات الارض وغیرہ۔

بالفرض اگر بعض عرب کسی چیز کو خبیث اور بعض اسے اچھا سمجھتے ہوں تو اکثریت کی رائے کے مطابق حکم ہوگا۔ (۱)

722- جن جانوروں کے قتل کا حکم دیا گیا ہے

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ خمس فواسق يقتلن فی الحرم : الفأرة ، والعقرب ، والحدیاء ، والغراب ، والکلب العقور ﴾ ”پانچ جانور فاسق ہیں انہیں حرم میں بھی قتل کر دیا جائے: چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا۔“ (۲)

(۲) حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ ان رسول اللہ أمر بقتل الوزغ ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے چھچھلی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔“ (۳)

723- جن جانوروں کے قتل سے منع کیا گیا ہے

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ إن النبی نہی عن قتل أربع من الدواب : النملة ، والنحلة ، والهدھد ، والصدرد ﴾ ”نبی ﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا ہے: چبوتی، شہد کی کھٹی، ہدھد اور مولا۔“ (۴)

(۲) حضرت عبدالرحمن بن عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک طبیب نے نبی ﷺ سے مینڈک کو دواء میں ڈالنے کے متعلق دریافت کیا ﴿ فنهاہ النبی ﷺ عن قتلھا ﴾ ”تو نبی ﷺ نے اسے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔“ (۵)

○ جن جانوروں کو قتل کرنے یا نہ قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیا ان کا کھانا بھی حرام ہے؟ اس کے متعلق اختلاف ہے تاہم راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے پھر جسے شریعت نے حرام کر دیا وہ حرام ہے اور جسے حرام نہیں کیا وہ حلال ہے۔ اسی طرح جنہیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے شریعت نے جنہیں حرام کیا ہے وہ حرام ہوگا اور اس کے علاوہ تمام جانور حلال ہوں گے۔ (۶)

(۱) [الفقہ الإسلامی وأدلته (۲۶۰/۱/۴) الروضة الندية (۳۹۱/۲)]

(۲) [بخاری (۳۳۱۴) کتاب بدء الخلق : باب إذا وقع الذباب فی شراب أحدکم فلیغمسه ، مسلم (۱۱۹۸)]

(۳) [بخاری (۳۳۵۹) کتاب أحادیث الأنبياء : باب قول الله تعالى : واتخذ الله إبراهيم خلیلاً ، مسلم (۴۱۵۴) کتاب السلام : باب استحباب قتل الوزغ]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۴۳۸۷) کتاب الأدب : باب فی قتل الذر ، ابو داود (۵۲۶۷) ابن ماجہ (۳۲۲۴) احمد (۳۳۲/۱) دارمی (۸۹/۲) ابن حبان (۱۰۷۸) - الموارد بیہقی (۳۱۷/۹) إرواء الغلیل (۱۴۲/۸) (۲۴۹۰)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۲۷۹) کتاب الطب : باب فی الأدوية المكروهة ، ابو داود (۳۸۷۱) نسائی (۴۳۵۵) (۴۰۶۲)]

(۶) [الروضة الندية (۳۹۳/۲) الدراری المضیة (ص/۲۸۳)]

اور جوان کے علاوہ ہیں وہ حلال ہیں۔ ①

وَمَا عَدَا ذَلِكَ فَهُوَ حَلَالٌ

① ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ﴾ [الأعراف: ۱۵۷]

”آپ ﷺ ان کے لیے پاکیزہ اشیاء حلال قرار دیتے ہیں اور خبیث اشیاء حرام کرتے ہیں۔“
معلوم ہوا کہ گذشتہ بیان کردہ حرام اشیاء کے علاوہ وہ تمام اشیاء جو خبیث نہیں ہیں بلکہ پاکیزہ ہیں حلال ہیں۔

724- ضب (سانڈے) کا حکم

ضب کھانا جائز ہے کیونکہ اسے رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر رکھایا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا وہ الگ بات ہے کہ آپ نے خود اسے تناول نہیں فرمایا جیسا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ فَاكَلْتَهُ وَرَسُولُ اللَّهِ يَنْظُرُ ﴾ ”میں نے اسے (ضب کو) کھایا اور رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔“ (۱)

725- قنفذ (سیبہ) کا حکم

سیبہ کھانا حلال ہے کیونکہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہیں اور جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیبہ کے متعلق فرمایا ﴿ حَبِيبَةٌ مِنَ الْحَبَائِثِ ﴾ ”سیبہ خبیث اشیاء میں سے ایک ہے۔“ وہ روایت ضعیف ہے۔ (۲)

726- ٹڈی کا حکم

ٹڈی کھانا جائز ہے۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اونی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غُرُوتٍ - أَوْ سِتًّا - كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الْحِرَادَ ﴾ ”ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سات یا چھ غزوات میں شرکت کی، ہم آپ کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔“ (۳)

727- خرگوش کا حکم

خرگوش حلال ہے اور اس کا گوشت کھایا جاسکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے ایک خرگوش کا پیچھا کیا۔ ہم مرالظہم ان میں تھے۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور تھک گئے پھر میں نے اسے پکڑ لیا اور اسے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا ﴿ فذبحها فبعث بوركها أو قال

(۱) [بخاری (۵۵۳۷) کتاب الذبائح والصيد : باب الضب، مسلم (۱۹۴۳)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۸۱۴) كتاب الأَطْعِمَة : باب فنى أكل حشرات الأرض، ابو داود (۳۷۹۹) أحمد

[(۳۸۱/۲)]

(۳) [بخاری (۵۴۹۵) كتاب الذبائح والصيد : باب أكل الحرار، مسلم (۳۶۱۰)]

بفخذیہا إلى النبی ﷺ فقبلها ﴿ ” انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کے دونوں کو لہے (یا راوی نے بیان کیا کہ) اس کی دونوں رانیں نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجیں اور آپ نے انہیں قبول فرمایا۔“ (۱)

728- مٹی کا حکم

کتاب وسنت میں کہیں مٹی کھانے کی واضح لفظوں میں ممانعت تو ہمارے علم میں نہیں لیکن چونکہ یہ جسمانی طور پر انسان کے لیے ضرر رساں ہے اس لیے اسے کھانا درست نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ﴾ [النساء: ۲۹]

”اور اپنے نفسوں کو مت قتل کرو۔“



(۱) [بخاری (۵۵۳۵) کتاب الذبائح والصيد: باب الأرنب، احمد (۳۳۲/۱) ابن حبان (۵۶۴۶/۱۲) تحفة الأشراف

(۶۹/۵) إرواء الغلیل (۲۴۹۰)]

شکار کا بیان

باب الصيد ①

مَا صَيْدَ بِالسَّلَاحِ الْجَارِحِ وَالْمَجْرَاحِ كَانَ حَلَالًا
جس جانور کو تیز ہتھیار یا شکاری جانوروں کے ذریعے شکار کیا
جائے وہ حلال ہے جبکہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ②

① لغوی وضاحت: لفظ صید باب صَادَ يَصِيدُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی شکار کرنا ہے۔ باب تَصَيْدٌ (تفعل) اور باب إِصْطَادَ (افتعال) کا بھی یہی معنی ہے۔ ”صيد“ شکار کو اور ”صائد“ شکاری کو کہتے ہیں۔ (۱)
اصطلاحی تعریف: حلال جنگلی جانور کا شکار کرنا جو بالعموم کسی کی ملکیت و قبضہ میں نہیں ہوتا۔ (۲)
مشروعیت: اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾ [المائدة: ۲]

”جب تم احرام اتار دو تو شکار کھیل سکتے ہو۔“

(2) ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا﴾

[المائدة: ۹۶]

”تمہارے لیے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے۔ تمہارے فائدے کے لیے اور مسافروں کے لیے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لیے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو۔“

② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا
أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ [المائدة: ۴]

”آپ کہہ دیجیے کہ تمام پاک چیزیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں اور جن شکار کھینے والے جانوروں کو تم نے سدھا رکھا ہے یعنی جنہیں تم تھوڑا بہت وہ سکھاتے ہو جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہے۔ پس جس شکار کو وہ تمہارے لیے پکڑ کر روک رکھیں تو تم اس سے کھاؤ اور اس پر اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کر لیا کرو۔“

(2) حضرت ابو ثعلبہ حشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا میں تیرے مکان سے بھی شکار کرتا ہوں اور اپنے اُس کتے سے بھی جو سکھایا ہوا نہیں ہے اور اُس کتے سے بھی جو سکھایا ہوا ہے تو اس میں سے کس کا کھانا میرے لیے جائز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿وما صدت بقوسك فذكرت اسم الله فكل﴾ 'وما صدت بکلبك المعلم فذکرت

(۱) [لسان العرب (۴۵۰/۷) المنجد (ص ۴۸۸/۱)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۸۰۳/۴) اللباب (۲۱۷/۳) تبیین الحقائق (۵۰/۱۶) کشاف القناع (۲۱۱/۶)]

اسم اللہ فکل، وما صدت بکلبک غیر معلم فأدرکت ذکاتہ فکل ﴿ ”جو شکار تم اپنے تیر کمان سے کرو اور (تیر پھینکتے وقت) اللہ کا نام لیا ہو تو (اس کا شکار) کھا سکتے ہو اور جو شکار تم نے سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے کیا ہو اور اس پر اللہ کا نام لیا ہو تو اسے بھی کھا سکتے ہو اور جسے تم اپنے غیر سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے شکار کرو اور پھر اسے ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو اسے بھی کھا سکتے ہو۔“ (۱)

(۳) ایک روایت میں ہے کہ ”جس نے شکاری کتے یا زراعت و مویشیوں کے نگہبان کتے کے علاوہ کوئی کتا رکھا تو روزانہ اس کا ایک قیراط اجر کم ہوتا رہے گا۔“ (۲)

(ابن عبدالبر) یہ احادیث ثبوت ہیں کہ شکاری کتا رکھنا جائز ہے۔ (۳)

لفظ ”جوارح“ جوارح کی جمع ہے جو کاسب (کمانے والا) کے معنی میں ہے۔ اس سے مراد شکاری کتا، باز، چیتا، شکر اور دیگر شکاری پرندے اور درندے ہیں۔

لفظ ”مکلبین“ مکلب کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسا کتا ہے جسے شکار پر چھوڑنے سے پہلے سدھایا گیا ہو۔ سدھانے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کتا شکار پر چھوڑا جائے جو دوڑتا ہوا جائے جب اسے روکا جائے تو رک جائے اور جب شکار پکڑے تو اس سے کچھ نہ کھائے۔ (۴)

729- کیا صرف کتے کے ذریعے ہی شکار کیا جائے گا؟

یا دیگر درندوں مثلاً شیر، چیتا اور باز وغیرہ کے ذریعے بھی شکار کیا جاسکتا ہے؟ تو اس میں اختلاف ہے۔

(مالک) یہ تمام جانور کتے کی مانند ہی ہیں۔

(مجاہد) کتے کے علاوہ کسی کے ساتھ شکار جائز نہیں۔ (۵)

(راجح) امام مالک کا موقف راجح ہے۔ (۶)

(۱) [بخاری (۵۴۷۸) کتاب الذبائح والصيد: باب صيد القوس، مسلم (۱۹۳۰) ابو داود (۲۸۵۵) ابن ماجہ

(۱۰۷۰) بیہقی (۲۴۴/۹) أحمد (۱۹۳/۱۴) منحة المعبود للطیامی (۳۴۰/۱)]

(۲) [بخاری (۲۳۲۲، ۳۳۲۴) کتاب بدء الخلق: باب إذا وقع الذباب فی شراب أحد کم..... مسلم (۱۵۷۵)

ترمذی (۱۴۹۰) ابن ماجہ (۳۲۰۴) أحمد (۲۶۷/۲)]

(۳) [الاستذکار (۱۹۳/۲۷)]

(۴) [سبل السلام (۱۸۴۳/۴) الروضة الندية (۳۹۹/۲) نيل الأوطار (۲۱۰/۵) كشاف (۶۰۶/۱) تفسير فتح القدير

(۱۳/۲)]

(۵) [نيل الأوطار (۲۱۰/۵)]

(۶) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسير فتح القدير (۱۳/۲) سبل السلام (۱۸۴۳/۴)]

اور جسے اس کے علاوہ کسی اور جانور کے ذریعے شکار کیا گیا ہو اسے ذبح کرنا ضروری ہے۔ ①	وَمَا صَيْدٌ بغيرِ ذَلِكَ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّذَكِّيَةِ
---	---

① ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِلَّا مَا ذُكِّتُمْ﴾ [المائدة : ۳]

”مگر جسے تم ذبح کر لو (وہ حلال ہے)۔“

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿وما صدت بکلبك غير المعلم فأدرکت ذکاته فکل﴾ ”اور جسے تم نے اپنے غیر سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے شکار کیا ہو اور پھر تمہیں اسے ذبح کرنے کا بھی موقع مل جائے تو اسے کھا لو۔“ (۱)

730- معراض سے شکار کا حکم

اگر معراض (بغیر پھل کے تیر یا ایسی لکڑی جس کے اطراف تیز دھار کی شکل میں ہوں) کے ساتھ شکار کیا جائے اور وہ جانور کو دھار کی جانب سے لگے تو کھانا درست ہے اور اگر چوڑائی کی جانب سے لگے تو یہ موقوفہ (چوٹ سے مرنے والا جانور) ہے اس لیے اسے کھانا جائز نہیں جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے معراض کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا ﴿کل ما حزق وما أصاب بعرضه فلا تاكل﴾ ”اگر اس کی دھار سے زخمی کر کے پھاڑ ڈالے تو کھا لو لیکن اگر اس کے عرض (چوڑائی) سے شکار مارا جائے تو اسے نہ کھاؤ (وہ مردار ہے)۔“ (۲)

731- پتھر یا غلیل سے کیا ہوا شکار

ایسا شکار حلال نہیں حتیٰ کہ اسے ذبح نہ کر لیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿نہی النبی ﷺ عن الخذف وقال : إنه لا یقتل الصيد ولا ینکا العدو وإنه یفقا العین ویکسر السن﴾ ”نبی کریم ﷺ نے نکری پھینکنے سے منع فرمایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ نہ شکار مار سکتی ہے اور نہ دشمن کو کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ البتہ آنکھ پھوڑ سکتی ہے اور دانت توڑ سکتی ہے۔“ (۳)

732- بندوق کے شکار کا حکم

بندوق کے ذریعے کیا ہوا شکار حلال ہے یا حرام اس میں علما کا اختلاف ہے۔

چند ایک کے علاوہ اکثر علما بندوق اور پتھر کے ذریعے قتل ہونے والے شکار کو حرام قرار دیتے ہیں۔

(۱) [بخاری (۵۴۷۸) کتاب الذبائح والصيد : باب صید القوس ، مسلم (۱۹۳۰)]

(۲) [بخاری (۵۴۷۷) کتاب الذبائح والصيد : باب ما أصاب المعراض بعرضه ، مسلم (۱۹۲۹)]

(۳) [بخاری (۶۲۲۰) کتاب الأدب : باب النہی عن الخذف ، مسلم (۱۹۵۴) أحمد (۵۴/۵) ابو داود (۵۲۷۰) ابن

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت سالم رضی اللہ عنہ امام قاسم رضی اللہ عنہ امام مجاہد رضی اللہ عنہ امام ابراہیم رضی اللہ عنہ امام عطاء رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ رحمہم اللہ اجماعاً نے ہندوق کے شکار کو ناپسند کیا ہے۔ (۱)

(راجع) ہندوق سے کیا ہوا شکار حلال ہے کیونکہ اس کی گولی لاٹھی یا چھڑی کی طرح جسم سے نہیں ٹھکراتی بلکہ تیز نیزہ کیل یا کسی بھی تیز دھار آلہ کی طرح جسم کو پھاڑ کے نکل جاتی ہے نیز جن روایات میں ہندوق کے شکار کی ممانعت یا کراہت موجود ہے اس سے مراد موجودہ گولی نہیں ہے بلکہ مٹی کی بنی ہوئی گولی ہے جو ”موقوذة“ کی مانند جسم سے ٹکراتی تھی۔ (۲)

وَإِذَا شَارَكَ الْكَلْبُ الْمَعْلَمَ كَلَبَ آخِرُ لَمْ يَحِلَّ صَيْدُهُمَا ، وَإِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ الْمَعْلَمَ وَنَحْوَهُ مِنَ الصَّيْدِ لَمْ يَحِلَّ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ	اگر سدھائے ہوئے کتے کے ساتھ کوئی دوسرا کتا شریک ہو جائے تو ان کا شکار حلال نہیں ❶ اور اگر سدھایا ہوا کتا اس شکار سے خود کھالے تو وہ شکار حلال نہیں کیونکہ اس نے وہ جانور اپنے لئے پکڑا ہے۔ ❷
---	---

❶ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهُ وَقَدْ قَتَلَ
فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَيُّهُمَا قَتَلَهُ﴾ ”اگر تم اپنے کتے کے ساتھ کسی دوسرے کتے کو پاؤ اور جانور مردہ حالت میں ہو تو
اسے نہ کھاؤ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔“ (۳)

❷ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكَ عَلَيْكَ إِلَّا أَنْ
يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِذَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ﴾ ”جو وہ (شکاری جانور) پکڑ کر تمہارے
لئے روک لیں اس سے کھاؤ لیکن اگر (شکاری) کتا خود اس سے کھائے پھر نہ کھاؤ کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ اس نے اسے اپنے
نفس کے لیے نہ پکڑا ہو۔“ (۴)

وَإِذَا وَجَدَ الصَّيْدَ بَعْدَ وَقُوعِ الرَّمِيَةِ فِيهِ مَيْتًا وَلَوْ بَعْدَ أَيَّامٍ فِي غَيْرِ مَاءٍ كَانَ حَلَالًا مَا لَمْ يَبْنِنِ أَوْ يَعْلَمَ أَنَّ الَّذِي قَتَلَهُ غَيْرُ سَهْمِهِ	اگر تیر لگنے کے کچھ دنوں بعد شکار کو مردہ حالت میں پانی سے باہر پالیا تو جب تک وہ بدبو نہ چھوڑے یا یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ کسی اور کے تیر سے مر ہے اس وقت تک حلال ہے۔ ❶
---	---

❶ (۱) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے شکار کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھ
لو پھر اگر جانور مر رہا ہو بھی پاؤ تو کھا لو ﴿إِلَّا أَنْ تَجِدَهُ قَدْ وَقَعَ فِي مَاءٍ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي الْمَاءَ قَتَلَهُ أَوْ سَهْمَكَ﴾ ”لیکن اگر

(۱) [فتح الباری (۳۰/۱۱)]

(۲) [سبل السلام (۱۸۵۰/۴) الروضة الندية (۳۹۹/۲)]

(۳) [بخاری (۵۴۸۴) کتاب الذبائح والصيد : باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة مسلم (۳۵۶۰)]

(۴) [بخاری (۵۴۸۳) کتاب الذبائح والصيد : باب إذا أكل الكلب مسلم (۱۹۲۹)]

- نم اسے پانی میں گرا ہوا پاؤ (پھر نہ کھاؤ) کیونکہ تم نہیں جانتے پانی نے اسے قتل کیا ہے یا تمہارے تیر نے۔“ (۱)
- (۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿وإن رمیت الصيد فوجدته بعد يوم أو يومين ليس به إلا أثر سهمك فكل وإن قع في الماء فلا تاكل﴾ ”اگر تم نے شکار پر تیر مارا پھر وہ شکار تمہیں دو یا تین دن بعد ملا اور اس پر تمہارے تیر کے نشان کے سوا اور کوئی دوسرا نشان نہیں ہے تو ایسا شکار کھاؤ لیکن اگر وہ پانی میں گر گیا ہو تو نہ کھاؤ۔“ (۲)
- (۳) حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا رمیت سهمك فغاب ثلاثة أيام أدر كنه فكله ما لم ينتن﴾ ”جب تم اپنے تیر سے شکار کرو اور وہ (شکار) تم سے تین دن غائب رہنے کے بعد ملے تو جب تک وہ بدبودار نہ ہو کھا لو۔“ (۳)
- (نووی) اگر تمہیں اپنا شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملے تو بالافتاق حرام ہے۔ (۴)



- (۱) [مسلم (۱۹۲۹) کتاب الصيد والذبائح : باب الصيد بالکلاب المعلمة والرملی]
- (۲) [بخاری (۵۴۸۴) کتاب الذبائح والصيد : باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة 'أحمد (۳۷۹/۴)]
- (۳) [مسلم (۱۹۳۱) کتاب الصيد والذبائح : باب إذا غاب عنه الصيد ثم وجدہ]
- (۴) [شرح مسلم (۹۰/۷)]

ذبح کا بیان

باب الذبائح ۱

جو چیز خون بہادے اور گیس کاٹ دے اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا گیا ہو اگر چہ وہ پتھر یا اس کی مثل کوئی چیز ہو لیکن دانت یا ناخن نہ ہو تو اس سے ذبح درست ہے۔ ②	هُوَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَفَرَى الْأَوْذَاجَ وَذَكَرَ اسْمَهُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَلَوْ بِحَجَرٍ أَوْ نَحْوِهِ مَا لَمْ يَكُنْ سِنًا أَوْ ظَفْرًا
--	---

① لغوی وضاحت: لَفْظِ ذَبْحٍ بَابِ ذَبَحَ يَذْبَحُ (فتح) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”ذبح کرنا“ معروف ہے۔ الذَّبْحُ اور الذَّبِيحُ سے مراد وہ جانور ہوتا ہے جسے ذبح کیا جا رہا ہے۔ (۱)
اصطلاحی تعریف: ایسا جانور جو کسی کی ملکیت میں ہو اور حلال ہو اسے ذبح کر کے اس کی شرگ کاٹ دینا ذبح کہلاتا ہے۔ (۲)
ذبح کی شرائط:

شرعی ذبح کی تین شرائط ہیں:

(۱) چھری پھیرتے وقت بسم اللہ پڑھنا، ورنہ حلال نہیں ہوگا۔

(۲) ذبح کرنے والا شخص مسلمان ہو یا اہل کتاب سے ہو۔

(۳) شرعی طریقہ سے ذبح کرتے ہوئے جانور کی شرگ کاٹ دی جائے۔ (۳)

② (۱) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنُّ وَالظَّفَرُ أَمَّا السِّنُّ فَعِظْمٌ وَأَمَّا الظَّفَرُ فَمَدَى الْحَبْشَةِ ﴾ ”جو چیز خون کو بہادے اور جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو تو اس جانور کو کھا لو۔ ذبح کا آلہ دانت اور ناخن نہیں کیونکہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن جھبھیوں کی چھری ہے۔“ (۴)

(۲) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ أَنْ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ ﴾ ”ایک عورت نے پتھر کے ساتھ بکری کو ذبح کر دیا“ تو جب رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اسے کھانے کا حکم دے دیا۔“ (۵)

(۱) [المنجد (ص ۲۶۰/۱) لسان العرب (۲۲۱/۵)]

(۲) [الفقہ الإسلامي وأدلته (۲۷۵۸/۴) مغنی المحتاج (۲۶۵/۴) كشاف القناع (۲۰۱/۳)]

(۳) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبد الله بسام (۱۸۴۵/۴)]

(۴) [بخاری (۵۵۴۳) كتاب الذبائح والصيد : باب إذا أصاب قوم غنيمة فذبح بعضهم 'مسلم (۱۹۶۸) ابو داود

(۲۸۲۱) ترمذی (۱۴۹۱) نسائی (۲۲۶/۷) ابن ماجہ (۳۱۷۸) أحمد (۴۶۳/۳)]

(۵) [بخاری (۲۳۰۴) كتاب الوكالة : باب إذا أبصر الراعي أو الوكيل شاة 'ابن ماجہ (۳۱۸۲) بیہقی (۲۸۱/۹)

أحمد (۳۸۶/۶)]

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض چھری ہی نہیں بلکہ ہر تیز دھار شے سے جانور ذبح کیا جاسکتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت بھی ذبح کر سکتی ہے۔

733- ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم

ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے یا سنت اس میں اختلاف ہے۔

(جمہور) بسم اللہ پڑھنا شرط ہے اس کے علاوہ ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔ (۱)

(شافعی) بسم اللہ پڑھنا سنت ہے واجب نہیں تاہم اسے جان بوجھ کر چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ (۲)

(زاجیح) بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اکثر اہل علم کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (۳)

اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذَكَّرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ [الأنعام: ۱۲۲]

”اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔“

(2) امام بخاریؒ نے ان لفظوں میں باب قائم کیا ہے ((باب قول النبی: فليذبح على اسم الله)) ”نبی ﷺ کے اس

نرمان کا بیان کہ جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کرنا چاہیے۔“ (۴)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ”مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ اللہ کے نام کو ذکر کرے یا نہ کرے“ وہ روایت

ضعیف ہے۔ (۵)

734- ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رخ کرنا

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رخ کرنے کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔ (۶)

تاہم ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے یہ حکم لگایا جاتا ہے کہ ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رخ لٹانا چاہیے جیسا کہ

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے قربانی کے دن سینگ والے دو چتکبرے، فحی، مینڈھے ذبح

کیے۔ پس جب آپ نے انہیں قبلہ رخ کر لیا تو یہ دعا پڑھی ﴿وجہت وجہی للذی فطر السموات.....﴾ پھر آپ ﷺ

(۱) [المغنی (۵۶۵/۸) الشرح الكبير (۱۰۶/۲) بدائع الصنائع (۴۶۵/۴)]

(۲) [المہذب (۲۵۲/۱) مغنی المحتاج (۲۷۲/۴)]

(۳) [الفقه الإسلامی وأدلته (۲۷۷/۱۴) سبیل السلام (۱۸۴۶/۴) الروضة الندیة (۴۰۵/۲)]

(۴) [بخاری (قبل الحدیث ۵۵۰۰۱) کتاب الذبائح والصيد]

(۵) [فتح الباری (۵۵۱/۹)]

(۶) [السبیل الحرار (۶۹/۴)]

نے ذبح کر دیا۔“ (۱)

وَيَحْرُمُ تَعْدِيْبُ الذَّبِيْحَةِ وَالْمُثَلَّةُ بِهَا وَذَبْحُهَا لِغَيْرِ
اللَّهِ

ذبیحہ کو تکلیف پہنچانا ① اس کا مثلہ کرنا ② اور اسے غیر اللہ
کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے۔ ③

① حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کر دیا ہے اس لیے جب تم قتل کرو تو عمدہ طریقے سے قتل کرو ﴿﴾ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحد أحدكم شفرته وليرح ذبيحته ﴿﴾ ” اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ایک اپنی چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔“ (۲)

② امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے ((باب ما يكره من المثلة والمصورة والمحممة)) ”باب زندہ جانور کے پاؤں وغیرہ کا ٹنٹیا اسے بند کر کے تیر مارنا یا باندھ کر اسے تیروں کا نشانہ بنانا جائز نہیں۔“ اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے ﴿﴾ أنه ﷺ نهى عن النهبة والمثلة ﴿﴾ ”آپ ﷺ نے رہزنی کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۳)

③ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَا أَهْلٌ بِهِ لِيُغَيَّرَ اللَّهُ ﴾ [البقرة: ۱۷۳]

”اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو (وہ جانور حرام ہے)۔“

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿﴾ لعن الله من ذبح لغير الله ﴿﴾ ”اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے۔“ (۴)

735- ایک ضروری وضاحت

بادشاہ یا کسی بھی عہدیدار کے اکرام میں ذبح کیا ہوا جانور ٹھیک اسی طرح مباح و حلال ہے جیسے عقیدت و لہجہ ریاضیات کے

(۱) [ضعيف: ضعيف ابو داود (۵۹۷) كتاب الضحايا: باب ما يستحب من الضحايا] ابو داود (۲۷۹۵) اگرچہ شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث درجہ تک صحیح جاتی ہے۔

(۲) [مسلم (۱۹۵۵) كتاب الصيد والذبائح: باب الأمر بإحسان الذبائح.....] ابو داود (۲۸۱۴) ابن ماجہ (۳۱۷۰) ترمذی (۱۴۰۹) أحمد (۱۲۳/۴) بیہقی (۲۸۰/۹) دارمی (۸۲/۲) شرح السنة (۳۱۹/۱۱) منحة المعبود (۳۴۱/۱)

(۳) [بخاری (۵۵۱۶) كتاب الذبائح والصيد]

(۴) [مسلم (۱۹۷۸) كتاب الأضاحي: باب تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله] أحمد (۱۱۸/۱) نسائی

(۲۳۲/۷) الأدب المفرد للبخاری (۱۷)

لیے کیا جانے والا حلال ہے۔ بشرطیکہ گذشتہ شرائط اس میں موجود ہوں۔ (۱)

وَإِذَا تَعَدَّرَ الذَّبْحُ لَوْجَهُ جَازَ الطَّعْنَ وَالرَّمْيُ
وَكَانَ ذَلِكَ كَالذَّبْحِ
جب ذبح کرنا کسی سبب سے مشکل ہو جائے تو تیر یا نیزہ مار کر اسے
حلال کرنا بھی درست ہے اور یہ ذبح کی طرح ہی ہوگا۔ ❶

❶ (۱) امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((باب : إذا ند بعير لقوم ، فرماه بعضهم بسهم فقتله فأراد إصلاحهم فهو جائز لخبر رافع عن النبي)) ”باب : جب کسی قوم کا کوئی اونٹ بدک جائے اور ان میں سے کوئی شخص خیر خواہی کی نیت سے اسے تیر سے نشانہ لگا کر مار ڈالے تو جائز ہے؟ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔“ (۲)

(۲) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک اونٹ بدک کر بھاگ پڑا پھر ایک آدمی نے تیر سے اسے مارا اور اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا، بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنْ لَهَا أَوَابِدٌ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا عَلَيْكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا﴾ ”یہ اونٹ بھی بعض اوقات جنگلی جانوروں کی طرح بدکتے ہیں اس لیے ان میں سے جو تمہارے قابو سے باہر ہو جائیں ان کیساتھ ایسا ہی کیا کرو۔“ (۳)

(شوکانیؒ) اس حدیث سے یہ جواز نکلتا ہے کہ جسم کے کسی بھی حصے پر تیر مار کر زخمی کیا ہوا جانور کھایا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ وحشی جانوروں کی طرح حرکتیں کر رہا ہو۔ (۴)

وَذَكَاةُ الْحَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ
حَنِينٌ ❶ کی ماں کو ذبح کرنا، حنین کو ذبح کرنے کے ہی مترادف ہے۔ ❷

❶ حنین سے مراد وہ بچہ ہے جو رحم مادر میں ہو۔ (۵)

❷ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ذَكَاةُ الْحَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ﴾ ”ماں کے ذبح کرنے سے اس کا پیٹ کا بچہ از خود ذبح ہو جاتا ہے۔“ (۶)

(۱) [نیل الأوطار (۲۱۶/۵) الشرح الكبير (۸۵/۱۲)]

(۲) [بخاری (قبل الحديث ۵۵۴۴) كتاب الذبائح والصيد]

(۳) [بخاری (۵۵۴۴) كتاب الذبائح والصيد : باب إذا ند بعير لقوم ، مسلم (۱۹۶۸) ترمذی (۱۴۹۲) ابو داود

(۲۸۲۱) نسائی (۲۲۸/۷) ابن ماجہ (۳۱۸۳) بیہقی (۲۴۶/۹)]

(۴) [نیل الأوطار (۲۲۱/۵)]

(۵) [المنحد (ص/۱۲۶)]

(۶) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۴۵۲) كتاب الضحايا : باب ما جاء في ذكاة الحنين ، ابو داود (۲۸۲۸) ابن ماجه

(۳۱۹۹) ترمذی (۱۴۷۶) دارقطنی (۲۷۳/۴) أحمد (۳۱/۳) ابن حبان (۱۰۷۷) الموارد) شرح السنة

(۲۲۸/۱۱) إرواء الغلیل (۲۵۳۹) ، (۱۷۲/۸)]

(شافعی، محمد، ابو یوسف) پیٹ کے بچے کو دوبارہ ذبح نہیں کیا جائے گا۔

(ابویوسف) پیٹ کا بچہ اگر زندہ خارج ہو تو پھر اسے نئے سرے سے ذبح کر کے ہی کھایا جاسکتا ہے بصورت دیگر اسے نہیں کھایا جاسکتا۔ (۱)

(راجح) امام شافعی وغیرہ کا موقف برحق ہے کیونکہ یہی اقرب الی الحدیث ہے۔ نیز یہ حدیث بظاہر اصول ”تحریم المیتة“ یعنی مردار کی حرمت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ جس نے مردار حرام کیا ہے اسی نے جنین کو مچھلی اور نڈی کی طرح خاص کر دیا ہے اور فی الحقیقت یہ مردار ہے ہی نہیں بلکہ اپنی ماں کا ایک جزو بدن ہے اور ہر جزو ذبح کرنا ضروری نہیں۔ (۲)

اور جو حصہ زندہ جانور سے کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے ❶ اور دوسرے اور دو خون ”(یعنی) مچھلی اور نڈی، جگر اور تلی“ حلال ہیں۔ ❷

وَمَا أُبْنِ مِنَ الْحَيِّ فَهُوَ مَيْتَةٌ وَتَحِلُّ مَيْتَانِ
وَدَمَانِ، السَّمَكُ وَالْجِرَادُ وَالْكَبِدُ
وَالطَّحَالُ

❶ حضرت ابو داؤد شافعی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ جانوروں کی پشتوں کا گوشت کاٹ دیتے اور اونٹوں کی کوبائیں کاٹ دیا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ما قطع من البهيمة وهي حية فهي ميتة﴾ ”چوپائے کا جو حصہ کاٹ لیا جائے اور وہ زندہ ہو تو وہ حصہ مردار ہے۔“ (۳)

❷ (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أحلت لنا ميتتان ودمان: فأما الميتان فالجراد والحوت وأما الدمان فالكبد والطحال﴾ ”دوسری ہوئی چیزیں اور دو خون ہمارے لیے حلال کیے گئے ہیں: دوسری ہوئی چیزیں (جنہیں ذبح نہ کیا گیا ہو) یہ ہیں، ایک نڈی اور دوسری مچھلی۔ اور دو خون سے مراد ایک جگر اور دوسری تلی ہے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿غزونا مع النبي ﷺ سبع غزوات أو ستا كنا نأكل معه الجراد﴾ ”ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات یا چھ غزوں میں شریک ہوئے۔ ہم آپ کے ساتھ نڈی کھاتے تھے۔“ (۵)

(۳) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھوک سے نڈ حال لشکر جب سمندر کے کنارے پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے عنبر مچھلی کا عطیہ

(۱) نیل الأوطار (۲۲۳/۵) سبیل السلام (۱۸۵۵/۴)

(۲) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: أعلام الموقعين (۳۵۳/۲) سبیل السلام (۱۸۵۶/۴)

(۳) صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۴۸۵) ترمذی (۱۴۸۰) کتاب الصيد: باب ما قطع من الحي فهو ميت، ابو داؤد

(۲۸۵۸) دارمی (۹۳/۲) حاکم (۲۳۹/۴) بیہقی (۲۳۱/۱) أحمد (۲۱۸/۵) ابن ماجہ (۳۲۱۶)

(۴) صحیح: الصحيحه (۱۱۱۸) ابن ماجہ (۳۲۱۸) کتاب الصيد: باب صيد الحيتان والجراد، أحمد (۹۷/۲)

دارقطنی (۲۷۱/۴) ترتیب المسند للشافعی (۱۷۳/۲) بیہقی (۲۵۷/۹)

(۵) بخاری (۵۴۹۵) کتاب الذبائح والصيد: باب أكل الجراد، مسلم (۱۹۵۲)

دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ﴿کلوا رزقا أخرج الله لكم أطعمونا منه إن كان معكم﴾ ”اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اگر اس سے بچا ہوا کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔“ (۱)
(احناف) مچھلی کے علاوہ تمام پانی کے (مردہ) جانور حرام ہیں۔

(جمہور) پانی کے وہ جانور جو پانی کے علاوہ زندہ نہیں رہ سکتے خواہ انہیں کسی بھی طرح موت آئے سب حلال ہیں۔ (۲)
(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔ (۳)

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ﴾ [المائدة: ۹۶]

”تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے۔“

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سمندر کے پانی کے متعلق فرمایا ﴿هو الطهور ماءه والحل ميته﴾ ”اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔“ (۴)

اور مجبور آدمی کے لیے مردار بھی حلال ہے۔ ❶

وَتَحِلُّ الْمَيْتَةُ لِلْمُضْطَّرِّ

❶ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ﴿فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ [البقرة: ۱۷۳]

”جو شخص مجبور ہو جائے اور وہ حد سے تجاوز کرنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو تو اس پر ان (حرام اشیا) کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں۔“

(۲) ﴿فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرٍ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [المائدة: ۳]

”جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر نیوالا اور بہت بڑا مہربان ہے۔“

(۳) اس مسئلے کی تائید اس قاعدے سے بھی ہوتی ہے ((الضرورات تبيح المحظورات)) ”ضرورتیں ممنوعہ اشیا کو جائز

(۱) [بخاری (۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ۵۴۹۳) کتاب الذبائح والصيد: باب قول الله تعالى: أحل لكم صيد البحر، مسلم (۱۹۳۵) موطا (۹۳/۱۲) ابو داود (۳۸۴۰) أحمد (۳۰۴/۳) بیہقی (۱۹۴/۶) شرح السنة (۲۴۶/۱۱)]

(۲) [بدائع الصنائع (۳۵/۵) الدر المختار (۲۱۴/۵) الفقه الإسلامي وأدلته (۲۷۹/۱۴) نيل الأوطار (۲۲۷/۵)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الفقه الإسلامي وأدلته (۲۷۹/۱۴) سبل السلام (۱۱/۱) الروضة الندية (۴۱۷/۲)]

(۴) [صحیح: صحیح ابو داود (۷۶) کتاب الطهارة: باب الوضوء بماء البحر، ابو داود (۸۳) ترمذی (۶۹) ابن ماجہ

(۳۸۶) نسائی (۱۷۶/۱)]

کردیتی ہیں۔ (۱)

736- اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم

اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ انہوں نے ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا ہو ورنہ حلال نہیں۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ ﴾ [المائدة: ۵]

”اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ طعمامہم ذبائحہم ﴾ ”اہل کتاب کے کھانے سے

مراد ان کے ذبیحے ہیں۔“ (۲)

(۲) ایک آیت میں ہے کہ

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ﴾ [الأنعام: ۱۲۱]

”اور جس (ذبیحہ) پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا گیا ہو اسے مت کھاؤ۔“

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرب کے عیسائیوں کے ذبیحوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿ لا

باس بہا ﴾ ”انہیں کھانے میں کوئی حرج نہیں۔“ اور پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فإِنَّهُ مِنْهُمْ ﴾ [المائدة: ۵۱]

”اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی لگائے گا وہ ان میں سے ہی ہے۔“ (۳)

(۴) رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی عورت کا کھانا قبول فرمایا جس میں اس نے زہر ملا رکھا تھا۔ (۴)



(۱) [المنشور للزرکشی (۲/۳۱۷)]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث / ۵۵۰۸) کتاب الذبائح والصيد: باب ذبائح أهل کتاب]

(۳) [مؤطا (۲/۳۳۲)]

(۴) [صحیح: صحیح ابو داود (۳۲۱۲) کتاب الأَطْعَمَة: باب فی أكل اللحم، ابو داود (۳۷۸۱)]

مہمان نوازی کا بیان

باب الضیافة ①

جو شخص میزبانی کی طاقت رکھتا ہو اس پر مہمانوں کی خدمت کرنا واجب ہے اور مہمان نوازی کی حد تین دن ہے اور اس سے زائد صدقہ ہے اور مہمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے پاس اتنے دن ٹھہرے جس سے اسے تنگی میں ہی ڈال دے اور اگر طاقت رکھنے کے باوجود میزبان اپنا فرض ادا نہ کرے تو مہمان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی میزبانی کے مطابق اس کے مال سے (زبردستی) وصول کر لے۔ ②

يَجِبُ عَلَى مَنْ وَجَدَ مَا يَقْرِي بِهِ مَنْ نَزَلَ مِنَ الضُّيُوفِ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ، وَحَدُّ الضُّيَافَةِ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَمَا كَانَ وَرَاءَ ذَلِكَ فَصَدَقَةٌ وَلَا يَجْعَلُ لِلضُّيْفِ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُخْرِجَهُ، وَإِذَا لَمْ يَفْعَلِ الْقَادِرُ عَلَى الضُّيَافَةِ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ، كَانَ لِلضُّيْفِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ مَالِهِ بِقَدْرِ قِرَاةٍ،

① ”ضیافت“ سے مراد مہمان نوازی کا کھانا ہے۔ باب ضَافٍ يَضِيفُ (ضرب) ”مہمان ہونا“۔ باب ضَيْفٍ يَضِيفُ (تفعیل) ”مہمان بنانا“ مہمانی کا کھانا پیش کرنا“ اور باب اِسْتَضَافَ يَسْتَضِيفُ (استفعال) ”ضیافت طلب کرنا“ کے معانی میں مستعمل ہیں۔ (۱)

② (۱) حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ كَانَ يَوْمًا مِنَ اللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَكْرَمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ قَالُوا: وَمَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضُّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَجْعَلُ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يَخْرُجَهُ ﴾ ”جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے (خاص) عطیے سے مہمان کا اکرام کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! عطیے سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات اور مہمان نوازی تین دن ہے۔ اس سے زائد صدقہ ہے۔ اور مہمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے پاس اتنی دیر ٹھہرے کہ اسے تنگی میں ڈال دے۔“ (۲)

(۲) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں (تبلیغ وغیرہ کے لیے) بھیجتے ہیں اور راستے میں ہم بعض قبیلوں کے دیہاتوں میں قیام کرتے ہیں لیکن وہ ہماری مہمانی نہیں کرتے تو آپ اس سلسلے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَامْسُرُوا لَكُمْ بِمَا يَبْنِي لِلضُّيْفِ فَاقْبَلُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخَذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضُّيْفِ الَّذِي يَبْنِي لَهُمْ ﴾ ”جب تم ایسے لوگوں کے پاس جا کر آتو اور وہ جیسا دستور ہے مہمانی کے طور پر تمہیں کچھ دیں تو اسے منظور کرو اگر نہ دیں تو مہمانی کا حق قاعدے کے موافق ان سے وصول کر لو۔“ (۳)

(۱) [لسان العرب (۱۰۷/۸-۱۰۸) المنجد (ص/۵۰۵)]

(۲) [بخاری (۶۱۳۵) کتاب الأدب: باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه، مسلم (۴۸) موطا (۹۲۹/۲) ابو داود

(۳۷۴۸) ترمذی (۱۹۶۷) ابن ماجہ (۳۶۷۵) بیہقی (۱۹۷/۹) أحمد (۳۱/۴)]

(۳) [بخاری (۶۱۳۷) کتاب الأدب: باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه، مسلم (۱۷۲۷) ابو داود (۳۷۵۲)

ترمذی (۱۵۸۹) ابن ماجہ (۳۶۷۶) أحمد (۱۴۹/۴) بیہقی (۱۹۷/۹)]

(3) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لیلۃ الضیف واجبة علی کل مسلم فإن أصبح بفنائه محروما کان دینا له علیہ ، إن شاء اقتضاه وإن شاء ترکہ ﴾ ”مہمان کی ایک رات (خدمت) ہر مسلمان پر واجب ہے اگر اس نے محرومی کی حالت میں اس کے صحن میں صبح کی تو اس کے لیے میزبان پر قرض ہوگا اگر چاہے تو اسے ادا کرے اور اگر چاہے تو اسے چھوڑ دے۔“ (۱)

737- مہمان نوازی میں تکلف سے اجتناب کرنا چاہیے

حضرت شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے گھر میں موجود پانی سے ہماری ضیافت کی اور فرمایا ﴿ لولا أن رسول الله ﷺ نهى عن التكلف للضيف لتكلفت لكم ﴾ ”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ نے مہمان کے لیے تکلف کرنے سے روکا ہے تو میں تمہارے لیے تکلف کرتا۔“ (۲)

○ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ابتدائے اسلام میں مہمان کے لیے جائز تھا کہ وہ میزبان سے اپنا حق چھین لے۔ امام نوویؒ اس بات کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تاویل باطل ہے اس لیے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (۳)

○ ضیافت کے واجب یا مستحب ہونے میں بھی اختلاف ہے:

(جمہور) مہمان کی ضیافت کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(شوکانیؒ) چند وجوہات کی بنا پر مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے۔

(1) مہمان نوازی نہ کرنے پر مہمان کو اپنا حق چھین لینے کی اجازت ہے۔

(2) ضیافت کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی فرع قرار دیا گیا ہے۔

(3) آپ ﷺ کے اس فرمان کہ اس سے زائد صدقہ ہے سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے قبل واجب ہے۔

(4) بعض روایات میں وجوب کی وضاحت بھی ہے مثلاً ﴿ لیلۃ الضیف واجبة ﴾ ”مہمان کی ایک رات (خدمت)

واجب ہے۔“ (۴)

(راجع) امام شوکانیؒ کا مؤقف راجح ہے۔ (۵)

وَيَحْرُمُ أَكْلَ طَعَامِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ

کسی کی اجازت کے بغیر اس کا کھانا کھالینا حرام ہے۔ ①

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۹۶۶) کتاب الأدب : باب حق الضیف ، ابن ماجہ (۳۶۷۷) أحمد (۱۳۰۱۴)

الأدب المفرد (۷۴۴) ابو داؤد (۳۷۵۰)]

(۲) [أحمد (۴۴۱۵)]

(۳) [شرح مسلم (۲۷۴/۶) نيل الأوطار (۲۳۶/۵)]

(۴) [نيل الأوطار (۲۳۶/۵-۲۳۷)]

(۵) [نيل الأوطار (۲۳۶/۵) الروضة الندية (۴۲۴/۲)]

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ ﴾ [البقرة: ۱۸۸]

”آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔“

(2) حضرت عمرو بن یثرب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ منیٰ میں فرمایا ﴿ لا یحل لامریء من مال اخیہ الا ما طابت بہ نفسہ ﴾ ”کسی شخص کے لیے بھی اس کے بھائی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔“ (۱)

اور کسی کے مویشیوں کا دودھ دونا اور اس کے پھل یا نان کو کھانا بھی اسی میں شامل ہے اور (مالک) کی اجازت کے بغیر کھانا جائز نہیں لیکن اگر کوئی ان اشیاء کا محتاج ہو تو اونٹ یا باغ کے مالک کو آواز لگائے اور اگر وہ اجازت دے تو کھالے ورنہ ضرورت کے مطابق دودھ یا پھل کھالے لیکن کچھ چمپا کر ساتھ نہ لے جائے۔ ①	وَمِنْ ذَلِكَ حَلْبُ مَا شِيبَهُ وَأَخَذَ فَمَرَّتِهِ وَزُرْعِهِ لَا يَجُوزُ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُحْتَاجًا إِلَى ذَلِكَ فَلْيُنَادِ صَاحِبَ الْأَبْلِ أَوْ الْحَاطِطِ فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا فَلْيَشْرَبْ وَلَا يَأْكُلْ غَيْرَ مُتَّخِذٍ حُبْنَةً
--	--

① (1) رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا ﴿ فإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَائِكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ ﴾ ”اپس بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر (آپس میں) تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں حرام قرار دی ہیں۔“ (۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یحلبن أحدکم ما شیه أحد إلا بإذنه ﴾ ”تم میں سے کوئی بھی ہرگز بغیر اجازت کسی کے مویشیوں کا دودھ نہ دو ہے۔“ (۳)

(3) حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا أتى أحدکم علی ماشیة فإن کان فیہا صاحبها فلیستأذنه فإن أذن له فلیحلب ولیشرب وإن لم یکن فیہا أحد فلیصوت ثلاثا فإن أجابه أحد فلیستأذنه فإن لم یجبه أحد فلیحلب ولیشرب ولا یحمل ﴾ ”جب تم میں سے کوئی مویشیوں کے پاس آئے تو اگر ان میں ان کا مالک موجود ہو تو اس سے اجازت لے اگر وہ اسے اجازت دے تو وہ دودھ دو ہے اور پی لے اور اگر وہاں کوئی نہ ہو تو تین مرتبہ آواز لگائے اگر کوئی جواب دے تو اس سے اجازت لے اور اگر کوئی جواب نہ دے تو دودھ دھو کر پی لے لیکن ساتھ لے کر نہ جائے۔“ (۴)

(۱) [صحیح: احمد (۴۲۳/۳) دارقطنی (۲۵/۳) شرح معانی الآثار (۲۴۱/۴) بیہقی (۹۷/۶)]

(۲) [بخاری (۱۷۴۲، ۴۴۰۳) کتاب المغازی: باب حجة الوداع، مسلم (۶۶)]

(۳) [بخاری (۲۴۳۵) کتاب فی اللقطة: باب لا تحلب ما شیه أحد بغیر إذنه، مسلم (۱۷۲۶) ابن ماجہ (۲۳۰۲)]

موطا (۹۷۱/۲) بیہقی (۳۵۸/۹)

(۴) [صحیح: إرواء الغلیل (۲۵۲۱) ابو داود (۲۶۱۹) کتاب الجهاد: باب فی ابن السبیل یا کل من التمر.....]

ترمذی [(۱۲۹۶)]

(4) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب تم میں سے کوئی کسی باغ میں آ کر کچھ کھانا چاہے ﴿﴾ فلیناد صاحب الحائط ثلاثا فإن أجابه وإلا فلياكل ﴿﴾“ تو وہ باغ کے مالک کو تین مرتبہ آواز دے اگر وہ جواب دے تو ٹھیک ورنہ کھالے۔“ (۱)



(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۵۲) أحمد (۷/۳) ابن ماجه (۲۳۰۰) كتاب التحوارات : باب من مرعلى ماشية قوم أو حائط هل يصيب منه؟ أبو يعلى (۴۳۹/۲) ابن حبان (۱۱۴۳ - الموارد) حاکم (۱۳۲/۴)]

کھانے کے آداب کا بیان

باب آداب الأکل ①

کھانا کھانے والے کو چاہیے کہ پہلے بسم اللہ پڑھے ② پھر دائیں ہاتھ سے کھائے۔ ③	تَشْرَعُ لِلْأَكْلِ التَّسْمِيَةَ وَالْأَكْلَ بِالْيَمِينِ
--	---

① لفظ آداب ادب کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسا اخلاقی ملکہ ہے جو انسان کو ناشائستہ باتوں سے روک رکھے۔ باب اَذْب (کرم) مَوَدَّب ہونا، باب تَأَذَّب (تفعل) ادب سیکھنا اور باب اَذَّب (تفعیل) ادب سکھانا کے معانی میں مستعمل ہے۔

لفظ اکل مصدر ہے باب اَكَلَ يَأْكُلُ (نصر) سے۔ اس کا معنی ”کھانا“ ہے۔ باب اَكَّلَ (تفعیل) ”کھلانا“ اور باب اِسْتَأْكَلَ (استفعال) ”کھانا تیار کرنے کو کہنا“ کے معانی میں مستعمل ہے۔ (۱)

② (۱) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ يا غلام سم الله و كل بميمينك و كل مما يليك ﴾ ”اے بیٹے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو دہانے ہاتھ سے کھایا کرو اور برتن میں وہاں سے کھایا کرو جو جگہ تجھ سے نزدیک ہو۔“ (۲)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا أكل أحدكم فليقل : بسم الله فإن نسي في أوله فليقل : بسم الله أوله و آخره ﴾ ”جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ کہے اور اگر ابتداء میں کہنا بھول جائے تو یوں کہ دے ”بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلُهُ وَاٰخِرُهُ“۔“ (۳)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب کوئی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے ﴿ لا مبيت لكم ولا عشاء ﴾ ”نہ تو تمہارے لیے یہاں رات گزارنے کی اجازت ہے اور نہ ہی رات کا کھانا ہے۔“ اور اگر وہ شخص اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے ﴿ ادر كنتم المبيت والعشاء ﴾ ”تم نے رات کا قیام اور طعام دونوں کو حاصل کر لیا۔“ (۴)

(۴) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن الشيطان يستحل الطعام الذي لم

(۱) [المنجد (ص/۳۴۱-۴۲)]

(۲) [بحاری (۵۳۷۶) کتاب الأَطْعَمَة : باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، مسلم (۲۰۲۲) موطا (۹۳۴/۲)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (۱۹۶۵) (۲۴/۷) ابو داود (۳۲۶۷) دارمی (۱۰۰/۲) بیہقی (۲۷۷/۷) أحمد (۲۶/۴)]

(۴) [صحيح : إرواء الغليل (۱۹۶۵) (۲۴/۷) ابو داود (۳۲۶۷) کتاب الأَطْعَمَة : باب التسمية على الطعام، أحمد (۲۰۷/۶) ترمذی (۱۸۵۸) نسائی فی الکبری (۷۸/۶) ابن ماجہ (۳۲۶۴)]

(۴) [مسلم (۲۰۱۸) کتاب الأَشْرَبَة : باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، ابو داود (۳۷۶۵) ابن ماجہ (۳۸۸۷)]

یذکر اسم اللہ علیہ ﷻ ”شیطان ایسے کھانے کو طہال بنا لیتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔“ (۱)
 (البانیؒ) فرماتے ہیں کہ ((إنما السنة فيها أن يقول باختصار بسم الله)) ”کھانے کے وقت صرف اختصار کے ساتھ
 بسم اللہ“ پڑھنا ہی مسنون ہے۔“ (۲)

واضح رہے کہ مکمل بسم اللہ پڑھنا صرف دو مقامات پر ہی ثابت ہے۔

① قرآن کی تلاوت کے وقت۔ جیسا کہ قرآن میں ہر سورت کے ساتھ مذکور ہے۔

② خطوط و رسائل لکھتے وقت جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر قیل کے نام لکھے گئے خط میں مکمل ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ تحریر فرمائی تھی۔ (۳)

①② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﷻ لا یأکل أحدکم بشماله ولا یشرب بشماله فإن الشیطان یأکل بشماله ویشرب بشماله ﷻ ”تم میں سے کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ ہی اس سے پیے۔ کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﷻ لیساکل أحدکم بيمينه ولیشرب بيمينه ولیأخذ بيمينه ولیعط بيمينه فإن الشیطان یأکل بشماله ویشرب بشماله ویعطى بشماله ویأخذ بشماله ﷻ ”تم میں سے ایک اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور اپنے دائیں ہاتھ سے پیے اور اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے اور اپنے دائیں ہاتھ سے دے۔ اور بے شک شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے۔“ (۵)

یاد رہے کہ کسی شرعی عذر (مثلاً دایاں ہاتھ معذور یا زخمی ہو وغیرہ) کی وجہ سے بائیں ہاتھ سے بھی کھایا جاسکتا ہے۔ (۶)

وَمِنْ حَافَتِي الطَّعَامَ لَا مِنْ وَسْطِهِ وَمِمَّا يَلِيهِ	اور برتن کے کناروں سے کھائے نہ کہ درمیان سے ① اور اپنے قریب سے کھائے۔ ②
---	---

①② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﷻ البركة تنزل فی وسط الطعام فكلوا

(۱) [مسلم (۲۰۱۷) کتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب ، ابو داود (۳۷۶۶)]

(۲) [إرواء الغلیل (۳۱/۷)]

(۳) [بخاری (۷) کتاب بدء الوحی]

(۴) [مسلم (۲۰۲۰) کتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما ، موطا (۹۲۲/۲) ابو داود (۳۷۷۶)]

ترمذی (۱۸۰۰)]

(۵) [صحیح : الصحیحة (۱۲۳۶) ابن ماجہ (۳۲۶۶)]

(۶) [شرح مسلم للنووی (۲۱۲/۷)]

من حافیه ولا تاكلوا من وسطه ﴿ ” کھانے کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے اس لیے اس کے کناروں سے کھاؤ“ درمیان سے مت کھاؤ۔“ (۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ کلو من جوانبھا ودعوا ذروتھا یبارک فیھا ﴾ ” برتن کے کناروں سے کھاؤ اور اس کے اوپر والے حصے سے مت کھاؤ (کیونکہ) اس میں برکت ڈالی جاتی ہے۔“ (۲)

(۳) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا أكل أحدكم طعاما فلا ياكل من أعلى الصفحة ولكن ياكل من أسفلها فإن البركة تنزل من أعلاها ﴾ ” جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو برتن کے اوپر والے حصے سے نہ کھائے بلکہ اس کے نیچے (یعنی قریب) والے حصے سے کھائے کیونکہ اس کے اوپر والے حصے سے برکت نازل ہوتی ہے۔“ (۳)

② حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ نے فرمایا تھا ﴿ کل بيمينك وکل مما يليك ﴾ ”اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔“ (۴)

(فارغ ہونے کے بعد) اپنی انگلیاں اور برتن صاف کر لے۔ ①

وَيَلْعَقُ أَصَابِعَهُ وَالصَّحْفَةَ

① (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا أكل أحدكم طعاما فلا يمسح يده حتى يلعقها أو يلعقها ﴾ ”جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اپنا ہاتھ صاف نہ کرے حتیٰ کہ اسے چاٹ لے یا کسی سے چٹوالے۔“ (۵)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے انگلیاں اور برتن چاٹ کر صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ﴿ إنكم لاتدرون في أي طعامكم البركة ﴾ ”تم نہیں جانتے تمہارے کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔“ (۶)

(۱) [حسن: إرواء الغلیل (۱۹۸۰)؛ ترمذی (۳۸۱/۷)؛ (۱۸۰۵) کتاب الأَطْعَمَة: باب ما جاء في كراهية الأكل من وسط الطعام؛ ابن ماجه (۳۲۷۷)؛ أحمد (۲۷۰/۱)؛ دارمی (۱۰۰/۲)؛ ابن حبان (۵۲۴۵)]

(۲) [صحیح: صحيح الترغيب (۲۱۲۲)؛ كتاب الطعام: باب التريغيب في الأكل من جوانب القصة دون وسطها؛ ابو داود (۳۷۷۳)؛ ابن ماجه (۳۲۶۳)]

(۳) [صحیح: الصحيحة (۲۰۴۰)؛ إرواء الغلیل (۳۸۱/۷)؛ (۱۹۸۰)؛ صحيح الترغيب (۲۱۲۳)؛ ابو داود (۳۷۷۲)]

(۴) [بخاری (۵۳۷۶)؛ كتاب الأَطْعَمَة: باب التسمية على الطعام والأكل باليمين؛ مسلم (۲۰۲۲)؛ موطا (۹۳۴/۲)؛ ابو داود (۳۷۷۷)؛ ترمذی (۱۸۵۷)؛ ابن ماجه (۳۲۶۷)؛ أحمد (۲۶/۴)]

(۵) [بخاری (۵۴۵۶)؛ كتاب الأَطْعَمَة: باب لعق الأصابع ومصها.....؛ مسلم (۲۰۳۱)؛ ابو داود (۳۸۴۷)؛ ابن ماجه (۳۲۶۹)؛ أحمد (۲۲۱/۱)]

(۶) [مسلم (۲۰۳۳)؛ كتاب الأشربة: باب استحباب لعق الأصابع والقصة وأكل الساقطة بعد مسح ما يصبها من أذى؛ أحمد (۳۱۵/۳)؛ ابن ماجه (۳۲۷۹)]

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنْ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعَقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ﴾ ”رسول اللہ ﷺ جب کھانا کھاتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیتے۔“ (۱)

738- انگلیاں چاٹنے سے پہلے تولیے کا استعمال

انگلیاں چاٹنے سے پہلے تولیہ استعمال نہیں کرنا چاہیے اور آج کل تو ٹشو کا استعمال عام ہے لیکن انگلیاں چاٹنے سے پہلے اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وَلَا يَمْسَحُ يَدَهُ بِالْمَعْدِيلِ حَتَّى يَلْعَقَ أَصَابِعَهُ﴾ ”اور (کھانا کھانے والا) اپنے ہاتھ تولیے سے مت صاف کرے حتیٰ کہ اپنی انگلیاں چاٹ لے۔“ (۲)

کھانے سے فارغ ہو کر الحمد للہ کہے اور دعا مانگے ❶ اور ٹیک لگا کر نہ کھائے۔ ❷	وَالْحَمْدُ عِنْدَ الْفَرَاغِ وَالِدُعَاءِ وَلَا يَأْكُلُ مَتَكِنًا
--	---

❶ (1) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ فرماتے ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرٌ مَكْفِيٌّ وَلَا مُؤَدِّعٌ وَلَا مُسْتَعْنَى عَنْهُ رَبَّنَا﴾ ”تمام قسم کی حمد اللہ ہی کے لیے ہے بہت زیادہ پاکیزہ برکت والی، ہم اس کھانے کا حق پوری طرح ادا نہ کر سکے اور یہ ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا گیا (اور یہ اس لیے کہا تاکہ) اس سے ہم کو بے پرواہی کا خیال نہ ہو اے ہمارے رب!“ (۳)

(2) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةَ﴾ ”تمام تعریف اس ذات کے لیے ہے جس نے مجھے یہ کھلایا اور رزق عطا فرمایا، اس کی مدد کے بغیر کسی آفت سے نہ بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی کچھ کرنے کی قوت ہے۔“ تو اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (۴)

739- دودھ پینے کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وَمَنْ سَقَاهُ اللَّهُ لَبْنَا فليقل: اللهم بارك لنا

(۱) [مسلم (۲۰۳۴) کتاب الأشربة: باب استحباب لعق الأصابع والقصة وأكل الساقطة بعد مسح ما يصبها من أذى، أبو داود (۳۸۴۵) ترمذی (۱۸۰۳)]

(۲) [مسلم (۲۰۳۳) کتاب الأشربة: باب استحباب لعق الأصابع والقصة وأكل الساقطة بعد مسح ما يصبها من أذى]

(۳) [بخاری (۵۴۵۸) کتاب الأَطْعَمَة: باب ما يقول إذا فرغ من طعامه]

(۴) [حسن: إرواء الغلیل (۱۹۸۹) ترمذی (۳۴۵۸) کتاب الدعوات: باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، ابن ماجہ (۳۲۸۵) أحمد (۴۳۹/۳) أبو داود (۴۰۲۳) حاکم (۵۰۷/۱)]

فیہ وزدنا منہ ﴿ اور جسے اللہ تعالیٰ وودھ پلائے وہ یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ”اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت فرما اور ہمیں اس سے بھی زیادہ عطا فرما۔“ (۱)

740- ایک ضعیف روایت

جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ ﴾ ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا“ وہ ضعیف ہے۔ (۲)

② حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا اَكَلُ مَتَكًا ﴾ ”میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔“ (۳)

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی خاص تھا۔ (۴)

(بیہمی) دیگر احباب کے لیے بھی ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مکہبرین کا فعل ہے تاہم کسی عذر کی وجہ سے ٹیک لگا کر کھانا بلا کراہت جائز ہے۔ (۵)

(ابراہیم نخعی) ٹیک لگا کر کھانے سے کراہت اس لیے تھی کہ کہیں پیٹ نہ بڑھ جائے۔ (۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما، امام عبیدہ سلمانیؒ، امام محمد بن سیرینؒ، امام عطاء بن یسار اور امام زہریؒ مطلق طور پر ٹیک لگا کر کھانے کے جواز کے قائل ہیں۔ (۷)

(راجع) ٹیک لگا کر کھانا جائز مع انکراہت ہے۔ جائز اس لیے کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور کراہت اس لیے کیونکہ یہ رسول اللہ کا طرز عمل نہیں تھا۔

741- ایک ضروری وضاحت

رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کھانے کا میز چھوٹی بیالیاں، باریک پسا ہوا آٹا، ایسی بکری جس کی اندرونی صفائی کے بعد اسے چڑے سمیت بھونا گیا ہو اور چھنا ہوا آٹا استعمال نہیں کیا بلکہ جو کا بغیر چھنا آٹا ہی بطور خوراک استعمال فرماتے تھے۔ (۸)

(۱) [حسن : صحیح ترمذی (۲۷۴۹) کتاب الدعوات : باب ما يقول إذا أكل طعاماً، ترمذی (۳۴۵۵)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ (۷۰۹) کتاب الأطعمة : باب ما يقال إذا فرغ من الطعام، ابن ماجہ (۳۲۸۳)]

(۳) [بخاری (۵۳۹۸، ۵۳۹۹) کتاب الأطعمة : باب الأكل متکا، ابو داؤد (۳۷۶۹) ترمذی (۱۸۳۰) ابن ماجہ

[(۳۲۶۲)]

(۴) [نیل الأوطار (۲۴۲/۵)]

(۵) [أيضاً]

(۶) [ابن أبي شيبة (۱۴۰/۵)، (۲۴۵۱۹)]

(۷) [فتح الباری (۶۷۹/۱۰)]

(۸) [الروضة الندية (۴۳۴/۲)]

742- اکٹھے کھانا مستحب ہے

(1) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ قالوا يا رسول الله ﷺ إنا نأكل ولا نشبع قال: تحتمعون على طعامكم أو تفرقون قالوا تنفرون قال واجتمعوا على طعامكم واذكروا اسم الله تعالى يبارك لكم فيه ﴾ ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم کھانا کھاتے ہیں اور ہم سیر نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے کھانے پر اکٹھے ہوتے ہو یا علیحدہ علیحدہ؟ انہوں نے کہا ہم علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اکٹھے کھانا کھایا کرو اور اللہ کا نام ذکر کیا کرو اس کھانے میں تمہارے لیے برکت ڈال دی جائے گی۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ كلوا جميعا ولا تفرقوا فان طعام الواحد يكفى الإثنين وطعام الإثنين يكفى الأربعة ﴾ ”اکٹھے کھایا کرو اور الگ الگ نہ کھایا کرو۔ پس بے شک ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کفایت کر جائے گا اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کر جائے گا۔“ (۲)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن أحب الطعام إلى الله ما كثر عليه الأيدي ﴾ ”بے شک اللہ کے نزدیک بہترین کھانا وہ ہے جس پر زیادہ ہاتھ ہوں۔“ (۳)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ طعام الإثنين كافي الثلاثة وطعام الثلاثة كافي الأربعة ﴾ ”دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔“ (۴)

(5) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ طعام الواحد يكفى الإثنين وطعام الإثنين يكفى الأربعة وطعام الأربعة يكفى الثمانية ﴾ ”ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔ اور چار آدمیوں کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔“ (۵)

743- بہت زیادہ سیر ہو کر نہ کھانا

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ المسلم يأكل في معى واحد والكافر في

(۱) [حسن لغیره: صحيح الترغيب (۲۱۲۸) كتاب الطعام: باب الترغيب في الاجتماع على الطعام، ابو داود

(۳۷۶۴) ابن ماجه (۳۲۸۶) ابن حبان في صحيحه (۵۲۲۴)]

(۲) [حسن لغیره: الصحيحه (۲۶۹۱) صحيح الترغيب (۲۱۳۲) كتاب الطعام: باب الترغيب في الاجتماع على

الطعام، رواه الطبرانی في الأوسط]

(۳) [حسن لغیره: صحيح الترغيب (۲۱۳۳) كتاب الطعام: باب الترغيب في الاجتماع على الطعام، أبو يعلى

(۲۰۴۵) طبرانی في الأوسط]

(۴) [بخاری (۵۳۹۲) مسلم (۲۰۵۸)]

(۵) [مسلم (۲۰۵۹) ترمذی (۱۸۲۰) ابن ماجه (۳۲۵۴) بزار في كشف الاستار (۲۸۷۴)]

سبعة أمعاء ﴿ ”مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔“ (۱)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ ”ان رجلا كان يأكل أكلا كثيرا فاسلم فكان يأكل أكلا قليلا فذكر ذلك لرسول الله فقال إن المؤمن يأكل في معي واحد وإن الكافر يأكل في سبعة أمعاء ﴿ ”ایک آدمی بہت زیادہ کھایا کرتا تھا پھر وہ مسلمان ہوا تو بہت کم کھاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“ (۲)

(۳) صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ﴿ ”أضاف رسول الله ضيفا كافرا فأمر له رسول الله ﷺ بشاه فحلبت فشرب حلابها ثم أحرى فشرب حلابها ثم أحرى فشرب حلابها حتى شرب حلاب سبع شياه ثم إنه أصبح فأسلم فأمر له رسول الله ﷺ بشاة فشرب حلابها ثم أحرى فلم يستمه فقال رسول الله ﷺ إن المؤمن يشرب في معي واحد والكافر يشرب في سبعة أمعاء ﴿ ”رسول اللہ ﷺ نے ایک کافر مہمان کی ضیافت کی تو اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا۔ وہ اس کا دوہیا ہوا دودھ پی گیا پھر دوسری بکری کا دودھ لایا گیا وہ اسے بھی پی گیا اور پھر ایک اور بکری کا دودھ لایا گیا وہ اسے بھی پی گیا حتیٰ کہ وہ سات بکریوں کا دوہیا ہوا دودھ پی گیا۔ پھر صبح وہ مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا وہ اس کا دودھ پی گیا۔ پھر ایک دوسری بکری کا دودھ لایا گیا لیکن وہ اسے مکمل طور پر نہ پی سکا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔“ (۳)

(۴) حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ”ما ملأ آدمى وعاء شرا من بطن بحسب ابن آدم أكيات يقمن صلبه فإن كان لا محالة فثلث لطعامه وثلث لشرابه وثلث لنفسه ﴿ ”کسی آدمی نے پیٹ سے برابر تن نہیں بھرا ابن آدم کو اپنی پشت سیدھی رکھنے کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں اگر وہ لازماً زیادہ کھانا ہی چاہے (توپیت کے تین حصے کرے) ایک تہائی کھانے کے لیے ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے۔“ (۴)

(۵) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ”فإن أكثر الناس شبعاً في الدنيا أكثرهم جوعاً يوم القيامة ﴿ ”بے شک لوگوں میں سے اکثر وہ لوگ جو دنیا میں سیر ہوتے ہیں ان کی اکثریت قیامت

(۱) [بخاری (۵۳۹۶) کتاب الأطعمة : باب المؤمن يأكل في معي واحد، مسلم (۲۰۶۲) ابن ماجہ (۳۲۵۶) موطا (۹۲۴/۲)]

(۲) [بخاری (۵۳۹۳) کتاب الأطعمة : باب المؤمن يأكل في معي واحد]

(۳) [مسلم (۲۰۶۳) کتاب الأشربة : باب المؤمن يأكل في معي واحد والكافر يأكل في سبعة أمعاء، موطا (۹۲۴/۲)]

ترمذی (۱۸۱۹)]

(۴) [صحیح : إرواء الغلیل (۴۱/۷) ترمذی (۲۳۸۰) ابن ماجہ (۳۳۴۹) ابن حبان فی صحیحہ (۵۲۱۳)]

کے دن بھوکی ہوگی۔“ (۱)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ أَهْلَ الشَّعْبِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْجُوعِ﴾

غدا فی الآخرة ﴿بے شک دنیا میں سیر ہو کر کھانے والے لوگ کل آخرت میں بھوکے ہوں گے۔“ (۲)

(7) صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ﴿إِنَّهُ لِيَأْتِي الرَّجُلَ الْعَظِيمَ السَّمِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَا يَزِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ﴾

”بلاشبہ قیامت کے دن ایک بہت بھاری جسم والا آدمی آئے گا لیکن اللہ کے نزدیک وہ چمھر کے پر کے برابر بھی

وزن نہیں رکھتا ہوگا۔“ (۳)

(8) اور یہی میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لِيُؤْتِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْعَظِيمِ الطَّوِيلِ الْأَكُولِ الشَّرِيبِ فَلَا

يَزِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ﴾ ”قیامت کے دن ایک بہت بڑا طویل بہت زیادہ کھانے والا اور بہت زیادہ پینے والا آدمی

لایا جائے گا جو اللہ کے نزدیک ایک چمھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتا ہوگا۔“ (۴)

744- کھانے کے بعد ہاتھ صاف کر لینے چاہیے

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ بَاتَ فِي يَدِهِ رِيحٌ غَمْرٌ فَاصَابَهُ شَيْءٌ

فَلَا يَلُومُنْ إِلَّا نَفْسَهُ﴾ ”جس شخص نے رات گزاری اور اس کے ہاتھ میں چکنائٹ کی بو تھی پھر اسے کوئی چیز (کیڑا ککوڑہ یا

نقصان وغیرہ) پہنچ گئی تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ہرگز ملامت نہ کرے۔“ (۵)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ نَامَ فِي يَدِهِ غَمْرٌ وَلَمْ يَغْسِلْهُ فَاصَابَهُ

شَيْءٌ فَلَا يَلُومُنْ إِلَّا نَفْسَهُ﴾ ”جو شخص سو گیا اور اس کے ہاتھ میں چکنائٹ تھی اور اس نے اسے نہیں دھویا پھر اسے کوئی چیز پہنچ گئی

تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ہرگز ملامت مت کرے۔“ (۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد اگر ہاتھوں پر خوراک کے اجزاء چکنائٹ وغیرہ موجود ہوں تو اسے

اچھی طرح صاف کر لینا چاہیے اور اگر کسی نے ایسا نہ کیا اور پھر اسے کسی کیڑے وغیرہ نے کاٹ لیا تو یہ اس کی اپنی غلطی کا

نتیجہ ہی ہوگا۔

(۱) [صحیح: الصحیحہ (۳۴۳) صحیح الترغیب (۲۱۳۶) حاکم (۱۲۱/۴)]

(۲) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۲۱۳۸) کتاب الطعام: باب الترهیب من الإیمان فی الشیع]

(۳) [بخاری (۴۷۲۹) کتاب تفسیر القرآن: باب أولئك الذين كفروا بآيات ربهم، مسلم (۲۷۸۵)]

(۴) [بیہقی فی الشعب (۵۶۷۰)]

(۵) [صحیح: الصحیحہ (۲۹۵۶) صحیح الترغیب (۲۱۶۸) بزار فی کشف الأستار (۲۸۸۶)]

(۶) [صحیح: صحیح الترغیب (۲۱۶۶) ابو داود (۳۸۵۲) ترمذی (۱۸۶۰) ابن ماجہ (۳۲۹۷) ابن حبان فی

صحیحہ (۵۵۲۱)]

745- سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے کا حکم

مسلمانوں کے لیے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا جائز نہیں اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الذی یشرّب فی آنية الفضة إنما یحرجہ فی لہ نار جہنم﴾ ”جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے وہ صرف اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔“ (۱)

(2) صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہے کہ ﴿إن الذی یأکل أو یشرّب فی آنية الذهب والفضة إنما یحرجہ فی طہ نار جہنم﴾ ”بے شک جو شخص سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا یا پیتا ہے وہ صرف اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ برتا ہے۔“ (۲)

(3) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿لا تلبسوا الحریر ولا الדיباج لا تشرّبوا فی آنية الذهب والفضة ولا تأکلوا فی صحافہا فإنہا لہم فی الدنیا ولکم فی الآخرة﴾ ”ریشم مت نہو اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں مت پو اور ان کی پراتوں میں مت کھاؤ۔ بے شک یہ دنیا میں ان (کافروں) کے لیے س اور آخرت میں تمہارے لیے ہیں۔“ (۳)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسہ فی الآخرة ومن شرب الخمر فی الدنیا لم یشر بہ فی الآخرة ومن شرب فی آنية الذهب والفضة لم یشر بہا فی الآخرة﴾ ”جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا؛ جس نے دنیا میں شراب پی وہ اسے آخرت میں پیسے گا اور جس نے (دنیا میں) سونے اور چاندی کے برتنوں میں پیا وہ آخرت میں ان میں نہیں پیسے گا۔“ (۴)



([بخاری (۵۶۳۳) کتاب الأشریة : باب آنية الفضة])

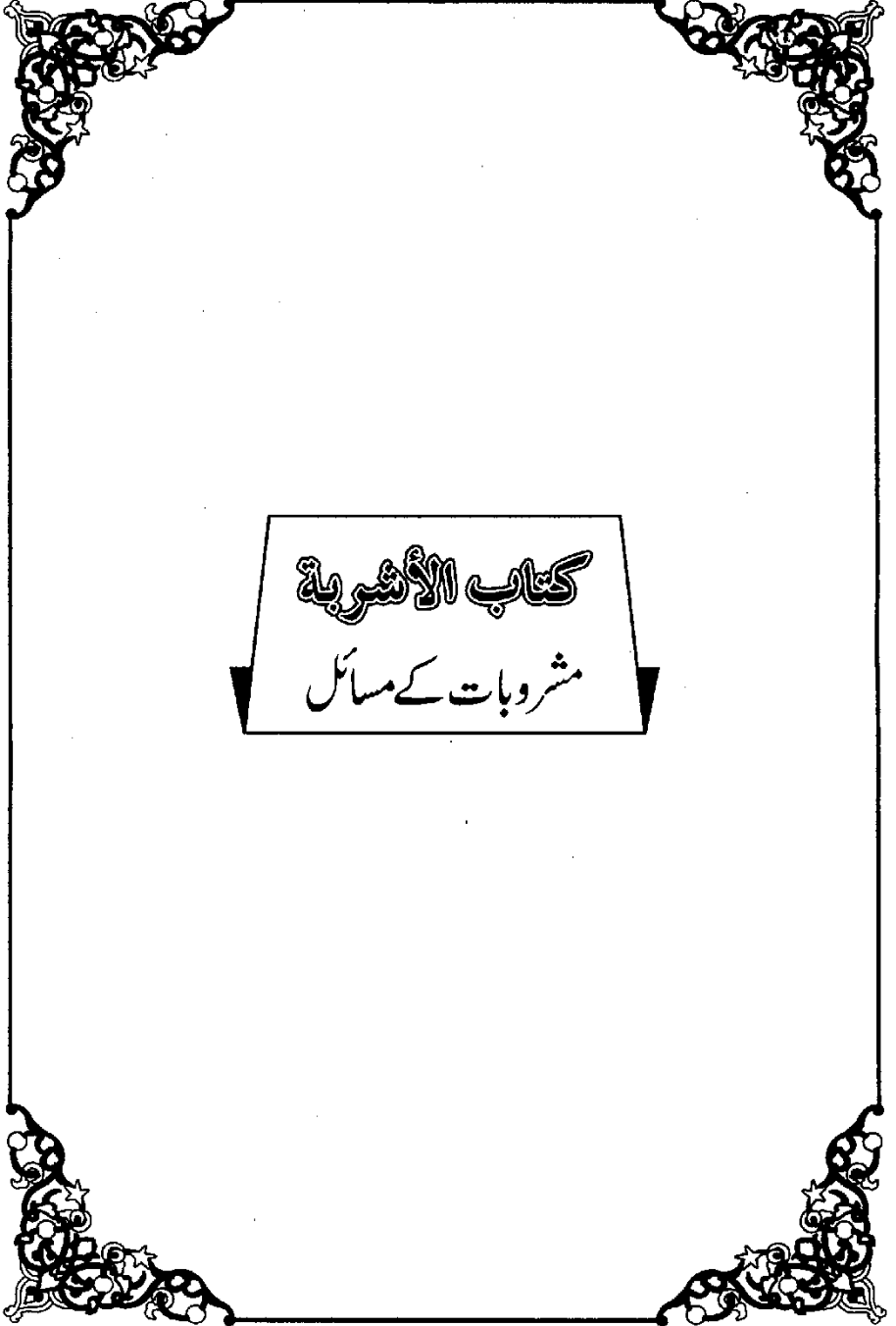
([مسلم (۲۰۶۵) کتاب اللباس والزینة : باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة فی الشرب])

([بخاری (۵۶۳۳) کتاب الأشریة : باب آنية الفضة ، مسلم (۲۰۶۷)])

([صحیح : صحیح الترغیب (۲۱۱۲) کتاب الطعام : باب الترهیب من استعمال أواني الذهب ، حاکم (۱۴۱/۴)])

امام حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [

www.KitaboSunnat.com



كتاب الأشرية
مشروبات کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْخَمْرُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ﴾ [المائدة: ۹۰]

”بے شک شراب..... گندی چیز اور شیطانی کام ہے۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ ابن القدح عن فيك ثم تنفس ﴾

”اپنے منہ سے برتن ہٹاؤ پھر سانس لو۔“

[صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۴۶)]

کتاب الأشربة ❶

مشروبات کے مسائل

کُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَكُلُّ مُفْتَبِرٍ حَرَامٌ ہر نشہ آور اور عقل پر پردہ ڈال دینے والی چیز حرام ہے۔ ❷

❶ لفظ اشربة شراب کی جمع ہے۔ اس سے مراد ہر پینے کی چیز ہے۔ باب شَرِبَ يَشْرَبُ (سمع) پینا، باب أَشْرَبَ يَشْرِبُ (إفعال) پلانا اور باب شَارَبَ يَشَارِبُ (مفاعلة) اکٹھے پینا کے معانی میں مستعمل ہے۔ (۱)
کھانے اور پینے کی اشیاء میں اصل اباحت و جواز ہی ہے، لاکہ جن اشیاء کے کھانے سے منع کیا گیا ہے صرف وہی حرام ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ [البقرة: ۲۹]

”وہی ذات (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔“

❷ (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿کل مسکر خمر وکل خمر حرام﴾ ”ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔“ (۲)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خمر کے بارے میں تین آیات نازل ہوئیں:

❶ ﴿يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ [البقرة: ۲۱۹]

”جب یہ آیت نازل ہوئی تو کہا گیا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ (یہ کیسے حرام ہو سکتی ہے؟ حالانکہ) ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں فائدہ بھی ہے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔“

❷ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ﴾ [النساء: ۴۳]

”اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔“

یہ آیت سن کر لوگوں نے کہا ہم نماز کے وقت نہیں پیتے۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

❸ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [المائدة: ۹۰]

”اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیز یہ سب گندی باتیں شیطانی

(۱) [المنجد (ص ۴۲۲) لسان العرب (۶۴/۷)]

(۲) [مسلم (۲۰۰۳) کتاب الأشربة: باب بیان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام، ابو داود (۳۶۷۹) ترمذی

(۱۸۶۱) نسائی (۵۰۸۲)]

کام ہیں۔ ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو جاؤ۔“

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿حُرِّمَتِ الخمر﴾ ”شراب حرام کر دی گئی ہے۔“ (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من شرب الخمر فی الدنیا ثم لم یتب منها

حرمها فی الآخرة﴾ ”جو دنیا میں شراب پی کر بغیر توبہ فوت ہو اودہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔“ (۲)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿کل شراب أسکر فهو حرام﴾ ”ہر نشہ آور

مشروب حرام ہے۔“ (۳)

(5) جب شراب حرام ہوئی تو صحابہ نے مدینہ کے راستوں میں بہادی۔ (۴)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مدمن الخمر کعابد وثن﴾ ”ہمیشہ شراب

پینے والا کسی بت کے عبادت گزار کی مانند ہے۔“ (۵)

(احتاف) صرف انگور اور کھجور کی شراب حرام ہے۔

(جمہور) ہر نشہ آور چیز حرام ہے خواہ انگور یا کھجور کی شراب ہو یا کسی اور چیز کی۔ (۶)

امام شافعیؒ، امام محمدؒ، امام نوویؒ، امام شوکانیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کا بھی یہی موقف ہے۔ (۷)

(قرطبیؒ) صحیح احادیث کو فیوں کے مذہب کار د کرتی ہیں۔ (۸)

(راجع) درج ذیل دلائل کی وجہ سے جمہور کا موقف راجح ہے:

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منیر رسول پر دوران خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! شراب کی حرمت پانچ اشیاء سے ہے: انگور، کھجور، شہد،

گیہوں، جو، والحمد للہ ما خامر العقل﴾ ”اور ضرورہ ہے جو چیز عقل پر پردہ ڈال دے۔“ (۹)

(۱) [ابوداؤد طیالسی (۱۷۱۵)]

(۲) [بخاری (۵۵۷۵) کتاب الأشریة : باب قول اللہ إنما الخمر والمیسر..... مسلم (۲۰۰۳) احمد (۱۹/۲) ابو داؤد

(۳۶۷۹) ابن ماجہ (۳۳۷۳)]

(۳) [بخاری (۲۴۲) کتاب الوضوء : باب لا یحوز الوضوء بالنبیذ ولا المعسر مسلم (۲۰۰۱)]

(۴) [مسلم (۱۵۸۷) کتاب المساقاة : باب تحريم بيع الخمر]

(۵) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۷۲۰) کتاب الأشریة : باب مدمن الخمر ابن ماجہ (۳۳۷۵)]

(۶) [نیل الأوطار (۲۵۶/۵) الروضة الندية (۴۳۸/۲) تحفة الأحوذی (۶۱۲/۵) شرح مسلم للنووی (۲۵۶/۷) بدائع

الصنائع (۱۱۷/۵) بدایة المحتهد (۴۵۷/۱) المغنی (۳۰۴/۸) المہذب (۲۸۶/۲) فتح الباری (۱۵۷/۱۱)]

(۷) [ایضاً]

(۸) [کما فی نیل الأوطار (۲۵۹/۵)]

(۹) [بخاری (۵۵۸۸، ۵۵۸۱) کتاب الأشریة : باب الخمر من العنب وغیره مسلم (۳۰۳۲) ابو داؤد (۳۶۶۹)

نسائی (۲۹۵/۸)]

- (2) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی معنی میں مرفوع حدیث منقول ہے۔ (1)
- (3) جس حدیث میں ہے کہ ”شراب صرف ان دو درختوں سے ہے ﴿النخلۃ والعنبۃ﴾ ”کھجور اور انگور۔“ (2)
- ان دونوں کو اس لیے خاص کیا گیا کیونکہ اعلیٰ اور نفیس شراب ان سے تیار ہوتی تھی جیسے کہا جاتا ہے ((السمال الإبل))
 ”مال تو صرف اونٹ ہی ہیں“ یعنی زیادہ نفع مند ہیں اور ((الحجج عرفات)) ”حج صرف میدان عرفات میں حاضری ہی ہے۔“ حالانکہ عرف کے علاوہ دیگر متعدد امور بھی حج میں شامل ہیں وغیرہ۔
- اسی طرح جن احادیث میں پانچ اشیا کا ذکر ہے وہ بھی اسی معنی میں ہیں کہ اس وقت عمومی طور پر شراب انہی اشیا سے بنتی تھی اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے علاوہ دیگر اشیا کی شراب جائز ہے بلکہ قاعدہ کلیہ بیان کر دیا گیا ہے کہ ”ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور ہر خمر حرام ہے۔“ (3)

وَمَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ اور جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔ ①

- ① (1) حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ﴾ ”جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔“ (4)
- (2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وَمَا أَسْكَرَ الْفَرْقَ مِنْهُ فَعَلَّاءُ الْكُفِّ مِنْهُ حَرَامٌ﴾ ”جس چیز کا ایک فرق (16 رطل وزن) نشہ کرے اس کا ایک چلو بھر بھی حرام ہے۔“ (5)
- (احتلاف) شراب کے جس پیالے سے نشہ آئے صرف وہی حرام ہے اس سے پہلے (خواہ کتنے ہی پیالے پی لیے جائیں سب) حلال ہیں۔ (6)
- احتلاف کے اس موقف کا جواب دو طرح سے دیا گیا ہے:

- (1) [صحیح : صحیح ابو داود (3123) کتاب الأشربة : باب الخمر معاهی ، ابو داود (3676) احمد (267/4) ترمذی (1872) نسائی فی الکبری (181/4) ابن ماجہ (3379)]
- (2) [مسلم (1985) کتاب الأشربة : باب بیان أن جمع ما يبتذ من النخل والعنب ، أحمد (279/2) نسائی (294/8) ابن ماجہ (3378) ترمذی (1875)]
- (3) [نیل الأوطار (206/5)]
- (4) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (2736) کتاب الأشربة : باب ما أسكر كثيره فقليله حرام ، إرواء الغلیل (2373) ابن ماجہ (3393 ، 3392) دارقطنی (262/4) احمد (91/2) ابو داود (3681) ترمذی (1865) نسائی (300/8)]
- (5) [صحیح : صحیح ابو داود (3134) کتاب الأشربة : باب ما جاء في السكر ، ابو داود (3687) ترمذی (1866) دارقطنی (250/4) موارد الظمان (1388) طبرانی اوسط (376/2) شرح معانی الآثار (216/4) بیہقی (296/8) ابن الجارود (861)]
- (6) [الهدایة (496/4) نیل الأوطار (260/5) تحفة الأحمودی (617/5)]

- ① شراب اسم جنس ہے جو کہ تمام جنس (یعنی پہلے پیالے سے نشہ کرنے والے پیالے تک) کی حرمت کا تقاضی ہے۔
- ② محض آخری پیالے کو ہی نشہ آور خیال کرنا ہرگز درست نہیں کیونکہ اگر بقیہ تمام پیالے نہ ہوتے تو صرف ایک پیالہ نشہ نہیں کر سکتا تھا اس لیے چونکہ تمام پیالوں کا اس میں حصہ ہے اس لیے تمام ہی نشہ آور ہیں۔ (۱)
- (راجح) گذشتہ صحیح احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرتی ہے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے لہذا آخری پیالہ ہی نہیں بلکہ پہلا پیالہ بھی حرام ہے۔

وَيَجُوزُ الْإِنْتِزَاعُ فِي جَمِيعِ الْأَشْبَةِ

تمام برتنوں میں نیبڈ بنانا جائز ہے۔ ①

① (1) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿كنت نهيتكم عن الأشربة إلا في ظروف الأدم فاشربوا في كل وعاء غير أن لا تشربوا مسكرا﴾ ”میں نے تمہیں چڑے کے برتنوں کے سوا تمام اشیا میں پینے سے منع کیا تھا تو اب تم نشہ آور چیز پینے کے علاوہ ہر برتن میں پی سکتے ہو“ (۲)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل حدیث منسوخ ہو چکی ہے:

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وفد عبد القیس نے جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر نبیذ کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے انہیں ان برتنوں میں نیبڈ بنانے سے منع کر دیا ﴿الدباء، والنقير، والمزفت، والحتم﴾ ”کدو سے بنا ہوا مٹکا، کھجور کے تنے کو چیز کے بنایا ہوا برتن، روغن کیا ہوا برتن اور پرانا سبز مٹکا“ (۳)

ان برتنوں میں (نیبڈ بنانے سے) اس لیے منع کیا گیا تھا کیونکہ ان میں نشہ جلد اور شدت سے پیدا ہوتا تھا۔ (۴)

وَلَا يَجُوزُ إِنْتِزَاعُ جَنْسَيْنِ مُخْتَلِطَيْنِ

لیکن دو مختلف اجناس کا نیبڈ بنانا جائز نہیں۔ ①

① (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أنه نهى أن ينبذ التمر والزبيب جميعا ونهى أن ينبذ الرطب والبسر جميعا﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے کھجور اور منعے کا اکٹھا نیبڈ بنانے سے اور اسی طرح تر اور خشک کھجور کا اکٹھا نیبڈ بنانے سے بھی منع فرمایا ہے۔“ (۵)

(2) اسی معنی میں حضرت ابو قتادہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات

(۱) [نبيل الأوطار (۲۶۰/۵) تحفة الأحوذی (۶۱۷/۵)]

(۲) [مسلم (۹۷۷) کتاب الحنائز: باب استئذان النبي ربه عزوجل في زيارة قبر أمه، احمد (۳۵۰/۵) ابو داود (۳۶۹۸) نسائی (۳۱۰/۸) ابن ماجه (۳۴۰/۵)]

(۳) [مسلم (۱۹۹۵) کتاب الأشربة: باب النهي عن الانتزاع في المزفت والدباء والحتم والنقير، بخاری (۵۵۹۵) احمد (۱۳۱/۶) نسائی (۳۰۷/۸)]

(۴) [نبيل الأوطار (۲۶۵/۵)]

(۵) [بخاری (۵۱۷۲) کتاب الأشربة: باب من رأى أن لا يخالط البسر والتمر، مسلم (۱۹۸۶) ابو داود (۳۷۰۳) نسائی (۲۹۰/۸) ابن ماجه (۳۳۹۵) احمد (۲۹۴/۳) ترمذی (۱۸۷/۶)]

مروی ہیں۔ (۱)

(نووی) انہوں نے دو مختلف جنسوں کا اکٹھا بنانے سے ممانعت کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ اس سے جلد نشہ پیدا ہو

جاتا ہے۔ (۲)

اس بات میں اختلاف کیا گیا ہے کہ حدیث میں موجود ممانعت حرمت کے لیے ہے یا کہ کراہت کے لیے۔

(جمہور) یہ ممانعت حرمت کے لیے نہیں۔

(خطابی، شافعی، احمد، اسحاق، قرطبی) ان کے نزدیک ممانعت حرمت کے لیے ہے۔

(ابو حنیفہ، ابویوسف) جب الگ الگ یہ دونوں اشیاء حلال ہیں تو جمع میں حرمت کسی۔ (۳)

(راجح) حدیث کا ظاہر حرمت پر ہی دلالت کرتا ہے۔ (۴)

<p>شراب سے سرکہ بنانا حرام ہے ① اور جوش مارنے سے پہلے رس اور نبیذ جائز ہے اور اس کے (جوش مارنے کا) عام گمان یہ ہے کہ جب وہ تین دن سے زیادہ پڑا ہے۔ ②</p>	<p>وَيَحْرُمُ تَخْلِيلَ الْخَمْرِ وَيَجُوزُ شُرْبُ الْعَصِيرِ وَ النَّبِيدِ قَبْلَ غَلْيَانِهِ وَمَظَنَّةُ ذَلِكَ مَا زَادَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ</p>
--	--

① حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ عَنِ الْخَمْرِ يَتَّخِذُ خَلَا فَعَالَ : لَا نَبِيَّ مَعَ الْخَمْرِ﴾

② سے شراب سے سرکہ بنانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت نہ دی۔ (۵)

(۲) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب تیموں کو وراثت میں ملنے والی شراب کا سرکہ بنانے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے

دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ (۶)

(۳) قتیبہ بن سعید نے امام مالکؒ کے دور میں مدینہ کے قاضی سے شراب کے سرکہ کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب میں

کہا: ”سبحان اللہ“ رسول اللہ کے حرم میں ایسا سوال۔“ لیکن امام مالکؒ کی وفات کے بعد جب جا کر یہی ذکر کیا تو کسی نے

تعجب نہ کیا۔ (۷)

(۱) [بخاری (۵۶۰۲) مسلم (۱۹۸۷) احمد (۴۴۵/۲) نسائی (۲۸۹/۸) ترمذی (۱۸۷۷)]

(۲) [شرح مسلم (۱۷۳/۷)]

(۳) [التعليق على الروضة الندية للشيخ محمد صبيحي حسن حلاق (۴۳۹/۲) نيل الأوطار (۲۶۹/۵) معالم السنن

(۲۶۹/۴)]

(۴) [حزب تفصيل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۱۹۷/۱۱) نيل الأوطار (۲۶۹/۵)]

(۵) [مسلم (۱۹۸۳) كتاب الأشربة : باب تحريم تخليل الخمر ' احمد (۱۱۹/۳) ابو داود (۳۶۷۵) ترمذی

(۱۲۹۴)]

(۶) [حسن : صحيح ترمذی ' ترمذی (۱۲۹۳) كتاب البيوع : باب ما جاء في بيع الخمر والنهي عن ذلك]

(۷) [أعلام الموقعين (۴۰۴/۲-۴۰۵)]

(جمہور) شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں اور نہ ہی یہ سرکہ بنانے سے پاک ہوتی ہے۔

(ابوحنیفہؒ) کسی اور چیز کو ملا کر سرکہ بنانے سے شراب پاک ہو جاتی ہے۔

(قرطبیؒ) اگر سرکہ بنانا جائز تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیبوں کا مال ضائع کر دیا۔ (۱)

(راجع) حدیث کا ظاہر سرکہ بنانے کی حرمت پر دلالت کرتا ہے۔ (۲)

② (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی افطاری کرنے کے لیے کدو کے مٹکے میں

نبیذ بنایا۔ پھر اسے آپ کے پاس لایا تو وہ جوش مار چکا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اضرب بهذا الحائط فبان هذا

شراب من لایؤمن بالله والیوم الآخر﴾ ”اسے دیوار کے ساتھ دے مارو کیونکہ یہ ان لوگوں کا مشروب ہے جو اللہ اور یوم

آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے لیے منقی بھگو یا جاتا آپ ﷺ اس سے ایک دن پیتے پھر اگلے

دن پیتے پھر اس سے اگلے دن یعنی تیسرے دن کی شام تک پیتے اور اس کے بعد خادم کو پلا دینے کا کہتے یا پھر اسے بہا دیتے۔“ (۴)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے صبح نبیذ بنا تیں تو آپ اسے شام کے کھانے کے

ساتھ پیتے۔ اگر کچھ بچ جاتا تو آپ اسے بہا دیتیں۔ پھر رات کو نبیذ بنا تیں تو آپ اسے صبح کے کھانے کے ساتھ تناول فرماتے

اور مزید فرماتی ہیں کہ ﴿غسل السقاء غدوة وعشية﴾ ”ہم شگینے کو صبح و شام دھوتے تھے۔“ (۵)

درج بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک دن نبیذ کا استعمال یا تین دن دونوں طرح درست ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا

یہی طرز عمل تھا۔

وَأَذَابُ الشُّرْبِ أَنْ يَكُونَ ثَلَاثَةَ أَنْفَاسٍ وَبِالْيَمِينِ وَمِنْ فُؤُودٍ	پینے کے آداب یہ ہیں کہ تین سانس لیے جائیں ① اور دائیں ہاتھ سے ② اور بیٹھ کر پیا جائے۔ ③
---	--

① حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَنَفَسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا﴾ ”نبی ﷺ برتن میں تین

سانس لیتے تھے۔“ (۶)

(۱) [الروضة الطالين (۳۱۳/۳) الهداية (۱۱۰/۴) المغنى (۴۶۰/۶) بداية المجتهد (۳۸۱/۱)]

(۲) [الروضة الندية (۴۴۱/۳)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۲۷۵۲) ابو داود (۳۷۱۶) كتاب الأشربة : باب في النبيذ إذا غلا نسائي (۵۶۱۰)

ابن ماجه (۳۴۰۹)]

(۴) [مسلم (۲۰۰۴) ابو داود (۳۷۱۳) نسائي (۵۷۳۹) ابن ماجه (۳۳۹۹)]

(۵) [مسلم (۲۰۰۵) كتاب الأشربة : باب إباحة النبيذ الذي لم يشدد ولم يصر مسكرا' ابو داود (۳۷۱۲)]

(۶) [بخارى (۵۶۳۱) كتاب الأشربة : باب الشرب بتفيسين أو ثلاثة' مسلم (۲۰۲۸) ترمذی (۱۸۸۴) ابو داود

(۳۷۲۷)]

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿انہ کان يتنفس في الشراب ثلاثا ويقول أنه أروى وأمر﴾ ”آپ ﷺ پینے کی

چیز میں تین سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے: یہ زیادہ میزاب کرنے والا ہے اور آرام سے گلے سے اترنے والا ہے۔“ (۱)
واضح رہے کہ سانس لینے سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر دوسری مرتبہ پینے کے لیے برتن سے باہر سانس لیتے تھے۔

② (1) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ﴿كل يمينك﴾ ”اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔“ (۲)
(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے
وہی اس سے پیے کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔“ (۳)

③ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ﴿لا يشربن أحد منكم قائما فمن نسي
ليستق﴾ ”تم میں سے کوئی بھی کھڑا ہو کر نہ پیے اور جو بھول جائے وہ تے کر دے۔“ (۴)

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔ (۵)
درج ذیل احادیث گذشتہ احادیث کے مخالف معلوم ہوتی ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿شرب النبي ﷺ قائما من زمزم﴾ ”نبی ﷺ نے زمزم کا پانی
کھڑے ہو کر پیا۔“ (۶)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا اور کہا ﴿إن ناسا يكرهون الشرب قائما وإن رسول الله ﷺ
صنع مثل ما صنعت﴾ ”بلاشبہ لوگ کھڑے ہو کر پینا ناپسند کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی مثل کیا ہے
جو میں نے کیا۔“ (۷)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چلتے ہوئے کھالیا کرتے تھے اور کھڑے ہو
کر پی لیا کرتے تھے۔ (۸)

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی کھڑے ہو کر پینا ثابت ہے۔ (۹)

(۱) [مسلم (۲۰۲۸) کتاب الأشربة : باب كراهة التنفس في نفس الإناء]

(۲) [بخاری (۵۳۷۶) کتاب الأطعمة : باب التسمية على الطعام والأكل باليمين ، مسلم (۲۰۲۲)]

(۳) [مسلم (۲۰۲۰) کتاب الأشربة : باب أداب الطعام والشراب وأحكامهما ، ابو داود (۳۷۷۶) ترمذی (۱۸۰۰)]

(۴) [مسلم (۲۰۲۶) کتاب الأشربة : باب كراهية الشرب قائما]

(۵) [مسلم (۲۰۲۴) احمد (۳۲/۳) ترمذی (۱۸۷۹) ابو داود (۳۷۱۷) ابن ماجه (۳۴۲۴)]

(۶) [بخاری (۵۶۱۷) کتاب الأشربة : باب الشرب قائما ، مسلم (۲۰۲۷) ترمذی (۱۸۸۲) نسائی (۲۹۶۴)]

(۷) [بخاری (۰۶۱۶) ابو داود (۳۷۱۸) نسائی (۱۳۰)]

(۸) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۲۶۷۰) كتاب الأطعمة : باب الأكل قائما ، ابن ماجه (۳۳۰۱) ترمذی (۱۸۸۰)]

(۹) [فتح الباری (۲۱۵/۱۱)]

تطیق: ان بظاہر متعارض احادیث میں مختلف طریقوں سے تطیق دی گئی ہے۔

① جواز کی احادیث کو ممانعت کی احادیث پر ترجیح دی جائے گی۔ یہ ابوبکر اثرم کا قول ہے۔

② ممانعت کی احادیث جواز کی احادیث سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ یہ ابن شاپین کا قول ہے۔

③ جواز کی احادیث ممانعت کی احادیث سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ یہ امام ابن حزم کا قول ہے۔

④ ممانعت کی احادیث حرمت پر نہیں بلکہ کراہت پر دلالت کرتی ہیں اور جواز کی احادیث اس بات (یعنی کراہت پر محمول کرنے) کا ثبوت مہیا کرتی ہیں۔ یہ حافظ ابن حجر کا قول ہے۔

(راجح) حافظ ابن حجر کا قول راجح و برحق ہے (یعنی کھڑے ہو کر پینا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے اور اگر کوئی کھڑے ہو کر پی لے تو اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا)۔ (۱)

وَتَقْدِيمِ الْأَيْمَنِ فَلَا يَمِينُ وَيَكُونُ السَّاقِي	(اور دوسروں کو دیتے وقت) دائیں طرف والوں کو مقدم رکھا جائے ① اور پلانے والا آخر میں ہے۔ ②
أَجْرُهُمْ شُرْبًا	

① حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بَلْبَنَ قَدْ شِيبَ بَمَاءٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِي وَعَنْ شِمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِي وَقَالَ: الْأَيْمَنُ الْأَيْمَنُ﴾ ”رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پانی ملا ہوا دودھ پیش کیا گیا۔ آپ کے دائیں جانب ایک دیہاتی تھا اور بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ ﷺ نے پی کر بائیں دیہاتی کو دیا اور فرمایا: دائیں طرف سے پس دائیں طرف سے۔“ (۲)

(۲) حضرت کہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غَلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ فَجَالَ لِلْغَلَامِ: أَنْ اذْنِ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَوْلًا فَقَالَ الْغَلَامُ: وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا أَوْثَرَ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا قَالَ فَتَلَّهُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي يَدِهِ﴾ ”رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شربت لایا گیا۔ آپ نے اس سے پیا آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف بوڑھے لوگ (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما جیسے لوگ بیٹھے ہوئے) تھے۔ آپ ﷺ نے بیچے سے کہا کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں ان شیوخ کو پہلے دے دوں۔ لڑکے نے کہا اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! آپ کے جو ٹھٹھے میں سے ملنے والے اپنے حصہ کے معاملہ میں میں کسی پر ایثار نہیں کروں گا۔ راوی نے بیان کیا کہ اس پر آپ ﷺ نے لڑکے کے ہاتھ میں پیالہ دے دیا۔“ (۳)

(۱) [نیل الأوطار (۲۷۸/۵) فتح الباری (۲/۱۱۶/۱)]

(۲) [بخاری (۵۶۱۹) کتاب الأشربة: باب الأيمن فلا يمين في الشرب، مسلم (۲۰۲۹) مؤطا (۹۲۶/۲) ترمذی

(۱۸۹۳) ابو داؤد (۳۷۲۶) ابن ماجہ (۳۴۲۵)]

(۳) [بخاری (۵۶۲۰) کتاب الأشربة: باب هل يستاذن الرجل من عن يمينه في الشرب ليعطى الأكبر، مسلم

(۲۰۳۰)]

② حضرت ابوقحادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ساقی القوم آخرهم شربا﴾ ”لوگوں کو پانی پلانے والا آخر میں خود پیے گا۔“ (۱)

(شوکانی) اس حدیث سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ امیر المؤمنین پر واجب ہے کہ عوام کی اصلاح اور فلاح و بہبود کو خود پر مقدم رکھے انہیں نفع پہنچانا ان سے نقصان دور کرنا ان کے چھوٹے اور بڑے معاملات کی نگہبانی کرنا اور ان کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھنا لازمی تصور کرے۔ (۲)

شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہے۔ ①

وَيُسْمَى فِي أَوَّلِهِ وَيَحْمَدُ فِي آخِرِهِ

① قرآن میں پینے کے لیے لفظ طعام استعمال ہوا ہے جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمَهُ فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ [البقرة: ۲۴۹]

”جس نے اس (نہر) سے نہ پکھا وہ میرا ہے۔“

(قرطبی) یہ آیت پانی کے طعام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(2) ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعَمُوا﴾ [المائدة: ۹۳]

”ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں۔“
معلوم ہوا کہ طعام (کھانے) میں پانی بھی شامل ہے اور پیچھے بیان کر دیا گیا ہے کہ طعام (کھانے) سے پہلے اور بعد میں بسم اللہ الحمد للہ اور دیگر مسنون دعائیں پڑھنی چاہئیں۔ چونکہ طعام میں پانی بھی شامل ہے اس لیے پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور بعد میں الحمد للہ پڑھنا چاہیے۔

وَيُكْرَهُ التَّنَفُّسُ فِي السَّقَاءِ وَالنَّفْحِ فِيهِ وَالشُّرْبُ
مِنْ فَمِهِ
برتن میں سانس لینا اور اس میں پھونکنا ① اور مشکیزے کو منہ لگا کر
پانی پینا مکروہ ہے۔ ②

① ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ أَوْ يَنْفَخَ فِيهِ﴾
”نبی ﷺ نے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۳)

(2) حضرت ابوقحادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ﴾

(1) [صحيح: صحيح ابن ماجه (2771) كتاب الأشربة: باب ساقی القوم آخرهم شربا، ابن ماجه (3434) ترمذی

(1894) أحمد (303/5) دارمی (122/2) نسائی فی السنن الكبرى (194/4)]

(2) [نیل الأوطار (283/5)]

(3) [صحيح: إرواء الغلیل (1977) (36/7) ابو داود (3728) كتاب الأشربة: باب فی النفخ فی الشراب والتنفس

فيه، ابن ماجه (3429) ترمذی (1888) أحمد (220/1)]

”جب تم میں سے کوئی پے تو برتن میں سانس مت لے۔“ (۱)

② (۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿نہی رسول اللہ عن اختناث الأَسْقِيَةِ أَنْ يَشْرَبَ مِنْ

أَفْوَاهِهَا﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے کھول کر ان کے مونہوں سے پینے سے منع فرمایا ہے۔“ (۲)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿نہی النبی ﷺ عن الشرب من فِى السَّقَاءِ﴾ ”نبی ﷺ نے

مشکیزے کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔“ (۳)

(۳) ایک آدمی نے مشکیزے کو منہ لگا کر پیا تو اس سے سانپ نکل آیا۔ (۴)

درج ذیل حدیث گذشتہ احادیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

حضرت کبشہ رضی اللہ عنہما کہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے ﴿فشرِبَ مِنْ فِى قَرْبَةِ مَعْلَقَةٍ قَائِمًا

فَقَمَّتْ إِلَيْهِ فِيهَا فَقَطَعْتَهُ﴾ ”آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر لگے ہوئے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا پھر میں نے اس

(مشکیزے) کے منہ کو کاٹ (کر محفوظ کر) لیا۔“ (۵)

ان بظاہر متعارض احادیث میں مختلف طریقوں سے تطبیق دی گئی ہے۔

(۱) (ابن حزم) مشکیزے کو منہ لگا کے پانی پینا حرام ہے۔ (۶)

(۲) (ابن حجر) جواز کی احادیث میں لگے ہوئے مشکیزے کا ذکر ہے مطلق نہیں اس لیے ان احادیث سے مراد ضرورت کی

حالت ہے۔ (یعنی بوقت ضرورت مشکیزے کے منہ سے بھی پیا جاسکتا ہے بصورت دیگر نہیں)۔ (۷)

(راجح) ممانعت کی احادیث حرمت پر نہیں بلکہ کراہت پر دلالت کرتی ہیں۔ (۸)

وَإِذَا وَقَعَتِ الْحَاسَةُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْمَائِعَاتِ لَمْ
يَجْعَلْ شُرْبُهُ وَإِنْ كَانَ جَائِدًا أَلْقَيْتُ وَمَا حَوْلَهَا
﴿جَبَّ نَجَاسَتِ كَسَى مَائِعٍ فِي شَيْءٍ مِنْهَا﴾

① (۱) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ سَثَلَ عَنْ فَارَةَ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ: أَلْقَوْهَا وَمَا

(۱) [بخاری (۵۶۳۰) کتاب الأشربة: باب النهى عن التنفس في الإناء، مسلم (۲۶۷) ترمذی (۱۸۸۹) نسائی (۴۳۱)]

(۲) [بخاری (۵۶۲۵) کتاب الأشربة: باب اختناث الأَسْقِيَةِ، مسلم (۲۰۲۳) ابو داود (۳۷۲۰) ترمذی (۱۸۹۰) ابن

ماجة (۳۴۱۸)]

(۳) [بخاری (۵۶۲۹) کتاب الأشربة: باب الشرب من فم المقاء]

(۴) [احمد (۲۳۰/۲) (۴۸۷)]

(۵) [صحيح: صحيح ابن ماجه (۲۷۶۳) كتاب الأشربة: باب الشرب قائما، ابن ماجه (۳۴۲۳) ترمذی (۱۸۹۲)

أحمد (۴۳۴/۶) مسند حمیدی (۳۵۴)]

(۶) [نیل الأوطار (۲۸۱/۵)]

(۷) [فتح الباری (۹۲/۱۰)]

(۸) [شرح مسلم للنووی (۲۱۳/۷) نیل الأوطار (۲۸۱/۵)]

حولہا فاطر حوہ و کلوا سمنکم ﴿ رسول اللہ ﷺ سے گھی میں گر (کرمر) جانے والی چوہیا کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اسے اور اس کے ارد گرد کے حصے کو نکال کر پھینک دو اور اپنا گھی کھا لو۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا وقعت الفأرة في السمن فإن كان حامدا ألقوها وما حولها وإن كان مائعا فلا تقر به ﴾ ”جب گھی میں چوہیا گر جائے تو اگر گھی جامد ہو تو اسے (چوہیا کو) اور اس کے ارد گرد کے حصے کو پھینک دو اور اگر مائع ہو تو اس کے قریب بھی مت جاؤ۔“ (۲)

(شوکانیؒ) ان احادیث کے مقابل کوئی قابل حجت چیز نہیں ہے (یعنی جو کچھ ان احادیث میں موجود ہے اسی پر عمل کرنا چاہیے)۔ (۳)

(ابوضیفہؒ) جس گھی میں چوہیا گری ہو اس سے چوہیا نکال کر اس سے فائدہ حاصل کرنا اور سے فروخت کرنا جائز ہے۔
(ابن حزمؒ) اس گھی سے فائدہ اٹھانا اور اسے فروخت کرنا دونوں کام حرام ہیں اور اگر اسے جائز قرار دے دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ نے اموال کے ضیاع کا حکم دیا ہے۔ (۴)

وَيَحْرُمُ الْأَكْلُ وَالشَّرْبُ فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے۔ ①

① (1) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تشربوا في آية الذهب والفضة ولا ياكلوا في صحافها فإنها لهم في الدنيا ولكم في الآخرة ﴾ ”سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ہی ان کے یالوں میں کھاؤ کیونکہ دنیا میں یہ کافروں کے لیے ہیں اور آخرت میں تمہارے لیے ہیں۔“ (۵)

(2) حضرت أم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن الذي يشرب في إناء الفضة إنما يجرجر في بطنه نار جهنم ﴾ ”جو شخص چاندی کے برتنوں میں (کھاتا) پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔“ (۶)

(۱) [بخاری (۲۳۵) کتاب الوضوء: باب ما يقع من النجاسات في السمن والماء، موطا (۹۷۱/۲) ابو داود (۳۸۴۱) نسائی (۱۷۸/۷) ترمذی (۱۷۹۸) دارمی (۱۸۸/۱) أحمد (۳۲۹/۶) مسند حمیدی (۱۴۹/۱) بیہقی (۳۵۳/۹)]

(۲) [شاف: ضعيف ابو داود (۸۲۷) كتاب الأطعمة: باب في الفأرة تقع في السمن، ابو داود (۳۸۴۲) نسائی (۴۲۶۰) ابن حبان (۳۳۵/۲)، (۱۳۸۹)]

(۳) [السيل الحرار (۱۱۰/۴)]

(۴) [المحلى بالآثار (۱۴۷/۱-۱۴۸)]

(۵) [بخاری (۵۴۲۶) كتاب الأطعمة: باب الأكل في إناء مفضض، مسلم (۲۰۶۷) ترمذی (۱۸۷۸) ابو داود (۲۷۲۳) ابن ماجه (۳۴۱۴) أحمد (۳۸۵/۵) دارمی (۱۲۱/۲) مسند حمیدی (۴۴۰)]

(۶) [بخاری (۵۶۳۴) كتاب الأشربة: باب آية الفضة، مسلم (۲۰۶۵) موطا (۹۲۴/۲) ابن ماجه (۳۴۱۳) دارمی (۱۲۱/۲) أحمد (۳۰۱/۶) طبايسی (۱۶۰۱)]

(ابوحنیفہؒ) سونے یا چاندی کے برتنوں میں پینا جائز ہے بشرطیکہ پینے والا اپنا منہ سونے یا چاندی کی جگہ پر نہ رکھے۔ (۱)
واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی یہ بات گذشتہ صریح احادیث کے خلاف ہے۔

○ کھانے پینے کے علاوہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا اور ان کا ہر قسم کا استعمال بالاجماع حرام ہے۔ (۲)
(جمہور، قرطبیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(امیر صنعانیؒ) کھانے پینے کے علاوہ ان برتنوں کے دوسرے استعمال جائز ہیں۔ (۴)

(شوکانیؒ) ہر چیز میں اصل حلت ہے جس کی حرمت موجود نہیں وہ حلال ہے۔ ثابت ہوا کھانے پینے کے علاوہ دوسرے استعمال
جائز ہیں۔ (۵)

(راجح) امام شوکانیؒ اور امام صنعانیؒ کا موقف راجح ہے۔ (۶)

746- برتنوں میں تھوڑی بہت چاندی جائز ہے

کیونکہ اس میں تکبر و فخر والی کوئی بات نہیں جو کہ برتنوں کے استعمال میں ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ان قدح
النبی ﷺ انکسر فاتخذ مکان الشعب سلسلۃ من فضۃ﴾ ”نبی ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے اس ٹوٹی ہوئی جگہ پر
چاندی کا تار لگوا لیا۔“ (۷)



(۱) [الأم (۱۰/۱) المجموع (۳۰۷/۱) المغنی (۷۷/۱) الکافی (۱۷/۱) الإنصاف (۸۱/۱)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۲۷۷/۷-۲۷۸)]

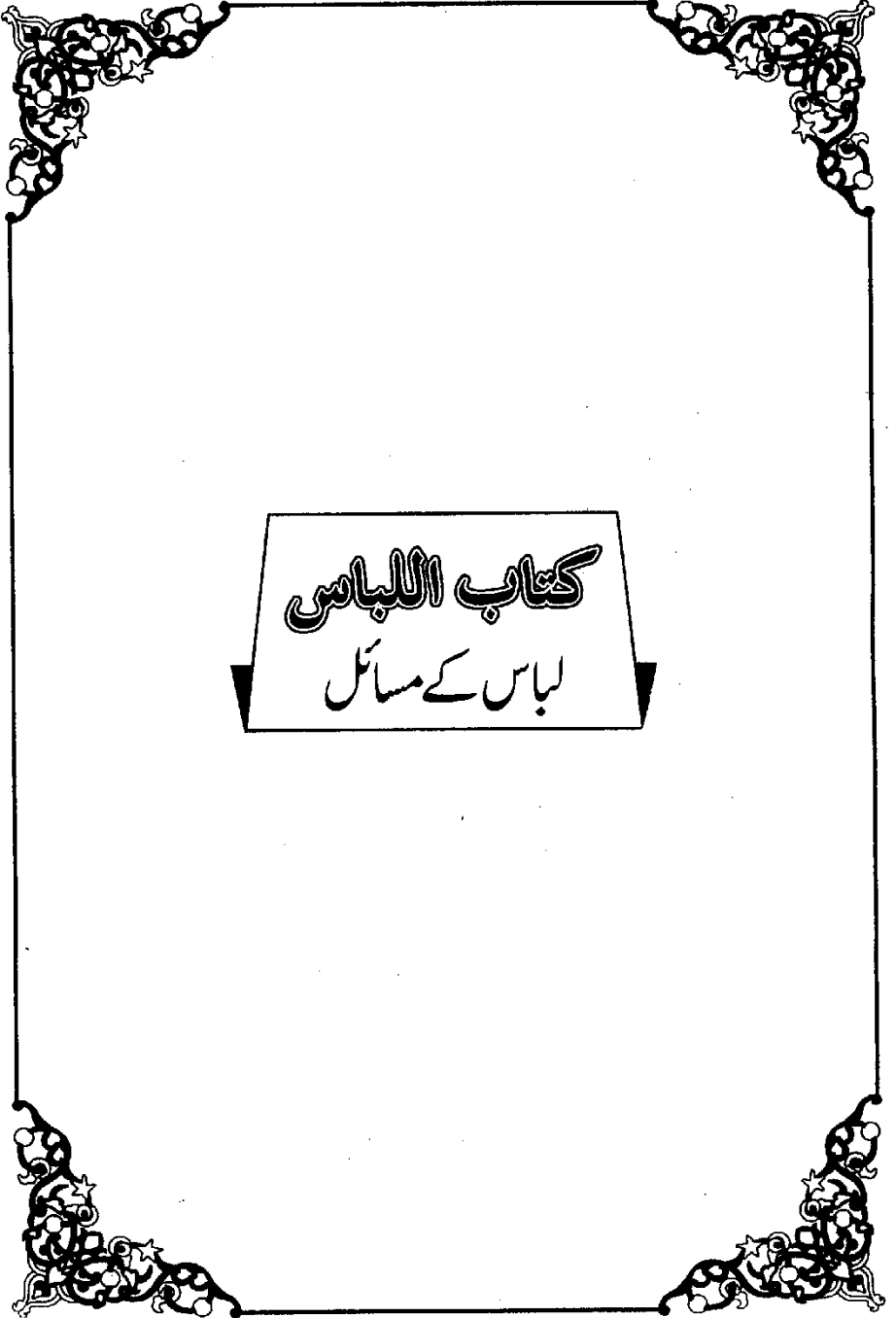
(۳) [فتح الباری (۱۰۰/۱۰)]

(۴) [سبل السلام (۴۱/۱)]

(۵) [نیل الأوطار (۱۲۲/۱)]

(۶) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی (۶۴۶/۵) فتح الباری (۳۶۵/۱۰)]

(۷) [بخاری (۳۱۰۹) کتاب فرض الخمس: باب ما ذکر من درع النبی ﷺ وعصاه وسیفہ و قدحہ وخاتمہ]



ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ ﴾ [الأعراف: ۳۲]

”کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے کپڑوں کو جنہیں اس نے اپنے بندوں کے لیے بنایا ہے، کس شخص نے حرام کیا ہے۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إِذَا لَبَسْتُمْ فابدءوا بيمينكم ﴾

”جب تم لباس پہنو تو اپنی دائیں اطراف سے شروع کرو۔“

[صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۷۸۷)]

کتاب اللباس ①

لباس کے مسائل

ستر ڈھانپنا خلوت و جلوت میں واجب ہے۔ ②

سَتْرُ الْعَوْرَةِ وَاجِبٌ فِي الْمَلَأِ وَالْخَلَاءِ

① لباس اُس کپڑے کو کہتے ہیں جسے پہنا جائے۔ باب لَبَسَ يَلْبَسُ (سمع) کپڑا پہننا، باب اَلْبَسَ يَلْبَسُ (افعال) کپڑا پہننا، باب لَبَسَ يَلْبَسُ (ضرب) مشتق کر دینا، باب اَلْبَسَ يَلْبَسُ (تفعیل) خلط ملط کر دینا۔ (۱)

یہ لفظ مندرجہ ذیل آیات میں استعمال ہوا ہے:

(1) ﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

”وہ عورتیں تمہارا لباس ہے اور تم ان کا لباس ہو۔“

(2) ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴾ [الحج: ۲۳]

”اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔“

(3) ﴿ وَلَا تَلْبَسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ﴾ [البقرة: ۴۲]

”اور تم حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔“

② بھڑ بن حکیم عن ابن عیینہ جده روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم اپنے ستر کن سے چھپائیں اور کن کے لیے چھوڑ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ احفظ عورتك إلا من زوجتك أو ما ملكت يمينك ﴾ ”اپنے ستر کو اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا سب سے چھپاؤ۔“ (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر ایک آدمی کے ساتھ کوئی دوسرا آدمی بھی ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن استطعت أن لا يرينها أحد فلا يرينها ﴾ ”حسب استطاعت کوشش کرو کہ اسے (ستر کو) کوئی نہ دیکھے۔“ (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی اکیلا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ واللہ أحق أن يستحیی منه من الناس ﴾ ”اللہ تعالیٰ لوگوں سے بھی زیادہ مستحی ہیں کہ ان سے حیا کی جائے۔“ (۲)

ستر کی حد اور تعیین کے متعلق مفصل بحث جلد اول میں ”باب شروط الصلاة“ کے زیر عنوان گزر چکی ہے۔

(۱) [القاموس المحيط (ص/۷۳۸) المنجد (ص/۷۷۷)]

(۱) [حسن: صحيح ابو داود (۳۳۹۰) كتاب الحمام: باب ما جاء في التعري، ابو داود (۴۰۱۷) ابن ماجه (۱۹۲۰)]

احمد (۳/۵) (۴) ترمذی (۲۷۶۹) بیہقی (۱۹۹/۱) حاکم (۱۷۹/۴)

وَلَا يَلْبَسُ الرَّجُلُ الْأَخْلَصَ مِنَ الْحَرِيرِ

مرد خالص ریشم مت پہنے۔ ①

- ① (1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تلبسوا الحرير فإنہ من لبسہ فی الدنيا لم یلبسہ فی الآخرة ﴾ ”ریشم مت پہنو کیونکہ جس نے اسے دنیا میں پہنا وہ آخرت میں اسے نہیں پہنے گا۔“ (۱)
- (2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ریشمی لباس لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! اسے آپ خرید لیجئے اور عید اور وفود کے لیے خوبصورتی حاصل کیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إنما ہذہ لباس من لا خلاق لہ فی الآخرة ﴾ ”یہ تو صرف اس کا لباس ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔“ (۲)
- (3) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ إن نبی اللہ أخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ وأخذ ذہبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال : إن ہذین حرام علی ذکور امتی ﴾ ”بلاشبہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا پکڑ کر کہا یقیناً یہ دونوں ایشامیری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔“ (۳)
- حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ حدیث ﴿ لا تلبسوا الحریر ﴾ ”ریشم مت پہنو“ کے عموم کی وجہ سے عورتوں کے لیے بھی ریشم حرام قرار دیتے ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ انہیں عورتوں کی تخصیص والی حدیث پہنچی نہ ہو۔ (۴)
- چھوٹے بچے چونکہ مکلف نہیں ہوتے اس لیے اگر وہ ریشم پہن لیں تو گنہگار نہیں ہوں گے البتہ انہیں پہنانے والوں کو گناہ ہوگا اور امام شوکانیؒ بچوں کے لیے مطلق طور پر ریشم کے جواز کے قائل ہیں۔ (۵)
- ایسا ریشم جو کسی دوسرے کپڑے کے ساتھ ملا ہوا ہو اسے پہننے میں اگرچہ اختلاف تو ہے لیکن راجح حرمت ہی ہے (جبکہ وہ ریشم چار انگلیوں سے زیادہ ہو)۔ (۶)
- (جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)
- (نوویؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۸)

- (۱) [بخاری (۵۷۳۴) کتاب اللباس : باب لبس الحریر وافتراشہ للرجال و قدر ما یجوز منہ 'مسلم (۲۰۶۹) احمد (۲۰۱۱) نسائی (۲۰۱۸)]
- (۲) [بخاری (۵۸۳۵) کتاب اللباس : باب لبس الحریر وافتراشہ..... 'مسلم (۲۰۶۸)]
- (۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۴۲۲) کتاب اللباس : باب فی الحریر للنساء 'ابو داود (۴۰۵۷) نسائی (۵۱۴۵) ابن ماجہ (۳۵۹۵) ابن حبان (۱۴۶۵ - الموارد) غایۃ المرام (۷۷)]
- (۴) [نیل الأوطار (۵۵۷/۱)]
- (۵) [تحفة الأحوذی (۳۸۲/۵) نیل الأوطار (۵۵۹/۱)]
- (۶) [تحفة الأحوذی (۳۸۴/۵) نیل الأوطار (۵۶۳/۱) الروضة الندیة (۴۵۶/۲)]
- (۷) [تحفة الأحوذی (۳۸۴/۵)]
- (۸) [شرح مسلم (۲۹۹/۷)]

إِذَا كَانَ فَوْقَ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا لِنَتْدَاوِي

جب چار انگلیوں سے زائد ہو ① مگر بطور علاج پہن سکتا ہے۔ ②

① حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ لِبْسِ الْحَرِيرِ إِلَّا هَكَذَا وَصَفَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ إِصْبَعِيهِ وَرَفَعَ زَهِيرَ الْوَسْطَى وَالسَّبَابَةَ﴾ ”نبی کریم ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا تھا سوائے اتنے کے اور اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے دو انگلیوں کے اشارے سے کی تھی۔ زہیر (راوی حدیث) نے درمیانی اور شہادت کی انگلیاں اٹھا کر بتلایا۔“ (۱)

(۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿نَهَى عَنِ لِبْسِ الْحَرِيرِ إِلَّا مَوْضِعَ إِصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ أَوْ أَرْبَعَةٍ﴾ ”آپ ﷺ نے دو تین یا چار انگلیوں سے زیادہ ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے۔“ (۲)

② حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِلزَّبِيرِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي لِبْسِ الْحَرِيرِ لِحِكَّةِ بَهْمَا﴾ ”نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔“ (۳) اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(شافعی، ابو یوسف، قرطبی) کسی شدید ضرورت کی وجہ سے ریشم پہننا جائز ہے۔

(ابو حنیفہ، مالک) چاہے کتنی ہی ضرورت ہو، ریشم پہننا ہر صورت میں جائز نہیں۔

(راجع) گذشتہ حدیث میں مذکور دونوں صحابیوں کی مثل کسی عذر میں ریشم پہننا جائز ہے۔ جمہور علما کا یہی موقف ہے۔ (۴)

وَلَا يَفْتَرِيْهُ وَلَا الْمَضْبُوْعُ بِالْمَضْفُرِ

اور انسان ریشم کا پھوٹا نہ بنائے ① اور سرخ رنگ کا لباس بھی نہ پہنے۔ ②

① حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ لِبْسِ الْحَرِيرِ وَالذِّيَّاجِ وَأَنْ نَحْلِسَ عَلَيْهِ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حریر اور ذیباغ (دونوں ریشم کی قسمیں ہیں) پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۵) (جمہور) حدیث کے واضح لفظ اس بات کا ثبوت ہیں کہ ریشمی کپڑے پر بیٹھنا حرام ہے۔ (۶)

(۱) [بخاری (۵۸۲۹) کتاب اللباس: باب لبس الحرير وافتراشه..... مسلم (۲۰۶۹) ابو داود (۴۰۴۲) ترمذی

(۱۷۲۱) نسائی (۲۰۲/۸) ابن ماجہ (۳۵۹۳)]

(۲) [مسلم (۲۰۶۹) کتاب اللباس والزينة: باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال]

(۳) [بخاری (۵۸۳۹) کتاب اللباس: باب ما يرخص للرجال من الحرير للحكة، مسلم (۲۰۷۶) ابو داود (۴۰۵۶)

ترمذی (۱۷۲۲) ابن ماجہ (۳۵۹۲)]

(۴) [نیل الأوطار (۵۶۵/۱)]

(۵) [بخاری (۵۸۳۷) کتاب اللباس: باب افتراش الحرير]

(۶) [الأم (۱۸۵/۱) حلیۃ العلماء فی معرفۃ مذاہب الفقہاء (۶۷/۲) المعرشی علی مختصر سیدی خلیل (۲۴۵/۱)

الإنصاف فی معرفۃ الراجع من الخلاف (۴۷۵/۱)]

(احناف) ریشمی کپڑے کا پھونانا جائز ہے۔ (۱)

(ابن عباس رضی اللہ عنہما، انس رضی اللہ عنہ) ان سے بھی ایسی روایات منقول ہیں۔ (۲)

(زیلعی) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نے حنفی مذہب کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ (۳)

(راجع) ریشم پر بیٹھنا حرام ہے۔ (۴)

(ابن قیم) اگر (ریشم پر بیٹھنے کی حرمت کے متعلق) نص موجود نہ بھی ہوتی تب بھی ریشم پہننے کی ممانعت ہی اسے پھونایا

لحاف بنانے کی ممانعت کے لیے کافی تھی کیونکہ لغوی و شرعی اعتبار سے یہ پہننے میں شامل ہے۔ (۵)

② (۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿رأى رسول الله على ثوبين معصفرين فقال: إن هذه من

ثياب الكفار فلا تلبسها﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر دو سرخ (زر در شی مائل) رنگ کے کپڑے دیکھے تو فرمایا: یہ کفار کے

کپڑے ہیں لہذا انہیں مت پہنو۔“ (۶)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿نهاني رسول الله ﷺ عن لباس المعصفر﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے سرخ

رنگ سے رنگے ہوئے لباس سے مجھے منع فرمایا۔“ (۷)

○ جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿رأيت في حلة حمراء﴾ ”میں نے آپ ﷺ کو سرخ

لباس میں دیکھا۔“ (۸)

وہ گزشتہ احادیث کے مخالف نہیں ہے کیونکہ ممانعت صرف اس خاص سرخ رنگ سے ہے جو صرف عصفر بوٹی سے رنگنے

سے حاصل ہوتا ہے۔ (۹)

(۱) [ملتنقى الأبحر للعلامة الفقيه إبراهيم بن محمد الحلبي (۲۳۲۲/۲-۲۳۳۳)]

(۲) [نيل الأوطار (۵۶۱/۱)]

(۳) [نصب الرأية (۲۲۷/۴)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباری (۴۷۲/۱۱) نيل الأوطار (۵۶۲/۱)]

(۵) [أعلام الموقعين (۳۶۶/۲)]

(۶) [مسلم (۲۰۷۷) کتاب اللباس والزينة: باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر، احمد (۱۶۲/۲) نسائي

[(۲۰۳/۸)]

(۷) [مسلم (۲۰۸۷) کتاب اللباس والزينة: باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر، موطا (۸۰۱/۱) ابو داود

(۴۰۴۴) ترمذی (۲۶۴) نسائي (۱۸۹/۲) احمد (۹۲/۱) بخاری فی تعلق أفعال العباد (ص/۶۹)]

(۸) [بخاری (۳۵۵۱) کتاب المناقب: باب صفة النبي، مسلم (۲۳۳۷) ابو داود (۴۰۷۲) ترمذی (۱۷۲۴)]

(۹) [نيل الأوطار (۵۷۱/۱) تحفة الأحوذی (۳۹۳/۵)]

حافظ ابن حجرؒ نے اس مسئلے میں سات اقوال نقل فرمائے ہیں تفصیل کا طالب ان کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ (۱)

وَلَا تُوبَ شُهْرَةَ وَلَا مَا يَخْتَصُّ بِالنِّسَاءِ وَلَا الْعَمَسَ	نہ ہی شہرت کا لباس پہنے ❶ اور نہ ہی ایسا لباس جو عورتوں کے ساتھ خاص ہو اور نہ ہی عورتیں مردوں کا خاص لباس پہنیں۔ ❷
--	---

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ لَبَسَ ثُوبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللَّهُ ثُوبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ ”جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔“ (۲)

شہرت کے لباس سے مراد وہ لباس ہے جو عام لوگوں کے لباسوں کے رنگوں سے مختلف رنگ کا ہونے کی وجہ سے شہرت کا باعث بنے۔ لوگوں کی نظر اس کی طرف اٹھیں اور اسے پہننے والا تعجب و تکبر میں پڑ جائے۔

یاد رہے کہ یہ حدیث نفیس و عمدہ لباس پہننے کے مخالف نہیں بلکہ عوام الناس کے لباس سے مختلف، تکبر اور فخر و ریاء کے لیے پہنے گئے لباس کی ممانعت میں واضح دلیل نہیں۔ (۳)

نیز رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی اس بات کی تائید کرتا ہے ﴿ لَا يَدْخُلُ الْحَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مَثْقَلُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبَرٍ ﴾ ”وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔“ (۴)

❷ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ لَعَنَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَ الرَّجُلِ ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے عورتوں جیسا لباس پہننے والے مرد اور مردوں جیسا لباس پہننے والی عورت پر لعنت کی ہے۔“ (۵)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُتَشَبِهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔“ (۶)

(۱) [فتح الباری (۳۱۸/۱۰) نیل الأوطار (۵۷۵/۱)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۲۹۰۵) کتاب اللباس: باب من لبس شهرة من الثياب، ابن ماجہ (۳۶۰۶) ابو داود (۴۰۶۹) احمد (۱۳۹/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (۵۹۶/۱)]

(۴) [صحیح: الصحيحة (۱۶۲۶) ترمذی (۱۹۹۹) کتاب البر والصلة: باب ما جاء في الكبر، احمد (۴۵۱/۱) ابو عوانة (۳۱/۱) شرح السنة (۵۳۵/۶) طبرانی کبیر (۱۰۵۳۳/۱۰) حاکم (۲۶/۱)]

(۵) [صحیح: صحیح ابو داود (۳۴۵۴) کتاب اللباس: باب في لباس النساء، ابو داود (۴۰۹۸) احمد (۳۲۵/۲) ابن حبان (۱۴۵۵-۱) الموارد) حاکم (۱۹۴/۴)]

(۶) [بخاری (۵۸۸۵) کتاب اللباس: باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال]

وَيَحْرُمُ عَلَيَّ الرَّجَالَ التَّحْلِيَّ بِالذَّهَبِ لَا بِغَيْرِهِ

مردوں پر سونے کے زیورات پہننا حرام ہے لیکن اس کے علاوہ دوسری
دھاتوں کے زیورات حرام نہیں۔ ①

① حضرت ابو موسیٰ بنی بصرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيرُ لِلنِّسَاءِ مِنْ أُمَّتِي وَحَرَمَ عَلَيَّ ذِكْرُهَا﴾ ”سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال ہے جبکہ مردوں کے لیے حرام ہے۔“ (۱)
تاہم چاندی وغیرہ کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ﴾ [الأعراف: ۳۲]

”کہہ دو کون ہے جس نے اللہ کی وہ زینت حرام کی جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی ہے۔“

(2) ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ﴾ [البقرة: ۲۹]

”وہی ذات ہے جس نے زمین میں موجود ہر چیز تمہارے لیے پیدا کی۔“

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿عَلَيْكُمْ بِالْفِضَّةِ فَالْعَبَا بَهَا كَيْفَ شِئْتُمْ﴾ ”چاندی کو لازم پکڑو اور جیسے چاہو اسے استعمال کرو۔“ (۲)

(4) رسول اللہ ﷺ کی تلوار میں چاندی لگی ہوئی تھی۔ (۳)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ وَجَعَلَ فِصَّةً مِمَّا يَلِي كَفَّهُ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهُ فَلَمَّا رَأَاهُمْ قَدِ اتَّخَذُوا هَا رَمِي بِهِ وَقَالَ : لَا أَيْسَهُ أَبَدًا ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِمَ الْفِضَّةِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ : فَلَبَسَ الْخَاتَمَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ أَبُو بَكْرٌ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عِثْمَانُ حَتَّى وَقَعَ مِنْ عِثْمَانَ فِي بَصْرَ أُرَيْسٍ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے سونے یا چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا گلیزہ تھیلی کی طرف رکھا اور اس پر ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ کھدوائے پھر دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوائی ہیں تو آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور دوسرے لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

(۱) [صحيح: صحيح ترمذی، ترمذی (۱۷۲۰) كتاب اللباس: باب ما جاء في الحرير والذهب، ابن ابی شیبہ (۳۴۶/۸) احمد (۳۹۲/۴) شرح معانی الآثار (۲۵۱/۴) بیہقی فی السنن الكبرى (۴۲۵/۲) طيالسی (۱۸۲۰)]

(۲) [حسن: صحيح ابو داود (۳۵۶۵) كتاب الخاتم: باب ما جاء في الذهب للنساء، ابو داود (۴۲۳۶) احمد (۳۷۸/۲) بیہقی فی السنن الكبرى (۱۴۰/۴)]

(۳) [زاد المعاد (۳۳/۱)]

آپ ﷺ کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہنا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہنا۔ آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ انگوٹھی اُریس کے کونوں میں گر گئی۔“ (۱)

متفرقات

747- انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائیے؟

انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہنی جاسکتی ہے البتہ زیادہ راجح دائیں ہاتھ میں پہننا ہے۔

- (1) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ﴾ ”نبی ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔“ (۲)
- (2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَخْتَمُ فِي بَسَارِهِ﴾ ”نبی ﷺ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔“ (۳)
- (3) حضرت تافعؓ کا بیان ہے کہ ﴿أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَدِهِ الْيُسْرَى﴾ ”بلاشبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔“ (۴)

748- انگشت شہادت اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننا

ان دونوں انگلیوں میں انگوٹھی پہننا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿نَهَانِي أَنْ أَضَعُ الْخَاتَمَ فِي هَذِهِ أَوْ فِي هَذِهِ لِلْسَّبَابَةِ وَالْوَسْطَى﴾ ”آپ ﷺ نے مجھے اس اور اس یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۵۸۶۶) کتاب اللباس : باب خاتم الفضة]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۵۵۷) کتاب الخاتم : باب ما جاء في التختم في اليمين أو اليسار، ابو داود (۴۲۲۶) ترمذی (۱۷۴۴)]

(۳) [شافع : ضعيف ابو داود (۹۰۸) کتاب الخاتم : باب ما جاء في التختم في اليمين أو اليسار، ابو داود (۴۲۲۷) شعب البانی فرماتے ہیں کہ ”یبارہ“ کے بجائے ”یمینہ“ کے لفظ محفوظ ہیں۔]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۵۵۸) کتاب الخاتم : باب ما جاء في التختم في اليمين أو اليسار، ابو داود (۴۲۲۸)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۵۵۶) کتاب الخاتم : باب ما جاء في خاتم الحديد، ابو داود (۴۲۲۵) ترمذی (۱۷۸۶) ابن ماجہ (۳۶۴۸)]

749- لوہے کی انگوٹھی پہننے کا حکم

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی تو نبی ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ جب اس آدمی نے نبی ﷺ کی ناپسندیدگی دیکھی تو وہ ذہب فالقسی الخاتم وأخذ خاتما من حديد فلبسه ﴿﴾“ اس نے سونے کی انگوٹھی اتار دی اور لوہے کی انگوٹھی لے کر پہن لی۔“ اور دوبارہ نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ هذا شر هذا حلية أهل النار فرجع فطرحه ولبس خاتما من ورق فسكت عنه النبي ﴿﴾ ”یہ بدترین ہے یہ جنم والوں کا زیور ہے۔ وہ پلٹ گیا اور اسے اتار کر پھینک دیا اور چاندی کی انگوٹھی پہن لی اس پر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔“ (۱)

(البانیؒ) یہ حدیث لوہے کی انگوٹھی کی حرمت کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسے سونے کی انگوٹھی سے بھی بُرا قرار دیا ہے۔ (۲)

(2) حضرت بربیدہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی آپ ﷺ نے اسے فرمایا: مجھے کیا ہے کہ میں تجھ میں بتوں کی بومسوں کر رہا ہوں اس نے اس انگوٹھی کو اتار کر پھینک دیا پھر آیا ﴿﴾ وعلیه خاتم من حديد ﴿﴾ ”تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی“ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ مالی اری علیک حلیة أهل النار ﴿﴾ ”کیا ہے مجھے کہ میں تجھ پر آگ والوں کا زیور دیکھ رہا ہوں؟“ اس نے اسے پھینک دیا اور پھر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک مشقال (4.50 ماشے) سے کم چاندی کی بنا لے۔“ (۳)

درج بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں۔

جس روایت میں ہے کہ ﴿﴾ كان خاتم النبي ﷺ من حديد ملوی علیہ فضة وربما كان فی یدی ﴿﴾ ”رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی لوہے سے بنی ہوئی تھی اور اس پر چاندی کی ملمع سازی کی گئی تھی وہ بعض اوقات میرے ہاتھ میں ہوتی تھی۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۴)

(۱) [صحیح: آداب الزفاف (ص ۲۱۷/۱) غایۃ المرام (ص ۶۸/۱) احمد (۱۶۳/۲ - ۱۷۹) الأدب المفرد (۱۰۲۱/۱)]

(۲) [آداب الزفاف (ص ۲۱۸/۱)]

(۳) [ضعیف: ضعیف ابو داؤد (۹۰۶) کتاب الخاتم: باب ما جاء فی خاتم الحديد، ابو داؤد (۴۲۲۳) نسائی (۵۲۱۰) کتاب الزینة: باب مقدار ما يجعل فی الخاتم من فضة: ترمذی (۱۷۸۵) بیہقی فی الشعب (۶۳۵۰) ابن حبان (۱۴۶۷) اگرچہ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ روایت حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔] نیسل المقصود (۴۲۲۳)]

(۴) [ضعیف: ضعیف ابو داؤد (۹۰۷) کتاب الخاتم: باب ما جاء فی خاتم الحديد، ابو داؤد (۴۲۲۴) نسائی (۵۲۲۰) بیہقی (۶۳۵۲)]

صحیح بخاری کی جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿التمس ولو خاتما من حديد﴾ ”تم تلاش کرو اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔“ (۱)

اس حدیث میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

(ابن حجر) اس حدیث سے لوہے کی انگوٹھی پہننے پر استدلال کیا گیا ہے حالانکہ اس میں اس کے جواز پر کوئی دلیل نہیں اس لیے کہ انگوٹھی لانا انگوٹھی پہننے کو لازم نہیں۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے انگوٹھی کے وجود کا ارادہ کیا ہوتا کہ عورت اس کی قیمت سے نفع حاصل کر لے۔ (۲)

750- گھروں میں تصویروں والے پردے لٹکانے کا حکم

گھروں میں تصویروں والے پردے یا چادریں لٹکانا جائز نہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ﴿قدم رسول الله من سفر وقد سترت بقرام لی علی سہوة لی فیہا تماثیل فلما رآہ رسول الله ﷺ ہتکک وقال : أشد الناس عذابا یوم القيامة الذین یضاهون بخلق الله﴾ ”رسول اللہ ﷺ سفر (غزوہ تبوک) سے تشریف لائے تو میں نے اپنے گھر کے سامبان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا اس پر تصویریں تھیں جب آپ نے دیکھا تو اسے کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی مخلوق کی طرح خود بھی بناتے ہیں۔“ (۳)

751- کالی پگڑی پہننا جائز ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿دخل النبی ﷺ مكة یوم الفتح وعلیہ عمامة سوداء﴾ ”فتح مکہ کے دن نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ رنگ کی پگڑی پہنی ہوئی تھی۔“ (۴)

752- شلواریٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا حکم

شلواریٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من جسر ثوبه خیلاء لم ینظر الله إلیہ یوم القيامة﴾ ”جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چلے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر بھی نہیں

(۱) [بخاری (۵۱۲۱/۰۲۳۱) کتاب النکاح : باب عرض المرأة نفسها علی الرجل الصالح]

(۲) [فتح الباری (۳۲۳/۱۰)]

(۳) [بخاری (۵۹۵۴) کتاب اللباس : باب ما وطئ من التصاویر، مسلم (۲۱۰۶) أحمد (۲۲۹/۶)]

(۴) [صحیح : صحیح ترمذی، ترمذی (۱۷۳۵) کتاب اللباس : باب ما جاء فی العمامة السوداء، شرح السنة

[۱۷۱/۶]

کریں گے۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما أسفل من الكعبين من الإزار ففى النار ﴾
”تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہو وہ جہنم میں ہوگا۔“ (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ بینما رجل یمشى فى حلة تعجبه نفسه مرجل حمتہ إذ خسف اللہ به فهو يتحلجل إلى یوم القيامة ﴾ ”(نبی اسرائیل میں) ایک شخص ایک لباس پہن کر کبر و غرور میں سرمست سر کے بالوں میں کنگھی کیے ہوئے اکڑ کر اترتا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اب وہ قیامت تک اس میں تڑپتا رہے گا یا دھنستا رہے گا۔“

ایک روایت میں ہے کہ ”وہ شخص اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔“ (۳)

753- داڑھی کو مہندی لگانے کا حکم

سیاہ رنگ سے اجتناب کرتے ہوئے داڑھی کو مہندی وغیرہ سے رنگنا مشروع ہے۔

- (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ غیروا الشیب ولا تشہوا بالیہود ﴾
”بڑھاپے کو تبدیل کرو اور یہودیوں کی مشابہت مت کرو (کیونکہ وہ اپنے بالوں کو سفید ہی رکھتے ہیں)۔“ (۴)
- (2) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن أحسن ما غیر بہ الشیب الحناء والکتم ﴾
”یقیناً سب سے بہترین چیز جس کے ذریعے بڑھاپے کو تبدیل کیا جاسکتا ہے مہندی اور کتم بوٹی ہے۔“ (۵)

754- ایک دن چھوڑ کر کنگھی کرنی چاہیے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نہی رسول اللہ عن الترجل إلا غبا ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے
(روزانہ) کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے ہاں اگر ناخن سے کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔“ (۶)

755- سرمہ پہننا جائز ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ خیر أحوالکم الإنمذ یحلو البصر وینبت

- (۱) [بخاری (۵۷۸۴) کتاب اللباس : باب من جر إزاره من غیر خیلاء]
- (۲) [بخاری (۵۷۸۷) کتاب اللباس : باب ما أسفل من الكعبين فهو فى النار]
- (۳) [بخاری (۵۷۸۹، ۵۷۹۰) کتاب اللباس : باب من جر ثوبه من الخیلاء]
- (۴) [صحیح : الصحیحہ (۸۳۶) ترمذی (۱۷۵۲) کتاب اللباس : باب ما جاء فى الخضاب]
- (۵) [صحیح : صحیح ترمذی، ترمذی (۱۷۵۳) کتاب اللباس : باب ما جاء فى الخضاب]
- (۶) [صحیح : الصحیحہ (۵۰۱) ترمذی (۱۷۵۶) کتاب اللباس : باب ما جاء فى النهی عن الترجل إلا غبا]

الشعر ﴿ تمہارے سروں میں سے بہترین سرمہ اٹھ ہے۔ وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور بال آگاتا ہے۔ ﴾ (۱)

756- نیا کپڑا پہننے کی دعا

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من لبس ثوبا جديدا فقال : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلَّذِيْ كَسَانِيْ هَذَا وَرَزَقْنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ ، غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر ﴾ ”جس شخص نے نیا کپڑا پہنا اور کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ لباس پہنایا اور میری کسی طاقت اور کئی قوت کے بغیر مجھے عطا کیا۔ تو اس کے پچھلے اور اگلے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔“ (۲)

757- باریک کپڑے پہننے والی عورتوں کا انجام

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ صنفاں من اهل النار لم ارحما : قوم معهم اسياط كأذنان البقر يضربون بها الناس ، ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة ، لا يدخلن الجنة ، ولا يدخلن رحمتها ، وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا ﴾ ”جہنمیوں کی دوڑوں کو میں نے نہیں دیکھا: ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دوسوں کی طرح کوڑے ہوں گے وہ اُن کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے اور دوسرا ایسی عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود تنگی ہیں (دوسروں کو اپنی طرف) مائل کرنے والی ہیں اور (خود دوسروں کی طرف) مائل ہونے والی ہیں۔ اُن کے سر جھکے ہوئے سختی اُڈوٹوں کی کوبانوں کی مانند ہوں گے وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی اُس کی خوشبو پائیں گی اور بے شک جنت کی خوشبو اتنے اور اتنے فاصلے سے محسوس کی جائے گی۔“ (۳)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول الله ﷺ ، وعليها ثياب رفاق ، فأعرض عنها رسول الله ﷺ وقال : يا أسماء ، إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح أن يرى منها إلا هذا وهذا ، وأشار إلى وجهه وكفيه ﴾ ”بے شک اُسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے منہ پھیر لیا اور کہا اے اسماء! بے شک عورت جب بالغ ہو جائے تو اُس سے اس اور اس کے علاوہ کوئی چیز نظر آنا درست نہیں۔ اور آپ ﷺ نے اپنے چہرے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔“ (۴)

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲۸۱۹) كتاب الطب : باب الكحل بالاثمد ، ابن ماجة (۳۴۹۷)]

(۲) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۲۰۴۲) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب في كلمات يقولهن من لبس ثوبا جديدا ، ابو داود (۴۰۲۳) كتاب اللباس : باب حاكم (۵۰۷/۱) امام حاكم نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [مسلم (۲۱۲۸) كتاب اللباس و الزينة : باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات]

(۴) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۲۰۴۵) كتاب اللباس و الزينة : باب الترهيب من لبس النساء الرقيق من الثياب

التي تصف البشرة ، ابو داود (۴۱۰۴)]

758- تواضع اختیار کرتے ہوئے بہترین لباس چھوڑ دینا

(1) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من ترك لبس ثوب جمال، وهو يقدر عليه تواضعا كساه الله حلل الكرامة﴾ ”جس شخص نے تواضع اختیار کرتے ہوئے خوبصورت کپڑا پہننا چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس کی طاقت بھی رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے عزت کا لباس پہنائیں گے۔“ (۱)

(2) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من ترك اللباس تواضعا لله، وهو يقدر عليه، دعاه الله يوم القيامة على رؤوس الخلائق حتى يخيره من أى حلل الإيمان شاء يلبسها﴾ ”جس شخص نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتے ہوئے (خوبصورت) لباس چھوڑ دیا اور وہ اس کی طاقت بھی رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائیں گے، حتیٰ کہ اسے اختیار دیں گے کہ وہ ایمان کے لباسوں میں سے جسے چاہے پہن لے۔“ (۲)

(3) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿توفى رسول الله ﷺ وإن نعمة من صوف تنسج له﴾ ”رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ کے لیے اُون کی ایک چادر تکی جا رہی تھی۔“ (۳)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿إنما كان فراش رسول الله ﷺ الذى ينام عليه أداما حشوه ليف﴾ ”بے شک رسول اللہ ﷺ کا وہ بستر جس پر آپ سوتے تھے چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔“

ایک روایت میں یہ ہے کہ ﴿كان وسادة رسول الله ﷺ الذى يتكى عليه من آدم حشوه ليف﴾ ”رسول اللہ ﷺ کا وہ تکیر جس پر آپ ایک لگاتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔“ (۴)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿رأيت عمر بن الخطاب، وهو يومئذ أمير المؤمنين، وقد رقع بين كتفيه برفاع ثلاث﴾ ”میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور وہ اس وقت مسلمانوں کے امیر تھے۔ انہوں نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان تین کپڑے کے ٹکڑوں کے ساتھ پوند لگائے ہوئے تھے۔“ (۵)

(۱) [حسن لغیره : صحيح الترغيب (۲۰۷۳) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب فى ترك الترفع فى اللباس تواضعا، ابو داود (۴۷۷۸) يبهقى فى شعب الإيمان (۸۳۰۴)]

(۲) [حسن لغیره : صحيح الترغيب (۲۰۷۲) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب فى ترك الترفع فى اللباس تواضعا، ترمذی (۲۴۸۱) حاکم (۶۱۱/۱)، (۱۸۴/۱۴) امام حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [صحيح : الصحيحة (۲۶۸۷) صحيح الترغيب (۲۰۷۶) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب فى ترك الترفع فى اللباس تواضعا، يبهقى فى شعب الإيمان (۶۱۶۵)]

(۴) [مسلم (۲۰۸۲) كتاب اللباس والزينة : باب التواضع فى اللباس والافتقار على الغليظ منه واليسير]

(۵) [صحيح موقوف : صحيح الترغيب (۲۰۸۲) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب فى ترك الترفع فى اللباس تواضعا، مؤطا (۹۱۸/۲)]

(6) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من لبس ثوب شهرة في الدنيا ألبسه الله ثوب مذلة يوم القيامة ثم ألبه فيه ناراً﴾ ”جس شخص نے دنیا میں شہرت کا (یعنی فخر و تکبر پر ابھارنے والا) لباس پہنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے پھر اس میں آگ کے شعلے بھڑکائیں گے۔“ (۱)

759- کسی محتاج کو کپڑے پہنانے کی فضیلت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أفضل الأعمال إدخال السرور على المؤمن كسوت عورته أو أشبعت جوعته أو قضيت له حاجته﴾ ”سب سے افضل عمل کسی مومن کو خوشی پہنچانا ہے (مثلاً) تم اس کے ستر کو ڈھانپ دو (یعنی اسے لباس پہنا دو) یا اس کی بھوک مٹا دو یا اس کی ضرورت پوری کر دو۔“ (۲)

760- سر یا داڑھی کے بالوں سے سفید بال اکھیڑنا جائز نہیں

(1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تنتفوا الشيب فإنه ما من مسلم يشيب شيبه في الإسلام إلا كانت له نورا يوم القيامة﴾ ”وہی روایت: کتب اللہ لہ بہا حسنة، وحط عنه بها عطيمة﴾ ”بڑھاپے کو ختم مت کرو کیونکہ بے شک جو مسلمان اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو تو اس کا بڑھا ہوا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بڑھاپے کے ذریعے اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیں گے اور اس سے ایک گناہ مٹا دیں گے۔“

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿أن النبي ﷺ نهى عن نتف الشيب﴾ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھاپے (کے بالوں) کو اکھیڑنے سے منع فرمایا اور کہا کہ یہ مسلمان کا نور ہے۔“ (۳)

(2) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من شاب شيبه في الإسلام كانت له نورا يوم القيامة﴾ ”فقال له رجل عند ذلك: فإن رجلا ينتفون الشيب، فقال رسول الله ﷺ: من شاء فلينتف نوره﴾ ”جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو تو یہ بڑھا ہوا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ اس وقت ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بیشک لوگ تو بڑھاپے (کے بالوں) کو اکھیڑتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے اپنے نور کو اکھیڑ لے۔“ (۴)

(۱) [حسن: صحيح الترغيب (۲۰۸۹) كتاب اللباس والزينة: باب الترغيب في ترك الترفع في اللباس تواضعا] ابن ماجه (۳۶۰۷)

(۲) [حسن: الصحيحة (۱۴۹۴) صحيح الترغيب (۲۰۹۰) كتاب اللباس والزينة: باب الترغيب في الصدقة على الفقير بما يلبسه كالثوب ونحوه] رواه الطبراني

(۳) [صحيح لغيره: صحيح الترغيب (۲۰۹۱) كتاب اللباس والزينة: باب الترغيب في إبقاء الشيب وكرهه تنغه] ابو داود (۴۲۰۲) ترمذی (۲۸۲۱) ابن ماجه (۳۷۲۱) نسائي (۱۳۶/۸)

(۴) [حسن: صحيح الترغيب (۲۰۹۲) كتاب اللباس والزينة: باب الترغيب في إبقاء الشيب وكرهه تنغه] بزار في كشف الأستار (۲۹۷۳) طبراني في الكبير والأوسط]

- (3) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من شاب شبيبة في سبيل الله كانت له نورا يوم القيامة﴾ ”جو شخص اللہ کے راستے میں بوڑھا ہو تو یہ بڑھا پا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔“ (۱)
- (4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لا تستفوا الشيب فإنه نور يوم القيامة من شاب شبيبة في الإسلام كسب الله له بها حسنة و حط عنه بها خطيئة و رفع له بها درجة﴾ ”بڑھاپے (کے بالوں کو) مت اُکھیڑو کیونکہ یہ قیامت کے دن نور ہوگا۔ جو شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس بڑھاپے کے ذریعے ایک نیکی لکھ دیں گے اور اس سے ایک گناہ مٹا دیں گے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیں گے۔“ (۲)
- (5) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿كان يكره أن ينتف الرجل الشعرة البيضاء من رأسه و لحيته﴾ ”وہ ناپسند کرتے تھے کہ آدمی اپنے سر اور اپنی داڑھی کے سفید بال کو اُکھیڑے۔“ (۳)



(۱) [صحیح : الصحيحہ (۱۲۴۴) ابن حبان فی صحيحہ (۲۹۷۲)]

(۲) [حسن صحیح : صحيح الترغيب (۲۰۹۶) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب في إبقاء الشيب و كراهة نفيه ابن

حبان فی صحيحہ (۲۹۷۴)]

(۳) [مسلم (۲۳۴۱) كتاب الفضائل : باب شبيبة]

کتاب الأضحیة قربانی کے مسائل

- باب الأحكام الأضحیة قربانی کے احکام کا بیان
- باب الولیمة ولیمہ کا بیان
- باب أحكام العقیقة عقیقہ کے احکام کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْحَرْ ﴾ [کوثر: ۲]

”اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إِذَا ذَبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْهَرْ ﴾

”جب تم میں سے کوئی ذبح کرے تو جلدی کام تمام کر دے۔“

[صحیح: الصحیحۃ (۳۱۳۰)]

کتاب الأضحية

قربانی کے مسائل

قربانی کے احکام کا بیان

باب احکام الاضحية

قربانی ہر خاندان کے لیے مشروع ہے۔ ①	تُشْرَعُ لِأَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ
-------------------------------------	--------------------------------

① لفظ اَضْحِيَّة سے مراد ”قربانی“ ہے۔ (۱)

امام نووی فرماتے ہیں کہ اضحیہ میں چار لغات ہیں:

(1) اَضْحِيَّةٌ - اَضْحِيَّةٌ اس کی جمع اَضْحِيٌّ ہے۔

(3) صَحِيَّةٌ اس کی جمع صَحَائِيٌّ ہے۔

اردو کا لفظ قربانی قربان سے مشتق ہے اور لغوی اعتبار سے قربان سے مراد ”ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب

حاصل کیا جائے چاہے ذبیحہ ہو یا کچھ اور۔“ (۲)

صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ ((والقربان بالضم : ما يتقرب به إلى الله تعالى)) اور قربان ”ضمہ کے ساتھ“ یہ

ہے کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔“ (۴)

② (1) ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج : ۳۴]

”اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ

تعالیٰ نے انہیں دے رکھے ہیں۔“

(2) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے چھری چلا دی تو اللہ تعالیٰ نے ایک

مینڈھا بھیج دیا اور چھری اس پر چل گئی۔ اس بات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں کیا ہے:

﴿وَقَدْ بَدَّيْنَاهُ بَدْيَ نَحْيِ عَظِيمٍ﴾ [الصافات : ۱۰۷]

”اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا۔“

(3) ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَالْحَمْدُ﴾ [الکوثر : ۲]

(۱) [المنجد (ص/۴۹۴)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۱۲۷/۷) تحفة الأحمود (۵۰۰/۵)]

(۳) [مصباح اللغات (ص/۶۶۸)]

(۴) [القاموس المحيط (ص/۱۲۷)]

”اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔“

(4) ﴿فَلْإِنْ صَلَّاهِمْ وَنَسَّحُوا وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الأنعام: ۱۶۲]

”کہہ دیجیے! میری نماز میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔“

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ يضحي بكبشين وأنا أضحي بكبشين﴾ ”نبی کریم ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا تھا۔“ (۱)

(6) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو تومنڈ چتکبرے اور سینگوں والے مینڈھے قربان کرتے تھے۔ (۲)

(7) حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿كان الرجل في عهد رسول الله يضحي بالشاة عنه وعن

أهل بيته﴾ ”عہد رسالت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرتا تھا۔“ (۳)

(ابن قدامہ) مسلمانوں نے قربانی کی مشروعیت پر اجماع کیا ہے۔ (۴)

قربانی کے فرض یا سنت ہونے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔

(احناف) قربانی ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے۔ (۵)

(شافعی، مالک، احمد) قربانی سنت مؤکدہ ہے۔ (۶)

(جمہور، ابن حزم) صحابہ سے وجوب کی کوئی دلیل ثابت نہیں۔ (۷)

واجب کہنے والوں کے دلائل:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْحَرْ﴾ [الکوثر: ۲]

”اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔“

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہاں حکم قربانی کی فرضیت کے لیے نہیں بلکہ خالص رب کے لیے بتوں کے سوا قربانی

(۱) [بخاری (۵۵۵۳) کتاب الأضاحی : باب فی أضحية النبی]

(۲) [بخاری (۱۷۱۲) کتاب الحج : باب من نحر هدیه بیدہ]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۵۴۶) کتاب الأضاحی : باب من ضحی بشاة عن أهله، ابن ماجہ (۳۱۴۷) ترمذی

[(۱۵۰۵)]

(۴) [المغنی (۳۶۰/۱۳)]

(۵) [بدائع الصنائع (۶۲/۵) اللباب (۲۳۲/۳) تکملة فتح القدير (۶۷/۸)]

(۶) [بداية المحتهد (۴۱۵/۱) القوانين الفقهية (ص/۱۸۶) الشرح الكبير (۱۱۸/۲) المهذب (۲۳۷/۱) المغنی

[(۶۱۷/۸)]

(۷) [نیل الأوطار (۴۷۲/۳)]

کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا﴾

’جس کے پاس وسعت و طاقت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی ہرگز نہ آئے۔‘ (۲)

(۳) حضرت تحف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يا أيها الناس إن علي كل أهل بيت في

كل عام أضحية﴾ ’اے لوگو! بے شک ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی (کرنا شروع) ہے۔‘ (۳)

سنت کہنے والوں کے دلائل:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے وقت فرمایا ﴿اللَّهُمَّ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحْ مِنْ أُمَّتِي﴾ ’اے اللہ! یہ (قربانی)

میری طرف سے اور اس شخص کی طرف سے ہے جس نے میری امت سے قربانی نہیں کی۔‘ (۴)

اگر قربانی فرض ہوتی تو نبی ﷺ ایسا ہرگز نہ کہتے۔

(۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ثلاث هن على فرائض وهن لكم تطوع : النحر والوتر وركعتا الضحى﴾

’تین کام ایسے ہیں جو مجھ پر تو فرض ہیں لیکن تم لوگوں پر نفل ہیں: قربانی، وتر اور نماز چاشت کی دو رکعتیں۔‘ (۵)

(۳) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت منقول ہے کہ وہ وجوب کے قائل حضرات کے قول سے کراہت

کرتے ہوئے قربانی نہیں کرتے تھے۔ (۶)

(راجع) قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

(۱) امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ ((باب سنة الأضحية)) ’قربانی کی سنت کا بیان۔‘

پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ﴿ہی سنة ومعروف﴾ ’قربانی سنت ہے اور یہ امر مشہور ہے۔‘

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ ﴿.....ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه

(۱) [تحفة الأحوذی (۷۶/۵)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۵۳۲) کتاب الأضاحی : باب الأضاحی واجبة ہی أم لا، ابن ماجہ (۳۱۲۳) احمد

(۳۳۱/۲)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۵۳۳) کتاب الأضاحی : باب الأضاحی واجبة ہی أم لا، ابن ماجہ (۳۱۲۵) ابو

داؤد (۲۷۸۸) ترمذی (۱۵۱۸)]

(۴) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۱۳۸) ، (۳۴۹/۴) ابو داؤد (۲۸۱۰) کتاب الضحایا : باب فی الشاة یضحی بها عن

جماعة ترمذی (۱۵۲۱)]

(۵) [ضعیف : تلخیص السحیر (۲۵۴/۳) بیہقی (۲۶۴/۹) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اپنی تمام سندوں سے ضعیف

ہے۔ [فتح الباری (۶/۱۰)]

(۶) [بیہقی (۲۶۵/۹) نیل الأوطار (۴۷۳/۳)]

وأصاب سنة المسلمين ﴿ ” اور جس نے نماز کے بعد جانور ذبح کیا اس کی قربانی مکمل ہوئی اور وہ مسلمانوں کی سنت کو پہنچا۔“ (۱)

(۲) امام ترمذی نے باب قائم کیا ہے کہ ((الدلیل علی أن الأضحیة سنة)) ”اس بات کی دلیل کہ قربانی سنت ہے۔“ پھر وہ روایت نقل کی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قربانی کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ فرض ہے یا سنت تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف انہی الفاظ پر اکتفا کیا ﴿ ضحی رسول اللہ والمسلمون ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔“ (۲)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رقمطراز ہیں کہ ((والعمل علی هذا عند أهل العلم أن الأضحیة لیست بواجبة ولكنها سنة من سنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتستحب أن یعمل بها وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک)) ”اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے (لہذا) اسی کے مطابق عمل کرنا مستحب ہے۔ امام سفیان ثوری اور امام ابن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔“ (۳)

(عبدالرحمن مبارکپوری) رقمطراز ہیں کہ ہم تو وہی کہیں گے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔“ (۴)

(شوکانی) قربانی کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ عظیم قربت اور سنت مؤکدہ ہے۔ (۵)

اور قربانی میں کم از کم ایک بکری ہے۔ ①

وَأَقْلَهَا شَاةٌ

① عطاء بن یسار نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ جی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قربانیاں کیسے ہوتی تھیں تو انہوں نے کہا ﴿ كان الرجل فی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضحی بالشاة عنه وعن أهل بیته ﴾ ”عہد رسالت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرتا تھا۔“ وہ اسے کھاتے تھے اور کھلاتے تھے حتیٰ کہ لوگوں نے تکبر شروع کر دیا تو اس طرح ہو گیا جو تم آج دیکھ رہے ہو۔“ (۶)

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ کیا ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کفایت کر جائے گی یا صرف ایک

(۱) [بخاری (۵۵۴۶) کتاب الأضاحی : باب سنة الأضحیة]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ (۶۷۲) کتاب الأضاحی : باب ثواب الأضحیة، ابن ماجہ (۳۱۲۷) المشکاة (۱۴۷۶) ترمذی (۱۵۰۶)]

(۳) [ترمذی (بعد الحدیث (۱۵۰۶)]

(۴) [تحفة الأحمودی (۷۶/۵)]

(۵) [السبل الحرار (۷۳/۴)]

(۶) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۵۴۶) کتاب الأضاحی : باب من ضحی بشاة عن أهله، ابن ماجہ (۳۱۴۷) ترمذی (۱۵۰۵) کتاب الأضاحی : باب ما جاء أن الشاة الواحدة تحزی عن أهل البیت]

دی کو ہی کافی ہوگی۔

(احتاف) ایک بکری صرف ایک آدمی کو ہی کفایت کرتی ہے۔ (۱)

(نودوی) انہوں نے بزرگم خویش احتاف کے موقف کو متفق علیہ مسئلہ قرار دیا ہے۔ (۲)

(مالک، اوزاعی، لیث) ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے۔ (۳)

(ابن تیم) ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی خواہ گھر والے کثیر تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں یہی رسول

اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔ (۴)

(شوکانی) ”حق بات یہ ہے کہ ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی خواہ ان کی تعداد سو یا اس سے زیادہ ہی

کیوں نہ ہو۔ (۵)

(راجح) امام شوکانی اور ان کے ہم رائے حضرات کا موقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کی حدیث اسی پر

دلالت کرتی ہے۔

(زیلعلی) اس (حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کی) حدیث نے حنفی مذہب کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ (۶)

761- اونٹ اور گائے کے حصے

اونٹ کی قربانی میں دس افراد جبکہ گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل

حدیث ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فحضر الأضحى فاشتر كنا في الحزور عن

عشرة والبقرة عن سبعة

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے تو قربانی کا وقت

ہو گیا۔ ہم اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے اور گائے میں سات۔“ (۷)

(۱) [بدائع الصنائع (۷۰/۵) الدر المختار (۲۲۲/۵) بداية المجتهد (۴۲۰/۱) مغنی المحتاج (۲۸۵/۴) المہذب

(۲۳۸/۱) المغنی (۶۱۹/۸) کشاف القناع (۶۱۷/۲)]

(۲) [شرح مسلم (۱۳۲/۷)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۷۲/۵) موطا، کتاب الضحایا: باب الشریکة]

(۴) [زاد المعاد (۳۲۳/۲)]

(۵) [نبیل الأوطار (۴۸۵/۳)]

(۶) [نصب الریاء (۲۱۰/۴)]

(۷) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۲۵۳۶) ابن ماجہ (۳۱۳۱) کتاب الأضحی: باب عن کم تحزی البدنة والبقرة،

ترمذی (۹۰۵) نسائی (۴۴۰۴) احمد (۲۴۸۴)]

ایک اور حدیث سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ذوالحلیفہ مقام پر تھے۔ ہمارے ہاتھ بکریاں اور اونٹ لگے۔ لوگوں نے جلدی جلدی انہیں ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا کر ابالی شروع کر دیں۔ نبی ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ہانڈیاں اٹھ دینے کا حکم دیا ﴿ثم عدل عشرة من الغنم بحزور﴾ ”پھر آپ ﷺ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔“ (۱)

اور جن روایات میں ہے کہ اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿البقرة عن سبعة والحزور عن سبعة﴾ ”گائے سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی جاسکتی ہے اور اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کیا جاسکتا ہے۔“ (۲)

ایسی تمام روایات کے متعلق بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ حج کے متعلق ہیں یعنی دوران حج قربانی کرنے والے ایک اونٹ میں صرف سات افراد ہی شریک ہوں گے۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے یعنی اونٹ میں دس آدمی بھی شریک ہو سکتے ہیں اور سات بھی۔ (واللہ اعلم)

علاوہ ازیں اگر استطاعت ہو تو اکیلا آدمی بھی اونٹ یا گائے کی قربانی کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿أن رسول الله ﷺ نحر عن آل محمد في حجة الوداع بقرة واحدة﴾ ”بے شک رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر آل محمد کی طرف سے ایک گائے قربان کی۔“ (۳)

وَوَقْتُهَا بَعْدَ صَلَاةِ عَمْدِ النَّحْرِ إِلَى آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ	اس کا وقت عمیر الاضحية کے بعد ① سے لے کر ایام تشریق کے آخر تک ہے۔ ②
--	--

① حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من ذبح قبل الصلاة فإنما ذبح لنفسه ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه وأصاب سنة المسلمين﴾ ”جس نے نماز سے پہلے (جانور) ذبح کر لیا تو اس نے محض اپنے نفس کے لیے ہی ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی مکمل ہوئی اور وہ مسلمانوں کی سنت کو پہنچا۔“ (۴)

- (۱) [بخاری (۲۵۰۷) کتاب الشركة : باب من عدل عشرة من الغنم بحزور في القسم، نسائي (۴۴۰۳) كتاب الضحايا : باب ما تحزى عنه البدنة في الضحايا، ابو داود (۲۸۲۱) ترمذی (۱۴۹۲)]
- (۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۴۳۴) ابو داود (۲۸۰۸) كتاب الضحايا : باب البقر والحزور عن كم تحزى]
- (۳) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۲۵۴۰) ابن ماجه (۳۱۳۵) كتاب الأضاحي : باب عن كم تحزى البدنة والبقرة]
- (۴) [بخاری (۵۵۴۶) كتاب الأضاحي : باب سنة الأضحية، مسلم (۱۹۶۲) نسائي (۲۲۳/۷) احمد (۱۱۳/۳) ابو يعلى (۲۸۲۶) يهقي (۲۶۲/۹)]

(2) حضرت جنذب بن سفیان بکلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من كان ذبح قبل أن يصلی

فلذبح مكانها أخرى﴾ ”جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی وہ اس کی جگہ دوسرا جانور قربان کرے۔“ (۱)

② حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿كل أيام التشریق ذبح﴾ ”تمام ایام تشریق

قربانی کے دن ہیں۔“ (۲)

(شوکانیؒ) ایام تشریق یوم النحر اور اس کے بعد تین دن ہیں یعنی 10، 11، 12 اور 13 ذوالحجہ۔ (۳)

(علیؒ) قربانی کے دن یوم الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن ہیں۔ (۴)

(نودویؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام عطاء، حضرت حسن بصری، حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام سلیمان

بن موسیٰ، امام کھول، امام شافعی اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (۶)

(ابوضیفہؒ، مالکؒ، احمدؒ) قربانی کا وقت یوم النحر اور اس کے بعد دو دن ہیں۔ (۷)

ان کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ اثر ہے ﴿الأضحی یومان بعد

یوم الأضحی﴾ ”قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن ہے۔“ (۸)

(راجع) امام شافعیؒ وغیرہ کا موقف راجح ہے کیونکہ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوعہ (یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان)

ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی روایت محض ان کا اپنا قول ہی ہے لہذا پہلی حدیث کو ترجیح دی جائے گی نیز جس

روایت میں ایک دن کم کا ذکر ہے اس میں زیادتی کی نفی بھی نہیں ہے۔

(۱) [بخاری (۵۰۰) کتاب الذبائح والصدق: باب قول النبی فلیذبح علی اسم اللہ، مسلم (۱۹۶۰) ابن ماجہ (۳۱۵۲)

نسائی (۲۲۴/۷) حمیدی (۷۷۵) ابو یعلیٰ (۱۵۳۲) ابن حبان (۵۹۱۳) شرح معانی الآثار (۱۷۳/۴) بیہقی

[(۲۶۲/۹)]

(۲) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۴۵۳۷) احمد (۸۲/۴) ابن حبان (۳۸۵۴) بیہقی (۲۹۵/۵) نیل الأوطار

(۴۹۰/۳) فتح الباری (۱/۱۸۰) زاد المعاد (۳۱۸/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (۴۹۰/۳)]

(۴) [زاد المعاد (۳۱۹/۲)]

(۵) [شرح مسلم (۱۲۸/۷)]

(۶) [بیہقی (۲۹۶/۵-۲۹۷) نیل الأوطار (۴۹۰/۳)]

(۷) [نیل الأوطار (۴۹۰/۳) بدائع الصنائع (۷۳/۵) تبیین الحقائق (۴/۶) الدر المختار (۲۲۲/۵) الباب

[(۲۳۳/۳)]

(۸) [موطا (۴۸۷/۲) بیہقی (۲۹۷/۹) شرح مسلم (۱۲۸/۷)]

وَالْفَضْلُهَا أَسْمَنُهَا وَلَا يُجْزِئُ مَا دُونَ
الْجَذَعِ مِنَ الضَّانِ وَالشَّيْءِ مِنَ الْمَعْزِ

افضل قربانی وہ ہے جو زیادہ موٹی تازی ہو ❶ اور بھیڑوں میں جڈے
اور بکریوں میں دو ندے سے کم عمر کا جانور کافی نہیں ہوتا۔ ❷

❶ (1) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشِينَ سَمِينِينَ﴾ ”نبی ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو موٹے تازے صحت مند مینڈھے خرید لاتے۔“ (۱)

(2) حضرت امامہ بن سہل رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ﴿كَانَ نَسْمَنُ الْأَضْحِيَةِ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يَسْمِنُونَ﴾ ”ہم مدینہ میں قربانی کے جانوروں کو موٹا کرتے تھے اور مسلمان بھی (قربانی کے جانوروں کو) موٹا کرتے تھے۔“ (۲)

واضح رہے کہ ان روایات میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ موٹے جانور دوسرے جانوروں سے افضل ہیں تاہم اگر اس وجہ سے کہ موٹے جانور میں گوشت زیادہ ہوگا اور اس سے غرباء کا زیادہ فائدہ ہو سکے گا یہ کہہ دیا جائے کہ موٹا جانور افضل ہے تو یقیناً یہ بے جا نہ ہوگا۔

(جہور) سب سے افضل اونٹ، پھر گائے، پھر بھیڑ اور پھر بکری کی قربانی ہے کیونکہ جس جانور میں سب سے زیادہ فقراء و مساکین کا فائدہ ہے یقیناً وہی زیادہ بہتر و افضل ہے۔ (۳)

(ابن قدامہ) قربانی کے جانور کا موٹا ہونا اور عمدہ ہونا مسنون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”يَسِّرُ لِيَا بَارِسُو! اللَّهُ كِي تَشَانِيُو كِي جُو تَعْتِيمُ كِرْلُو تُو يُو اس كَدَلِ كِي پَرِيْزِ كَارِي كِي وَجْهَ سَهْ“ [الحج: ۳۲]

اس کی تعظیم سے مراد اس کا موٹا ہونا، عمدہ ہونا اور اس کا احترام کرنا ہے کیونکہ یہ بڑے اجر اور زیادہ فائدے کا باعث ہے۔ (۴)

❷ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مَسْنَةً إِلَّا أَنْ يَعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذْعَةَ مِنَ الضَّانِ﴾ ”دو ندے کے علاوہ (کوئی جانور) ذبح نہ کرو لیکن اگر اس کا ملنا مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا کھیرا ذبح کر لو۔“ (۵)

مسنہ: (یعنی دو ندا) ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کے دودھ کے دانت گر چکے ہوں۔

(۱) [مجمع الزوائد (۲۱/۴-۲۲) الفتح الرباني (۱۳-۶۱)]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث) ۵۵۳/۳] کتاب الأضاحی: باب أضحية النبی بکیشن أقرنین ویدکر سمینین

(۳) [نبیل الأوطار (۴۷۷/۳)]

(۴) [المغنی (۳۶۷/۱۳)]

(۵) [مسلم (۱۹۶۳) کتاب الأضاحی: باب سن الأضحية، احمد (۳۱۲/۳) ابو داود (۲۷۹۷) نسائی (۲۶۹/۹) ابن

الجارود (۹۰۴)]

(نوٹی) مسہ اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ میں سے دو ندے کو کہتے ہیں اور یہ واضح رہے کہ بھیڑ کے علاوہ کسی حالت میں بھی کھیرا قربان کرنا جائز نہیں۔ (۱)

اور جذعہ بھیڑ کا وہ بچہ ہوتا ہے جو ایک سال کا ہو اور دو ندانہ ہو۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿نعمت الأضحية الجذع من الضان﴾ ”اچھی قربانی بھیڑ کا کھیرا ہے۔“ (۲)

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ضحیٰ نعال لی یقال له أبو بردة قبل الصلاة فقال له رسول الله : شاتك شاة لحم فقال يا رسول الله ! إن عندی داجنا جذعة من المعز قال : اذبحها ولن تصلح لغیرك﴾ ”انہوں نے بیان کیا کہ میرے ماموں ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہاری بکری صرف گوشت کی بکری ہے۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک سال سے کم عمر کا ایک بکری کا بچہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے ہی ذبح کر لو لیکن تمہارے بعد (اس کی قربانی) کسی اور کے لیے جائز نہیں ہوگی۔“ (۳)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ بکری کا کھیرا قربانی میں کافی نہیں ہے۔ (۴)

(نوٹی) اس پر اتفاق ہے۔ (۵)

نہ ہی بھیگا، مریض، لنگڑا، لاغر اور کٹے ہوئے سینگ اور کان	وَلَا الْأَعْوَرُ وَالْمَرِيضُ وَالْأَعْرَجُ وَالْأَعْمَى وَأَعْضَبُ الْقَرْنِ وَالْأُدُنِ
والا جانور کافی ہوگا۔ ❶	

❶ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أربع لا تحوز فی الأضاحی العوراء بین عورها والمریضة بین مرضها والعرجاء بین ظلعها والکسیر التی لاتنقی﴾ ”چار جانور قربانی میں جائز نہیں: واضح طور پر آنکھ کا کان، ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور ایسا کمرور جس میں چربی نہ ہو۔“

(۱) [شرح مسلم (۹۹/۱۳)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ترمذی (۲۵۸) کتاب الأضاحی : باب ما جاء فی الذدع من الضان فی الأضاحی ترمذی

(۱۴۹۹) احمد (۴۴۴/۲)]

(۳) [بخاری (۵۵۵۶) کتاب الأضاحی : باب قول النبی ﷺ لأبی بردة ضح بالذدع من المعز، مسلم (۱۹۶۱)

ترمذی (۱۵۰۸) نسائی (۲۲۲/۷) احمد (۲۹۷/۴) شرح معانی الآثار (۱۷۲/۴) بیہقی (۲۶۹/۹) الحلیلة لأبی

نعیم (۳۳۷/۴)]

(۴) [نبیل الأوطار (۴۷۶/۳)]

(۵) [شرح مسلم (۱۲۹/۷)]

- ایک روایت میں الکسیر کی جگہ العجفاء (لاغر و کمزور) کا لفظ ہے۔ (۱)
- (۲) حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ ﴿﴾ امرنا رسول اللہ أن نستشرف الغین والأذن ﴿﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھیں۔“ (۲)
- (۳) حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ ﴿﴾ أن النبی ﷺ نهی أن یضحی بعضیاء الأذن والقرن ﴿﴾ ”نبی ﷺ نے ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے جس کا کان اور سینک کٹا ہوا ہو۔“ (۳)

وَيَتَصَدَّقُ مِنْهَا وَيَأْكُلُ وَيَذْخِرُ وَالذَّبْحُ فِي الْمُصَلِّيِ أَفْضَلُ

اور وہ (قربانی کرنے والا) اس سے صدقہ کرے خود کھائے اور ذخیرہ بھی کر سکتا ہے۔ ① عید گاہ میں قربانی کرنا افضل ہے۔ ②

① (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ کلووا وادخروا وصدقوا ﴿﴾ ”(قربانی کا گوشت) کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔“ (۴)

پہلے رسول اللہ ﷺ نے دیہاتی غرباء کی وجہ سے یہ حکم دیا تھا ﴿﴾ اذخرو ثلاثا ثم تصدقوا بما بقی ﴿﴾ ”تین دن کا گوشت ذخیرہ کر لو اور باقی گوشت صدقہ کر دو۔“ اس کے بعد لوگوں نے آ کر عرض کیا اے اللہ کے رسول! لوگوں نے تو اپنی قربانیوں سے مشکیزے بنا لیے ہیں اور ان میں چربی کی چکناٹ مل رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کیا ہوا؟ اس پر لوگوں نے آپ کا (گذشتہ) حکم بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ إنما نهيتكم من أجل الدافة فكلوا وادخروا وصدقوا ﴿﴾ ”میں نے تو صرف ان آنے والے (غرباء) کی وجہ سے تمہیں منع کیا تھا اب تم کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔“ (۵)

(۲) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿﴾ أن رسول الله ﷺ قال : من ضحى منكم فلا یصبحن بعد ثلاثة وبقی فی بیتہ منه شیء فلما كان العام المقبل قالوا یا رسول الله : نفعك كما فعلنا العام الماضي قال : کلووا واطعموا وادخروا فإن ذلك العام كان بالناس جهد فأردت أن تعینوا فیها ﴿﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو کوئی قربانی کرنے تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں سے کوئی چیز باقی نہ ہو۔ پس اگلے سال صحابہ نے عرض

- (۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۴۳۱) کتاب الضحایا : باب ما یکرہ من الضحایا ، ابو داود (۲۸۰۲) نسائی (۲۱۴/۷) ترمذی (۱۴۹۷) ابن ماجہ (۳۱۴۴) مؤطا (۴۸۲/۲) دارمی (۷۶/۲) احمد (۳۰۱/۴) حاکم (۲۲۳/۴) بیہقی (۲۷۴/۹) شرح معانی الآثار (۱۶۸/۴) ابن خزیمہ (۲۹۲/۴)]
- (۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۴۳۲) کتاب الضحایا : باب ما یکرہ من الضحایا ، إرواء الغلیل (۱۱۴۹) ابو داود (۲۸۰۴) نسائی (۲۱۶/۷) ابن ماجہ (۳۱۴۲) دارمی (۷۷/۲) ترمذی (۱۴۹۸)]
- (۳) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۶۰۱) کتاب الضحایا : باب ما یکرہ من الضحایا ، نسائی (۲۱۷/۷) ابن ماجہ (۳۱۴۵) حاکم (۲۲۴/۴) طیالسی (۱۰۰۹)]
- (۴) [مسلم (۱۹۷۱) کتاب الأضاحی : باب بیان ما کان من النهی عن أکل لحوم الأضاحی]
- (۵) [مسلم (۱۹۷۱) احمد (۵۰۱/۶) ابو داود (۲۸۱۲) نسائی (۲۳۵/۷)]

کیا اے اللہ کے رسول! کیا اس سال بھی ہم اس طرح کریں جس طرح ہم نے گذشتہ سال کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ بلاشبہ اس سال لوگ مشقت میں تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ تم ان کی مدد کرو۔“ (۱)

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿کان رسول اللہ یذبح وینحر بالمصلی﴾ ”رسول اللہ ﷺ (قربانی) ذبح اور نحر عید گاہ میں کیا کرتے تھے۔“ (۲)

وَلَا يَأْخُذُ مَنْ لَهُ أَضْحِيَّةٌ مِنْ شَعْرِهِ وَظَفْرِهِ بَعْدَ دُخُولِ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ حَتَّى يُضْحِيَ	جس کا قربانی کا ارادہ ہو وہ ذوالحجہ کا چاند طلوع ہونے سے
قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔ ①	

① (۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا رَأَيْتُمْ هَلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضْحِيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ﴾ ”جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔“ (۳)

(۲) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿مَنْ كَانَ لَهُ ذَبْحٌ يَذْبَحُهُ فَإِذَا أَهْلُ هَلَالَ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ حَتَّى يُضْحِيَ﴾ ”جس کے پاس قربانی کے لیے کوئی جانور ہو وہ ذوالحجہ کا چاند کیلئے کرنے تک ہرگز اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔“ (۴)

(احمد) قربانی کرنے والے کے لیے (عشرہ ذوالحجہ کے دوران) بال یا ناخن کاٹنا حرام ہے۔ (۵)

(شافعی) یہ عمل مکروہ تزیہی ہے۔ (۶)

(ابوحنیفہ) عشرہ ذوالحجہ کے دوران بال یا ناخن کاٹنا قربانی کرنے والے کے لیے مکروہ بھی نہیں ہے (حالانکہ یہ صریح حدیث کی مخالفت ہے)۔ (۷)

(راجع) امام احمد کا موقف اقرب رالی الحدیث ہے۔

(۱) [بخاری (۵۰۶۹) کتاب الأضاحی : باب ما یوکل من لحوم الأضاحی وما یتزود منها] مسلم (۵۱۰۹)

(۲) [بخاری (۵۵۵۲) کتاب الأضاحی : باب الأضحی والنحر بالمصلی] ابن ماجہ (۳۱۶۱) ابو داؤد (۲۸۱۱) احمد (۱۰۸/۲)

(۳) [مسلم (۳۶۵۵) کتاب الأضاحی : باب نہی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ وهو مرید التضحیۃ أن یأخذ من شعره وأظفاره شیئا] نسائی (۲۱۱/۷) ابن ماجہ (۳۱۴۹) بیہقی (۲۶۶/۹) احمد (۲۸۹/۶)

(۴) [مسلم (۱۹۷۷) نسائی (۲۱۲/۷) ترمذی (۱۰۲۳) ابو داؤد (۲۷۹۱) شرح معانی الآثار (۲۰۵/۲) حاکم (۲۲۰/۴) بیہقی (۲۶۶/۹) احمد (۳۰۱/۶)]

(۵) [المغنی (۹۶/۱۱)]

(۶) [المجموع (۳۹۱/۸)]

(۷) [تحفة الأحمودی (۱۰۲/۵) نیل الأوطار (۴۷۴/۳) الروضة الندیة (۴۷۷/۲)]

(نوویؒ) رقمطراز ہیں کہ حضرت سعید بن سبب، امام ربیعہ، امام احمد، امام اسحاق، امام داؤد اور بعض اصحاب شافعی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ایسے شخص پر اپنے بال اور ناخن میں سے کچھ بھی کاٹنا اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ وہ شخص قربانی کے وقت میں قربانی نہ کر لے۔ (۱)

(ابن بازؒ) جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ کر لے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بال اور اپنے ناخن اور اپنے چمڑے (جسم) سے کچھ بھی کاٹے جبکہ ماہ ذوالحجہ شروع ہو چکا ہو حتیٰ کہ وہ قربانی کر لے۔ (۲)

متفرقات

762- جو قربانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو کیا وہ بھی بال اور ناخن نہ کاٹے؟

جس شخص کا قربانی کا ارادہ نہ ہو اس کے لیے بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہاں ایسا شخص اگر قربانی کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ عید کے روز اپنے بال اور ناخن تراش لے، مونچھیں کاٹ لے اور زیر ناف مونڈ لے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

﴿عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما أن النبي ﷺ قال أمرت بيوم الأضحى عيداً جعله الله لهذه الأمة قال الرجل أرايت إن لم أجد إلا منيحة أنثى أفأضحى بها؟ قال: لا ولكن تأخذ من شعرك وأظفارك وتقص شاربك وتحلق عانتك فتلك تمام أضحيتك عند الله﴾ ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے یوم الاضحیٰ کو عید کا حکم دیا گیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے مقرر فرمایا ہے ایک آدمی نے عرض کیا آپ مجھے بتلائیں کہ اگر میں قربانی کے لیے مونڈ دودھ دینے والی بکری کے سوانہ پاؤں تو کیا اس کی قربانی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، لیکن تم اپنے بال اور ناخن تراش لینا اور اپنی مونچھیں کاٹنا اور شرمگاہ کے بال مونڈ دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ تیری مکمل قربانی ہو جائے گی۔“ (۳)

(ابن بازؒ) جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بال اور اپنے ناخن اور اپنے چمڑے (یعنی جسم) سے کچھ بھی کاٹے جبکہ ماہ ذوالحجہ شروع ہو چکا ہو حتیٰ کہ قربانی کر لے۔ (۴)

(۱) [شرح مسلم (۱۰۴/۷)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیہ (۳۱۷/۲)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابو داؤد (۵۹۵) ابو داؤد (۲۷۸۹) کتاب الضحایا : باب ما جاء فی إيجاب الأضاحی ، نسائی (۴۳۷۷) ابن حبان (۱۰۴۳) حاکم (۲۲۳/۴) اگرچہ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔]

(۴) [فتاویٰ اسلامیہ (۳۱۷/۲)]

763- خصی جانور کی قربانی کا حکم

خصی جانور کی قربانی جائز ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ أن رسول الله ﷺ كان إذا أراد أن يضحي اشترى كبشين عظيمين سمينين أقرنين أملحين موحواين ﴾ ”رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو بڑے بڑے موٹے تازے سیٹگ والے چتکبرے خصی مینڈھے خرید لاتے۔“ (۱)
- (2) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ﴿ ذبح النبي ﷺ يوم الذبح كبشين أقرنين أملحين موحين ﴾ ”نبی ﷺ نے قربانی کے دن سیٹگ والے دو چتکبرے خصی مینڈھے ذبح کیے۔“ (۲)
- (ابن قدامہ) خصی جانور (قربانی میں) کفایت کر جاتا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دو خصی مینڈھے ذبح کیے تھے۔ (۳)
- (سید سابق) خصی جانور کی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۴)

764- بھینس کی قربانی کا حکم

شریعت نے ایسے جانور بطور قربانی ذبح کرنے کا حکم دیا ہے جن پر ”بهيمة الأنعام“ کا لفظ بولا جاسکتا ہو اور وہ جانور صرف اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری ہیں جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے اس لیے صرف انہی جانوروں کی قربانی کرنی چاہیے اور بھینس کی قربانی سے اجتناب ہی بہتر ہے بالخصوص اس لیے بھی کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی بھینس کی قربانی ثابت نہیں ہے۔

جو لوگ بھینس کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں ان کے ہاں دلیل بس یہی ہے کہ لفظ بقو میں یہ بھی شامل ہے یا پھر اس کو بقو پر قیاس کرتے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ گائے کی قربانی رسول اللہ ﷺ کے قول، عمل اور تقریر سے ثابت ہے لہذا گائے کی قربانی کرنی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

(سید سابق) ”قربانی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کے علاوہ جائز نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”وہ یاد کریں اللہ تعالیٰ کا نام اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں مویشی چوپایوں میں سے عطا کیا۔“ (۵)

(راجع) بھینس کی قربانی نہ کی جائے بلکہ سنت کے مطابق اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری سے قربانی کی جائے۔

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۵۳۱) ابن ماجہ (۳۱۲۲) کتاب الأضاحی : باب أضاحی رسول اللہ]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابو داؤد (۵۹۷) ابو داؤد (۲۷۹۵) کتاب الضحایا : باب ما يستحب من الضحایا]

(۳) [المغنی (۳۷۱/۱۳)]

(۴) [فقہ السنة (۱۹۶/۳)]

(۵) [فقہ السنة (۲۶۴/۳)]

765- کس دن کی قربانی افضل ہے؟

اکثر علما کا یہ موقف ہے کہ پہلے دن کی قربانی افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ ہمیشہ اسی پر عمل پیرا رہے۔ آپ ﷺ مدینہ میں دس سال رہے اور قربانی کرتے رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے سواٹ قربان کیے۔ ان سب قربانیوں میں آپ ﷺ کا ہمیشہ یہی معمول رہا کہ آپ ﷺ پہلے دن قربانی کرتے جیسا کہ ایک حدیث سے بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ ﴿عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، قال قال النبی ﷺ إن أول ما نبدا به فی یومنا هذا نصلی ثم نرجع فنحضر من فعله فقد أصاب سنتنا﴾ ”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”آج (عید الاضحیٰ کے دن) کی ابتدا ہم نماز (عید) سے کریں گے پھر واپس آ کر قربانی کریں گے جو اس طرح کرے گا وہ ہماری سنت کے مطابق عمل کرے گا۔“ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ جس دن نماز عید پڑھتے اسی دن قربانی کرتے اور یہ بات دلیل کی محتاج نہیں کہ نماز عید پہلے دن ہی ادا کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور حدیث سے بھی پہلے دن کی افضلیت معلوم ہوتی ہے:

﴿عن عبد اللہ بن قرط عن النبی ﷺ قال : إن أعظم الأيام عند الله یوم النحر ثم یوم القر﴾ ”حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنوں میں سب سے عظیم دن یوم النحر (یعنی عید کا پہلا دن) ہے پھر یوم القر (یعنی دوسرا دن) ہے۔“ (۲)

مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ ایام عید میں سے افضل دن پہلا ہے اور نبی ﷺ بھی پہلے دن میں ہی قربانی کیا کرتے تھے لہذا پہلے دن کی قربانی ہی افضل ہے لیکن اگر کوئی یہ خیال کرے کہ آخری دنوں میں قربانی کرنے سے فرباء و مساکین کو زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے تو بعض علماء نے اسے بھی پہلے دن کے برابر ہی قرار دیا ہے۔ (واللہ اعلم)

766- قربانی کے لیے چھری خوب تیز ہو

(۱) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحد أحدکم شفرته وليرح ذبیحته﴾ ”جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ایک اپنی چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچائے۔“ (۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور قربان کرنے سے پہلے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کر لینا چاہیے تاکہ جانور آسانی

(۱) [بخاری (۵۵۴۵) کتاب الأضاحی : باب سنة الأضحية]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۱۵۵۲) ابو داؤد (۱۷۶۵) کتاب المناسک : باب الهدی إذ اعطی قبل أن یبلغ]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۴۴۱) ابو داؤد (۲۸۱۴) کتاب الضحایا : باب فی النهی أن تصبر البهائم والرفق

بالذبیحة]

سے ذبح ہو جائے اور اسے زیادہ تکلیف نہ ہو کیونکہ گذشتہ روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَبِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان لکھ دیا ہے پس جب تم قتل کرو تو (اس میں بھی) احسان کرو۔“

(2) ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿نہی رسول اللہ ﷺ أَنْ تَصْبِرَ الْبِهَائِمَ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(3) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بَكْبِشَ أَفْرَنْ، يَطَا فِي سَوَادٍ، وَيَبْرِكُ فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، فَاتَى بِهِ لِيُضْحِي بِهِ، قَالَ لِعَائِشَةَ: هَلْمِي الْمَدِيَةَ، ثُمَّ قَالَ: اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلْتُ، ثُمَّ أَخَذَهَا، وَأَخَذَ الْكَبِشَ فَأَضْحَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِاسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ! تَقْبِلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحِيَ بِهِ﴾ ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگ والا ایک مینڈھالانے کا حکم دیا جس کے ہاتھ پاؤں پھینٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ تو وہ قربانی کے لیے لایا گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا چھری لاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اسے پتھر کے ساتھ تیز کرو تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ ﷺ نے چھری کو پکڑا اور مینڈھے کو ذبح کرنے کے لیے لٹا دیا۔ پھر کہا: اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ! محمد آل محمد اور امت محمدی کی طرف سے قبول فرما، پھر آپ ﷺ نے اسے ذبح کر دیا۔“ (۲)

767- جانور کو قبلہ رخ لٹانا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی ﷺ نے قربانی کے دن سینگ والے دو چتکبرےٰ خصی مینڈھے ذبح کیے۔ پس جب آپ ﷺ نے انہیں قبلہ رخ کیا تو کہا: ”وَجْهَتْ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“ پھر آپ ﷺ نے ذبح کر دیا۔“ (۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے جانوروں کو ذبح کرنے سے پہلے قبلہ رخ کیا۔ اس لیے یہ عمل بھی مسنون ہے۔

(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۴۴۲) ابو داؤد (۲۸۱۵) کتاب الضحایا : باب فی النہی أن تصبر البہائم والرفق بالذبیحة]

(۲) [مسلم (۵۰۹۱) کتاب الاضاحی : باب استحباب استحسان الضحیة وذبحها مباشرة بلا توکیل والتسمیة والتکبیر]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابو داؤد (۵۹۷) ابو داؤد (۲۷۹۵) کتاب الضحایا : باب ما یستحب من الضحایا، اگرچہ شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث حسن درجہ تک پہنچ ہی ہے۔]

768- اونٹ کو نحر کرنا چاہیے

اونٹ کو ذبح نہیں بلکہ نحر کرنا چاہیے اور نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کا اگلا پایاں گھٹنا باندھ کر اسے تین ٹانگوں پر کھڑا کر دینا چاہیے اور کوئی تیز دھار چیز مثلاً چھری، چاقو، نیزہ یا برہمی وغیرہ اس کی گردن میں مارنی چاہیے آہستہ آہستہ خون بہہ جائے گا اور اونٹ ایک طرف گر جائے گا پھر اس کی کھال وغیرہ اتار کر گوشت بنا لینا چاہیے اونٹ کو نحر کرنے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالْبَدَنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا ﴾ [الحج: ۳۶]

”قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں ان میں تمہیں نفع ہے پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو۔ پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو ان سے کھاؤ۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ”صواف“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ”قیاما معقولة“ یعنی ایک ٹانگ باندھ کر

کھڑا کرنا ہے۔ (۱)

امام شوکانی ”آیت ﴿ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ وجوب (سے مراد) ساقط ہونا ہے یعنی جب نحر ہونے کے بعد اونٹ گر جائے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کی روح نکل جاتی ہے۔ (۲)

(2) ﴿ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أُنِيَ عَلَى رَجُلٍ قَدْ أُنِخَ بَدَنَتَهُ وَهُوَ يَنْحَرُهَا فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قِيَامًا مَقْبُودَةً سَنَةَ مُحَمَّدٍ ﴾
”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جس نے اونٹ کو ذبح کرنے کی غرض سے بٹھا رکھا تھا تو انہوں نے کہا ”اس کا گھٹنا باندھ کر اسے کھڑا کرو یہی محمد ﷺ کی سنت ہے۔“ (۳)

(3) ﴿ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ كَانُوا يَنْحَرُونَ الْبَدَنَ مَعْقُولَةً الْيَسْرَى قَائِمَةً عَلَى مَا بَقِيَ مِنْ قَوَائِمِهَا ﴾ ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اونٹ کی بائیں ٹانگ باندھ کر اسے نحر کرتے تھے اور وہ اپنی باقی ٹانگوں پر کھڑا ہوتا تھا۔“ (۴)

(۱) [تفسیر فتح القدیر (۵۰۸/۳)]

(۲) [تفسیر فتح القدیر (۵۰۶/۱۳)]

(۳) [بخاری (۱۷۱۳) کتاب الحج: باب نحر الإبل مقبودة، مسلم (۱۳۲۰) ابو داود (۱۷۶۸) احمد (۳/۲) ابن حبان

(۵۹۰۳)]

(۴) [صحيح: صحيح ابو داود (۱۵۵۳) ابو داود (۱۷۶۷) كتاب المناسك: باب كيف تنحر البدن، شيخ عبدالرزاق

مہدی نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق على تفسير ابن كثير (۴/۴۲۸)]

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع کے بیان میں حدیث مروی ہے اور اس میں ہے کہ ﴿فنحّر رسول اللہ ﷺ بيده ثلاثاً وستين بدنة جعل يطعنها بحربة في يده﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ تریسٹھ (63) اونٹ نحر کیے۔ آپ اونٹوں کی گردنوں میں اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹا نیزہ مارتے تھے۔“ (۱)

769- چھری چلانے سے پہلے دعا

چھری چلانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے مختلف دعائیں ثابت ہیں جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

(1) بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ: جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ضحى النبي ﷺ بكبشين أملحين أقرنين ذبحهما بيده وسمي وكبر﴾ ”نبی ﷺ نے سینگ والے دو چنگبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔ انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور بسم اللہ اور اللہ اکبر پڑھا۔“ (۲)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانور ذبح کرتے وقت یہ الفاظ کہے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضْعَ مِنْ أُمَّتِي﴾ ”اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے یہ (جانور) میری طرف سے اور اس کی طرف سے ہے جس نے میری امت میں سے قربانی نہیں کی۔“ (۳)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اور ذبح کرتے وقت کہا ﴿اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ﴾ ”اے اللہ! تو محمد کی طرف سے آل محمد کی طرف سے اور امت محمد کی طرف سے (اس جانور کی قربانی) قبول فرما۔“ (۴)

(4) سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے روز دو مینڈھے قربان کیے اور جب ان دونوں کو قبلہ رخ کیا تو یہ کلمات کہے:

”وَجْهَتْ وَجْهِي لِلذِّى فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنِ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ“ پھر (انہیں) ذبح کر دیا۔ (۵)

(۱) [مسلم (۱۲۱۸)]

(۲) [بخاری (۵۵۶۵) کتاب الأضاحی : باب التکبیر عند الذبائح]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۴۳۶) ابو داؤد (۲۸۱۰) کتاب الضحایا : باب فی الشاة یضحی بها عن جماعة ترمذی (۱۵۲۰) احمد (۳۶۲/۳) حاکم (۲۲۹/۴) بیہقی (۲۷۵/۴)]

(۴) [مسلم (۱۹۶۷) کتاب الأضاحی : باب استحباب استحسان الضحیة وذبحها مباشرة بلا توکیل التسمیة والتکبیر احمد (۷۸/۶) ابو داؤد (۲۷۹۲)]

(۵) [ابو داؤد (۲۷۹۵) کتاب الضحایا : باب ما ینتخب من الضحایا]

770- جانور خود زبح کرنا چاہیے

جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت جابر بنی اللہؓ سے حجۃ الوداع کے بیان میں حدیث مروی ہے اور اس میں ہے کہ ﴿فنحمر رسول اللہ ﷺ بیده ثلاثا وستین بدنة جعل يطعنها بحربة في بده﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ تریسٹھ (63) اونٹ نخر کیے۔ آپ اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹا نیزہ اونٹوں کی گردنوں میں مارتے تھے۔“ (۱)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ نحر سبع بدنا بیده قیاما وضحی بالمدينة بکبشین أقرنین أملحین﴾ ”نبی ﷺ نے کھڑے کھڑے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نخر کیے اور مدینہ میں دو سینگوں والے چتکبرے مینڈھے ذبح کیے۔“ (۲)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿انکفأ رسول اللہ ﷺ إلی کبشین أقرنین أملحین فذبحهما بیده﴾ ”رسول اللہ ﷺ سینگ والے دو چتکبرے مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔“ (۳)

(4) ﴿عن أنس بنی اللہ، قال: ضحی النبی ﷺ بکبشین أملحین فرأته واضعا قدمه علی صفاهما یسمی ویکبر، فذبحهما بیده﴾ ”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے پاؤں جانور کے اوپر رکھے ہوئے ہیں اور بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ رہے ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے دونوں مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔“ (۴)

درج بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ انسان کو اپنی قربانی خود زبح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اپنی قربانی خود زبح کیا کرتے تھے۔

(شوکانیؒ) انہوں نے بھی اسی سؤقت کو زیادہ بہتر قرار دیا ہے۔ (۵)

(ابن قدامہؒ) اگر وہ شخص قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے تو یہ افضل ہے۔ (۶)

(سید سابقؒ) جو شخص عمدہ طریقے سے جانور ذبح کر سکتا ہو اس کے لیے مسنون ہے کہ وہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ کے ساتھ

ذبح کرے۔ (۷)

(۱) [مسلم (۱۲۱۸)] ۶/۱۱۱

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۴۲۳) ابو داؤد (۲۷۹۳) کتاب الضحایا: باب ما یستحب من الضحایا]

(۳) [بخاری (۵۵۵۴) کتاب الأضاحی: باب فی أضحیة النبی]

(۴) [بحرزی (۵۵۵۸) کتاب الأضاحی: باب من ذبح الأضاحی بیده]

(۵) [السبل حراز (۲۴۳/۳)]

(۶) [سعی لابن قدامة (۲۸۹/۱۳)]

(۷) [فقہ السنہ (۱۹۸/۳)]

771- قربانی کی کھالوں کا مصرف

قربانی کی کھالوں کا بھی وہی مصرف ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے یعنی جیسے قربانی کا گوشت خود بھی کھایا جاسکتا ہے دوسروں کو بھی کھلایا جاسکتا ہے اور صدقہ بھی کیا جاسکتا ہے اسی طرح کھال کو خود بھی استعمال کیا جاسکتا ہے کسی دوسرے کو بھی استعمال کے لیے دی جاسکتی ہے اور صدقہ بھی کی جاسکتی ہے کیونکہ اس کے استعمال کا کوئی الگ طریقہ کتاب و سنت میں موجود نہیں ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«دف أهل آبیات من أهل البادية حضرة الأضحی زمن رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ ادخروا ثلاثا ثم تصدقوا بما بقی فلما كان بعد ذلك قالوا یا رسول الله! إن الناس يتخذون الأسقية من ضحایا هم ویحملون فیها الودك فقال رسول الله ﷺ وما ذاك؟ قالو نهیت أن توکل لحوم الضحایا بعد ثلاث فقال إنما نهیتکم من أجل الدافاة التي دفت فكلوا وادخروا وصدقوا» «رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قربانی کے وقت اہل بادیہ کے کچھ گھر (مدینہ میں) آباد ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین دن تک قربانی کا گوشت ذخیرہ کرو پھر باقی صدقہ کر دو۔ پس جب اس سے اگلا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ لوگ قربانیوں سے مشکیزے بناتے ہیں اور ان میں چربی پگھلاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں صرف ان لوگوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو باہر سے آکر یہاں آباد ہو گئے تھے اب تم کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔» (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھالوں کا بھی وہی مصرف ہے جو گوشت کا ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے مطلق طور پر یہ فرمایا ہے کہ قربانیوں سے کھاؤ ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔ اس لیے کھال کو خود استعمال کر لینا چاہیے مثلاً بطور مصلیٰ یا بطور چٹائی وغیرہ جیسا کہ صحابہ نے مشکیزے بنا لیے تھے۔ یا کسی دوست کو استعمال کے لیے دے دینی چاہیے یا صدقہ کر دینی چاہیے۔



(۱) [مسلم (۱۹۷۱) کتاب الأضحی: باب بیان ما كان من النهی عن أكل لحوم الأضحی بعد ثلاث فی أول الإسلام

و بیان نسخه و إباحته (إلى متى شاء)]

ولیمہ کا بیان

باب الولیمة ❶

ہی مَشْرُوعَةٌ

یہ (ولیمہ کرنا) جائز ہے۔ ❷

❶ ولیمہ سے مراد ہے ”شادی کی خوشی کا کھانا“ اس کی جمع و لائیم ہے۔ باب **أَوْلَمَ يُؤْلِمُ** (إفعال) ولیمہ کرنا۔ **أَلْوَلْمَةُ** ”کسی چیز کا اجتماع۔“ (۱)

(جوہریؒ، ابن اثیرؒ) ولیمہ خاص شادی کے کھانے کو کہتے ہیں۔

(ازہریؒ) یدلم سے مشتق ہے جس کا معنی جمع ہونا ہے (یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے) کیونکہ میاں بیوی جمع ہو جاتے ہیں۔ (۲)

❷ (۱) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے ((الولیمة حق)) ”ولیمہ کرنا حق ہے۔“

اس کے تحت حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے مروی حدیث نقل فرمائی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو حکم ارشاد فرمایا ﴿أولم ولو بشاة﴾ ”ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی ہو۔“ (۳)

(۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ﴿ما أولم النبی ﷺ علی شیء من نساہ ما أولم علی زینب :

أولم بشاة﴾ ”نبی ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی کا اتنا ولیمہ نہیں کیا جتنا حضرت زینبؓ کا کیا اور وہ آپ ﷺ نے ایک بکری کے ساتھ ولیمہ کیا تھا۔“ (۴)

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ أولم علی صفیة بتمر وسویق﴾ ”نبی ﷺ نے

صفیہؓ کا ولیمہ کھجور اور ستو کے ساتھ کیا۔“ (۵)

(۴) ایک روایت میں ہے کہ ﴿أولم النبی ﷺ علی بعض نساہہ بمدین من شعیر﴾ ”نبی ﷺ نے اپنی بعض

بیویوں کا ولیمہ دو دم جو م کے ساتھ کیا۔“ (۶)

(جمہور، مالکؒ) ولیمہ کرنا مستحب ہے۔

(۱) [المنجد (ص ۹۸۶/۱) لسان العرب (۳۹۹/۱۵)]

(۲) [نیل الأوطار (۲۵۹/۴)]

(۳) [بخاری (۵۱۵۳) کتاب النکاح : باب الصفرة للمتزوج 'مسلم (۱۴۲۷) ابو داود (۲۰۱۹) ترمذی (۱۹۳۳)

نسائی (۱۳۷/۶) ابن ماجہ (۱۹۰۷) احمد (۱۹۰/۳) موطا (۵۴۵/۲) ابن حبان (۴۰۶۰)]

(۴) [بخاری (۵۱۶۸) کتاب النکاح : باب الولیمة ولو بشاة 'مسلم (۱۴۲۸) احمد (۲۲۷/۳) ابو داود (۳۷۴۳)

عبد بن حمید (۱۳۶۸)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۱۸۵) کتاب الأطعمة : باب فی استحباب الولیمة للنکاح 'ابو داود (۳۷۴۳)

احمد (۱۱۰/۳) ترمذی (۱۰۹۵) ابن ماجہ (۱۹۰۹) حمیدی (۱۱۸۴) ابو یعلیٰ (۳۵۵۹) ابن جارور (۷۲۷)

ابن حبان (۴۰۶۱) بیہقی (۲۶۰/۷)]

(۶) [بخاری (۵۱۷۲) کتاب النکاح : باب من أولم بأقل من شاة]

(شافعیؒ، احمدؒ اہل ظاہر) ولیمہ کرنا واجب ہے۔ (۱)

(راجع) حدیث کا ظاہری حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ (۲)

اس کی دعوت قبول کرنا واجب ہے۔ ①

وَيَجِبُ الْإِجَابَةُ لَهَا

① (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِذَا دَعَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا﴾ ”جب تم میں سے کسی کو ویسے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے۔“ (۳)

(۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿أَجِيبُوا هَذِهِ الدَّعْوَةَ إِذَا دَعَيْتُمْ لَهَا﴾ ”جب تمہیں اس دعوت کی طرف بلا یا جائے تو اسے قبول کرو۔“ (۴)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿شَرَّ الطَّعَامِ طَعَامَ الْوَلِيمَةِ يَدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيَتْرَكَ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ لَمْ يَجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ”ولیمہ کا وہ کھانا سب سے بدترین ہے جس میں اغنیاء کو تو دعوت دی جائے لیکن فقراء کو نہ بلا یا جائے اور جس نے دعوت قبول نہ کی تو یقیناً اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔“ (۵)

(قاضی عیاضؒ، نوویؒ) ویسے کی دعوت قبول کرنے کے وجوب پر اتفاق ہے۔ (۶)

(ابن حجرؒ) اس قول میں نظر ہے تاہم علما کے اقوال میں سے عمدہ و مشہور یہی ہے کہ (ولیمہ کی دعوت قبول کرنا) واجب ہے۔ (۷) (جمہور، مالکؒ، شافعیہ، حنابلہ) ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض عین ہے۔

(بعض حنابلہ، بعض شافعیہ) ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض کفایہ ہے اور ایک روایت کے مطابق ان سے استحباب بھی منقول ہے۔

(راجع) بغیر کسی شرعی عذر کے دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے۔ (۸)

(شوکانیؒ) ظاہر وجوب ہی ہے۔ (۹)

(۱) [الفقہ الإسلامي وأدلته (۶/۹) المغنی (۱۰/۱۹۲) نیل الأوطار (۴/۲۶۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۴/۲۵۹) الروضة الندية (۲/۴۷۹)]

(۳) [بخاری (۵۱۷۳) کتاب النکاح : باب حق إجابة الوليمة والدعوة.....، مؤطا (۲/۵۴۶) مسلم (۱۴۲۹) ابو داود (۳۷۳۶) ترمذی (۱۰۹۸)]

(۴) [بخاری (۵۱۷۹) کتاب النکاح : باب إجابة الداعي في العرس وغيره، مسلم (۱۴۲۹)]

(۵) [بخاری (۵۱۷۷) کتاب النکاح : باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله، مسلم (۱۴۳۲) مؤطا (۲/۵۴۶) ابو داود (۳۷۴۲) ابن ماجہ (۱۹۱۳) دارمی (۱۰۵۱۲) سعید بن منصور (۵۲۴)]

(۶) [شرح مسلم (۹/۲۳۴)]

(۷) [فتح الباری (۱۰/۳۰۲)]

(۸) [فتح الباری (۱۰/۳۰۳)]

(۹) [نیل الأوطار (۴/۲۶۶)]

(عبدالرحمن مبارکپوری) ظاہر وہی ہے جو امام شوکانیؒ نے فرمایا۔ (۱)

772- اگر کوئی کھانا نہ کھانا چاہے.....

دعوت قبول کرنا ضروری ہے، کھانا تناول کرنا ضروری نہیں بلکہ اگر کوئی کھانا چھوڑنا چاہے تو اس کے لیے یہ جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا دَعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيَجِبْ فَإِنْ شَاءَ طَعَمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ﴾ ”جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ ضرور اسے قبول کرے پھر اگر چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔“ (۲)

773- اگر روزے دار ہو تو کہہ دے میں روزے دار ہوں

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا دَعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الطَّعَامِ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ﴾ ”جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزے دار ہو تو کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں۔“ ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيَصِلْ﴾ ”اگر وہ شخص (جسے دعوت دی جا رہی ہے) روزے دار ہو تو (داعی کے لیے) دعا کر دے۔“ (۳)

(اگر دعوت دینے والے زیادہ ہوں تو) پہلے آنے والے کو پھر جس کا دروازہ قریب کو اسے مقدم کیا جائے۔ ①	وَيُقَدِّمُ السَّابِقُ ثُمَّ الْأَقْرَبُ بَابًا
--	---

① (1) حضرت حمید بن عبدالرحمن حمیدی نبی ﷺ کے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِيَانِ فَأَجِبْ أَقْرَبَهُمَا يَا بَابًا فَإِنْ أَقْرَبَهُمَا جَوَارِإُ وَإِنْ سَبَقَ أَحَدُهُمَا فَأَجِبْ الَّذِي سَبَقَ﴾ ”جب دو دعوت دینے والے اکٹھے ہو جائیں تو اس کی دعوت قبول کرو جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے کیونکہ ان دونوں میں سے جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے وہ پڑوس میں زیادہ قریب ہے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی پہلے کر جائے تو پہلے دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو۔“ (۴)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: میں اپنے دو پڑوسیوں میں سے کس

(۱) [تحفة الأحوذی (۲۳۱/۴)]

(۲) [مسلم (۱۴۳۰) کتاب النکاح : باب الأمر بإجابة الداعی إلى دعوة] ابو داود (۲۴۶۰) أحمد (۵۰۷/۲) ترمذی

(۷۸۰) ابن ابی شیبہ (۶۴/۳) حمیدی (۱۰۱۲) ابن حبان (۵۳۰۶) نسائی فی السنن الکبری (۳۵۰/۱۰)

(۳) [مسلم (۱۴۳۱) کتاب النکاح : باب الأمر بإجابة الداعی إلى دعوة] ابو داود (۲۴۶۰) أحمد (۵۰۷/۲) ترمذی

(۷۸۰) ابن ابی شیبہ (۶۴/۳)

(۴) [ضعیف : ضعف ابو داود (۸۰۲) کتاب الأطعمة : باب إذا اجتمع داعیان ایہما أحق] إرواء الغلیل (۱۹۵۱) ابو

داود (۳۷۵۶) أحمد (۴۰۸/۵)

کی طرف ہدیہ بھیجوں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إلى أقربهما منك بابا﴾ ”اس کی طرف ہدیہ بھیجو جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے۔“ (۱)

(ابن حجر) انہوں نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلی حدیث کے لیے دلیل بنایا ہے۔ (۲)

وَلَا يَجُوزُ حُضُورُهَا إِذَا اشْتَمَلَتْ عَلَى مَعْصِيَةٍ	اگر وہ (دعوت ولیمہ) کسی معصیت کے کام پر مشتمل ہو تو اس میں حاضر ہونا جائز نہیں۔ ❶
---	---

❶ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کھانا تیار کر کے رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی ﴿فجاء فرأى فى البيت تصاویر فرجع﴾ ”آپ ﷺ آئے اور گھر میں کچھ تصویریں دیکھ لیں تو آپ واپس لوٹ گئے۔“ (۳)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من كان يوم من بالله واليوم الآخر فلا يقعد على مائدة يدار عليها الخمر﴾ ”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر مت بیٹھے جس پر شراب پیش کی جاتی ہو۔“ (۴)

اگر برائی ختم کرنے کی طاقت ہو تو پھر اس نیت سے حاضر ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان﴾ ”تم میں سے جو بھی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اسے برا سمجھے اور یہ سب سے کمزور ایمان کی علامت ہے۔“ (۵)



(۱) [بخاری (۶۰۲۰) کتاب الأدب : باب حق الجوار فی قرب الأبواب، احمد (۱۷۵/۶-۱۸۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۲۶۵/۴)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۷۰۸) کتاب الأطعمه : باب إذا رأى الضيف منكرا رجع، ابن ماجہ (۳۳۵۹)]

[نسائی (۲۱۳/۸)]

(۴) [احمد (۳۳۹/۳) نسائی فى السنن الكبرى (۱۷۱/۳) حاکم (۲۸۸/۴)]

(۵) [مسلم (۴۹) کتاب الأيمان : باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، ابو داود (۱۱۴۰) ترمذی (۲۱۷۲)]

[نسائی (۱۱۱/۸) ابن ماجہ (۱۲۷۰) احمد (۲۰/۳)]

عقیقہ کے احکام کا بیان

باب احکام العقیقہ ①

عقیقہ کرنا مستحب ہے۔ ②

وَالْعَقِيقَةُ مُسْتَحَبَّةٌ

① عقیقہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو نو مولود بچے کی طرف سے پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔

صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ ((وَالْعَقِيقَةُ : صَوْفُ الْحَذَعِ وَالشَّاةُ الَّتِي تَذْبَحُ عِنْدَ حَلْقِ شَعْرِ الْمَوْلُودِ))

”اور عقیقہ کھیرے کی اُون کو اور اُس بکری کو کہتے ہیں جو نو مولود بچے کے بال منڈانے کے وقت ذبح کی جاتی ہے۔“ (۱)

صاحب معجم الوسيط نقل فرماتے ہیں کہ ((العقیقة : شعر کل مولود من الناس والبہائم بنبت وهو فی بطن أمه

والذبیحة الَّتِي تَذْبَحُ عَنِ الْمَوْلُودِ يَوْمَ سَبْعِهِ عِنْدَ حَلْقِ شَعْرِهِ)) ”عقیقہ (کی مختلف تعریفیں ہیں)

(1) ہرنچے کے وہ بال جو اسی وقت آگ آتے ہیں جب بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے خواہ وہ انسان کا بچہ ہو یا مویشیوں کا۔

(2) وہ جانور جسے نو مولود بچے کی طرف سے پیدائش کے ساتویں روز اس کے بال منڈانے کے وقت ذبح کیا جاتا ہے۔“ (۲)

عربی گرائمر میں عقیقہ کرنے کے لیے باب عَقَى يَعْقُو (نصر) استعمال ہوتا ہے۔ (۳)

(ابن قدام) عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے نو مولود بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے۔ (۴)

(ابن اثیر) عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے نو مولود بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے..... اور ان بالوں کو بھی کہا جاتا ہے جو بچے کے سر پر اس کی ماں کے پیٹ میں ہی نکل آتے ہیں۔ (۵)

② عقیقہ کرنا سنت مؤکدہ اور مستحب عمل ہے اس لیے جو شخص استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنی اولاد کی طرف سے ضرور عقیقہ کرے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةً فَأَهْرَيْقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى﴾ ”حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بچے کے ساتھ عقیقہ (لازم) ہے لہذا

(۱) [القاموس المحيط (ص ۸۳۹)]

(۲) [المعجم الوسيط (ص ۶۱۶)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المنجد (۵۶۹) تحفة الأحوذی (۸۵/۵) نيل الأوطار (۳۹۸/۳) الفقه الإسلامي

وأدلته (۲۷۴/۴)]

(۴) [المغنی (۳۹۳/۱۳)]

(۵) [النهاية (۲۷۷/۳)]

تم اس کی طرف سے قربانی کرو اور اس سے تکلیف دور کرو (یعنی اس کا سر منڈاؤ)۔“ (۱)

(۲) ﴿عن سمرۃ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ کمل غلام رھینۃ بعقیقته تذبح عنہ یوم سابعہ ویسمی فیہ ویحلق رأسہ﴾ ”حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ اپنے عقیدہ کے عوض گروی ہوتا ہے پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیدہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال منڈائے جائیں۔“ (۲)

(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من ولد له ولد فاحب أن ینسک عنہ فلینسک﴾ ”جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو ضرور قربانی کرے۔“ (۳)

(شوکانی) حاصل یہی ہے کہ عقیدہ اسلام کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ (۴)

(ابن قدامہ) اور عقیدہ سنت ہے عام اہل علم جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، فقہائے تابعین اور ائمہ اوصیاء شامل ہیں، کا یہی قول ہے مگر اصحاب الرائے نے کہا ہے کہ عقیدہ سنت نہیں ہے بلکہ جاہلیت کا کام ہے۔ (۵)

(ابن جریر) عقیدہ ایسی قربانی کو کہتے ہیں جو نو مولود بچے کی طرف سے ذبح کی جاتی ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہے۔ بعض علماء کے خیال میں واجب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ اپنے عقیدہ کے عوض گروی ہوتا ہے پیدائش کے ساتویں روز اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔“ لیکن یہ حدیث محض اس کی تاکید کا فائدہ دیتی ہے اور اصل عدم وجوب ہی ہے۔ (۶)

(ابن عثیمین) عقیدہ کے سنت یا واجب ہونے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہے۔“ (۷)

(۱) [بخاری (۵۴۷۲) کتاب العقیقۃ : باب إماطۃ الأذنی عن الصبی فی العقیقۃ، ابو داؤد (۲۸۳۹) ترمذی (۱۰۱۵) ابن ماجہ (۳۱۶۴) احمد (۱۷۱/۴) دارمی (۸۱۱۲) حمیدی (۸۲۳) شرح معانی الآثار (۴۵۹/۱) بیہقی (۲۹۹/۹)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۴۶۳) ابو داؤد (۲۸۳۸) کتاب الضحایا : باب فی العقیقۃ، ترمذی (۱۰۲۲) ابن ماجہ (۳۱۶۵) نسائی (۱۶۶/۷) ابن الحازم (۹۱۰) حاکم (۲۳۷/۴) احمد (۱۷۱/۵) دارمی (۸۱۱/۲) مشکل الآثار (۴۵۳/۱)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داؤد (۲۴۶۸) ابو داؤد (۲۸۴۲) کتاب الضحایا : باب فی العقیقۃ، احمد (۱۸۲/۲) نسائی (۱۶۲/۷) مشکل الآثار (۴۶۱/۱) حاکم (۲۳۸/۴)]

(۴) [السبل الحرار (۲۵۱/۳)]

(۵) [المغنی (۳۹۳/۱۳)]

(۶) [فتاویٰ اسلامیة (۳۲۴/۲)]

(۷) [فتاویٰ اسلامیة (۳۲۴/۲)]

عقیقہ کے فرض یا سنت ہونے میں فقہانے اختلاف کیا ہے:

(حسن بصری، اہل ظاہر) عقیقہ کرنا فرض ہے۔

(جمہور) عقیقہ کرنا سنت ہے۔

(احناف) عقیقہ کرنا نہ تو فرض ہے نہ ہی سنت بلکہ فقط مباح و جائز ہے۔ (۱)

(راجح) راجح و برحق بات وہی ہے جو ابتداء میں بیان کر دی گئی ہے۔

<p>عقیقہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے جسے پیدائش کے ساتویں روز قربان کیا جائے گا ① اس دن نام رکھا جائے گا اور بچے کا سر بھی منڈوا یا جائے گا۔ ②</p>	<p>هِيَ شَاتَانِ عَنِ الذَّكَرِ وَ شَاةٌ عَنِ الْأُنثَى يَوْمَ سَابِعِ الْمُؤَلُودِ وَ فِيهِ يُسْمَى وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ</p>
--	--

① (۱) حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿عَنْ الْغَلَامِ شَاتَانِ مَكَافَتَانِ وَعَنْ الْحَارِيَةِ شَاةٌ﴾ ”لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (قربان کی جائے)۔“ (۲)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿نَعَمْ﴾ ”نعم“ عن الغلام شاتان وعن الأنثى واحدة ﴿﴾ ”ہاں“ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک (بکری قربان کرو)۔“ (۳)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ بَكْرَيْنِ كَبْشَيْنِ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو دو بچے ذبح کیے۔“ (۴)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿أَمَرْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَعْقَّ عَنِ الْغَلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْحَارِيَةِ شَاةً﴾ ”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ

(۱) [نیل الأوطار (۴۹۹/۳) بدائع الصنائع (۶۹/۵) الشرح الكبير (۱۲۶/۲) القوانین الفقہیہ (ص ۱۹۱) مغنی

المحتاج (۲۹۳/۴) المہذب (۲۴۱/۱) المغنی (۶۴۵/۸) بدایۃ المحتہد (۴۴۸/۱) المجموع (۴۴۷/۸)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۴۵۸) کتاب الضحایا: باب فی العقیقہ، إرواء الغلیل (۳۹۰/۴) ابو داؤد (۲۸۳۴)

نسائی (۱۶۵/۷) دامی (۸۱/۲) ابن حبان (۱۰۶۰- الموارد) احمد (۳۸۱/۶) حمیدی (۱۶۷/۱) عبد الرزاق

(۷۹۵۳) بیہقی (۳۱۰/۹)]

(۳) [احمد (۳۸۱/۶) نسائی (۱۶۵/۷) ترمذی (۱۵۱۶) ابن حبان (۱۰۵۹- الموارد) حاکم (۲۳۷/۴) دارقطنی

(۲۷۰/۴) بیہقی (۳۰۱/۹) شرح السنۃ (۲۶۵/۱۱)]

(۴) [صحیح: صحیح نسائی (۳۹۳۵) کتاب العقیقہ: باب کم یعق عن الحاریۃ، نسائی (۴۲۲۴) إرواء الغلیل

(۱۱۶۴)]

قربان کی جائے۔“ (۱)

② حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿کل غلام رهينة بعقيقة تذبح عنه يوم سابعه ريسمى فيه ويحلق رأسه﴾ ”ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروہی ہوتا ہے پیدائش کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال منڈائے جائیں۔“ (۲)

وَيَتَصَدَّقُ بِوِزْنِهِ ذَهَبًا أَوْ فِضَّةً | اس کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کر دے۔ ①

① جب بچے کا سر منڈا دیا جائے تو اس کے سر سے اترنے والے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دینا بھی مشروع ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال عق رسول الله عن الحسن بشاة وقال : يا فاطمة احلقى رأسه وتصدقى بزنة شعره فضة﴾ ”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ! اس کا سر منڈاؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔“ (۳)

(شوکانی) عقیقہ کی تابع اشیا میں سے بچے کے سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کر دینا بھی ہے۔ (۴)

(ابن قدامہ) اور اگر کوئی بچے کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دے تو بہتر ہے۔ (۵)

(سید سابق) سنت سے یہ بھی ہے کہ بچے کے لیے اچھا نام تجویز کیا جائے اور اس کے بال منڈائے جائیں اور ان کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ کر دیا جائے اگر یہ میسر ہو۔ (۶)

متفرقات

774- عقیقہ کی حکمت

یقیناً اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور ہر نعمت کا شکر ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری

(۱) [مصنف عبد الرزاق (۲۴۲۳۶) کتاب العقیقہ]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۴۶۳) کتاب الضحایا : باب فی العقیقہ ابو داؤد (۲۸۳۸) ترمذی (۱۵۲۲) ابن ماجہ (۳۱۶۵) نسائی (۱۶۶۱۷) ابن الحارود (۹۱۰) حاکم (۲۳۷/۴) احمد (۱۷/۵) دارمی (۸۱/۲) مشکل الآثار (۴۵۳/۱)]

(۳) [حسن : إرواء الغلیل (۱۱۷۵) ترمذی (۱۵۱۹) کتاب الأضاحی : باب العقیقہ بشاة] اسی معنی کی حدیث مسند احمد (۳۹۰/۶) اور السنن الكبرى للبيهقي (۳۰۴/۹) میں بھی ہے۔ شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

[التعليق على السبل الحرار (۲۵۲/۳)]

(۴) [السبل الحرار (۲۵۲/۳)]

(۵) [المغنی (۳۹۷/۱۳)]

(۶) [فقه السنة (۱۹۹/۳)]

تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاشْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ إِنَّ كُنتُمْ لِنِهَا تَعْبُدُونَ ﴾ [النحل: ۱۱۴]

”اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔“

ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ فَادْكُرُوا لِيَّ اذْ كُرْتُمْ وَاشْكُرُوا لِيَّ وَلَا تَكْفُرُون ﴾ [البقرة: ۱۵۲]

”سو تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا“ اور میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔“

اس لیے عقیقہ مشروع قرار دے دیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت عطا کرنے پر اس کا شکر بھی ادا ہو جائے اور اقرباء

و دوست احباب کی ضیافت کے ساتھ ساتھ غرباء اور مساکین کا بھی فائدہ ہو جائے۔

(شیخ عثیمین) بچے کا عقیقہ ایسی قربانی ہے جسے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اور نعمت اولاد پر اس کا شکر ادا کرنے

کے لیے پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔ (۱)

775۔ اگر عقیقہ کی طاقت نہ ہو

مندرجہ ذیل دلائل اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں:

(1) ﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: ۱۶]

”حسب استطاعت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔“

(2) ﴿ لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة: ۲۸۶]

”اللہ تعالیٰ کسی نفس کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں نہیں ڈالتے۔“

(3) ﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا ﴾ [البقرة: ۲۸۶]

”اے ہمارے رب! ہم پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہیں۔“

(4) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إِذَا أَمَرْتَكُمْ بِأَمْرٍ فَاتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ ”جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جتنی تم میں

طاقت ہو اس پر عمل کر لو۔“ (۲)

(5) یہ بات اصول میں بھی ثابت ہے کہ ((لا يحوز التكليف بالمستحيل)) ”ناممکن کام کی تکلیف جائز

نہیں ہے۔“ (۳)

(شیخ عثیمین) اگر انسان اپنی اولاد کی پیدائش کے وقت فقیر ہو تو اس پر عقیقہ لازم نہیں ہے کیونکہ وہ عاجز ہے اور عاجز ہونے کی

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۲/۳۲۴)]

(۲) [مسلم (۱۳۳۷) نسائی (۱۱۰/۵ - ۱۱۱)]

(۳) [ارشاد الفحول (۳۰/۱) الإحكام للآمدی (۱۸۷/۱) المستصفي للغزالی (۷۴/۱) الوجيز (ص ۷۷)]

وجہ سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔ (۱)

776- کیا عقیقہ میں اونٹ اور گائے کی قربانی درست ہے؟

احادیث میں عقیقہ کے لیے جن جانوروں کی قربانی کا ذکر ملتا ہے وہ بکری اور دنبہ ہے جیسا کہ ان احادیث میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) ﴿عن أم كرز الكعبية رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ ﷺ يقول عن الغلام شاتان مكافتان وعن الحاربية شاة﴾ ”حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ”لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (قربان کی جائے)۔“ (۲)

(۲) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من ولد له ولد فاحب أن ينسك عنه فلينسك عن الغلام شاتان وعن الحاربية شاة﴾ ”جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کر دے۔“ (۳)

(۳) ﴿عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ عقی عن الحسن والحسين بکبشین کمشین﴾ ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہما اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو دنبے ذبح کیے۔“ (۴)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے عقیقہ کے لیے صرف بکری اور دنبے کا ہی ذکر کیا ہے اس لیے صرف یہی جانور ذبح کرنے چاہیں۔ البتہ بعض علمائے عقیقہ کے لیے اونٹ اور گائے کی قربانی کو بھی درست قرار دیا ہے جیسا کہ امام شوکانی ”رقطراز ہیں کہ ((والجمہور علی إجزاء البقر والغنم)) ”اور جمہور گائے اور بکری کو (عقیقہ کے لیے) کافی قرار دیتے ہیں۔“ (۵)

اور دکتور وہب زحلی نقل فرماتے ہیں کہ ((ہسی مثل الأضحیة من الأنعام : الإبل والبقر والغنم وقیل لا یعق بالبقر ولا بالإبل)) ”عقیقہ بھی قربانی کی طرح اُنعام یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں سے کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی کہا گیا

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۲/۳۲۶)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۴۵۸) إرواء الغلیل (۳۹۰/۴) ابو داود (۲۸۳۴) کتاب الضحایا : باب فی العقیقة نسائی (۱۶۵/۷) دارمی (۸۱/۲) ابن حبان (۱۰۶۰-الموارد) احمد (۳۸۱/۶) حمیدی (۱۶۷/۱) عبد الرزاق (۷۹۵۳) بیہقی (۳۱۰/۹)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود (۲۴۶۸) ابو داود (۲۸۴۲) کتاب الضحایا : باب فی العقیقة احمد (۱۸۲/۲) نسائی (۱۶۲/۷) مشکل الآثار (۴۲۱/۱) حاکم (۲۳۸/۴) بیہقی (۳۰۰/۹) امام حاکم ”اور امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

(۴) [صحیح : صحیح نسائی (۳۹۳۵) إرواء الغلیل (۱۱۶/۴) نسائی (۴۲۲۴) کتاب العقیقة : باب کم یعق عن الحاربية]

(۵) [نبیل الأوطار (۳/۵۰۶)]

ہے کہ گائے اور اونٹ سے عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔“ (۱)

جن حضرات نے عقیقہ کے لیے اونٹ اور گائے کی قربانی کو بھی جائز کہا ہے ان کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت ہے جس میں یہ لفظ ہیں ﴿یعق عنه من الإبل والبقر والغنم﴾ ”بچے کی طرف سے اونٹ“ گائے اور بکری سے عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔“ لیکن وہ روایت ثابت نہیں۔ (۲)

لہذا ثابت ہوا کہ صحیح احادیث میں صرف بکری اور دنبہ ذبح کرنے کا ذکر ملتا ہے اس لیے عقیقہ میں صرف انہی کو قربان کیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

777- عقیقہ کے جانور نہ ہوں یا مادہ؟

عقیقہ کے لئے نر اور مادہ دونوں طرح کے جانور قربان کیے جاسکتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث اس کی دلیل ہے:

﴿عن أم كرز رضی اللہ عنہا أنها سمعت رسول اللہ ﷺ فی العقیقة قال: عن الغلام شتان وعن الحاریة شاة لا یضر کم ذکرانا کن أو إناثا﴾ ”حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے متعلق سنا آپ ﷺ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے (یہ جانور) نر ہوں یا مادہ تمہیں کوئی چیز نقصان نہیں دے گی۔“ (۳)

778- کیا عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے ایک جانور بھی قربان کیا جاسکتا ہے؟

لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کی جائے گی جیسا کہ حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ (۴)

البتہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ عق عن الحسن والحسین كبشاً كبشاً﴾ ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہما اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔“ (۵)

(۱) [الفقه الإسلامی وأدلته (۶۳۷/۳)]

(۲) [طبرانی صغیر (۸۴/۱) فتح الباری (۱۱/۱۱) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں سعید بن المسیب راوی کذاب ہے۔ [مجمع الزوائد (۶۱/۴)]

(۳) [صحیح: صحیح موارد الظمان للالبانی (۸۸۵) کتاب الأضاحی: باب ماجاء فی العقیقة، المشكاة (۴۱۵۲) إرواء الغلیل (۳۹۰/۱۴) صحیح ابو داود (۲۵۲۵)]

(۴) [ابو داود (۲۸۳۴) کتاب الضحایا: باب فی العقیقة، إرواء الغلیل (۳۹۰/۱۴)]

(۵) [ابو داود (۲۸۴۱) کتاب الضحایا: باب فی العقیقة، نسائی (۱۶۵/۷) مشکل الآثار (۴۵۷/۱) عبد الرزاق (۷۸۶۲) اس روایت کے متعلق شیخ البانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن سنن نسائی کی وہ روایت جس میں ”کبشین کبشین“ کے لفظ ہیں وہ زیادہ صحیح ہے۔ [صحیح ابو داود (۲۴۶۶)]

(1) جن احادیث میں دو بکریوں کا ذکر ہے وہ زیادتی پر مشتمل ہیں لہذا اس حیثیت سے وہ قبول کیے جانے کی زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہما اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو دہنے ذبح کیے۔

(2) قول کو فعل پر ترجیح ہوتی ہے (یعنی اگرچہ آپ ﷺ نے خود لڑکے کی طرف سے بھی ایک دنبہ ذبح کیا ہے لیکن ہمیں لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے کا کہا ہے اس لیے ہمیں اس پر عمل کرتے ہوئے لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے چاہئیں)۔

(3) آپ کا ایک بکری پر اکتفا کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ (لڑکے کی طرف سے) دو بکریاں متعین نہیں بلکہ مستحب ہیں اور ایک بکری مستحب نہیں بلکہ جائز ہے۔ (۱)

اور شیخ البانی ”رقطراز ہیں کہ ”یہ حدیث صحیح تو ہے لیکن اس سے بھی زیادہ صحیح سنن نسائی کی وہ حدیث ہے جس میں ”کبشین کبشین“ یعنی دو دو دہنے قربانی کرنے کا ذکر ہے۔“ (۲)

درج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنا ہی زیادہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اس لیے اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

779- عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور کی شرائط

احادیث میں مطلقاً شاة یا شاتین کا لفظ ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور کی شرائط عامہ نہیں کی جائیں گی۔

(شوکائیؒ) اور تحقیق ”شاتین“ (یعنی دو بکریوں کے لفظ) کے مطلق طور پر ذکر سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عقیقہ کے جانور میں وہ شرائط عامہ نہیں کی جائیں گی جو قربانی کے جانور کی ہیں اور یہی بات برحق ہے۔ (۳)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اصلاً کسی بھی صحیح حدیث سے یہ شرائط عامہ نہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ نہ ہی کسی ضعیف حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور جو لوگ یہ شرائط لگانے کے قائل ہیں ان کے پاس قیاس کے سوا کوئی دلیل نہیں۔ (۴)

تاہم عقیقہ کے جانور کے ساتھ متقارب یا مساوی کی قید اس بات کی متقاضی ہے کہ شریعت نے قربانی کے جانور میں جن عیوب و نقائص سے بچنے کا حکم دیا ہے انہیں عقیقہ کے جانور میں بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

(ابن قدامہؒ) اور بلاشبہ عقیقہ کے جانور میں بھی ان عیوب سے بچا جائے گا جن سے قربانی (کے جانور) میں اجتناب

(۱) [نبیل الأوطار (۵۰۱/۳)]

(۲) [صحیح ابو داؤد (۲۴۶۶)]

(۳) [نبیل الأوطار (۵۰۶/۳)]

(۴) [تحفة الأحوذی (۹۹/۵)]

کیا جاتا ہے۔ (۱)

780- اگر کوئی ساتویں روز سے پہلے عقیقہ کر لے؟

ایسا شخص سنت کی خلاف ورزی کرنے والا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے عقیقہ کے لیے جو دن مقرر فرمایا ہے وہ پیدائش کا ساتواں روز ہے۔ بعض علما نے کہا ہے اتنا ضرور ہے کہ اگر کوئی ساتویں روز سے پہلے ہی عقیقہ کر لیتا ہے تو بچہ گروی سے آزاد ہو جائے گا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہے۔“ اب چونکہ عقیقہ ہو چکا ہے اس لیے وہ گروی سے تو آزاد ہو گیا ہے لیکن یہ شخص سنت کو نہیں حاصل کر سکا کیونکہ سنت یہی ہے کہ ساتویں روز عقیقہ کیا جائے۔ (واللہ اعلم)

781- کیا ساتویں روز کے بعد عقیقہ کیا جا سکتا ہے؟

ساتویں روز کے بعد بھی عقیقہ کیا جا سکتا ہے خواہ بچہ بالغ ہی کیوں نہ ہو گیا ہو کیونکہ وہ بچہ ابھی تک گروی ہے اور اسے گروی سے چھڑانے کے لیے عقیقہ ہی کرنا پڑے گا۔ اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں روز کے بعد چودھویں یا اکیسویں روز عقیقہ کرنا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تذبح لسبع أو لأربع عشرة أو لأحدى وعشرين﴾ ”عقیقہ کا جانور ساتویں روز ذبح کیا جائے یا چودھویں روز یا اکیسویں روز۔“ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) ہاں (ساتویں روز کے بعد بھی) عقیقہ کفایت کر جاتا ہے لیکن پیدائش کے ساتویں روز سے اسے مؤخر کر دینا خلاف سنت ہے اور ہر لڑکا اور لڑکی جو بچپن میں فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے مومن والدین میں سے اُس کو نفع دے گا جس نے صبر کیا۔ (۳)

ایک اور فتویٰ کے الفاظ یوں ہیں: ”اگر ساتواں روز گزر جائے اور اس کی طرف سے عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو بعض فقہاء کا خیال ہے کہ اس کے بعد اس کی طرف سے عقیقہ کرنا مسنون نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے ساتواں روز ہی اس کا وقت مقرر کیا ہے۔

تاہم حنابلہ اور فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کی طرف سے بھی عقیقہ کرنا مسنون ہے خواہ ایک ماہ کے بعد کیا جائے یا سال کے بعد یا اس سے بھی زیادہ مدت کے بعد۔“ (۴)

782- کیا انسان خود اپنا عقیقہ کر سکتا ہے؟

اگر کسی کے والدین عقیقہ کے مسائل سے لاعلمی و جہالت یا غربت و افلاس یا کسی اور وجہ سے اس کا اپنی زندگی میں عقیقہ نہ کر سکے ہوں تو وہ خود بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے کیونکہ وہ عقیقہ کے عوض گروی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ

(۱) [المغنی (۱۳/۳۹۹)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱۱/۴۰۱)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیة (۲/۳۲۰)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۲/۳۲۶)]

ﷺ نے فرمایا ” ہر بچہ اپنے عقیدہ کے عوض گروی ہے۔“ اس لیے گروی سے آزاد ہونے کے لیے اسے عقیدہ کر لینا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

(عطاء، امام حسنؒ) انسان اپنی طرف سے بھی عقیدہ کر سکتا ہے کیونکہ یہ اس کی طرف سے مشروع ہے اور اس لیے بھی کہ وہ عقیدہ کے عوض گروی ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ اس کے لیے اپنے نفس کو (گروی سے) چھڑانا مشروع قرار دیا جائے۔ البتہ حنا بلہ اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام احمدؒ نے اس مسئلہ کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ ((ذلك على الوالد)) ”یہ (عقیدہ کرنا صرف) والد کی ذمہ داری ہے۔“ (۱)

(شافعیؒ) اگر عقیدہ بلوغت تک مؤخر ہو جائے تو اس سے (عقیدہ کرنے کا حکم) ساقط ہو جائے گا جو اس بچے کی طرف سے عقیدہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اگر وہ خود اپنی طرف سے عقیدہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ (۲)

783- عقیدہ کے بجائے جانور کی قیمت صدقہ کر دینا

افضل یہ ہے کہ جانور کی قیمت صدقہ کرنے کی بجائے عقیدہ کیا جائے کیونکہ یہی مسنون ہے اور اسی کی نبی ﷺ نے تلقین فرمائی ہے۔

(ابن قدامہؒ) عقیدہ کی قیمت صدقہ کرنے سے عقیدہ کے جانور کو ذبح کر دینا افضل ہے۔ امام احمدؒ نے اس پر نص بیان کی اور کہا کہ جب کسی کے پاس اس قدر مال نہ ہو کہ جس سے عقیدہ کر سکے تو قرض لے لے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے سنت زندہ کرنے کی وجہ سے پورا پورا بدلہ دے گا۔ امام ابن منذرؒ نے کہا: امام احمدؒ نے سچ فرمایا ہے (یقیناً) سنتوں کو زندہ کرنا اور ان کی تباہ کرنا ہی افضل ہے اور اس کے متعلق ان روایات میں کہ جنہیں ہم نے روایت کیا ہے اس قدر تاکید وارد ہوئی ہے جو اس کے علاوہ کسی اور مسئلہ میں وارد نہیں ہوئی۔ اور کیونکہ یہ ایسا ذبیحہ ہے کہ جس کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہے لہذا ولیمہ اور قربانی کی طرح یہی زیادہ اولیٰ ہے۔ (۳)

784- ناتمام بچے کی طرف سے عقیدہ کا حکم

اگرچہ بعض علما نے کہا ہے کہ اگر بچہ روح پھونکے جانے کے بعد پیدا ہو تو اس کا عقیدہ کیا جائے گا لیکن ہمارے علم کے مطابق ناتمام بچے پر چونکہ ساتواں روز نہیں آیا اور عقیدہ کے لیے پیدائش کا ساتواں روز مقرر کیا گیا ہے اس لیے ایسے بچے کا عقیدہ نہیں کیا جائے گا۔

(سعودی مجلس افتاء) ناتمام بچے کی طرف سے عقیدہ نہیں ہے اگرچہ یہ بھی واضح ہو جائے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی جبکہ وہ روح پھونکے جانے سے پہلے ساقط ہو جائے کیونکہ اسے غلام اور مولود (یعنی بچہ) کے نام سے موسوم نہیں کیا جا سکتا اور عقیدہ کا

(۱) [المغنی (۳۹۷/۱۳)]

(۲) [کشافی نیل الأوطار (۵۰۰/۳)]

(۳) [المغنی (۳۹۵/۱۳)]

جانور پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔ (۱)

785- میت کی طرف سے عقیقہ

فوت ہونے والا بیٹا ہو (بعض طہیکہ اس پر ساتواں روز گزر چکا ہو) یا والد دونوں کی طرف سے عقیقہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر بچے کو اپنے عقیقہ کے عوض گروی قرار دیا ہے اور گروی کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی کے فوت ہونے کے بعد بھی چھڑایا جاسکتا ہے۔ (واللہ اعلم)

(شیخ طہیمین) میت کی طرف سے عقیقہ مشروع نہیں ہے..... میت کی طرف سے عقیقہ تو نہیں کیا جائے گا لیکن اس کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جاسکتی ہے اور اگر کسی نیک عمل کا ثواب میت کو ہدیہ کر دیا جائے مثلاً اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کر دی جائے یا مسلمان دور کعت نماز ادا کرے یا قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کرے اور نیت کرے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ان تمام کاموں سے دعا ہی افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ (۲)

786- زندہ والدین کی طرف سے عقیقہ

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ”کہ ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے“ سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی طرف سے اگر عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو اولاد بھی ان کی طرف سے عقیقہ کر سکتی ہے کیونکہ گروی کوئی بھی چھڑا سکتا ہے۔ (واللہ اعلم)

787- عقیقہ کے جانور کے گوشت اور کھال کا مصرف

عقیقہ کے جانور کے گوشت اور کھال کے کسی خاص استعمال کے متعلق احادیث میں کہیں ذکر موجود نہیں اس لیے انہیں بھی اسی طرح استعمال کر لینا چاہیے جیسے قربانی کا گوشت اور کھال استعمال کی جاتی ہے۔

(دکتور وہب زحیلی) عقیقہ کے (جانوروں کے) گوشت اور چمڑے کا حکم قربانیوں کی طرح ہی ہے۔ (یعنی) ان کا گوشت کھایا جاسکتا ہے اور اس سے صدقہ کیا جاسکتا ہے اور اس سے کوئی چیز فروخت نہیں کی جاسکتی۔ (۳)

788- اللہ کے پسندیدہ نام

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ: إن أحب أسمائكم إلى الله عبد الله وعبد الرحمن﴾ ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بے شک تمہارے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔“ (۴)

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۳۲۶/۲)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیہ (۳۲۵/۲)]

(۳) [الفقہ الإسلامي وأدلته (۶۳۹/۳)]

(۴) [مسلم (۲۱۳۲) کتاب الآداب : باب النهی عن التکنی بأبی القاسم و بیان ما يستحب من الأسماء]

789- بچے کا نام رکھنے کا حق کس کو ہے؟

اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ والدین اگر بچے کا نام رکھنے کے معاملے میں باہم تنازعہ کریں تو باپ کا تجویز کیا ہوا نام ہی رکھا جائے گا اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ بچہ اپنے باپ کے نام کے ساتھ پکارا جاتا ہے اپنی ماں کے نام کے ساتھ نہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ

﴿ اذْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ﴾

[الأحزاب : ۵]

”لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے۔ پھر اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔“

اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ ولد لى الليلة غلام فسميته باسم أبى إبراهيم ﴾ ”رات کو میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا ہے۔“ (۱)

نیز بچہ آزادی اور غلامی میں ماں کے تابع ہوتا ہے اور حسب و نسب اور نام رکھنے میں باپ کے تابع ہوتا ہے۔

(ابن قیمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

790- ایک نام سے زیادہ نام رکھنے کا حکم

ایک نام سے زیادہ نام رکھنا جائز ہے۔ لیکن چونکہ نام رکھنے سے مقصود انسان کی پہچان اور تعارف ہی ہوتا ہے اور اس کے لیے صرف ایک نام ہی کافی ہے لہذا اسی پر اکتفاء کرنا زیادہ بہتر ہے۔ لیکن زیادہ نام رکھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ ایک ہی انسان کے لیے نام کثرت اور لقب ثابت ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ ایک چیز کے زیادہ نام اُس چیز کی عظمت و شان پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نام اُس کی کتاب کے نام اور اس کے رسول کے نام ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ﴾ [الأعراف : ۱۸۰]

”اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں پس تم اُن ناموں سے اسے ہی پکارا کرو۔“

(۱) [مسلم (۲۳۱۵) کتاب الفضائل : باب رحمة النبي الصبيان والعيال ' بخاری (۱۳۰۳) کتاب الحناظر : باب قول

النبي إنا بك لمحنزونون ' ابو داود (۳۱۲۶) کتاب الحناظر : باب في البكاء على الميت ' احمد (۱۹۴۱۳) ابن حبان

في صحيحه (۲۴۵۱۴) طحاوی (۴۵۴۱۱) بیہقی فی السنن الکبری (۵۸۹/۹) وفی دلائل النبوة (۴۳۰/۵) شرح

السنة (۲۶۹/۱۱)

(۲) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص ۱۲۹)]

اور ایک صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لسی خمسة أسماء : أنا محمد ، وأنا أحمد ، وأنا الماحي ، الذي يمحو الله به الكفر ، وأنا الحاشر الذي يحشر الناس على قدمي ، وأنا العاقب ﴾ ”میرے پانچ نام ہیں : میں محمد احمد اور ماحی ہوں (یعنی مٹانے والا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں کہ تمام انسانوں کو (قیامت کے دن) میرے بعد حشر ہوگا اور میں ”عقاب“ ہوں یعنی خاتم النبیین ہوں“ میرے بعد کوئی نیا پیغمبر دنیا میں نہیں آئے گا۔“ (۱)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے اپنے کچھ نام بیان کیے جن میں سے کچھ تو ہم نے یاد کر لیے اور کچھ یاد نہ کر سکے آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أنا محمد وأحمد والمقفي والحاشر ونبي الرحمة ونبي التوبة ونبي الملاحم ﴾ ”میں محمد احمد مقفی حاشر نبی التوبہ اور نبی الملاحم ہوں۔“ (۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿ أنا محمد وأحمد ونبي الرحمة ونبي التوبة والحاشر والمقفي ونبي الملاحم ﴾ ”میں محمد احمد نبی الرحمة نبی التوبہ حاشر مقفی اور نبی الملاحم ہوں۔“ (۳)

791- روز قیامت مخلوق کو اپنے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا

امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ ((يدعى الناس يوم القيامة بأبائهم لا بأمهاتهم)) ”قیامت کے دن لوگوں کو ان کے باپوں (کے ناموں) کے ساتھ پکارا جائے گا ان کی ماؤں (کے ناموں) کے ساتھ نہیں۔“ پھر اس باب کے تحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا جمع الله الأولين والآخرين يوم القيامة يرفع الله لكل غادر لواء يوم القيامة فيقال هذه غدره فلاذ بن فلان ﴾ ”جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پہلوں اور پچھلوں (سب) کو جمع کر لیں گے تو ہر غدر و خیانت کرے والے کے لیے ایک جھنڈا بلند کریں گے۔ پھر پکارا جائے گا کہ یہ فلاں کے بیٹے فلاں کی دعا بازی کا نشان ہے۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۳۵۳۲) کتاب المناقب : باب ما جاء في أسماء رسول الله 'مسلم (۱۵۰/۱) كتاب الفضائل : باب في أسمائه 'حميدي (۵۵۵) احمد (۸۰/۴ - ۸۴) دارمي (۳۱۷/۲) ترمذی (۲۸۴) كتاب الأدب : باب ما جاء في أسماء النبي 'طبرانی كبير (۱۵۲۰ ، ۱۵۲۱) ابن حبان في صحيحه (۶۲۸۰) أبو نعیم في الدلائل (۶۲/۱) شرح السنة (۳۶۳۰) بیہقی (۱۵۲/۱)]

(۲) [مسلم (۲۳۵۵) كتاب الفضائل : باب في أسمائه 'احمد (۳۹۵/۴) ابن حبان في صحيحه (۶۲۸۱) أبو نعیم في الحلیة (۹۹/۵) حاکم (۴۰۶/۲) بیہقی في دلائل النبوة (۱۵۶/۱)]

(۳) [حسن : احمد (۴۰۵/۵) ترمذی في الشمال (۳۶۸) شرح السنة (۳۶۳) ابن حبان في صحيحه (۶۲۸۲) مجمع الزوائد (۲۸۴/۸)]

(۴) [بخاری (۶۱۷۷) كتاب الأدب : باب ما يدعى الناس بأبائهم 'مسلم (۱۲/۴) كتاب الجهاد : باب تحريم الغدر احمد (۲۹/۲) ابن حبان في صحيحه (۷۲۹۷ ، ۷۲۹۸) شرح السنة (۲۴۸۲) عمدة الأحكام (۴۱۷)]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو برداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إنکم تدعون یوم القیامة بأسمائکم وأسماء آبائکم فحسبوا أسمائکم﴾ ”بلاشبہ تمہیں قیامت کے دن تمہارے ناموں کے ساتھ اور تمہارے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا لہذا تم اپنے نام اچھے رکھو۔“ (۱)

(ابن قیم) صحیح اور صریح سنت جس بات پر دلالت کرتی ہے وہ یہی ہے کہ مخلوق کو قیامت کے دن اُن کے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا اُن کی ماؤں کے ناموں کے ساتھ نہیں۔ (۲)

بعض حضرات کا یہ زعم ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن اُن کی ماؤں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا۔ لیکن جس روایت سے وہ استدلال کرتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ (۳)

792- نومولود کو گڑھتی (تحنیک) دینا

لغوی اعتبار سے تحنیک کا معنی ”کسی چیز کو چبا کر نرم بنانا ہے۔“ (۴)

اور اصطلاحی اعتبار سے تحنیک کی تعریف کرتے ہوئے امام شوکانی ”رقطرازین کہ ((والتحنیک: أن یمضغ المحنک التمر أو نحوه حتی یمصیر مائعا بحيث یتلغ ثم یمضغ فم المولود ویضعها فیہ لیدخل شیئاً منها فی حوفه))“ اور تحنیک یہ ہے کہ تحنیک کرنے والا شخص کھجور یا اسی طرح کی کوئی چیز چبائے حتیٰ کہ وہ مائع بن جائے جسے نگھلا جا سکے۔ پھر وہ بچے کا منہ کھول کر اسے اس میں رکھ دے تاکہ اس سے کوئی چیز بچے کے پیٹ میں داخل ہو جائے۔“ (۵)

یہ عمل مسنون و مستحب ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس کا ثبوت ہیں:

(۱) ﴿عن أبی موسیٰ رضی اللہ عنہما قال: ولد لی غلام فاتیت به النبی ﷺ، فسماه إبراہیم، فحنکته بتمر، ودعاه بالبرکة، ودفعه إلی وکان اکبر ولد أبی موسیٰ﴾ ”حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کو اپنے دندان مبارک سے (۱) [ضعیف: ضعیف ابو داود (۱۰۵۳) کتاب الادب: باب فی تغییر الاسماء، ابو داود (۴۹۴۸) دارمی (۲۹۴/۲) ابن حبان فی صحیحہ (۵۷۸۸) بیہقی فی شعب الإیمان (۸۶۳۳) وفی السنن الکبریٰ (۱۹۳۰۸) شرح السنة (۳۳۶۰) امام ابن قیم نے اس روایت کی سند کو چید کہا ہے۔]

(۲) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص/۱۳۹)]

(۳) [ضعیف: طبرانی کبیر (۷۹۷۹) مجمع الزوائد (۴۵۱۳) امام بیہقی نے فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک جماعت ایسی ہے جنہیں میں نہیں جانتا۔ اور حافظ عراقی نے بیان کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [تحریر الإحياء (۱۲۸/۶)] اس کی سند میں عقبہ بن الحسن ایک راوی ہے امام دارقطنی نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ اور بعض نے تو اس پر حدیثیں گھڑنے کی تہمت بھی لگائی ہے۔ [میزان الاعتدال (۴۲۵/۴)]

(۴) [مصباح اللغات (ص/۱۸۰)]

(۵) [نیل الأوطار (۵۰۶/۳)]

نرم کر کے اسے چٹایا اور اس کے لیے برکت کی دعا کی پھر مجھے دے دیا۔ یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔“ (۱)

(2) ﴿ عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنها أنها حملت بعبد الله بن الزبير بمكة ، قالت : فخرجت وأنا متم ، فاتيت المدينة ، فنزلت قباء فولدت بقباء ، ثم أتيت به رسول الله ﷺ فوضعت في حجره ثم دعا بتمره فمضغها ثم تفل في فيه ، فكان أول شئ دخل جوفه ريق رسول الله ﷺ ثم حنكه بالتمره ، ثم دعا له فبرك عليه ﴾ ”حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں ان کے پیٹ میں تھے۔ انہوں نے کہا پھر میں (جب ہجرت کے لیے) نکلی تو وقت ولادت قریب تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے پہلی منزل قباء میں کی اور یہیں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہو گئے۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے کھجور طلب فرمائی اور اسے چپایا اور بچے کے منہ میں اپنا لعاب ڈال دیا۔ چنانچہ پہلی چیز جو اس بچے کے پیٹ میں گئی وہ حضور اکرم ﷺ کا لعاب مبارک تھا پھر آپ ﷺ نے کھجور سے تحنیک کی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔“ (۲)

(نوٹ) علمائے اتفاق کیا ہے کہ بچے کو اس کی ولادت کے وقت کھجور کے ساتھ تحنیک کرنا مستحب ہے لیکن اگر کھجور نہ ملے تو جو بھی اس معنی میں یا مٹھاس میں اس کے قریب ہو (اسی سے گڑھتی دے دی جائے)۔ (۳)

793- نومولود بچوں کی وفات پر صبر کی فضیلت

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴾ [البقرة: ۵۵]

”اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔“

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما من الناس من مسلم يتوفى له ثلاث لم يبلغوا الحنث إلا أدخله الله الجنة بفضل رحمته إياهم ﴾ ”کسی مسلمان کے اگر تین بچے مرجائیں جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے نتیجے میں جو ان بچوں سے وہ رکھتا ہے مسلمان (بچے کے باپ اور ماں) کو بھی جنت میں داخل کرے گا۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۵۴۶۷) کتاب العقیقة : باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه و تحنیکه]

(۲) [بخاری (۵۴۶۹) کتاب العقیقة : باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه و تحنیکه]

(۳) [المجموع (۲۴۲/۸)]

(۴) [بخاری (۱۲۴۸) کتاب الحنائن : باب فضل من مات له ولد فاتحسب بیہقی فی السنن الکبری (۶۷/۴) نسائی

(۲۴/۴) ابن ماجہ (۱۶۰۵) شرح السنة (۲۵۴۵) الأدب المفرد (۱۵۱) احمد (۵۱۰/۲)]

(۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النساء قلن للنبي ﷺ : اجعل لنا يوماً فوعظهن وقال : ما امرأة مات لها ثلاثة من الولد كانوا لها حجاباً من النار قالت امرأة واثنان ؟ قال : واثنان ﴾ ”عورتوں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں بھی نصیحت کرنے کے لیے آپ ﷺ ایک دن خاص فرمادیجیے۔ آنحضور ﷺ نے (ان دنوں) درخواست منظور فرماتے ہوئے ایک خاص دن میں (ان کو وعظ فرمایا اور بتلایا کہ جس عورت کے تین بچے مرجائیں تو وہ اس کے لیے جہنم سے پناہ بن جاتے ہیں۔ اس پر ایک عورت نے پوچھا، حضور! اگر کسی کے دو ہی بچے مر میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو بچوں پر بھی۔“ (۱)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ ﴿ لم يبلغوا الحنث ﴾ ”وہ بچے مراد ہیں جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔“ (۲)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ لا يموت لمسلم ثلاثة من الولد فيلج النار إلا حلة القسم قال ابو عبدالله : ”وإن منكم إلا واردة“ ﴾ ”کسی کے اگر تین بچے مرجائیں تو وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔“ (۳)

راگر جائے گا بھی تو صرف قسم پوری کرنے کے لیے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری فرماتے ہیں (قسم سے مراد قرآن کی یہ آیت ہے) ”تم میں سے ہر ایک کو دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہوگا۔“ (۳)

(۶) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ أن رجلاً كان يأتي النبي ﷺ ومعه ابن له ، فقال له النبي ﷺ : تحبه ؟ فقال : يا رسول الله ! أحبك الله كما أحبه ففقدته النبي ﷺ فقال : ما فعل ابن فلان ؟ قالوا : يا رسول الله مات فقال نبي ﷺ لأبيه : أما تحب أن لا تأتي بابا من أبواب الجنة ، إلا وجدته ينتظرك عليه ؟ فقال رجل : أله خاصة يا رسول الله أولكلنا ؟ قال : بل لكلكم ﴾

”بے شک ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے اسے کہا: تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ آپ سے اس طرح محبت کرے جیسے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کو غائب پایا تو کہا فلاں کے بیٹے کا کیا بنا؟ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ فوت ہو گیا ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس کے باپ سے کہا: کیا تجھے پسند نہیں کہ توجنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے کے پاس آئے اور وہاں اسے (اپنے بیٹے کو) پائے کہ وہ تمہارا اس پر انتظار کر رہا ہو؟ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ فضیلت صرف اس کے لیے

(۱) [بخاری (۱۲۴۹) کتاب الجنائز: باب فضل من مات له ولد فاحتسب، مسلم (۱۶/۶) کتاب البر والصلة: باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه، احمد (۳۴/۳) بیهقی فی السنن الکبری (۶۷/۷) وفی شعب الإیمان (۱۳۱۷-۱۳۲) شرح السنة (۵۵۴/۵) الأدب المفرد (۱۴۸)]

(۲) [بخاری (۱۲۵۰) کتاب الجنائز: باب فضل من مات له ولد فاحتسب]

(۳) [بخاری (۱۲۵۱) کتاب الجنائز: باب فضل من مات له ولد فاحتسب، مسلم (۱۶/۶) کتاب البر والصلة: باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه، الأدب المفرد (۴۷۳) موطا (۲۰۳/۲) بیهقی فی السنن الکبری (۶۷/۴) وفی شعب الإیمان (۹۷۴۲) شرح السنة (۱۵۴۲) نسائی (۲۵/۴) ترمذی (۱۰۶۰) عبدالرزاق (۲۰۳۹)]

خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ یہ تم سب کے لیے ہے۔“ (۱)

(۷) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے کم عمر فوت ہونے والے بچوں کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت میں ہوں گے ﴿ یلقى أحدهم أباه أو قال : أبویه فیأخذ بناحیه نوبه أو یده فلا یفارقه حتی یدخله الله وأباه السحنة ﴾ ”ان میں سے ایک اپنے باپ سے یا (راوی کو شک ہے کہ) آپ ﷺ نے فرمایا وہ اپنے والدین سے ملے گا تو اس کے کپڑے کے کونے یا اس کے ہاتھ کو پکڑ لے گا..... پھر وہ اسے نہیں چھوڑے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے باپ کو جنت میں داخل فرمادیں گے۔“ (۲)

794- بیٹیوں کی پیدائش پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے

کیونکہ بیٹیوں کی پیدائش بھی اللہ کے حکم سے ہی ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ یَهَبُ لِمَنْ یُشَاءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یُشَاءُ الذَّكُوْرًا ۝ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكُوْرًا وَّاِنَاثًا وَّیَجْعَلُ مَنْ یُشَاءُ عَقِیْمًا اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴾ [الشوری: ۴۹-۵۰]

”آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔ یا انہیں جمع کر دیتا ہے۔ بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانٹھ کر دیتا ہے وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔“

795- بیٹیوں کی پیدائش پر ناراضگی اور غصے کا اظہار کرنا اہل جاہلیت کا فعل تھا

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاِنْتٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسُوْدًا وَّهُوَ كَظِیْمٌ ۝ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَیْمِسْکُهُ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَنْدَسُهٗ فِی التُّرَابِ اِلَّا سَاءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل: ۵۸-۵۹]

”ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے اس بُری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے۔ سوچتا ہے کہ کیا اس ذلت کو لیے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دئے آہ! یہ لوگ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں؟“

(۲) ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسُوْدًا وَّهُوَ كَظِیْمٌ ﴾ [الزخرف: ۱۷]

(۱) [صحیح: احمد (۴۳۶/۳) نسائی (۲۲/۴) کتاب العناثر: باب الأمر بالا احتساب والصبر عن نزول المصیبة] بیہقی فی شعب الإیمان (۹۷۵۳) طبرانی کبیر (۲۶/۱۹) امام حاکم ”امام ذہبی اور امام منذری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [التغریب والترہیب (۹۲/۳)]

(۲) [مسلم (۱۶/۶) کتاب البر والصلة: باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه] احمد (۴۸۸/۲) بیہقی فی شعب الإیمان (۹۷۵۲) شرح السنة (۱۵۴۴)

”ان میں سے کسی کو جب اس چیز کی خبر دی جائے جس کی مثال اس نے (اللہ) رحمن کے لیے بیان کی ہے تو اس کا چہرہ یاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔“

ان آیات سے معلوم ہوا کہ بیٹیوں کی پیدائش پر غمگین و پریشان ہونا اہل جاہلیت کا فعل تھا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس مخالفت کرتے ہوئے بیٹیوں کو اللہ کی رحمت قرار دیا اور ان کی اچھی پرورش کے نتیجے میں جنت میں داخلے کا اعلان فرمایا۔

796- بیٹیوں کی اچھی پرورش کے نتیجے میں جنت میں داخلہ

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ جاءت امرأة ومعها ابنتان لها تسألني فلم تجد عندی شیئا غیرا وحده فاعطيتها إياها ، فأخذتها فشققتها بين ابنتيها ولم تأكل منها شیئا ثم قامت فخرجت هی وابنتاها ندخل رسول الله ﷺ علی أثر ذلك فحدثته حديثها فقال رسول الله ﷺ : من ابتلی من هذه البنات بشيء أحسن إليهن ، کن له سترًا من النار ﴾ ”ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے ماگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا وقت اور کچھ نہ تھا میں نے اسے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دونوں بچیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہیں کھائی۔ مردہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ نے پایا کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑنا جائیں گی۔“ (۱)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من عال جاريتين حتی تبلغا جاء يوم قیامة أنا وهو هکذا وضم إصبعیه ﴾ ”جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی حتی کہ وہ بالغ ہو گئیں۔ تو وہ شخص اور میں قیامت کے دن اس طرح آئیں گے۔ اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا لیا۔“ (۲)

(3) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یکون لأحد ثلاث بنات أو بنتان أو فتان ، فیتقی الله فیهن ویحسن إليهن إلا دخل الجنة ﴾ ”جس آدمی کے لیے تین بیٹیاں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں گی روہ ان کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا اور ان سے اچھا سلوک کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۱۴۱۸) کتاب الزکاة : باب اتقوا النار ولو بشق تمره والقلیل من الصدقة : الأدب المفرد (۱۳۲) مسلم (۱۶/۶) احمد (۸۷/۶ - ۸۸ - ۲۴۳) ترمذی (۱۹۱۵) شرح السنة (۱۸۷/۶) بیہقی فی شعب الإیمان (۱۱۱۹)]

(۲) [مسلم (۱۶/۶) کتاب البر والصله : باب فضل الإحسان إلی البنات ، ترمذی (۱۹۱۴) کتاب البر والصله : باب ما جاء فی النفقة علی البنات والأحوال ، حاکم (۱۷۷/۴) بیہقی فی شعب الإیمان (۸۶۷۴) شرح السنة (۱۶۸۲) احمد (۱۴۷/۳) ابن حبان فی صحیحہ (۳۳۶/۱)]

(۳) [حسن : صحیح الأدب المفرد (ص/۵۸۱) ، بخاری فی الأدب المفرد (۷۹) ابو داؤد (۵۱۴۷) ، ۵۱۴۸) کتاب الأدب : باب فی فضل من عال یتیمًا ، احمد (۴۲/۳) بیہقی فی شعب الإیمان (۸۶۷۶)]

797- بچوں کو چومنا مستحب ہے

- (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿قبل رسول اللہ ﷺ الحسن ابن علی﴾ و عندہ أقرع بن حابس التميمي جالس، فقال أقرع: إن لي عشرة من الولد ما قبلت أحدا منهم، فنظر إليه رسول الله عليه الصلاة والسلام فقال: من لا يرحم لم يرحم ﴿رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس حضرت أقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت أقرع بن حابس نے اس پر کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو مخلوق خدا پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔“ (۱)
- (2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿قدم ناس من الأعراب على رسول الله عليه الصلاة والسلام فقالوا: تقبلون صبيانكم؟ فقالوا: نعم﴾ قالوا: والله لكننا ما نقبل، فقال: أو أملك إن كان الله نزع من قلوبكم الرحمة ﴿دیہاتوں میں سے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔“ (۲)

798- ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق کا منظر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان سنایا اور آپ بچوں کے سچے تھے اور آپ کی سچائی کی زبردست گواہی دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إن أحدكم يجمع في بطن أمه أربعين يوما، ثم يكون علقه مثل ذلك، ثم يكون مضغه مثل ذلك، ثم يعث الله ملكا فيومر بأربع: برزقه وأجله، وشقى أو سعيد، فوالله إن أحدكم أو الرجل يعمل بعمل أهل النار حتى ما يكون بينه وبينها غير باع أو ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل الجنة فيدخلها﴾، وإن الرجل ليعمل بعمل أهل الجنة حتى ما يكون بينه وبينها غير ذراع، أو ذراعين فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل النار فيدخلها ﴿

”تم میں سے ہر شخص پہلے اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ ہی رکھا جاتا ہے پھر اتنی ہی مدت میں ”علقہ“ یعنی خون کی پھسکی (جما ہوا خون) بنتا ہے پھر اتنے ہی عرصہ میں ”مضغہ“ (یعنی گوشت کا ٹوٹرا)۔ پھر چار ماہ بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کے بارے میں (ماں کے پیٹ ہی میں) چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کی روزی کا اس کی موت کا، اس کا کہ وہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔ پس واللہ تم میں سے ایک شخص دوزخ والوں کے سے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک باشت کا فاصلہ یا ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر اس پر غالب آتی ہے

(۱) [بخاری (۵۹۹۷) کتاب الأدب: باب رحمة الولد وتقبيله ومعانفته]

(۲) [بخاری (۵۹۹۸) کتاب الأدب: باب رحمة الولد وتقبيله ومعانفته، الأدب المفرد (۹۰/۳۱) باب قبلة الصبيان]

مسلم (۱۵۰۵) کتاب الفضائل: باب رحمته وتواضعه، بیہقی فی شعب الإیمان (۱۰۱۳)

اور وہ جنت والوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص جنت والوں کے سے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر اس پر غالب آتی ہے اور وہ دوزخ والوں کے کام کرنے لگتا ہے اور وہ دوزخ میں جاتا ہے۔“ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا مر بالنطفة ثنتان وأربعون ليلة، بعث الله إليها ملكاً، فصورها وخلق سمعها وبصرها وجلدها ولحمها وعظامها، ثم قال: يارب أذكر أم أنثى؟ فيقضى ربك ما شاء، ويكتب الملك، ثم يقول: يارب أجله؟ فيقضى ربك ما شاء فيكتب الملك، ثم يقول: يارب رزقه؟ فيقضى ربك ما شاء ويكتب الملك، ثم يخرج الملك بالصحيفة في يده، فلا يزيد على ما أمر ولا ينقص ﴾

”جب (ماں کے پیٹ میں) نطفہ کو بیالیس (42) راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتے ہیں وہ اس کی صورت بناتا ہے، اس کے کان، اس کی آنکھیں، اس کا چہرہ، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں بناتا ہے۔ پھر کہتا ہے: اے میرے رب! کیا یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ تو تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے اور فرشتہ وہی لکھ لیتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے: اے میرے رب! اس کی عمر کتنی ہے؟ تو تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے اور فرشتہ وہی لکھ لیتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے: اس کا رزق کتنا ہے؟ تو تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے اور فرشتہ اسے (اس کے رزق کو) ماپ لیتا ہے۔ پھر فرشتہ اپنے ہاتھ میں اس صحیفے کو لے کر نکلتا ہے اور جو اسے حکم ملا ہے اس میں نہ کچھ زیادتی کرتا ہے اور نہ کچھ کمی۔“

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ إن النطفة تقع في الرحم أربعين ليلة، ثم يتصور عليه الملك ﴾

”بے شک نطفہ رحم مادر میں چالیس (40) راتیں پڑا رہتا ہے پھر اس پر فرشتہ اترتا ہے۔“ (۲)



(۱) [بخاری (۶۵۹۴) کتاب القدر، مسلم (۱۶۶/۶) کتاب القدر: باب كيف خلق آدمي في بطن أمه، احمد (۳۸۲/۱) ابو داود (۴۷۰/۸) کتاب السنة: باب في القدر، ترمذی (۲۱۳۷) ابن ماجه (۷۶) بیہقی فی شعب الإيمان (۲۰۷/۱)]

(۲) [مسلم (۲۶۴۵) کتاب القدر: باب كيفية خلق آدمي في بطن أمه وكتابة رزقه وأجله وعمله وشقاوته وسعادته]

www.KitaboSunnat.com

کتاب الطب

طب کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ﴾ [النحل: ٦٩]

”اس (شہد) میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ الدواء من القدر وقد ينفع بإذن الله تعالى ﴾

”دواء بھی تقدیر سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی فائدہ دیتی ہے۔“

[حسن: صحيح الجامع الصغير (٣٤١٥)]

کتاب الطب ①

طب کے مسائل

يَجُوزُ التَّدَاوِيُّ (مریض کے لیے) دو الینا جائز ہے۔ ②

- ① طب سے مراد جسمانی و روحانی علاج ہے۔ باب طَبِّ (نصر، ضرب) علاج کرنا، باب طَبِّبَ (تفعیل) علاج کرنا، باب تَطَبَّبَ (تفعیل) طبیب بننا اور باب اِسْتَطَبَّ (استفعال) دوا تجویز کرنا۔ (۱)
- ② (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً﴾ ”اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کی دوا نازل نہ کی ہو۔“ (۲)
- (۲) حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ چند دیہاتیوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم دوا نہ لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿نعم، عباد اللہ تداووا فإن اللہ لم يضع داءً إلا وضع له شفاءً إلا داءً واحداً قالوا یا رسول اللہ! وما هو؟ قال: الهرم﴾ ”ہاں اللہ کے بندو! دوا لیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک بیماری کے سوا ہر بیماری کی شفا بھی بتائی ہے۔ لوگوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بڑھاپا۔“ (۳)
- (۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَنْزِلْ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً عِلْمَهُ مِنْ عِلْمِهِ وَجَهْلُهُ مِنْ جَهْلِهِ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی شفا بھی نازل فرمائی ہے جو اسے جانتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور جو اس سے جاہل ہے وہ اس سے جاہل ہے۔“ (۴)

وَالْتَفْوِيضُ أَفْضَلُ لِمَنْ يَقْدِرُ عَلَى الصَّبْرِ
لیکن جس میں صبر کی طاقت ہو اس کے لیے یہی افضل ہے کہ وہ اللہ کے سپرد کر دے۔ ①

- ① (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿هَذِهِ الْمَرْأَةُ السُّودَاءُ أُنْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ إِنِّي أَصْرَعُ وَإِنِّي أُنْكَشِفُ فَادْعُ اللَّهَ لِي قَالَ: إِنَّ شِئْتَ صَبْرْتَ وَلَكَ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتَ اللَّهَ أَنْ يَعَافِكَ فَقَالَتْ أَصْبِرُ فَقَالَتْ
- (۱) [المنجد (ص/۵۰۶)]
- (۲) [بخاری (۵۰۶۷۸) کتاب الطب: باب ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً، ابن ماجه (۳۴۳۹) نسائی فی السنن الکبری (۴/۳۶۹)]
- (۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۳۲۶۴) کتاب الطب: باب الرجل يتداوى، ابو داود (۳۸۵۵) بخاری فی الأدب المفرد (۲۹۱) ترمذی (۲۰۳۸) ابن ماجه (۳۴۳۶) ابن حبان (۶۰۶۲) حاکم (۳۹۹/۴) طبرانی کبیر (۴۶۴/۱) بیہقی (۳۴۳/۹)]
- (۴) [أحمد (۴۴۶/۱) حاکم (۳۹۹/۴)]

إِنِّي أَتَكْشِفُ فَاذَعِ اللَّهُ لِي أَنْ لَا أَتَكْشِفُ فِدْعَا لَهَا ﴿﴾ ”ایک سیاہ عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس نے کہا کہ مجھے مرگی آتی ہے اور اس کی وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو صبر کر تجھے جنت ملے گی اور اگر چاہے تو میں تیرے لیے اللہ سے اس مرض سے نجات کی دعا کروں۔ اس نے عرض کیا کہ میں صبر کروں گی۔ پھر اس نے عرض کیا کہ مرگی کے وقت میرا ستر کھل جاتا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کر دیں کہ ستر نہ کھلا کرے۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری امت میں سے ستر ہزار (افراد) بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور وہ لوگ وہ ہوں گے ﴿﴾ هم الذين لا يسترقون ولا يتطيطرون ولا يكتونون وعلی ربهم يتوكلون ﴿﴾ ”جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے، بدشگونی نہیں پکڑتے اور داغ کر علاج نہیں کرتے بلکہ اپنے رب پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔“ (۲)

یاد رہے کہ ان احادیث اور گزشتہ احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث میں جو دم چھوڑنے کی مدح و تعریف ہے اس سے مراد کفار کا کلام مجہول دم غیر عربی، جس کا معنی معلوم نہ ہو یا کفر کے معنی کے قریب ہونے کی وجہ سے مذموم یا کمزور دم ہے۔ علاوہ ازیں قرآنی آیات اور معروف اذکار کے ساتھ دم ممنوع نہیں بلکہ مستنون ہے۔ (۳)

(شوکانیؒ) یہی پسندیدہ جواب ہے۔ (۴)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی وجہ سے ہر حال میں دوا لینا ضروری اور افضل ہے۔ خواہ (آدمی میں) صبر کی

طاقت ہو یا نہ ہو۔

حرام اشیاء سے علاج حرام ہے۔ ❶

وَيَحْرَمُ بِالْمَحْرَمَاتِ

❶ (1) حضرت طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے شراب کی دوا بنانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ إِنْ لَيْسَ بَدْوَاءٌ وَلَكِنَّه دَاءٌ ﴿﴾ ”یہ دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے۔“ (۵)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿﴾ أَنْ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الدَّوَاءِ النَّجِثِ ﴿﴾ ”نبی ﷺ نے نجیث دوا

(۱) [بخاری (۵۶۵۲) کتاب المرضی: باب فضل من یصرع من الریح، مسلم (۲۵۷۶) احمد (۳۴۶۱/۱)]

(۲) [بخاری (۵۷۰۵) کتاب الطب: باب من اکتوی أو کوی غیرہ وفضل من لم یکتو، مسلم (۲۲۰) ترمذی

[(۲۴۴۶)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۴۲۵/۷)]

(۴) [نیل الأوطار (۲۸۶/۵)]

(۵) [مسلم (۱۹۸۴) کتاب الأشربة: باب تحريم التداوی بالخمر وبيان أنها ليست بدواء، احمد (۳۱۱/۴) ترمذی

[(۲۰۴۶) ابو داود (۳۸۷۳)]

سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے حرام اشیاء میں تمہاری شفا نہیں رکھی۔“ (۲)

واضح رہے کہ یہ احادیث اُن احادیث کے خلاف نہیں ہیں جن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کا پیشاب بطور دوا استعمال کروایا تھا۔ (۳)

کیونکہ اونٹوں کا پیشاب نہ تو نجس ہے اور نہ ہی حرام۔ اور اگر بالفرض اسے حرام تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی عام کو خاص پر محمول کرتے ہوئے جمع ممکن ہے (یعنی حرام اشیاء بطور دوا استعمال کرنا حرام ہے لیکن اونٹ کا پیشاب اس سے خاص ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ ہے)۔ (۴)

وَيُكْفَرُ الْإِخْيَاءُ وَلَا بَأْسَ بِالْحِجَامَةِ	(گرم سلائخ وغیرہ سے) داغ لگوانا مکروہ ہے ❶ اور سبکی لگوانے میں کوئی حرج نہیں۔ ❷
---	---

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿بعث رسول الله إلى أبي بن كعب طبيبا فقطع منه عرقا ثم كواه عليه﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ایک طبیب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا۔ اس نے ان کی ایک رگ کاٹی پھر انہیں داغ لگایا۔“ (۵)

(2) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أن رسول الله كوى سعد بن معاذ في أكحلته مرتين﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے بازو کی ایک رگ میں دو مرتبہ داغ لگوایا۔“ (۶)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿الشفاء في ثلاثة: في شرطة محجم أو شربة

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۲۷۸۵) كتاب الطب : باب النهي عن الدواء العجيب ' ابن ماجه (۳۴۵۹) ابو داود

(۳۸۷۰) ترمذی (۲۰۴۵) احمد (۳۰۵/۲)]

(۲) [بخاری (قبل الحديث ۵۶۱۴) كتاب الأشربة : باب شراب الحلواء والعسل ' ابن أبي شيبة (۳۸/۵) فتح الباری

[[۲۱۰/۱۱]]

(۳) [بخاری (۵۶۸۶) كتاب الطب : باب الدواء بأبوال الإبل ' مسلم (۱۶۷۱) ابو داود (۴۳۶۴) نسائی (۹۳/۷)

ترمذی (۱۸۴۵) ابن ماجه (۲۵۸۷) احمد (۱۰۷/۳)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: نيل الأوطار (۲۸۸/۵) الروضة الندية (۴۹۲/۲)]

(۵) [مسلم (۲۲۰۷) كتاب السلام : باب لكل داء دواء واستحباب التداوى ' ابو داود (۳۸۶۴) ابن ماجه (۳۴۹۳)

احمد (۳۰۳/۳)]

(۶) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۲۸۱۶) كتاب الطب : باب من اكوى ' ابن ماجه (۳۴۹۴) احمد

[[۳۱۲/۳]]

عسل أو كية بنار، وأنهى امتی عن الكئی ﴿﴾ ”شفا تین چیزوں میں ہے: پچھنا لگوانے میں، شہد پینے میں اور آگ سے داغنے میں مگر میں اپنی امت کو آگ سے داغنے سے منع کرتا ہوں۔“ (۱)

(4) حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ إن كان في شبيء من أدويتكم شفاء ففى شرطة مسح أو لذعة بنار وما أحب أن أكتوى ﴿﴾ ”اگر تمہاری دواؤں میں شفاء ہے تو پچھنا لگوانے اور آگ سے داغنے میں ہے لیکن آگ سے داغ کر علاج کو میں پسند نہیں کرتا۔“ (۲)

جن احادیث میں داغ لگانے کی ممانعت ہے انہیں جواز کی احادیث کی وجہ سے کراہت پر محمول کیا جائے گا اور کراہت کی وجہ آگ کے ساتھ عذاب دینا ہے جو اللہ کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔ (۳)

② (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿﴾ احتحم النبی ﷺ وهو صائم ﴿﴾ ”نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے۔“ (۴)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿﴾ أن رسول الله احتحم فى رأسه ﴿﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر میں پچھنے لگوائے۔“ (۵)

(3) ایک روایت میں ہے کہ ﴿﴾ أن جابر بن عبد الله عاد المقنع ثم قال لا أبرح حتى تحتحم فإني سمعت رسول الله يقول : إن فيه شفاء ﴿﴾ ”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا اے اللہ! اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ أعرضوا على رفاكم لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرك ﴿﴾ ”مجھ پر اپنے دم پیش کر دو دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں شرک کا شائبہ نہ ہو۔“ (۷)

وَبِالرُّقِيَةِ بِمَا يَجُوزُ مِنَ الْعَيْنِ وَغَيْرِهَا نظر بد وغیرہ کے لیے (شرک سے بچتے ہوئے) دم کروانا جائز ہے۔ ①

① (1) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ أعرضوا على رفاكم لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرك ﴿﴾ ”مجھ پر اپنے دم پیش کر دو دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں شرک کا شائبہ نہ ہو۔“ (۷)

(۱) [بخاری (۵۶۸۱) کتاب الطب : باب الشفاء فى ثلاث، ابن ماجه (۳۴۹۱) احمد (۲۴۵۰۱)]

(۲) [بخاری (۵۷۰۴) کتاب الطب : باب من اکتوى أو کوى غیره وفضل من لم یکتو، مسلم (۲۲۰۵)]

(۳) [تذیل الأوطار (۲۹۰/۵) الروضة الندية (۴۹۳/۲)]

(۴) [بخاری (۵۶۹۴) کتاب الطب : باب أیة ساعة یحتحم]

(۵) [بخاری (۵۶۹۹) کتاب الطب : باب الحمامة على الرأس]

(۶) [بخاری (۵۶۹۷) کتاب الطب : باب الحمامة من الداء]

(۷) [مسلم (۲۲۰۰) کتاب السلام : باب لا بأس بالرقى مالم یکن فیہ شرک، ابو داود (۳۸۸۶)]

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دم سے منع فرمایا پھر آل عمرو بن حزم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک ایسا دم ہے ہم اس کے ساتھ بچھو کے ڈسے ہوئے کودم کرتے ہیں اور آپ نے دم سے منع فرمادیا ہے (پھر انہوں نے وہ دم بھی آپ کے سامنے پیش کیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿مآری بأسا فمن استطاع منكم أن ينفع أخاه فليفعل﴾ (ان میں تو) میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا لہذا تم میں سے جو بھی اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو تو وہ ایسا کرے۔“ (۱)

درج بالا دونوں روایات سے ثابت ہوا کہ جاہلیت کا دم بھی اگر شرک سے پاک ہو تو جائز ہے۔

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿رحص رسول الله في الرقية من العين والحمة والنملة﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے نظر بد کی وجہ سے کسی زہریلے جانور کے کاٹنے کی وجہ سے اور جسم پر نکل آنے والے چھالے کی وجہ سے دم کی اجازت دی ہے۔“ (۲)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كان ينفث على نفسه في المرض الذي مات فيه بالمعوذات فلما نفل كنت أنفث عليه بهن وأمسح بيده نفسه لبركتها فسألت الزهري كيف ينفث؟ قال: كان ينفث على يديه ثم يمسح بهما وجهه﴾ ”نبی ﷺ اپنے مرض الوفا میں اپنے اوپر معوذات (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کا دم کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے دشوار ہو گیا تو میں ان کا دم آپ پر کیا کرتی تھی۔ اور برکت کے لیے آپ ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر پھیر لیتی تھی۔ پھر میں نے اس کے متعلق پوچھا کہ آپ ﷺ کس طرح دم کرتے تھے انہوں نے بتلایا کہ اپنے ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ کو چہرے پر پھیرا کرتے تھے۔“ (۳)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿أمرني رسول الله أن يسترقني من العين﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ نظر بد لگ جانے پر (معوذتین سے) دم کر لیا جائے۔“ (۴)

جن احادیث میں دم کو شرک کہا گیا ہے ان سے مراد ایسے دم ہیں جو شرک پر مبنی ہوں یا جن میں یہ اعتقاد ہو کہ یہی شفا دینے والے ہیں۔ (۵)

(قرطبی) دم کی تین قسمیں ہیں:

(۱) [مسلم (۲۱۹۹) کتاب السلام: باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة]

(۲) [مسلم (۲۱۹۶) کتاب السلام: باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة] ترمذی (۲۰۵۶) ابن ماجہ (۳۵۱۶)

(۳) [بخاری (۵۷۳۵) کتاب الطب: باب الرقية بالقرآن والمعوذات] مسلم (۲۱۹۲) احمد (۱۰۴۱۶) ابن ماجہ (۳۵۲۹)

(۴) [بخاری (۵۷۳۸) کتاب الطب: باب رقية العين] مسلم (۲۱۹۵) احمد (۶۳۱۶)

(۵) [نیل الأوطار (۲۹۸-۲۹۷/۵) تحفة الأحمدي (۲۰۹/۶-۲۱۰)]

- ① جاہلیت کا وہ دم جس کا معنی معلوم نہ ہو۔ اس سے اجتناب واجب ہے کیونکہ اس میں شرک ہو سکتا ہے یا کم از کم یہ شرک تک پہنچا سکتا ہے۔
- ② جو دم اللہ کے کلام یا اللہ کے ناموں کے ذریعے ہو وہ جائز ہے اور اگر سنت سے بھی ثابت ہو تو اسے کرنا مستحب ہے۔
- ③ وہ دم جو غیر اللہ کے ناموں کے ساتھ کیا جائے مثلاً فرشتے، صالحین یا مخلوق میں سے عظیم اشیا جیسے عرش وغیرہ۔ نہ تو ان سے اجتناب واجب ہے اور نہ ہی یہ مشروع ہیں لیکن اگر انہیں ترک کر دیا جائے تو یہی بہتر ہے۔ (۱)
- (نوٹی) اس بات پر اجماع ہے کہ دم کرتے ہوئے بغیر تھوک کے پھونک مارنی چاہیے۔ (۲)

متفرقات

799- نظر بد کا علاج

نظر بد کا علاج یہ ہے کہ جس کی نظر لگی ہے اسے غسل کروا کے پانی ایک برتن میں جمع کیا جائے پھر وہی پانی نظر زدہ شخص کے سر اور کمر پر ڈالا جائے۔ اور ایک روایت میں تو یہ حکم بھی موجود ہے ﴿وَإِذَا اسْتَغْسَلْتُمْ فَاغْسِلُوا﴾ ”جب تم (جس کی نظر لگی ہے اس) سے غسل طلب کیا جائے تو تم غسل کرو۔“ (۳)

800- ایک اہم مسئلہ

(قرطبی) اگر نظر بد لگا کے کوئی قتل کر دے تو اس پر قصاص یا دیت کی ادائیگی لازم ہوگی۔ (۴)

(نوٹی) اس پر کوئی دیت اور کفارہ نہیں۔ (۵)

امام نووی کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

801- حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو یر دم کرتے

”بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِئُكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَنْفُيْكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ“

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ”بِسْمِ اللّٰهِ أَرْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ“

(۱) [فتح الباری (۳۵۳/۱۱)]

(۲) [شرح مسلم (۴۳۸/۷)]

(۳) [مسلم (۲۱۸۸) کتاب السلام : باب الطب والمرض والرقی، ترمذی (۲۰۶۲) نسائی فی السنن الکبریٰ

(۳۸۱/۴) احمد (۲۷۴/۱)]

(۴) [کما فی فتح الباری (۳۶۴/۱۱)]

(۵) [کما فی نیل الأوطار (۳۰۲/۵) فتح الباری (۳۶۴/۱۱)]

اللَّهُ يَشْفِيكَ بِاسْمِ اللَّهِ أَرْفِيكَ“ (۱)

802- عورت بھی مرد کو دم کر سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قَبِضَ فِيهِ بِالْمَعْوِذَاتِ فَلَمَّا نَقَلَ كُنْتُ أَنَا أَنْفُثُ عَلَيْهِ بَهْنٍ وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهَا لِبَرَكَتِهَا﴾ ”نبی کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں معوذات پڑھ کر پھونکتے تھے پھر جب آپ کے لیے یر دشوار ہو گیا تو میں آپ پر دم کیا کرتی تھی اور برکت کے لیے آپ ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔“ (۲)

803- سورۃ فاتحہ دم ہے

ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وَمَا أَدْرَاكَ أَنهَا رَقِيَةٌ خَذَوْهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ﴾ ”تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ سورۃ فاتحہ سے دم بھی کیا جاسکتا ہے ان بکریوں کو لے لو اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔“ (۳)

804- شہد سے علاج

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میرا بھائی پیت کی تکلیف میں مبتلا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اسْقِهِ عَسَلًا﴾ ”اسے شہد پلا دو۔“ پھر دوسری مرتبہ وہی شخص حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اسْقِهِ عَسَلًا﴾ ”اسے شہد پلاؤ۔“ وہ پھر تیسری مرتبہ آیا اور عرض کیا کہ (حکم کے مطابق) میں نے عمل کیا (لیکن شفاء نہیں ہوئی) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿صِدْقِ اللَّهِ وَكَذَبِ بَطْنِ أَحِيكَ اسْقِهِ عَسَلًا فسقاه فبرأ﴾ ”اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیت جھوٹا ہے اسے پھر شہد پلاؤ۔ چنانچہ اس نے پھر شہد پلایا اور اس سے وہ تندرست ہو گیا۔“ (۴)

805- کوڑ کے مریض سے فرار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا عَدْوَى وَلَا طَيْرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفْرَ وَلَا مَنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفْرَمِنَ الْأَسَدِ﴾ ”چھوت لگنا بد شکونی لینا، لُوکا منوس ہونا اور صفر کا منوس ہونا یہ سب لغو خیالات ہیں البتہ کوڑ کے مریض سے اس طرح فرار اختیار کرو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔“ (۵)



(۱) [مسلم (۲۱۸۵، ۲۱۸۶) کتاب السلام : باب الطب والمرض والرقي]

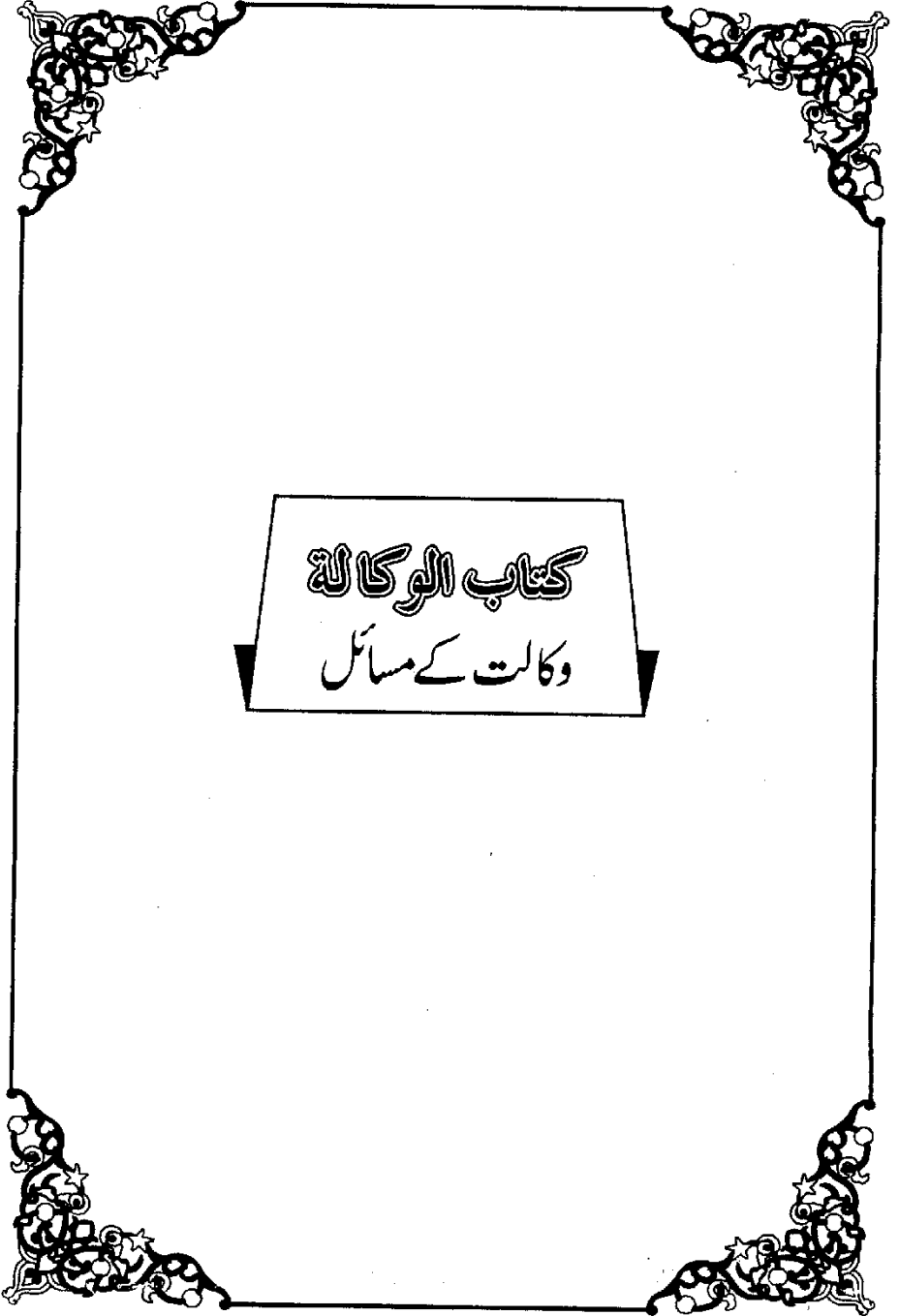
(۲) [بخاری (۵۷۵۱) کتاب الطب : باب في المرأة ترقى الرجل]

(۳) [بخاری (۵۷۳۶) کتاب الطب : باب الرقي بفاتحة الكتاب]

(۴) [بخاری (۵۶۸۴) کتاب الطب : باب الدواء بالعدل]

(۵) [بخاری (۵۷۰۷) کتاب الطب : باب الحدام]

www.KitaboSunnat.com



ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳]

”انہوں (صحابہ کرام) نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا
کارساز ہے۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ أمرني أن أتصدق بحلال البدن ﴾

”آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اونٹوں کی حلیس صدقہ کروں۔“

[بخاری (۲۲۹۹) کتاب الوکالة: باب وکالة الشريك]

کتاب الوکالۃ

وکالت کے مسائل

يَجُوزُ لِجَانِبِ التَّصْرِيفِ أَنْ يُوكَّلَ غَيْرَهُ فَيُكَلِّمُ مَنْ مَنَعَهُ مِنْهُ مَانِعٌ
اپنے مال میں تصرف کا حق رکھنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ ہر چیز
میں کسی کو اپنا نمائندہ بنا لے جب تک کوئی (شرعی) مانع نہ ہو۔ ⑤

① لغوی وضاحت: لفظ وکالۃ باب وَكَلَّ يُوَكِّلُ (تفعیل) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”وکیل بنانا“ ہے۔
باب وَكَلَّ يَكِلُ (ضرب) سپرد کرنا، کسی پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے اپنا نائب بنانا۔ باب تَوَكَّلَ يَتَوَكَّلُ (تفعل)
وکیل بنانا۔ (۱)

یہ لفظ قرآن میں بھی مختلف مقامات پر استعمال ہوا ہے مثلاً:

(1) ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ [آل عمران: ۱۷۳]

”اللہ ہمیں کافی ہے اور بہت اچھا کارساز ہے۔“

(2) ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ [المزمل: ۹]

”اُس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں لہذا تم اس کو کارساز بناؤ۔“

(3) ﴿وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ﴾ [ابراہیم: ۱۲]

”اور اللہ پر ہی بھروسہ کرنے والے بھروسہ کریں۔“

(4) ﴿إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ﴾ [ہود: ۵۶]

”بلاشبہ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے۔“

شرعی تعریف: مطلق یا مقید طور پر کسی شخص کو اپنا قائم مقام بنانا۔ (۲)

② اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿فَابْتَغُوا أَحَدَكُمْ بَورِقِكُمْ هَلِذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ﴾ [الكهف: ۱۹]

”اپنی اس چاندی کے ساتھ کسی کو شہر کی طرف بھیجو۔“

(2) ﴿فَابْتَغُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا﴾ [النساء: ۳۵]

”تم اس لڑکے اور لڑکی کی طرف سے ایک ایک حکم (فیصل) بھیجو۔“

(۱) [المنجد (ص ۹۸۴)]

(۲) [نیل الأوطار (۶۵۸/۳) مغنی المحتاج (۲۱۷/۲)]

(3) ﴿ اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا ﴾ [يوسف : 93]

”میری یہ قمیض لے جاؤ۔“

(4) ﴿ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ ﴾ [يوسف : 55]

”مجھے زمین کے خزانوں کا والی بنا دیجیے۔“

(5) ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا ﴾ [التوبة : 60]

”صرف صدقات فقراء کے لیے، مساکین کے لیے اور ان کے عاملین کے لیے ہیں۔“

(6) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے والد کے مال کا صدقہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا

تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى“ (۱)

(7) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ واغد يا أنيس إلى امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها ﴾ ”اے

انیس! اس کی بیوی کی طرف صبح جاؤ اور اگر وہ اعتراف (زنا) کر لے تو اسے رجم کر دینا۔“ (۲)

(8) رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹوں پر مقرر فرمایا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ میں اونٹوں کے چمڑے اور چلیں

تقسیم کر دوں۔“ (۳)

(9) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وكلني النبي ﷺ في حفظ زكاة رمضان وأعطى النبي ﷺ عقبه

ابن عامر غنما يقسمها بين أصحابه ﴾ ”نبی ﷺ نے زکاة رمضان (یعنی صدقہ فطر) کی حفاظت میں مجھے وکیل بنایا اور

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کچھ بھیڑ بکریاں دیں کہ وہ انہیں اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دے۔“ (۴)

(10) رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے لیے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی کو اپنا

وکیل بنایا۔ (۵)

(۱) [احمد (۳۵۳/۴) شرح السنة (۳۱۴/۳) بیہقی (۱۵۷/۴) طبرانی کبیر (۱۱) مشکل الآثار (۱۶۲/۴) ابن ماجہ (۱۷۹۶)]

(۲) [بخاری (۲۶۹۶) کتاب الوکالة : باب الوکالة فی الحدود 'مسلم (۱۶۹۷) ابو داود (۴۴۴۵) نسائی (۲۴۰/۸) ترمذی (۱۴۳۳) ابن ماجہ (۲۵۴۹) دارمی (۱۷۷/۲) احمد (۱۱۵/۴) حمیدی (۳۵۴/۲) طیالسی (۹۵۳) بیہقی (۲۱۲/۸) شرح السنة (۲۷۴/۱۰)]

(۳) [بخاری (۱۷۰۷) کتاب الحج : باب السجالات للبدن 'مسلم (۱۳۱۷) ابو داود (۱۷۶۹) ابن ماجہ (۳۰۹۹) نسائی فی السنن الکبری (۴۵۶/۲)]

(۴) [بخاری (۲۳۱۱) کتاب الوکالة : باب إذا وكل رجلا فترك الوکیل 'مسلم (۱۹۶۵) ترمذی (۱۵۰۰) نسائی (۲۱۸/۷) ابن ماجہ (۳۱۳۸) احمد (۱۴۹/۲) دارمی (۷۸/۲) ابن حبان (۵۸۹۸) بیہقی (۲۶۹/۹) ابو یعلی (۱۷۵۸) ابن خزیمہ (۲۹۱/۶)]

(۵) [موطا (۳۴۸/۱) مسند شافعی (۳۱۷/۱)]

- (11) رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿إِذَا آتَيْتَ وَكَيْلِي فَخُذْ مِنْهُ خَمْسَةَ عَشْرَ وَسِقًا﴾ ”جب تمہارے پاس میرا وکیل آئے تو اسے پندرہ روپیہ دے دینا۔“ (۱)
- (12) امام بخاری نے صحیح بخاری: کتاب الوکالة میں چھبیس (26) احادیث نقل فرما کر یہ مسئلہ ثابت کیا ہے جن میں سے چھ (6) متعلق ہیں اور بقیہ موصول ہیں۔ تفصیل کا طالب ان کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ (۲)
- (13) وکالہ کے جواز پر امت کا اجماع ہے کیونکہ مصلحت اور ضرورت اس کی متقاضی ہے۔ (۳)

وَإِذَا بَاعَ الْوَكَيْلُ بِزِيَادَةٍ عَلَى مَا رَسَمَهُ
مُؤَكَّلُهُ كَانَتْ الزِّيَادَةُ لِلْمُؤَكَّلِ
① اگر نمائندہ مؤکل کے مقرر کیے ہوئے ریٹ سے زیادہ پر کوئی چیز فروخت کر دے تو زیادتی (یعنی زائد منافع) بھی مؤکل کے لیے ہوگا۔ ①

- ① (1) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ دِينَارًا يَشْتَرِي لَهْ بِه شَاةً فَاشْتَرَى لَهْ بِه شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ فَجَاءَ هُ دِينَارًا وَشَاةً فِدْعَا لَه بِالْبُرْكَه فِى بَيْعِه وَكَانَ لُو اشْتَرَى التَّرَابَ لِرِبْحٍ فِيه﴾ ”نبی ﷺ نے اسے ایک دینار دیا تاکہ وہ اس کے عوض آپ ﷺ کے لیے ایک بکری خرید لائے۔ اس نے اس دینار کے عوض دو بکریاں خرید لیں پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے بدلے فروخت کر دیا اور آپ ﷺ کے پاس بکری اور دینار دونوں لے کر حاضر ہوا۔ (یہ دیکھ کر) آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی کہ اس کی تجارت میں برکت ہو۔ اور پھر وہ یوں تھا کہ مٹی بھی خریدتا تو اس میں نفع ہوتا۔“ (۴)
- (2) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک دینار دے کر بھیجا تاکہ وہ آپ ﷺ کے لیے قربانی کا جانور خرید لائیں۔ انہوں نے اس دینار کے عوض جانور خرید لیا پھر اسے دو دینار کے بدلے فروخت بھی کر دیا۔ پھر دوبارہ واپس گئے اور آپ ﷺ کے لیے ایک دینار کا قربانی کا جانور خرید لیا اور ایک دینار (اور قربانی کا جانور) لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے اس (دینار) کو صدقہ کر دیا ﴿وَدَعَا لَه أَنْ يَبَارَكَ لَه فِى تِجَارَتِه﴾ ”اور ان کے لیے دعا فرمائی کہ ان کی تجارت میں برکت ڈالی جائے۔“ (۵)

- (۱) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۲۸۴) كتاب القضاء : باب فى الوكالة ' ابو داود (۳۶۳۲) دارقطنى (۱۰۴۱۴) بخارى تعليقا (۲۷۱۱۶) كتاب فرض الخمس : باب ومن الدليل على أن الخمس لنواب المسلمين]
- (۲) [بخارى : كتاب الوكالة ' نيل الأوطار (۶۵۸/۳)]
- (۳) [المغنى (۷۹/۵) تكملة فتح القدير (۳/۶) مغنى المحتاج (۲۱۷/۲) المهذب (۳۴۸/۱) المبسوط (۲/۱۹)]
- (۴) [بخارى (۳۶۴۲) كتاب المناقب : باب سؤال المشركين أن يريهم النبي ﷺ آية ' احمد (۳۷۵/۴) ابو داود (۳۳۸۴) ترمذى (۱۲۵۸) ابن ماجه (۲۴۰۲) دارقطنى (۱۰/۳)]
- (۵) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۷۳۳) كتاب البيوع : باب فى المضارب يخالف ' ابو داود (۳۳۸۶) ترمذى (۱۲۸۰)]

وَإِذَا خَالَفَهُ إِلَى مَا هُوَ أَنْفَعُ أَوْ إِلَى غَيْرِهِ
وَرَضِيَ بِهِ صَحَّ

اگر وہ اس (موکل) کی ہدایت کے مخالف کام کرے اگرچہ وہ زیادہ
نفع مند معاملے کے لیے ہو یا کسی اور کے لیے ہو اور اس کا موکل بھی

راضی ہو جائے تو معاملہ درست ہوگا۔ ❶

❶ (1) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((إذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئا فأجازته الموكل فهو حائز وإن أقرضه إلى أجل مسمى حاز)) ”کسی نے ایک شخص کو وکیل بنایا پھر وکیل نے (معاملہ میں) کوئی چیز (خود اپنی رائے سے) چھوڑ دی اور بعد میں خبر ہونے پر موکل نے اس کی اجازت دے دی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مقررہ مدت تک کے لیے قرض دے دیا تو بھی جائز ہے۔“ (۱)

(2) حضرت معن بن یزید فرماتے ہیں کہ میرے والد کچھ دینار صدقہ کرنے نکلے تو اسے مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھ آئے۔ میں اس آدمی سے پکڑ لایا تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں نے یہ (دینار) تمہیں دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اپنی اولاد پر صدقہ جائز نہیں) پھر وہ دونوں یہ جھگڑالے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿للك ما نويت يا يزيد ولك ما أخذت﴾ ”اے یزید! تیرے لیے وہی ہے جو تو نے نیت کی اور اے معن! جو تو نے پکڑ لیا ہے وہ تیرے لیے ہے۔“ (۲)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اپنی اولاد یا والدین (جن پر خرچ کرنا لازم ہو) پر صدقہ کرنے کا جواز نہیں نکلتا کیونکہ یہ امکان ہے کہ معن مستقل ہو (یعنی اپنے خرچ کا خود مددگار ہو اور الگ رہتا ہو) اس کے باپ پر اس کا خرچہ لازم نہ ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ صدقہ نقلی صدقہ ہو کیونکہ بالاجماع ثابت ہے کہ فرض صدقہ اولاد کے لیے جائز نہیں۔ (۳)

(3) اس مسئلے کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو زکاة فطر پر محافظ مقرر فرمایا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر غلہ سے محتاج کو کچھ دے دیا..... آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جھوٹا تھا لیکن سچ کہہ گیا۔“ (۴)

(4) نواب صدیق حسن خان نقل فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ اس وجہ سے بھی جائز و درست ہے کہ عقد میں محض باہمی رضامندی کا ہی اعتبار ہوتا ہے۔ (۵)



(۱) [بخاری: کتاب الوکالۃ]

(۲) [بخاری (۱۴۲۲) کتاب الزکاة: باب إذا تصدق علی ابنه وهو لا بشعر، احمد (۴۷۰/۳)]

(۳) [فتح الباری (۴۳/۴)]

(۴) [بخاری (۲۳۱۱) کتاب الوکالۃ: باب إذا وكل رجلا فترك الوكيل.....]

(۵) [الروضة الندية (۵۰۱/۲)]

کتاب الضمانۃ

ضمانت کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ﴾ [یوسف : ۷۲]

”اور اس وعدے کا میں ضامن ہوں۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿الزعیم غارم﴾

”ضامن چٹی بھرے گا۔“

[صحیح : إرواء الغلیل (۱۴۱۲)]

کتاب الضمانہ ①

ضمانت کے مسائل

يَجِبُ عَلَى مَنْ ضَمِنَ عَلَىٰ حَىٍّ أَوْ مَيِّتٍ تَسْلِيمَ مَالٍ أَنْ يُعْرِضَهُ عِنْدَ الطَّلَبِ
جس نے کسی زندہ یا فوت شدہ کی ضمانت دی اس پر لازم ہے
کہ مطالبہ پر مال ادا کرے۔ ①

① لغوی وضاحت: ضمانت کا مطلب ”کفالت یا تاوان“ ہے۔ یہ باب ضَمِنَ يَضْمَنُ (سمع) سے صدر ہے جس کا معنی ضامن اور کفیل ہونا مستعمل ہے۔ لفظ ضَامِنٍ اور ضَمِينٍ کا معنی ہے ”کفیل اور ذمہ دار“ اور لفظ مَضْمُونٍ کا معنی ہے ”جس کی کفالت یا ذمہ داری لی جائے۔“ (۱)

اصلاحی تعریف: مطالبے میں مطلق طور پر ایک شخص کے ذمہ کو کسی دوسرے کے ذمہ کے ساتھ ملا دینا۔ (۲)
ضمانت کا مفہوم سمجھنے کے لیے قرآن کی درج ذیل آیت کافی ہے:

(1) ﴿ وَلَمَنْ جَاءَهُ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴾ [یوسف : ۷۲]

”جو اسے لے کر آئے گا اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا اور اس وعدے کا میں ضامن ہوں۔“
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مذکورہ آیت میں لفظ ”زعیم“ سے مراد ”کفیل“ ہے۔ (۳)
ضمانت کے جواز پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ (۴)

② (1) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الزعیم غارم ﴾ ”ضامن چٹی بھرے گا۔“ (۵)

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا انہوں نے کہا کہ اس کی نماز جنازہ ادا کرو تیجیے آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ هل ترك شيئا ؟ ﴾ ”کیا اس نے کچھ ترکے میں چھوڑا ہے؟“ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر دریافت کیا ﴿ فهل عليه دين ﴾ ”کیا اس پر کوئی قرض ہے؟“ انہوں نے عرض کیا (ہاں)

(۱) [المنجد (ص/۲۰۲) لسان العرب (۸/۸۹-۹۰)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۶/۴۳۱-۴۳۲) فتح القدير (۵/۳۸۹) بدائع الصنائع (۶/۲۱۶) الدر المختار (۴/۲۶۰)]

(۳) [الفقه الإسلامي وأدلته (۶/۴۳۱-۴۳۲)]

(۴) [سبل السلام (۳/۶۲) المبسوط (۱۹/۱۶۰) مغنی المحتاج (۲/۱۹۸) المغنی (۴/۵۳۴)]

(۵) [صحيح : إرواء الغلیل (۱۲/۱۴۱) ابو داود (۵/۳۵۶) کتاب البیوع : باب فی تضمین العور، ابن ماجه (۵/۲۴۰)]

ترمذی (۶۵/۱۲۶) مسند طیالمسی (۲۸/۱۱۲) احمد (۵/۲۶۷) بیہقی (۶/۸۸) تلخیص الحیر (۳/۴۷) ابن حبان

(۷/۲۷۷) نصب الرایة (۴/۵۸)

نہیں دینا رہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿صلوا علی صاحبکم﴾ ”اپنے ساتھی کی نماز جنازہ (خود ہی) ادا کر لو۔“ یہ سن کر حضرت ابوقادح رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿صل علیہ یا رسول اللہ وعلیٰ دینہ فصلی علیہ﴾ ”اے اللہ کے رسول! اس کی نماز جنازہ ادا کر دیجیے اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا کر دی۔“ (۱)

امام شوکانی ”قطر از ہیں کہ“ نبی ﷺ نے مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگ اس ڈر سے (کہ نبی ﷺ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائیں گے) اپنی زندگیوں میں ہی قرض ادا کر دیں۔ (۲)

نیز یاد رہے کہ جس شخص کی طرف سے ضمانت دی گئی ہے وہ محض ضمانت کے لفظ ادا کر لینے سے ہی بری نہیں ہوگا بلکہ وہ مضمون شے کی ادائیگی سے بری ہوگا۔ (۳)

(ابوضیفہ) میت کی طرف سے ضمانت میں یہ شرط ہے کہ میت نے ترکہ میں قرض کے برابر مال چھوڑا ہو ورنہ ضمانت صحیح نہیں ہوگی۔ (۴)

واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی حدیث میں ایسی شرط نہیں لگائی لہذا ایسی تمام شرط جو کتاب و سنت میں نہیں ہیں باطل و بے بنیاد ہیں۔

وَيُرْجَعُ عَلَى الْمَضْمُونِ عَنْهُ إِنْ كَانَ مَأْمُورًا	اگر وہ اس شخص کا مامور ① ہو جس کی ضمانت دے رہا ہے تو اس کی
مِنْ جِهَتِهِ	طرف رجوع کرے گا۔ ②

① مامور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقروض نے اسے حکم دیا ہو کہ میری طرف سے تم ادائیگی کرو جب میرے پاس مال ہوگا تو تمہیں ادا کروں گا۔

② کیونکہ قرض اسی پر ہے اور اس کی ادائیگی اسی پر لازم ہے۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ [النساء: ۵۸]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے اہل افراد کو ادا کرو۔“

(۱) [بخاری (۲۲۸۹) کتاب الحوالات : باب إذا أحال دين الميت على رجل جاز : ترمذی (۱۰۶۹) احمد (۳۳۰/۳)

ابو داؤد (۳۳۴۳) نسائی (۱۹۶۲) ابن حبان (۱۱۶۲) - الموارد) دارقطنی (۷۹/۳) حاکم (۵۸/۲) إرواء الغلیل

[(۱۴۱۶)]

(۲) [نیل الأوطار (۶۲۴/۳)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : احمد (۳۳۰/۳) ابو داؤد (۳۳۴۳) نسائی (۱۹۶۲) دارقطنی (۲۹۳) ابن حبان

(۱۱۶۲) - الموارد) حاکم (۵۸/۲)]

(۴) [الهدایة (۹۵/۳) الحواصی (۴۵۴/۶) الأم (۲۶۴/۳) الکافی (ص/۳۹۹) الخرشبی (۲۳/۶) المغنی (۱۰۵/۷)

کشاف القناع (۳۷۴/۳) نیل الأوطار (۶۲۴/۳)]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لو كان لي مثل أحد ذهباً ما يسرنني أن لا يمر علي ثلاث وعندي منه شئع إلا شئع أرسده لدين﴾ ”اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے اس بات پر خوشی ہوگی کہ تین دن بھی مجھ پر نہ گزرے ہوں کہ اس سارے مال کو میں نے خرچ کر دیا ہو والا کہ صرف اتنا ہی باقی ہو جسے میں نے قرض کی ادائیگی کے لیے روک رکھا ہو۔“ (۱)

وَمَنْ ضَمِنَ بِإِحْضَارِ شَخْصٍ وَجَبَ عَلَيْهِ إِحْضَارُهُ وَالْأَعْرَامَ مَا عَلَيْهِ	جو کسی شخص کو حاضر کرنے کا ضامن بنے اس پر واجب ہے کہ اسے حاضر کرے ورنہ وہ اس پر موجود تاوان ادا کرے گا۔ ❶
--	---

❶ (1) گذشتہ حدیث اس پر شاہد ہے۔

(2) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الزعيم غارم﴾ ”ضمانت دینے والا چٹی بھرے گا۔“ (۲)



(۱) [بخاری (۲۳۸۹) کتاب الاستقراض : باب أداء الديون]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۰۴۴) کتاب البيوع : باب في تضمين العارية ابو داود (۳۵۶۵)]

www.KitaboSunnat.com



ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ [النساء: ۱۲۸]

”اور صلح میں ہی خیر ہے۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿ ستصالحون الروم صلحا أمنا ﴾

”عنقریب تم اہل روم سے امن والی صلح کر لو گے۔“

[صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۳۶۱۲)]

کتاب الصلح ①

صلح کے مسائل

هُوَ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ
مسلمانوں کے مابین صلح کرنا جائز ہے۔ ①

● لغوی وضاحت: صلح سے مراد سلامتی اور درستی ہے۔ یہ باب صلح (کرم، نصر، فتح) سے مصدر ہے۔ جس کا تنی درست ہونا ہے۔ باب صَالِحٌ يُصَالِحُ (مفاعلة) باہم صلح کرنا باب أَصْلَحَ يُصْلِحُ (افعال) صلح کروانا، باب تَصْلَحَ يَسْتَصْلِحُ (استفعال) صلح چاہنا۔ (۱)

● مطابقی تعریف: ایسا عقد جسے اختلاف و افتراق اور تنازعہ و انتشار کے رفع کرنے کے لیے اختیار کیا جائے۔ (۲)

● اس کے دلائل حسب ذیل ہیں: (www.KitaboSunnat.com)

(۱) ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ [النساء: ۱۲۸]

”صلح کرنے میں ان دونوں (میاں بیوی) پر کوئی حرج نہیں کیونکہ صلح ہی بہتر ہے۔“

(۲) ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نُّجُومِهِمْ إِلَّا مَنَ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ [النساء: ۱۱۴]

”ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خبر ہیں ہاں اخیر اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح رانے کا حکم کرے۔“

(۳) ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ [الحجرات: ۹]

”اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کرادو۔“

(۴) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل قبائے بھگڑا کیا حتیٰ کہ ایک دوسرے کو پتھر بارنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اذھبوا بنا نصلح بینھم﴾ ”ہمیں لے کر چلو ہم ان کے درمیان صلح

راتے ہیں۔“ (۳)

إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ عَرَامًا أَوْ حَرَمًا حَلَالًا
لیکن ایسی صلح جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دے جائز نہیں۔ ①

● حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحا حرم

(المنجد (ص ۴۷۷) لسان العرب (۳۸۴/۷)]

(نتائج الأفكار (۲۳/۷) تبیین الحقائق (۲۹/۵) الدر المختار (۴۹۳/۴) مغنی المحتاج (۱۷۷/۲)]

(بخاری (۲۶۹۳) کتاب الصلح : باب قول الإمام لأصحابہ اذھبوا بنا نصلح]

حلالاً اور أحل حراماً ﴿ ”مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا جائز ہے لیکن ایسی صلح جائز نہیں جو حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کر دے۔“ (۱)

حرام کو حلال کرنے والی صلح مثلاً کسی لونڈی سے وطی کرنے پر مصالحت کرنا جس سے وطی حلال نہ ہو یا ایسا مال کھانے کے لیے صلح کرنا جسے کھانا حلال نہ ہو۔

حلال کو حرام کرنے والی صلح مثلاً کوئی بیوی اپنے خاوند سے مصالحت کرے کہ وہ اسے طلاق نہ دے گا یا اس کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کرے گا۔ (۲)

معلوم و مجہول معاہلے میں معلوم و مجہول طریقے سے صلح کرانا جائز ہے۔ ①	وَيُجُوزُ عَنِ الْمَعْلُومِ وَالْمَجْهُولِ بِمَعْلُومٍ وَبِمَجْهُولٍ
---	---

① ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

مجہول معاہلے کی معلوم کے ساتھ صلح:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: دو آدمی کوئی پرانا وراثت کا مسئلہ بغیر ثبوت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

﴿إنکم تختصمون إلی رسول اللہ وإنما أنا بشر ولعل بعضکم ألحن بحجته من بعض وإنما أفضی بینکم علی نحو ما أسمع فمن قضیت له من حق أخیه شیئاً فلا یأخذہ فإنما أقطع له قطعة من النار یاتی بها إسطاماً فی عنقه یوم القیمة﴾

”تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم جھگڑتے ہوؤں میں صرف ایک انسان ہوں اور شاید تمہارا بعض جت پیش کرنے میں بعض سے زیادہ چرب زبان (فصیح اللسان) ہو۔ میں اسی بات پر فیصلہ کروں گا جسے میں سنوں گا تو جس کے لیے میں اس کے بھائی کے حق سے کچھ بھی فیصلہ کر دوں تو وہ اسے نہ لے کیونکہ میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں اور وہ اسے اپنی گردن میں آگ بھڑکانے والا آلہ لٹکانے ہوئے قیامت کے دن لائے گا۔“ (یہ سننا تھا کہ) دونوں روتے ہوئے کہنے لگے کہ میرا حق میرے بھائی کے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أما إذا قلتما فاذهبا فاقتما ثم توخیا الحق ثم استهما ثم

(۱) [صحیح لغیرہ : إرواء الغلیل (۱۴۲/۵ - ۱۴۶)، (۱۳۰۳) ترمذی (۱۳۵۲) کتاب الأحکام : باب ما ذکر عمر رسول اللہ فی الصلح بین الناس، ابن ماجہ (۲۳۵۳) دارقطنی (۲۷/۳) حاکم (۱۰۱/۴) بیہقی (۶۵/۶) اما ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ امام شوکانی نے کثرت طرق کی وجہ سے اس حدیث کو کم از کم حسن درجہ کی قرار دیا ہے

[نبیل الأوطار (۶۴۴/۳)]

(۲) [نبیل الأوطار (۶۴۴/۳)]

یحلل کل واحد منكما صاحبه ﴿ ”جب تم نے یہ کہہ دیا ہے تو جاؤ (مال) تقسیم کرو پھر حق ادا کرنے کا ارادہ کرو پھر قرعہ ڈالو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کو معاف کر دے۔“ (۱)

معلوم معاملے کی مجہول کے ساتھ صلح:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے والد جنگ احد میں شہید ہوئے جبکہ وفات کے وقت ان کے ذمہ قرض تھا تو قرض خواہوں نے مطالبے میں شدت اختیار کی۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے قرض خواہوں سے کہا کہ وہ ان کے باغ کا پھل لے کر ان کے والد کو معاف کر دیں۔ لیکن قرض خواہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے باغ (کا پھل) انہیں نہ دیا اور کہا کہ ہم صبح تمہارے پاس آئیں گے۔ صبح ہوتے ہی آپ ﷺ تشریف لائے اور درختوں میں چکر لگا کر اس کے پھلوں میں برکت کی دعا کی پھر میں نے انہیں کاٹ کر مکمل ادا ہو گئی لیکن اس کے پھل ابھی بھی ہمارے لیے باقی تھے۔“ (۲)

محل شاہد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معلوم قرض کے بدلے مجہول پھل قبول کرنے کی سفارش کی۔

806- قرعہ ڈالنے کا ثبوت

قرعہ کا ذکر قرآن کی دو آیات میں ہے:

(1) ﴿ اِذْ يُنْفِقُونَ اَقْلَامَهُمْ ﴾ [آل عمران : ۴۴]

”جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے (کہ مریم کی کون کفالت کرے گا؟)۔“

(2) ﴿ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴾ [الصافات : ۱۴۱]

”پھر قرعہ اندازی ہوئی تو یہ مغلوب ہو گئے۔“

پانچ احادیث میں قرعہ کا ذکر موجود ہے:

(1) گذشتہ حدیث سے پچھلی حدیث میں۔

(2) ﴿ اَنْ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ سَفْرًا أَمْرَعُ بَيْنَ نِسَائِهِ ﴾ ”نبی ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۰۵۸) کتاب القضاء : باب فی قضاء القاضی إذا أخطأ ، ضعیف ابو داود (۷۶۶) ابو

داود (۳۰۵۸۳ ، ۳۰۵۸۴) احمد (۳۲۰۱۶) ابن ابی شیبہ (۲۳۳۱۷) ابو یعلیٰ (۳۲۴/۱۲) شرح معانی الآثار

(۱۵۴/۱۴) مشکل الآثار (۲۲۹/۱) دارقطنی (۲۳۸/۴) حاکم (۹۵/۴) طبرانی کبیر (۲۹۸/۲۳) شرح السنة

(۳۴۹/۴) اس کی اصل صحیحین میں ہے۔ [بخاری (۲۹۶۷) کتاب الحیل : باب إذا غصب جارية فرعم أنها ماتت

فقہی بقیعہ ، مسلم (۱۷۱۳)]

(۲) [بخاری (۲۲۶۵) کتاب فی الإستقراض وأداء الديون ، باب إذا قضی دون حقه أو حلله فهو جائز]

درمیان قرعہ ڈالتے۔“ (۱)

(۳) ﴿ أَنَّهُ أَقْرَعُ فِي سِتَّةِ مَعْلُوكِينَ ﴾ ”آپ ﷺ نے چھ غلاموں میں قرعہ ڈالا۔“ (۲)

(۴) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَحْدُوا إِلَّا أُنِيبُوا إِلَى اللَّهِ لَأَسْتَهْمُوا عَلَيْهِ ﴾ ”اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف کا اجر معلوم ہو جائے تو پھر اگر انہیں یہ دونوں چیزیں صرف قرعہ ڈال کر ہی حاصل ہوں تو یہ قرعہ ڈال کر انہیں حاصل کریں۔“ (۳)

(۵) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کفن کے لیے دو کپڑے لے کر آئیں، ان کے ساتھ ہی ایک اور مقتول تھا (جسے کفن کی ضرورت تھی) تو دونوں کو ایک ایک کپڑا دے دیا گیا۔ دونوں کپڑوں میں سے ایک زیادہ وسیع تھا۔ اس پر صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ فَاقْرَعْنَا عَلَيْهِمَا ﴾ ”ہم نے ان دونوں پر قرعہ ڈالا۔“ پھر قرعہ میں جو کپڑا جس کے لیے نکلا اسی میں اسے کفن دے دیا گیا۔“ (۴)

وَعَنِ الدَّمِّ كَالْمَالِ بِأَقْلٍ مِنَ الدِّيَةِ أَوْ أَكْثَرَ

قتل کے معاملے میں دیت سے کم یا زیادہ مال پر صلح جائز ہے۔ ①

① گزشتہ تمام دلائل کا عموم اس پر شاہد ہے۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ [النساء: ۱۲۸]

”اور صلح میں ہی خیر ہے۔“

(۲) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ الصلح جائز بین المسلمین ﴾ ”مسلمانوں کے بائین صلح کرنا جائز ہے۔“ (۵)

(۳) ایک اور حدیث میں ہے کہ ”جس نے عدا کسی کو قتل کیا اسے مقتولین کے اولیاء کے حوالے کر دیا جائے گا وہ اگر چاہیں تو اسے قتل کریں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں اور وہ (دیت) تیس حقے، تیس جذعے اور چالیس حاملہ اونٹنیاں ہے اور یہ قتل عمد کی دیت ہے ﴿ وما صلحوها عليه فهو لهم ﴾ ”اور جس پر بھی مصالحت کی جائے گی وہ ان کے لیے ہے۔“ اور یہ دیت میں تشدید ہے۔“ (۶)

(۱) [بخاری (۲۴۰۴) کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب هبة المرأة لغير زوجها]

(۲) [مسلم (۳۱۰۴) کتاب الأیمان : باب من أعتق شركا له في عبد]

(۳) [بخاری (۵۸۰) کتاب الأذان : باب الاستهام في الأذان]

(۴) [احمد (۱۶۵۱۱)]

(۵) [صحيح لغيره : إرواء الغليل (۱۳۰۳) ترمذی (۱۳۵۲) کتاب الأحكام : باب ما ذكر عن رسول الله في الصلح بين الناس]

(۶) [حسن : إرواء الغليل (۲۵۹/۷) ، ترمذی (۲۱۹۹) ، کتاب الديات : باب ما جاء في الدية كم هي من

الإبل ، ابن ماجه (۲۶۲۶) ابو داود (۴۵۰۶) نسائي (۴۲/۸) احمد (۱۸۳/۲)]

اس حدیث میں محل شاہد یہ لفظ ہیں ﴿وما صلحو علیہ فہو لہم﴾ جس پر بھی صلح ہو جائے درست ہے خواہ دیت کم قیمت پر یا زیادہ پر۔

(صلح درست ہے) خواہ انکار کی صورت میں ہو۔ ①

وَلَوْ عَنِ الْإِنْكَارِ

(1) گذشتہ تمام دلائل کا عموم اس پر بھی شاہد ہے۔

(حضرت کعب بن العزیز قرض کے معاملے میں دو آدمیوں کے مسجد میں جھگڑنے کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: نبی ﷺ نے قرض خواہوں کو نصف قرض کی معافی اور بقیہ کی جلدی ادائیگی کا اشارہ کیا۔ جیسا کہ اُس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿قال ی ﷺ: ضع من دینک هذا وأوما إلیہ أی الشطر قال لقد فعلت یا رسول اللہ! قال قم فاقضہ﴾ ”نبی ﷺ (قرض خواہ سے) فرمایا اپنا نصف قرض چھوڑ دو۔ اس نے کہا میں نے ایسا کر دیا اے اللہ کے رسول! پھر آپ ﷺ نے قروض سے) کہا اٹھو اور اسے (باقی قرض کی رقم فوراً) ادا کرو۔“ (۱)

بار کے معاملے میں صلح کی مختلف شکلیں ہیں:

(ایک شخص کسی دوسرے شخص پر سودینا قرض کا دعویٰ کرنے دوسرا شخص ان تمام کا ہی انکار کر دے پھر ان کے درمیان ف مقدار پر مصالحت ہو جائے تو درست ہے کیونکہ صلح میں اعتبار باہمی رضامندی کا ہی ہے اور شریعت میں اس کی مانع کوئی چیز نہیں۔

(اگر تنازعہ مقدار میں ہو یعنی ایک کہے تو نے مجھے پچاس دینا دینے ہیں دوسرا کہے نہیں بلکہ میرے ذمہ صرف پچیس دینا ہے۔ پھر اگر اسی پر مصالحت ہو جائے تو یہ بھی انکار کے معاملے میں صلح کی ہی ایک صورت ہے اور اسے شارع ﷺ نے جائز ردیا ہے جیسا کہ ابھی حدیث گزری ہے۔

(اگر تنازعہ قبیل و تاجر میں ہو پھر کچھ حصے کی جلدی ادائیگی پر مصالحت ہو جائے تو یہ بھی انکار کے معاملے میں صلح کی ایک صورت ہے۔ (۲)

بضع، مالک، احمد، جمہور) یہ سب اسی کے قائل ہیں۔

افعی، ابن ابی لیلیٰ) انکار کے معاملے میں صلح جائز نہیں اور ان کے دلائل یہ ہیں:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [البقرة: ۱۸۸]

”اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقے سے مت کھاؤ۔“

﴿لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیبة من نفسه﴾ ”کسی مسلمان کا مال اس کے نفس کی رضامندی کے بغیر حلال

[بخاری (۴۵۷) کتاب الصلاة: باب التفاضی والملازمة فی المسجد، مسلم (۱۰۵۸)]

[الروضة الندية (۵۱۱/۲)]

(۱) نہیں۔“

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ جب انکار کے معاملے میں بھی صلح جائز ہو جائے تو اس کا مال باطل طریقے سے نہیں بلکہ

اس کے نفس کی رضامندی سے ہی حاصل کیا جاتا ہے۔ (۲)

متفرقات

807. صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے

حضرت أم كلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایسے لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فیمنی خیرا أو یقول خیرا ﴿وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح (کرانے کے لیے جھوٹ بولتا) ہے وہ تو خیر میں اضافہ کر رہا ہے یا بھلائی کی بات کہہ رہا ہے۔“ (۳)



(۱) [الأم (۲۵۷/۳) الحاوی (۳۶۹/۶) المبسوط (۱۷۴/۱۴) تحفة العلماء (۴۲۰/۳) الکافی (ص ۴۵۱) الحرث

(۲) (۴-۳/۶) المغنی (۷-۶/۷) کشاف القناع (۳۹۷/۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۶۴۴/۳)]

(۳) [بخاری (۲۶۹۲) کتاب الصلح : باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس]

کتاب الحوالہ

حوالہ کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هٰذَا ﴾ [یوسف: ۹۳]

”تم میرا یہ کرتالے جاؤ (اور میرے والد کے منہ پر ڈال دو)۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿ صل علیہ یا رسول اللہ وعلیٰ دینہ فصلی علیہ ﴾
”اے اللہ کے رسول! اس کا جنازہ پڑھ دیجیے اور اس کا قرض میرے
ذمے ہے تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھ دیا۔“

[بخاری (۲۲۸۹) کتاب الحوالات: باب إن أحال دین المیت]

کتاب الحوالة

حوالہ کے مسائل

من أُحِيلَ عَلَيَّ مَلِيًّا فَلْيُحْتَلْ	جس کا قرض کسی مالدار کے سپرد کیا جائے تو اسے یہ سپرد داری (تفویض) قبول کرنی چاہیے۔ ❶
--	--

❶ لغوی وضاحت: حوالہ کا معنی ہے منتقل کرنا۔ باب أَحَالَ يُحِيلُ (افعال) حوالے کرنا، باب حَوَّلَ يُحَوِّلُ (تفعیل) منتقل کرنا، مُحِيلٌ ”حوالے کرنے والا“ مُحَالٌ ”جسے حوالے کیا جا رہا ہے“ مُحَالٌ عَلَيْهِ ”یہ لفظ دوسرے غریم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مُحَالٌ بِهِ مَالٌ“ (۱)

اصطلاحی تعریف: ایسا عقد ہے جو قرض کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ (۲)
حوالہ کے جواز پر اہل علم کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ (۳)

❷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مطل الغنی ظلم وإذا أتبع أحدكم على مليء فليتبع﴾ و فی روایة فلیحتل ﴿ ”مالدار آدمی کا مال منول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو کسی مالدار آدمی کا حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کر لینا چاہیے اور ایک روایت میں ہے کہ ”اسے چاہیے کہ حوالہ قبول کرے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿وإذا أحلت على مليء فاتبعه﴾ ”اور جب تمہیں کسی مالدار کا حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کرو۔“ (۵)

حوالہ کی صحت کے لیے حوالے کرنے والے کی رضامندی بلا اختلاف شرط ہے۔ اکثر کے نزدیک جسے کسی اور کے

(۱) [المنجد (ص/۱۸۷) لسان العرب (۳۹۹/۳)]

(۲) [الشرح الكبير (۳۲۵/۳) مغنی المحتاج (۱۹۳/۲) المغنی (۵۲۸/۴) غایة المنتهی (۱۱۴/۲) کشاف الفناع (۳۷/۳)]

(۳) [المغنی (۵۲۱/۴) المہذب (۳۳۷/۱) مغنی المحتاج (۱۹۳/۲) بدایة المحتہد (۲۹۴/۲) فتح القدیر (۴۴۴/۵)]

(۴) [بخاری (۲۲۸۷) کتاب الحوالات : باب الحوالة وهل يرجع فی الحوالة‘ مسلم (۱۵۶۴) ابو داود (۳۳۴۵) نسائی (۳۱۷/۷) ترمذی (۱۳۰۸) ابن ماجہ (۳۴۰۳) الأم للشافعی (۲۳۳/۳) احمد (۲۴۵/۲) دارمی (۲۶۱/۲) حمیدی (۴۴۷/۲) أبو یعلیٰ (۱۷۲/۱۱) مشکل الآثار (۷/۴) بیہقی (۷۰/۶)]

(۵) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۹۴۸) کتاب الصدقات : باب الحوالة‘ ابن ماجہ (۲۴۰۴) ترمذی (۱۳۰۹) احمد (۷۱/۲)]

حوالے کیا جا رہا ہے اس کی رضامندی بھی شرط ہے اور بعض کے نزدیک جس کے حوالے کیا جا رہا ہے اس کی رضامندی شرط ہے۔ (۱)

وَإِذَا مَطَّلَ الْمُحَالُ عَلَيْهِ أَوْ أَفْلَسَ كَمَا
 لِلْمُحَالِ أَنْ يُطَالِبَ الْمُجِبِلَ بِدَيْنِهِ

جس کے سپرد کیا گیا ہے اگر وہ اس میں نال منول کرے یا اسے دیوالیہ قرار
 دے دیا جائے تو قرض خواہ اپنے اصل مقروض سے مطالبہ کرے گا۔ ❶

❶ کیونکہ قرض کی ادائیگی حوالے کرنے والے پر بھی باقی ہے۔



کتاب المفلس

دیوالیہ کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ﴾ [البقرة: ۲۸۰]

”اگر کوئی تنگ دست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿فَإِنْ لِّصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا﴾

”مستحق کو بات کہنے کا حق ہے۔“

[بخاری (۲۴۰۱) کتاب فی الاستقراض : باب لصاحب الحق مقال]

کتاب المفلس

دیوالیہ کا بیان

قرض خواہوں کے لیے جائز ہے کہ انہیں جو کچھ بھی اس کے پاس ملے پکڑ لیں البتہ وہ چیزیں نہ پکڑیں جس کے بغیر گزارہ ممکن نہیں اور وہ ہے گھر لباس سردی سے بچاؤ کا سامان اور اہل و عیال سمیت اس کی خوراک۔ ❶

يَحْزُرُ لِأَهْلِ الدِّينِ أَنْ يَأْخُذُوا جَمِيعَ مَا يَجِدُونَهُ مَعَهُ إِلَّا مَا كَانَ لَا يَسْتَعْنِي عَنْهُ وَهُوَ الْمَنْزِلُ وَسِتْرُ الْعَوْرَةِ وَمَا يَقِيهِ الْبُرْدُ وَيَسُدُّ رَمَقَهُ وَمَنْ يَعْزُلْ

❶ لغوی وضاحت: دیوالیہ ہونے والے شخص کو مفلس کہتے ہیں۔ باب أَفْلَسَ يُفْلِسُ (الفعال) ”مال باقی نہ رہنا۔“ دیوالیہ ہو جانا؛ باب فَلَيسَ يُفْلِسُ (تفعیل) دیوالیہ قرار دینا۔ (۱)

اصطلاحی تعریف: حاکم کا مقروض کو دیوالیہ قرار دیتے ہوئے مال میں تصرف سے روک دینا۔ (۲)

امام شوکانی ”رقطراز ہیں کہ مفلس وہ ہے جس کا قرض مال سے زائد ہو جائے۔“ (۳)

❷ (۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عہد نبوت میں ایک شخص کو پھلوں کی تجارت میں کافی نقصان ہوا جس جب سے اس پر قرض کا بوجھ بہت زیادہ ہو گیا حتیٰ کہ وہ نکال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تصدقوا علیہ﴾ ”اس پر صدقہ کرو۔“ لوگوں نے اس پر صدقہ کیا مگر وہ صدقہ اتنا نہیں تھا کہ قرض پورا ادا ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے کہا ﴿خذوا ما وجدتم و لیس لکم إلا ذلک﴾ ”(اس کے پاس تو یہی ہے) جو کچھ ملتا ہے لے لو اس کے علاوہ تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔“ (۴)

(شوکانی) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مفلس کے پاس جب معلوم قرض سے کم ادا ہوگی کی رقم ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ تمام مال (اشیائے ضروریہ کے سوا) قرض خواہوں کے سپرد کر دے اس کے علاوہ اس پر کچھ لازم نہیں اور حدیث کا ظاہری مفہوم یہ بھی بتلاتا ہے کہ اگرچہ وہ بعد میں مالدار بھی ہو جائے اس سے بقیہ قرض ساقط ہو جائے گا۔ (۵)

(۱) [لسان العرب (۳۱۸/۱۰) المنجد (ص/۶۵۳)]

(۲) [سبل السلام (۱۱۶۰/۳) بدایة المجتہد (۲۸۰/۲) القوانین الفقہیة (ص/۳۱۸) الشرح الکبیر (۲۶۱/۳) مغنی

المحتاج (۱۴۶/۲) المغنی (۴۰۸/۴) کشاف القناع (۴۰۵/۳)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۶۷/۳)]

(۴) [مسلم (۱۵۵۶) کتاب المساقاة: باب استحباب الوضع من الدین]

(۵) [نیل الأوطار (۶۲۸/۳)]

اور ایشیائے ضروریہ کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کیونکہ حدیث میں یہ موجود نہیں کہ انہوں نے مفلس شخص کے کپڑے بھی چھین لیے ہوں، اسے گھر سے نکال دیا ہو یا اسے مع اہل و عیال اس حال میں چھوڑا ہو کہ ان کے پاس اپنی ضروری حاجات کے لیے ایشیا موجود نہ ہوں۔ (۱)

وَمَنْ وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ
جو شخص اپنا مال بعینہ پالے تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔ ①

- ① حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من وجد متاعه عند مفلس بعينه فهو أحق به﴾ ”جو شخص مفلس کے پاس اپنا سامان بعینہ پالے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔“ (۲)
اگرچہ اس روایت میں ضعف ہے لیکن آئندہ صحیح احادیث اس کے لیے شاہد ہیں۔
- (۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أدرك ماله بعينه عند رجل أفلس فهو أحق به من غيره﴾ ”جو شخص اپنا مال بعینہ مفلس کے پاس پالے تو وہ دوسروں سے اس کا زیادہ حقدار ہے۔“ (۳)
- (۳) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿أبما رجل أفلس فوجد رجل عنده ماله ولم يكن اقتضى من ماله شيئا فهو له﴾ ”جو شخص بھی مفلس ہو جائے اور قرض خواہ اس کے پاس اپنا مال پالے لیکن اس نے ابھی کچھ (قیمت سے) وصول نہ کیا ہو تو یہ اسی کا ہے۔“ (۴)
- (۴) صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿قال في الرجل الذي يعدم إذا وجد عنده المتاع ولم يفرقه إنه لصاحبه الذي باعه﴾ ”آپ ﷺ نے زحمان شخص کے متعلق فرمایا کہ اگر اس کے پاس تبدیلی کے بغیر سامان مل جائے تو وہ اس کے بیچنے والے مالک کا ہی ہے۔“ (۵)
- (۵) حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن (تابعی) اسی معنی میں روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ﴿وإن مات المشتري

(۱) [الروضة الندية (۵۱۶/۲) تلخیص الحبير (۳۷/۳)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۱۷۵۸) كتاب البيوع : باب في الرجل يجد عين ماله عند رجل ، ابو داود (۳۵۳۱)]

احمد (۱۰/۵)

(۳) [بخاری (۲۴۰۲) كتاب الاستقراض : باب إذا وجد ماله عند مفلس في البيع والقرض والوديعة فهو أحق به ، مؤطا

(۶۷۸/۲) مسلم (۱۵۵۹) ابو داود (۳۵۱۹) ترمذی (۱۲۶۲) نسائی (۳۱۱/۷) ابن ماجه (۲۳۶۰) دارمی

(۲۶۲۲/۲) دارقطنی (۲۹/۳) ابن الحارود (۶۳۰) بیہقی (۳۳/۶) الحلبي لأبي نعیم (۳۶۱/۵) شرح السنة

(۳۳۹/۴)

(۴) [احمد (۲۲۸/۲ - ۲۵۸)]

(۵) [مسلم (۱۵۵۹) كتاب المساقاة : باب من أدرك ما باعه عند المشتري وقد أفلس نسائی

(۳۱۱/۷)

فصاحب المتاع أسوة الغرماء ﴿۱﴾ اگر خریدار مر جائے تو صاحب مال دوسرے قرض خواہوں کے برابر ہے۔“ (۱)
 (شافعی، جمہور) اگر بائع بعینہ اپنا مال مفلس کے پاس پالے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔
 (احناف) بائع اس کا زیادہ حقدار نہیں خواہ وہ بعینہ اپنا مال مفلس کے پاس پالے۔ (۲)
 واضح رہے کہ گذشتہ صحیح احادیث احتناف کا رد کرتی ہیں۔ (۳)

808- اگر بائع نے مشتری سے کچھ رقم وصول کر لی ہو.....

تو پھر بائع اس چیز کا زیادہ حقدار نہیں ہوگا بلکہ وہ بھی بقیہ قرض خواہوں کے مساوی ہوگا۔
 (جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(شافعی) اگرچہ بائع نے کچھ رقم وصول کر لی ہے پھر بھی وہی اس مال کا زیادہ مستحق ہے۔

○ امام صنعانیؒ اور امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ ”بعینہ“ سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ جب قرض دینے والا یا فروخت کرنے والا اپنی چیز اس حالت میں نہ پائے جس حالت میں دی تھی اور اس کا کوئی وصف تبدیل ہو چکا ہو یا کچھ کمی بیشی ہو گئی ہو تو پھر صاحب مال اس کا زیادہ مستحق نہیں ہوگا بلکہ پھر وہ سارے قرض خواہوں کے برابر ہوگا۔ (۴)

809- اگر مشتری سامان کی قیمت ادا کیے بغیر فوت ہو جائے.....

(شوکانیؒ) اگر مشتری سامان کی قیمت ادا کیے بغیر فوت ہو جائے تو بائع دوسرے قرض خواہوں کے مساوی ہوگا۔
 (مالک، احمد) اسی کے قائل ہیں۔

(شافعی) اس صورت میں بھی بائع ہی اس چیز کا زیادہ مستحق ہوگا۔

(ابن حجر) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

انہی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث ہے ﴿من أفلس أو مات فوجد الرجل متاعه بعينه فهو أحق به﴾ ”جو شخص دیوالیہ ہو جائے یا فوت ہو جائے اور انسان اپنا سامان اس کے پاس بعینہ پالے تو وہی اس کا زیادہ مستحق ہوگا۔“

(۱) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۴۴۲) ابو داؤد (۳۵۲۰) کتاب البیوع: باب فی الرجل یفلس فیجد الرجل متاعه بعينه عنده، موطا (۶۷۸/۲) ابن عبدالبر (۴۰۵/۸)]

(۲) [الأم (۲۲۹/۳) الحاوی (۲۷۳/۶) الکافی (ص ۴۱۷/۱) حاشیة الدسوقی (۲۹۰/۳) المغنی (۵۳۸/۶) کشف القناع (۴۲۵/۳)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نیل الأوطار (۶۳۰/۳) الروضة الندیة (۵۱۷/۲)]

(۴) [سبل السلام (۱۱۶۳/۳) نیل الأوطار (۶۲۹/۳)]

(۵) [فتح الباری (۳۴۶/۵)]

لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ (۱)

○ صاحب متاع کے لیے جائز ہے کہ وہ حاکم کے حکم کے بغیر بھی اپنا مال وصول کرے۔ (۲)

○ أسوة الغرماء: أسوة کا معنی ہے مساوی و برابر ہونا اور غرماء غریم کی جمع ہے اس سے مراد قرض خواہ ہیں۔ یعنی وہ شخص بقیہ قرض خواہوں کے برابر حصہ وصول کرے گا۔

وَأِذَا نَقَصَ مَالُ الْمُفْلِسِ عَنِ الْوَفَاءِ بِجَمِيعِ دَيْنِهِ كَانَ الْمَوْجُودُ أَسْوَةَ الْغُرَمَاءِ وَإِذَا تَبَيَّنَ إِفْلَاسُهُ فَلَا يُجُوزُ حَبْسُهُ	جب مفلس کا کھل مال بھی پورے قرض کی ادائیگی سے کم ہو تو جو موجود ہو گا وہ تمام قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ① اور جب اس کا مفلس ہونا ثابت ہو جائے تو اسے قید کرنا درست نہیں ہے۔ ②
---	--

① اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ لفظ ہیں ﴿فصاحب المتاع أسوة الغرماء﴾ (۳)

② ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ﴾ [البقرة: ۲۸۰]

”اگر وہ تنگ دست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو۔“

لِي الْوَالِدِ ظَلْمٌ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَغَفْوَتَهُ	مالدار شخص کی مال مثل ظلم ہے جو اس کی عزت کو پامال کر دیتی ہے اور اسے سزا کا مستحق بنا دیتی ہے۔ ①
---	---

① (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿والظلم مطلق الغنى﴾ ”اور مالدار کا مال مثل کرنا ظلم ہے۔“ (۴)

(2) حضرت عمرو بن شریدا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لسی الواجد يحل عرضه وعقوبته﴾ ”مالدار شخص کی مال مثل اس کی عزت کو پامال کر دیتی ہے اور اسے سزا کا موجب بنا دیتی ہے۔“ (۵)

(۱) [ضعيف: ضعيف ابو داود (۷۵۷) كتاب البيوع: باب في الرجل يفسد الرجل متاعه بعينه عنده، إرواء الغليل (۱۴۴۲) المشكاة (۲۹۱۴) ابو داود (۳۵۲۳) ابن مساجه (۲۳۶۰) ابن الحارود (۶۳۴) دارقطنی (۲۹/۳) حاکم (۵۰/۲) بیہقی (۴۶/۶)]

(۲) [فتح الباری (۳۴۶/۵)]

(۳) [صحیح: إرواء الغليل (۱۴۴۲) ابو داود (۳۵۲۰) كتاب البيوع: باب في الرجل يفسد الرجل متاعه بعينه عنده، موطا (۶۷۸/۲) ابن عبد البر (۴۰۵/۸)]

(۴) [صحیح: صحيح نسائي (۴۳۷۱) كتاب البيوع: باب مطلق الغنى، نسائي (۴۶۹۲)]

(۵) [حسن: صحيح نسائي (۴۳۷۲) كتاب البيوع: باب مطلق الغنى، نسائي (۴۶۹۳) ابو داود (۳۶۲۸) كتاب القضاء: باب في الدين هل يحبس به]

○ اگر اس شخص کا مفلس یا غنی ہوتا مجہول ہو تو تفتیش کرائی جائے اگر وہ غنی ثابت ہو جائے تو جس وقید اور عقوبت و سزا کے ذریعے اس سے مال نکلوایا جائے اور اگر مفلس ہو تو اسے آسانی ہونے تک مہلت دی جائے۔ (۱)

حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ مفلس کو اس کے مال میں تصرف سے روک دے اور اس کے مال کو قروض کی ادائیگی کے لیے فروخت کر دے۔ ①	وَيَجُوزُ لِلْحَاكِمِ أَنْ يَحْجُورَهُ عَنِ التَّصْرِيفِ فِي مَالِهِ وَيَبْعَهُ لِقَضَاءِ دَيْنِهِ
---	--

① حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَجَرَ عَلِيَّ مَعَاذِ مَالِهِ فِي دَيْنِهِ﴾ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو ان کے مال میں تصرف سے روک دیا پھر اسے (مال کو) قرض کی ادائیگی کے لیے فروخت کر دیا۔“ (۲)

(ابوحنیفہؒ) نہ تو مقرض کو مال میں تصرف سے روکنا جائز ہے اور نہ ہی مال کو فروخت کرنا درست ہے۔ (۳)
یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے کہ انہوں نے مقرض کو مال میں تصرف سے روک دیا تھا اور اس کا مال قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ (۴)
(شوکانیؒ) فرماتے ہیں کہ کسی ایک صحابی سے بھی اس (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فعل) پر انکار ثابت نہیں ہے۔ (۵)

اسی طرح حاکم وقت فضول خرچ اور نامعاملہ فہم شخص پر بھی پابندی عائد کر سکتا ہے۔ ①	وَكَذَلِكَ يَجُوزُ لَهُ الْحَجْرُ عَلَى الْمُبَدِّرِ وَمَنْ لَا يُحْسِنُ التَّصْرِيفَ
---	---

① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَوَدُّوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالِكُمْ﴾ [النساء: ۵]

”بے وقوفوں کو اپنے اموال مت دو۔“

(۱) [الروضة الندية (۵۱۹/۲)]

(۲) [ضعيف : إرواء الغليل (۱۴۳۵) - حاكم (۵۸/۲) دارقطنی (۵۲۳) بیہقی (۴۸/۶) ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۱۳۱۵/۱۶) طبرانی اوسط (۱/۱۴۶/۱) الضعفاء للعقيلي (ص ۲۳۱) امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الأم (۲۴۲/۳) فتح الوہاب (۲۰۱/۱) بدائع الصنائع (۱۷۳/۷) الہدایة (۱۰۴/۳) الاختیار (۹۸/۲) الکافی (ص ۴۱۸/۱) الخرشنی (۶۶۹/۵) المغنی (۵۸۵/۶) کشاف القناع (۴۲۰/۳) تبیین الحقائق (۱۹۹/۵)]

(۴) [مولط (۷۷۰/۲) بیہقی (۴۹/۶) اس کی سند منقطع ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے۔ [تلخیص الحیر (۹۱/۳)] امام دارقطنی نے اسے موصول بھی بیان کیا ہے۔ [دارقطنی فی العلل (۱۴۷/۲)]

(۵) [نبیل الأوطار (۶۳۲/۳)]

تفسیر کشاف میں ہے کہ ((السفهاء المبدرون)) ”آیت میں سفہاء سے مراد فضول خرچی کرنے والے ہیں جو نامناسب جگہوں میں مال خرچ کرتے ہیں۔ اور آیت میں خطاب ان کے اولیاء کو ہے کہ وہ ان کے مال پر پابندی عائد کریں۔ (۱)

(۲) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کچھ خریدنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تم پر لازماً پابندی لگواؤں گا۔ یہ بات عبد اللہ بن جعفر نے زبیر رضی اللہ عنہما کو بتلا دی تو انہوں نے کہا میں تجارت میں تمہارا شریک ہوں (ادھر) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا آئیے اس پر (مالی تصرف میں) پابندی لگائیے تو زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا میں اس کا شریک ہوں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے کہا اے احمجر علی رجل شریکہ الزبیر؟ ﴿ ”کیا میں ایسے شخص پر پابندی لگاؤں جس کے شریک زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔“ (۲)

(۳) ایک آدمی نے اپنا غلام یوں آزاد کیا کہ وہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا حالانکہ اس کے پاس کوئی اور مال بھی نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا رد کرتے ہوئے غلام کو نعیم بن حمام کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ (۳)

اس حدیث کو نقل کرنے سے پہلے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے ((من رد أمر السفیه والضعیف العقل وإن لم یکن ححر علیہ الإمام)) ”نادان یا کم عقل شخص کے معاملے کو رد کیا جائے گا اگرچہ اس پر حاکم نے پابندی نہ لگائی ہو۔“ (ابن حجر) فرماتے ہیں کہ بے وقوف پر مالی تصرف کی پابندی لگانے میں حکمت یہ ہے کہ اموال کی حفاظت ہو سکے۔ کیونکہ انہیں انشاع کے لیے بنایا گیا ہے کہ ضیاع کے لیے نہیں۔ (۴)

○ بڑے آدمی پر پابندی لگانے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور) بڑے آدمی پر پابندی لگانا جائز ہے۔

(ابوحنیفہ) جائز نہیں۔ (۵)

(طحاوی) فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ اور تابعین میں سے سوائے ابراہیم اور ابن سیرین کے کسی ایسے کو نہیں دیکھا جس نے کبیر (بڑے آدمی) پر پابندی لگانے سے روکا ہو۔ (۶)

(۱) [تفسیر کشاف (۴۷۱/۱)]

(۲) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۴۴۹) مسند شافعی (۱۲۲۹) بیہقی (۶۱/۶)]

(۳) [بخاری (۲۴۱۵) کتاب الخصومات : باب من رد أمر السفیه والضعیف العقل.....]

(۴) [فتح الباری (۳۵۰/۵)]

(۵) [فتح الباری (۳۵۰/۵) الأم (۲۵۱/۳) روضة الطالیین (۳۶۳/۳) بدائع الصنائع (۱۶۹/۷) الاختیار (۹۶/۲) الکافی (ص ۴۲۳) المغنی (۵۹۳/۶) کشاف القناع (۴۱۷/۳) بدایة المحتد (۲۳۱/۲) نیل الأوطار

[۶۳۳/۳]

(۶) [ابن ابی شیبہ (۳۶۲/۴)]

(راجع) بڑے آدمی پر بھی پابندی لگانا جائز ہے (کیونکہ بڑا آدمی بھی نادان و کم عقل ہو سکتا ہے)۔ (۱)

وَلَا يُمَكِّنُ الْيَتِيمَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِي مَالِهِ حَتَّى يُؤْتَىٰ مِنْهُ الرُّشْدُ	یتیم کو مال میں تصرف کی اجازت نہیں دی جائے گی جب تک کہ اس کی فہم و فراست کا علم نہ ہو جائے۔ ①
---	---

① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِنِ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ﴾ [النساء : ۶]

”جب تم ان میں رشد (فہم و فراست) محسوس کرو تو انہیں (یتیموں کو) ان کے مال ادا کر دو۔“

(جمہور احناف متابلاً مالکیہ) ان سب کے نزدیک رشد مال کا استعمال اس سے فائدے کا حصول اس کی حفاظت اس کی

اصلاح اور اس کے ساتھ حسن تصرف کے طریقوں کی پہچان کو کہتے ہیں اگرچہ شخص فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ (۲)

منہاج السنہ میں ہے کہ بچے کے بالغ ہونے پر اس سے پابندی اٹھالی جائے گی لیکن اگر وہ بلوغت کے بعد بھی سمجھدار نہ ہو

تو پابندی پہلے کی طرح ہی برقرار رہے گی۔ (۳)

810- بلوغت کی علامات

بچے کے بالغ ہونے کے متعلق مختلف احادیث ہیں:

(۱) ﴿ لَا يَتِمُّ بَعْدَ احْتِلَامٍ ﴾ ”احتمام کے بعد یتیم نہیں ہے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جنگ احد کے دن چودہ سال کے تھے تو انہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی لیکن جنگ خندق

کے دن پندرہ سال کے تھے تو انہیں اجازت دے دی گئی۔ (۵)

(۳) جنگ قرظہ کے دن جس شخص کے زیر ناف بال اُگے ہوتے اسے قتل کر دیا جاتا اور جس کے بال نہ ہوتے اسے چھوڑ

دیا جاتا۔ (۶)

(۱) [نبیل الأوطار (۶۳۳/۳)]

(۲) [بدايع الصنائع (۱۷۰/۱۷) الدر المختار (۱۰۵/۵) بداية المصنف (۲۷۸/۲) المغنی (۴/۶۷۷) كشاف القناع

[[(۴۳۳/۳)

(۳) [منهاج مع غنی المحتاج (۱۶۶/۲)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۴۹۷) کتاب الوصایا : باب ما جاء منی یقطع الیتیم ' ابو داود (۲۸۷۳) بیہقی

(۳۲۰/۱۷) طیالسی (۱۶۶۷)]

(۵) [بخاری (۴۰۹۷) کتاب المغازی : باب غزوه الخندق وهی الأحزاب ' مسلم (۱۸۶۸) ابو داود (۴۴۰۶) ترمذی

(۱۷۱۱) ابن ماجہ (۲۵۴۳) احمد (۱۷/۲)]

(۶) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۷۰۴) کتاب الحدود : باب فی الغلام یصیب حدا ' ابو داود (۴۴۰۴) ترمذی

(۱۵۸۴) نسائی (۱۵۵/۶) ابن ماجہ (۲۵۴۱) عبدالرزاق (۱۸۷۴۲) احمد (۱۳۰/۴) ابن حبان (۱۴۹۹)]

درج بالا احادیث سے بلوغت کی تین علامات سامنے آتی ہیں:

(1) احتلام

(2) پندرہ سال عمر

(3) زیر ناف بال اُگنا

اس پر اجماع ہے کہ احتلام مع انزال بلوغت کی علامت ہے۔ (۱)

(ابوضیفہؓ) لڑکا اٹھارہ (18) سال کی عمر میں اور لڑکی سترہ (17) سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہے۔ (۲)

(جہور) لڑکا اور لڑکی دونوں پندرہ (15) برس کی عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔ (۳)

زیر ناف بال اُگنا بھی بلوغت کی علامت ہے۔ (۴)

وَيَجُوزُ لَوْلَايِهِ أَنْ يَأْكُلَ مِنَ مَالِهِ بِالْمَعْرُوفِ	اس کے ولی کے لیے اس کے مال سے معروف طریقے سے کھانا جائز ہے۔ ①
--	---

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [النساء: 6]

”غنی کو بچنا چاہیے اور فقیر معروف طریقے سے (یتیم کے مال سے) کھالے۔“

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت یتیم کے ولی کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ جب فقیر ہو تو معروف طریقے سے اس

کے مال سے کھالے۔ (۵)

(3) ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فقیر ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میرے پاس

ایک یتیم ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ كل من مال يتيمك غير مسرف ولا مبادر ولا متائل ﴾ ”تم یتیم کے مال سے کھا

لو لیکن تم اسراف کرنے والے نہ ہو نہ جلدی ختم کرنے والے ہو اور نہ ہی ذخیرہ کرنے والے ہو۔“ (۶)

(۱) [نبیل الأوطار (۶۳۷/۳)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأم (۲۴۷/۳) الحساوی (۳۴۲/۶) الهدایة (۲۸۴/۳) الاختیار (۹۵/۲) المغنی

(۵۹۸/۶) کشاف القناع (۴۴۴/۳)]

(۳) [نبیل الأوطار (۶۳۷/۳)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: حلیۃ العلماء (۵۳۳/۴) روضة الطالبین (۴۱۲/۳) بدائع الصنائع (۷۱/۷) شرح فتح

القدر (۲۰۲/۸) المغنی (۵۹۷/۶) الإنصاف (۳۲۰/۵)]

(۵) [بخاری (۴۵۷۵) کتاب التفسیر: باب ومن كان فقیراً فلیأکل بالمعروف، مسلم (۳۰۱۹)]

(۶) [حسن: إرواء الغلیل (۲۷۷/۵) (۱۴۵۶) مسند احمد (۲۱۵۲) ابو داود (۲۸۷۲) کتاب الوصایا: باب ما

جاء فیما لولی الیتیم أن ینال من مال الیتیم، نسائی (۳۶۶۸) ابن ماجہ (۲۷۱۸) بیہقی (۲۸۴/۶) ابن الحارود

(۹۵۲) شرح السنة (۳۰۵/۸)]

811- ناحق یتیموں کے اموال کھانا حرام ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا ﴾

[النساء: ۱۰]

”بے شک جو لوگ ظلم کرتے ہوئے یتیموں کے اموال کھاتے ہیں وہ صرف اپنے پیٹوں میں (جہنم کی) آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔“

(2) رسول اللہ ﷺ نے سات ہلاک کر دینے والی اشیاء میں ﴿ اكل مال اليتيم ﴾ ”ناحق یتیم کا مال کھانا“ بھی شمار

کیا۔ (۱)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یتیموں کے اموال تجارت کے لیے دے دیا کرتی تھیں۔ (۲)



(۱) [بخاری (۲۰۶۰) کتاب الوصایا: باب قول الله تعالى: إن الذين يأكلون أموال اليتيم ظلماً، مسلم (۱۲۹)]

(۲) [موطا (۲۰۱/۱)]

www.KitaboSunnat.com

کتاب اللقطة

گمشده اشیاء کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ﴾ [المائدة: ۲]

”نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ ﴾

”اور اللہ اس وقت تک بندے کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ

اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔“

[مسلم (۲۶۹۹) کتاب الذکر والدعا: باب فضل الاجتماع]

کتاب اللقطة

گمشدہ اشیا کے مسائل

مَنْ وَجَدَ لِقْطَةً فَلْيُعْرِفْ عِفَاصَهَا ❶
 وَرِئَاءَهَا ❷ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا دَفَعَهَا إِلَيْهِ
 جو شخص کوئی گمشدہ چیز پائے اسے اس کے ظرف اور تسے کی تشہیر کرنی
 چاہیے اور اگر اس کا مالک آجائے تو اسے اس کے حوالے کر دے۔ ❶- ❷

❶ لقطہ سے مراد ایسی گمشدہ چیز ہے جو راستے میں گری پڑی ملے یا اس کا مالک لاپتہ ہو۔ باب اَللِّقْطَةُ يَلْتَقِطُ (الفعال)
 اور باب لَقِطَ يَلْقِطُ (نصر) ”زمین سے اٹھانا“۔ اللِّقْطُ اور لَقِيطٌ ”وہ چیز جسے اٹھایا جائے۔“ (۱)

یہ لفظ قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ ایک آیت میں ہے کہ

﴿ فَالْتَقِطْهُ آلُ فِرْعَوْنَ ﴾ [القصص: ۸]

”اسے آل فرعون نے اٹھالیا۔“

اس کی مشروعیت کے لیے درج ذیل دلائل کافی ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ﴾ [المائدة: ۲]

”نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔“

(۲) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون أخیہ ﴾ ”اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد

میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔“ (۲)

❷ وہ برتن جس میں لقطہ ملے خواہ وہ برتن چمڑے کا ہو یا کپڑے کا۔

❸ وہ دھاگہ یا تسمہ جس سے تھیلے وغیرہ کا منہ باندھا جاتا ہے۔ (۳)

❶ (۱) حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من وجد لقطه فليشهد ذوی

عدل أو ليحفظ عفاصها ووكساءها فإن جاء صاحبها فلا يكتم فهو أحق بها وإن لم يجمي صاحبها

فهو مال الله يؤتیه من يشاء ﴾ ”جو شخص کوئی گمشدہ چیز پائے تو دو گواہ بنا لے یا اس کے ظرف و تسے کی حفاظت کرے۔“

(۱) [المنجد (ص ۷۹۹/۱۲) لسان العرب (۳۱۱/۱۲)]

(۲) [مسلم (۲۶۹۹) کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر تحفة الأشراف

(۳۷۵/۹)]

(۳) [نیل الأوطار (۴۷/۴) فتح الباری (۳۶۵/۵)]

اگر اس کا مالک آجائے تو اس سے کچھ نہ چھپائے کیونکہ وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر وہ نہ آئے تو یہ اللہ کا مال ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گشده سونا اور چاندی اٹھانے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے تھے اور ظرف کی ایک سال تشبیر کرو اگر مالک نہ ملے تو اسے استعمال کر لو لیکن یہ تمہارے پاس امانت ہوگی اگر اس کا مالک (تمہاری زندگی میں) کبھی بھی آجائے تو اسے ادا کرنا ہوگی۔

پھر آپ ﷺ سے گشده اونٹ کے متعلق سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دے کیونکہ اس کے پاس اس کی جوتی (کھر) اور مشکیزہ (یعنی پانی محفوظ کرنے کی جگہ) ہے وہ پانی کے گھاٹ پر جائے گا درختوں سے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اسے مل جائے گا۔

پھر آپ ﷺ سے بکری کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے پکڑ لے یہ تو صرف تیرے لیے ہے یا تیرے (کسی اور) بھائی کے لیے ہے یا پھر بیٹھے کے لیے ہے۔“ (۲)

(۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لفظ کے متعلق فرمایا ﴿ عرفها فإنا جاء أحد بخبرك بعدتها ووعائها ووكائها فأعطها إياه وإلا فاستمتع بها ﴾ ”اس کی تشبیر کرو اگر کوئی آ کر اس کی مدت اس کا ظرف اور اس کے تھے کے متعلق خبر دے تو اسے دے دو ورنہ اس سے فائدہ حاصل کرو۔“ (۳)

ثابت ہوا کہ گشده چیز اٹھانے والے کو چاہیے کہ وہ مذکورہ علامات بیان کرنے والے کو وہ چیز ادا کر دے اگر چہ ثبوت

مہیا نہ ہو۔ (۴)

وَأَلَّا عَرَفَ بِهَا حَوْلًا وَبَعْدَ ذَلِكَ يَجُوزُ لَهُ صَرْفُهَا وَلَوْ فِي نَفْسِهِ وَيَضْمَنُ مَعَ مَجِيئِهَا صَاحِبِهَا	ورنہ سال بھر اس کی تشبیر کرتا ہے اور اس کے بعد اسے استعمال کرنا اس کے لیے جائز ہوگا اگرچہ وہ اسے اپنے نفس پر خرچ کرے لیکن مالک کے آنے پر وہ اس کا ضامن ہوگا۔ ❶
--	--

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۵۰۳) کتاب اللقطة : باب التعريف باللقطة ' ابو داود (۱۷۰۹) احمد (۲۶۶/۴) ابن ماجه (۲۵۰۵) موارد الظمان (۱۱۶۹) مسند طيالسي (۱۰۸۱) طبراني كبير (۳۵۸/۱۷) مشكل الآثار (۲۰۷/۴) شرح معاني الآثار (۱۳۶/۴) بيهقي (۱۸۷/۶) ابن الحارود (۶۷۱)]

(۲) [بخاری (۲۴۲۹) کتاب اللقطة : باب إذا لم يوجد صاحب اللقطة بعد سنة فهي لمن وجدها ' مسلم (۱۳۴۶) ابو داود (۱۷۰۴) ترمذی (۱۳۷۲) ابن ماجه (۲۵۰۴) مسند شافعي (۱۳۷/۲) احمد (۲۱۵/۴) شرح معاني الآثار (۱۳۴/۴) دارقطنی (۲۳۵/۴) بيهقي (۱۸۵) عبدالرزاق (۱۳۰/۱۰) حمیدی (۳۵۷/۲) شرح السنة (۴۳۸/۴)]

(۳) [بخاری (۲۴۳۷) کتاب اللقطة : باب هل يأخذ اللقطة ولا يدعها..... ' مسلم (۱۷۲۳) ابو داود (۱۷۰۱) ترمذی (۱۳۷۴) ابن ماجه (۲۵۰۶) احمد (۱۲۶/۵) منحة المعبود (۲۷۹/۱) بيهقي (۱۸۶/۶)]

(۴) [نبيل الأوطار (۵۰/۴)]

① گذشتہ احادیث اس مسئلہ میں بھی دلیل ہیں مثلاً جس حدیث میں یہ لفظ ہے ﴿فإن جاء طالبها يوماً من الدهر فادها إليه﴾ ”اگر اس چیز کا طلبگار عمر کے کسی حصے میں بھی آجائے تو وہ چیز اسے ادا کرنا ہوگی۔“ (۱)
(جمہور) سال کے بعد تشہیر کرنا واجب نہیں ہے۔ (۲)

لیکن مندرجہ ذیل حدیث جمہور کے موقف کے خلاف معلوم ہوتی ہے:

حضرت ابی بنی کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سو دینار کی ایک تھیلی ملی تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے فرمایا ﴿عرفها حولاً﴾ ”ایک سال اس کی تشہیر کرو۔“ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا لیکن جب اسے جاننے والا نہ ملا تو میں دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے مجھے پھر ایک سال کی تشہیر کا حکم دیا۔ میں نے کسی کو نہ پایا تو میں تیسری مرتبہ پھر آپ ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿احفظ وعاءها وعددها ووكائها فإن جاء صاحبها وإلا فاستمتع بها﴾ ”تم اس کے ظرف اس کے عدد اور اس کے تسے کی حفاظت کرو اگر اس کا مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔“ (۳)

اہل علم کے درمیان اس روایت کے متعلق اختلاف ہے۔

(ابن حزم) ایک سال پر زیادتی قلط ہے۔ (۴)

(ابن جوزی) جو بات میرے سامنے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سلمہ (راوی) نے اس میں خطا کی ہے لہذا ثابت ہوا کہ وہ ایک سال ہی تشہیر کرتے رہے۔ (۵)

(منذری) ائمہ میں سے کسی نے بھی تین سال کی تشہیر کا فتویٰ نہیں دیا۔ (۶)

بعض حضرات نے یوں تطبیق دی ہے کہ ایک سال سے زائد تشہیر کرنا مزید تقویٰ کی علامت ہے واجب نہیں۔ (۷)

812- کیا غنی لقطہ استعمال کر سکتا ہے؟

(جمہور) غنی اور فقیر دونوں کے لیے تشہیر کے بعد لقطہ کو اپنی ذات پر صرف کرنا دلائل کے عموم کی وجہ سے جائز ہے۔ (۸)

(۱) [بخاری (۲۴۲۸)]

(۲) [نیل الأوطار (۵۰/۴) الروضة الندية (۵۲۷/۲)]

(۳) [بخاری (۲۴۲۶) کتاب اللقطة : باب إذا أخبره رب اللقطة بالعلامة دفع إليه]

(۴) [المحلى بالآثار (۱۸۱/۷)]

(۵) [فتح الباری (۷۹/۵)]

(۶) [نیل الأوطار (۴۹/۴)]

(۷) [الروضة الندية (۵۲۷/۲)]

(۸) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأم للشافعی (۷۲/۴) حلیۃ العلماء (۵۳۰/۵) بدائع الصنائع (۲۰۲/۶) المبسوط

(۵/۱۱) الکافی (ص ۴۲۶) الخرشنی (۱۲۳/۷) المغنی (۳۰۱/۸) کشاف القناع (۲۲۴/۴) فتح العلام

(ص ۴۹۷)]

وَلَقَطَةُ مَكَّةَ أَشَدُّ تَعْرِيفًا مِنْ غَيْرِهَا

مکہ کی گمشدہ چیز بہت زیادہ تشہیر کی متقاضی ہے۔ ❶

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ ”انہا لا تحل لقطۃ مکہ الا لمعرفة ﴿﴾ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿﴾ ولا تحل ساقطتها الا لمنشد ﴿﴾ ”مکہ کی گمشدہ چیز اٹھانا صرف اعلان و تشہیر کرنے والے کے لیے ہی جائز ہے۔“ (۱)

(جمہور) مکہ کی گری پڑی چیز اٹھانے والا ہمیشہ اس کا اعلان کرے گا۔

(احناف) حرم اور اس کے علاوہ دیگر علاقوں کی گری پڑی چیز کے احکام میں چنداں فرق نہیں۔ (۲)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ حدیث سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

<p>ولا بائسَ بآنَ يَنْتَفِعَ الْمُتَلَقِطُ بِالشَّيْءِ الْحَقِيرِ كَالعَصَا وَالسُّوْطِ وَنَحْوِهِمَا بَعْدَ التَّعْرِيفِ بِهِ ثَلَاثًا</p>	<p>تین مرتبہ اعلان کے بعد ہلکی قیمت کی گری پڑی اشیا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً چھڑی اور کوڑا وغیرہ۔ ❶</p>
---	---

❶ (۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿﴾ رخص لنا رسول الله في العصا والسوط والحبل وأشباهه يلتقطه الرجل ينتفع به ﴿﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے چھڑی، کوڑا، آبی اور اس کی مثل (حقیر اشیا) کے متعلق ہمیں رخصت دی ہے کہ آدمی انہیں اٹھا کر فائدہ حاصل کرے۔“ (۳)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بازار میں ایک دینار ملا تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا ﴿﴾ عرفه ثلاثا ﴿﴾ ”تین مرتبہ اس کا اعلان کرو۔“ انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن اس کا کوئی مالک نہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ كله ﴿﴾ ”اے تم کھا لو۔“ (۴)

(۳) حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص کوئی ہلکی (حقیر) چیز اٹھائے مثلاً رسی، درہم یا اس کے مشابہ کوئی چیز تو ﴿﴾ فليعرفها ثلاثا ﴿﴾ ”تین مرتبہ اس کا اعلان کرے۔“ اور اگر وہ چیز اس سے کچھ زیادہ قیمتی ہو تو چھ دن اعلان کرے۔“ (۵)

امام شوکانی ”رقطر ازہین“ کہ گذشتہ بیان ان اشیا کے متعلق ہے جنہیں کھایا نہیں جا سکتا اور جنہیں کھایا جا سکتا ہے انہیں بغیر

(۱) [بخاری (۲۴۳۴) کتاب اللقطة : باب كيف تعرف لقطه أهل مكة 'مسلم (۱۳۵۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۵۲/۴) فتح الباری (۲۷۴/۵)]

(۳) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۳۷۷) کتاب اللقطة : باب التعريف باللقطة ' ابو داود (۱۷۱۷)]

(۴) [عبدالرزاق (۱۴۲/۱۰) (۱۸۶۳۷)]

(۵) [احمد (۱۷۳/۴) طبرانی کبیر (۲۷۲/۲۲) بیہقی (۱۹۰/۶)]

اعلان کے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے (جیسا کہ آئندہ دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے)۔ (۱)

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے راستے میں ایک کھجور (گری ہوئی) دیکھی تو فرمایا: ﴿لولا أنى أخاف أن تكون من الصدقة لا كلتها﴾ ”اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہو سکتی ہے تو میں اسے کھا لیتا۔“ (۲)

(۲) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک (گری ہوئی) کھجور دیکھی تو اٹھا کر کھالی اور فرمایا ﴿لا يحب الله الفساد﴾ ”اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے۔“ (۳)

(ابن حجر) اگر وہ (میمونہ رضی اللہ عنہا) اسے نظر انداز کر دیتیں اور اسے کوئی نہ اٹھاتا تو وہ پڑی پڑی خراب ہو جاتی (اس لیے انہوں نے اس کھجور کو اٹھا کر کھالیا)۔ (۴)

وَتَلْتَقَطُ ضَالَّةَ الدَّوَابِّ إِلَّا الْإِبِلَ	اونٹ کے علاوہ دیگر گمشدہ جانوروں کو پکڑا جاسکتا ہے۔ ❶
--	---

❶ (۱) رسول اللہ ﷺ نے اونٹ پکڑنے سے منع فرمایا اور پھر بکری کے متعلق فرمایا ﴿خذها فإنما هي لك أو لأخيك أو للذئب﴾ ”اسے پکڑ لو کیونکہ یہ محض تمہارے لیے یا تمہارے بھائی کے لیے یا بھیرے کے لیے ہے۔“ (۵)

(۲) حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من آوى ضالاة فهو ضال ما لم يعرفها﴾ ”جو کسی بھی گمشدہ چیز کو اٹھائے وہ گمراہ ہے جب تک کہ اس کی تشہیر نہ کرے۔“ (۶)

واضح رہے کہ لفظ ”ضالاة“ بکری اور اس کے علاوہ دیگر اشیاء پر بھی بولا جاسکتا ہے۔

نواب صدیق حسن خان رقطراز ہیں کہ بکری کے مثل ہونے کی وجہ سے باقی جانوروں کو بھی اسی حکم میں شامل کیا

جائے گا۔ (۷)

اونٹ وغیرہ کو اٹھانے کی ممانعت رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے ﴿مالك ولها؟ دعها﴾

(۱) [نبیل الأوطار (۴۵/۴)]

(۲) [بحاری (۲۴۳۱) کتاب اللقطة : باب إذا وجد تمر في الطريق، مسلم (۱۰۷۱) احمد (۱۷۴/۳) ابو داؤد

(۱۶۵۱) منحة المعبود (۱۷۷/۱) شرح معانی الآثار (۹/۲) الحلبة لأبي نعیم (۲۵۲/۶) بیہقی (۱۹۵/۶) ابو

یعلیٰ (۲۴۵/۵) ابن حبان (۳۶۹۳)]

(۳) [ابن ابی شیبہ (۴۱۶/۴)]، (۲۱۶۵۲)]

(۴) [فتح الباری (۳۷۱/۵)]

(۵) [بحاری (۲۴۲۸) کتاب فی اللقطة : باب ضالاة الغنم]

(۶) [مسلم (۱۷۲۵) کتاب اللقطة : باب فی لقطه الحاج، ابو داؤد (۱۷۲۰) احمد (۴۶۰) ابن ماجہ

(۲۵۰۳)]

(۷) [الروضة الندية (۵۲۹/۲)]

”تیری اس سے کیا نسبت؟ اسے چھوڑ دو۔“ (۱)

○ ایسے حیوان جو چھوٹے درندوں سے اپنی جان محفوظ رکھ سکتے ہیں مثلاً اونٹ، گھوڑا، گائے، اڑنے والے پرندے یا چیتا وغیرہ انہیں پکڑنا حاکم اور اس کے تابع کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔ (۲)



- (۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأم (۸۴/۴) فتح الوہاب (۲۶۲/۱) بدائع الصنائع (۲۰۰/۶) المبسوط (۱۰/۱۱)]
 الکافی (ص ۴۲۷/۱) الحرشی (۱۲۷/۷) المغنی (۳۴۳/۸) کشاف القناع (۲۱۰/۴) فتح العلام (ص ۴۹۷/۱) سبیل
 السلام (۱۲۶/۳)].
- (۲) [نبیل الأوطار (۵۳/۴) الروضة الندیة (۵۲۹/۲)]

کتاب القضاء
قضاء کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ﴾ [المائدة: ۴۲]

”ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجیے۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إِذَا حُكِمْتُمْ فَاعْدِلُوا ﴾

”جب تم فیصلہ کرو تو انصاف کرو۔“

[حسن : صحيح الجامع الصغير (۴۹۴)]

کتاب القضاء ❶

قضا کے مسائل

❶ صرف فیصلہ اس کا درست ہوگا جو مجتہد ہو۔

إِنَّمَا يَصِحُّ قَضَاءُ مَنْ كَانَ مُجْتَهِدًا

❶ لغوی وضاحت: لفظ قضاء کا معنی ہے ”حکم فیصلہ وغیرہ“۔ اس کی جمع افضیہ ہے۔ باب قضی یقضی (ضرب) فیصلہ کرنا، باب قضی یقضی (تفعیل) قاضی بنانا، باب قاضی یقاضی (مفاعلة) اور باب تقاضی یقاضی (تفاعل) حاکم کے پاس فیصلہ لے کر جانا۔ قاضی شرعی حاکم کو کہتے ہیں اس کی جمع قضاة ہے۔ قضیہ کا معنی ہے ”معاملہ“ اور اس کی جمع قضاہا ہے۔ (۱)

اصطلاحی تعریف: ججڑوں کا فیصلہ اور تنازعات کا خاتمہ کرنا۔ (۲)

❷ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ [المائدة: ۴۹]

”اور آپ ﷺ ان کے درمیان اس چیز کے ساتھ فیصلہ کیجیے جو اللہ نے اتاری ہے۔“

(2) ﴿فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ﴾ [المائدة: ۴۲]

”ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔“

(3) ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾ [النساء: ۱۰۵]

”بلشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ رہنمائی کے مطابق لوگوں کے مابین فیصلہ کریں۔“

(4) ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ لَا تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ [المائدة: ۸]

”کسی قوم کی عداوت تمہیں عدل کے خلاف آمادہ نہ کرے عدل کرو کیونکہ یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔“

(5) ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ﴾ [المائدة: ۴۴] ﴿هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

[المائدة: ۴۵] ﴿هُمُ الْفٰسِقُونَ﴾ [المائدة: ۴۷]

”اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فرامین کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔“ (دوسری آیت میں ہے) ”وہ ظالم ہیں۔“ (اور تیسری آیت میں ہے) ”وہ فاسق و نافرمان ہیں۔“

(۱) [القاموس المحيط (ص/۱۱۹۲)]

(۲) [الدر المختار (۳۰۹/۴) الشرح الكبير (۱۲۹/۴) الفقه الإسلامي وأدلته (۶۲۳۱/۸)]

یہ تمام آیات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دکھلائے ہوئے عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ کرنا فرض ہے اور عدل و انصاف کو وہی شخص جانتا ہے جو کتاب و سنت کو جانتا ہے اور کتاب و سنت کو وہی جانتا ہے جو مجتہد ہو کیونکہ مقلد کو شخص اپنے امام کے قول کی پہچان ہوتی ہے اس کی دلیل کی نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دکھلائے ہوئے راستے کے مطابق صرف مجتہد ہی فیصلہ کر سکتا ہے کیونکہ مقلد تو اپنے امام کے دکھلائے ہوئے راستے پر ہی اکتفا کر چکا ہے۔ فیصل و قاضی کے مجتہد ہونے کی دلیل درج ذیل حدیث بھی ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿القضاة ثلثة واحد فى الجنة واثنان فى النار فأما الذى فى الجنة فرجل عرف الحق فقاضى به ورجل عرف الحق ورجل فى الحكم فهو فى النار ورجل قضى للناس على جهل فهو فى النار﴾ ”قاضی کی تین اقسام ہیں جن میں سے دو جہنمی ہیں اور ایک جنتی ہے ایک وہ شخص جس نے حق کو پہچانا اور اس کے ساتھ فیصلہ کیا وہ جنتی ہے۔ دوسرا وہ جس نے حق کی پہچان کر لی مگر فیصلہ حق کے ساتھ نہ کیا بلکہ فیصلہ میں ظلم کیا وہ دوزخی ہے اور تیسرا وہ جس نے نہ حق کو پہچانا نہ حق کے ساتھ فیصلہ کیا بلکہ اس نے لوگوں میں جہالت و نادانی سے فیصلہ کر دیا وہ بھی دوزخی ہے۔ (۱)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ حق کو مجتہد ہی پہچان سکتا ہے نہ کہ مقلد۔

813- مجتہد اور مقلد میں فرق

مجتہد کی تعریف یہ ہے ((من قامت فيه ملكة الاجتهاد أى القدرة على استنباط الأحكام الشرعية العملية من أدلتها التفصيلية)) ”مجتہد وہ ہے جس میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں تفصیلی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔“ (۲)

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ مجتہد وہ ہے جس کے پاس پانچ قسم کے علوم ہوں:

- (1) کتاب اللہ کا علم
- (2) سنت رسول اللہ کا علم
- (3) علمائے سلف کے اقوال اور اجماع و اختلاف کا علم
- (4) علم لغت
- (5) علم قیاس (۳)

اور مقلد وہ ہوتا ہے جو کسی دوسرے کی بات پر بغیر دلیل کے عمل کر لیتا ہے اور بعض علمائے سلف نے کہا ہے کہ کسی کی بات بلا دلیل قبول کر لینا تقلید ہے اور ایسا کرنے والا مقلد ہے۔ (۴)

(۱) [صحيح : إرواء الغلیل (۲۳۶/۸) ابن ماجہ (۲۳۱۵) كتاب الأحكام : باب الحاكم يجتهد فيصيب الحق] ابو داود (۳۵۷۲) ترمذی (۱۳۲۲) حاکم (۹۰/۴)

(۲) [الوجیز (ص ۴۰۱) الموافقات للشاطبي (۵۷/۴) المستصفی للغزالی (۱۰۳/۲)]

(۳) [إرشاد النقاد إلى تيسير الاجتهاد للأمير صنعاني، سبل السلام (۱۹۱۱/۴)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : إرشاد الفحول (ص ۳۷۸) الإحكام للأمدی (۱۹۲/۴)]

814- قاضی کے مجتہد نہ ہونے کی ایک دلیل اور اس کا رد

نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا چاہا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ﴿بعثتني بينهم وأنا شاب لا أدري ما القضاء﴾ ”آپ مجھے ان کے درمیان (قاضی بنا کر) بھیج رہے ہیں حالانکہ میں ایسا جوان ہوں جسے ابھی قضاء کا (صحیح طور پر) علم نہیں۔“ مزید فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا کی ﴿اللهم اهده وثبت لسانه﴾ ”اے اللہ! اسے ہدایت دے اور اس کی زبان کو ثابت کر دے۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿فوالذی فلق الحبة ما شککت فی قضاء بین اثنين﴾ ”اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا ہے (اس کے بعد) میں نے کبھی بھی کسی دو افراد میں فیصلہ کرتے وقت شک نہیں کیا۔“ (۱)

اس حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿انا شاب لا أدري ما القضاء﴾ ”میں ایسا نو جوان ہوں کہ ابھی مجھے قضاء کا صحیح علم نہیں۔“ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا انہیں قاضی مقرر فرمادینا اس بات کا ثبوت ہے کہ قاضی کا مجتہد ہونا ضروری نہیں۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ:

- (1) اس حدیث میں یہ کہیں موجود نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد نہیں تھے۔
 - (2) اگر کچھ علمی کمزوری تھی بھی تو وہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دعا کے ذریعے رفع کر دی۔
 - (3) دنیا کا کوئی قاضی علم نہ ہونا تو درکنار علم ہونے پر بھی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے (کہ مجھے کبھی اس کے بعد فیصلہ کرتے وقت شک نہ ہوا) اس کے باوجود یہ سمجھنا کہ وہ مجتہد نہیں تھے خلاف عقل ہے۔
- (شکوئیؒ) فرماتے ہیں کہ مقلد کو قاضی بنانا ایسے ہی ہے جیسے کسی کو طاعوت کے ساتھ فیصلہ کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ کیونکہ مقلد حق کو پہچانتا نہیں اور حق کے سوا جو کچھ بھی ہے سب طاعوت ہے۔ (۲)

815- اجتہاد کے متعلق ایک حدیث اور اس کی تحقیق

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ان سے دریافت کیا: تم کس چیز کے ساتھ فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا ﴿بکتاب اللہ﴾ ”اللہ کی کتاب کے ساتھ“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو (وہ مسئلہ) اس میں نہ پائے تو انہوں نے کہا ﴿فبسنة رسول اللہ﴾ ”پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ (فیصلہ کروں گا)۔“ پھر آپ ﷺ

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۸۶۹) كتاب الأحكام : باب ذكر القضاة إرواء الغلیل (۲۵۰۰) ابن ماجة (۲۳۱۰) ابو داود (۳۵۸۲) ترمذی (۱۳۳۱) طبقات ابن سعد (۳۳۷/۲) حاکم (۱۳۵/۳) احمد (۸۴/۱) بیہقی (۸۶/۱۰) أخبار القضاة للوكيع (۸۴/۱) طیالسی (۹۸)]

(۲) [السبل الحرار (۲۷۵/۴)]

نے فرمایا اگر اس میں بھی نہ پائے تو انہوں نے کہا ﴿فیرأی﴾ ”پھر میں اپنی رائے کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔“ (۱)
 (بخاریؒ) یہ روایت مرسل ہے۔ (۲)

(ابن حزمؒ) اس کی سند میں حارث بن عمرو راوی مجہول ہے۔ (۳)

(شیخ حموی بن عبدالحجید سلفی) انہوں نے درج ذیل علماء سے اس روایت کی تضعیف نقل کی ہے:

(1) بخاریؒ (2) ترمذیؒ (3) عقیلیؒ (4) دارقطنیؒ (5) ابن حزمؒ

(6) ابن طاہر مقدسیؒ (7) جوزقانیؒ (8) ابن جوزیؒ (9) ذہبیؒ (10) سبکیؒ

(11) عراقیؒ (12) ابن ملقنؒ (13) ابن حجرؒ (۴)

(البانیؒ) انہوں نے اس روایت کو سلسلہ ضعیفہ میں نقل فرمایا ہے۔ (۵)

(ابن جوزیؒ) یہ حدیث صحیح نہیں ہے اگرچہ تمام فقہاء اپنی کتب میں اس پر اعتماد کرتے ہوئے اسے ذکر کرتے ہیں۔ (۶)

(ابن تیمیہؒ) اس کی سند عمدہ ہے۔ (۷)

(ابن کثیرؒ) اس کی سند جید ہے۔ (۸)

(ابن قیمؒ) یہ حدیث صحیح ہے۔ (۹)

(شیخ زاہد کوشری) یہ حدیث قابل حجت ہے۔ (۱۰)

(شیخ عبدالقادر آرنؤوط) یہ حدیث صحیح ہے۔ (۱۱)

بعض اہل علم نے یہ امکان ظاہر کیا ہے کہ اس روایت کا معنی صحیح ہے جیسا کہ امام ابن جوزیؒ نے یہی بات نقل

فرمائی ہے۔ (۱۲)

(۱) [دارمی (۶۰/۱) أحمد (۲۳۰/۵) بیہقی (۱۱۴/۱۰) طیالسی (۲۸۶/۱) طبقات ابن سعد (۳۴۷/۲) الجامع

لابن عبدالبہر (۵۵/۲) الأحكام لابن حزم (۲۶/۶) الفقیہ والمتفقہ للخطیب (۱۰۴/۱)]

(۲) [التاریخ الکبیر (۲۷۷/۲)]

(۳) [الأحكام (۳۵/۶)]

(۴) [تحقیق کتاب المعتمد للزرکشی (ص ۶۸/)]

(۵) [السلسلۃ الضعیفۃ (۲۷۳/۲) (۸۸۱)]

(۶) [العلل المتناهیۃ (۷۵۸/۲) (۱۲۶۴)]

(۷) [دقائق التفسیر (۱۱۰/۱)]

(۸) [تفسیر ابن کثیر (۴/۱)]

(۹) [أعلام الموقعین (۲۰۲/۱)]

(۱۰) [مقالات (ص ۶۱-۶۰)]

(۱۱) [تخریج جامع الأصول (۱۷۸/۱۰)]

(۱۲) [العلل المتناهیۃ (۱۲۶۴)]

(البانی) فرماتے ہیں کہ ((هو صحيح المعنى فيما يتعلق بالاجتهاد عند فقدان النص)) ”یہ حدیث نص کی عدم موجودگی میں اجتہاد کے متعلق معنا صحیح ہے۔“ (۱)

(راجع) ہمارے علم کے مطابق اگرچہ مذکورہ روایت ضعیف ہے لیکن معنوی اعتبار سے صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

جو لوگوں کے مال سے بچنے والا ہو، فیصلے میں عدل کرے اور
مسادات کے اصول پر فیصلہ کرے۔ ①

مُتَوَرِّعًا عَنْ أَمْوَالِ النَّاسِ عَادِلًا فِي الْقَضِيَّةِ
حَاكِمًا بِالسُّوِيَّةِ

① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ [ص: ۲۶]

”اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ تو تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔“

یقیناً جو حکمران یا قاضی لوگوں کے اموال سے اجتناب نہیں کرے گا وہ رشوت لینے سے بھی گریز نہیں کرے گا اور اس وجہ سے حق کے مطابق فیصلہ نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح غیر عادل قاضی بھی حق کو جانتے ہوئے اسے چھوڑ دے گا۔ تو پھر یہ ان قاضیوں میں سے ہی ہیں جنہیں جہنم کی وعید سنائی گئی ہے کہ ﴿رجل عرف الحق و جار في الحكم﴾ ”(جہنم میں جانے والا ایک قاضی وہ ہے) جس نے حق کو جانتے ہوئے فیصلے میں ظلم کیا۔“

(ابن تیمیہ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ محض خواہش کے ساتھ فیصلہ کرنا یا فتویٰ دینا حرام ہے۔ (۲)

(شاہ ولی اللہ) منصب قضا پر متمکن ہونے والا شخص ایسا عادل ہو جو ظلم کرنے یا کسی بھی طرف مائل ہونے سے بری ہو اور ایسا عالم ہو جو حق کو پہچانتا ہو بالخصوص مسائل قضا اور اس کے پہنچاؤ وفاق سے اچھی طرح واقف ہو۔ اس کے علاوہ مصلحت کے وجود کا تصور بھی ممکن نہیں۔ (۳)

① منصب قضا کی حرص و طلب حرام ہے۔ ①

وَيَحْرُمُ عَلَيْهِ الْجِرْصُ عَلَى الْقَضَاءِ وَطَلْبِهِ

① (۱) حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ﴿لا تسأل الإمارة فإنك إن أعطيتها من غير مسألة أعنت عليها وإن أعطيتها عن مسألة وكلت إليها﴾ ”امارت کا سوال نہ کرو اور اگر

(۱) [السلسلة الضعيفة (۲/۲۸۶)]

(۲) [أخبار العلمية في الاختيارات الفقهية (ص ۴۸۰)]

(۳) [حجة الله البالغة (۲/۱۶۶)]

تمہیں بغیر مانگنے کے مل جائے تو تمہاری اس پر مدد کی جائے گی اور اگر طلب کرنے پر دی جائے تو تم اسی کے حوالے کر دیے جاؤ گے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّكُمْ سَتَحْرُصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَتَسْتَكُونُونَ نَدَامَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَنَعَمَتِ الْمَرْضِعَةِ وَبِئْسَتِ الْفَاعِطَةُ﴾ ”تم لوگ لازماً حکومت کی حرص و خواہش کرو گے اور وہ قیامت کے روز باعث ندامت ہوگی۔ پس اچھی ہے دودھ پلانے والی ماں اور بری ہے دودھ چھڑانے والی ماں۔“ (۲)

”دودھ پلانے والی“ سے مراد دنیا میں حکومت کرتے ہوئے مال و دولت، جاہ و منصب، عزت و کرامت، حکم کا نفاذ، لوگوں کو دبا کر رکھنا اور دیگر مختلف فوائد ہیں۔ ”دودھ چھڑانے والی“ سے مراد قیامت کے روز کا وہ تادان ہے جو امارت کی وجہ سے انسان پر ہوگا۔ (۳)

جس روایت میں ہے کہ ”جسے بلا طلب جبراً حکومت دی جائے اس کی مدد میں ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی رہنمائی کرتا ہے۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۴)

(شوکانی) فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہے ﴿لَا تَتَمَنَّيَنَّ الْإِمَارَةَ﴾ ”تم ہرگز امارت کی تمنا مت کرو۔“ (۵)
(ابن حجر) حکومت طلب کرنے کی ممانعت سے حکومت کی تمنا کرنے کی ممانعت زیادہ بلیغ ہے۔ (۶)

816- ایک اشکال اور اس کا جواب

اگر حکومت کی حرص و طلب حرام ہے تو انبیاء نے ایسا کیوں کیا؟

(۱) یوسف علیہ السلام نے کہا ﴿اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ﴾ [یوسف : ۵۵]
”مجھے زمین کے خزانوں کا والی بنا دیجیے۔“

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا ﴿وَهَبْ لِي مَلِكًا لَا يَنْفَعِي لِأَخِيذٍ مِّنْ بَعْدِي﴾ [ص : ۳۵]
”(اے اللہ!) مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔“

(۱) [بخاری (۶۶۲۲) کتاب الأيمان والنذور : باب قول الله تعالى لا يؤاخذكم الله باللغو..... مسلم (۱۶۵۲)
نسائی (۲۲۵۱۸) ابو داؤد (۲۹۲۹) ترمذی (۱۵۲۹) احمد (۶۲۱۵) عبدالرزاق (۲۰۶۵۴) ابو یعلیٰ (۱۵۱۶) طبرانی اوسط (۳۷/۱) بیہقی (۱۰۰/۱۰) الحلیة لأبی نعیم (۱۶۱/۷) دارمی (۱۸۶/۲) ابن الجارود (۹۹۸)]

(۲) [بخاری (۷۱۴۷) کتاب الأحکام : باب ما یکره من الحرص علی الإمارة]

(۳) [نیل الأوطار (۳۴۹/۵)]

(۴) [ضعیف : الضعیفة (۲۹۶/۳) (۱۱۵۴)]

(۵) [نیل الأوطار (۳۴۸/۵)]

(۶) [فتح الباری (۱۹/۱۵)]

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے:

- (1) انبیاء کو قابل یقین حد تک یہ وثوق تھا کہ وہ گناہوں سے باز رہیں گے۔
- (2) جو مسائل ہماری شریعت میں ثابت ہیں ضروری نہیں کہ وہ اس سے پھجلی شریعتوں میں بھی ثابت ہوں۔ عین ممکن ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں امارت طلب کرنا جائز ہو۔
- اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا سوال محل نزاع ہے ہی نہیں کیونکہ اختلاف تو مخلوق سے سوال کرنے میں ہے نہ کہ خالق سے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے۔
- (3) یہ بھی احتمال موجود ہے کہ طلب امارت کی ممانعت انبیاء کے علاوہ دوسروں کے لیے ہو۔ (۱)

<p>اور حاکم کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے شخص کو قاضی بنائے (جو اسے طلب کرتا ہو) ① اور جو شخص قضا کا اہل ہو وہ سخت خطرے میں ہے۔ ②</p>	<p>وَلَا يَحِلُّ لِإِمَامٍ تَوَلَّيْتَهُ مِنْ كَمَا نَ كَذَلِكَ وَمَنْ كَانَ مُتَاهِلًا لِلْقَضَاءِ فَهُوَ عَلَى حَظَرٍ عَظِيمٍ</p>
---	---

① حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے چچا کی اولاد سے دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا ﴿یا رسول اللہ! امرنا علی بعض ما ولاک اللہ عزوجل﴾ ”اے اللہ کے رسول! ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ولایت سے کچھ حصے کا امیر بنا دیجیے۔“ پھر دوسرے نے بھی اسی طرح کی بات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إنا والله لا نولى هذا العمل أحدا يسأله أو أحدا حرص عليه﴾ ”بے شک اللہ کی قسم ہم اس کام (حکومت) پر کسی ایسے شخص کو والی نہیں بنائیں گے جو اس کا طلبگار یا حریص ہو۔“ (۲)

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح بغير سكين﴾ ”جسے لوگوں کے مابین قاضی بنا دیا گیا وہ (ایسے ہی ہے جیسے) بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔“ (۳)

(2) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن الله مع القاضی ما لم یجر فی اذا حار وکله الی نفسه﴾ ”جب تک قاضی ظلم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن جب وہ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیتے ہیں۔“

اور جامع ترمذی میں یہ لفظ ہیں ﴿فی اذا حار تخلی عنه ولزمه الشیطان﴾ ”جب قاضی ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس

(۱) [نیل الأوطار (۳۴۸/۵)]

(۲) [بخاری (۷۱۴۹) کتاب الأحکام : باب ما یکره من الحرص علی الإمارة، مسلم (۱۷۲۳)]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۶۱۹۰) احمد (۲۳/۲) ابو داؤد (۳۵۷۱) کتاب الأقضية : باب فی طلب

القضاء، ابن ماجہ (۲۳۰۸) ترمذی (۱۳۲۵) حاکم (۹۱/۴) بیہقی (۹۶/۱۰) دارقطنی (۲۰۴/۴) ابن حبان

[(۱۳۷۵)]

سے الگ ہو جاتے ہیں اور شیطان اسے چٹ جاتا ہے۔“ (۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لتأتین علی القاضی العدل یوم القیامة ساعة یتمنی أنه لم یقض بین اثین فی تمرة قط ﴾ ”عادل قاضی پر بھی قیامت کے دن ایک ایسا لمحہ لازماً آئے گا جس سے وہ تمنا کرے گا کہ (کاش!) اس نے کبھی بھی دو افراد کے درمیان ایک کھجور کے معاملے میں بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔“ (۲)

(4) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے عامل بنا دیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إنک ضعیف وإنہا أمانة وإنہا یوم القیامة خزی وندامة إلا من أخذہا بحقہا وأدی الذی علیہ فیہا ﴾ ”بلاشبہ تم کمزور ہو اور یہ امانت ہے اور یقیناً یہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگی، لاکہ جس نے اس کا حق ادا کیا اور جو بھی اس کی ذمہ داری تھی اسے مکمل طور پر ادا کیا۔“ (۳)

(نوٹی) ولایت و حکومت سے اجتناب کے متعلق یہ حدیث ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ (۴)

817- عادل قاضی کی فضیلت

- (1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن المقسطین عند اللہ علی منابر من نور ﴾ ”عادل (حکمران) اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے۔“ (۵)
- (2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ سبعة یظلمہم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل إلا ظلہ..... إمام عادل ﴾ ”سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں سایہ دیں گے جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا (ان سات افراد میں سے ایک یہ ہے) عادل حکمران۔“ (۶)

وَلَهُ مَعَ الْأَصَابَةِ أَجْرَانِ وَمَعَ الْخَطَايَا أَجْرٌ
اِجْرٌ بَشَرٌ طَيِّبٌ وَصَحَّحَ فَيْضُكَ فِي بَيْتِي فِي كَوْنِي كَسْرًا نَهْجًا ۱

① حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا اجتهد الحاكم فأصاب فله أجران

(۱) [حسن : صحيح ابن ماجة (۱۸۷۰) كتاب الأحكام : باب التغليظ في الحيف والرشوة ابن ماجة (۲۳۱۲)

ترمذی (۱۳۳۰) حاکم (۹۳/۴) بیہقی فی السنن الکبری (۸۸/۱۰) ابن حبان (۱۰۴۰) - الموارد]

(۲) [احمد (۷۵/۶) مجمع الزوائد (۱۹۵/۴)]

(۳) [مسلم (۱۸۲۵) كتاب الإمارة : باب كراهة الإمارة بغير ضرورة احمد (۱۷۳/۵)]

(۴) [شرح مسلم (۴۵۰/۶)]

(۵) [مسلم (۱۸۲۷) كتاب الإمارة : باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الحائر نسائي (۲۲۱/۸) احمد

[(۱۶۰/۲)]

(۶) [بخاری (۱۴۲۳) كتاب الزكاة : باب الصدقة باليمين]

إِنْ اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ ﴿﴾ ”جب کوئی حاکم فیصلہ کرتے وقت پوری جدوجہد کرے اور صحیح فیصلہ کرنے میں کامیاب بھی ہو جائے تو اسے دگنا ثواب ملے گا اور جب وہ فیصلہ کرنے میں جدوجہد تو پوری کرے لیکن صحیح فیصلہ کرنے میں غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملے گا۔“ (۱)

واضح رہے کہ جس روایت میں ہے کہ ”جب حاکم صحیح فیصلہ کرے تو اسے دس ابر ملیں گے“ وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں فرج بن فضالہ راوی ضعیف ہے۔ (۲)

رِشْوَةٌ لَيْبَانٌ ① اور ایسے تحفے کو قبول کرنا جو اسے قاضی ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے حرام ہے۔ ②	وَتَحْرُمُ عَلَيْهِ الرِّشْوَةُ وَالْهَدِيَّةُ الَّتِي أُهْدِيَتْ إِلَيْهِ لِأَجْلِ كَوْنِهِ قَاضِيًا
--	---

① نواب صدیق حسن خان ”قطر از ہیں کہ رشوت کے دو معنی ہیں:

① جس کے قبول کرنے والے پر حق کے خلاف فیصلے کی شرط لگائی جائے۔

② مال خرچ کر کے کسی کے جاہ و منصب کے وسیلے سے اپنے (خفیہ) مقاصد کو پہنچانا۔ (۳)

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة: ۱۸۸]

”ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو اور نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا کر لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔“

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لعنة الله على الراشي والمرتشي في

الحكم ﴾ ”کسی فیصلے میں بھی رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔“ (۴)

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ لعن رسول الله الراشي والمرتشي ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے

رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے۔“ (۵)

② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [بخاری (۷۳۵۲) کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة: باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ، مسلم

(۱۷۱۶)]

(۲) [نبیل الأوطار (۳۵۳/۵)]

(۳) [الروضة الندية (۵۴۲/۲)]

(۴) [احمد (۳۸۷/۲) ابن حبان (۱۱۹۶) - الموارد) ابن الجارود (۵۸۵) حاکم (۱۰۳/۴)]

(۵) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۱۳۳۷) کتاب الأحکام: باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم]

﴿ أَكْأَلُونَ لِمَسْحَتٍ ﴾ [المائدة: ۴۲]

”وہ لوگ حرام کھانے والے ہیں۔“

حضرت حسن اور حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں موجود لفظ مسحت کا معنی رشوت ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے کسی نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا: مسحت یہ ہے کہ ایک آدمی تجھ سے اپنے ظلم پر مدد طلب

کرے اور پھر وہ تجھے ہدیہ بھی دے۔ تم اسے قبول مت کرو۔ (۱)

(۲) حضرت بریدہ بنی النضر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من استعملناہ علی عمل فرزندناہ رزقا فما

أخذہ بعد ذلك فهو غلول ﴾ ”جسے ہم کسی کام پر والی بنائیں اور ہم اسے اس کا مقرر معاوضہ بھی دیں تو پھر وہ جو کچھ بھی اس

کے علاوہ پکڑے گا شیات ہوگی۔“ (۲)

(۳) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من شفع لأخیه شفاعۃ فآھدی لہ ہدیۃ

علیہا فقبلھا فقد أتى بابا عظیما من أبواب الربا ﴾ ”جو شخص اپنے بھائی کی سفارش کرے پھر اس پر اسے ہدیہ بھی دے

اور وہ اسے قبول کر لے تو یہ سود کے دروازوں میں سے ایک دروازے کو آیا ہے۔“ (۳)

(۴) بنی اسد کے ایک آدمی ابن الامتیہ کو رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کی وصولی کے لیے تحصیلدار بنایا۔ جب وہ واپس آیا تو

اس نے کہا کہ یہ آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ (یہ سن کر) آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا

﴿ ما بال العامل نبعثہ فیاتی یقول : هذا لك وهذا لی فھذا جلس فی بیت أبیہ وأمه فینظر أبیہدی

لہ أم لا ﴾ ”اس عامل کا کیا حال ہوگا جسے ہم تحصیل کے لیے بھیجتے ہیں پھر وہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مال تمہارا ہے اور یہ

میرا ہے۔ کیوں نہ وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھا رہا اور دیکھا کہ اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔“ اس ذات کی قسم جس

کے ہاتھ میں میری جان ہے عامل جو چیز بھی (ہدیہ کے طور پر) لے گا اسے قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے

آئے گا۔ اگر اونٹ ہوگا تو وہ اپنی آواز نکالنا آئے گا، اگر گائے ہوگی تو وہ اپنی آواز نکالتی آئے گی، اگر بکری ہوگی تو وہ بھی

بولتی آئے گی پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ ہم نے آپ ﷺ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ ﷺ

نے فرمایا میں نے پوچھا دیا آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔ (۴)

ہدیہ اگر بغیر کسی غرض کے ہو مثلاً کوئی شخص قاضی کو اس عہدہ سے پہلے بھی ہدیہ دیتا تھا تو اسے قبول کرنے میں اور اس

کا بدلہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر لازماً ہدیہ دینے والا حکام کو اپنی طرف مائل کر کے اپنے مقاصد کا

(۱) [تفسیر طبری (۵۸۰/۱۴) الدر المنثور للسيوطی (۵۰۲/۲)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۵۰۰) کتاب الحراج: باب فی أرزاق العمال، ابو داؤد (۲۹۴۳)]

(۳) [حسن: صحیح ابو داؤد (۳۰۲۵) کتاب البیوع: باب فی الھدیۃ لقضاء الحاجۃ، ابو داؤد (۳۵۴۱) احمد

(۲۶۱/۵)]

(۴) [بخاری (۷۱۷۴) کتاب الأحکام: باب ہدایا العمال]

حصول مٹلا دشمن پر دباؤ اپنے حق میں فیصلہ وغیرہ جیسے کام کروانا چاہتا ہے اور قاضی بھی اس کے حق میں فیصلہ دے گا کیونکہ یہ اس ہدیے کی وجہ سے یہی (فیصلہ کرنا) درست سمجھ رہا ہے تو رشوت سے بھی یہی کام لیا جاتا ہے اس لیے اس (ہدیے) سے بھی منع کیا گیا ہے۔ (۱)

وَلَا يَجُوزُ لَهُ الْحُكْمُ خَالَ الْغَضَبِ
غصے کی حالت میں فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ ①

① حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يَقْضِيَنَّ حَاكِمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ رَهْوَ غَضَبَانِ ﴾ ”حاکم دو بندوں کے درمیان غصے کی حالت میں ہرگز فیصلہ نہ کرے۔“ (۲)
کسی ایسے قریہ صاف کا موجود نہ ہونا جو اس حدیث میں موجود حکم کو کراہت کی جانب پھیرتا ہو اس بات کا ثبوت ہے کہ غصے کی حالت میں فیصلہ کرنا حرام ہے۔ (۳)
جس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصاری اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ غصے کی حالت میں فیصلہ کیا تھا۔ (۴)

وہ گذشتہ حدیث کے مخالف نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ اپنے غصے اور رضا دونوں حالتوں میں دوسرے لوگوں کے برعکس معصوم عن الخطاء تھے۔ (۵)

○ غصے کی حالت میں کیا ہوا فیصلہ نافذ ہوگا کہ نہیں اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(جمہور) غصے کی حالت میں کیا ہوا فیصلہ اگر حق کے مطابق ہوگا تو نافذ ہو جائے گا۔

(بعض حنابلہ) غصے کی حالت میں کیا ہوا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

بعض حضرات نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ اگر تو حاکم کے نزدیک فیصلہ ہو جانے کے بعد غصے کی حالت پیش آئی ہوگی تو فیصلہ درست ہوگا ورنہ نہیں۔ (۶)

(راجع) تفصیل ہی معتبر ہے۔ (۷)

(۱) [نیل الأوطار (۳۶۲/۵) أعلام الموقعين (۲۳۲/۴)]

(۲) [بخاری (۷۱۵۸) کتاب الأحكام : باب هل يقضي القاضي أو يفتي وهو غضبان ؟ مسلم (۱۷۱۷) ابو داود

(۳۵۸۹) ترمذی (۱۳۳۴) نسائی (۲۳۷/۸) ابن ماجہ (۲۳۱۶) احمد (۳۶/۵) بیہقی (۱۰۴/۱۰) ابن حبان

(۵۰۶۳)

(۳) [نیل الأوطار (۳۶۶/۵)]

(۴) [بخاری (۲۳۶۱)]

(۵) [نیل الأوطار (۳۶۶/۵) الروضة الندية (۵۴۵/۲)]

(۶) [أعلام الموقعين (۲۲۷/۴) نیل الأوطار (۳۶۶/۵)]

(۷) [فتح الباری (۳۶/۱۵)]

وَعَلَيْهِ التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ إِلَّا إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا كَافِرًا

اس پر لازم ہے کہ فریقین سے (مجالس میں) مساوات کا سلوک کرے والا کہ ان میں سے کوئی ایک کافر ہو۔ ❶

- ❶ (1) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿قضى رسول الله ﷺ أن الخصمين يقعدان بين يدي الحاكم﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ جھگڑا کر نیوالے دونوں حاکم کے روبرو بیٹھیں گے۔“ (۱)
- (2) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک یہودی کے ساتھ جھگڑا ہوا، فیصلہ کرانے کے لیے قاضی شریح کے پاس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ قاضی کے ساتھ بیٹھ گئے اور کہا اگر میرا مقابل مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ نے سنا ہے ﴿لا تنسا ووهم فى المجالس﴾ ”مجالس میں ان (غیر مسلموں) سے برابری اختیار نہ کرو۔“ (۲)

اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں کچھ ضعف ہے لیکن معناس کی تصدیق مختلف احادیث سے ہوتی ہے مثلاً: ﴿وإذا لقيتموهم فى طريق فاضطروهم إلى أضيقة﴾ ”(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) جب تم ان سے کسی راستے میں ملو تو انہیں اس کی تنگ جگہ کی طرف مجبور کر دو۔“ (۳)

ایک اور حدیث میں یہ لفظ ہے ﴿الإسلام يعلو ولا يعلى عليه﴾ ”اسلام بلند ہوتا ہے اس پر کوئی (اور دین) بلند نہیں کیا جاسکتا۔“ (۴)

وَالسَّمَاعُ مِنْهُمَا قَبْلَ الْقَضَاءِ

فیصلے سے پہلے فریقین سے معاملے کو سننے۔ ❶

- ❶ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ﴿إذا جلس إليك الخصمان فلا تقض بينهما حتى تسمع من الآخر كما سمعت من الأول فإنك إذا فعلت ذلك تبين لك القضاء﴾ ”جب دو جھگڑنے والے تیرے پاس (فیصلے کے لیے) آ کر بیٹھیں تو کسی ایک کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک کہ دوسروں کی بات نہ سن لو۔ اس سے تمہیں

(۱) [ضعيف: ضعيف ابو داود (۷۶۹) كتاب القضاء: باب كيف يحلس الخصمان بين يدي القاضي، ابو داود (۳۵۸۸) احمد (۴۱۴) بيهقي (۱۳۵۱۰)] شيخ حازم على قاضى نے اس حدیث کو صحیح غیر ہ قرار دیا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۱۹۲۷/۴)]

(۲) [تلخيص الحبير (۳۵۵/۴) الحليّة لأبي نعيم (۱۳۹/۴) العلل لابن الحوزى (۳۸۸/۲) سبل السلام (۱۹۲۷/۴) نيل الأوطار (۳۶۹/۵)]

(۳) [مسلم (۲۱۶۷) كتاب السلام: باب النهى عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام..... ترمذى (۲۶۲۴) احمد (۷۲۵۱)]

(۴) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۲۷۷۸) إرواء الغليل (۱۲۶۸)]

معلوم ہو جائے گا کہ تم نے فیصلہ کیسے کرنا ہے؟“۔ (۱)

حسب امکان حجاب دور کرنے کی کوشش کرے۔ ❶

وَتَسْهِيْلُ الْحِجَابِ بِحَسَبِ الْإِمْكَانِ

❶ (1) حضرت ابو مریم آزدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من ولاة الله شيئا من أمر المسلمين فاحتجب عن حاجتهم و فقرهم احتجب الله دون حاجته﴾ ”جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے کسی کام کا حاکم بنا دیا اور وہ (ان کی ضروریات پوری کرنے کی بجائے) پردے میں ہی رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت (پوری کرنے) سے پردے میں رہیں گے۔“ (۲)

(2) حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ما من إمام أو وال يغلق بابہ دون ذوی الحاجة والخلة والمسكنة إلا أغلق الله أبواب السماء دون خلته وحاجته ومسكنته﴾ ”جو بھی امام یا وال اپنے دروازے کو حاجت مند، فقیر اور مسکین لوگوں (کے تعاون) سے بند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی آسمان کے دروازوں کو اس کے فقر، اس کی حاجت اور اس کی مسکینی (دور کرنے) سے بند کر دے گا۔“ (۳)

تاہم حکمران کے لیے بوقت ضرورت حجاب کرنا جائز ہے کیونکہ اس کے نفس، اس کے اہل و عیال اور اس کے ضيوف کا بھی اس پر حق ہے۔ (۴)

جیسا کہ ایک حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿إن لربك عليك حقا و لنفسك عليك حقا و لأهلك عليك حقا﴾ ”بیٹھک تمہارے رب کا، تمہارے نفس کا اور تمہارے گھر والوں کا تجھ پر حق ہے۔“ (۵)

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی بعض اوقات حجاب اختیار فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے دربان تھے۔ (۶)

ایک اور روایت میں یہ مذکور ہے کہ ﴿أنه كان له (لعمري) حاجب يقال له يرفأ﴾ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے ایک

(۱) [صحیح: إرواء الغلیل (۲۲۶/۸)؛ (۲۶۰۰) احمد (۱۱۱/۱) ابو داؤد (۳۵۸۲) کتاب القضاء: باب کیف القضاء، ترمذی (۱۳۳۱) ابن حبان (۵۰۴۲)]

(۲) [صحیح: الصحیحة (۶۲۹) ابو داؤد (۲۹۴۸) کتاب الخراج: باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية والحجة عنه؛ ترمذی (۱۳۳۳) حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [فتح الباری (۱۳۳/۱۳)]

(۳) [صحیح: الصحیحة (۶۲۹) المشكاة (۳۷۲۸) صحیح ابو داؤد (۲۶۱۴) ترمذی (۱۳۳۲) کتاب الأحكام: باب ماجاء فی إمام الرعية؛ احمد (۲۳۱/۴) حاکم (۹۴/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۳۶۳/۵)]

(۵) [بخاری (۱۹۶۸) کتاب الصوم: باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع]

(۶) [بخاری (۳۶۷۴) کتاب فضائل أصحاب النبی: باب، مسلم (۲۴۰۳)]

- حاجب (در بان) تھا جسے ریفاً کہا جاتا تھا۔“ (۱)
- (شوکانی) حاکم کو چاہیے کہ عوام کو فیصلے کی جگہ پر یکبارگی نہ بلا لے بلکہ ایک ایک کر کے بلا لے تاکہ شور و غل کی وجہ سے فیصلے میں خرابی نہ ہو۔ (۲)
- (ابن حجر) علما کا اتفاق ہے کہ پہلے آنے والے کا پہلے فیصلہ کرنا چاہیے اور اسی طرح مسافر کا مقیم سے پہلے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ جسے دربان یا حاجب مقرر کیا جائے وہ امین، ثقہ، پاکدامن، حسن اخلاق جاننے والا اور لوگوں کے ذہنوں کو سمجھنے والا ہو۔ (۳)

بقدر ضرورت حاکم اپنے مددگار بھی رکھ سکتا ہے ① اور صلح کرانے کے لیے سفارش، جھکاؤ، طبعی اور رہنمائی بھی کر سکتا ہے۔ ②	وَيَجُوزُ لَهُ اتِّخَاذُ الْأَعْوَانِ مَعَ الْحَاجَةِ وَالشَّفَاعَةَ وَالْإِسْتِصْخَاعَ وَالْإِزْشَادَ إِلَى الصَّلْحِ
---	--

① حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿إِنْ قِيسَ بْنَ سَعْدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَكُونُ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ ﷺ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشَّرْطِ مِنَ الْأَمِينِ﴾ ”حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پاس ایسے تھے جیسے امیر کا کوئی سپاہی ہوتا ہے۔“ (۴)

اس حدیث میں یہ جواز موجود ہے کہ حکام و أمراء نقصان سے بچاؤ کے لیے مددگار (سپاہی وغیرہ) مقرر کر سکتے ہیں۔ (۵)

② حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما نے ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا۔ مسجد میں جب دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر سے سن لیا اور کمرے کا پردہ ہٹا کر کعب رضی اللہ عنہما کو بلایا اور کہا ﴿لَا تَقْرَبُوا مَنَازِلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ﴾ ”اپنے قرض سے اتنا چھوڑ دو اور آپ نے نصف کا اشارہ کیا“ تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے ایسا کر دیا پھر آپ ﷺ نے مقروض سے کہا ﴿قُمْ فَاقْضِهِ﴾ ”کھڑے ہو جاؤ اور اسے قرض ادا کر دو۔“ (۶)

اس معنی کی احادیث پیچھے ”باب الصلح“ میں گزر چکی ہیں مزید تفصیل کے لیے اس کی طرف رجوع کریں۔

(۱) [بخاری (۳۰۹۴) کتاب فرض الخمس : باب 'مسلم (۱۷۵۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۳۶۳/۵)]

(۳) [فتح الباری (۳۰۱۵)]

(۴) [بخاری (۷۱۵۵) کتاب الأحکام : باب الحاكم يحكم بالقتل على من وجب عليه دون الإمام الذي فوهه 'ترمذی (۳۸۵۰)]

(۵) [فتح الباری (۳۳/۱۵)]

(۶) [بخاری (۴۵۷) کتاب الصلاة : باب التقاضي والملازمة في المسجد 'مسلم (۱۵۵۸) ابو داود (۳۵۹۵)

ابن ماجه (۲۴۲۹) نسائی (۲۳۹/۸) ابن حبان (۵۰۴۸) احمد (۳۹۰/۶) دارمی (۲۶۱/۲) طبرانی

[۱۲۷/۱۹]

قاضی کا فیصلہ صرف ظاہری طور پر نافذ ہوگا۔ ①

وَحُكْمُهُ يُنْفَذُ ظَاهِرًا فَقَطْ

① حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ يَكُونُ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي بَيْنَهُمْ مَا أَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتَ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلْيَأْخُذْ بِهَا مَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ﴾ ”میں تو صرف ایک انسان ہوں تم لوگ اپنے جھگڑے میرے پاس لے کر آتے ہو اور تم میں سے بعض اپنے دلائل بڑی خوبی و چرب زبانی سے بیان کرتا ہے تو میں نے جو کچھ سنا ہوتا ہے اسی کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں پس جسے اس کے بھائی کے حق میں سے کوئی چیز دوں تو میں اس کے لیے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔“ (۱)

(نوویؒ) یہ سمجھنا کہ حاکم کا حکم ظاہر و باطن کو حلال کر دیتا ہے اس صحیح حدیث اور اجماع کے خلاف ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) حاکم کا فیصلہ حرام باطن کو حلال نہیں کر سکتا۔ (۳)

(شافعیؒ) حاکم کا حکم حرام کو حلال نہیں کرتا اس پر اجماع ہے۔

(ابن حجرؒ) یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ حاکم کا حکم صرف ظاہری طور پر ہی نافذ ہوگا اور اس کا کوئی مانع بھی نہیں۔

(جمہور، قاضی ابویوسفؒ) اس طرح باطنی طور پر حکم نافذ نہیں ہوگا کہ اس سے حلال حرام ہو جائے۔

(ابن حزمؒ) قاضی کا حکم اس چیز کو حلال نہیں کر سکتا جو فیصلے سے پہلے (من جانب اللہ) حرام ہو اور نہ اس چیز کو حرام کر سکتا ہے جو فیصلے سے پہلے حلال ہو۔

(ابوضیفؒ) حاکم کا حکم ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے نافذ ہوگا (احتلاف کے موقف کو سمجھنے کے لیے درج ذیل مثالیں دیکھیے):

(1) اگر دو جھوٹے گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور حاکم اس کے مطابق فیصلہ کر دے تو جدائی لازم ہو جائے گی اور گواہوں میں سے ہر ایک کے لیے اُس عورت سے نکاح جائز ہوگا (خواہ اس کے حقیقی خاوند نے اسے طلاق نہ بھی دی ہو)۔

(2) اسی طرح اگر دو جھوٹے گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کی رضا مندی سے فلاں شخص کے ساتھ کر دیا ہے اور حاکم اس کے مطابق فیصلہ کر دے تو اس عورت سے وہی وہم بستری (شرعی طور پر بھی) حلال ہو جائے گی۔ (باطنی طور پر)

(۱) [بحاری (۲۴۵۸، ۲۶۸۰، ۲۶۶۷) کتاب المظالم والغصب: باب إثم من خاصم في باطل وهو يعلمه، مسلم

(۱۷۱۳) ابو داؤد (۳۵۸۳) ترمذی (۱۳۳۹) نسائی (۲۳۳/۸) ابن ماجہ (۲۳۱۷) احمد (۲۰۳/۶) حمیدی

(۲۹۶) ابن حبان (۵۰۷۰) دارقطنی (۲۳۹/۴) بیہقی (۱۴۹/۱۰)

(۲) [شرح مسلم (۲۴۷/۶)]

(۳) [نیل الأوطار (۳۷۳/۵)]

نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خواہ فی الحقیقت کوئی چیز حرام ہو لیکن اگر حاکم اسے جائز قرار دے دے تو وہ چیز شرعی طور پر بھی حلال ہو جائے گی یعنی اسے اختیار کر لینے کی صورت میں کوئی سزا و مواخذہ نہیں ہوگا اور یقیناً یہ بات سراسر کتاب و سنت کی واضح نصوص کے خلاف ہے۔ (۱)

(راجح) حدیث کے مخالف ہر مؤقف باطل ہے اور اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کا مؤقف حدیث کے خلاف ہے۔

فَمَنْ قُضِيَ لَهُ بِشَيْءٍ فَلَا يَحِلُّ لَهُ إِلَّا إِذَا كَانَ الْحُكْمُ مُطَابِقًا لِلْوَاقِعِ	جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہے اس کے لیے وہ چیز حلال نہیں ہوگی، الا کہ فیصلہ حقیقت پر مبنی ہو۔ ①
---	--

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكْمِ لِئَاكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة: ۱۸۸]

”ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو اور نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا کر لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔“

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ فَمَنْ قُضِيَ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ مَالِ أَخِيهِ فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ ﴾

”پس جسے میں اس کے بھائی کے حق میں سے کوئی چیز دوں تو وہ اسے مت لے کیونکہ میں اس کے لیے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔“ (۲)

818- حکومت کو شرط کے ساتھ معلق کر دینا جائز ہے

غزوہ موتہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور کہا ﴿ إِنْ قَتَلَ زَيْدٌ جَعْفَرَ وَإِنْ قَتَلَ جَعْفَرٌ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ رُوْحَةَ ﴾ ”اگر زید رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور اگر جعفر رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔“ (۳)

819- جنہیں حکومت نہیں دی جا سکتی

عورت، بچہ اور جو شخص حکومتی امور سے ناواقف و عاجز ہے اسے والی و امیر بنانا جائز نہیں۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ لَنْ يَفْلَحَ قَوْمٌ وَلَوْ أَمْرَهُمْ إِمْرَأَةٌ ﴾ ”وہ قوم کبھی فلاح یاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنے معاملات

(۱) [شرح مسلم للنووی (۳۴۷/۶) نیل الأوطار (۳۷۳/۵) فتح الباری (۸۰/۱۵) شرح معانی الآثار (۱۵۵/۴)]

المحلی بالآثار (۵۱۶/۸) الروضة الندية (۵۵۰/۲) فقو الآثار (۱۸۴۲/۵) سبل السلام (۱۹۲۱/۴)]

(۲) [بخاری (۶۹۶۷) کتاب الحیل: باب إذا غضب حارثة فرعم أنها ماتت فقضى بقیمته..... مسلم (۳۲۳۱) نسائی

(۵۳۰۶) احمد (۲۵۲۸۶) مؤطا (۱۲۰۵)]

(۳) [بخاری (۴۲۶۱) کتاب المغازی: باب غزوة موتة من أرض الشام، احمد (۲۹۹/۵)]

- کسی عورت کے سپرد کر دیے۔“ (۱)
- (۲) ایک اور حدیث میں ہے کہ ﴿تعودوا من إمارة الصبيان﴾ ”بچوں کی حکومت سے پناہ مانگو۔“ (۲)
- (۳) جہنم میں جانے والا ایک قاضی وہ ہوگا جس نے جہالت پر ہی فیصلہ کر دیا۔ (۳)
- (۴) نبی ﷺ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی کہ ﴿أراك ضعيفا..... لا تأمرن علی انہین﴾ ”میں تمہیں کمزور سمجھتا ہوں..... دو آدمیوں پر بھی ہرگز امیر نہ بننا۔“ (۴)

820- منصب قضا پر اجرت لینے کا حکم

منصب قضا پر اجرت لینا جائز ہے جبکہ حد سے تجاوز نہ ہو۔

(۱) قاضی شریعہ عہدہ قضا پر اجرت لیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (یتیم کا) نگران اپنے کام کے مطابق خرچہ لے گا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی (خلیفہ ہونے پر) بیت المال سے بقدر کفایت تنخواہ لی تھی۔“ (۵)

(۲) حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب ان کے پاس گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا مجھ سے جو کہا گیا ہے وہ صحیح ہے کہ تمہیں لوگوں کے کام سپرد کیے جاتے ہیں اور جب اس کی تنخواہ دی جاتی ہے تو تم اسے لینا ناپسند کرتے ہو۔ (عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) یہ صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا اس سے مقصد کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس گھوڑے اور غلام ہیں اور میں خوشحال ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میری تنخواہ مسلمانوں پر صدقہ ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے بھی اسی کا ارادہ کیا تھا جس کا تم نے ارادہ کیا ہے۔ آپ ﷺ مجھے عطا فرماتے تو میں کہہ دیتا کہ اسے مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو عنایت کر دیجیے۔ آخر آپ ﷺ نے مجھے ایک بار مال عطا کیا اور میں نے وہی بات دہرائی کہ اسے ایسے شخص کو دے دیجیے جو اس کا مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿خذہ فتمولہ و تصدق بہ فما جاءك من هذا المال و أنت غير مشرف ولا سائل فخذہ و إلا فلا تتبعہ نفسك﴾ ”اسے پکڑو اور اس کا مالک بننے کے بعد اسے صدقہ کرو۔ یہ مال تمہیں جب اس طرح ملے کہ تم اس کے نہ خواہش مند ہو اور نہ تم نے اسے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ لگا کرو۔“ (۶)

(۱) [بخاری (۴۴۲۵) کتاب المغازی : باب کتاب النبی الی کسری و قیصر ، ترمذی (۲۲۶۲) احمد ((۴۳/۵))]

(۲) [احمد (۳۲۶/۲) مجمع الزوائد (۲۲۳/۷)]

(۳) [ابو داؤد (۳۵۷۳) کتاب القضاء : باب فی القاضی یخطیعی ، ابن ماجہ (۲۳۱۵) حاکم (۹۰/۴)]

(۴) [مسلم (۱۸۲۵) کتاب الإمارة : باب کراهة الإمارة بغير ضرورة ، احمد (۱۷۳/۵)]

(۵) [بخاری (قبل الحدیث / ۷۱ ۶۳) کتاب الأحکام : باب رزق الحکام و العاملین]

(۶) [بخاری (۷۱ ۶۳) کتاب الأحکام : باب رزق الحکام و العاملین علیہا]

- (ابن حزمؒ) عہدہ قضا پر رزق (اجرت) لینا جائز ہے۔ (۱)
 (صدیق حسن خانؒ) بقدر ضرورت بیت المال سے اجرت لینا اس قاضی کے لیے جائز ہے جو لوگوں کے اموال سے اجتناب کرتا ہو اور حرص و طمع نہ رکھتا ہو۔ (۲)
 (جمہور) بقدر کفایت حکومت و قضا کی تنخواہ لینا جائز ہے۔ (۳)
 (ابوبلی کراہیسیؒ) قاضی کے لیے قضا پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (۴)
 (ابن حجرؒ) مجھے فقہاء کے مابین اس مسئلہ کے متعلق کسی اختلاف کا علم نہیں۔ (۵)

821- حاکم کے لیے رعایا پر ظلم و زیادتی کرنا حرام ہے

(1) ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ [النساء: ۴۰]

”بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتے۔“

(2) ﴿وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُدْفَهُ عَدَابًا كَبِيرًا﴾ [الفرقان: ۱۹]

”اور تم میں سے جو ظلم و زیادتی کرے گا ہم اُسے بہت بڑا عذاب چکھائیں گے۔“

(3) ﴿فَقَطِّعْ ذَائِبِ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الأنعام: ۴۵]

”پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

(4) ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُغْفِرَ لَهُمْ﴾ [النساء: ۱۶۸]

”بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ انہیں بخش دے۔“

(5) ﴿وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَيَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ [هود: ۱۱۳]

”اور تم اُن لوگوں کی طرف مائل مت ہو جاؤ جنہوں نے ظلم کیا پس تمہیں آگ چھو لے گی۔“

(6) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

ارشاد فرمایا ﴿يا عبادي اِنِّي حرمت الظلم على نفسي، وجعلته بينكم محرما فلا تظالموا﴾ ”اے میرے بندو!

بیگم میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کیا ہے۔ اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے لہذا تم ایک دوسرے پر ظلم

مت کرو۔“ (۶)

(۱) [المحلی بالآثار (۵۳۶/۸)]

(۲) [الروضة النديه (۵۳۹/۲)]

(۳) [فتح الباری (۵۱۸/۱۶)]

(۴) [أيضا]

(۵) [أيضا]

(۶) [مسلم (۲۵۷۷) کتاب البر والصلة والآداب : باب تحريم الظلم، ترمذی (۲۴۹۵) ابن ماجہ (۴۲۵۷)]

(7) حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اتقوا الظلم ، فإن الظلم ظلمات يوم القيامة ، واتقوا الشح فإن الشح أهلك من كان قبلكم ، حملهم على أن سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم ﴾ ”ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہیں۔ اور بخجلی سے بچو کیونکہ بخجلی نے ہی تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا انہیں اس بات پر ابھارا کہ وہ لوگوں کا خون بہائیں اور ان کی محارم کو حلال بنا لیں۔“ (۱)

(8) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الظلم ظلمات يوم القيامة ﴾ ”ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہیں۔“ (۲)

(9) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ إياكم والظلم ، فإن الظلم هو الظلمات يوم القيامة ﴾ ”ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔“ (۳)

(10) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تظلموا فتذعوا فلا يستجاب لكم وتستسقوا فلا تسقوا وتستنصروا فلا تنصروا ﴾ ”ظلم مت کرو پھر تم دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی اور تم پانی مانگو گے لیکن تمہیں نہیں پلایا جائے گا اور تم مدد طلب کرو گے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔“ (۴)

822- ظالم حکمران کا انجام

(1) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن أشد أهل النار عذابا يوم القيامة من قتل نبيًا أو قتله نبي وإمام حائر ﴾ ”بے شک قیامت کے دن جہنمیوں میں سے سب سے سخت عذاب اُسے ہوگا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا اسے کسی نبی نے قتل کیا اور ظالم حکمران کو۔“ (۵)

(2) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ ما من أمير عشرة إلا يوتى به يوم القيامة مغلولاً لا يفكه إلا العدل ﴾ ”جو شخص دس آدمیوں کا امیر بنا اسے قیامت کے دن طوق ڈال کر لایا جائے گا اسے کوئی چیز نہیں چھڑا سکے

(۱) [مسلم (۲۵۷۸) کتاب البر والصلة والآداب : باب تحريم الظلم]

(۲) [بخاری (۲۴۴۷) کتاب المظالم والغصب : باب الظلم ظلمات يوم القيامة ، مسلم (۲۵۷۹) ترمذی (۲۰۳۰)]

(۳) [صحیح : صحیح الترغیب (۲۲۱۷) کتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وحذله والترغيب في نصرته ، ابن حبان في صحيحه (۶۲۱۵) حاکم (۱۱/۱)]

(۴) [الترغيب والترهيب (۳۲۸۲) کتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وحذله والترغيب في نصرته رواه طبرانی في الأوسط]

(۵) [حسن : الصحيحه (۲۸۱) صحیح الترغیب (۲۱۸۵) کتاب القضاء : باب ترغيب من ولي شيئا من أمور المسلمين في العدل إماما كان أو غيره وترهيبه أن يشق على رعيته ، بزار في كشف الأستار (۱۶۰۳) رواه الطبرانی]

کی مگر صرف اس کا کیا ہوا عدل۔“ (۱)

(3) ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ ما من أمير عشرة إلا يؤتى به مغلولاً يوم القيامة حتى يفك العذل أو يوبقه الجور ﴿﴾ جو بھی دس آدمیوں کا امیر بنا اسے قیامت کے دن طوق پہنائے ہوئے لایا جائے گا حتیٰ کہ اسے (اس کا) عدل چھڑالے گا یا (اس کا کیا ہوا) ظلم اُسے ہلاک کر دے گا۔“ (۲)

(4) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ صنغان من أمتي لن تنالهما شفاعتي : إمام ظلوم غشوم و كل غال مارق ﴿﴾ ”میری امت کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں ہرگز میری شفاعت نہیں پہنچے گی۔ ظالم و غاصب حکمران اور ہر خائن اور دین سے نکل جانے والا شخص۔“ (۳)

(5) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ إن الله يملئ للظالم فإذا أخذه لم يفلته ثم قرأ ” وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَلِيمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ “ [هود: ۱۰۲] ﴿﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں پھر جب اُسے پکڑ لیتے ہیں تو اسے نہیں چھوڑتے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی ”اور اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے اور وہ ظالم ہوتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ سخت دردناک ہے۔“ (۴)

823- مظلوم کی بددعا سے بچو

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا اور نہیں یہ نصیحت کی کہ ﴿﴾ اتق دعوة المظلوم فإنه ليس بينها وبين الله حجاب ﴿﴾ ”مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ بے شک اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔“ (۵)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ ثلاثة لا ترد دعوتهم : الصائم حتى يفطر، والإمام العادل، ودعوة المظلوم يرفعها الله فوق الغمام ويفتح لها ابواب السماء، ويقول الرب : وعزتي

(۱) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (۲۱۹۸) كتاب القضاء : باب ترغيب من ولي شيئا من أمور المسلمين في العدل إماما كان أو غيره وترهيبه أن يشق على رعيته ' احمد (۴۳۱/۲)]

(۲) [صحيح : صحيح الترغيب (۲۰۰) كتاب القضاء : باب ترغيب من ولي شيئا من أمور المسلمين في العدل إماما كان أو غيره وترهيبه أن يشق على رعيته ' بزار في كشف الأستار (۱۶۴۰) طبرانی في الأوسط]

(۳) [حسن : صحيح الترغيب (۲۲۱۸) كتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وحذله ' رواه الطبرانی في الكبير والأوسط]

(۴) [بخاری (۴۶۸۶) كتاب تفسير القرآن : باب قوله وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى وهي ظالمة ' مسلم (۲۵۸۳) ترمذی (۳۱۱۰)]

(۵) [بخاری (۱۴۹۶) كتاب الزكاة : باب أخذ الصدقة من الأغنياء وترد في الفقراء حيث كانوا ' مسلم (۱۹) ابو داود (۱۵۸۴) نسائی (۲/۵) ترمذی (۶۲۵)]

لأنصرنك ولو بعد حين ﴿﴾ ”تین بندے ایسے ہیں جن کی دعا درندیش کی جاتی: روزے دار کی دعا حتیٰ کہ وہ روزہ افطار کر لے
 عادل حکمران کی دعا اور مظلوم کی دعا اللہ تعالیٰ اسے بادلوں کے اوپر اٹھاتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول
 دیتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ میری عزت کی قسم! میں تمہاری ضرورت مدد کروں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہی۔“ (۱)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿﴾ ثلاث دعوات لا شك في اجابتهن ‘ دعوة المظلوم ‘ ودعوة المسافر ‘ و
 دعوة الوالد على الولد ﴿﴾ ”تین دعائیں ایسی ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور والد کی اپنی
 اولاد کے لیے دعا۔“ (۲)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ اتقوا دعوة المظلوم فإنها تصعد إلى
 السماء كأنها شرارة ﴿﴾ ”مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ بے شک یہ اس طرح آسمان کی طرف چڑھتی ہے گویا کہ ایک
 چنگاری ہو۔“ (۳)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ دعوة المظلوم مستجابة ‘ وإن كان
 فاجرا ‘ فنجوره على نفسه ﴿﴾ ”مظلوم کی دعا قبول کی گئی ہے اگرچہ گناہ گار ہی کیوں نہ ہو اور اس کا گناہ اس کے اپنے
 نفس پر ہے۔“ (۴)

(6) ابو عبد اللہ اسدی سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے
 ﴿﴾ دعوة المظلوم وإن كان كافرا ‘ ليس دونها حجاب ﴿﴾ ”مظلوم کی دعا خواہ وہ کافر ہی ہو اس کے درمیان (اور اللہ کے
 درمیان) کوئی پردہ نہیں ہے۔“ (۵)

(7) حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ ثلاثة تستجاب دعوتهم : الوالد
 والمسافر والمظلوم ﴿﴾ ”تین بندے ایسے ہیں جن کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ والد مسافر اور مظلوم۔“ (۶)

(۱) [احمد (۴۴۵/۲) ترمذی (۳۵۹۸) ابن ماجہ (۱۷۵۲) ابن خزیمہ (۱۹۰۱) ابن حبان فی صحیحہ (۳۴۱۹) بزار
 فی کشف الاستار (۳۱۳۹)]

(۲) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۲۲۶) کتاب القضاء : باب الترهیب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ‘ ترمذی
 (۳۴۴۸)]

(۳) [صحیح : صحیح الترغیب (۲۲۲۸) کتاب القضاء : باب الترهیب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ‘ حاکم
 (۲۹۱۱)]

(۴) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۲۲۹) کتاب القضاء : باب الترهیب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ‘ احمد
 (۳۶۷/۲)]

(۵) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۲۳۱) کتاب القضاء : باب الترهیب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ‘ احمد
 (۱۵۳/۳)]

(۶) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۲۲۷) کتاب القضاء : باب الترهیب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ‘ رواہ الطبرانی]

824- حکمران کے ظلم سے بچنے کی دعا

- (1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی بادشاہ سے ڈرتا ہو تو یہ کلمات کہے:
- ﴿ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ كُنْ لِيْ جَارًا مِّنْ شَرِّ فُلَانٍ مِّنْ فُلَانٍ وَشَرِّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَاتَّبَاعِهِمْ اَنْ يَّفْرُقَ عَلَيَّ اَحَدًا مِنْهُمْ عَزَّ جَارَكَ وَجَلَّ تَنَآوُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ﴾ (۱)
- (2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تم کسی ایسے حکمران کے پاس آؤ جس کے حملے کا تمہیں خوف ہو تو تین مرتبہ یہ کلمات کہو:

﴿ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَعَزُّ مِنْ خَلْقِهِ جَمِيْعًا اَللّٰهُ اَعَزُّ مِمَّا اَخَافُ وَاَحَدُرُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ اَنْ يَقْعَنَ عَلَيَّ الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهِ مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ وَجُنُوْدِهِ وَاتَّبَاعِهِ وَاَشْيَاعِهِ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَللّٰهُمَّ كُنْ لِيْ جَارًا مِّنْ شَرِّهِمْ جَلَّ تَنَآوُكَ وَعَزَّ جَارَكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ﴾ (۲)

- (3) حضرت ابو جعفر لائق بن حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو حکمران کے ظلم سے خائف ہو اور وہ یہ کلمات کہے:
- ﴿ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَبِالْقُرْآنِ حَكْمًا وَاِمَامًا ﴾
- تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے نجات عطا فرمادیں گے۔“ (۳)

825- اللہ کو ناراض کر کے رعایا کو راضی کرنا ناجائز نہیں

- (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من التمس رضا الله بسخط الناس رضى الله عنه وأرضى عنه الناس 'ومن التمس رضا الناس بسخط الله بسخط الله عليه ' وأسخط عليه الناس ' جو شخص لوگوں کی ناراضگی کے باوجود اللہ کو راضی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص اللہ کی ناراضگی کے باوجود لوگوں کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتے ہیں۔“ (۴)

- (۱) [صحیح موقوف : صحیح الترغیب (۲۲۳۷) کتاب القضاء : باب الترغیب فی کلمات یقولہن من خاف ظالما ' رواہ الطبرانی]
- (۲) [صحیح موقوف : صحیح الترغیب (۲۲۳۸) کتاب القضاء : باب الترغیب فی کلمات یقولہن من خاف ظالما ' ابن ابی شیبہ (۹۲۲۶)]
- (۳) [صحیح موقوف : صحیح الترغیب (۲۲۳۹) کتاب القضاء : باب الترغیب فی کلمات یقولہن من خاف ظالما ' ابن ابی شیبہ (۹۲۳۰)]
- (۴) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۲۵۰) کتاب القضاء : باب ترہیب الحاکم وغیرہ من إرضاء الناس بما یسخط اللہ عزوجل ' ابن حبان فی صحیحہ (۲۷۶)]

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أرضى الله بسخط الناس كفاه الله ومن أسخط الله برضا الناس وكله الله إلى الناس﴾ ”جس نے لوگوں کی ناراضگی کے باوجود اللہ کو راضی کیا تو اللہ تعالیٰ اسے کافی ہو جائیں گے اور جس نے لوگوں کی رضامندی کے ساتھ اللہ کو ناراض کر لیا تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد ہی کر دیں گے۔“ (۱)

826- رعایا کے ساتھ شفقت و رحمت سے پیش آنا چاہیے

- (1) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من لا يرحم الناس لا يرحمه الله﴾ ”جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتے۔“ (۲)
- (2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ﴿من لم يرحم الناس لم يرحمه الله﴾ ”جس نے لوگوں پر رحم نہ کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کریں گے۔“ (۳)
- (3) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء﴾ ”رحم کرنے والوں پر رحم کرنا ہے (لہذا) تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والوں پر رحم کرے گا۔“ (۴)
- (4) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لن تؤمنوا حتى تراحموا قالو: يا رسول الله! كلنا رحيمة؟ قال: إنه ليس برحمة أحدكم صاحبه، ولكنها رحمة العامة﴾ ”تم ہرگز مومن نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ ایک دوسرے پر رحم کرو۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر کوئی رحیم ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام لوگوں پر رحم کیا جائے۔“ (۵)

(5) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک ایسے گھر میں تھے جس میں مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ موجود

(۱) [بیہقی (۸۹۰) فی کتاب الزهد الكبير، الترغيب والترهيب (۳۲۹)]

(۲) [مسلم (۲۳۱۹) کتاب الفضائل: باب رحمته الصبيان والعيال ونواضعه وفضل ذلك، بخاری (۶۰۱۳) ترمذی (۱۹۲۲) احمد (۴۰۱۳)]

(۳) [حسن لغیرہ: صحيح الترغيب (۲۲۵۴) کتاب القضاء: باب الترغيب في الشفقة على خلق الله تعالى من الرعية، رواه الطبرانی بإسناد حسن]

(۴) [حسن لغیرہ: صحيح الترغيب (۲۲۵۶) کتاب القضاء: باب الترغيب في الشفقة على خلق الله تعالى من الرعية، ابو داود (۴۹۴۱) ترمذی (۱۹۲۴)]

(۵) [حسن لغیرہ: صحيح الترغيب (۲۲۵۳) کتاب القضاء: باب الترغيب في الشفقة على خلق الله تعالى من الرعية، رواه الطبرانی، اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔]

تھا۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہر آدمی اس امید پر کشادہ ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ اس کے پہلو میں بیٹھیں گے۔ پھر آپ ﷺ دروازے کے پاس کھڑے ہوئے اور اس کی دونوں چوکتوں کو پکڑ لیا اور کہا ﴿الائمة من قريش إذا استرحموا رحموا، وإذا حكموا عدلوا، وإذا عاهدوا وفوا فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين﴾ ”حکمران قریش سے ہوں گے..... جب ان سے رحم کی اپیل کی جائے گی تو وہ رحم کریں گے اور جب وہ فیصلہ کریں گے تو انصاف کریں گے اور جب عہد کریں گے تو پورا کریں گے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔“ (۱)

827- اچھا وزیر اور برا وزیر

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا أراد الله بالأمير خيرا جعل له وزير صدق، إن نسي ذكروه، وإن ذكر أعانته، وإذا أراد الله به غير ذلك جعل له وزير سوء إن نسي لم يذكره وإن ذكر لم يعنه﴾ ”جب اللہ تعالیٰ کسی حکمران کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے لیے ایک سچائی کا وزیر مقرر کر دیتے ہیں۔ اگر حکمران بھول جائے تو وہ اسے یاد کراتا ہے اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کا تعاون کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ حکمران کے ساتھ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے لیے برائی کا ایک وزیر مقرر کر دیتے ہیں۔ اگر حکمران بھول جائے تو وہ اسے یاد نہیں کراتا اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کا تعاون نہیں کرتا۔“ (۲)

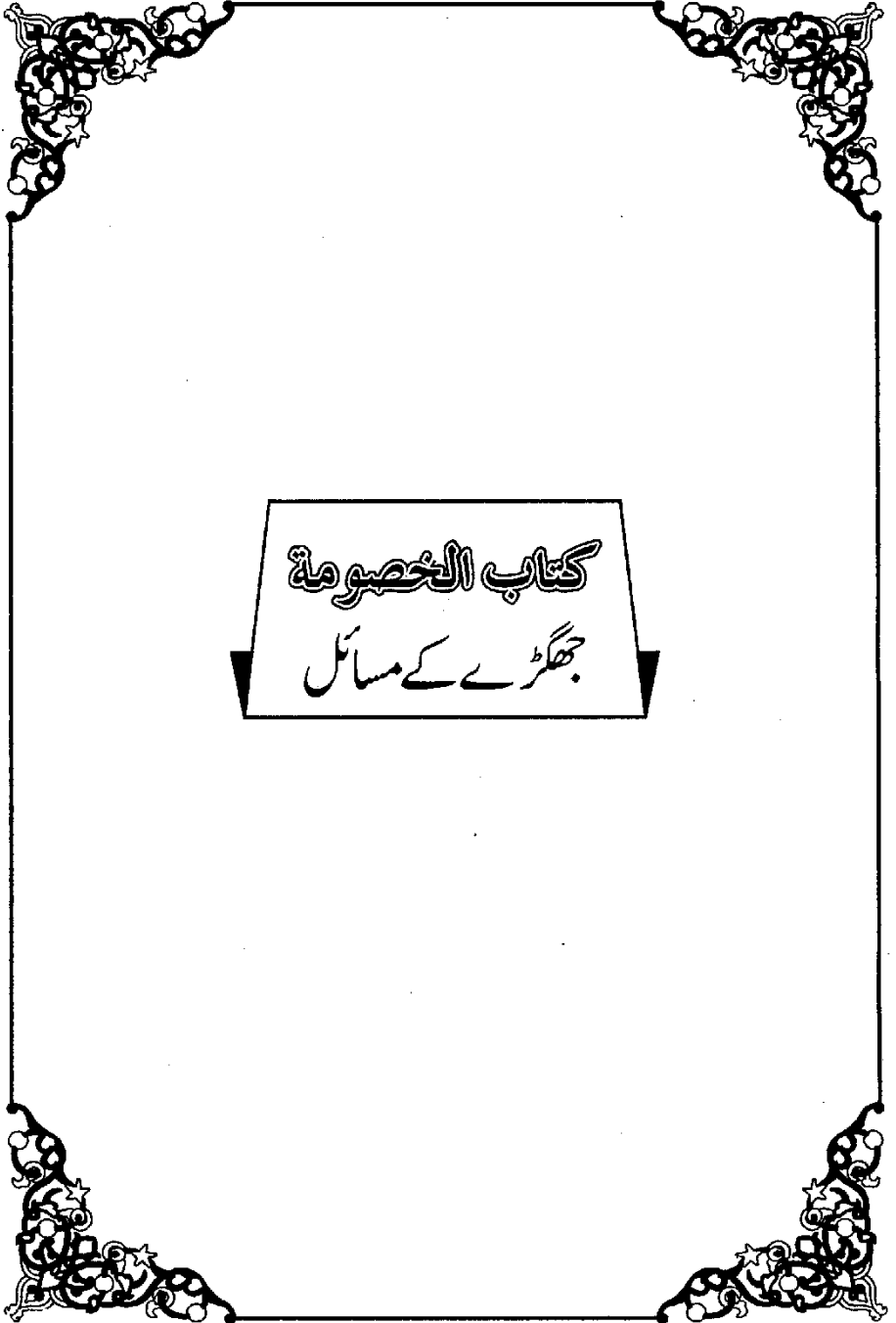
(۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ما بعث الله من نبي ولا استخلف من خليفة إلا كانت له بطانتان : بطانة تأمره بالمعروف وتحضه عليه، وبطانة تأمره بالشر وتحضه عليه، والمعصوم من عصم الله﴾ ”اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا اور نہ ہی خلیفہ مقرر کیا ہے مگر لازماً اس کے لیے دو طرح کے رازدار بنائے ہیں۔ ایک رازدار وہ جو اسے نیکی کا حکم دیتا ہے اور اس پر اسے رغبت دلاتا ہے اور دوسرا رازدار وہ جو اسے برائی کا حکم دیتا ہے اور اس پر اسے رغبت دلاتا ہے۔ اور معصوم وہ ہے جسے اللہ نے بچا لیا۔“ (۳)



(۱) [صحیح : صحیح الترغیب (۲۲۵۹) کتاب القضاء : باب الترغیب فی الشفقة علی خلق الله تعالیٰ من الرعية ' احمد (۱۲۹/۳) ابو یعلیٰ (۴۰۳۲' ۴۰۳۳) رواہ الطبرانی فی الکبیر بإسناد حسن]

(۲) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۲۹۶) کتاب القضاء : باب ترغیب الإمام وغیرہ من ولایة الأمور فی اتخاذ وزیر صالح وبطانة حسنة' ابو داؤد (۲۹۳۲) ابن حبان فی صحیحہ (۴۴۷۷) نسائی (۱۵۹/۷)]

(۳) [بخاری (۷۱۹۸) کتاب الأحکام : باب بطانة الإمام وأهل مشورته البطانة الدخلاء، الصحیحة (۱۶۴۱)]



کتاب الخصومة

جھگڑے کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَا كُنْتُمْ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴾ [آل عمران : ۴۴]

”اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿ شاهداك أو يمينه ﴾

”دو گواہ پیش کرو یا اس سے قسم لی جائے گی۔“

[بخاری (۲۶۶۹) کتاب الشہادات : باب اليمين على المدعى عليه]

کتاب الخصومة ①

جھگڑے کے مسائل

عَلَى الْمُدْعَى الْبَيِّنَةُ وَعَلَى الْمُنْكَرِ الْيَمِينُ ۖ وَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١﴾
 دلیل پیش کرنا مدعی پر اور قسم کھانا منکر (مدعی علیہ) پر لازم ہے۔ ②

① لفظ خصومة کا معنی ہے ”جھگڑا“۔ باب خَصَّصَ يَخْصِصُ (مفاعلة) جھگڑا کرنا۔ باب خَصَّصَ يَخْصِصُ (ضرب) جھگڑے میں غالب آنا۔ الْخَصْمُ، مُدْمَقَاتِلُ، بِابِ تَخَاَصَمَ وَاسْتَخَصَمَ (تفاعل، افتعال) ایک دوسرے سے جھگڑنا۔ (۱)

② (1) حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک آدمی جھگڑالے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿شاهدك أويمنه﴾ ”تجھے دو گواہ پیش کرنے ہوں گے یا پھر اس سے قسم لی جائے گی۔“ (۲)

(2) حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرموت کا اور ایک کندہ کا جھگڑالے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے حضرمی کے لیے کہا ﴿الک بينة؟ قال لا؛ قال فلك يمينه﴾ ”کیا تیرے پاس ثبوت ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تجھے اس کی قسم کو تسلیم کرنا ہوگا۔“ (۳)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ قضى باليمين على المدعى عليه﴾ ”نبی ﷺ نے علی علیہ پر قسم اٹھانے کا فیصلہ کیا۔“ (۴)

(4) ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿البينة على المدعى واليمين على من أنكر﴾ ”مدعی پر دلیل پیش کرنا لازم ہے اور قسم اٹھانے کا جس نے انکار کیا۔“ (۵)

(۱) [المنجد (ص ۲۰۸) القاموس المحيط (ص ۹۹۴)]

(۲) [بخاری (۲۶۶۹) کتاب الشهادات : باب اليمين على المدعى عليه في الأموال والحدود، مسلم (۱۳۸) احمد (۲۱۱/۵) ابو داود (۳۶۲۱) ترمذی (۲۹۹۶) ابن ماجه (۲۳۲۲)]

(۳) [مسلم (۱۳۹) کتاب الإيمان : باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، ابو داود (۳۶۲۳) ترمذی (۱۳۴۰) احمد (۳۱۷/۴) طيالسي (۱۰۲۵) مشكل الآثار (۲۴۸/۴) دارقطنی (۲۱۱/۴) بیہقی (۱۳۷/۱۰)]

(۴) [بخاری (۲۶۶۸) کتاب الشهادات : باب اليمين على المدعى عليه في الأموال والحدود، مسلم (۱۷۱۱) ابو داود (۳۶۱۹) ترمذی (۱۳۴۲) نسائی (۲۴۸/۸)]

(۵) [بیہقی فی السنن الكبرى (۲۵۲/۱۰)]

قاضی مدعی علیہ کے اقرار ① یا مردوں کی شہادت یا ایک
مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ ②

وَيَحْكُمُ الْحَاكِمُ بِالْأَقْرَارِ وَبَشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ أَوْ
رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور حضرت زید بن خالد جعفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..... ﴿وَاعْدِ يَا
أَنْبِيسَ إِلَى امْرَأَةٍ هَذَا فَبِإِنْ اعْتَرَفْتَ فَارْجَمِيهَا﴾ ”اے انیس! صبح اس کی بیوی کے پاس جاؤ اور اگر وہ (زنا کا) اعتراف
کر لے تو اسے رجم کر دینا۔“ (۱)
جب اقرار کے ذریعے رجم کیا جاسکتا ہے تو رجم سے ہلکا فیصلہ بالاولیٰ درست ہے۔

② ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ
الشُّهَدَاءِ﴾ [البقرة: ۲۸۲]
”اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنا لو پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے
پسند کرو۔“

یا ایک مرد کی شہادت اور مدعی کی قسم (کے ساتھ فیصلہ ہوگا)۔ ①

أَوْ رَجُلٍ وَيَمِينٍ الْمُدَّعِي

① (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے قسم اور
ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کیا۔“ (۲)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ﴾ ”نبی ﷺ نے قسم کے ساتھ
فیصلہ کیا جس کے ساتھ ایک گواہ بھی موجود تھا۔“ (۳)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی عراق میں قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کیا۔ (۴)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ﴾ ”نبی ﷺ نے قسم کے ساتھ

(۱) [بخاری (۲۶۹۶-۲۶۹۵) ابو داؤد (۴۴۴۴) ترمذی (۱۴۳۳) نسائی (۲۴۰/۸) ابن ماجہ (۲۵۴۹) احمد
(۱۱۵/۴) حمیدی (۸۱۱)]

(۲) [مسلم (۱۷۱۲) كتاب الأفضية: باب وجوب الحكم بشاهد ويمين' ابو داؤد (۳۶۰۸) ابن ماجہ (۲۳۷۰) احمد
(۲۴۸/۱)]

(۳) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۹۱۹) كتاب الأحكام: باب القضاء بالشاهد واليمين' ابن ماجہ (۲۳۶۹) إروا
الغلیل (۳۰۳/۸) ترمذی (۱۳۴۴) احمد (۳۰۵/۳) بیہقی (۱۷۰/۱۰)]

(۴) [صحیح: صحیح ترمذی' ترمذی (۱۳۴۵) كتاب الأحكام: باب ما جاء في اليمين مع الشاهد' دارقطنی
(۲۱۲/۴)]

فیصلہ فرمایا جس کے ساتھ ایک گواہ بھی تھا۔“ (۱)

(۵) اس معنی کی احادیث بیان کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بیس کے قریب ہے۔ (۲)

(جمہور، مالک، شافعی) مدعی کی قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے۔

(ابن حجر، شوکانی) اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ (۳)

احناف کا استدلال یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مرد کی غیر موجودگی میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کا ذکر کیا ہے اس کے بعد قسم کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ یہ استدلال اس وجہ سے غلط ہے کہ صحیح حدیث کے ذریعے ثابت ہونے والی قرآن پر زیادتی مستقل عمل کی حیثیت رکھتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے گا۔

بعض حنفیہ نے اس بات کا یوں جواب دیا ہے کہ قرآن پر حدیث کی زیادتی منسوخ ہے اور خبر واحد متواتر کو منسوخ نہیں کر سکتی نیز احادیث کی زیادتی کو قبول نہیں کیا جائے گا، لاکہ اس کے ساتھ خبر مشہور ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ کا مطلب ہے ایک حکم کو ختم کرنا اور یہاں کسی حکم کو ختم نہیں کیا گیا بلکہ قرآن کا حکم اپنی جگہ ثابت ہے اور حدیث کا حکم اپنے مقام پر۔

اگر قرآن پر حدیث کی زیادتی قابل قبول نہیں تو عورت اور اس کی پھوپھی کو ایک نکاح میں جمع کرنا اور دوسری مرتبہ چوری میں پاؤں کا ثناء وغیرہ جیسے مسائل احناف کیوں تسلیم کرتے ہیں حالانکہ یہ قرآن کے علاوہ محض سنت سے ہی ثابت ہیں۔ (۴)

(راجح) جمہور کا موقف راجح و برحق ہے۔ (۵)

○ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ صرف مالی مسائل میں ہی فیصلہ ہوگا یا دوسرے معاملات میں بھی کیا جاسکتا ہے اس میں اختلاف ہے۔

(مالک، شافعی) یہ فیصلہ صرف اموال کے معاملات میں خاص ہے۔ حدود، نکاح، طلاق، رجوع، چوری، قضا، وغیرہ میں اس کے ساتھ فیصلہ درست نہیں کیونکہ ان کی الگ تعیین موجود ہے مثلاً حد قذف میں ﴿أَرْبَعَةٌ شَهَدَاءُ﴾ [النور: ۴] ”چار گواہ“ طلاق میں ﴿أَشْهَدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ [الطلاق: ۲] ”اپنے دو عادل گواہ مقرر کرلو۔“ قرض میں ﴿وَاسْتَشْهِدُوا

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۳۰۷۶) کتاب القضاء: باب القضاء باليمين والشاهد، ابو داود (۳۶۱۰) ابن ماجہ (۲۳۶۸) ترمذی (۱۳۴۳)]

(۲) [تلخیص الحبیر (۲۰۶/۴)]

(۳) [نبیل الأوطار (۳۷۹/۵) الأم للشافعی (۲۵۶/۶) المغنی لابن قدامة (۱۲۹/۱۴) بدایة المجتہد (۴۶۷/۲)]

(۴) [نبیل الأوطار (۳۷۹/۵) - (۳۸۰)]

(۵) [فتح الباری (۶۱۰/۵)]

شَهِدْتَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ.....» [البقرة: ۲۸۲] ”دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں۔“ (۱)

(ابن حزمؒ) حدود کے علاوہ باقی سب مسائل میں قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ درست ہے اور جنہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف

نبی ﷺ نے اموال کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا وہ بات ثابت نہیں۔ (۲)

(نواب صدیق حسن خانؒ) عادل گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا واجب ہے۔ (۳)

وَبَيِّمِينَ الْمُنْكَرَ وَبَيِّمِينَ الْمُرْتَدَّ
مدعی علیہ کی قسم ❶ اور تردیدی قسم کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ ❷

❶ ایک طویل روایت میں ہے کہ ایک حضری اور ایک کندی جھگڑالے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے

کندی سے کہا ﴿أَلَكِ بَيْتَةٌ؟ قَالَ لَا قَالَ فَلَكِ بَيْتَةٌ﴾ ”کیا تیرے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے

فرمایا: پھر تجھے اس کی قسم کا اعتبار کرنا ہوگا۔“ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! وہ تو گنہگار آدمی ہے وہ پرواہ نہیں کرے گا کہ کس

بات پر قسم اٹھا رہا ہے اور وہ کسی چیز سے نہیں بچے گا (یعنی اس کے لیے جھوٹی قسم کھانا کوئی بڑی بات نہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا

﴿لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذَلِكَ﴾ ”اب تیرے لیے اس کی طرف سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔“ (۴)

❷ اس سے مراد یہ ہے کہ مدعی علیہ انکار کر دے تو مدعی سے قسم اٹھوالی جائے۔ اس کے اثبات میں کوئی واضح دلیل

موجود نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَدَّ الْبَيْمِينَ عَلَى طَالِبِ الْحَقِّ﴾ ”کہ نبی ﷺ نے

قسم کو مدعی پر لوٹا دیا۔“ لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ (۵)

البتہ وہ حدیث صحیح ہے جس میں ذکر ہے کہ قسم صرف مدعی علیہ کے ذمہ ہی ہے جیسا کہ اس میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿وَلَكِنَّ

الْبَيْمِينَ عَلَى الْمُدْعَى عَلَيْهِ﴾ ”اور لیکن قسم مدعی علیہ پر ہے۔“

وَبِعِلْمِهِ
حاکم اپنے علم کے ساتھ بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ ❶

❶ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو آدمی جھگڑالے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے

مدعی سے کہا ﴿أَقْسَمِ الْبَيْتَةَ﴾ ”دلیل پیش کرو۔“ جب وہ دلیل پیش نہ کر سکا تو آپ ﷺ نے دوسرے شخص سے کہا کہ تم قسم

اٹھاؤ۔ اس نے اللہ کی قسم اٹھالی (جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں) کہ اس کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں۔ تو رسول اللہ

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الروضة الندية (۵۵۷-۵۵۶/۲) المسوی (۲۲۶/۲)]

(۲) [المحلی بالآثار (۴۹۰/۸-۴۹۱)]

(۳) [الروضة الندية (۵۵۸/۲) اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: أعلام الموقعين (۳۲۱/۱-۳۸)]

(۴) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۰۸۴) كتاب القضاء : باب الرجل يحلف على علمه فيما غاب عنه ابو داود

(۳۱۲۳)]

(۵) [ضعيف : إرواء العليل (۲۶۷/۸) (۲۶۴۲) دارقطنی (۲۱۳/۴) حاکم (۱۰۱/۴)]

ﷺ نے فرمایا ﴿قد فعلت ولكن غفر لك بإخلاص لا إله إلا الله﴾ ”تو نے ایسا کیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے لایزالہ، لا اللہ کے اخلاص کی وجہ سے تجھے بخش دیا ہے۔“

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿بل هو عندك ادفع إليه حقه﴾ ”بلکہ وہ چیز تیرے پاس ہی ہے لہذا اسے اس کا حق ادا کر دو۔“ (۱)

(2) امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((من رأى للقاضي أن يحكم بعلمه في أمر الناس إذا لم يخف الظنون والنهمة)) ”جس کا یہ خیال ہے کہ قاضی لوگوں کے معاملات میں اپنے علم کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہے جبکہ وہ (برے) گمان اور تہمت سے نہ ڈرتا ہو۔“

اور اس باب کے تحت یہ حدیث لائے ہیں:

نبی ﷺ نے حضرت ہند بن ابی اسدؓ کو کہا ﴿خذى ما يكفيك وولدك بالمعروف﴾ ”(اس کے مال سے) معروف طریقے سے اس قدر پکڑ لو جتنا تمہیں اور تمہارے بچے کو کافی ہو۔“ (۲)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی ثبوت اور گواہوں کے محض اپنے علم کے مطابق ہی فیصلہ کر دیا۔ (ابوضیفہ، ابو یوسف) قاضی اپنے علم کے مطابق صرف مالی مسائل میں ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

(بعض مالکیہ، شافعیہ) قاضی اپنے علم کے مطابق حدود کے علاوہ تمام معاملات میں فیصلہ کر سکتا ہے۔ (ابن عربیؒ) محض اپنے علم کے ساتھ کوئی فیصلہ بھی نہیں کر سکتا۔

(شوکانیؒ) اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حاکم کے لیے اپنے علم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے۔ (۳)

(ابن حزمؒ) اپنے علم کے ساتھ حاکم پر تمام معاملات کا فیصلہ کرنا فرض ہے۔ (۴)

(راجح) حاکم کے لیے مطلق طور پر تمام معاملات میں اپنے علم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے۔ (۵)

غیر عادل ❶، خانہ دشمن جسے تہمت لگی ہو، ایک گھر سے وابستہ شخص ❷ اور قازف (تہمت لگانے والے) ❸ کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةٌ مَنْ لَيْسَ بِعَدْلٍ وَلَا الْخَائِنِ وَلَا ذِي الْعَدَاوَةِ وَالْمُتَّهَمِ وَالْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ وَالْقَاضِي

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [صحيح: صحيح ابو داود (۲۸۰۳) كتاب الأيمان والنذور: باب في الحلف كاذبا متعمدا، ابو داود (۳۲۷۵)]

نسائي في السنن الكبرى (۴۸۹/۳) (۶۰۰۶) احمد (۲۵۳/۱) حاكم (۹۵/۴)

(۲) [بخاری (قبل الحديث ۷۱۶۱) كتاب الأحكام: باب من رأى للقاضي أن يحكم بعلمه]

(۳) [نيل الأوطار (۱۳۸۲/۵) فتح الباری (۶۴/۱۵)]

(۴) [المحلى بالآثار (۵۲۳/۸)]

(۵) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (۳۸۴/۵) الروضة الندية (۵۶۱/۲)]

﴿ وَأَشْهَدُوا ذَوِي عَدْلٍ مِنْكُمْ ﴾ [الطلاق : ۲]

”اپنے میں سے دو عادل افراد کو گواہ بناؤ۔“

(2) ﴿ بِمَنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ ﴾ [البقرة : ۲۸۲]

”(انہیں گواہ بناؤ) جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کر لو۔“

(3) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾ [الحجرات : ۶]

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔“

(4) اس بات پر اجماع ہے کہ فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ (۱)

② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا ذی غمیر علی أخیه ولا تجوز شهادة القانع لأهل البیت ﴾ ”خائن مرد اور خائن عورت کی گواہی جائز نہیں اور کینہ رکھنے والے کی گواہی اس کے بھائی کے خلاف جائز نہیں اور جو شخص کسی دوسرے کے زیر کفالت ہو اس کی گواہی کفیل خاندان کے حق میں جائز نہیں۔“ (۲)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا زان ولا زانية ﴾ ”خائن مرد اور خائن عورت کی گواہی جائز نہیں۔“ (۳)

(جمہور شافعی، مالک، احمد) دشمن کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

(ابوحنیفہ) دشمن کی گواہی قبول کی جائے گی۔ (۴)

(راجع) برحق بات یہی ہے کہ دشمن کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ (۵)

② اس بات پر بھی اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے کہ غلام کی اپنے مالک کے حق میں گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ (۶)

③ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ يَأْتُوا بِنَبَأٍ فَجُلِدُوهُنَّ فَجُلِدُوهُنَّ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُنَّ

(۱) [البحر الزخار (۲۴/۵) نیل الأوطار (۳۸۷/۵) الروضة الندية (۵۶۲/۲)]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود (۳۰۶۷) كتاب القضاء : باب من ترد شهادته ، احمد (۱۸۱/۲) ابو داود (۳۶۰۰) دار قطنی (۵۲۸) بیہقی (۲۰۰/۱۰) تاریخ دمشق لا بن عساکر (۱۸۷/۱۵) شیخ حازم علی قاضی نے اسے حسن کہا ہے۔

[التعلیق علی سبل السلام (۱۹۳۱/۴)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۰۶۸) كتاب القضاء : باب من ترد شهادته ، ابو داود (۳۶۰۱) تلخیص الحیر

(۱۹۸/۴) إرواء الغلیل (۲۶۶۹)]

(۴) [الأم (۱۶/۷) - ۸۸) المبسوط (۱۳۳/۱۶) المغنی (۱۷۴/۱۴) بداية المجتهد (۴۶۴/۲)]

(۵) [نیل الأوطار (۳۸۷/۵)]

(۶) [البحر الزخار (۳۶/۵) الروضة الندية (۵۶۴/۲)]

شَهَادَةٌ أَبَدًا وَأَوْلَيْكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿النور: ٤﴾

”جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو انہیں اسی (80) کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو یہ فاسق لوگ ہیں۔

توبہ کے بعد قاذف کی گواہی قبول ہوگی یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ استثناء کا مرجع دو جملے ﴿وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأَوْلَيْكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ہیں یا ایک جملہ ﴿وَأَوْلَيْكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (مالک، شافعی، احمد) ان کے نزدیک استثناء کا مرجع دونوں جملے ہیں لہذا قاذف کی گواہی توبہ کے بعد قبول کی جائے گی۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- (1) آیت میں واضح اشارہ موجود ہے کہ ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا﴾ ”مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں۔“
- (2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿التائب من الذنب كمن لا ذنب له﴾ ”گناہ سے توبہ کرنے والا شخص اس طرح ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔“ (۱)
- (3) کفر قذف سے بڑا جرم ہے جب کافر کی توبہ قبول ہے تو قاذف کی کیوں نہیں؟
- (4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں کو زنا کی حد لگائی اور انہیں کہا ﴿توبوا تقبل شهادتکم فتاب رجلان ولم يتب أبو بكر﴾ ”توبہ کر لو تمہاری گواہی قبول کی جائے گی تو دو آدمیوں نے توبہ کر لی لیکن ابو بکر نے نہیں کی پھر ابو بکرہ کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی۔“ (۲)
- (ابو حنیفہ) استثناء کا مرجع صرف آخری جملہ ہے۔ یعنی توبہ کے بعد فسق کی صفت تو ختم ہو جائے گی لیکن گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- (1) قرآن میں اللہ تعالیٰ نے قاذف کی گواہی قبول نہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے ﴿أَبَدًا﴾ کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ تہمت لگانے والے کی کبھی بھی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔
- (2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی جانب لکھ کر بھیجا ﴿المسلمون عدول بعضهم على بعض إلا مخلود في حد﴾ ”مسلمان ایک دوسرے پر عادل ہیں مگر وہ جسے کسی حد میں کوڑے لگائے گئے ہوں۔“ (۳)
- واضح رہے کہ جسے کسی حد میں تہمت لگی ہو اس کا غیر عادل ہونا اور لفظ ”أبدًا“ سے ہمیشہ گواہی قبول نہ کرنے کا استدلال

(۱) [صحيح: صحيح ابن ماجه (٣٤٢٧) كتاب الزهد: باب ذكر التوبة، ابن ماجه (٤٢٥٠)]

(۲) [مصنف عبد الرزاق (٣٨٤/٧) (١٣٥٦٤)]

(۳) [صحيح: إرواء الغليل (٢٦١٩) ابن أبي شيبة (١٧/٦) دار قطنی (٢٠٧/٤) بیہقی (١٣٥/١٠)]

اس وقت تک ہو سکتا ہے جب تک وہ توبہ نہ کرے اور جب وہ توبہ کر لے تو ان شاء اللہ وہ شخص ایسے ہی ہے جیسے اس پر کوئی گناہ تھا ہی نہیں۔ (۱)

(ابن حزم) توبہ کے بعد گواہی قبول کر لی جائے گی۔ (۲)

(بخاری) صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں کہ ”حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ پر تہمت لگانے کی وجہ سے ابو بکرؓ، شبل بن معبد اور نافع کو کوڑے لگائے پھر انہیں توبہ کرنے کا کہا اور فرمایا ﴿من تاب قبلت شہادته﴾ ”جو توبہ کرے گا میں اس کی گواہی قبول کروں گا۔“ (۳)

(جمہور) توبہ کے بعد قاذف کی گواہی قبول کی جائے گی۔ (۴)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔

وَلَا بَدْوَىٰ عَلَىٰ صَاحِبِ قَرْيَةٍ

اور نہ ہی شہری کے خلاف دیہاتی کی گواہی قبول کی جائے گی۔ ①

① حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تحوز شہادۃ بدوی علی صاحب قریۃ﴾ ”کسی دیہاتی کی شہری کے خلاف گواہی جائز نہیں۔“ (۵)

(خطابی) ”دیہاتی کی شہادت سے کراہت اس لیے ہے کیونکہ (ممکن ہے) وہ علم میں کمی کے باعث شہادت کا حق ادا نہیں کریں گے اور (بات کو) اصل واقعہ سے تبدیل کر دیں گے۔ (۶)

امام احمدؒ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت اس حدیث پر عمل کی قائل ہے مگر انہوں نے اسے اس دیہاتی پر محمول کیا ہے جس کی عدالت و ثقاہت معلوم نہ ہو اور اغلباً ان کی یہ صفت نامعلوم ہی ہوتی ہے۔ (۷)

(شوکانی) یہی بات راجح ہے۔ (۸)

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: التعلیق علی الروضة الندیة للشیخ صبیحی حسن خلاق (۵۶۶/۲) فتح الباری (۹۸/۷)]

المحلی بالآثار (۵۲۹/۸-۵۳۰)

(۲) [ایضاً]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث / ۲۶۴۸) کتاب الشہادات : باب شہادۃ القاذف والسارق والزانی]

(۴) [فتح الباری (۹۸/۷)]

(۵) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۸۹/۸) (۲۶۷۴) ابو داؤد (۳۶۰۲) کتاب القضاء : باب شہادۃ البدوی علی أهل

الأمصار' ابن ماجہ (۲۳۶۶) بیہقی (۲۵۰/۱۰)]

(۶) [معالم السنن (۱۷۰/۴)]

(۷) [المغنی (۳۶/۱۲)]

(۸) [نیل الأوطار (۳۸۸/۵)]

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے چاند دیکھنے کے متعلق ایک دیہاتی کی گواہی قبول فرمائی تھی۔ (۱)

وَيَجُوزُ شَهَادَةُ مَنْ يَشْهَدُ عَلَى تَفْرِيرِ فَعْلِهِ
أَوْ قَوْلِهِ إِذَا انْتَفَتِ التُّهْمَةُ

ایسے شخص کی شہادت جائز ہے جو اپنے قول یا فعل کو ثابت کرنے کے لیے شہادت دے جب کہ اس کی صورت تہمت کی نہ ہو۔ ❶

❶ (۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ شریعت میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے دودھ پلانے والی عورت کی گواہی قبول کر لی اور حرمت کا حکم لگا دیا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی تو ایک عورت نے آکر کہا ﴿إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكَمَا﴾ ”میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے“ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے مجھے اس عورت (بیوی) کو چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ (۲)

(راجح) راجح بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ماتن کا موقف درست نہیں کیونکہ حدیث میں عورت نے صرف ایک خبر دی تھی اور پھر اسے قاعدہ کلیہ بنا لیا اور ہر ایک کے لیے جائز قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ جب کہ قرآن میں واضح حکم موجود ہے کہ ”دو عادل گواہ مقرر کرو۔“ نیز رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی کوئی ایسا مسئلہ منقول نہیں۔ (واللہ اعلم)

جھوٹی شہادت بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ ❶

وَشَهَادَةُ الزُّورِ مِنَ أَكْبَرِ الْكِبَايِرِ

❶ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ [الحج : ۳۰]

”اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔“

(۲) ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ [الفرقان : ۷۲]

”وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔“

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿الشرك بالله، وعقوق الوالدين وقتل النفس رشهادة الزور﴾ ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا“ ناحق کسی جان کا قتل اور جھوٹی گواہی دینا۔“ (۳)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۰۵۲) کتاب الصیام : باب فی شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال رمضان ، ابو داؤد (۲۳۴۲)]

(۲) [بخاری (۲۶۶۰) کتاب الشہادات : باب شہادۃ المرصعة]

(۳) [بخاری (۲۶۵۳) کتاب الشہادات : باب ما قبل فی شہادۃ الزور ، مسلم (۸۸) ترمذی (۱۲۰۷) نسائی (۸۸/۷)]

احمد (۱۳/۳)

(4) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ نہ بتلاؤں؟“ تین مرتبہ آپ ﷺ نے اس طرح فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا والدین کی نافرمانی کرنا! آپ ﷺ اس وقت ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے لیکن اب آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا ﴿ألا وقول الزور﴾ ”خبردار! اور جھوٹی بات بھی (کبیرہ گناہ ہے)“ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس جملے کو اتنی مرتبہ بیان کیا کہ صحابہ کہتے ہیں ہم نے کہا کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔ (۱)

وَإِذَا تَعَارَضَ الْبَيْنَتَانِ وَلَمْ يُوجَدْ وَجْهُ
تَرْجِيحِ قِسْمِ الْمُدْعَى

جب دو دلائل باہم متعارض ہو جائیں اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہ ہو تو مدعی (وہ چیز جس کا دعویٰ کیا گیا ہے) کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ ❶

❶ عہد نبوی میں دو آدمیوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا۔ پھر اس پر دونوں نے دو دو گواہ بھی پیش کر دیے تو ﴿فقسمه النبي﴾ ﴿بينهما نصفين﴾ ”نبی ﷺ نے اسے دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا۔“ (۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ دونوں آدمیوں کے پاس نہ تو کوئی ثبوت تھا اور نہ کوئی گواہ تو آپ ﷺ نے مطلوبہ چیز کو دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا۔ (۳)

درج بالا دونوں روایات ضعیف ہیں۔ اس لیے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا البتہ وہ حدیث صحیح ہے جس میں قرعہ اندازی کا ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿أن النبي ﷺ عرض على قوم اليمين فأسرعوا فأمر أن يسهم بينهم في اليمين أنهم يحلف﴾ ”نبی ﷺ نے ایک قوم پر قسم پیش کی تو وہ فوراً قسم کھانے پر تیار ہو گئے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان لوگوں میں قرعہ اندازی کی جائے کہ ان میں سے کون قسم اٹھائے گا۔“ (۴)

اس کی صورت یہ ہے کہ جب فریقین مدعی ہوں اور جس چیز کا دونوں دعویٰ کر رہے ہوں وہ دونوں کے پاس موجود نہ ہو اور نہ ہی اس کا دونوں کے پاس کوئی ثبوت ہو تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی پھر جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ قسم کھا کر اس چیز کا مستحق قرار پائے گا۔ (۵)

- (۱) [بخاری (۲۶۵۴) کتاب الشهادات : باب ما قيل في شهادة الزور، مسلم (۸۷) ترمذی (۱۹۰۱) احمد (۳۶۱۵)]
- (۲) [ضعيف : إرواء الغليل (۲۶۶) ابو داود (۳۶۱۵) كتاب القضاء باب الرجلين يدعيان شيئاً وليس لهما بينة، حاكم (۹۵/۴) بيهقي (۲۵۴/۱۰)]
- (۳) [ضعيف : إرواء الغليل (۲۶۵۶) ابو داود (۳۶۱۳) نسائي (۲۴۸/۸) ابن ماجة (۲۳۳۰) احمد (۴۰۲/۴)]
- (۴) [بخاری (۲۶۷۴) کتاب الشهادات : باب إذا تسارع قوم في اليمين]
- (۵) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۱۴۵/۷) سبل السلام (۱۹۴۱/۴) نيل الأوطار (۳۹۶/۵) فقہ الأثر (۱۷۶۲-۱۷۶۳)]

اس کی تائید اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ دو آدمی کسی چیز میں جھگڑ پڑے اور کسی کے پاس گواہ بھی نہیں تھا تو نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ قسم کے لیے قمرہ اندازی کر لیں۔ (یعنی جس کے نام قمرہ لکھے گا وہ قسم اٹھا کر وہ چیز لے لے)۔ (۱)

ثابت ہوا کہ دلائل میں تعارض کی صورت میں دونوں کے پاس شواہد ہوں یا نہ ہوں قسم کے لیے قمرہ اندازی سے ہی فیصلہ کرنا زیادہ صحیح ہے۔

(ابوحنیفہؒ) دونوں کے پاس دلائل ہوں یا نہ ہوں فیصلہ یوں کیا جائے گا کہ جس چیز کا دعویٰ کیا گیا ہے اسے دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔ خواہ وہ چیز ان کے پاس موجود ہو یا نہ ہو۔ (۲)
(راجح) پہلا مؤقف راجح و برحق ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

وَاِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمُدْعَىٰ بَيِّنَةٌ فَلَيْسَ لَهُ الْاِيمَانُ صَاحِبِهِ وَلَوْ كَانَ فَاَجْرًا	اور جب مدعی کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو پھر اسے مدعی علیہ کی قسم تسلیم کرنا ہوگی اگرچہ وہ گنہگار و فاجر ہی کیوں نہ ہو۔ ①
--	--

① (1) حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے اور ایک آدمی کے درمیان کنوئیں کے معاملے میں جھگڑا تھا۔ ہم جھگڑالے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿شاهدك أو يمينه﴾ ”تمہیں دو گواہ پیش کرنے ہوں گے یا پھر اسے قسم لی جائے گی۔“ میں نے کہا ﴿إذن يحلف ولا يبالي﴾ ”پھر تو وہ بغیر کسی پرواہ کے قسم اٹھالے گا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿من حلف على يمين يقطع بها مال امرئ مسلم لقي الله وهو عليه غضبان﴾ ”جو شخص قسم اٹھا کر کسی مسلمان کا مال ناحق اڑالے تو وہ اللہ تعالیٰ سے جب ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر ناراض ہوگا۔“ (۳)

(2) ایک روایت میں ہے کہ دو آدمی جھگڑالے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان میں سے ایک (کندی) کے لیے کہا کہ کیا تمہارے پاس دلیل ہے۔ اس نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فلنك يمينه﴾ ”تیرے لیے پھر اس کی قسم ہے“ تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول! ﴿الرجل فاجر لا يبالي على ما حلف عليه وليس يتورع من شئ﴾ فقال ليس لك منه إلا ذلك ﴿”وہ آدمی تو گنہگار ہے وہ پرواہ نہیں کرے گا کہ کس بات پر قسم اٹھا رہا ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز سے بچے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرے لیے اب اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔“ (۴)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۰۷۸) کتاب القضاء: باب الرجلين يدعيان شيئا وليس بينهما بينة] ابو داؤد (۳۶۱۶) ابن ماجہ (۲۳۴۶) نسائی (۶۰۱)

(۲) [المحلى بالآثار (۵۲۹/۸)]

(۳) [بخاری (۲۶۶۹، ۲۶۷۰) کتاب الشهادات: باب اليمين على المدعى عليه فى الأموال والحدود] مسلم (۱۳۸)

(۴) [مسلم (۱۳۹) کتاب الإيمان: باب وعيد من اقطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار] ابو داؤد (۲۶۲۳) ترمذی (۱۳۴۰) احمد (۳۱۷/۴)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿اليمين على من أنكر﴾ ”قسم وہ شخص اٹھائے گا جس نے انکار کیا۔“ (۱)

اور قسم کے بعد کوئی دلیل قبول نہیں کی جائے گی ① اور عاقل و بالغ شخص سنجیدگی سے کسی ایسے معاملے کا اقرار کرے جو عقل و عرف میں ناممکن نہ ہو تو وہ اس پر لازم ہوگا خواہ وہ کوئی بھی

معاملہ ہو۔ ②

وَلَا تَقْبَلُ الْبَيْتَةَ بَعْدَ الْيَمِينِ وَمَنْ أَقْرَبَ بِشَيْئٍ
عَاقِلًا بِالْعَاقِلِ غَيْرِ هَازِلٍ وَلَا بِمُحَالٍ عَقْلًا
أَوْ عَادَةً لِرِمَّةٍ مَا أَقْرَبَ بِهِ كَانْنَا مَا كَانَ

① (1) جیسا کہ ابھی پیچھے حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿شاهدك أو يمينه﴾ ”تمہیں دو گواہ پیش

کرنے ہوں گے یا پھر اس سے قسم لی جائے گی۔“ (۲)

(2) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مدعی علیہ کے لیے قسم کا ذکر کیا اور پھر مدعی کے لیے کہا ﴿لیس لك منه إلا ذلك﴾ ”اب تیرے لیے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔“ (۳)

② حدیث نبوی ہے کہ ﴿واغد یا أنیس إلى امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها﴾ ”اے انیس! صبح کی بیوی کے پاس جانا اگر وہ اعتراف (زنا) کرے تو اسے رجم کر دینا۔“ (۴)

عاقل اور بالغ کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کیونکہ پاگل اور بچہ دونوں مکلف نہیں ہیں۔ سنجیدگی کی قید اس لیے کیونکہ ہازل (مذاق کرنے والے) کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور عقلا و عرفا محال نہ ہو کی قید اس لیے ہے کیونکہ اگر ایسا نہیں ہوگا تو اقرار جھوٹ پر منحصر ہوگا اور جھوٹ کے ساتھ فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ (۵)

اور یہ اقرار ایک مرتبہ ہی کافی ہے خواہ حدود کو لازم کرنے والے اسباب سے ہو یا کسی اور سے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ ①

وَيَكْفِي مَرَّةً وَاحِدَةً مِنْ غَيْرِ فَرَقٍ بَيْنَ مُوجِبَاتِ
الْحُدُودِ وَغَيْرِهَا كَمَا سَيَأْتِي

① جیسا کہ نبی ﷺ نے انیس کے لیے کہا تھا کہ اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ اور اگر وہ اعتراف (زنا) کر لے تو اسے رجم کر دینا۔ (۶)

اقرار میں تکرار لازم ہے یا نہیں اس کی مزید بحث آئندہ کتاب الحدود میں آئے گی۔

(۱) [بیہقی (۲۰۲/۱۰)]

(۲) [بخاری (۲۶۶۹) کتاب الشهادات : باب اليمين على المدعى عليه في الأموال والحدود]

(۳) [مسلم (۱۳۹) کتاب الإيمان : باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين]

(۴) [بخاری (۲۶۹۵) کتاب الصلح : باب إذا اضطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، مسلم (۱۶۹۷)]

(۵) [الروضة الندية (۵۷۲/۲)]

(۶) [بخاری (۲۶۹۵) کتاب الصلح]

متفرقات

828- غلام اور لونڈی کی گواہی کا حکم

غلام اور لونڈی کی گواہی قبول کی جائے گی بشرطیکہ وہ عادل ہوں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿شهادة العبد جائزة إذا كان عدلاً﴾ ”غلام کی گواہی جائز ہے جبکہ وہ عادل ہو۔“ نیز امام شریحؒ اور زرارة بن ادنیٰ نے بھی غلام کی گواہی کو جائز قرار دیا ہے اور امام ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ ((شهادته جائزة إلا العبد لسبيده)) ”غلام کی گواہی جائز تو ہے لیکن اگر غلام اپنے مالک کے حق میں گواہی دے گا تو قبول نہیں کی جائے گی۔“ (۱)

ایک حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی کی گواہی قبول فرمائی جیسا کہ اس حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿فحساء تامة سوداء فقالت قد أرضعتكما﴾ ”ایک سیاہ رنگ کی لونڈی آئی اور اس نے کہا یقیناً میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس لونڈی کی گواہی قبول فرمائی اور ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی۔ (۲)

829- گواہی چھپانے والا گنہگار ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ أِثْمٌ قَلْبُهُ﴾ [النساء: ۱۳۵]

”اور گواہی مت چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا یقیناً وہ گنہگار دل والا ہے۔“

مذکورہ آیت میں بالخصوص دل کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کیونکہ کسی چیز کو چھپائے رکھنا دل کا فعل ہے۔ علاوہ ازیں تمام اعضائے بدن میں دل ہی وہ حصہ ہے کہ اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔

830- گواہی دیتے ہوئے مبالغہ آرائی سے اجتناب کرنا چاہیے

اور جس قدر علم ہو صرف اتنا ہی بیان کر دینا چاہیے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو سنا وہ کسی دوسرے آدمی کی تعریف کر رہا ہے اور اس کی مدح میں مبالغے سے کام لے رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أهلکتکم - أو قطعتم - ظهر الرجل﴾ ”تم نے (اسے) ہلاک کر دیا (یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ) تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی۔“ (۳)

(۱) [بخاری (قبل الحدیث ۲۶۵۹) کتاب الشهادات : باب شهادة الإماء والعبيد]

(۲) [بخاری (۲۶۵۹) کتاب الشهادات : باب شهادة الإماء والعبيد]

(۳) [بخاری (۲۶۶۳) کتاب الشهادات : باب ما یکره من الإطباء فی المدح ویقل ما یعلم]

831- مشرکین سے گواہی نہیں لی جائے گی

امام شعبی فرماتے ہیں کہ (مختلف) اہل ادیان کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿فَأَعْرَبْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾ [المائدة: ۱۴]

”ہم نے ان کے مابین دشمنی اور بغض و نفرت ڈال دی ہے۔“

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ذو اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب اور یہ کہو

www.KitaboSunnat.com

﴿آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا﴾ [البقرة: ۱۳۶]

”ہم اللہ کے ساتھ اور جو (ہماری طرف) نازل کیا گیا ہے ایمان لائے۔“ (۱)

832- بغیر مطالبے کے گواہی دینے کی مذمت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں سب سے بہترین میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ ہے جو ان کے قریب ہیں..... پھر ان کے بعد ایسے (برے) لوگ پیدا ہو جائیں گے ﴿یشہدون ولا یستشهدون﴾ ”جو گواہی دیں گے لیکن ان سے گواہی مانگی نہیں گئی ہوگی۔“ وہ خائن ہوں گے امین نہیں ہوں گے وہ نذرمانیں گے لیکن نذر پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹا پاٹا ہر ہو جائے گا۔“ (۲)



(۱) [بخاری (قبل الحدیث / ۲۶۸۵)]

(۲) [بخاری (۶۴۲۸) کتاب الرقاق : باب ما یحذر من زهرة الدنيا والتنافس فیها]

کتاب الحدود حدود کے مسائل

- | | | |
|------------------------------------|------------------------|---|
| زانی کی حد کا بیان | باب حد الزانی | ● |
| چوری کا بیان | باب السرقة | ● |
| تہمت کی حد کا بیان | باب حد القذف | ● |
| نشا آور چیز پینے کی حد کا بیان | باب حد الشرب | ● |
| تعزیر کا بیان | باب التعزیر | ● |
| باغی کی حد کا بیان | باب حد المحارب | ● |
| بطور حد قتل کے مستحق افراد کا بیان | باب من يستحق القتل حدا | ● |

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَيَتَعَلَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا ﴾ [النساء: ۱۴]

”جو اللہ کی مقررہ حدود سے آگے نکلے گا اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ أَقِمُوا حُدُودَ اللَّهِ فِي الْبَعِيدِ وَالْقَرِيبِ ﴾

”خواہ کوئی دور کا ہو یا قریبی ہو اللہ کی حدود قائم کر دو۔“

[صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۱۹۰)]

کتاب الحدود ①

حدود کے مسائل

زانی کی حد کا بیان

باب حد الزانی

إِنْ كَانَ بِحُورًا جِلْدَ مِائَةِ جِلْدَةٍ وَبَعْدَ الْجِلْدِ يُعْرَبُ عَامًا

اگر زانی کنوارہ اور آزاد ہو تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کے بعد سے ایک سال کے لیے جلا وطن کر دیا جائے گا۔ ②

① لغوی وضاحت: لفظ حدود حد کی جمع ہے اس کا معنی ہے ”رکاوٹ“۔ باب حَدْ يَحْدُو (نصر) حد مقرر کرنا۔ باب حَدَّدَ يَحْدُدُ (تفعیل) حدود قائم کرنا۔ (۱)

شرعی تعریف: ایسی سزا جو اللہ تعالیٰ کا حق ہونے کی وجہ سے مقرر ہو۔ اس سے تعزیر، غیر مقرر سزا اور قصاص وغیرہ خارج ہے۔ (۲)

② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جِلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيَشْهَدَ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [النور: ۲]

”زنا کار مرد و عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ ان پر شرعی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز نرمی نہیں اختیار کرنی چاہیے۔ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔“

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ کے مطابق میرا فیصلہ فرمائیں اور دوسرا جو اس کی بہ نسبت زیادہ سمجھدار تھا نے بھی کہا کہ ہمارے درمیان آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیں آپ ﷺ نے فرمایا بیان کرو۔ وہ بولا میرا بیٹا اس کے ہاں مزدوری پر کام کرتا تھا۔ اس کی اہلیہ سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے اور مجھے خبر دی گئی کہ میرے بیٹے پر رحم کی سزا ہے تو میں نے اس کے ندیے میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دے کر اس کی جان چھڑائی۔ اس کے بعد میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اس عورت کو سزائے رجم ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [المنجد (ص ۱۴۳) القاموس المحيط (ص ۲۵۰/۱) نیل الأوطار (۴/۵۳۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۴/۵۳۳) المبسوط (۳۶۱/۹) فتح القدير (۴/۱۱۲/۴) بدائع الصنائع (۷/۳۳۱۷) تبیین الحقائق (۳/۱۶۳/۳)]

معنی المحتاج (۱۵۰/۴)

﴿والذی نفسی بیدہ لأقضین بینکما بکتاب اللہ، الولیۃ والغنم رد علیک وعلی ابنک جلد مائة و تغریب عام واعد یا انیس الی امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها﴾ ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے عین مطابق ہی فیصلہ کروں گا۔ لوٹدی اور نکریاں تمہیں واپس لوٹائی جائیں گی اور تیرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی ہے۔ اے انیس! تم اس آدمی کی اہلیہ کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اس کا اعتراف کر لے تو اسے سنگسار کر دو۔“ (۱)

(3) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے (احکام شریعت) سیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راستہ بنا دیا ہے ﴿البکر بالبکر جلد مائة ونفی سنة والثیب بالثیب جلد مائة والرحم﴾ ”کنوارہ لڑکا کنواری لڑکی سے زنا کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اگر شادی شدہ عورت کے ساتھ شادی شدہ مرد زنا کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور رجم ہے۔“ (۲)

(4) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر شادی شدہ زانی کے لیے ان الفاظ میں فیصلہ فرمایا ﴿بنفی عام وباقامة الحد علیہ﴾ ”اسے ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے اور اس پر حد بھی قائم کی جائے۔“ (۳)

(5) خلفائے راشدین عام صحابہ تابعین اور اکثر فقہانے جلاوطنی کے حکم پر مسلسل عمل کیا ہے۔ (۴)

(6) کنوارے زانی کو جلاوطن کرنے پر اجماع ہے۔ (۵)

(ابوضیفہ) کنوارے زانی کو جلاوطن کرنا واجب نہیں ہے۔ (۶)

امام شوکانی رقمطراز ہیں کہ ”گذشتہ تمام احادیث و آثار اس (امام ابوضیفہ) کا رد کرتے ہیں۔ (۷)

833- عورت کو جلاوطن کرنے کا حکم

عورت کو جلاوطن کرنے کے متعلق اختلاف ہے:

(شافعی) احادیث میں جلاوطنی کا حکم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔

(۱) [بخاری (۶۸۴۲، ۶۸۴۳) کتاب الحدود : باب إذا رمی امرأته أو امرأة غیرہ بالزنا، مسلم (۱۶۹۷، ۱۶۹۸) ابو داؤد (۴۴۴۵) ترمذی (۱۴۳۳) نسائی (۲۴۰/۸) ابن ماجہ (۲۵۴۹) حمیدی (۸۱۱) احمد (۱۱۵/۴)]

(۲) [مسلم (۱۶۹۰) کتاب الحدود : باب حد الزنا، ابو داؤد (۴۴۱۵) ترمذی (۱۴۳۴) ابن ماجہ (۲۵۵۰) نسائی (۲۷۰/۴) احمد (۳۱۳/۵)]

(۳) [بخاری (۶۸۳۳) کتاب الحدود : باب البکران یجلدان وینفیان]

(۴) [شرح السنۃ للبیہقی (۲۷۸/۱۰)]

(۵) [الإجماع لابن المنذر (ص ۱۴۲) شرح فتح القدر (۲۶/۵)]

(۶) [المبسوط (۴۴/۱۹) بدایۃ المجتہد (۴۳۶/۲) الام للشافعی (۱۳۳/۶) المغنی (۳۲۲/۱۲)]

(۷) [نیل الأوطار (۵۳۵/۴)]

(مالک، اوزاعی) عورت کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

(ابوضیف) اسی کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿إِذَا زَنَتِ أُمَّةٌ أَحَدُكُمْ فَلْيُجْلِدْهَا﴾ ”جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے تو وہ اسے کوڑے لگائے۔“ (۱)

(شوکانی) درج بالا حدیث کی وجہ سے صرف لونڈی پر جلاوطنی واجب نہیں ہے اور یہ عموم جلاوطنی کے حکم سے خاص ہو گا۔ اس کے علاوہ جلاوطنی کے حکم میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں کوئی تفریق نہیں فرمائی۔ (۲)

(راجح) امام شوکانی کا موقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

اور اگر وہ شادی شدہ ہو تو اسے کنوارے کی طرح کوڑے مارے جائیں گے پھر رجم کیا جائے گا حتیٰ کہ اسے موت آجائے۔ ❶

وَإِنْ كَانَ نِكَاحًا جُلِدَ كَمَا يُجْلَدُ الْبِكْرُ ثُمَّ يُرْجَمُ حَتَّى يَمُوتَ

❶ (۱) حدیث نبوی ہے کہ ﴿الثیب بالثیب جلد مائة والرحم﴾ ”شادی شدہ اگر شادی شدہ سے زنا کرے تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے پھر رجم کر دیا جائے گا۔“ (۳)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مسلمان آدمی (ماعز اسلمی رضی اللہ عنہما) رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ وہ باواز بلند کہنے لگا اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے گھوم کر پھر آپ کے سامنے آ گیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے زنا کیا ہے آپ ﷺ نے پھر اپنا رخ پھیر لیا اس طرح اس شخص نے چار مرتبہ سامنے آ کر اقرار کیا یوں اس نے جب اپنے آپ پر چار مرتبہ گواہیاں دے دیں تو آپ ﷺ نے اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا ﴿أبك جنون؟﴾ ”کیا تو پاگل ہے؟“ وہ بولا نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا ﴿فهل أحصنت؟﴾ ”کیا تو شادی شدہ ہے؟“ اس نے کہا ہاں پھر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أذهبوا به فارجموه﴾ ”اسے لے جاؤ اور رجم کر دو۔“ (۴)

(۳) اسی طرح عامہ یہ عورت کو بھی آپ ﷺ نے رجم کر دیا۔ (کیونکہ اس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کی تھی)۔ (۵)

(۴) رجم کی آیت قرآن میں موجود تھی پھر اس کی قراءت کو منسوخ کر دیا گیا لیکن اس کا حکم ابھی بھی باقی ہے وہ آیت یہ ہے

(۱) [بخاری (۲۱۵۳) کتاب البیوع : باب بیع العبد الزانی]

(۲) [تیل الأوطار (۵۳۵/۴) سبل السلام (۱۶۷۲/۴)]

(۳) [مسلم (۱۶۹۰) کتاب الحدود : باب حد الزانی]

(۴) [بخاری (۶۸۲۴) کتاب الحدود : باب سؤال الإمام المقر هل أحصنت، مسلم (۱۶۹۳)]

(۵) [مسلم (۱۶۹۵) کتاب الحدود : باب من اعترف علی نفسه بالزانی]

﴿الشَّيْبَعُ وَالتَّمِيحَةُ إِذَا زِنِيَ فَارْحَمَهُمَا﴾ ”بوڑھا مرد اور عورت جب بدکاری کریں تو انہیں رجم کر دو۔“ (۱)

834- کیا رجم سے پہلے کوڑے بھی لگائے جائیں گے؟

(جہور، مالک، شافعی، ابوحنیفہ) شادی شدہ زانی کو صرف رجم کیا جائے گا، کوڑے نہیں لگائے جائیں گے کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت ماعزؓ اور سلمیٰ بنی امیہ اور غامدہ یہ عورت کے متعلق صرف رجم کا ہی حکم دیا تھا۔

(احمد، اسحاق، داؤد ظاہری) رجم سے پہلے کوڑے لگانا بھی فرض ہے (ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رجم کے ساتھ کوڑے لگانے کا بھی ذکر ہے)۔

(شوکانی) رجم سے پہلے کوڑے بھی لگائے جائیں گے کیونکہ کسی چیز کا عدم ذکر عدم الشی کو مستلزم نہیں۔ (۲)

(علی بن ابی شیبہ) انہوں نے ایک عورت کو بروز جمعرات کوڑے لگائے اور بروز جمعہ رجم کر دیا اور فرمایا ﷺ جلد تھا بکتاب اللہ ورحمتہا بسنة رسول اللہ ﷺ ”میں نے اسے اللہ کی کتاب (کے حکم) سے کوڑے لگائے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی وجہ سے رجم کیا ہے۔“ (۳)

(صدیق حسن خان) امام کے لیے جائز ہے کہ وہ شادی شدہ زانی کو کوڑوں اور رجم دونوں کی اکٹھی سزا دے لیکن بہتر یہی ہے کہ صرف رجم کرے۔ (۴)

وَيَكْفِي إِفْرَادَهُ مَرَّةً وَمَا وَرَدَ مِنَ التَّكْوَارِ فِي وَقَائِعِ الْأَغْيَانِ فَلِقْضِ الْأَسْتِثْنَاتِ	اور اس کا ایک مرتبہ اقرار کرنا بھی کافی ہے اور مختلف واقعات میں جو تکرار کا ذکر ہے وہ صرف جرم کی تحقیق کے مقصد سے تھا۔ ❶
--	---

❶ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﷺ واغد یا أنيس إلى امرأة هذا فإن اعترفت فارحمها ﷺ ”اے انیس! صبح کو اس کی بیوی کے پاس جانا اور اگر وہ اعتراف (زنا) کر لے تو اسے رجم کر دینا۔“ (۵)

(2) غامدہ عورت کو رسول اللہ ﷺ نے اس کے صرف ایک مرتبہ اقرار کے ساتھ ہی رجم کر دیا۔ (۶)

(3) خالد بن جلال اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو اس کے صرف ایک مرتبہ اقرار کرنے پر ہی

(1) [طبرانی کبیر (۳۵۰/۲۴) (۸۶۷) حاکم (۳۵۹/۴) مجمع الزوائد (۲۶۸/۶) تلخیص الحیر (۹۷/۴) امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔]

(۲) [نیل الأوطار (۵۳۷/۴) سبل السلام (۱۶۷۳/۴) تحفة الأخوذی (۸۰۸/۴ - ۸۰۹)]

(۳) [تحفة الأخوذی (۸۰۹/۴) سبل السلام (۱۶۷۳/۴) نیل الأوطار (۵۳۸/۴)]

(۴) [الروضة الندية (۵۷۸/۲)]

(۵) [بخاری (۲۱۴۷) کتاب الوکالة : باب الوکالة فی الحدود]

(۶) [مسلم (۱۶۹۵) کتاب الحدود : باب من اعترف علی نفسه بالزنی]

رجم کر دیا۔ (۱)

(۴) ایک عورت نے کسی مرد کے خلاف اپنے ساتھ جبراً زنا کا دعویٰ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے رجم کا حکم دے دیا پھر ایک دوسرے آدمی نے کھڑے ہو کر اعتراف کر لیا کہ میں نے زنا کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے عورت سے کہا کہ جاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے اور پہلے آدمی کو اچھی بات کہہ کر رخصت کر دیا اور اعتراف کرنے والے کو رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ (۲)

(ابوحنیفہ، احمد) چار مرتبہ زنا کا اقرار کرنا شرط ہے ورنہ حد ساقط ہو جائے گی۔

(شافعی، مالک) ایک مرتبہ اقرار ہی کافی ہے۔ (۳)

(صدیق حسن خان) ایک مرتبہ اقرار کافی ہے۔ (۴)

(نووی) ماعز اسلمی سے جو رسول اللہ ﷺ نے سوال کیے وہ محض تحقیق و تفتیش کے لیے تھے۔ (۵)

(شوکانی) ایک مرتبہ اقرار کافی ہے۔ اور جن احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماعز اسلمی سے بار بار دریافت کیا وہ محض معاملے کی تحقیق پر مبنی ہیں۔ وہ سوال اس لیے نہیں تھے کہ ان سے نکرار کا شرط ہونا ثابت ہو جائے اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ عامیہ عورت کو ایک مرتبہ اقرار پر کبھی رجم نہ کرتے۔ (۶)

(راجح) امام شوکانی کا موقف برحق ہے کیونکہ چار مرتبہ اقرار اگر شرط ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ایسا خود بھی کرتے اور اس کا حکم بھی دیتے۔

ماعز اسلمی کو رسول اللہ ﷺ نے یوں سوال کیے تھے:

(۱) ﴿هل بك جنون؟﴾ ”کیا تو پاگل ہے۔“ (۷)

(۲) ﴿اشرب خمرا؟﴾ ”کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟۔“ (۸)

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۳۷۲۸) کتاب الحدود : باب رجم ماعز بن مالک، ابو داود (۴۴۳۵) احمد (۳۷۹/۳)]

(۲) [حسن : صحیح ترمذی (۱۱۷۵) کتاب الحدود : باب ما جاء في المرأة إذا استكرهت على الزنا، ترمذی (۱۴۵۴) ضعیف ترمذی (۲۴۳) ابو داود (۴۳۷۹) بیہقی (۲۸۴/۸) شیخ البانی نے آخری رجم کے حکم کے علاوہ باقی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔]

(۳) [الأم للشافعی (۱۳۳/۶) المبسوط (۹۱/۹) المغنی (۳۵۴/۱۲)]

(۴) [الروضة الندية (۵۸۰/۲)]

(۵) [شرح مسلم (۲۱۵/۶)]

(۶) [نیل الأوطار (۵۴۵/۴)]

(۷) [بخاری (۵۲۷۱) کتاب الطلاق : باب الطلاق في الإغلاق والكره والسكران والمحنون وأمرهما]

(۸) [مسلم (۱۶۹۵) کتاب الحدود : باب من اعترف على نفسه بالزنى]

(3) ﴿لعلك قبلت أو غمزت أو نظرت؟﴾ ”شاید تو نے بوسہ لیا ہو یا اشارہ کیا ہو یا محض دیکھا ہی ہو؟“ (۱)

چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے ① اور یہ بھی ضروری ہے کہ اقرار اور شہادت میں ایک شرمگاہ کے دوسری شرمگاہ میں دخول کی صراحت موجود ہو۔ ②

وَأَمَّا الشَّهَادَةُ فَلَا بُدَّ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَلَا بُدَّ أَنْ يُعْضَمَ الْأَقْرَازُ وَالشَّهَادَةُ التَّصْرِيحُ بِإِيْلَاجِ الْفَرْجِ فِي الْفَرْجِ

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاللَّحِيْبُ يَأْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاَسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِنْكُمْ..... سَبِيْلًا﴾ [النساء: ۱۵]

”تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو اگر وہ گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو حتیٰ کہ موت ان کی عمریں پوری کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی اور راستہ نکال دے۔“

(2) ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿وَالَّذِيْنَ يَزُوْنُ الْمُحْصَنَاتِ لَمَّا يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ..... الخ﴾ [النور: ۴]

”جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں انہیں اسی (80) کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو کیونکہ یہ فاسق لوگ ہیں۔“

② (1) رسول اللہ ﷺ نے مکمل تحقیق کے لیے ماعز اسلمی سے سوال کیا تھا کہ ﴿لعلك قبلت أو غمزت أو نظرت﴾ ”شاید تو نے بوسہ لگایا ہو یا ہاتھ پائی کی ہو یا محض دیکھا ہی ہو؟“ اس نے کہا ”نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے دریافت کیا“ کیا تو نے اس سے جماع کیا ہے؟ آپ کتنا یہ نہیں کہہ رہے تھے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا پھر آپ نے اسے رجم کا حکم دیا۔ (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے پاس آئے تو انہوں نے چار مرتبہ اعتراف زنا کیا اور آپ ﷺ نے چار مرتبہ ہی منہ پھیر لیا۔ جب انہوں نے پانچویں مرتبہ اقرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس سے جماع کیا ہے اس نے کہا ہاں پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ﴿کما یغیب المرود فی المکحلة والرشاء فی البشر﴾ ”جیسے سرمہ دانی میں سلائی اور کونکوں میں رسی ہوتی ہے“ تو اس نے کہا ہاں..... پھر اسے رجم کرنے کا حکم دیا گیا۔ (۳)

اگرچہ یہ روایت کمزور ہے لیکن مذکورہ مسئلہ دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلی صحیح بخاری کی حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

(۱) [بخاری (۶۸۲۴) کتاب الحدود: باب هل يقول الإمام للمقر لعلك لمست أو غمزت، احمد (۲۳۸/۱)]

(۲) [احمد (۲۳۸/۱) بخاری (۶۸۲۴) ابو داود (۴۴۲۷)]

(۳) [ضعيف: ضعيف ابو داود (۹۵۲) كتاب الحدود: باب رجم ماعز بن مالك، إرواء الغلیل (۲۳۵۴) الضعيفة

(۲۹۵۷) ابو داود (۴۴۲۸) بخاری فی الأدب المفرد (۷۳۷) نسائی (۲۷۶/۴) دار قطنی (۱۹۶/۳) ابن الحارود

(۸۱۴) ابن حبان (۱۰۱۳) بیہقی (۲۲۷/۸)]

(حدزنا) شبہات پیدا ہوجانے سے ❶ اور اقرار سے رجوع کر

لینے سے ساقط ہوجائے گی۔ ❷

وَيَسْقُطُ بِالشَّبَهَاتِ الْمُعْتَمَلَةِ وَالرَّجُوعِ

عَنِ الْاِقْرَارِ

❶ (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ ادراء والحدود بالشبهات ما استطعتم ﴾ ”حسب استطاعت شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دو۔“ (۱)

امام ابن حزمؒ نے کتاب الايصال میں اس حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۲)

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دینا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں شبہات کے باوجود حدود قائم کر دوں۔“ (۳)

(شوکانیؒ) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ دلیل پکڑنا درست ہے کہ شبہات متحملہ (احتمال پیدا کر دینے والے شبہات) کی وجہ سے حدود ہٹا دینا مشروع ہے۔ (۴)

(3) ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لو كنت راجعا أحدا بغير بينة لرحمتها ﴾ ”اگر میں کسی کو بغیر دلیل کے رجم کرتا تو اس عورت (عجلیانی کی بیوی) کو رجم کر دیتا۔“ (۵)

❷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہما نے چوتھی مرتبہ زنا کا اقرار کر لیا تو آپ ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ اسے پتھر یلے میدان میں لے جا کر رجم کیا گیا۔ جب اس نے پتھر لگنے کی تکلیف محسوس کی تو جلدی سے بھاگ نکلا، وہ ایک شخص کے پاس سے گزرا جس کے پاس اونٹ کے جڑے کی ہڈی تھی اس نے اسے ہڈی کے ساتھ مارا اور پھر دوسرے لوگوں نے بھی اسے مارا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا چنانچہ اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا کہ اس نے جب پتھر لگنے کی وجہ سے موت کو محسوس کیا تو وہ بھاگ گیا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ هلا تركتموه ﴾ ”تم لوگوں نے اسے کیوں نہ چھوڑا؟“ (۶)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں :

﴿ هلا تركتموه لعله أن يتوب فيتوب الله عليه ﴾ ”تم نے اسے کیوں نہیں چھوڑا شاید کہ وہ توبہ کر لیتا تو اللہ تعالیٰ

(۱) [ضعيف : إرواء الغليل (۲۳۱۶) بیہقی (۲۳۸/۸) تاریخ دمشق لابن عساکر (۲/۱۷۱/۱۹)]

(۲) [تلخیص الحبیر (۵۶/۴) نیل الأوطار (۵۰۳/۴)]

(۳) [ابن أبي شيبة (۲/۷۰/۱۱)]

(۴) [نیل الأوطار (۵۰۳/۴)]

(۵) [مسلم (۱۴۹۷) کتاب اللعان : باب]

(۶) [حسن صحيح : صحيح ابن ماجه (۲۰۶۸) کتاب الحدود : باب الرجم ، إرواء الغليل (۳۵۳/۱) ترمذی

(۱۴۲۸) احمد (۲۸۶/۲) ابن ماجه (۲۵۵۴) حاکم (۳۶۳/۴) ابن حبان (۲۴۲۲)]

بھی اس کی توبہ قبول فرمالتے۔“ (۱)

(احمد، شافعی، ابوحنیفہ) اقرار کرنے والے سے رجوع قبول کیا جائے گا اور پھر اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

(ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف) اقرار کے بعد رجوع قبول نہیں کیا جائے گا۔ ایک روایت کے مطابق امام مالک کا بھی یہی موقف ہے۔ (۲)

(ملا علی قاری) اسے چھوڑنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے اس لیے دیا تھا کہ شاید وہ اپنے اس فعل سے رجوع کر لیتا اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف رجوع کرتا یعنی اس کی توبہ قبول کر لیتا۔ (۳)

(بخاری) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص زنا کا اقرار کرنے کے بعد حد قائم کرنے کے دوران ہی انکار کر دے اور کہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا یا کہے کہ میں نے زنا نہیں کیا تھا یا کہے کہ میں نے رجوع کرتا ہوں تو باقی حد اس سے ساقط ہو جائے گی اور اسی طرح چورا اور شراب پینے والا بھی ہے۔ (۴)

عورت کے باکرہ یا شرمگاہ ملی ہوئی ہونے کی وجہ سے اور مرد کے ذکر کئے ہوئے یا نامرد ہونے کی وجہ سے (حد) ساقط ہو جائے گی۔ ①	وَيَكُونُ الْمَرْأَةُ عَذْرَاءً أَوْ رُقَاءً وَبِكُونِ الرَّجُلِ مَجْبُوتًا أَوْ عَيْنًا
---	--

① عَذْرَاءً سے مراد ”باکرہ“ عورت ہے اور رُقَاءً ایسی عورت جس کی شرمگاہ ملی ہوئی ہونے کی وجہ سے اس سے جماع ممکن نہ ہو۔ (۵)

ان تمام اقسام کے افراد سے شرعی حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ یہ تمام اس قابل نہیں ہیں کہ زنا و بدکاری کا فعل سرانجام دے سکیں اور اگر ایسا کوئی فرد اقرار کر بھی لے تب بھی حد قائم نہیں کی جائے گی کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا اقرار جھوٹا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک آدمی کو قتل کرنے کے لیے روانہ کیا وہ شخص مار یہ قبضہ کے پاس جایا کرتا تھا۔ ﴿فَاتَاهُ عَلِيٌّ فِإِذَا هُوَ فِي رُكْبَةٍ يَتَبَرَّدُ فِيهَا فَيَقَالُ لَهُ عَلِيُّ أَخْرَجَ فَنَاوَلَهُ يَدَهُ فَأَخْرَجَهُ فِإِذَا هُوَ مَحْبُوبٌ لَيْسَ لَهُ ذِكْرٌ فَكَفَّ عَلِيٌّ عَنْهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ لِمَحْبُوبٌ مَا لَهُ ذِكْرٌ﴾ ”جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو وہ پانی میں نہا رہا تھا۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جب اسے پانی سے باہر نکالا تو کیا دیکھا کہ وہ تو محبوب (جس کا آلہ

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۳۷۱۶) کتاب الحدود: باب رجم ماعز بن مالک، ابو داؤد (۴۴۱۹) نسائی

(۳۰۵/۴) إرواء الغلیل (۲۳۲۲) شیخ البانی نے ”لعلہ ان یتوب“ کے الفاظ کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

(۲) [نبیل الأوطار (۵۰۰/۴)]

(۳) [مرقاۃ (۱۵۲/۷)]

(۴) [شرح السنة (۴۶۷/۵) تحفة الأحوذی (۷۹۶/۴)]

(۵) [المنحد (۵/ص) القاموس المحيط (ص/۶۹۷)]

تتأسل کتا ہو) ہے۔ پھر اسے چھوڑ کر واپس آ گئے اور آ کر رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع دی۔ (۱)

وَتَحْرُمُ الشَّفَاعَةُ فِي الْحُدُودِ وَيُحْفَرُ لِلْمَرْجُومِ
إِلَى الصُّدْرِ

حدود کے معاملات میں سفارش کرنا حرام ہے ❶ اور رجم کیے جانے والے کے لیے سینے تک گڑھا کھودا جائے گا۔ ❷

❶ (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من حالت شفاعة دون حد من حدود الله فهو مضاد لله في أمره﴾ ”جس شخص کی سفارش حدود الٰہی میں سے کسی حد کے درمیان حاصل ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہے۔“ (۲)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایک مخزومی عورت نے چوری کی تو اس کے گھر والوں نے کہا رسول اللہ ﷺ سے اس معاملے میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی بات کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا چنانچہ ان کے کہنے پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے انہیں (ڈانٹتے ہوئے) فرمایا ﴿اتشفع في حد من حدود الله﴾ ”کیا تو اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے معاملے میں سفارش کرتا ہے۔“ (۳)

(۳) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿هلا كان قبل أن تاتينى به﴾ ”اسے میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا۔“ (۴)

اس بات کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل حدیث کرتی ہے:

(۴) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿تعافوا الحدود فيما بينكم فما بلغني من حد فقد وجب﴾ ”آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو لیکن جو حد کا معاملہ میرے پاس پہنچ گیا تو (سمجھ لو) وہ واجب ہوگی۔“ (۵)

(ابن عبدالبرؒ) اس بات پر اجماع ہے کہ جب معاملہ سلطان و حکمران کے پاس پہنچ جائے گا تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ حد کو نافذ کرے۔ (۶)

(۱) [مسلم (۲۷۷۱) کتاب التوبة : باب براءة حرم النبي من الرية]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۰۶۶) کتاب القضاء : باب في الرجل يعين على خصومة من غير أن يعلم أمرها ' ابو داود (۳۰۹۷) احمد (۵۰۴۴) بتحقيق شاكر) حاكم (۳۸۳/۴)]

(۳) [مسلم (۱۶۸۸) کتاب الحدود : باب قطع السارق الشريف وغيره والنهي عن الشفاعة في الحدود ' بخاری (۳۷۳۲)]

(۴) [صحیح : إرواء الغليل (۲۳۱۷) ' احمد (۳۴۵۱۷) ' ابو داود (۴۳۹۴) نسائی (۶۹/۸) ابن ماجه (۲۵۹۵) حاكم (۳۸۰/۴) ابن الجارود (۸۲۸)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۶۸۰) کتاب الحدود : باب يعفى عن الحدود ما لم تبلغ السلطان ' ابو داود (۴۳۷۶) نسائی (۶۰/۸) حاكم (۳۸۳/۴)]

(۶) [الاستدكار لابن عبدالبر (۱۷۷/۲۴)]

② (1) غامد یہ عورت کو رجم کرنے کے قصے میں یہ بات مذکور ہے کہ ﴿ثم أمر بها فحفر لها إلى صدرها وأمر الناس فرحمها﴾ ”آپ ﷺ نے حکم دیا تو اس عورت کے سینے تک گڑھا کھودا گیا اور پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے اسے رجم کر دیا۔“ (۱)

(2) ایک آدمی نے زنا کا اعتراف کیا تو اس کو رجم کرنے کے متعلق صحابہ فرماتے ہیں کہ ﴿فحرجنا به فحفرنا له﴾ ”ہم اسے لے کر نکلے اور ہم نے اس کے لیے گڑھا کھودا۔“ (۲)

درج ذیل حدیث گذشتہ احادیث کے مخالف نہیں ہے:

(3) جب ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے لیے پتھر مارے گئے تو وہ تکلیف کی وجہ سے بھاگ نکلے۔ (۳)
ان میں باہم تطبیق یوں دی گئی ہے کہ:

① ممکن ہے پہلے ماعز اسلمی کے لیے گڑھا نہ کھودا گیا ہو لیکن جب وہ بھاگا تو پھر اس کے لیے گڑھا کھودا گیا۔

② گڑھا پہلے ہی کھودا گیا تھا لیکن وہ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

③ مثبت کو ثانی پر مقدم کیا جائے گا یعنی اس بات کو ترجیح دی جائے گی کہ گڑھا کھودا گیا تھا کیونکہ یہ مثبت ہے۔ (۴)
(ابو حنیفہ، شافعی) آدمی کے لیے گڑھا نہیں کھودا جائے گا۔

(ابو یوسف) مرد اور عورت دونوں کے لیے گڑھا کھودا جائے گا۔ (۵)

(راجع) امام ابو یوسف کا موقف راجح ہے۔

حاملہ کو وضع حمل سے پہلے رجم نہ کیا جائے اور اگر اس کے بچے کو دودھ پلا۔ نے والی کوئی عورت نہ ہو تو جب تک وہ اسے دودھ نہ پلا لے اسے رجم نہ کیا جائے۔ ①

وَلَا تُرْجَمُ الْحَمْلَى حَتَّى تَضَعَ
وَتُرْضِعَ وَلَدَهَا إِنْ لَمْ يُوَجَدْ مَنْ
يُرْضِعُهُ

① (1) نبی ﷺ کے پاس غامد یہ قبیلہ ازدی کی ایک عورت آئی اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر اللہ کی رحمت ہو تو چلی جا اور اللہ سے مغفرت کا سوال کرا اور توبہ کر۔ اس نے کہا آپ مجھے بھی بار بار اسی طرح واپس لوٹانا چاہتے ہیں جیسے آپ نے ماعز بن مالک کو واپس کیا تھا میں تو زنا کی وجہ سے حاملہ ہو چکی ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو (حاملہ) ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے اس سے فرمایا اپنے پیٹ کے حمل کو وضع

(۱) [احمد (۳۴۷/۵) مسلم (۱۶۹۵) ابو داؤد (۴۴۴۲)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داؤد (۳۷۲۸) کتاب الحدود : باب رجم ماعز بن مالک، ابو داؤد (۴۴۳۵) احمد (۳۷۹/۳)]

(۳) [احمد (۶۱/۳) مسلم (۱۶۹۴) ابو داؤد (۴۴۳۱) دارمی (۱۷۸/۲)]

(۴) [نبیل الأوطار (۵۶۰/۴)]

(۵) [أيضاً]

کرنے کے بعد آنا چنانچہ جب وہ وضع حمل کے بعد آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اذن لا نرحمها و نددع ولدھا صغیر السن لیس له من یرضعه ﴾ ” ایسی حالت میں ہم اسے رجم نہیں کریں گے کہ اس کے بچے کو بچپن میں ایسے چھوڑ دیں کہ اسے دودھ پلانے والا کوئی نہ ہو۔“ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا اس کی رضاعت کی ذمہ داری مجھ پر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فارجمھا ﴾ ” پھر اسے رجم کر دو۔“ (۱)

(۲) ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بچے کو اسی عورت کے سپرد کر دیا تھا اور کہا تھا کہ ﴿ اذھبسی فارضعیہ حتی تفتطمیہ ﴾ ” جا سے دودھ پلاتی کہ تو اسے دودھ پلانا بند کر دے۔“ پھر وہ اس بچے کو اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا پکڑا کر لائی اور اس نے کہا کہ میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اب یہ روٹی کھانے لگا ہے۔ تو آپ ﷺ نے اس بچے کو ایک مسلمان کے سپرد کیا اور اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ (۲)

وَيَجُوزُ الْجُلْدُ بَعْدَ كَالٍ وَنَحْوِهِ حالتِ مرضٍ میں سوشانے وغیرہ سے بھی کوڑے مارنا جائز ہے۔ ①

① حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں ایک چھوٹا سا کمزور آدمی رہتا تھا وہ ہماری ایک لونڈی سے جرمِ زنا میں ملوث ہو گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اضربوا حدہ ﴾ ” اسے حد لگاؤ۔“ تو سب لوگ بول اٹھے کہ اے اللہ کے رسول! وہ تو نہایت کمزور و لاغر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ حدوا عنکالا فیہ مائة شمراخ ثم اضربوہ بہ ضربة واحدة ﴾ ” کھجور کے درخت کی ایک ایسی ٹہنی لو جس میں سوشانیں ہوں۔ پھر اسے ایک ہی مرتباً اس آدمی پر دے مارو۔“ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کر دیا۔ (۳)

(۲) رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی نے بدکاری کی تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر حد قائم کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں اس کے پاس آیا تو وہ ابھی ابھی حالتِ نفاس سے فارغ ہوئی تھی۔ میں ڈر گیا کہ کہیں کوڑے لگانے کی وجہ سے وہ مر نہ جائے۔ لہذا میں نے واپس جا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ احسننت اترکھا حتی تماثل ﴾ ” تو نے اچھا کیا۔ اس کے تندرست ہونے تک اسے چھوڑ دو۔“ (۴)

ان دونوں احادیث میں یوں تطبیق وی گئی ہے کہ اگر مریض کے تندرست ہونے کی توقع ہو تو اسے صحت یاب ہونے تک مہلت دی جائے گی پھر اسے حد لگا دی جائے گی (جیسا کہ نفاس والی عورت کے ساتھ کیا گیا) اور اگر اس کے صحت یاب ہونے

(۱) [مسلم (۱۶۹۵) کتاب الحدود : باب من اعترف علی نفسه بالزنی ، دارقطنی (۹۲/۳)]

(۲) [مسلم (۱۶۹۵) کتاب الحدود : باب من اعترف علی نفسه بالزنی ، احمد (۳۴۷/۵) ابو داؤد (۴۴۴۲)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۰۸۷) کتاب الحدود : باب الکبیر والمریض یجب علیہ الحد ، ابن ماجہ (۲۵۷۴)]

احمد (۲۲۲/۵) بیہقی (۲۳۰/۸) المعرفة للشافعی (۳۴۷/۸)

(۴) [مسلم (۱۸۰۵) کتاب الحدود : باب تاخیر الحد عن النفساء ، احمد (۱۵۶/۱) ترمذی (۱۴۴۱)]

کی امید نہ ہو تو اسے سوشاخوں والی ٹہنی سے ہی ایک مرتبہ مار کر حد قائم کر دی جائے گی۔ (۱)

وَمَنْ لَطَأَ بِدَعْسِكِ قَتِيلٍ وَلَوْ كَانَ بِحُكْمٍ وَكَذَلِكَ الْمَفْعُولُ بِهِ إِذَا كَانَ مُخْتَارًا	جو شخص کسی مرد سے بد فعلی کرے اسے قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ کنوارہ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح مفعول بہ کو بھی قتل کیا جائے گا جبکہ وہ رضامند ہو۔ ①
--	---

① (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به﴾ ”جسے تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ اس کے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔“ (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اقتلوا الفاعل والمفعول به أحصنا أولم يحصنا﴾ ”فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو اگرچہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں۔“ (۳)

لوطی کی حد کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔

(ابوبکر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ) اسے تلوار سے قتل کر کے جلادیا جائے۔

(عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ) اس پر دیوار گرا دی جائے۔

(ابن عباس رضی اللہ عنہما) اسے شہر کی بلند عمارت سے گرا دیا جائے۔

(شافعی، ابویوسف، محمد) اس کی سزا وہی ہے جو زانی کی سزا ہے۔

(مالک، احمد) اسے رجم کیا جائے گا خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

(ابوحنیفہ) اس پر کوئی حد نہیں بلکہ تعزیر کے چند کوڑے لگا دیے جائیں گے۔ (۴)

(راجع) کوئی بھی ایسی سزا دی جائے جو سرکش نافرمانوں کے لیے باعث عبرت ہو اور وہ اس سزا کے بھی مشابہ ہو جو اللہ تعالیٰ

نے قوم لوط کو دی تھی۔ انہیں زمین میں دھنسا دیا تھا اور پتھروں کی بارش برسائی تھی۔ (۵)

(۱) [نیل الأوطار (۵۶۳/۴)]

(۲) [حسن صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۷۴۵) کتاب الحدود : باب فیمن عمل عمل قوم لوط ، ابو داؤد (۴۴۶۲)]

احمد (۳۰۰/۱) ابن ماجہ (۲۵۶۱) ترمذی (۱۴۵۶) حاکم (۳۵۵/۴) بیہقی (۲۳۲/۸) إرواء الغلیل (۲۳۵۰)

(۳) [حسن : صحیح ابن ماجہ (۲۰۷۶) کتاب الحدود : باب رجم اليهود واليهودية ، ابن ماجہ (۲۵۶۲) حاکم (۳۵۵/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۵۶۷/۴) الترغيب والترهيب (۲۸۹/۳) شرح السنة للبعثی (۳۰۹/۱۰) تحفة الأحوذی (۸۴۷/۴)]

الام للشافعی (۱۶۳/۷) المغنی (۳۵۰/۱۲)]

(۵) [نیل الأوطار (۵۶۸/۴)]

وَيُعَزَّرُ مَنْ نَحَّحَ بِهِمَةَ ۖ

جو کسی جانور سے برائی کرے تو اسے بھی سزا دی جائے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من وقع على بهيمة فاقتلوه واقتلوا البهيمة﴾ ”جو شخص کسی جانور سے برائی کرے تو اسے اور جانور کو قتل کر دو۔“ (۱)
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں کلام ہے البتہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آئندہ اس کے مخالف حدیث زیادہ صحیح ہے۔ (۲)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أتى بهيمة فلاحد عليه﴾ ”جو کسی جانور سے بد فعلی کرنے اس پر کوئی حد نہیں۔“ (۳)
اس کی سزا کے متعلق علما نے اختلاف کیا ہے:

(حسن بصری) ایسا شخص زانی کے درجے میں ہی ہے۔

(حاکم) اسے حد (زنا) سے کم کوڑے لگائے جائیں گے۔

(ابویوسف) اس پر حد (زنا) لگائی جائے گی۔

(ابوضیفہ، مالک، احمد) اس پر صرف تعزیر لگائی جائے گی۔

(صدیق حسن خان) جس حدیث میں قتل کا حکم ہے وہ قابل حجت نہیں ہے اس لیے ظاہر تعزیر ہی ہے۔

(ملا علی قاری) قتل کا مطلب یہ ہے کہ اسے سخت مار ماری جائے یا اس سے وعید یا ڈانٹنا مقصود ہے۔ (۴)

(راجع) اسے صرف تعزیر ہی لگائی جائے گی۔ (۵)

○ جانور کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ چوپائے کو کس لیے قتل کیا جائے گا؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ نہیں سنا البتہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ بد فعلی کی وجہ سے اس کا گوشت کھانے یا اس سے فائدہ حاصل کرنے کو مکروہ سمجھا ہے۔ (۶)

(۱) [صحيح: صحيح ابن ماجة (۲۵۶۴) احمد (۲۶۹/۱) ترمذی (۱۴۵۵) كتاب الحدود: باب ما جاء فيمن يقع

على البهيمة، ابو داود (۴۴۶۴) ابن ماجة (۲۵۶۴)]

(۲) [تلخيص الحبير (۵۵/۴)]

(۳) [حسن: صحيح ابو داود (۳۷۴۸) ترمذی (۱۴۵۵) كتاب الحدود: باب ما جاء فيمن يقع على البهيمة، ابو داود

[[۴۴۶۵]]

(۴) [نيل الأوطار (۵۶۹/۴) تحفة الأحوذی (۸۴۵/۴) بيهقي (۲۳۴/۸) الروضة الندية (۵۹۳/۲) المرقاة (۱۶۳/۷)

سبل السلام (۱۶۸۹/۴)]

(۵) [تلخيص الحبير (۵۵/۴)]

(۶) [حسن صحيح: صحيح ترمذی، ترمذی (۱۴۵۵) كتاب الحدود: باب ما جاء فيمن يقع على البهيمة]

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ) جس جانور سے بد فعلی کی گئی ہو اس کا گوشت کھانا مکروہ تزیینی ہے۔ (۱)

ایک اور روایت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانور کو قتل نہیں کرنا چاہیے اور وہ یہ ہے ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ ذَبْحِ الْحَيَوَانَ إِلَّا لَأَكْلِهِ﴾ ”نبی ﷺ نے جانور ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے مگر صرف اسے کھانے کے لیے (ذبح کرنا جائز ہے)۔“ (۲)

(راجح) مفعول بہ جانور کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اگر اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کوئی حدیث معلوم ہوتی تو وہ اس حدیث کی مخالفت نہ کرتے لہذا اس کا گوشت کھانا کراہت سے خالی نہیں۔ (واللہ اعلم) (۳)

وَيُجْلَدُ الْمَمْلُوكُ بِصَفِّ جِلْدِ الْخَرِّ

غلام کو آزادی کی سزا سے نصف کوڑے لگائے جائیں گے۔ ①

① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ [النساء: ۲۵]

”ان عورتوں (یعنی لونڈیوں) پر آزادی عورتوں سے نصف سزا ہے۔“

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک لونڈی کو کوڑے لگانے کے لیے بھیجا جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تو وہ حالت نفاس میں تھی۔ میں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا تَعَالَتْ مِنْ نَفْسِهَا فَاجْلِدْهَا خَمْسِينَ﴾ ”جب وہ نفاس سے نکل آئے تو اسے پچاس کوڑے لگا دینا۔“ (۴)

(۳) حضرت عبداللہ بن عیاش مخزومی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے قریش کے چند نوجوانوں کے ساتھ حکم دیا پھر ہم نے (حکم کی تعمیل کرتے ہوئے) حکومتی لونڈیوں میں سے کچھ لونڈیوں کو زنا کرنے کی وجہ سے پچاس پچاس کوڑے لگائے۔ (۵)

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف یہ ہے کہ غیر شادی شدہ غلام پر کوئی حد نہیں کیونکہ قرآن میں ہے کہ ﴿فَإِذَا أُخْصِنَ﴾ ”جب وہ شادی کر لیں (جب انہیں نصف سزا دو)۔“ (۶)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ احسان سے مراد یہاں اسلام ہے۔ فی الحقیقت لفظ احسان کلام عرب میں روکنے کے معنی

(۱) [نبیل الأوطار (۵۶۹/۴)]

(۲) [تلخیص الحیبر (۱۲۱/۳) موطا (۴۴۷/۲) ابو داؤد فی المراسیل (۳۱۶)]

(۳) [معالم السنن (۲۸۸/۳) تحفة الأحوذی (۸۴۶/۴)]

(۴) [عبداللہ بن احمد فی زوائد المسند (۱۳۵/۱) احمد (۱۵۶/۱) مسلم (۱۷۰۵)]

(۵) [موطا (۸۲۷/۲)]

(۶) [تفسیر فتح القدیر (۴۵۰/۱)]

میں مستعمل ہے اور کتاب و سنت میں اسلام حریت پاکدامنی اور شادی کے لیے استعمال ہوا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات اس پر شاہد ہیں:

- (1) ﴿ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ ﴾ [النساء: ۲۴] ”شادی کے لیے۔“
- (2) ﴿ أَنْ يَبْكَحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ ﴾ [النساء: ۲۵] ”حریت کے لیے۔“
- (3) ﴿ وَالَّذِينَ يَرُمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ﴾ [النور: ۴] ”عفت و پاکدامنی کے لیے۔“
- (4) ﴿ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ﴾ [النساء: ۲۴] ”شادی کے لیے۔“
- (5) ﴿ فَإِذَا أُحْصِنَ ﴾ [النساء: ۲۵] ”شادی کے لیے۔“

اسی پر اہل علم ہیں۔ (۱)

(جمہور) لوٹھی کی سزا پچاس کوڑے ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر شادی شدہ ہو یا کنواری۔ (۲)

(راجح) جمہور کا موقف ہی راجح ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ سے غیر شادی شدہ لوٹھی کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ زنا کرے تو کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ زَنْتَ فَاجِلْدُهَا ثُمَّ إِنَّ زَنْتَ فَاجِلْدُهَا ثُمَّ إِنَّ زَنْتَ فَيَعُوها وَلَوْ بَضْفِيرٍ ﴾ ”اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اگر پھر زنا کرے تو فروخت کر دو اگر چہ (بالوں کی بنی ہوئی) ایک رسی کے بدلے۔“ (۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوٹھی خواہ غیر شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو اگر زنا کرے گی تو اسے (پچاس کوڑے) حد لگائی جائے گی۔

اسے اس کا سردار (مالک) یا حاکم وقت حد لگائے۔ ①

وَيَحْلِدُهَا سَيِّدُهُ أَوْ الْإِمَامُ

① (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا زَنْتَ أُمَّةً أَحَدَكُمْ فَتَبِينَ زَنَاهَا فَلْيَحْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يَثْرَبْ عَلَيْهَا ﴾ ”جب تم میں سے کسی کی لوٹھی زنا کرے تو وہ اسے حد کے کوڑے لگائے اور پھر اسے اس پر ملامت نہ کرے۔“ پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگائے اور اس پر اسے ملامت نہ کرے، پھر اگر وہ تیسری مرتبہ زنا کرے تو اسے فروخت کر دے خواہ (بالوں کی بنی ہوئی) ایک رسی کے بدلے ہی بیچے۔“ (۴)

(۱) [الروضة الندية (۵۹۳/۷) - ۵۹۴]

(۲) [تفسير فتح القدير (۴۵۱/۱)]

(۳) [بخاری (۲۱۵۳) کتاب البيوع: باب بيع العبد الزاني، احمد (۱۱۶/۴) مسلم (۱۷۰۴) ابو داود (۴۴۶۹)]

ترمذی (۱۴۳۳) ابن ماجہ (۲۵۶۵)]

(۴) [بخاری (۲۲۳۴) کتاب البيوع: باب بيع المديبر، مسلم (۱۷۰۳) ترمذی (۱۴۴۰) ابو داود (۴۴۶۹) ابن ماجہ

[(۲۵۶۵)]

(2) حضرت ابو عبد الرحمن سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا ﴿ یا ایہا الناس اقموا علی اركانکم الحد من احسن منہم ومن لم یحصن ﴾ ”اے لوگو! اپنے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ ہر طرح کے غلاموں پر حد قائم کرو۔“ (۱)

(3) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ اقموا الحدود علی ماملکت ایمانکم ﴾ ”اپنے غلام لونڈیوں پر حدود قائم کرو۔“ (۲)

(شوکانی، شافعی، احمد) ان تمام احادیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ مالک کو ہی چاہیے کہ وہ اپنے غلام کو حد لگائے۔ (احناف) صرف حاکم وقت ہی غلاموں پر حد قائم کر سکتا ہے۔

(ابن حزم) مالک حد قائم کرے گا لاکہ وہ کافر ہو۔

(ترمذی) حاکم وقت نہیں بلکہ آدمی خود اپنے غلام پر حد قائم کرے گا۔ (۳)

(راجح) حاکم وقت موجود ہو یا نہ ہو مالک کو ہی اپنے غلام کو حد لگانا چاہیے۔ (۴)

835- محرم عورت سے شادی کرنے والے کا حکم

ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچا کو ملا ان کے پاس ایک جھنڈا تھا میں نے انہیں کہا کہاں کا ارادہ ہے؟ تو انہوں نے کہا ﴿ بعثنی رسول اللہ الی رجل نکح امرأة ابیہ فامرنی أن أضرب عنقه وأخذ ماله ﴾ ”مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے والد کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے اور مجھے آپ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اس کی گردن اڑا دوں اور اس کا مال چھین لوں۔“ (۵)

836- رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو بھی رجم کرایا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ رجم النبی ﷺ رجلا من الیہود وامرأة زنیاً ﴾ ”نبی ﷺ نے

(۱) [مسلم (۱۷۰۵) کتاب الحدود : باب تأخیر الحد عن النفساء، ابن الحارود (۸۱۶) بیہقی (۲۴۴/۸) طیالسی (۱۱۲)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۷۵۵) کتاب الحدود : باب فی إقامة الحد علی المریض، الصحیحہ (۲۴۹۹) ابو داؤد (۴۴۷۳) احمد (۱۴۵۰-۱۳۵۰/۱) ابن ابی شیبہ (۱/۱۶۲/۱) بیہقی (۲۴۵/۸) طیالسی (۱۴۶) بغوی فی الجعدیات (۱۰۱/۲)]

(۳) [زیل الأوطار (۵۷۴/۴) تحفة الأحوذی (۸۲۱/۴) الأم للشافعی (۱۳۵/۶) المسبوط (۸۰/۹) المغنی (۳۳۴/۱۲) المحلی بالآثار (۷۳/۱۲-۷۵)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : نیل الأوطار (۵۷۴/۴)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۷۴۴) کتاب الحدود : باب فی الرجل یزنی بحریمہ، ابو داؤد (۴۴۵۷) ترمذی (۲۵۵/۱) ابن ماجہ (۲۶۰۷) طحاوی (۸۵/۲) ابن ابی شیبہ (۸۷/۱۱) دارقطنی (۳۷۰) بیہقی (۲۳۷/۸)

احمد (۲۹۲/۴)]

یہود کے ایک آدمی اور ایک عورت کو رجم کیا۔ انہوں نے زنا کیا تھا۔“ (۱)

837- پاگل کو رجم نہیں کیا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے مسجد میں حاضر ہو کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے چار مرتبہ یہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور پوچھا ﴿أبك جنون﴾ ”کیا تو پاگل ہے؟“ اس نے کہا نہیں..... آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اسے رجم کر دو۔“ (۲)

یقیناً آپ ﷺ کے پوچھنے کا مقصد یہی تھا کہ اگر وہ پاگل ہے تو اس سے رجم کی سزا کو ساقط کر دیا جائے۔

838- لونڈی کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا زنت الأمة فنبین زناها فليجلدها ولا يثرب ثم إن زنت فليجلدها ولا يثرب ثم إن زنت الثالثة لبيعها ولو جبل من شعر﴾ ”جب لونڈی زنا کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اسے ملامت مت کرو پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ اور ملامت مت کرو۔ پھر اگر وہ تیسری مرتبہ زنا کرے تو اسے فروخت کر دو۔ خواہ بالوں کی فی ہوئی ایک رسی کے بدلے۔“ (۳)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی کی حد بیان کرتے ہوئے صرف کوڑوں کا ہی حکم دیا ہے، بلا وطنی کا نہیں۔



(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۷۴۲) کتاب الحدود : باب فی رجم الیہودیین ' ابو داؤد (۴۴۵۵)]

(۲) [بخاری (۶۸۱۵) کتاب الحدود : باب لا یرجم المجنون والمجنونة]

(۳) [بخاری (۶۸۳۹) کتاب الحدود : باب لا یثرب علی الأمة إذا زنت ولا تنفی]

چوری کا بیان

باب السرقة ①

مَنْ سَرَقَ مَكْلَفًا مُخْتَارًا مِنْ حِرْزِ رُبْعٍ دِينَارٍ
فَصَاعِدًا

جو شخص مکلف و خود مختار ہو کر زیر حفاظت مال سے ② ربیع دینار
یا اس سے زیادہ چالے۔ ③

① لغوی وضاحت: لفظ سِرَقَ سے مراد ”چرائی ہوئی چیز ہے۔“ باب سَرَقَ يَسْرِقُ (ضرب) اور باب اسْتَرْقَ يَسْتَرْقُ (افتعال) چرانا۔ سَارِقٌ اور سَرُوقٌ ”چور“ کو کہتے ہیں۔ (۱)

شرعی تعریف: کسی کا مال اس کی حفاظت کی جگہ سے چھپ کر لینے کے لیے آنا۔ (۲)

② (۱) ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اس بکری کے متعلق سوال کیا جسے اس کی چراگاہ سے چرایا گیا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فِيهَا ثَمْنُهَا مَرْتَيْنِ وَضَرْبُ نِكَالٍ وَمَا أَخَذَ مِنْ عَطْنِهِ فَفِيهِ الْقَطْعُ إِذَا بَلَغَ مَا يُؤْخَذُ مِنْ ذَلِكَ ثَمْنُ الْمَنْعَنِ ﴾ ”اے دگنی قیمت ادا کرنی پڑے گی اور عبرت کے لیے سزا بھی دی جائے گی اور جسے اس کے باڑے سے پکڑا جائے تو اس میں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ پکڑی ہوئی چیز ڈھال کی قیمت کو پہنچتی ہو۔“ پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول! پھل اور جو کچھ خوشوں سے پکڑ لیا جائے (اس کے متعلق کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ أَخَذَ بِفَمِهِ وَلَمْ يَتَّخِذْ خَبْنَةَ فَيْلِسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ أَحْتَمَلَ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ إِذَا بَلَغَ مَا يُؤْخَذُ مِنْ ذَلِكَ ثَمْنُ الْمَنْعَنِ ﴾ ”جو شخص اسے اپنے منہ سے پکڑے اور چھپا کر نہ لے جائے تو اس پر کچھ (سزائش) نہیں اور جو اسے اٹھا کر لے جائے اس پر دگنی قیمت ادا کرنا لازم ہے اور عبرت کے لیے اسے سزا بھی دی جائے گی اور جو چیز (غلے کے) ڈھیروں سے اٹھائی جائے تو اس میں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ اس کی قیمت ڈھال کی قیمت (تین درہم) کو پہنچتی ہو۔“ (۳)

ثابت ہوا جس چیز کو حفاظت میں لیا گیا ہو اگر چہ اس کے ارد گرد دیوار نہ ہو اسے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا جیسا کہ غلے کے ڈھیر اور جانوروں کے باڑوں سے چرانے والے کا ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے اور ڈھال کی قیمت سے مراد تین درہم ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں موجود ہے۔ (۴)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا اس نے ایک ڈھال چرائی تھی جس کی

(۱) [المنجد (ص/۳۷۱) القاموس المحيط (ص/۷۰۴)]

(۲) [القاموس المحيط (ص/۸۰۴) نیل الأوطار (۴/۵۸۲)]

(۳) [حسن: إرواء الغلیل (۲۴۱۳) احمد (۱۸۰/۲) ابو داود (۴۳۹۰) کتاب الحدود: باب ما لا قطع فيه 'انسائی (۸۴/۸) حاکم (۳۸۱/۴) ترمذی (۱۲۸۹) ابن ماجہ (۲۵۹۶) ابن الجارود (۸۲۸) بیہقی (۲۷۸/۸) دارقطنی

[(۲۳۶/۴)]

(۴) [بخاری (۶۷۹۷) مسلم (۱۶۸۶)]

بت تین درہم تھی۔ (۱)

ثابت ہوا کہ چور اگر کسی کے گھر کے علاوہ عام داخلے کی جگہ سے بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اس کے لیے مددروا زوں کو کھولنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ ہاتھ کاٹنے کے لیے مسروقہ چیز کا حفاظت میں ہونا شرط ہے۔ تاہم امام احمد، امام اسحاق براہیل ظاہر کا کہنا ہے کہ یہ شرط نہیں ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت صفوان بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں اپنی چادر پر سویا ہوا تھا کہ اسے چوری کر لیا گیا پھر ہم نے چور کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا صرف ایک چادر کی وجہ سے (اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا) جس کی قیمت تیس درہم ہے۔ میں نے یہ چادر اسے ہبہ کر دی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ھلا كان قبل ان تاتیني به﴾ ”اے میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا۔“ (۲)

یہ دلیل درست نہیں کیونکہ مسجد خود ایک حفاظت کی جگہ ہے اس پر مستزاد یہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ وہ چادر نا کے سر کے نیچے تھی۔ (۳)

یعنی چادر حفاظت میں تھی لہذا ثابت ہوا کہ ہاتھ کاٹنے کے لیے کسی بھی چیز کا حفاظت میں ہونا شرط ہے۔

احناف) جو پھل ابھی درخت پر ہوں اور تر ہوں وہ محفوظ جگہ میں ہوں یا غیر محفوظ جگہ میں ان کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا میں ہے۔ پھر اسی پر قیاس کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ گوشت، دودھ، مشروبات، روٹیاں وغیرہ جیسی کھانے کی اشیاء میں بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔

جمہور) ہر محفوظ کی ہوئی چیز پر ہاتھ کاٹنے کی سزا ہے خواہ اسے کاٹ لیا گیا ہو یا ابھی وہ درختوں پر ہی موجود ہو۔ (۴)
اجمع) جمہور کا موقف برحق ہے کیونکہ گذشتہ تمام احادیث اس پر شاہد ہیں۔

شوکانی) ”حرز“ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں مالک اپنی ملکیت کو محفوظ کرتا ہے یا ذخیرہ کرتا ہے اور یہ ان تمام اشیاء پر صادق آئے گا جنہیں لوگ عرف عام میں مختلف اشیاء کی حفاظت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً پھلوں کے لیے ”جرین“ (یعنی وہ ڈھیر جہاں غلے کو خشک کیا جاتا ہے) مویشیوں کے لیے باڑے، نقدی رقوم کے لیے خاص قفل

(احمد (۸۰/۲) مسلم (۱۶۸۶) کتاب الحدود : باب د السرقۃ ونصابہا، ابو داؤد (۴۳۸۶) نسائی (۷۶/۸)

(صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۶۹۳) کتاب الحدود : باب فیمن سرق من حرز ابو داؤد (۴۳۹۴) ابن ماجہ (۲۵۹۵) احمد (۴۶۶/۶) نسائی (۶۹/۸) موطا (۸۳۴/۲) بدائع المنن للشافعی (۱۵۰۹) حاکم (۳۸۰/۴)

(نیل الأوطار (۵۸۲/۴)

(سبل السلام (۱۷۰۹/۴) نیل الأوطار (۵۸۰/۴)

گئی ہوئی جگہیں، اسی طرح دفن کرنے کی جگہیں بھی ان اشیاء کے لیے حرز ہیں جو کچھ ان میں مدفون ہے۔ اور قبریں ان کے لیے حرز ہیں جو ان میں داخل ہیں۔ اور اسی طرح مساجد ان میں موجود صفوں، چٹائیوں اور مختلف آلات مسجد کے لیے حرز ہیں۔ (۱)

(صدیق حسن خان) حرز (یعنی چیز کا حفاظت کی جگہ میں ہونا) ہاتھ کاٹنے کے لیے شرط ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جو غیر حرز (جسے حفاظت میں نہ لیا گیا ہو) ہے وہ لفظ ہے جس سے احتراز واجب ہے۔ (۲)

③ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ربح دینار یا اس سے زیادہ مالیت کی چیز میں ہاتھ کاٹ دیا جائے۔“ (۳)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿ لا تقطع ید السارق إلا فی ربع دینار فصاعدا ﴾ ”چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر صرف ربح دینار یا اس سے زیادہ (مالیت کی چیز) میں۔“ (۴)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿ اقطعوا فی ربع دینار ولا تقطعوا فی ما هو أدنی من ذلك وکان ربع دینار یومئذ ثلاثة دراهم والدينار اثني عشر درهما ﴾ ”ربح دینار میں ہاتھ کاٹ دو اس سے کم میں نہ کاٹو اور اس وقت ربح دینار تین درہم کے برابر تھا اور ایک دینار بارہ (12) درہم کے برابر تھا۔“ (۵)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تقطع ید السارق فيما دون المحن ﴾ ”ڈھال کی قیمت سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا ڈھال کی قیمت کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ”ربح دینار۔“ (۶)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال (کی چوری) میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔ (۷)

(خلفائے اربعہ، جمہور) تین درہم یا ربح دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۱) [السبل الجرار ۳۶۰/۴-۳۶۱]

(۲) [الروضة الندية ۵۹۸/۲]

(۳) [بخاری ۶۷۸۹] کتاب الحدود : باب قول الله تعالى والسارق والسارقة..... مسلم (۱۶۸۴) ابو داود (۴۳۸۳)

ترمذی (۱۴۴۵) نسائی (۷۸/۸)

(۴) [احمد ۸۰/۶] مسلم (۱۶۸۴) نسائی (۸۰/۸) ابن ماجہ (۲۵۸۵)

(۵) [احمد ۸۰/۶]

(۶) [صحیح : صحیح نسائی (۴۵۸۳) کتاب قطع السارق : باب القدر الذي إذا سرقه السارق قطعت يده نسائی

((۴۹۳۹))

(۷) [بخاری ۶۷۹۵] کتاب الحدود : باب قول الله تعالى والسارق والسارقة..... مسلم (۱۶۸۶) ابو داود (۴۳۸۵)

نسائی (۷۶/۸) موطا (۸۳۱/۲) ترمذی (۱۴۴۶)

(احناف) ہاتھ کاٹنے کا نصاب دس درہم ہے۔ (اس مسئلے کے متعلق امام شوکانیؒ نے گیارہ (11) مذاہب اور حافظ ابن حجر نے انیس (19) مذاہب نقل فرمائے ہیں تفصیل کا طالب انکی طرف رجوع کر سکتا ہے)۔ (۱)

(راجح) بلا تردّد جمہور کا موقف گذشتہ صحیح احادیث کے موافق ہونے کی وجہ سے برحق ہے۔

○ سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر ایشیا کی قیمت ان دونوں میں سے کس کے ساتھ ملائی جائے گی اس میں اختلاف ہے۔

(مالکؒ) درہموں کے ساتھ قیمت لگائی جائے گی۔

(شافعیؒ) قیمت لگانے میں اصل سونا ہے۔

تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ ①

قُطِعَتْ كَفُّهُ الْيُمْنَى

① ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالسَّارِقِ وَالسَّارِقَةِ فَاقْطَعُوا آيِدِيَهُمَا ﴾ [المائدة : ۳۸]

”چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔“

(شوکانیؒ) صرف دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اس کے بعد دوسری مرتبہ چوری کرنے کی صورت میں نہ ہاتھ کاٹا جائے گا

اور نہ پاؤں۔ (۲)

(شافعیؒ، صدیق حسن خانؒ) اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب چور پہلی مرتبہ چوری کرے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا پھر اگر دوسری مرتبہ چوری کرے تو اس کا بائیں پاؤں کاٹا جائے گا پھر اگر تیسری مرتبہ چوری کرے تو اکثر اہم علم کے نزدیک اس کا بائیں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا پھر اسی طرح اگر وہ دوبارہ چوری کرتا ہے تو اس کا دایاں پاؤں بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اس کے بعد پھر اگر وہ چوری کرے تو اسے سزا دی جائے گی اور قید کر دیا جائے گا۔

(ابوضیفؒ) اس کا بائیں ہاتھ اور دایاں پاؤں نہیں کاٹا جائے گا لیکن اسے سزا دی جائے گی اور قید کر دیا جائے گا۔ (۳)

○ نبی ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما چور کا ہاتھ اس کے جوڑ (کلائی) سے کاٹتے تھے۔

اس کے لیے ایک مرتبہ اقرار ① یا دو عادل آدمیوں کی گواہی

وَيَكْفِيهِ الْإِقْرَارُ مَرَّةً وَاحِدَةً أَوْ شَهَادَةُ

کافی ہے۔ ②

عَدَلَيْنِ

①① رسول اللہ ﷺ نے ڈھال چرانے والے شخص کو دوبارہ اقرار کا حکم نہیں دیا۔ (۴)

(۱) [نیل الأوطار (۵۷۶/۴ - ۵۷۸) فتح الباری (۶۱۱/۴) الأم للشافعی (۱۳۰/۶) الاختیار (۱۰۳/۴) المغنی

(۴۱۶/۱۲) بدایة المحتد (۴۴۷/۲)]

(۲) [السبل الحرار (۳۶۴/۴)]

(۳) [الروضة الندية (۶۰۱/۲)]

(۴) [بخاری (۶۷۹۵) کتاب المحلود : باب قول الله تعالى : والسارق والسارقة.....]

- (2) اسی طرح آپ ﷺ نے صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کی چادر چرانے والے کو بھی ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ (۱)
- جس روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چور سے کہا تھا ﴿ما إحصالك سرقت؟﴾ ”میں خیال نہیں کرتا کہ تم نے چوری کی ہو۔“ اس نے کہا کیوں نہیں۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہ تکرار ہوا۔ تو یاد رہے کہ وہ روایت ضعیف ہے۔ (۲)
- (مالک، شافعی، ابو حنیفہ) ایک مرتبہ اقرار ہی کافی ہے۔
- (احمد، ابو یوسف) کم از کم دو مرتبہ اقرار لازم ہے۔ (۳)
- (راجح) پہلا مؤقف راجح ہے۔ (۴)
- ② ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
- ﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ [الطلاق: ۲]
- ”دو عادل شخصوں کو گواہ بنا لو۔“

مزاعاف کرنے کے مجاز شخص کی تلقین مستحب ہے ① اور کاٹی ہوئی جگہ کا علاج کیا جائے گا۔ ②	وَيُنَادِبُ تَلْقِينِ الْمُسْقِطِ وَيُحْسَمُ مَوْضِعُ الْقَطْعِ
--	---

- ① (1) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ادراء والحدود بالشبهات﴾ ”شبهات پیدا ہو جانے کی وجہ سے حدود ہٹا دو۔“ (۵)
- (2) حضرت ابو امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا اس نے اعتراف تو کر لیا لیکن اس سے کوئی سامان برآمد نہ ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے کہا ﴿ما إحصالك سرقت؟﴾ ”میں خیال نہیں کرتا کہ تو نے چوری کی ہے۔“ اس نے کہا کیوں نہیں (دو مرتبہ یا تین مرتبہ) پھر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اقطعوه ثم جئو به﴾ ”اس (کا ہاتھ) کاٹ دو پھر اسے لے کر آؤ۔“ (۶)
- (3) امام عطاء فرماتے ہیں کہ جو لوگ گزر چکے ہیں جب ان کے پاس کوئی چور لایا جاتا تو وہ اسے کہتے تھے ﴿أسرقت؟ قل﴾

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۳۶۹۳) کتاب الحدود: باب فیمن سرق من حرز، ابو داؤد (۴۳۹۴)]

(۲) [ضعیف: ضعیف ابو داؤد (۹۴۳) کتاب الحدود: باب فی تلقین فی الحد، إرواء الغلیل (۲۴۲۶) ابو داؤد (۴۳۸۰)]

(۳) [نیل الأوطار (۵۸۷/۴)]

(۴) [الروضة الندية (۶۰۰/۲)]

(۵) [ضعیف: إرواء الغلیل (۲۳۱۶)]

(۶) [ضعیف: إرواء الغلیل (۲۴۲۶) احمد (۲۹۳/۵) ابو داؤد (۴۳۸۰) کتاب الحدود: باب فی تلقین فی الحد،

نسائی (۴۸۷۷) ابن ماجہ (۲۵۹۷) دارمی (۱۷۳/۲) بیہقی (۲۷۶/۸) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کے رجال ثقہ

ہیں۔ [بلوغ المرام (۲۷۱)]

- لا ﴿ ”کیا تو نے چور کی ہے؟ کہہ دو نہیں۔“ پھر انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔“ (۱)
- (۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا تو انہوں نے اس سے کہا ﴿ ”اس وقت؟ قل لا ﴿ ”کیا تو نے چوری کی ہے۔ کہہ دو کہ نہیں۔“ اس نے کہا ”نہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔“ (۲)
- (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا قصہ منقول ہے۔ (۳)
- (شوکانیؒ) اس میں یہ ثبوت موجود ہے کہ ایسی تلقین کرنا جو حد کو ساقط کر دے مستحب ہے۔ (۴)
- ۲ رسول اللہ نے ایک چور کے متعلق یہ حکم دیا ﴿ اذہبوا بہ فاقطعوا نم احسموہ ﴿ ”اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ کر اسے داغ دو۔“ (۵)

اگرچہ اس روایت میں ضعف ہے لیکن اگر یہ عمل نہ کیا جائے تو چور کی جان کو خطرہ ہے جسے بچانا تمام مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے اور یہ خیر کے کام میں تعاون بھی ہے۔ قرآن میں ہے کہ

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ﴾

”نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔“

○ ہاتھ کاٹنے والے کو اجرت اور داغنے والے کو ادویہ وغیرہ کی قیمت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ (۶)

کاٹا ہوا ہاتھ چور کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔ ①

وَتُعَلَّقُ الْيَدُ فِي عُنُقِ السَّارِقِ

- ① (۱) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ﴿ نم امر بہا فعلقت فی عنقه ﴿ ”پھر آپ ﷺ کے حکم سے وہ ہاتھ اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔“ (۷)
- اس کی مشروعیت کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ (۸)
- (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چور کا ہاتھ کاٹا پھر جب لوگ اس کے پاس سے گزرے تو اس کا ہاتھ گردن میں لٹکا ہوا تھا۔ (۹)

(۱) [عبدالرزاق (۱۰/۲۲۴)]

(۲) [عبدالرزاق (۱۸۹۲۰)]

(۳) [تلخیص الحبیر (۱۲۶/۴) بیہقی (۲۷۶/۸)]

(۴) [نیل الأوطار (۴/۵۸۷)]

(۵) [ضعیف : إرواء الغلیل (۲۴۳۱) دارقطنی (۱۰۲/۳) حاکم (۳۸۱/۴) بیہقی (۲۷۵/۸) كشف الأستار للبرار (۱۰۶۰)]

(۶) [ضعیف : إرواء الغلیل (۲۴۳۲) ابو داود (۴۴۱۱) كتاب الحدود : باب فی تعلیق ید السارق فی عنقه ، ترمذی (۱۷۷۶)]

(۷) [سبل السلام (۱۷۱۱/۴) نیل الأوطار (۴/۵۸۹)]

(۸) [ضعیف : إرواء الغلیل (۲۴۳۲) ابو داود (۴۴۱۱) كتاب الحدود : باب فی تعلیق ید السارق فی عنقه ، ترمذی (۱۴۴۷) نسائی (۹۲/۸) ابن ماجہ (۲۵۸۷) احمد (۱۹/۶)]

(۹) [حجة الله البالغة (۱۶۳/۲) نیل الأوطار (۴/۵۸۹)]

(۱۰) [بیہقی (۲۷۵/۸) نیل الأوطار (۴/۵۸۹)]

<p>جس کی چوری ہوئی ہے وہ اگر حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے چور کو معاف کر دے تو حد ساقط ہو جائے گی لیکن عدالت میں پہنچنے کے بعد نہیں کیونکہ اب تو حد واجب ہو چکی ہے۔ ①</p>	<p>وَيَسْقُطُ بَعْفُو الْمَسْرُوقِ عَلَيْهِ قَبْلَ الْبُلُوغِ إِلَى السُّلْطَانِ لَا بَعْدَهُ فَقَدْ وَجِبَ</p>
---	---

① (1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تعافوا الحدود فيما بينكم فما بلغن من حد فقد وجب﴾ ”آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو اور جو میرے پاس پہنچ جائے گی (سمجھ لو) کہ وہ واجب ہوگئی۔“ (۱)

(2) جب رسول اللہ ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو جس کی چوری ہوئی تھی اس نے کہا کہ میں نے یہ چیز اسے ہبہ کر دی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ہلا كان قبل ان تأتيني به﴾ ”اے میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا۔“ (۲)

(ابوظیفہ) حاکم کے پاس معاملہ پہنچنے کے بعد بھی معاف کر دینے کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔ (۳)
(شوکانی) حدیث اس (ابوظیفہ کے موقف) کا رد کرتی ہے۔ (۴)

839- پردہ پوشی کرنا بہتر ہے

حاکم وقت کے پاس جانے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ پردہ ڈال دیا جائے اور معاف کر دیا جائے جیسا کہ

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿من ستر مسلما ستره الله يوم القيامة﴾ ”جس نے کسی مسلمان پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر پردہ ڈال دیں گے۔“ (۵)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لا يستر عبد عبدا في الدنيا إلا ستره يوم القيامة﴾ ”کوئی بندہ کسی بندے پر دنیا میں پردہ نہیں ڈالتا مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر پردہ ڈال دیں گے۔“ (۶)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من علم من أخيه سيئة فسترها ستر الله عليه يوم

(۱) [صحیح : الصحيح (۱۶۳۸) ابو داؤد (۴۳۷۶) کتاب الحدود : باب العفو عن الحدود ما لم تبلغ السلطان' نسائی (۷۰۱۸) حاکم (۳۸۳/۴)]

(۲) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۳۱۷) ابو داؤد (۴۳۹۴) کتاب الحدود : باب من سرق من حرز' احمد (۴۶۶/۶) مؤطا (۸۳۴/۲) ابن ماجہ (۲۵۹۵) حاکم (۳۸۰/۴) نسائی (۲۵۵/۲) ابن الجارود (۸۲۸)]

(۳) [المبسوط (۱۸۶/۹)]

(۴) [نبیل الأوطار (۵۸۲/۴)]

(۵) [بخاری (۲۴۴۲) کتاب العظام : باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه' مسلم (۲۵۸۰) ترمذی (۱۴۲۶) ابو داؤد (۴۸۹۳)]

(۶) [مسلم (۲۵۹۰) کتاب البر والصلة والآداب : باب بشارة من ستره الله عيه في الدنيا]

القیامۃ ﴿﴾ جسے اپنے بھائی کی کسی برائی کا علم ہو اور وہ اس پر پردہ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس پر پردہ ڈال دیں گے۔“ (۱)

پھل اور کھجور کا گودا چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جب تک مالک نے توڑ کر محفوظ جگہ میں ڈھیر نہ کر لیا ہو۔ جب وہ اسے کھائے اور کچھ چھپا کر نہ لے جائے ورنہ اسے چرائے ہوئے مال کی دگنی قیمت ادا کرنا ہوگی اور اسے تادیبی سزا بھی دی جائے گی۔ ❶	وَلَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا سَكْنَرٍ مَا لَمْ يُؤْوَهِ الْجَرِينُ إِذَا أَكَلَ وَلَمْ يَتَّخِذْ حَبْنَةً وَالْأ سَّكَّانَ عَلَيْهِ ثَمَنٌ مَا حَمَلَهُ مَرَّتَيْنِ وَضُرْبٌ نِكَالٌ
--	--

❶ حدیث نبوی ہے کہ ﴿﴾ من أخذ بغمه ولم يتخذ حبة فليس عليه شئع ومن احتمل فعليه ثمنه مرتين وضرب نكال وما أخذ من أجرانه ففيه القطع إذا بلغ ما يؤخذ من ذلك ثمن المحن ﴿﴾ ”جو شخص (پھلوں کو) اپنے منہ سے پکڑے اور چھپا کر نہ لے جائے تو اس پر کچھ (سرنش) نہیں اور جو اسے اٹھا کر لے جائے اس پر لازم ہے کہ دگنی قیمت ادا کرے اور عبرت کے لیے اسے سزا بھی دی جائے گی اور جو چیز (غلے کے) ڈھیروں سے اٹھائی جائے تو اس میں (ہاتھ) کاٹا جائے گا جبکہ اس کی قیمت ڈھال کی قیمت (یعنی تین درہم) کو پہنچتی ہو۔“ (۲)

”سکنر“ کھجور کے درخت کا گوند جو چربی کی طرح رنگت میں سفید اور ذائقہ مزہ میں گری کی طرح) کھجور کے تنے کے وسط میں پایا جاتا ہے (اور کھایا جاتا ہے)۔ (۳)

”حبنۃ“ کپڑے کا پلو۔ مطلب یہ ہے کہ کپڑے میں باندھ کر نہ لے جائے۔ (۴)
”جرین“ کھجور خشک کرنے کی جگہ۔ جیسے گندم کے لیے کھلیان وغیرہ۔ (۵)

وَأَيْسَ عَلَى الْخَائِنِ وَالْمُنْتَهَبِ وَالْمُخْتَلِسِ قَطْعٌ
خَائِنٌ ذُو أَوْرَاقِ صَابِ كَا تَهْتَبِيسُ كَا تَا جَائِے گَا۔ ❶

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ ایس علی خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع ﴿﴾ ”خائن“ ذُو أَوْرَاقِ صَابِ کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔“ (۶)

(۱) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۳۳۶) کتاب الحدود : باب الترغیب فی ستر المسلم والترہیب من ہتکہ

وتتبع عورته، رواہ طبرانی فی الکبیر، اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔]

(۲) [حسن : إرواء الغلیل (۲۴۱۳) : (۶۹/۸) احمد (۱۸۰/۲) ابو داود (۴۳۹۰) کتاب الحدود : باب ما لا قطع فیہ،

نسائی (۸۴/۸) حاکم (۳۸۱/۴) ترمذی (۱۲۸۹) ابن ماجہ (۲۵۹۶)]

(۳) [سبل السلام (۱۷۰۸/۴)]

(۴) [المنجد (ص/۱۹۳) سبل السلام (۱۷۱۳/۴)]

(۵) [النهاية لابن الأثير (۲۶۳/۱) سبل السلام (۱۷۱۳/۴)]

(۶) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۴۰۳) احمد (۳۸۰/۳) ابو داود (۴۳۹۱) کتاب الحدود : باب القطع فی الخلسة

والخیانة، نسائی (۸۸/۸) ابن ماجہ (۲۵۹۱) حاکم (۳۸۲/۴) ابن حبان (۴۴۵۷) بیہقی (۲۷۹/۸) العلیل

المتناهية لابن الجوزی (۷۹۳/۲)]

(شافعیہ، حنفیہ) اسی کے قائل ہیں کہ ان سب کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (۱)

(احمد) ان سب کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ (۲)

(نودوی) قاضی عیاض بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنے کی سزا چور پر واجب کی ہے جبکہ اس کے علاوہ اختلاس

انتہاب اور غصب میں نہیں کی۔ (۳)

(راجح) پہلا مؤقف راجح ہے۔

○ ”خائفن“ وہ ہے جو ظاہر اخیر خواہ اور خفیہ مال (دھوکہ و فریب کے ذریعے) حاصل کرنے والا ہو۔

”منتہب“ جو زبردستی غلبہ پا کر مال چھین لے۔

”مختلس“ جو کسی کا مال چھپانا مار کر سلب کر لے۔ (۴)

وَقَدْ نَبَتْ الْقَطْعُ فِي جُحْدِ الْعَارِيَةِ

لیکن ادھار لی ہوئی چیز کا انکار کرنے کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ①

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مخزومی عورت ادھار سامان لے کر اس کا انکار کر دیتی تھی ﴿فأسر النبي ﷺ﴾

بقطع یدھا ﴿تو نبی ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔“ (۵)

(احمد، اسحاق، ابن حزم، اہل ظاہر) ادھار لی ہوئی چیز کے انکار پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(جمہور) ہاتھ کاٹنا واجب نہیں کیونکہ قرآن میں سارق کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے اور یہ لغوی اعتبار سے سارق نہیں۔ (۶)

(ابن قیم) ادھار کا انکار بھی سرقہ میں شامل ہے۔ (۷)

(صدیق حسن خان) اگرچہ لغوی اعتبار سے سارق نہیں لیکن شرعی اعتبار سے تو سارق ہے اور شرع کو لغت پر ترجیح حاصل

ہے۔ (۸)

(شوکانی) یہ حدیث امانت کا انکار کرنے والے پر بھی صادق آتی ہے کہ بلاشبہ وہ چور ہے اور برحق بات یہی ہے کہ امانت کا

(۱) [تحفة الأحوذی (۸۳۵/۴)]

(۲) [نیل الأوطار (۵۸۳/۴)]

(۳) [شرح مسلم (۱۹۹/۶)]

(۴) [تحفة الأحوذی (۸۳۴/۴) نیل الأوطار (۵۸۳/۴) النہایة (۶۱/۲)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۶۹۴) کتاب الحدود : باب فی القطع فی العاریة إذا جحدت احمد (۱۵۱/۲) ابو

داؤد (۴۳۹۵) نسائی (۷۰/۸) مشکل الآثار (۹۷/۳)]

(۶) [نیل الأوطار (۵۸۵/۴) المحلی بالآثار (۳۵۸/۱۲)]

(۷) [زاد المعاد (۵۰/۵)]

(۸) [الروضة الندية (۶۰۵/۲)]

انکار کرنے والے کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہ ان دلائل سے خاص ہوگا جن میں حرز کا اعتبار ہے۔ (۱)
(راجع) امام احمد وغیرہ کا موقف ہی اقرب رالی الحدیث معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کے گھر سے ایک چادر چرائی تھی وہ ضعیف

ہے۔ (۲)



(۱) [نیل الأوطار (۴/۵۸۶)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ (۵۵۵) کتاب الحدود : باب الشفاعة فی الحدود، ابن ماجہ (۲۵۴۸) ابن ابی شیبہ

(۴/۳۷۹) بیہقی (۲۸۰۸۱) حاکم (۳۷۹/۴) بیہقی (۲۸۱/۸)]

تہمت کی حد کا بیان

باب حد القذف

<p>جو شخص کسی دوسرے پر زنا کی تہمت لگائے (اور گواہ پیش نہ کر سکے) تو اس پر تہمت کی سزا واجب ہو جائے گی اگر آزاد ہو تو اسی (80) کوڑے اور اگر غلام ہو تو چالیس (40)۔ ❶</p>	<p>مَنْ رَمَى غَيْرَهُ بِالزَّوْنِ وَجَبَ عَلَيْهِ حَدُّ الْقَذْفِ ثَمَانِينَ جَلْدَةً إِنْ كَانَ حُرًّا وَأَرْبَعِينَ إِنْ كَانَ مَمْلُوكًا</p>
--	--

❶ لغوی وضاحت: لفظ قذف کا معنی ہے ”تہمت لگانا“ پھینکنا یہ باب قَذْفٌ يَقْذِفُ (ضرب) سے صدر ہے۔ باب قَاذَفٌ يَقَاذِفُ (مفاعلة) ایک دوسرے کو تہمت لگانا باب اسْتَقْذَفٌ يَسْتَقْذِفُ (استفعال) تہمت لگانا۔ (۱) شرعی تعریف: آدمی کا کسی دوسرے پر زنا کی تہمت لگانا قذف کہلاتا ہے۔ (۲) یہ کبیرہ گناہ ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعُنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾ [النور: ۲۳]

”یقیناً جو لوگ پاکدامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔“

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی اشیاء سے بچو..... (ان میں سے ایک یہ ہے) ﴿ قذف المحصنات المؤمنات الغافلات ﴾ ”پاکدامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔“ (۳)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں (حضرت حسان رضی اللہ عنہما، حضرت مسطح رضی اللہ عنہما اور حضرت حمزہ بنت جحش رضی اللہ عنہا) کو

رسول اللہ ﷺ نے حد قذف لگائی تھی۔ (۴)

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً ﴾ [النور: ۴]

”اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لاتے انہیں اسی (80) کوڑے لگاؤ۔“

(شوکانیؒ) اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (۵)

(۱) [المنجد (ص/۶۷۶) القاموس المحيط (ص/۷۰۹)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷/۵۳۹۸)]

(۳) [بخاری (۶۸۵۷) كتاب الحدود : باب رمى المحصنات.....]

(۴) [حسن : صحيح ابن ماجة (۲۰۸۱) احمد (۳۵۲/۶) ابو داود (۴۴۷۴) كتاب الحدود : باب في حد القذف

ترمذی (۳۱۸۱) ابن ماجة (۲۵۶۷)]

(۵) [السييل النجرات (۴/۳۴۱۴)]

غلام کے متعلق اختلاف ہے کہ اسے مکمل (80 کوڑے) حد لگائی جائے گی یا نصف۔ اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ غلام کو آزاد سے نصف حد لگائی جائے گی ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد خلفاء کو اپنے غلاموں کو چالیس (کوڑوں) سے زائد حد قذف لگانے نہیں دیکھا۔ (۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما، امام لیث، امام زہری، امام اوزاعی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز آیت ﴿ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ..... ﴾ کے عموم کی وجہ سے غلام کو بھی مکمل حد لگانے کے قائل ہیں۔ (۲)

(ابن حزم) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(صدیق حسن خان) جس آیت میں نصف حد کا ذکر ہے وہ زنا کے متعلق ہے

﴿ فَإِنَّ آتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفٌ ﴾ [النساء: ۲۵]

لہذا حد قذف کو حد زنا پر قیاس کرنا درست نہیں بلکہ غلام کو بھی مکمل حد قذف لگائی جائے گی۔ (۴)

(امیر صنعانی) غلام کو بھی مکمل حد لگائی جائے گی۔ (۵)

(سید سابق) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(جمہور، ابن حجر) غلام پر آزاد سے نصف حد ہے مرد ہو یا عورت۔ (۷)

(راجح) جن حضرات کے نزدیک غلام کو بھی مکمل حد قذف لگائی جائے گی ان کی رائے زیادہ معتبر ہے۔

840- کیا تعریض سے حد واجب ہو جاتی ہے؟

کیا تعریض یعنی اشارہ کرنے یا کسی دوسرے پر ڈال کر بات کرنے سے حد واجب ہو جاتی ہے یا نہیں اس میں

اختلاف ہے:

(احناف) تعریض سے حد واجب نہیں ہوگی اگرچہ نیت قذف کی ہو۔

(مالکیہ) اگر قرآن سے معلوم ہو جائے کہ تعریض سے قذف مراد ہے تو حد واجب ہو جائے گی۔

(شافعیہ) اگر قذف کی نیت ہو اور پھر وہ اسے واضح بھی کر دے تو تعریض پر حد واجب ہوگی۔

(حنابلہ) امام احمد سے مختلف روایات منقول ہیں۔

(۱) مؤطا (۸۲۸/۲)

(۲) فتح الباری (۴۹۵/۱۵) سبیل السلام (۱۶۹۷/۴)

(۳) [المحلی بالآثار (۷۱/۱۲)]

(۴) [الروضة الندية (۶۰۷/۲)]

(۵) [سبیل السلام (۱۶۹۷/۴)]

(۶) [فقہ السنة (۵۳۵/۲)]

(۷) [فتح الباری (۴۹۵/۱۵)]

(1) اس پر کوئی حد نہیں۔

(2) اس پر حد ہے۔ (۱)

(راجع) اگر قرآن و احوال سے معلوم ہو جائے کہ تعریض یا محتمل الفاظ سے مراد زنا کی تہمت ہے یا غیر محتمل الفاظ میں وہ خود اقرار کر لے تو حد واجب ہوگی بصورت دیگر نہیں۔

کیونکہ کتاب اللہ میں مذکور تہمت سے مراد قاذف کا ایسے الفاظ سے تہمت لگانا ہے جو لغوی، شرعی یا عرفی اعتبار سے زنا کی تہمت پر صادق آتے ہوں۔ (۲)

841- تہمت میں تکرار کا حکم

اگر کوئی تہمت میں تکرار کرے (یعنی بار بار تہمت لگائے) تو اسے ایک ہی حد لگائی جائے گی جب کہ اسے پہلی حد نہ لگائی گئی ہو اگر حد لگانے کے بعد وہ دوبارہ تہمت لگائے تو پھر دوبارہ حد لگائی جائے گی۔ (۳)

842- اگر کوئی شخص جماعت کو تہمت لگائے.....

(احناف، مالکیہ) جب کوئی جماعت کو تہمت لگائے تو اسے ایک ہی حد لگائی جائے گی۔

(شافعی، زفری) اس پر ہر شخص کی علیحدہ علیحدہ حد لگائی جائے گی۔

(حنابلہ) اگر وہ جماعت کو ایک ہی کلمہ سے تہمت لگائے تو اسے ایک حد لگائی جائے گی لیکن اگر وہ زیادہ کلمات سے تہمت لگائے تو پھر ہر ایک کے لیے اس پر حد قائم کی جائے گی کیونکہ قذف آدمی کا حق ہے اور ایک آدمی کا حق ادا کرنے سے دوسروں کا حق ادا نہیں ہوگا مثلاً قرض اور قصاص وغیرہ۔ (۴)

(راجع) امام شافعی کا موقف زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک کلمہ بھی پوری جماعت پر تہمت لگانے کے لیے کافی ہے۔ (واللہ اعلم)

843- عدالت میں پہنچنے سے پہلے معافی.....

عدالت میں پہنچنے سے پہلے معافی کی صورت میں حد قذف ساقط ہو جائے گی جیسا کہ پیچھے حدیث گزری ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ھلا كان قبل أن تاتيني به﴾ ”اے میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا۔“ (۵)

(۱) [المبسوط (۱۲۰/۱۹) فتح القدیر (۱۹۱/۴) بدائع الصنائع (۴۲/۷) تبین الحقائق (۲۰۰/۳) بدایۃ المحتجہ

(۲) [۴۳۲/۲) حاشیۃ اللدسوقی (۳۲۷/۴) القوانين الفقہیۃ (ص ۳۵۷/۱) المہذب (۲۷۳/۲) المغنی (۲۲۲/۸)]

(۳) [فقہ السنۃ (۵۳۷/۲) الروضۃ الندیۃ (۶۰۸/۲)]

(۴) [فقہ السنۃ (۵۴۰/۲)]

(۵) [المبسوط (۱۱۱/۹) بدائع الصنائع (۴۲/۷) القوانين الفقہیۃ (ص ۳۵۸/۱) بدایۃ المحتجہ (۴۳۳/۲) الشرح الکبیر

(۳۲۷/۴) المہذب (۲۷۵/۲) المغنی (۲۳۳/۸)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۶۹۳) کتاب الحدود : باب فیمن سرق من حرز ابو داؤد (۴۳۹۴)]

844 - والد کو حد قذف

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ دلائل کے عموم کی وجہ سے والد کو بھی حد قذف لگائی جائے گی۔ (۱)

اور یہ سزا اس کے اقرار ۱ یا دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت ہو جائے گی ۲ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ ۳	وَيَنْبُتُ ذَلِكَ بِأَقْرَابِهِ مَوْرَةً أَوْ بِشَهَادَةِ عَدْلَيْنِ وَإِذْ لَمْ يَنْبُتْ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُ
---	---

- ① کیونکہ آدمی کا ایک مرتبہ ہی اقرار کر لینا حد لازم کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”اے انیس! اس کی بیوی کے پاس صبح جاؤ ﴿فان اعترفت فارحمها﴾ ”اور اگر وہ اعتراف (زنا) کر لے تو اسے رجم کر دینا۔“ (۲)
- ② ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَأَشْهَدُوا ذَوْعَىٰ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ [الطلاق : ۲]

”اور اپنے (ساتھیوں) میں سے دو عادل گواہ مقرر کر لو۔“

- ③ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ ﴾ [النور : ۴-۵]

”اور کبھی بھی ان (تہمت لگانے والوں) کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں مگر وہ لوگ جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی (ان کی گواہی قبول کر لو)۔“

- توبہ کے بعد قاذف کی گواہی قبول ہوگی یا نہیں اس کے متعلق اختلاف ”باب الشهادات“ میں گزر چکا ہے۔

اگر وہ تہمت لگانے کے بعد چار گواہ پیش کر دے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی ① اور اسی طرح جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ زنا کا اقرار کر لے تو بھی اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ ②	فَإِنْ جَاءَ بَعْدَ الْقَذْفِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءٍ سَقَطَ عَنْهُ الْحَدُّ وَهَكَذَا إِذَا أَقْرَأَ الْمَقْدُوفَ بِالزَّنَا
--	--

- ① اس وقت وہ قاذف نہیں ہے کیونکہ چار گواہوں کی موجودگی کی وجہ سے زنا ثابت ہو چکا ہے پھر زانی پر حد لگائی جائے گی۔ یہی اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مفہوم ہے ﴿فَمَنْ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ﴾ [النور : ۴] ”یعنی تہمت لگانے والے اگر چار گواہ نہیں لاتے تو انہیں کوڑے لگاؤ“ اور یقیناً اگر وہ گواہ لے آئیں تو پھر انہیں کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔
- ② پھر اعتراف کرنے والے پر ہی حد لگائی جائے گی قاذف پر نہیں جیسا کہ یہ پیچھے ثابت کیا جا چکا ہے۔

(۱) [السيل الحرار (۳۴۴/۴)]

(۲) [احمد (۱۱۰/۴) بخاری (۶۸۴۲، ۶۸۴۳) مسلم (۱۶۹۷، ۱۶۹۸) ابو داؤد (۴۴۴۵) ترمذی (۱۴۳۳) ابن

ماجة (۲۰۴۹) حمیدی (۸۱۱)]

نشہ آور چیز پینے کی حد کا بیان

باب حد الشرب ①

جو شخص مکلف و خود مختار ہو کر نشہ آور چیز پی لے اسے امام کی رائے کے مطابق چالیس یا اس سے کم و بیش کوڑے لگائے جائیں گے خواہ جوتے ہی مار دیے جائیں۔ ②

مَنْ شَرِبَ مُسْكِرًا مُكَلَّفًا مُخْتَارًا جَلْدًا
عَلَى مَا يَرَاهُ الْإِمَامُ إِمَّا أَرْبَعِينَ جَلْدَةً
أَوْ أَكْثَرَ وَلَوْ بِالْتَعَالِ

① (احناف) حرام مشروبات پر حد کی دو قسمیں ہیں:

- (1) حد الشرب: جو صرف خاص شراب (یعنی خمر) پینے پر نافذ ہوتی ہے۔ (ان کے نزدیک صرف انگور سے بنائی جانے والی شراب شمر ہے) اس حد کے وجوب کا سبب مہض سے پینا ہی ہے خواہ اسے کم پیا جائے یا زیادہ اور خواہ نشہ آئے یا نہ آئے۔
- (2) حد السكر: جو خاص شراب (یعنی خمر) کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء (جو گندم، جو، کئی شہد، انجیر اور باجرے وغیرہ جیسی اشیاء سے بنائی گئی ہوں) کے پینے پر نافذ ہوتی ہے۔ اس حد کے وجوب کا سبب نشے کا حصول ہے (یعنی اگر ایک یا دو گلاس پینے سے نشہ نہ آئے اور تیسرا گلاس پینے سے نشہ آئے تو پہلے دونوں گلاسوں پر کوئی حد واجب نہیں ہوگی بلکہ تیسرے گلاس پر حد واجب ہوگی کیونکہ اسے پینے سے ہی نشہ آیا ہے)۔ (۱)

(جمہور) شراب یا اس کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات میں کوئی فرق نہیں ہر نشہ آور مشروب حرام ہے قلیل ہو یا کثیر یہی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ﴿کل مسکر خمر و کل خمر حرام﴾ ”ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔“ (۲)

(راجح) جمہور کا موقف حدیث کے زیادہ قریب ہے۔

② (1) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی ﴿فجحدہ بحدیدتین نحو أربعین﴾ ”اسے دو چھڑیوں سے چالیس کے قریب کوڑے لگائے گئے۔“

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سزا دی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿أخف الحدود ثمانون﴾ ”ہلکی ترین سزا اسی (80) کوڑے ہے۔“

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کا حکم صادر فرما دیا۔ (۳)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے معاملے میں چھڑی اور جوتیوں کے ساتھ حد لگائی اور

(۱) [بدائع الصنائع (۳۹/۷) تبیین الحقائق (۱۹۵/۳) فتح القدیر (۱۷۸/۴)]

(۲) [بداية المحتشد (۴۳۴/۲) مغنی المحتاج (۱۸۷/۴) المغنی (۳۰۴/۸) المہذب (۲۸۶/۲)]

(۳) [احمد (۱۱۵/۳) مسلم (۱۷۰۶) کتاب الحدود: باب حد الخمر، ابو داود (۴۴۷۹) ترمذی (۱۴۴۳) ابن ماجہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے لگائے۔ (۱)

(3) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جب ولید بن عقبہ کو کوڑے لگا رہے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ شام کر رہے تھے جب وہ چالیس تک پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں روک کر فرمایا ﴿جلد النبی ﷺ أربعين وأبو بكر أربعين وعمر ثمانين وكل سنة وهذا أحب إلي﴾ ”نبی ﷺ نے چالیس (40) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس (40) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی (80) کوڑے سزا دی اور ہر ایک سنت ہے اور یہی مجھے زیادہ پسند ہے۔“ (۲)

(4) حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نعمان یا ابن نعمان کو شراب پینے کی وجہ سے لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے تمام گھر والوں کو اسے مارنے کا حکم دیا ﴿فكفك فيمن ضربه بالنعال والحريد﴾ ”میں ان میں تھا جنہوں نے اسے جوتیوں اور چھڑیوں سے مارا۔“ (۳)

(5) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں امارت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اور امارت عمر رضی اللہ عنہ کی ابتداء میں ہمارے پاس شراب پینے والا لایا جاتا تو ہم اسے اپنے ہاتھوں جوتیوں اور چادروں کے ساتھ مارتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں انہوں نے چالیس کوڑے لگائے لیکن جب لوگوں نے (شراب پینے میں) سرکشی کی تو انہوں نے اسی (80) کوڑے لگانے شروع کر دیے۔ (۴)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے لیے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ (۵) ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شرابی کو حد لگانا واجب ہے لیکن اس کی مقدار مقرر نہیں۔ حاکم وقت جرم کی شاعت کے مطابق کوڑوں کی سزا تجویز کرے گا۔ (۶)

شرابی کی حد کے متعلق اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

مالکؒ، ابوحنیفہؒ شرابی کی حد اسی (80) کوڑے ہے۔

احمدؒ، شافعیؒ شرابی کی حد چالیس (40) کوڑے ہے۔ (۷)

(۱) [بخاری (۶۷۷۳) کتاب الحدود : باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر، مسلم (۱۷۰۶)]

(۲) [مسلم (۱۷۰۷) کتاب الحدود : باب حد الخمر]

(۳) [احمد (۷/۴) بخاری (۶۷۷۴، ۶۷۷۵) کتاب الحدود : باب الضرب بالحريد والنعال]

(۴) [احمد (۴/۴۹۳) بخاری (۶۷۷۹) کتاب الحدود : باب الضرب بالحريد والنعال، نسائی فی السنن الكبرى

[(۲۵۰/۳)]

(۵) [احمد (۳۲۲/۱) ابو داود (۴۴۷۶)]

(۶) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: السیل الحرار (۳/۴۷/۴) الروضة الندية (۶۱۲/۲) نیل الأوطار (۵۹۷/۴) سبل السلام

[(۱۷۲۴/۴)]

(۷) [المبسوط (۳/۲۴) بداية المحتهد (۴/۴۴۲) الأم للشافعی (۱/۴۴/۶) فتح القدیر (۱۸۵/۴) بدائع الصنائع

(۱۱۳/۵) المغنی (۳۰۴/۸) القوانين الفقهية (ص/۳۶۱)].

(راجع) شرابی کی حد متعین نہیں جیسا کہ پیچھے دلائل ذکر کر دیے گئے ہیں۔

- شرابی کو ہاتھ سے چھڑی سے جوتی سے یا کپڑے سے امام کی مقرر کردہ مقدار کے مطابق حد لگائی جاسکتی ہے۔ (۱)
- (نوٹی) علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ حد صرف چھڑی جوتی اور کپڑوں کے کناروں سے لگائی جائے گی (پھر خود فرماتے ہیں کہ) راجح یہی ہے کہ کوڑے کے ساتھ بھی حد لگانا جائز ہے۔ (۲)
- غلام کو بھی مکمل حد لگائی جائے گی کیونکہ اس کی تخصیص کتاب و سنت سے ثابت نہیں۔ (واللہ اعلم)

وَيَكْفِي إِفْرَازُهُ مَرَّةً أَوْ شَهَادَةَ عَدَلَيْنِ وَلَوْ عَلَى قَتْلَى	اس کے لیے شرابی کا ایک مرتبہ اقرار یا دو عادل گواہوں کی گواہی کافی ہے ① اگرچہ وہ تے پر ہی شہادت دیں۔ ②
--	--

- ① اس کا کئی مرتبہ پیچھے بیان گزر چکا ہے۔
- ② کیونکہ کسی آدمی کے پیٹ سے شراب کی بدبو اس وقت آتی ہے جب اس نے شراب پی ہو اور (شراب کی) تے بھی صرف وہی ہضم کرتا ہے جس نے شراب پی ہو۔ (۳)
- اسی وجہ سے صحابہ نے ولید بن عقبہ کو حد لگائی تھی۔ حمران اور ایک دوسرے آدمی نے اس کے خلاف گواہی دی تھی۔ ان میں سے ایک نے تو یہ گواہی دی کہ میں نے اسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ اور دوسرے نے کہا میں نے اسے شراب کی تے کرتے دیکھا ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے کہا جب تک شراب نہ پی ہوتے کیسے کر سکتا ہے۔ (۴)

وَقَتْلُهُ فِي الرَّابِعَةِ مَنْسُوخٌ	اور چوتھی مرتبہ شراب پینے پر قتل منسوخ ہے۔ ①
---------------------------------------	--

- ① حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا شَرِبَ فَاجْلِدُوهُ ثُمَّ إِذَا شَرِبَ الثَّانِيَةَ فَاجْلِدُوهُ ثُمَّ إِذَا شَرِبَ الثَّلَاثَةَ فَاجْلِدُوهُ ثُمَّ إِذَا شَرِبَ الرَّابِعَةَ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ﴾ ”جب کوئی شراب پیے تو اسے کوڑے مارو پھر دوسری مرتبہ شراب پیے تو پھر کوڑے لگاؤ پھر تیسری مرتبہ شراب پیے تو پھر کوڑے لگاؤ۔ مگر جب چوتھی دفعہ شراب نوشی کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔“ (۵)
- (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ﴾ ”اگر کوئی شراب پیے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اگر وہ چوتھی مرتبہ پیے تو اسے قتل کر دو۔“ پھر نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی

(۱) [الروضة الندية (۶۱۲/۲)]

(۲) [شرح مسلم (۲۳۴/۶)]

(۳) [السيل الجرار (۳۵۰/۴)]

(۴) [مسلم (۱۷۰۷) کتاب الحدود : باب حد الخمر]

(۵) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (۳۷۶۴) کتاب الحدود : باب إذا تتابع في شرب الخمر] احمد (۵۱۹/۲) ابو داود (۴۴۸۴) ترمذی (۱۴۴۴) ابن ماجہ (۲۵۷۳) نسائی فی السنن الكبرى (۵۲۹۹)

لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی آپ نے اسے مارا لیکن قتل نہیں کیا۔ (۱)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ شراب پینے والے کو قتل کرنے کا حکم پہلے تھا اب منسوخ ہو چکا ہے..... اسی پر عام اہل علم ہیں اور ہم ان کے درمیان کسی اختلاف کو نہیں جانتے اور اس مسئلے کی مزید تائید وہ حدیث کرتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر تینوں میں سے ایک کے ساتھ: جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی اور مرتد۔“ (۲)

امام زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شراب پینے والا لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ (۳)

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(ابن حزم) اسے چوتھی مرتبہ قتل کر دیا جائے گا۔
(جمہور شافعی) اسے قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ قتل کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔ (۴)

○ حد قائم کرنے کی چار شرائط ہیں:

(1) عقل

(2) بلوغ

(3) خود مختاری

(4) علم (کہ یہ چیز نشہ آور ہے اور پھر بھی اسے پی لے۔)

نیز اسلام اور حریت شرط نہیں ہیں۔ (۵)

○ شرابی اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ (۶)

845- حدود قائم کرنے کی فضیلت

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لحد یقام فی الارض خیر لاهل ارض من ان یمطروا ثلاثین صباحا﴾ ”زمین میں قائم کی جانے والی ایک حد زمین والوں کے لیے تیس دنوں کی

(1) [صحیح: نصب الرایة (۳/۴۷۱) ترمذی تعلیقا (۴/۹۱۴) بزار (۲/۲۲۱) شرح معانی الآثار (۳/۱۶۱) حاکم (۴/۳۷۳) بیہقی (۸/۳۱۴)]

(۲) [ترمذی (بعد الحدیث ۱/۴۴۴) کتاب الحدود: باب ما جاء من شرب الخمر فاجلدوه ومن عاد فی الرابعة فاقتلوه]

(۳) [احمد (۲/۲۹۱)]

(۴) [نیل الأوطار (۴/۶۰۴) سبیل السلام (۴/۱۷۲۶) الروضة الندیة (۲/۶۱۴)]

(۵) [فقہ السنة (۲/۴۹۲)]

(۶) [بخاری (۸۰/۶۷۸) کتاب الحدود: باب ما یکره من لعن شارب الخمر.....]

بارش سے بہتر ہے۔“ (۱)

(۲) ﴿وفی رواية قال أبو هريرة: إقامة حد فی الأرض خیر لأهلها من أن یمطروا أربعین لیلة﴾ ”اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمین میں ایک حد کا قائم کر دینا اس کے رہنے والوں کے لیے چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔“ (۲)

(۳) سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ﴿حد یعمل بہ فی الأرض خیر لأهل الأرض من أن یمطروا أربعین صباحا﴾ ”ایک حد جس کے مطابق زمین میں عمل کیا جاتا ہے وہ اہل ارض کے لیے چالیس دنوں کی بارش سے بہتر ہے۔“ (۳)

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إقامة حد من حدود اللہ خیر من مطر أربعین لیلة فی بلاد اللہ﴾ ”اللہ کی حدود میں سے ایک حد قائم کر دینا اللہ کے شہروں میں چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔“ (۴)



(۱) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۲۳۵۰) کتاب الحدود: باب الترغیب فی إقامة الحدود، نسائی (۷۶۱/۸)]

(۲) [صحیح: صحیح الترغیب، ایضاً]

(۳) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب، ایضاً، ابن ماجہ (۲۵۳۸)]

(۴) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۲۳۵۱) کتاب الحدود: باب الترغیب فی إقامة الحدود والترہیب من المدانہ

فیہا، ابن ماجہ (۲۵۳۷)]

تعزیر کا بیان

باب التعزیر ۵

والتَّعْزِيرُ فِي الْمَعَاصِي الَّتِي لَا تُوجِبُ حَدًّا ثَابِتًا بِخَبْسٍ أَوْ ضَرْبٍ أَوْ نَحْوِهِمَا وَلَا يُجَاوِزُ عَشْرَةَ أَسْوَاطٍ	اُن جِزَاءٌ فِي جَنْحِ كِي وَجِبَّ سَ كُوْنِي حِدْمَقْرَرْتِيْنِ هِي قِيْدِيَا مَارِنَايَا اِس كِي مِثْل كُوْنِي اَوْر سَزَاوِي جَا سَكْتِي هِي لِيَكِن وَه دَس كُوْرُوْن سَ زِيَادَه نَه هُو۔ ۵
--	--

① لغوی وضاحت: لفظ تعزیر کا معنی ہے "سخت مارنا اور ادب دینا۔" یہ باب عَزَّرَ يُعْزِرُ (تفعیل) سے
مصدر ہے۔ (۱)

شرعی تعریف: ایسی سزا جو حد کے علاوہ (ہلکے درجے کی) ہو۔ (۲)

② (1) حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يَحِلُّدُ فَوْقَ عَشْرَةِ أَسْوَاطٍ إِلَّا فِي
حَدِّ مَنْ حُدَّ مِنَ اللَّهِ ﴾ "اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے علاوہ (کسی جرم میں) دس کوڑوں سے زیادہ کوڑے نہیں لگائے
جائیں گے۔" (۳)

(2) بھڑ بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو تہمت کے معاملے میں قید کیا پھر اسے چھوڑ
دیا۔ (۴)

(احمد، اسحاق) "دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر درست نہیں۔"

(ابو حنیفہ، شافعی) "دس کوڑوں سے زیادہ بھی تعزیر لگائی جاسکتی ہے۔" (۵)

(راجع) برحق بات یہ ہے کہ حدیث کے مدلول پر عمل کیا جائے (یعنی دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر جائز نہیں)۔ (۶)

اس حدیث سے تعزیر کا وجوب نہیں بلکہ جواز ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بعض معاملات کی اطلاع
دی گئی جن پر حد لازم نہیں تھی تو آپ نے انہیں کچھ نہ کہا مثلاً:

① ماہ رمضان میں دن کو بیوی سے جماع کرنے والے کے متعلق۔

(۱) [المنجد (ص/۵۵۴)]

(۲) [القاموس المحيط (ص/۳۹۶) الفقه الإسلامي وأدلته (۵۵۹۱۷)]

(۳) [بخاری (۶۸۴۹، ۶۸۵۰) کتاب الحدود: باب کم التعزیر والأدب، مسلم (۱۷۰۸) احمد (۴۶۶/۳) ابو داؤد

(۴۴۹۱) ترمذی (۱۴۶۳) ابن ماجہ (۲۶۰۱) نسائی فی السنن الکبریٰ (۳۲۰/۴) حاکم (۳۶۹/۴) دارمی

[(۱۷۶/۲)]

(۴) [حسن: صحيح ابو داؤد (۳۰۸۷) کتاب القضاء: باب الرجل يحلف على حقه، احمد (۴۴۷/۴) ابو داؤد

(۳۶۳۰) ترمذی (۱۴۱۷) نسائی (۶۶/۸) حاکم (۱۲۵/۱)]

(۵) [نیل الأوطار (۶۰۷/۴) تحفة الأحوذی (۸۵۸/۴) فتح الباری (۱۸۵/۱۲)]

(۶) [نیل الأوطار (۶۰۸/۴)]

② جو شخص ایک عورت سے ملا پھر اس نے جماع کے علاوہ اس کے ساتھ سب کچھ کیا۔ (۱)

846- تعزیر کی اقسام

تعزیر کی اقسام میں سے چند یہ ہیں:

- ① قید کرنا جیسا کہ نبی ﷺ نے کیا۔
- ② جلاوطن کرنا جیسا کہ آپ ﷺ نے مخمنین کو کیا۔
- ③ کلام چھوڑ دینا جیسا کہ جنگ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین صحابیوں سے کیا۔
- ④ ایسی گالی جس میں فحش نہ ہو جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ﴾ [القصص: ۱۸]

”موسیٰ ﷺ نے اسے کہا یقیناً تم واضح گمراہ اور بھٹکے ہوئے ہو۔“

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا ﴿ أَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ﴾ [یوسف: ۷۷] ”تم بدتر جگہ میں ہو۔“

نبی ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿ إِنَّكَ أَمْرٌ فَيْكِ جَاهِلِيَّةٍ ﴾ ”بے شک تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت

موجود ہے۔“ (۲)

مسجد میں گشودہ چیز کا اعلان کرنے والے کے لیے کہا ﴿ لَا رَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ ﴾ ”اللہ تعالیٰ اسے تجھ پر نہ لوٹائے۔“ (۳)

مسجد میں تجارت کرنے والے کو دیکھو تو کہو ﴿ لَا أَرْبِحَ إِلَّا بِحَرْبِكَ ﴾ ”اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ

دے۔“ (۴)



(۱) [الروضة الندية (۶۱۵/۲)]

(۲) [بخاری (۳۰) کتاب الإيمان: باب المعاصی من أمر الجاهلیة]

(۳) [مسلم (۵۶۸) کتاب المساجد: باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد]

(۴) [ترمذی (۱۳۲۱) کتاب البیوع: باب النهی عن البیع فی المسجد]

باغی کی حد کا بیان

باب حد المحارب ①

یہ (محارب کی حد) قرآن میں مذکور اقسام میں سے ایک ہو گی۔ قتل یا پھانسی یا مخالف اطراف سے ہاتھ پاؤں کاٹنا یا جلا وطن کرنا۔ ②

هُوَ أَحَدُ الْأَنْوَاعِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْقُرْآنِ الْقَتْلُ أَوْ الصَّلْبُ أَوْ قَطْعُ الْيَدِ وَالرَّجْلِ مِنْ خِلَافٍ أَوْ نَفْيٌ مِّنَ الْأَرْضِ

① لغوی وضاحت: محارب کا معنی ہے لڑائی کرنے والا۔ یہ باب حَارَبَ يَحَارِبُ (مفاعلة) سے اسم فاعل

ہے۔ (۱)

شرعی تعریف: جو لوگوں کو قتل ہونے یا مال چھین جانے کے ڈر سے گھبراہٹ میں ڈال کر رکھے وہ محارب ہے خواہ شہر میں ہو یا

اس سے خارج ہو۔ (۲)

② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ جِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ [المائدة: ۳۳]

”جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے۔ یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔“

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ قدم على النبي ﷺ نفر من عكل فأسلموا..... ﴾ ”نبی ﷺ کے پاس قبیلہ عکل کے کچھ لوگ آئے اور اسلام قبول کیا لیکن مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے ریوڑ میں جائیں اور ان کا پیشاب اور دودھ ملا کر بتئیں۔ انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا اور تندرست ہو گئے لیکن اس کے بعد مرتد ہو گئے اور ان اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کر کے اونٹ ہٹا لے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی تلاش میں سوار بھیجے اور انہیں پکڑ کے لایا گیا پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں (کیونکہ انہوں نے چرواہے کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا) اور ان کے زخموں پر داغ نہیں لگوا گیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔“

حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ هؤلاء قوم سرقوا وقتلوا وكفروا بعد إيمانهم و حاربوا الله ورسوله ﴾ ”یہ وہ

(۱) [المنجد (ص ۱۴۸۱) القاموس المحيط (ص ۶۹۱)]

(۲) [السیل الحرار (۱/۴: ۳۷۰)]

لوگ ہیں جنہوں نے چوری کی اور قتل کیا اور اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔ (۱)
آیت مجاہدہ (یعنی إنما جزاء الذين.....) کی تفسیر کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ کفار کے بارے میں نازل ہوئی یا
عربین کے متعلق جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مزادی تھی جیسا کہ گذشتہ حدیث میں مذکور ہے۔

(ابن عباس رضی اللہ عنہما) یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی۔ (۲)

(ابن عمر رضی اللہ عنہما) یہ آیت عربین (جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چر داہے کو قتل کیا تھا) کے بارے میں نازل ہوئی۔ (۳)

(بخاری) انہوں نے ابو قلابہؓ کا قول نقل فرمایا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تائید میں ہے۔ (۴)

(مالکؓ، شافعیؓ، ابو حنیفہؓ) یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مسلمانوں سے نکل کر فتنہ و فساد اور رہزنی
کرتے تھے۔ (۵)

(راجع) یہ آیت عربین کے متعلق ہی نازل ہوئی۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

لیکن یہ حدیث عربین کے ساتھ خاص نہیں کی جائے گی کیونکہ ((الاعتبار بعموم اللفظ لا بخصوص السبب))
”اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے خاص سبب کا نہیں۔“ علاوہ ازیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی انہوں نے کلمہ
اسلام بھی پڑھا تھا جیسا کہ صحیحین کی گذشتہ حدیث میں موجود ہے۔ اور مجرد اس واقعہ سے انکار متدہونا ثابت نہیں ہوتا اور اگر ہم
یہ بات تسلیم کر لیں کہ وہ کافر یا مشرک ہو گئے تھے تو کتاب اللہ میں یہ حکم بالانفصیل موجود ہے کہ مشرکین کو جہاں پاؤں ہیں قتل کر
دو۔ مشرک کے لیے برابر ہے کہ وہ مجاہدہ کرے یا نہ کرے جب تک مشرک ہے اس کا خون حلال ہے۔ آیت کو فقط مشرکین کے
لیے خاص کر دینے میں فائدے کو معطل کر دینے اور حق کے مقتضی کی مخالفت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ صحابہ اور ان کے بعد والوں
نے بھی یہ حد مجاہدین پر اہتمام دے کر تک قائم کی ہے۔ (۷)

(۱) [بخاری (۶۸۰۲، ۶۸۰۵) کتاب الحدود : باب قول الله تعالى إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله، مسلم

(۱۶۷۱) ابو داود (۴۳۶۷) ترمذی (۱۸۴۵) ابن ماجہ (۲۵۸۷)]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود (۳۲۷۵) كتاب الحدود : باب ما جاء في المحاربة، ابو داود (۴۳۷۲) نسائي

(۱۰۱/۷) اس کی سندیں علی بن حسین بن واقد راوی میں مقال ہے۔ [نیل الأوطار (۶۱۰/۴)]

(۳) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (۳۶۷۴) كتاب الحدود : باب ما جاء في المحاربة، ابو داود (۴۳۶۹) نسائي

(۱۰۰/۷)]

(۴) [بخاری (بعد الحدیث ۶۸۰۵)]

(۵) [فتح الباری (۳۷۸/۱۵)]

(۶) [فقہ السنۃ (۵۶۴/۲)]

(۷) [السیل الحرار (۳۶۹/۴)]

حاکم جس سزا میں مصلحت سمجھے گا وہی دے گا اور یہ سزا ہر اس شخص کو دی جائے گی جو راستوں یا شہروں میں لوگوں کو لوٹے جب وہ اس طرح زمین میں فساد برپا کرنا چاہتا ہو۔ ❶

يَفْعَلُ الْاِثْمَ مِنْهَا مَا رَأَى فِيهِ صَلَاحًا لِكُلِّ مَنْ
قَطَعَ طَرِيقًا وَّلَوْ فِي الْمِصْرِ اِذَا كَانَ قَدْ سَعَى
فِي الْاَرْضِ فَسَادًا

❶ آیت محاربہ میں ہے کہ

﴿ اَنْ يَفْعَلُوْا اَوْ يُصَلُّوْا اَوْ يُقَطِّعُوْا اَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافِ اَوْ يُنْفِقُوْا مِنَ الْاَرْضِ ﴾ [المائدة : ۳۳]

” (ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔“

اس آیت میں امام کو اختیار دیا گیا ہے اور امام کی غیر موجودگی میں اس کا کوئی قائم مقام یہ سزا دے سکتا ہے کیونکہ اس سے پیھر دینے والا کوئی قرینہ کتاب و سنت میں موجود نہیں۔

آیت کے ظاہری مفہوم سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ حاکم وقت ان سزاؤں میں سے کوئی ایک سزا ہی اختیار کر سکتا ہے۔ (۱)

محارب شہر میں لوٹنے والے کو کہتے ہیں یا شہر سے باہر لوٹنے والے کو اس میں اختلاف ہے:
(ابوضیفہ) شہروں میں لوٹنے والے محارب نہیں ہیں۔
(مالک) ان سے دور و ایتیں منقول ہیں:

❶ جب وہ شہر سے تین میل یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہو تو محارب ہے اس سے کم فاصلے پر نہیں۔

❷ شہر کے اندر اور شہر کے باہر کوئی فرق نہیں۔

(شافعی، ابویوسف) امام مالک کے دوسرے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲)

(راجح) قرآن مجید نے شہر یا غیر شہر کی کوئی قید نہیں لگائی۔ لہذا محارب کے لیے شہر میں موجود ہونا یا شہر سے باہر ہونا برابر ہے۔ (۳)

○ جب محاربین ایک جماعت ہوں تو ان کی سزا میں اختلاف ہے:
(شافعی) ہر ایک کو اس کے جرم کے مطابق سزا دی جائے گی۔
(ابوضیفہ) سب کو برابر سزا دی جائے گی۔ (۴)

(۱) [الروضة الندية (۶۱۲/۲ - ۶۱۸)]

(۲) [نیل الأوطار (۶۱۴/۴)]

(۳) [المسئل الحرار (۳۷۰/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۶۱۴/۴)]

فَإِنْ تَابَ قَبْلَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ سَقَطَ عَنْهُ ذَلِكَ

لیکن اگر وہ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ ①

① ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ﴾ [المائدة: ۳۴]

”جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم والا ہے۔“

یاد رہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ محارب سے محض توبہ کے بعد محاربے کی حد ساقط ہوگی ایسا نہیں ہے کہ باقی حدود

بھی ساقط ہو جائیں گی خواہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کر لے۔ (۱)

(مالکؒ) توبہ سے صرف محاربہ کی حد ساقط ہوگی باقی حقوق العباد کا اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

(سید سابقؒ) توبہ سے حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے لیکن حقوق العباد میں اس سے محاربہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ قصاص کی

حیثیت سے مواخذہ کیا جائے گا مثلاً اموال یا قتل کے جرائم میں معاملہ حاکم کی طرف نہیں بلکہ ان کی طرف ہوگا جن پر جرم کیا گیا

ہے اگر وہ معاف کر دیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قصاص دیا جائے گا۔ (۲)

(نواب صدیق حسن خانؒ) اسی کے مشابہ قول امام شافعیؒ کا ہے۔ (۳)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ کفر کے علاوہ کوئی نافرمانی محاربہ میں شامل نہیں تو اس کا جواب یہ آیت ہے۔

﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا..... فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ

وَرَسُولِهِ﴾ [البقرة: ۲۷۸-۲۷۹]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور جو باقی سود ہے اسے چھوڑ دو..... اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کے

خلاف جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

(۲) ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي

تَبَغَى حَتَّى تَفِيضَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ [الحجرات: ۹]

”اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں جھگڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ اور اگر ان میں سے ایک دوسری پر بغاوت

کرے تو باغی گروہ سے لڑائی کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔“

(۳) حدیث نبوی ہے کہ ﴿تقتل عمارا الفعّة الباغية﴾ ”حضرت عمار رضی اللہ عنہما کو باغی جماعت قتل کرے گی۔“ (۴)

(۱) [السیل الحرار (۳۷۱/۴)]

(۲) [فقہ السنة (۵۷۱/۲)]

(۳) [الروضة الندية (۶۲۰/۲)]

(۴) [احمد (۲۲/۳) مجمع الزوائد (۲۴۱/۷) تلخیص الحبیبر (۴۳/۴)]

لہذا ثابت ہوا کہ ہر نافرمان محارب نہیں اور نہ ہی ہر محارب کافر ہے۔ (۱)
 ○ اگر محارب کافر ہو تو اس پر بھی وہی حد لگائی جائے گی جو مسلمان محارب کی ہے لیکن جب وہ کفر پر رہتے ہوئے محاربے سے توبہ کرے تو آیت کے عموم کی وجہ سے اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ البتہ جب وہ مسلمان ہو جائے تو گذشتہ تمام گناہ اسلام متادے گا۔ (۲)

847- محارب کی نماز جنازہ کا حکم

محارب اگر مسلمان ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی اور اگر کافر ہو تو نہیں پڑھائی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف کفار و مشرکین کے لیے دعا و استغفار سے ہی منع فرمایا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ
 ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا فَاسْبِقُونِ ﴾ [التوبة: ۸۴]
 ”ان (کفار و منافقین) میں سے اگر کوئی مر جائے تو آپ کبھی بھی ان پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور نافرمانی کی حالت میں ہی فوت ہوئے ہیں۔“
 ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ ﴾ [التوبة: ۱۱۳]
 ”نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔“



[المحلی بالآثار (۲۷۷/۱۲)]

[السیل الحرار (۳۷۱/۴)]

باب من يستحق القتل حدا بطور حد قتل کے مستحق افراد کا بیان

وہ حربی ① اور مرتد ہے۔ ②	هُوَ الْحَرْبِيُّ وَالْمُرْتَدُ
--------------------------	---------------------------------

① حربی سے مراد دارالحرب میں رہنے والا مشرک (جنگی دشمن) ہے۔ (۱) اسے قتل کرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (۲) اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ [التوبة: ۲۹]

”ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔“

(2) ﴿ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَمَا قَاتَلْتُمْ كَمَا قَاتَلْتُمْ كَمَا قَاتَلْتُمْ كَمَا قَاتَلْتُمْ ﴾ [التوبة: ۳۶]

”تم تمام مشرکوں سے قتال کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔“

(3) ﴿ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ ﴾ [البقرة: ۱۹۰]

”اور اللہ کے راستے میں ان سے قتال کرو جو تم سے لڑائی کرتے ہیں۔“

(4) رسول اللہ ﷺ جب کسی کو لشکر کا امیر بناتے تو اسے تقویٰ اللہ اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتے پھر

فرماتے ﴿ اغزوا بسم الله في سبيل الله قاتلوا من كفر بالله ﴾ ”اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے راستے میں جنگ کرو اور جو

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان سے قتال کرو۔“ (۳)

② (1) ﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ﴾ [آل عمران: ۸۶]

”اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے ہدایت دے جس نے اپنے ایمان کے بعد کفر کر لیا۔“

(2) ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ إِذَا دَاوُوا كُفْرًا لَنْ نُقَبِّلَ تَوْبَتَهُمْ ﴾ [آل عمران: ۹۰]

”بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر وہ مزید کفر میں بڑھ گئے ہرگز ان کی توبہ قبول نہیں کی

جائے گی۔“

(3) ﴿ مَنْ يَرْتَدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ﴾ [المائدة: ۵۴]

”تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ

اس سے محبت کرتے ہوں گے۔“

(۱) [المنجد (ص/۱۴۸)]

(۲) [السیل البحراء (۴/۳۷۲)]

(۳) [مسلم (۱۷۳۱) کتاب الجہاد والسیر: باب تاملر الإمام الأمراء علی البعوث ووصیته إياهم؛ ابو داود (۲۶۱۲)]

ترمذی (۱۶۱۷)]

(4) ﴿ وَلَٰكِن مِّن شَرِّحٍ بِالْكَفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ ﴾ [النحل: ۱۰۶]

”لیکن جو (ایمان کے بعد) کھلے دل سے کفر کریں ان پر اللہ کا غضب ہے۔“

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من بدل دینہ فاقتلوه ﴾ ”جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔“ (۱)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینہ التارک للحماة ﴾ ”کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک سبب سے: (قصاص میں) جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی، اپنے دین کو چھوڑنے والا جماعت کو ترک کر دینے والا۔“ (۲)

(7) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، یمن پہنچے اور انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی دیکھا جو مسلمان ہو کر پھر یہودی ہو گیا تھا تو فرمایا ﴿ لا أجلس حتی یقتل قضاء الله ورسوله ﴾ ”میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا جائے اللہ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے“ پھر اسے قتل کر دیا گیا۔ (۳)

848- مرتد کو جلا یا نہیں جائے گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو جلا دیا۔ یہ بات جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا اگر میں قتل کرتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ﴿ لا تعذبوا بعذاب الله ﴾ ”اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب مت دو۔“ جب علی رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا تو انہوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ فرمایا۔ (۴)

849- مرتد عورت کو قتل کرنے کا حکم

(ابن عمر رضی اللہ عنہما، زہری، ابراہیم) مرتد عورت کو قتل کیا جائے گا۔ (۵)

(جمہور، احمد، شافعی) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہ) عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ صرف قید کیا جائے گا۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے دوران جنگ عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (۶)

(۱) [بخاری (۳۰۱۷) کتاب الجہاد والسیر: باب لا یعذب بعذاب الله، ابو داؤد (۲۵۳۵) ترمذی (۱۴۵۸) نسائی

(۱۰۴/۷) ابن ماجہ (۲۵۳۵) احمد (۲۱۷/۱) عبد الرزاق (۱۶۸/۱۰) ابن ابی شیبہ (۱۳۹/۱۰)

(۲) [بخاری (۶۸۷۸) کتاب الدیات: باب قول الله تعالى: إن النفس بالنفس مسلم (۱۶۷۶)]

(۳) [بخاری (۶۹۲۳) کتاب استتابة المرتدین: باب حکم المرتد والمرتدة واستتابةهم، مسلم (۱۷۳۳)]

(۴) [ترمذی (۱۴۵۸) کتاب الحدود: باب ما جاء في المرتد، بخاری (۳۰۱۷)]

(۵) [بخاری (قبل الحدیث (۶۹۲۲) کتاب استتابة المرتدین: باب حکم المرتد والمرتدة واستتابةهم]

(۶) [تحفة الأحوذی (۸۵۰/۴) فتح الباری (۲۸۴/۱۲)]

(راجح) مرتد عورت کو بھی قتل کیا جائے گا۔

اور جن عورتوں کے قتل سے نبی ﷺ نے منع فرمایا تھا وہ ایسی عورتیں تھیں جو اصل میں کافر تھیں اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک نہیں تھیں۔ البتہ جو مسلمان ہو کر مرتد ہو جائیں وہ دلائل کے عموم کے تحت ہوں گی یعنی ﴿مَنْ بَدَلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ﴾ ”جس نے (مرد ہو یا عورت) اپنا دین بدل دیا اسے قتل کر دو۔“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں ایک مرتد عورت کو قتل کیا تھا لیکن کسی صحابی سے اس پر انکار ثابت نہیں۔ (۱)

850- متاول مرتد نہیں ہے

امام شوکانی فرماتے ہیں کہ متاول (تاویل کرنے والا) مرتد نہیں ہے۔ (۲)

(۱) مثلاً جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی ملاوٹ نہ کی۔“ تو صحابہ نے اس کی یہ تاویل کی کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو (اس لیے ہماری نجات تو مشکل ہے) لیکن پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسے تم سمجھ رہے ہو ویسا معاملہ نہیں ہے بلکہ ظلم سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے کے لیے کہا تھا ﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ ”اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“ (۳)

اسی طرح اگر آج کوئی قرآن میں مذکور ﴿يَذُ اللّٰه﴾ ”اللہ کا ہاتھ۔“ میں ہاتھ کی تاویل کرتے ہوئے کہے کہ اس سے مراد قدرت الہی ہے تو ہم اسے کافر یا مرتد نہیں کہیں گے۔ اگرچہ اس کی تاویل باطل ہے لیکن وہ عقیدہ اسے صحیح سمجھ رہا ہے۔ البتہ اگر کوئی یہ جاننے کے باوجود کہ میری تاویل باطل ہے پھر بھی اس کا اعتقاد رکھے یا اس کی تبلیغ کرے تو پھر وہ کافر و مرتد کہلانے کا مستحق ہے انشاء اللہ۔ (واللہ اعلم)

851- کسی کو کافر قرار دینے سے پہلے واضح دلیل ناگزیر ہے

امام شوکانی ”رقطراز ہیں کہ“ کسی کو کافر قرار دینے سے پہلے ایسی دلیل ضرور ہونی چاہیے جو چڑھتے سورج سے بھی زیادہ

واضح ہو۔ (۴)

(۱) حدیث نبوی ہے کہ ﴿مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا﴾ ”جو شخص اپنے بھائی کو کہے اے کافر! تو ان

(۱) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تحفة الأحمدي (۸۵۰/۴) السيل الحرار (۳۷۳/۴) فتح الباری (۲۸۴/۱۲) الروضة

النديّة (۶۲۳/۲) نيل الأوطار (۶۵۵/۴) الأم للشافعي (۱۵۶/۶) الإختيار (۱۴۹/۴) الحجّة على أهل المدينة

[[۵۳۰/۳]]

(۲) [السيل الحرار (۵۸۴/۴) - ۵۸۵]

(۳) [بخاری (۶۹۳۷) کتاب استتابة المرتدين : باب ما جاء في المتأولين]

(۴) [السيل الحرار (۵۸۷/۴)]

- میں سے ایک اس کے ساتھ لوٹے گا (یعنی سامنے والا کافر نہیں تو کہنے والا کافر ہو جائے گا)۔“ (۱)
- (۲) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ومن رمى مؤمنا بكفر فهو كقتله﴾ ”جو شخص کسی مومن کو کفر کی تہمت لگائے وہ اسے قتل کرنے کی مانند ہے۔“ (۲)

852- کافر ہونے کے لیے کفر پر شرح صدر ضروری ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ﴾ [النحل: ۱۰۶]

”لیکن جو کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے۔“

853- جو مجبوراً کلمہ کفر کہے وہ کافر نہیں

www.KitaboSunnat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

- ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ [النحل: ۱۰۶]
- ”جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے، بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو (تو وہ کلمہ کفر کہنے سے بھی کافر نہ ہوگا)۔“

854- ایک ضروری وضاحت

جن روایات میں رسول اللہ ﷺ نے بعض افعال کو خود کفر قرار دیا ہے مثلاً:

- (۱) ﴿لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض﴾ ”میرے بعد کافر بن کر نہ لوٹنا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔“ (۳)
- (۲) ﴿سباب المسلم فسوق وقتاله كفر﴾ ”مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔“ (۴)
- ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ اعمال کفر کو لازم کرنے والے ہیں (یعنی انہیں اختیار کرنے سے کوئی نہ کوئی کفر کا کام سرزد ہو سکتا ہے) ایسا نہیں ہے کہ ان اعمال کو کرنے والا اسلام سے خارج ہو جائے گا۔..... علاوہ ازیں کسی کو کافر کہنا ہرگز جائز نہیں، لاکہ اس کا کفر کے ساتھ شرح صدر ہو چکا ہو (یعنی دل مطمئن ہو چکا ہو) تب ہی تم خطرے کی چوٹ سے بچ سکتے ہو۔ (۵)

(۱) [بخاری (۶۱۰۳) کتاب الأدب: باب من أكفر أخاه بغير تاويل فهو كما قال]

(۲) [بخاری (۶۱۰۵) کتاب الأدب: باب من كفر أخاه بغير تاويل فهو كما قال]

(۳) [بخاری (۶۷۸۵) کتاب الحدود: باب ظهر المومن حمى إلا فى حد أو حق]

(۴) [بخاری (۶۰۴۴) کتاب الأدب: باب ما ينهى من السباب واللعن]

(۵) [السيل الحرار (۵۷۹/۴)]

نیز یہ بھی واضح رہے کہ جو کسی کافر کا قول بیان کرے اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں بے شمار جگہوں پر طافوتوں اور فرعونوں کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

اور جادوگر ① اور کابن۔ ②	وَالسَّاحِرُ وَالْكَاهِنُ
--------------------------	---------------------------

- ① جادو کفر کی ایک قسم ہے اور اس کا فاعل مرتد ہے اور اس سزا کا مستحق ہے جس کا مرتد ہے۔ (۲)
- (1) ﴿ وَمَا كَفَرُوا سَلِيمًا وَلَكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ [البقرة: ۱۰۲]
- ”اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہیں کفر کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔“
- (2) حضرت جناب رسول اللہ ﷺ سے مروی موقوف حدیث میں ہے کہ ﴿ حد الساحر ضربة بالسيف ﴾ ”جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار کے ساتھ مارا جائے۔“ (۳)
- (3) حضرت بجالہ بن عبدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے تقریباً ایک ماہ پہلے لکھ کر بھیجا تھا ﴿ ان اقتتلوا كل ساحر وساحرة ﴾ ”کہ ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کر دو۔“ (حضرت بجالہ فرماتے ہیں کہ) ﴿ فقتلنا في يوم ثلاثة سواحر ﴾ ”ہم نے ایک دن میں تین جادوگر قتل کر دیے۔“ (۴)
- (4) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی جادو کرنے کی وجہ سے اپنی ایک لونڈی کو قتل کروا دیا تھا۔ (۵)
- (نوٹی) جادو کا عمل حرام ہے اور اس پر اجماع ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ (۶)
- (احناف) جادو کرنا کفر ہے۔ (۷)
- جادوگر کی حد کے متعلق اہل علم نے اختلاف کیا ہے:
- (احمد، مالک) جادوگر کو قتل کیا جائے گا۔
- (شافعی) جادوگر کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب وہ کوئی جادو کا ایسا عمل کرے جو کفر تک پہنچتا ہو ورنہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔
- (نوٹی) ہمارے نزدیک جادوگر کو قتل نہیں کیا جائے گا ہاں اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

(۱) [الروضة الندية (۲/۲۶۶)]

(۲) [الروضة الندية (۲/۶۲۷)]

(۳) [ضعيف: الضعيفة (۱۴۴۶) المشكاة (۳۰۵۱) التحقيق الثاني) ترمذی (۱۴۶۰) كتاب الحدود: باب ما جاء في حد الساحر، حاكم (۳۶۰/۴) دارقطنی (۲۶۶/۴) بیہقی (۱۳۶/۸)]

(۴) [صحيح: صحيح ابو داود (۲۶۲۴) كتاب العراج والإمارة والفسق: باب في أخذ الجزية من المحوس، ابو داود (۳۰۴۳) احمد (۱۹۰/۱) عبدالرزاق (۱۸۷۴۵) بیہقی (۱۳۶/۸)]

(۵) [موطا (۸۷۱/۲) عبدالرزاق (۱۸۷۴۷) بیہقی (۱۳۶/۸)]

(۶) [شرح مسلم (۷/۴۳۲)]

(۷) [تبيين الحقائق (۳/۳۹۳) الأم للشافعي (۱/۲۰۶)]

(ابوضیفہ) جاوگر قتل کیا جائے گا۔

(ابن حزم) جاوگر قتل کرنے کے متعلق کوئی صریح نص نہیں ہے۔ (۱)

(راجح) امام شافعی کا قول راجح ہے۔ (۲)

جس حدیث میں ہے کہ لبید بن اعصم جاوگر نے رسول اللہ ﷺ کو جاو کر دیا تھا لیکن آپ ﷺ نے اسے قتل نہیں

کروایا تھا۔ (۳)

وہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر گزشتہ دلائل کے مخالف نہیں ہے:

① ممکن ہے یہ واقعہ جاوگر کی حد (قتل) مقرر ہونے سے پہلے کا ہو۔

② یہودی اس وقت قوت میں تھے اس لیے فتنے کے ڈر سے اسے قتل نہیں کروایا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت کو خاک

میں ملا دیا تو پھر خلفائے راشدین نے جاوگروں کو قتل کیا۔ (۴)

855- جاوگر کی تصدیق کرنے والے کا انجام

جاوگر کی تصدیق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (۵)

② کاہن کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں مثلاً:

① جو غیب کی خبریں بتائے جن میں بعض تو درست ہوں لیکن اکثر غلط ہوں۔

② جو ستاروں کو دیکھ کر حالات معلوم کرے۔

③ ایسا آدمی جس کے پاس جن ہو اور وہ اسے آسمان سے چرائی ہوئی باتیں بتائے۔

اسی طرح ”عراف“ کی تعریف میں بھی اختلاف ہے۔

① جو گمشدہ یا چوری شدہ چیز کی جگہ بتائے۔

② کاہن کو ہی عراف اور منجم کہتے ہیں۔ (۶)

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أتى كاهنا أو عرافا فصدقه بما يقول فقد

كفر بما أنزل على محمد ﷺ﴾ ”جو کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس نے ان کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر

(۱) [نیل الأوطار (۶۳۸/۴) شرح مسلم للنووی (۴۳۲/۷) المحلی بالآثار (۴۱۹/۱۲) تحفة الأحمدي

[[۸۵۴ - ۸۵۳/۴]]

(۲) [الروضة الندية (۶۲۸/۲) السبل الحرار (۳۷۴/۴) نیل الأوطار (۶۴۱/۴)]

(۳) [بخاری (۳۱۷۵، ۳۲۶۸) مسلم (۲۱۸۹) ابن حبان (۶۵۸۳) ابن ابی شیبہ (۳۰۱۸)]

(۴) [الروضة الندية (۶۲۸/۲) السبل الحرار (۳۷۴/۴) نیل الأوطار (۶۴۱/۴)]

(۵) [احمد (۳۹۹/۴) ابن حبان (۱۳۸۱) العوارذ) ابو یعلیٰ (۷۲۴۸) حاکم (۱۴۶/۴)]

(۶) [نیل الأوطار (۶۴۲/۴) معالم السنن (۲۲۹/۴) النهاية (۲۱۵/۴)]

نازل شدہ تعلیمات کا کفر کر دیا۔“ (۱)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿من أتى عرافا فسأله عن شيء لم تقبل له صلاة أربعين ليلة﴾ ”جس نے عراف کے پاس آ کر کچھ پوچھا چالیس دن اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔“ (۲)

جب کاہن کی تصدیق کرنے والا کفر کا مرتکب ٹھہرتا ہے تو جو اس کا اعتقاد رکھتے ہوئے (اسے پھیلانے اور بے شمار لوگوں کے کفر کا موجب ہو) وہ تو بالاً ولی کا فر ہے۔ (۳)

اور ایک حدیث میں تو یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ علم نجوم بھی جادو کی ہی ایک قسم ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد﴾ ”جس نے علم نجوم سیکھا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا“ جتنا زیادہ علم نجوم سیکھے گا اتنا زیادہ جادو دیکھتا جائے گا۔“ (۴)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لاعلمی کے باعث کہانت کی وجہ سے حاصل شدہ کوئی چیز کھالی لیکن جب علم ہوا تو گلے میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔ (۵)

اللہ اور اس کے رسول یا اسلام یا کتاب اللہ یا سنت (رسول) کو گالی دینے والا اور دین میں طعن کرنے والا۔ ❶	وَالسَّابُّ لِدَىٰهِ أَوْ لِرَسُولِهِ أَوْ لِإِسْلَامٍ أَوْ لِكِتَابٍ أَوْ لِلسُّنَّةِ وَالطَّاعِنُ فِي الدِّينِ
--	--

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک اندھے آدمی کی ام ولد لوٹھی نبی ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کی مرتکب ہوتی تھی تو ایک روز جب وہ اس آدمی کے سامنے نبی ﷺ کو گالیاں دے رہی تھی تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ نبی ﷺ کو جب علم ہوا تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا ﴿ألا اشهدوا إن دمها هدر﴾ ”خبردار! گواہ ہو جاؤ بلاشبہ اس لوٹھی کا خون رائیگاں ہے۔“ (۶)

(ابن منذر) نبی ﷺ کو واضح طور پر گالی دینے والے کے قتل پر اجماع ہے۔ (۷)

(۱) [احمد (۴۲۹/۲)]

(۲) [مسلم (۲۲۳۰) کتاب السلام : باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان]

(۳) [الروضة الندية (۶۲۹/۲)]

(۴) [حسن : صحيح ابو داود (۳۳۰۵) كتاب الطب : باب في النجوم ، ابو داود (۳۹۰۵) احمد (۲۲۷/۱) ابن ماجه (۳۷۲۶) عبد بن حميد (۷۱۴)]

(۵) [بخاری (۳۸۴۲) كتاب مناقب الأنصار : باب أيام الحاهلية]

(۶) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۶۶۵) كتاب الحدود : باب الحكم فيمن سب النبي ، ابو داود (۴۳۶۱) نسائي (۱۰۷/۷) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ [بلوغ المرام (۲۶۴)]

(۷) [الإجماع لابن السنذر (ص ۱۵۳) ، (رقم ۷۲۲۱)]

(خطابیؒ) میں اس کے قتل کے وجوب میں کسی اختلاف کو نہیں جانتا جبکہ وہ مسلمان ہو۔ (۱)

جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کے حق میں ثابت ہے تو جو اللہ یا اس کی کتاب کو یا اسلام کو گالی دے یا اس کے دین میں طعن

کرنے تو اسے قتل کرنا بالاولیٰ لازم ہے اور یہ ایسی حقیقت ہے جو دلیل کی محتاج نہیں۔ (۲)

(شوکانیؒ) اللہ یا اس کے رسول یا سنت مطہرہ یا اسلام کو گالی دینے والا کفر بواح کا ارتکاب کرتا ہے اس لیے اسے قتل کیا جائے گا

بالا کہ وہ خالص تو یہ کر لے۔ (۳)

(دکتر وھبہ زحیلی) جو شخص اللہ تعالیٰ یا نبی ﷺ یا فرشتوں اور انبیاء میں سے کسی کو گالی دے بالافتاق اسے قتل کر دیا جائے گا جبکہ

وہ مسلمان ہو۔ (۴)

856- شاتم رسول ذمیوں کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا ﴿السام علیک﴾

”آپ پر موت ہو“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿وعلیک﴾ ”اور تم پر بھی۔“ صحابہ نے اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو

آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لا، إذا سلم علیکم أهل الكتاب فقولوا وعليکم﴾ ”نہیں بلکہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کہیں

تو تم انہیں (جواب میں صرف) ”علیکم کہو۔“ (۵)

شاتم رسول ذمیوں (اہل کتاب) کو قتل کیا جائے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے:

(احمد، شافعی، مالک) اگر اسلام قبول نہیں کرتا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(احناف) اگر ذمی ہو تو اسے سخت مارا جائے گا اور اگر مسلمان ہو تو وہ مرتد ہے۔

(طحاوی) یہود اگر ایسا کریں تو جس پر وہ پہلے ہیں وہ تو کفر سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(ابن حجر، شوکانیؒ) رسول اللہ ﷺ نے یہودی کو تالیف قلب کی مصلحت کی وجہ سے قتل نہیں کیا یا اس لیے کہ وہ ظاہری طور پر

(گالی) نہیں دیتے تھے یا ان دونوں وجوہات کی بنا پر اور یہی زیادہ بہتر ہے۔ (۶)

(راجح) جب وہ اعلانیہ سب و شتم نہ کریں بلکہ تعریض و کنایہ کے ذریعے ہی عداوت کی بھڑاس نکالیں تو انہیں قتل نہ کرنا ہی

(۱) [فتح الباری (۲۸۴/۱۴)]

(۲) [الروضة الندية (۶۳۰/۲)]

(۳) [السیل المحرار (۳۷۵/۴)]

(۴) [الفقه الإسلامي وأدلته (۵۵۷۷/۷)]

(۵) [بخاری (۶۹۲۶) کتاب استنابہ المرتدین : باب إذا عرض الذی أو غیرہ بسب النبی ولم یصرح نحو قوله : السام

علیک، احمد (۲۱۰/۳) نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ (۳۸۵)]

(۶) [نیل الأوطار (۶۵۲/۴) غایۃ المنتهی (۳۵۹/۳) القوانین الفقہیۃ (ص ۳۶۴)]

زیادہ بہتر ہے بصورت دیگر انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ (۱)

اور زندقہ ①	وَالزَّنْدِيقُ
-------------	----------------

① زندقہ کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں مثلاً:

جو اسلام ظاہر کرتے ہوئے کفر کو چھپائے اور شریعتوں کے بطلان کا عقیدہ رکھے۔ یہ فقہائے شوافع کی تعریف ہے۔ (۲)

(نووی) جو دین کی طرف منسوب نہ ہو وہ زندقہ ہے۔ (۳)

(مالک) زندقہ سے مراد وہ چیز ہے جس پر منافقین تھے۔ (۴)

(۱) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ﴿اُتِي عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِزَنَادِقَةٍ فَأَحْرَقَهُمْ﴾ ”حضرت علیؓ کے پاس زندقہ لائے گئے تو آپؓ نے انہیں جلا دیا۔“ (۵)

(شوکانی) ”زندقہ بھی اللہ کے دشمنوں میں بہت زیادہ قتل کا مستحق ہے۔ (۶)

(دکتور وہب زحیلی) اسے قتل کیا جائے گا۔ (۷)

857- کافر، منافق اور زندقہ میں فرق

کافر: جو دین حق کا نہ ظاہری طور پر اعتراف کرے اور نہ ہی باطنی طور پر۔

منافق: جو زبان سے تو اعتراف کرے لیکن دل میں کفر رکھے۔

زندقہ: جو ظاہر و باطن میں اعتراف کرے لیکن بعض ثابت و واضح مسائل کی ایسی تاویل و تفسیر کرے جو صحابہ و تابعین کی تفسیر اور اجماع امت کے خلاف ہو۔

مثلاً وہ قرآن اور اس میں مذکور جنت و جہنم کو برحق مانے لیکن ان میں یوں تاویل کرے کہ جنت سے مراد اچھی صلاحیتوں

کی وجہ سے حاصل ہونے والی خوشی ہے اور جہنم سے مراد بری خصلتوں کی وجہ سے ندامت کا حصول ہے اور خارج میں جنت و جہنم کا وجود نہیں ہے۔

تاویل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) [فتح الباری (۲۸۴/۱۴)]

(۲) [الفقہ الإسلامی وأدلته (۵۰۷۷/۷) الروضة الندية (۶۳۱/۲) فتح الباری (۲۷۱/۱۴)]

(۳) [کما فی فتح الباری (۲۷۱/۴)]

(۴) [أیضاً]

(۵) [بخاری (۶۹۲۲) کتاب استنباط المرتدین: باب حکم المرتد والمرتدة واستتابهم]

(۶) [السیل الحرار (۳۷۵/۴)]

(۷) [الفقہ الإسلامی وأدلته (۵۰۷۷/۷)]

- ① جو کتاب وسنت اور اتفاق امت سے قطعی طور پر ثابت مسائل کی مخالفت نہ کرے۔
- ② جو ان مسائل کے خلاف ہو یہی زندگی ہے۔ ہر وہ شخص جو شفاعت روز قیامت رُوئے الہی عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال پل صراط اور حساب و کتاب کا انکار کرتے ہوئے ایسی فاسد تاویل پیش کرے جو پہلے کبھی نہ سنی گئی ہو تو وہ زندیق ہے۔
- اسی طرح جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہے کہ وہ جنتی نہیں ہیں حالانکہ یہ بات تو اتر سے ثابت ہے۔ یا کہے کہ نبی ﷺ کے خاتم النبوة ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی نبی کا نام رکھنا جائز نہیں ہے یہ بھی زندیق ہے۔

جمہور متاخر احناف و شوافع ایسے شخص کے قتل پر متفق ہیں۔ (۱)

واضح رہے کہ جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿أولئك الذين نهانى الله عنهم﴾ ”ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے روکا ہے۔“ وہ منافقین کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ ایک انصاری نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر منافقین میں سے ایک آدمی کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو نبی ﷺ نے اس سے دریافت کیا ﴿أليس يشهد أن لا إله إلا الله﴾ ”کیا وہ یہ گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔“ تو انصاری نے کہا ہاں۔ اے اللہ کے رسول! لیکن اس کے لیے کوئی شہادت نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ دریافت کیا کہ ﴿أليس يشهد أن محمدا رسول الله﴾ ”کیا وہ یہ شہادت نہیں دیتا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“ اس نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! لیکن اس کے لیے کوئی شہادت نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا ﴿أليس يوصلی﴾ ”کیا وہ نماز ادا نہیں کرتا۔“ تو اس نے کہا ہاں۔ اے اللہ کے رسول! لیکن اس کے لیے کوئی نماز نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أولئك الذين نهانى الله عنهم﴾ ”ان لوگوں (کے قتل) سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منع فرمایا ہے۔“ (۲)

ان تمام سے تو بہ طلب کر لینے کے بعد (انہیں قتل کیا جائے گا)۔ ①

بَعْدَ اسْتِثْنَائِهِمْ

- ① (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اُم رومان مرتد ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر سلام پیش کرنے کا حکم دیا کہ اگر وہ تائب ہو جائے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (۳)
- (2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی سے چار مرتبہ تو بہ طلب کی۔ (۴)

(۱) [فقہ السنة (۵۴/۲) الروضة الندية (۶۳۲/۲)]

(۲) [احمد (۴۳۲/۵) - ۴۳۳]

(۳) [ضعيف : تلخیص الحبير (۴۹/۴) دارقطنی (۱۱۹/۳) بیہقی (۲۰۳/۱۸) الکامل لابن عدی (۱۵۳/۴) امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں عبداللہ بن عطار و بصری منکر الحدیث ہے اور حافظ ابن حجر نے اس روایت کی دونوں سندوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔]

(۴) [ضعيف : تلخیص الحبير (۹۳/۴) مجمع الزوائد (۲۶۵/۶) اس کی سند میں علاء بن بلال راوی متروک ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث اور ضعیف ہے۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ استاد اور اساءہ کو تبدیل کر دیتا ہے۔] - [المحجرو حین

(۱۸۴/۲) الحرج والتعديل (۳۶۱/۶) الميزان (۱۰۶/۳)]

(3) حضرت ابو موسیٰ بنی النضرؓ ایک مرتد آدمی کو بیس راتوں کے قریب دعوت دیتے رہے۔ پھر حضرت معاذ بنی النضرؓ نے دعوت دی اور اس نے انکار کر دیا تو انہوں نے اس کی گردن اڑادی۔ (۱)

(4) حضرت عمر بن خطاب بنی النضرؓ کے پاس حضرت ابو موسیٰ بنی النضرؓ کی طرف سے ایک آدمی نے آ کر ایک مرتد شخص کو قتل کرنے کے متعلق بیان کیا تو حضرت عمر بنی النضرؓ نے فرمایا ﴿ھلا حبستموہ ثلاثا و اطعمتموہ کل یوم رغیفا و استتبتموہ لعلہ یتوب﴾ ”تم نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ اسے تین دن قید کرتے اور ہر روز اسے کھانا کھلاتے اور اس سے توبہ طلب کرتے شاید وہ توبہ کر لیتا۔“ (۲)

(جمہور) اسے توبہ کے لیے کہا جائے گا، اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(حسن، اہل ظاہر) اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا خواہ توبہ کرے یا نہ کرے۔

(نحوی) اس سے صرف توبہ ہی طلب کی جائے گی قتل نہیں کیا جائے گا۔

(شافعی) زندیق سے توبہ طلب کی جائے گی۔

(ابو حنیفہ، احمد) اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی۔

(مالکی) اگر وہ تائب ہو کر آئے تو قبول کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ (۳)

(راجح) مرتد کو قتل کرنے کے صحیح و صریح دلائل میں توبہ طلب کرنا ثابت نہیں ہے بلکہ فوراً قتل کرنے کا حکم ہے اور بعض صحابہ سے جو توبہ سے پہلے قتل کرنے پر انکار منقول ہے وہ قابل حجت نہیں ہے اور اس پر اجماع کا دعویٰ بھی باطل ہے۔ لہذا حق بات یہی ہے کہ مرتد کو کہا جائے گا کہ اسلام کی طرف لوٹ آؤ، اگر وہ توبہ کرے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا ورنہ اسی وقت اسے قتل کر دیا جائے گا۔

جادوگر، کاہن، اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ یا اسلام یا کتاب اللہ یا سنت رسول کو گالی دینے والا دین میں طعن کرنے والا اور زندیق، ان سب کو اسی طرح ایک مرتبہ دعوت دینا ضروری ہے جیسا کہ جنگی دشمن کو (قتال سے پہلے) دعوت دینا ضروری ہے۔ (۴)

○ ایک مرتبہ توبہ طلب کرنا کافی ہوگا یا تین مرتبہ ضروری ہے؟ اور تین مرتبہ ایک مجلس میں یا ایک دن میں یا تین دنوں میں توبہ طلب کی جائے گی۔ ان تمام مسائل میں اختلاف ہے۔ تفصیل کا طالب فقہ کی اہمات الکتب کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ (۵)

(۱) صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۶۶۲) کتاب الحدود : باب الحكم فیمن ارتد ابو داؤد (۴۳۵۶) [[

(۲) [موطا (۷۳۷/۲) بدائع المنن (۱۸۹/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (۶۵۶/۴) فتح الباری (۲۷۳/۱۴)]

(۴) [الروضة الندية (۶۳۵/۲) السیل الجرار (۳۷۳/۴)]

(۵) [الأم (۲۵۷/۱) بدائع الصنائع (۴۳۸۴/۹) المغنی (۲۶۴/۱۲) بدایة المجتہد (۴۹۵/۲)]

وَالزَّانِي الْمُحْصَنُ وَاللُّوطِيُّ مُطْلَقًا وَالْمُحَارِبُ شَادِي شَدَه زَانِي، توم لوط کا عمل کرنے والا اور محارب۔ ①

① ان تینوں کے متعلق بالتفصیل ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

858- دیوث کا حکم

دیوث اگرچہ بہت بڑے گناہگاروں میں سے ہے لیکن اس کے قتل کے متعلق کوئی واضح نص موجود نہیں اس لیے اسے قتل نہیں کیا جائے گا بالخصوص اس حدیث کی وجہ سے ﴿ لا يحل دم امرئ إلا بإحدى ثلاث..... ﴾ ”کسی آدمی کا خون حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک سب کے ساتھ: (تھامس میں) جان کے بدلے جان شادی شدہ زانی اور اپنے دین کو چھوڑ دینے والا جماعت کو چھوڑ دینے والا۔“ (۱)

دیوث کی تعریف یہ کی گئی ہے ((هو الذي لا غيرة له على أهله)) ”دیوث وہ ہے جو اپنے گھر والوں پر غیرت نہ کھائے۔“ (۲)

859- ایمان چھپانے والے کا حکم

جو شخص اپنے ایمان کو کسی وجہ سے چھپاتا ہے اگرچہ چل جائے تو..... اسے بھی قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے ایک آدمی کو جو ایمان چھپاتا تھا مومن کہا ہے

﴿ وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ ﴾ [المومن : ۲۸]

”آل فرعون سے ایک مومن آدمی نے کہا جو اپنا ایمان چھپاتا تھا۔“



(۱) [بخاری (۶۸۷۸) کتاب الديات : باب قول الله تعالى : أن النفس بالنفس ، مسلم (۱۶۷۶)]

(۲) [حاشیة سندی علی نسائی (۱/۸۰۱۲) السيل الحرار (۳۷۳/۴) الروضة الندية (۶۳۶/۲)]

www.KitaboSunnat.com

کتاب القصاص

قصاص کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَاۤأُولِيۤالْاۡلۡبَابِ ﴾ [البقرة: ۱۷۹]

”اے عقلمندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ لَا تَقَامُ الْحُدُودُ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَا يَسْتَقَادُ فِيهَا ﴾

”مساجد میں نہ تو حدود قائم کی جائیں اور نہ ہی قصاص لیا جائے۔“

[صحیح: صحیح ابو داود (۳۷۶۹)]

کتاب القصاص ۱

قصاص کے مسائل

يَجِبُ عَلَى الْمُكَلَّفِ الْمُخْتَارِ الْعَامِدِ اِنْ اخْتَارَ ذَلِكَ الْوَرِثَةَ وَالْأَوْلَى لَهُمْ طَلَبُ الدِّيَةِ

اگر ورثا چاہیں تو قصاص مکلف و خود مختار شخص پر واجب ہو جاتا ہے ورنہ وہ دیت طلب کر سکتے ہیں۔ ②

① لغوی وضاحت: لفظ قصاص کا معنی ہے بدلہ اور گناہ کی سزا۔ باب اِقْتَصَّ يَقْتَصُّ (افتعال) قصاص لینا۔ باب تَقَاصَى يَتَقَاصَى (تفاعل) ایک دوسرے سے قصاص لینا۔ (۱)
شرعی تعریف: مجرم کو اس کے جرم کی مثل سزا دینا۔ (۲)
قصاص کی مشروعیت و فرضیت:

(1) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كَتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ﴾ [البقرة: ۱۷۸]

”اے ایمان والو! تم پر مقتولین میں قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔“

(2) ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾ [البقرة: ۱۷۹]

”اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو!“

(3) ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ.....﴾ [المائدة: ۴۵]

”اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تو رات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔“

(4) حدیث نبوی ہے کہ ﴿لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس والسيب الزاني والتارك لدينه المفارق للجماعة﴾ ”کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک سبب کے ساتھ: (قصاص میں) جان کے بدلے جان شادی شدہ زانی اور اپنا دین چھوڑ دینے والے جماعت سے علیحدہ ہو جانے والا۔“ (۳)

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں صرف قصاص فرض تھا دیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے فرمایا ﴿كَتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ﴾ [البقرة: ۱۷۸] ”مقتولین میں تم پر قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔“ اور

(۱) [المنجد (ص/۶۹۴) القاموس المحيط (ص/۵۶۴)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۵/۶۶۱/۷)]

(۳) [بخاری (۶۸۷۸) کتاب الدیات: باب قول الله تعالى: أن النفس بالنفس..... مسلم (۱۶۷۶) ترمذی (۱۴۰۲)]

ابو داؤد (۴۳۵۲) نسائی (۹۲/۷) ابن ماجہ (۲۵۳۴) احمد (۱/۳۸۲/۱)

فرمایا ﴿فَمَنْ غَفَى لَهُ مِنْ أُخِيهِ شَيْئًا﴾ [البقرة: ۱۷۸] ”پس جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کوئی چیز معاف کر دی جائے۔“

(آیت میں) غفو سے مراد قتل عمد میں دیت قبول کرنا ہے۔ (۱)

(6) قصاص کے وجوب پر امت کا اجماع ہے۔ (۲)

② (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں سوائے تین خصائل میں سے کسی ایک کے ساتھ (ان میں سے ایک یہ ہے) ﴿أَوْ يَقْتُلُ نَفْسًا فَيَقْتُلُ بِهَا﴾ ”جو کسی نفس کو قتل کر دے اور پھر اس کے بدلے میں قتل کر دیا جائے۔“ (۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ قَتَلَ لَه قَتِيلًا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرِينَ إِمَّا أَنْ يَفْتَدِي وَإِمَّا أَنْ يَقْتُلَ﴾ ”جس کسی کا کوئی آدمی مارا جائے تو اسے دو اختیار ہیں یا تو وہ دیت وصول کرے یا قاتل کو مقتول کے عوض قتل کر دیا جائے۔“ (۴)

(شافعیؒ) قصاص اور دیت واجب ہیں لیکن ان دونوں میں اختیار ہے۔

(مالکؒ، طبریؒ، احناف) قتل کے بدلے میں قصاص واجب ہے دیت نہیں۔ (۵)

(راجح) امام شافعیؒ کا مذہب راجح ہے۔ (۶)

860- قتل کی اقسام

قتل کی تین اقسام ہیں:

① قتل عمد ② قتل شبہ عمد ③ قتل خطا

① قتل عمد سے مراد ایسا قتل ہے جس سے مکلف شخص کسی قتل کے غیر مستحق شخص کو ایسے آلے سے قتل کرنے کی نیت کرے جس میں اغلب گمان یہی ہو کہ وہ اسے قتل کر دے گا (مثلاً بندوق، تلوار یا تیر وغیرہ)۔

(۱) [بخاری (۴۴۹۸) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله تعالى : يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى

نسائی فی السنن الکبری (۱۱۰۱۴) دارقطنی (۱۹۸/۳)

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۵۶۶۲/۷)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۶۵۹) كتاب الحدود : باب الحكم فيمن ارتد ' ابو داود (۴۳۵۳) احمد ((۲۱۴/۶))

نسائی (۱۰۱/۷) حاکم (۳۶۷/۴) مسلم (۱۶۷۶)

(۴) [بخاری (۲۴۳۴) كتاب في اللقطة : باب كيف تعرف لقطه أهل مكة ' مسلم (۱۳۵۵) ابو داود (۴۵۰۵) ترمذی

(۱۴۰۵) (۲۶۶۷) نسائی (۳۸/۸) ابن ماجه (۲۶۲۴) احمد (۲۳۸/۲)

(۵) [الأم (۱۰/۶) بدائع الصنائع (۴۶۳۳/۱۰) المغنی (۴۵۷/۱۱)]

(۶) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : نیل الأوطار (۴۴۳/۴)]

② وہ قتل جس میں مکلف کسی کو ایسی چیز سے مارنے کا ارادہ کرے جس سے عموماً انسان مرتا نہیں مثلاً چھڑی، کنکری یا چھوٹا پتھر وغیرہ اور اس سے وہ شخص مر جائے۔ اس میں قصاص نہیں بلکہ دیت واجب ہوگی۔

③ قتل خطایہ ہے کہ مارنا کسی اور کو چاہے لیکن قتل کوئی اور ہو جائے مثلاً شکاری گولی تو شکاری طرف چلائے لیکن کسی انسان کو لگ جائے۔ اسی طرح اگر کوئی کنواں کھو دے تو اس میں کوئی انسان گر جائے وغیرہ۔ اس میں دیت اور کفارہ (ایک گردن کی آزادی) لازم آئے گا۔ (۱)

○ دار الحرب میں بھی ٹھیک اسی طرح قصاص و دیت فرض ہے جیسے دارالاسلام میں ہے کیونکہ احکام شرعیہ پر عمل ہر جگہ مسلمانوں پر لازم ہے۔ (۲)

عورت کو مرد کے بدلے اور مرد کو عورت کے بدلے اور غلام کو آزاد کے بدلے اور کافر کو مسلمان کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ ①	وَتَقْتُلُ الْمَرْأَةَ بِالرَّجُلِ وَالْعَبْدُ بِالْحُرِّ وَالْكَافِرُ بِالْمُسْلِمِ
--	--

① (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک لونڈی ایسی حالت میں پائی گئی کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا تھا۔ صحابہ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کس نے ایسا کیا ہے؟ پھر خود ہی کہا فلاں نے فلاں نے۔ اس طرح نام لیتے ہوئے ایک یہودی کے نام پر پہنچے تو اس نے سر کے اشارے سے کہا ہاں! وہ یہودی گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے اس جرم کا اقرار کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ﴿أَنْ يَرِيضَ رَأْسَهُ بَيْنَ حَجْرَيْنِ﴾ ”اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا جائے۔“ (۳)

(۲) حضرت عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اہل یمن کی طرف اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ ﴿أَنْ الذَّكَرَ يَقْتُلُ بِالْأُنْثَى﴾ ”مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔“ (۴)

یعقوب بن ابی سفیان کہتے ہیں کہ میں تمام منقولہ خطوط میں عمرو بن حزم کے اس خط سے زیادہ صحیح کسی خط کو نہیں سمجھتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور تابعین اپنی رائے کو چھوڑ کر اس کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ (۵)

(حاکم) عمر بن عبدالعزیز اور اس کے ہم عصر امام زہریؒ نے بھی اس خط کی صحت کی شہادت دی ہے۔ (۶)

(۱) [الروضة الندية (۶۳۹/۲) فقہ السنة (۱۶/۳)]

(۲) [الروضة الندية (۶۴۰/۲)]

(۳) [بخاری (۲۴۱۳) کتاب العصومات : باب ما يذكر في الأشخاص والخصومة بين المسلم واليهود مسلم

(۱۶۷۲) ابو داود (۴۵۲۷) نسائی (۲۲/۸) ترمذی (۱۳۹۴) ابن ماجہ (۲۶۶۵) احمد (۱۸۳/۳)]

(۴) [موطا (۸۴۹/۲) ترتيب المسند للشافعي (۱۰۸/۲)] (۳۶۳)

(۵) [نيل الأوطار (۴۵۶/۴)]

(۶) [حاکم (۳۹۷/۱)]

(بخاری) اہل علم نے کہا ہے کہ مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ (۱)

(ابن منذر) حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن اور امام عطاء سے منقول روایت کے سوا عورت کے بدلے مرد کو قتل کرنے پر اجماع ہے۔ (۲)

(جمہور) مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔

(مالک، حسن بصری) مرد کو عورت کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ صرف دیت ہی واجب ہوگی (لیکن یہ بات درست نہیں)۔

(شوکانی) مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ (۳)

یہ تو تھا مرد کو عورت کے بدلے قتل کرنے کا معاملہ۔ اس کے علاوہ عورت کو مرد کے بدلے غلام کو آزاد کے بدلے کافر کو مسلمان کے بدلے اور فرج (اولاد) کو اصل (والدین) کے بدلے قتل کرنا بلا اختلاف واضح ہے۔ لیکن ان آخری تین صورتوں کے برعکس صورتوں میں اختلاف ہے جس کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

آزاد کو غلام کے بدلے قتل کرنا:

(۱) حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من قتل عبده فتلناه ومن جدد عبده جددناه﴾ ”جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے اور جس نے اس کا ناک، کان کا ناک، بھی اس کا ناک، کان کاٹ دیں گے۔“ (۴)

یہ روایت ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں مالک کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا لیکن یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ شیخ البانی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲) ایک روایت میں ہے کہ ”ایک آدمی نے اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے اسے کوڑے لگائے اور ایک سال کے لیے جلا وطن کر دیا اور اس کا حصہ مسلمانوں سے ختم کر دیا اور اس سے قصاص نہیں لیا اور اسے حکم دیا کہ ایک گردن آزاد کرے۔“ (۵)

یہ روایت ان کی دلیل ہے جو مالک کو غلام کے بدلے نہ قتل کرنے کے قائل ہیں لیکن یہ روایت بھی کمزور ہے کیونکہ اس کی

(۱) [بخاری (قبل الحدیث ۶۸۸۶) کتاب الدیات : باب القصاص بین الرجال والنساء فی الجراحات]

(۲) [الإجماع لابن المنذر (ص ۱۴۴/۱) (رقم ۶۵۳)]

(۳) [نیل الأوطار (۴/۴۵۳) السیل الحرار (۴/۳۹۷)]

(۴) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۹۷۴) کتاب الدیات : باب من قتل عبده أو مثل به أبقاد منه ' ابو داود (۴۵۱۵)]

ترمذی (۱۴۱۴) نسائی (۲۰/۸) ابن ماجہ (۲۶۶۳)]

(۵) [دارقطنی (۱۴۳/۳) (رقم ۱۸۷)]

سند میں اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔ (۱)

(3) قرآن میں ہے کہ

﴿ الْحَرْبُ بِالْحَرْبِ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ ﴾ [البقرة: ۱۷۸]

”آزاد کو آزاد کے بدلے اور غلام کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے۔“

یہ بھی قتل سے روکنے والوں کی دلیل ہے لیکن اس میں بھی واضح اشکال ہے۔

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ من السنة لا يقتل حر بعد ﴾ ”سنت یہ ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔“ (۲)

(5) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا يقاد مملوك من مالكة ولا ولد من والده ﴾

”غلام کا قصاص اس کے مالک سے نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی بچے کا باپ سے۔“ (۳)

(احناف، سعید بن سبیب، شعبی، قتادہ، ثورثی) آزاد کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا جبکہ مقتول قاتل کا اپنا غلام نہ ہو اور اگر مالک کا اپنا غلام ہو تو بالا جماع سے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(احمد، اسحاق، مالک، شافعی) مطلق طور پر مالک کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا خواہ وہ غلام اس کا اپنا ہو یا کسی اور کا ہو۔ (۴)

(راجع) آزاد کو غلام کے بدلے قتل کرنے کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ (۵)

لا الْعُقُصُ	لیکن مسلمان کو کافر کے بدلے نہیں قتل کیا جائے گا۔ ❶
--------------	---

❶ (1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أن لا يقتل مؤمن بکافر ﴾ ”کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔“ (۶)

(۱) [الجرح والتعديل (۱۹۱/۲) میزان الاعتدال (۲۴۰/۱)]

(۲) [بیہقی (۳۴۱/۸) اس کی سند میں جابر رضی اللہ عنہ راوی متروک ہے۔ [المجروحین (۱۶۸/۱) الجرح والتعديل (۴۹۷/۲)]

المعنی (۱۲۶/۱) الکاشف (۱۲۲/۱)]

(۳) [بیہقی (۳۶۱/۸) الکامل لابن عدی (۱۷۱۳/۵) اس کی سند میں عمر بن عبید بن جراح رضی اللہ عنہ راوی منکر الحدیث ہے۔ [الکامل لابن

عدی (۱۷۱۳/۵)]

(۴) [نیل الأوطار (۴۵۱/۴) الأم للشافعی (۲۶/۶) المبسوط (۱۲۹/۲۶) المعنی (۴۷۳/۱۱) بدایة المجتهد

(۳۹۸/۲)]

(۵) [السبل الجرار (۳۹۳/۴) سبل السلام (۱۵۷۶/۴)]

(۶) [صحیح: إرواء الغلیل (۲۶۶/۷) (۲۲۰۹) احمد (۱۱۹/۱) نسائی (۱۹/۸) ابو داود (۴۵۳۰) کتاب الديات:

باب أيقاد المسلم بالكافر، شرح معانی الآثار (۱۹۲/۳) دارقطنی (۹۸/۳) بیہقی (۲۹/۸) نسائی (۲۴/۸)]

(2) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگوں کے پاس قرآن کے علاوہ وحی کے ذریعے نازل شدہ کوئی اور چیز بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ اس ذات کی قسم! جس نے غلہ اگایا اور نفس کو پیدا کیا۔ سوائے اس فہم و فراست کے جو اللہ تعالیٰ کسی انسان کو قرآن کے بارے میں عطا فرماتا ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے (میرے پاس کچھ نہیں)۔ میں نے سوال کیا کہ اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو انہوں نے بتلایا ﴿المؤمنون تنكافأ دمانهم وفكأك الأسير وأن لا يقتل مسلم بكافر﴾ ”سب مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور قیدی کو چھڑانا اور یہ کہ کوئی بھی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔“ (۱)

○ ذمی کے متعلق اختلاف ہے۔

(جمہور) ذمی بھی کافر ہے اس لیے مسلمان کو اس کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(احناف، شعی، نخبی) ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔

(مالک) مسلمان کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا، الا کہ مسلمان اسے دھوکے سے قتل کر دے۔

(شافعی) کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ (۲)

جن حضرات کے نزدیک ذمی کے بدلے مسلمانوں کو قتل کیا جائے گا ان کی دلیل یہ ہے ﴿لا يقتل مؤمن بكافر ولا ذو

عهد فی عہدہ﴾ ”کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی معاہدہ (ذمی) کو اپنے عہد میں۔“ (۳)

(راجح) اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ ذمی کو عہد توڑنے سے پہلے قتل نہیں کیا جائے گا، یہ وضاحت نہیں ہے کہ مسلمان کو ذمی

کے بدلے قتل کر دیا جائے گا اور نہ ہی اس پر کوئی قابل حجت دلیل موجود ہے (لہذا یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذمی کے بدلے بھی

مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا)۔ (۴)

وَالْفَرْعُ بِالْأَصْلِ لَا الْعَكْسُ

اور فرع کو اصل کے بدلے (قتل کیا جائے گا) لیکن اصل کو فرع

کے بدلے نہیں۔ ①

① اصل سے مراد والدین اور فرع سے مراد اولاد ہے۔ بچے کو باپ کے بدلے قتل کرنا تو دلائل قصاص کے عموم سے ثابت

ہوتا ہے لیکن باپ کو بچے کے بدلے اس لیے قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں اس کی تخصیص کر دی گئی ہے جیسا کہ حضرت

(۱) [احمد (۷۹/۱) بخاری (۱۱۱، ۱۸۷۰) کتاب العلم: باب كتابة العلم، ابو داود (۴۵۳۰) نسائی (۲۳/۸)

ترمذی (۱۴۱۲)]

(۲) [نیل الأوطار (۴۴۶/۴) الأم للشافعی (۲۵/۶) المبسوط (۱۳۱/۲۶) المغنی (۴۶۶/۱۱) بداية المجتهد

(۳۹۹/۲)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۳۷۹۷) کتاب الديات: باب أيقاد المسلم بالكافر، ابو داود (۴۵۳۰) احمد

(۱۸۰/۲)]

(۴) [السیل الحرار (۳۹۴/۴) نیل الأوطار (۴۴۶/۴) فقہ السنة (۲۶/۳) سبل السلام (۱۵۸۱/۳)]

عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ لا یفاد الوالد بالولد ﴾ ”والد سے بچے کے بدلے قصاص نہیں لیا جائے گا۔“ (۱)

(شافعی) میں نے اکثر علما سے ملاقات کی (وہ یہی کہتے ہیں کہ) والد کو بچے کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ (جمہور، احناف، احمد) اسی کے قائل ہیں (کیونکہ باپ بچے کے وجود کا سبب ہے لہذا بچہ باپ کے خاتمے کا سبب نہیں بن سکتا)۔ (۲)

اعضاء وغیرہ میں بھی قصاص لاگو ہوگا اور اسی طرح زخموں میں بھی اگر ممکن ہو۔ ❶

وَيَبْتُ الْقِصَاصُ فِي الْأَغْضَاءِ وَنَحْوِهَا
وَالْجُرُوحِ مَعَ الْإِمْكَانِ

❶ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ الخ ﴾ [المائدة : ۴۵]

”اور ہم نے یہودیوں کے ذمے تو رات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی کفارہ ہے۔“ اگر چہ آیت میں خطاب بنی اسرائیل کو ہے لیکن نبی ﷺ نے اسی حکم کو قائم و ثابت رکھا۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”ان کی پھوپھی ریح بنت نصر نے ایک انصاری لڑکی کے دانت توڑ دیے۔ ریح کے رشتہ داروں نے اس سے معافی طلب کی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے دیت دینے کی پیش کش کی تو اسے بھی انہوں نے رد کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں حاضر ہو کر قصاص کا مطالبہ کیا اور قصاص کے سوا کسی بھی چیز کو لینے سے انکار کر دیا۔ لہذا رسول اللہ ﷺ نے قصاص کا فیصلہ فرما دیا۔ یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ریح کا دانت توڑا جائے گا؟ نہیں اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انس! ﴿ کتاب اللہ القصاص ﴾ ”اللہ کا نوشتہ تو قصاص ہی ہے۔“ اتنے میں وہ لوگ اس پر رضامند ہو گئے اور پھر معافی دے دی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرمادیتے ہیں۔“ (۳)

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی (۱۱۲۹، ۱۱۳۰) کتاب الذیات : باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنه یفاد منه أم' صحیح

ابن ماجہ (۲۶۶۲، ۲۵۹۹) ترمذی (۱۴۰۰) احمد (۱۶/۱) ابن ماجہ (۸۸۸/۲) بیہقی (۳۸۱/۸)

(۲) [سبل السلام (۱۵۷۷/۳) تحفة الأحوذی (۷۵۲/۴) الأم (۱۹۵/۴) السیل الحرار (۳۹۰/۴) السنن الکبری

للبیہقی (۳۸۱/۸)]

(۳) [بخاری (۴۵۰۰) کتاب تفسیر القرآن : باب یا ایہا الذین آمنو کتب علیکم القصاص فی القتلی ' ابو داؤد (۴۵۹۵)

نسائی (۲۶/۸) ابن ماجہ (۲۶۴۹) احمد (۱۲۸/۳) ابن الحارود (۸۴۱)]

(شوکانیؒ) (مذکورہ) حدیث کا ظاہر قصاص کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ دانت اکھیرا نہ گیا ہو بلکہ ٹوٹا ہی ہو لیکن ٹوٹے ہوئے دانت کی مقدار معلوم ہونا اور بدلے میں اتنی مقدار کے توڑنے کا امکان ہونا شرط ہے۔

(احمدؒ) ایسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے جس سے ہلاکت کا خدشہ ہو۔

(طحاویؒ) (اہل علم نے) اتفاق کیا ہے کہ سر کی ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔

(شافعیؒ، حنafiؒ) دانت کے علاوہ کسی ہڈی میں قصاص نہیں (یہ قول مرجوح ہے)۔ (۱)

(نواب صدیق حسن خانؒ) ہر معلوم جوڑ مثلاً انگلی ہاتھ، کہنی پاؤں دانت، ناک، کان، آنکھ، ذکر اور نصیبیں وغیرہ ہر ایک میں قصاص ہے۔ (۲)

”مع الإمكان“ اس لیے کہا گیا ہے کہ جیسے کسی کا سر زخمی ہو جائے تو اس کی مثل قصاص کی کوشش نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ مدتقابل کی ہلاکت کا موجب بن سکتا ہے۔

861- زخم صحیح ہونے سے پہلے قصاص نہیں

زخم کے مندمل ہو جانے سے پہلے قصاص نہیں لیا جائے گا جیسا کہ ایک شخص نے دوسرے کے گھٹنے میں سینگ چھو دیا تو وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا مجھے اس سے قصاص لے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا زخم مندمل ہونے کے بعد آنا وہ پھر آپ کے پاس آ گیا اور بولا مجھے قصاص دلوائیے آپ ﷺ نے اسے قصاص دلوا دیا اس کے بعد وہ پھر آ کر کہنے لگا اے اللہ کے رسول! میں لنگڑا ہو گیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں نے تجھے منع کیا تھا لیکن تو نے میری بات نہ مانی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے دور کر دیا اور تیرے لنگڑے پن کو رازیگاں کر دیا ہے پھر ﴿نہی رسول اللہ ﷺ﴾ ان یقتصص عن جرح حتی یبرأ صاحبہ ﴿”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا زخموں کا قصاص اس وقت تک لینا ممنوع ہے جب تک زخمی آدمی صحت مند نہ ہو جائے۔“ (۳)

قصاص کسی ایک وارث کے معاف کرنے سے ساقط ہو جائے گا اور دوسرے ورثاء کے لیے دیت لینا لازم ہوگا۔ ❶

وَيَسْقُطُ بِإِثْرِهِ أَحَدِ الْوَرَثَةِ وَيَلْزَمُ نَصِيبُ
الْآخِرِينَ مِنَ الدِّيَةِ

❶ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿علی المقتتلین ان ینحزوا الاول فالاول وإن کانت امرأة﴾ ”مقتول کے اولیاء پر لازم ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی قریبی کے معاف کرنے سے قصاص سے رک

(۱) [نیل الأوطار (۴/۶۲) سبل السلام (۳/۱۰۹۲)]

(۲) [الروضة الندية (۲/۴۷۲)]

(۳) [احمد (۲/۲۱۷) دار قطنی (۳/۸۸) بیہقی (۸/۶۷)]

جائیں خواہ وہ ایک عورت ہی ہو۔“ (۱)

(۲) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا اسے مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا جائے گا ﴿فإن شاء واقتلوه وإن شاء وأخذوا الدية﴾ ”پھر اگر وہ چاہیں تو اسے قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو دیت وصول کر لیں۔“ (۲)

حدیث کے یہ الفاظ ﴿فإن شاء واقتلوه﴾ اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ یہ ان سب کا حق ہے لہذا قصاص ان سب کے یا بعض کے معاف کر دینے سے ساقط ہو جائے گا۔

ایک کے معاف کرنے سے باقیوں پر دیت لازم کرنے کا سبب یہ بھی ہے کہ جب ایک معاف کر دے گا تو اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا اب یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ قتل میں ایک کا حصہ کتنا ساقط ہے باقیوں کے لیے کتنا قتل کیا جائے۔ لہذا باقیوں پر بھی دیت لینا ہی لازم ہے۔

(شافعی، ابوحنیفہ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالک، زہری) یہ صرف عصہ رشتہ داروں کے ساتھ خاص ہے۔ (۳)

862- قصاص لینے سے معافی بہتر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”میں نے ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب بھی کوئی قصاص کا معاملہ لایا جاتا ﴿إلا أمر فيه بالعفو﴾ ”مگر آپ اس میں معافی کا ہی حکم دیتے۔“ (۴)

<p>اگر ورثاء میں کوئی چھوٹا ہو تو قصاص کے لیے اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا ① اور مظلوم کے لگائے ہوئے زخم راپڑیاں ہوں گے۔ ②</p>	<p>فَاِذَا كَانَ فِيهِمْ صَغِيرٌ يَنْتَظَرُ فِي الْقِصَاصِ بُلُوغَهُ، وَيُهْدَرُ مَا سَبَبَهُ مِنَ الْمَخْنَى عَلَيْهِ</p>
---	--

① جیسا کہ حدیث گزری ہے کہ یہ تمام ورثاء کا حق ہے اس لیے بچے کو اختیار تب ہی ہے جب وہ بالغ ہو جائے۔ (۵)

(۱) [ضعيف: ضعيف ابو داود (۹۸۱) كتاب الديات: باب عفو النساء من الدم، ابو داود (۴۵۳۸) نسائي (۴۷۸۸)]

(۲) [حسن صحيح: صحيح ابو داود (۳۷۸۱) كتاب الديات: باب ولي العمد بأخذ الدية، ابو داود (۴۵۰۶) نسائي (۴۸۰۱) ابن ماجه (۲۶۲۶) احمد (۱۷۸/۲)]

(۳) [تيل الأوطار (۴/۴۶۷)]

(۴) [صحيح: صحيح ابو داود (۳۷۷۴) كتاب الديات: باب الإمام بامر بالعفو في الدم، ابو داود (۴۴۹۷) احما (۲۱۳/۳) نسائي (۳۷/۸) ابن ماجه (۲۶۹۲)]

(۵) [الروضة أندلية (۲/۶۴۹)]

لیکن یہ بات بہر حال محل نظر ہے کیونکہ سابقہ حدیث اس مسئلے میں واضح نص نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

- ② (1) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کا ہاتھ چبایا تو دوسرے نے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ (زور سے) کھینچا۔ اس پر اس کے کچھ دانت گر گئے۔ وہ (دونوں) جھگڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿بعض أحدکم یدأخیه کما بعض الفحل لا دية لك﴾ ”تم میں سے ایک اپنے بھائی کے ہاتھ کو اس طرح چباتا ہے جیسے کوئی نر (جانور) چباتا ہے تمہارے لیے کوئی دیت نہیں۔“ (۱)
- (2) حضرت یعلیٰ بن أمیہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔ (۲)
- (جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

وَإِذَا أَمْسَكَ رَجُلٌ وَقَتَلَ آخَرَ قُتِلَ الْقَاتِلُ وَحَبْسَ الْمُتَمَسِكِ	جب ایک شخص پکڑے اور دوسرے کو قتل کرے تو قاتل کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۔ ①
---	--

- ① (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿إذا أمسك الرجل الرجل السرجل وقتله الآخر يقتل الذی قتل ويحبس الذی أمسك﴾ ”جب ایک آدمی (دوسرے) آدمی کو پکڑے اور دوسرے اسے قتل کرے تو قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۔“ (۴)
- (2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل ایک معاملے میں یوں فیصلہ کیا کہ ﴿يقتل القاتل ويحبس الآخر في السجن حتى يموت﴾ ”قاتل کو قتل کر دیا جائے گا اور دوسرے کو جیل میں قید کر دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ فوت ہو جائے۔“ (۵)
- (احناف، شافعیہ) قاتل کو قتل اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں مذکور ہے:
- ﴿فَمَنْ اغْتَدَى عَلَيْكُمْ فَأَغْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اغْتَدَى عَلَيْكُمْ﴾ [البقرة: ۱۹۴]
- ”جو تم پر زیادتی کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر کی ہے۔“
- (مالک، لیث) پکڑنے والے کو بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ اگر وہ نہ پکڑتا تو قتل ممکن ہی نہیں تھا۔
- (شوکانی) حدیث پر عمل کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ نیز قید کرنے کی مدت جمہور نے حاکم کی رائے پر چھوڑ دی ہے۔ (۶)

- (۱) [بخاری (۶۸۹۲) کتاب الدیات : باب إذا عض رجلا فوقعت ثنایاه ، مسلم (۱۶۷۳) ترمذی (۱۴۱۶) نسائی (۲۸۱/۸)]
- (۲) [بخاری (۲۲۶۵) کتاب الإحارة : باب الأجير في الغزو ، مسلم (۱۶۷۴) ابو داؤد (۴۵۸۴) نسائی (۳۰۱/۸) حمیدی (۷۸۸) عبد الرزاق (۱۷۵۴۶) ابن الحارود (۷۹۲) ابن حبان (۵۹۹۷)]
- (۳) [نیل الأوطار ((۴۶۴/۴))]
- (۴) [دارقطنی (۱۴۰۳) ، (رقم ۱۷۶/۱) عبد الرزاق (۴۲۷/۹) ، (رقم ۱۷۸۹۳/۱)]
- (۵) [شافعی فی معرفة السنن والآثار (۴۸۴۵) بیہقی (۵۰/۸)]
- (۶) [نیل الأوطار (۴۶۱/۴) سبیل السلام (۱۵۹۵/۳) فقہ السنۃ (۳۰/۳) الروضة الندیة (۶۵۰/۲)]

(راجح) اگر قاتل کے پکڑنے کے سوا مقتول کو قتل کرنا ممکن نہیں تھا اور وہ قتل کے وقت حاضر تھا تو دونوں کو قتل میں شریک ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا۔ اور جس حدیث میں قید کا ذکر ہے اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب پکڑنے والا قاتل کے وقت حاضر نہ ہو وہ محض پکڑنے کے حوالے کر گیا ہو تو اسے قید کر دیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

863- اگر جماعت ایک آدمی کے قتل میں شریک ہو؟

تو جماعت کے تمام افراد کو قتل کر دیا جائے گا۔

- (1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دھوکے سے قتل کرنے والے پانچ یا سات افراد کو قتل کیا اور کہا ﴿لو تمالأ علیہ اهل صنعاء لقتلہم جميعا﴾ ”اگر تمام اہل صنعاء اس کے خلاف تعاون کرتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔“ (۱)
- اور صحیح بخاری میں یہ لفظ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿لو اشترک فیہ اهل صنعاء لقتلتہم بہ﴾ ”اگر تمام اہل صنعاء بھی اس کے قتل میں شریک ہوتے تو میں اس کے بدلے سب کو قتل کر دیتا۔“ (۲)
- (2) عینین نے بھی ایک چرواہے کو قتل کیا تھا لیکن قصاص میں ان سب کو قتل کر دیا گیا تھا۔ (۳)
- (شوکانیؒ) اگر ان تمام سے قتل کرنا ثابت ہو جائے تو سب کو قصاصاً قتل کر دیا جائے۔ (۴)
- (صدیق حسن خانؒ) ایک کے بدلے جماعت کو قتل کرنے کے خلاف کوئی شرعی دلیل ثابت نہیں۔ (۵)
- (سید سابقؒ) جماعت کے افراد کی تعداد کم ہو یا زیادہ جب تمام ایک شخص کے قتل پر جمع ہو جائیں تو سب کو قتل کیا جائے گا۔ (۶)

- (دکتور وھبہ زحیلی) جماعت کو ایک کے بدلے قتل کرنا ائمہ اربعہ کے اتفاق کے ساتھ واجب ہے۔ (۷)
- اگر مقتول کے ورثاء دیت لینا چاہیں تو قتل کے شرکاء میں سے ہر ایک پر مکمل دیت لازم ہے۔ (۸)
- ایک آدمی کو بھی جماعت کے بدلے قصاصاً قتل کیا جاسکتا ہے۔ (۹)

(۱) [موطا (۲۰۱/۴)]

(۲) [بخاری (۶۸۹۶) کتاب الدیات : باب إذا أصاب قوم من رجل هل يعاقب أو يقتص منهم كلهم]

(۳) [بخاری (۵۶۸۵، ۵۶۸۶) کتاب الطب : باب الدواء بالیان بالإبل]

(۴) [السبل الحرار (۳۹۸/۴)]

(۵) [الروضة الندية (۶۵۱/۲)]

(۶) [فقہ السنۃ (۲۹/۳)]

(۷) [الفقہ الإسلامی وأدلته (۵۶۳۳/۷) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : بدائع الصنائع (۲۳۸/۷) اللباب (۱۵۰/۳) الدر

المختار (۳۹۴/۵) تبیین الحقائق (۱۱۴/۶)]

(۸) [السبل الحرار (۳۹۸/۴)]

(۹) [السبل الحرار (۳۹۹/۴) الفقہ الإسلامی وأدلته (۵۶۳۶/۷)]

قتل خطا میں دیت اور کفارہ دونوں لازم ہیں ❶ اور وہ یہ ہے کہ جو بغیر ارادے کے ہو یا اس کا قائل بچہ یا پاگل ہو۔ ❷

وَلِي قَتْلِ الْخَطَا الذِّيَّةُ وَالْكَفَّارَةُ وَهُوَ مَا لَيْسَ
بِعَمْدٍ أَوْ مِنْ صَبِيٍّ أَوْ مَجْنُونٍ

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَذِيَّةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ ﴾ [النساء : ۹۲]

’جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے۔‘

کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان گردن آزاد کر دی جائے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے جائیں۔

دیتِ خطا کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ فِي دِيَةِ الْخَطَا عَشْرُونَ حَقَّةً ﴾ ”قتل خطا کی صورت میں پانچ قسم کے اونٹ دیت میں وصول کیے جائیں گے، بیس ایسے جن کی عمر تین سال ہو اور بیس جن کی عمر چار سال ہو اور بیس مادہ اونٹ جن کی عمر دو سال ہو اور بیس مادہ جن کی عمر ایک ایک سال ہو اور بیس تراوٹ جن کی عمر ایک سال ہو۔“ (۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما، امام زہری، امام عکرمہ، امام لیث، امام ثوری، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت سلیمان بن یسار، امام مالک، احناف اور شافعیہ رحمہم اللہ جمعین ان سب کا وہی مذہب ہے جو گذشتہ حدیث میں مذکور ہے صرف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آخری قسم میں بیس دو سال کی عمر کے تراوٹ ہیں۔ (۲)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تیس ایسے اونٹ جن کی عمر چار سال ہو تیس ایسے جن کی عمر تین سال ہو اور بیس تراوٹ جن کی عمر ایک سال ہو اور بیس ایسے مادہ اونٹ جن کی عمر دو سال ہو۔ (۳)

(راجح) دیتِ خطا کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ضعیف ہے لہذا کوئی سے سوا اونٹ دیے جاسکتے ہیں اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَا وَشِبْهَ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسُّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بَطُونِهَا أَوْلَادُهَا ﴾ ”قتل خطا کی دیت شبہ عمد (کی دیت ہی ہے) جو کوڑے اور لانچی سے مارا گیا ہو۔ اس کی دیت سوا اونٹ ہے جن میں چالیس

(۱) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۹۸۴) كتاب الديات : باب الدية كم هي ' ابو داود (۴۰۴۵) بيهقي (۱۲۸۶) نسائي (۴۳/۸) ابن ماجه (۲۶۳۱) احمد (۷۸۴/۱) بزار (۱۹۲۲) دار قطنی (۱۷۳/۳) ابن أبي شيبه (۱۳۳/۹)]

(۲) [الأم للنشافعي (۱۱۳/۶) الإختيار (۳۰/۵) المغنی (۱۰۱/۲) بداية المصنهد (۴۱۰/۲) نيل الأوطار (۵۲۱/۴) سبل السلام (۱۶۰۷/۳) الفقه الإسلامي وأدلته (۵۷۳۰/۷)]

(۳) [نيل الأوطار (۵۲۱/۴)]

حاملہ اور نینیاں ہوں گی۔“ (۱)

② (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يحتلم وعن المجنون حتى يعقل ﴾ ”تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے سونے والے سے حتیٰ کہ وہ جاگ جائے بچے سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور پاگل سے حتیٰ کہ وہ سمجھدار ہو جائے۔“ (۲)

امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ بچوں پر قصاص نہیں ہے کیونکہ ان کا قصد قتل کرنا بھی خطا ہی ہے جب تک کہ ان پر شرعی حدود واجب نہ ہو جائیں اور وہ بالغ نہ ہو جائیں اور بچے کا کسی کو قتل کر دینا صرف قتل خطا ہی ہوگا۔ (۳)

اور یہ حدیث برادری کے لوگوں پر لازم ہے۔ ①

وَهِيَ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَهُمُ الْعَصِيَّةُ

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بذیل قبیلہ کی دو عورتیں آپس میں جھگڑ پڑیں اور ایک نے دوسری کو پتھر دے مارا۔ اس پتھر سے وہ عورت اور اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا اس کے وارث مقدمہ نبی ﷺ کی عدالت میں لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچے کے بدلے لونڈی یا غلام (کی ادا کیگی) ہے ﴿ وقضى بدية المرأة على عاقلتها ﴾ اور آپ ﷺ نے عورت کے بدلے قاتل عورت کے ورثاء پر دیت ڈال دی۔“ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ وأن العقل على عصبتها ﴾ ”اور دیت اس کے عصبرشتہ داروں (جو اصحاب الفروض کے علاوہ ہوں) پر لازم ہے۔“ (۴)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ بذیل کی دو عورتوں میں سے ایک نے دوسری کو قتل کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کا خاندان اور اولاد آئی ﴿ فجعل رسول الله ﷺ دية المقتولة على عاقلة القاتلة وبرأ زوجها وولدها ﴾ ”تو رسول اللہ ﷺ نے مقتولہ کی دیت قاتل عورت کے ورثاء پر ڈال دی اور اس کے خاندان اور اولاد کو بری قرار دے دیا۔“ (۵)

ثابت ہوا کہ قتل کرنے والے کے تمام رشتہ دار دیت کی ادا کیگی میں اس کے شریک ہوں گے جب کہ خاندان یا بیوی اور اولاد اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (۳۸۰۷) كتاب الدييات : باب في دية الخطأ شبه العمد ' ابو داود (۴۵۴۷) نسائي

(۴۰۱۸) ابن ماجة (۲۶۲۷) ابن حبان (۶۰۱۱/۱۳) بیہقی (۶۸۱۸)]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۷۰۳) كتاب الحدود : باب في المجنون يسرق ' ابو داود (۴۴۰۳)]

(۳) [موطأ مع المسوي (۲۴۰/۲)]

(۴) [بخاری (۶۹۱۰، ۶۹۰۹) كتاب الدييات : باب جنين المرأة وأن العقل على الوالد ' مسلم (۱۶۸۱) تحفة

الأشراف (۵۲/۱۱)]

(۵) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲۱۴۳) ابو داود (۴۵۷۵) كتاب الدييات : باب دية العنين ' ابن ماجة

(۲۲۴۸)]

(جہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

بعض نے مندرجہ ذیل دلائل کی وجہ سے اس کی مخالفت کی ہے:

(1) ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴾ [الأنعام: ۱۶۴]

”کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔“

(2) ﴿ لَا يَجْنِي جَانٌ إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ ﴾ ”جرم کرنے والے کا جرم صرف اسی پر ہوگا۔“ (۲)

ان میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ

① دیت کے احکام اس سے خاص ہیں۔

② ان دلائل میں آخری جزا کا ذکر ہے جبکہ دیت کا تعلق دنیاوی امور سے ہے۔ (۳)

○ عصبرشتہ واروں سے مراد وہ ہیں جو اولاد (اصحاب الفروض) اور ذوی الأرحام کے علاوہ ہیں۔ (۴)

864- قصاص کس چیز سے لیا جائے گا؟

(احناف) قصاص صرف تلوار سے ہی لیا جائے گا۔ (۵)

ان کی دلیل یہ روایت ہے کہ ﴿ لا قود إلا بالسيف ﴾ ”قصاص صرف تلوار کے ساتھ ہے۔“ (۶)

یہ روایت ضعیف ہے لہذا یہ مسلح نہیں اور قصاص کسی بھی چیز کے ذریعے لیا جاسکتا ہے۔

865- گھر میں جھانکنے والا اور دیت

حدیث نبوی ہے کہ ﴿ لو أن رجلا اطلع عليك بغير إذن فخذفته بحصاة ففقات عينه ما كان عليك

جناح ﴾ ”اگر کوئی آدمی بغیر اجازت کے آپ (کے گھر میں) جھانکے اور آپ اسے ننگری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو

آپ پر کوئی گناہ نہیں۔“ (۷)

(۱) [المغنی (۷۷۰/۱۷)]

(۲) [حسن: صحيح ترمذی، ترمذی (۳۰۸۷) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة التوبة]

(۳) [الروضة الندية (۶۵۴/۲) سبیل السلام (۱۰۹۰/۳)]

(۴) [بدائع الصنائع (۴۶۶۶/۱۰) المغنی (۳۹/۱۲) نیل الأوطار (۵۱۴/۴)]

(۵) [المبسوط (۱۲۲/۶۶) المغنی (۵۱۰/۱۱) بداية المجتهد (۴۵۲/۲) نیل الأوطار (۴۵۷/۴)]

(۶) [ضعیف: ضعيف ابن ماجه (۵۸۱) إرواء الغلیل (۲۸۷/۷) ابن ماجه (۲۶۶۷) کتاب الدیات: باب لا قود إلا

بالسيف، شرح معانی الآثار (۱۸۴/۳) دارقطنی (۱۰۶/۳) بیہقی (۶۲/۸) كشف الأستار للبخاری (۱۵۲۷) حافظ ابن

حجر نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [تلخیص الحبیر (۳۸/۴)]

(۷) [بخاری (۶۹۰۲) کتاب الدیات: باب من اطلع فی بیت قوم..... مسلم (۲۱۵۸) نسائی (۶۱/۸) ابو داود

(۵۱۷۲) احمد (۲۴۳/۲)]

866- حرم میں قصاص یا حد قائم کرنا کیسا ہے؟

حرم میں خون بہانا اور حد قائم کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ پناہ لینے والا حرم سے خارج ہو جائے۔ (۱)
 اور جو شخص حرم کے اندر حد یا قصاص کے موجب فعل کا مرتکب ہو تو بعض اہل علم کے نزدیک اسے حرم سے باہر نکال کر سزا دی جائے گی تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿من سرق أو قتل فی الحرم أقیم علیہ فی الحرم﴾ جو شخص حرم میں چوری یا قتل کرے اس پر حرم میں ہی حد قائم کی جائے گی۔ (۲)
 (راجح) احادیث میں مطلق طور پر حرم میں خون بہانے یا حد قائم کرنے کی ممانعت ہے خواہ کوئی وہاں آ کر پناہ لینے والا ہو یا حرم کے اندر ہی حد یا قصاص کے موجب فعل کا مرتکب ہوا ہو اور یہ آیت:

﴿وَلَا تَقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ﴾ [البقرة: ۱۹۱]

”اور تم مسجد حرام کے نزدیک ان سے قتال مت کرو حتیٰ کہ وہ اس میں تم سے لڑائی شروع کر دیں۔“
 صرف لڑائی کے وقت دفاع کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ (۳)

867- بعض اوقات قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوتے ہیں

حدیث نبوی ہے کہ ﴿إذا تواجہ المسلمان بسيفهما فقتل أحدهما صاحبه فالقاتل والمقتول فی النار فقیل هذا القاتل فما بال المقتول؟ قال قد أراد قتل صاحبه﴾
 ”جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے سامنے آ جائیں اور ان میں سے ایک اپنے (دوسرے) ساتھی کو قتل کر دے تو قاتل اور مقتول دونوں آگ میں جائیں گے۔ دریافت کیا گیا کہ یہ قاتل (تو جہنمی ہے) مقتول کیوں آگ میں جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا (کیونکہ) وہ بھی اپنے مد مقابل ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔“ (۴)

868- قتل عمد کے بعد اگر قاتل توبہ کر لے

قتل عمد کے بعد اگر قاتل توبہ کر لے تو اس کی توبہ انشاء اللہ قبول ہو جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

- (۱) [تفصیل کے لیے دیکھیے: المغنی (۴۱۳/۱۲) بدایة المحتد (۴۰۵/۲) حاشیة ابن عابدین (۶۲۵/۳) الأم للنشافعی (۲۹۰/۴) نیل الأوطار (۴۸۲/۴)]
 (۲) [عبدالرزاق (۳۰۴/۹) (۱۷۳۰/۶) بیہقی (۲۱۴/۹)]
 (۳) [نیل الأوطار (۴۸۳/۴)]
 (۴) [بخاری (۶۸۷۵) کتاب الديات: باب قول الله تعالى ومن أحيأها، مسلم (۲۸۸۸) احمد (۴۳/۵) ابو داود (۴۶۶۸) نسائی (۱۲۵/۷) ابن ماجه (۳۹۶۵) ابن حبان (۵۹۴۵) طيالسی (۸۸۴) بیہقی (۱۹۰/۸)]

﴿ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ..... إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ﴾ [الفرقان : ۶۸-۷۰]

”اور وہ (مومنین) کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو بوجہ قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا..... سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔“

اور اس آیت ﴿ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ ۙ جَهَنَّمَ ﴾ [النساء : ۹۳]

”اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کی جزا جہنم ہے۔“

کا معنی یہ ہے کہ اس گناہ کی سزا جہنم ہی ہے لیکن اگر وہ توبہ کر لے تو دیگر شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سزا معاف ہو جائے گی۔



کتاب الادیات خون بہا کے مسائل

- باب أحكام الدية والشجاج دیت اور زخموں کے احکام کا بیان
- باب القسامة قسمیں تقسیم کرنے کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أُخِيهِ شَيْءٌ..... أَذَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ﴾

[البقرة: ۱۷۸]

”جس کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی مل جائے..... اسے
آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہیے۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ أول ما يقضى بين الناس في الدماء ﴾

”لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کے معاملے میں فیصلہ کیا
جائے گا۔“

[بخاری (۶۸۶۴) کتاب الدیات: باب قول الله تعالى ومن يقتل]

کتاب الدیات

خون بہا کے مسائل

باب احکام الدیۃ والشجاج دیت اور زخموں کے احکام کا بیان

دیتہ الرُّجُلِ الْمُسْلِمِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَوْ مِائَتَا بَقْرَةٍ أَوْ أَلْفًا شَاةً أَوْ أَلْفٌ دِينَارٍ أَوْ اثْنَا عَشَرَ أَلْفَ دِرْهَمٍ أَوْ مِائَتَا حُلَّةٍ	ایک مسلمان آدمی کی دیت یہ ہے۔ سواونٹ یا دو سو گائے یا دو ہزار بکریاں یا ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم یا دو سو طے (لباس)۔ (۱)
---	--

① لغوی وضاحت: لفظ دیات دیت کی جمع ہے اس سے مراد ”خون بہا“ ہے۔ یہ باب وَدَى يَدِي (ضرب) سے صدر ہے جس کا معنی دیت دینا آتا ہے اور باب اِتَدَى يَتَدَى (افتعال) ”دیت لینا“ (۱) شرعی تعریف: ایسا مال جو کسی جرم کی وجہ سے انسان پر واجب ہو۔ مشروعیّت: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ ﴾ [النساء: ۹۲]

”جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے۔“

(دکتور وہب زحلی) اس کی مشروعیّت پر اجماع ہے۔ (۲)

② (۱) حضرت عمرو بن ترمذ کی حدیث میں ہے کہ ﴿ أَنْ فِي النَّفْسِ الدِّيَةِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ ﴾ ”کسی بھی جان میں سواونٹ دیت ہے۔“ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ﴿ وَعَلَىٰ أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ ﴾ ”اور جن کے پاس سونا ہے ان پر ہزار دینار دیت ہے۔“ (۳)

(۲) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿ قَضَىٰ رَسُولُ اللَّهِ أَنْ مَنْ كَانَ عَقْلُهُ فِي الْبَقْرَةِ عَلَىٰ أَهْلِ الْبَقْرَةِ مِائَتِي بَقْرَةٍ وَمَنْ كَانَ عَقْلُهُ فِي الشَّاءِ عَلَىٰ أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفِي شَاةٍ ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ دیت میں جن کے پاس گائے ہیں ان پر دو سو گائے اور جن کے پاس بکریاں ہیں ان پر دو ہزار بکریوں کی ادا کیگی ہے۔“ (۴)

(۱) [المنجد (ص/۹۵۸۱) القاموس المحيط (ص/۱۲۰۷)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۵۷۰۳/۷)]

(۳) [موطا (۸۴۹/۲) دارمی (۱۸۸/۲)]

(۴) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۲۱۲۸) كتاب الدیات : باب دية الخطأ، ابن ماجه (۲۶۳۰) ابو داود (۴۵۴۱)]

نسائی (۴۸۱۵) احمد (۶۷۵۵) الفتح الربانی (۳۲/۱۶)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ ”عہد رسالت میں دیت کی قیمت آٹھ سو (800) دینار یا آٹھ ہزار (8,000) درہم تھی اور اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت کا نصف تھی لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے تو خطبہ دیا کہ سنو! اونٹ منگے ہو گئے ہیں ﴿ ففرضها عمر على أهل الذهب ألف دينار وعلى أهل الورق اثني عشر ألفا وعلى أهل الحلل مائتي حلة ﴾ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے دیت یوں مقرر کی کہ جن کے پاس سونا ہے ان پر ایک ہزار دینار جن کے پاس چاندی ہے ان پر بارہ (12) ہزار درہم اور جن کے پاس طے (لباس) ہیں ان پر دو سو (200) حلوں کی ادائیگی ہے۔“ (۱)

(شافعی) دیت میں اصل اونٹ ہیں ان کے علاوہ جو کچھ بھی دیا جائے گا وہ اونٹوں کی قیمت کے مطابق دیا جائے گا۔ (ابوحنیفہ) دیت سواونٹ ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہے۔

(ابویوسف رحمہ) جن کے پاس اونٹ ہیں ان پر سواونٹ جن کے پاس گائے ہیں ان پر دو سو گائے جن کے پاس بھریاں ہیں ان پر دو ہزار بھریاں اور جن کے پاس طے (لباس) ہیں ان پر ہزار طے دیت ہے۔ (۲)

(راجح) امام شافعی کا موقف راجح و برحق ہے۔

وَتَغْلَظُ دِيَّةَ الْعَمْدِ وَيُسَبِّهُ بِأَنَّ يَكُونَ الْمَائَةُ مِنَ الْإِبِلِ فِي بَطْنُونِ أَرْبَعِينَ مِنْهَا أَوْلَادُهَا	قتل عمد یا شبہ عمد کی دیت مزید سخت ہوگی اور وہ اس طرح کہ سو اونٹوں میں سے چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔ ①
---	--

① (1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الا إن دية الخطأ شبه العمد ما كان بالوسط والعصا - مائة من الإبل منها أربعون في بطنونها أولادها ﴾ ”خوب سمجھ لو! قتل شبہ عمد جو کہ کوڑے یا لاشی سے (کیا گیا ہو) اس میں سواونٹ دیت ہے جن میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔“ (۳)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ عقل شبه العمد مغلظ مثل عقل العمد ولا يقتل صاحبه ﴾ ”قتل شبہ عمد کی دیت قتل عمد کی مانند دیت مغلظ ہے اور قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا۔“ (۴)

(جمہور) قتل عمد اور قتل شبہ عمد میں دیت مغلظ لازم آئے گی۔

(مالکیہ) قتل عمد میں اولیاء کی رضامندی کے مطابق اور والد کے اپنے بیچے کو قتل کرنے میں دیت مغلظ لازم ہوگی۔

(۱) [حسن : صحیح ابو داؤد (۳۸۰۶) کتاب الدیات : باب الدية کم هی ' ابو داؤد (۴۵۴۲)]

(۲) [الروضة السنية (۶۵۷/۲) الأم للشافعی (۱۲۳/۶) بدائع الصنائع (۴۶۶۳/۱۰) المغنی (۶/۱۲) بداية المحقق

[(۴۱۱/۲)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داؤد (۳۸۰۷) کتاب الدیات : باب في دية الخطأ شبه العمد ' ابو داؤد (۴۵۴۷) نسائی

(۴۱۱/۸) ابن ماجه (۲۶۲۷) التاريخ الكبير للبخاری (۴۳۴/۳)]

(۴) [حسن : صحیح ابو داؤد (۳۸۱۹) کتاب الدیات : باب ديات الأعضاء ' ابو داؤد (۴۵۶۵) دارقطنی (۹۵/۳)

[رواء الغليل (۱۱۸/۶)]

بوضیفہ) یہ دیت صرف قتل شبہ عمد میں ہی لازم آئے گی۔ (۱)

(۲) دیت مغلظہ وہ ہے جو قتل شبہ عمد پر لاگو ہوتی ہے۔

دیت مخففہ وہ ہے جو قتل خطا میں لاگو ہوتی ہے۔

قتل عمد میں دیت مغلظہ ہوگی۔ امام شافعیؒ اور حنابلہ کا یہی مذہب ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قتل عمد میں کوئی دیت نہیں بلکہ وہی واجب الا و اہوگا جس پر طرفین صلح کر لیں۔ (۲)

نیز یاد رہے کہ تغلیظ کا اعتبار صرف اونٹوں میں ہی کیا جائے گا۔

ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے۔ ①

وَدِيَّةُ الذَّمِّي نِصْفُ دِيَّةِ الْمُسْلِمِ

① عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿ دية عقل الكافر نصف دية عقل المؤمن ﴾ ”کافر کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے۔“ (۳)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ أن رسول الله قضى أن عقل أهل الكتابين نصف عقل المسلمين وهم يهود والنصارى ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت سے نصف ہے اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔“ (۴)

(۳) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ ودية أهل الكتاب يومئذ النصف من دية المسلمين ﴾ ”اس دن (عہد رسالت میں) اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت سے نصف تھی۔“ (۵)

”مالک“ کافر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے۔

”احناف“ ثوری، زہری (ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہی ہے۔

”احمد“ اگر ذمی نے قتل عمد کیا ہو تو اس کی دیت بھی مسلمان کی دیت کی مانند ہے بصورت دیگر نہیں۔

(۱) [بداية المجتهد (۴۰۹/۲) الأم (۱۱۳/۶) المغنی (۲۳/۱۲) بدائع الصنائع (۲۵۶/۷) تبیین الحقائق (۱۲۶/۶)]

مغنی المحتاج (۵۳/۴) المہذب (۱۹۵/۲) کشاف القناع (۱۷/۶) الشرح الكبير (۲۶۶/۴)]

(۲) [فقه السنة (۵۲/۳)]

(۳) [حسن صحیح : صحیح ترمذی ‘ ترمذی (۱۴۱۳) کتاب الدیات : باب ما جاء في دية الكفار ‘ احمد (۱۸۰/۲)

نسائی (۴۵۱/۸) ابن ماجہ (۲۶۴/۴) ابو داود (۴۵۴/۲) طیبی (۱۴۹۹) بیہقی (۱۰۱/۸) دارقطنی (۱۲۹/۳)

ابن ابی شیبہ (۲۸۷/۹) عبدالرزاق (۹۲/۱۰) شرح السنة (۲۰۳/۱۰) (۲۵۴۲)]

(۴) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۱۳۹) کتاب الدیات : باب دية الكافر ‘ ابن ماجہ (۲۶۴/۴) احمد (۲۱۵/۲)

نسائی (۵۵/۸)]

(۵) [حسن : صحیح ابو داود (۳۸۰/۶) کتاب الدیات : باب الدية كم هي ‘ ابو داود (۴۵۴/۲)]

(شافعی) کا فرکی دیت چار ہزار درہم ہے۔ (۱)

(راجح) بلا تردید امام مالک کا قول ہی برحق ہے کیونکہ یہی حدیث کے زیادہ قریب ہے اور اس کے برخلاف ہر قول مردود و باطل ہے۔

واضح رہے کہ جس روایت میں ہے کہ مجوسی کی دیت آٹھ سو (800) درہم ہے، وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن

لھیعہ راوی ضعیف ہے۔ (۲)

اور عورت کی دیت آدمی کی دیت سے نصف ہے اور جن اعضاء میں دیت کے ثلث سے زائد دیت لاگو ہوتی ہے ان میں بھی یہی اصول ہے۔ ①	وَدِيَّةُ الْمَرْأَةِ نِصْفُ دِيَّةِ الرَّجُلِ وَالْأَطْرَافُ وَغَيْرُهَا كَمَا ذَكَرْنَا فِي الزَّائِدِ عَلَى الثَّلَاثِ
--	---

① (1) عمرو بن شعيب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿عقل المرأة مثل عقل الرجل حتى يبلغ الثلث من دية﴾ ”عورت کی دیت مرد کی دیت کی طرح ہی ہے حتیٰ کہ وہ اپنی دیت کے ثلث تک پہنچ جائے (یعنی ثلث تک

مرد کی طرح ہے اس کے بعد نہیں)۔“ (۳)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ﴿فدية المرأة على النصف من دية الرجل﴾ ”عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔“ (۴)

(3) ربیعہ بن ابی عبدالرحمن نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ عورت کی انگلی میں کتنی دیت ہے؟ انہوں نے کہا، دس اونٹ، پھر پوچھا دو انگلیوں میں کتنی ہے؟ انہوں نے کہا، بیس اونٹ، پھر پوچھا تین انگلیوں میں کتنی ہے؟ انہوں نے کہا، تیس اونٹ۔ پھر پوچھا چار انگلیوں میں کتنی ہے؟ انہوں نے کہا، بیس اونٹ۔ اس پر ربیعہ نے کہا ﴿لما عظم جرحها واشتدت مصيبتها نقص عقلها؟﴾ ”جس وقت اس کا زخم بڑا ہو گیا اور مصیبت سخت ہو گئی تو اس کی دیت کم ہو گئی ہے؟“ تو سعید نے کہا کیا تم عراقی ہو؟ (ربیعہ کہتے ہیں) میں نے کہا، دلائل سے ثابت کرنے والا عالم ہوں یا کم علم محکم ہوں۔ تو سعید نے کہا ﴿ہی السنة یا ابن أحمى﴾ ”اے میرے بھائی کے بیٹے ایہ سنت ہے۔“ (۵)

جمہور اہل مدینہ مالکیہ، سعید بن مسیب، امام احمد، امام اسحاق اور امام شافعی رحمہم اللہ وغیرہ سب کا یہی مذہب ہے (کہ جو

(۱) [نیل الأوطار (۵۰۷/۴) الميسوط (۸۴/۲۶) المغنی (۱۰۱/۲) بداية المحتهد (۴۱/۲) الأم (۹۲/۶)]

(۲) [تلخیص الحبير (۶۶/۴) نیل الأوطار (۵۰۷/۴) الکامل لابن عدی (۱۰۲۴/۴)]

(۳) [ضعيف: إرواء الغليل (۲۲۵۴) دارقطنی (۹۱/۳) عبدالرزاق (۱۷۷۵۶) نسائی (۴۴/۸) شیخ حازم علی قاضی نے اس

روایت کو صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبیل السلام (۱۶۱۳/۳)]

(۴) [صحیح: إرواء الغليل (۳۰۷/۷) (تحت الحدیث ۲۲۵۰/۱) ابن ابی شیبہ (۲/۲۸۱۱)]

(۵) [صحیح: إرواء الغليل (۲۵۵۵) موطا (۸۶۰/۲) بیہقی (۶۹/۸)]

اتن نے اختیار کیا ہے۔ (۱)

دونوں آنکھوں ہونٹوں ہاتھوں پاؤں اور خسیوں میں پوری دیت ہے اور ان میں سے ایک پر نصف دیت ہے۔ اسی طرح ناک زبان ذکر پشت اور دماغ تک پہنچنے والے اور پیٹ تک پہنچنے والے زخم میں مظلوم کی دیت کا ایک ٹکٹ لاگو ہوگا اور ہڈی کو اپنی جگہ سے ہلا دینے والے زخم میں دیت کا دسواں اور دسویں کا نصف (یعنی پندرہ اونٹ) اور ہڈی کو توڑ دینے والے زخم میں دیت کا دسواں حصہ ہے اور ہڈی کو واضح کرنے والے زخم میں بھی اسی طرح

دیت ہوگی۔ ①

وَتَجِبُ الدِّيَةُ كَامِلَةً فِي الْعَيْنَيْنِ وَالسُّفْتَيْنِ
وَالْيَدَيْنِ وَالرَّجْلَيْنِ وَالْبُصْغَيْنِ وَفِي الْوَأَحَدَةِ
مِنْهَا بِنِصْفِهَا وَكَذَلِكَ تَجِبُ كَامِلَةً فِي الْأَنْفِ
وَاللِّسَانِ وَالذِّكْرِ وَالصُّلْبِ وَأَرْضِ الْمَأْمُومَةِ
وَالجَانِبَةِ ثَلَاثُ دِيَّةٍ الْمُجَبِّي عَلَيْهِ وَفِي الْمُنْقَلَةِ
عَشْرُ الدِّيَةِ وَنِصْفُ عَشْرِهَا وَفِي الْهَاشِمَةِ
عَشْرُهَا وَفِي كُلِّ سِنَّ نِصْفُ عَشْرِهَا وَكَذَا
فِي الْمَوْضِحَةِ

① المامومة: ایہا زخم جو دماغ تک پہنچ جائے (یعنی دماغ اور زخم کے درمیان صرف باریک جھلی حائل ہو)۔

المنقلة: وہ زخم جو پیٹ تک پہنچ کر اس میں داخل ہو جائے۔

المنقلة: وہ زخم جو ہڈی کو اپنی جگہ سے ہلا دے۔

الموضحة: جو ہڈی کو توڑے نہ لیکن اسے ظاہر کر دے۔

الهاشمة: ہڈی توڑ دینے والا زخم۔ (۲)

(۱) حضرت عمر و بن حزم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو جو خط لکھا اس میں یہ بھی تھا کہ ”جس نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کیا اور اس قتل کے گواہ بھی موجود ہوں تو اس پر قصاص لازم ہے، لاکہ اگر مقتول کے ورثاء (معاف کرنے پر) رضامند ہو جائیں تو ایک جان کے قتل کی دیت سوا اونٹ ہے اور ناک میں بھی پوری دیت ہے جبکہ اسے جڑ سے کاٹا گیا ہو اور دونوں آنکھوں اور زبان اور دونوں ہونٹوں کے عوض بھی پوری دیت ہے۔ اسی طرح عضو مخصوص اور خصیتین میں پوری دیت ہے اور پشت میں بھی پوری دیت ہے اور ایک پاؤں کی صورت میں آدھی دیت ہے اور دماغ کے زخم اور پیٹ کے زخم میں ایک تہائی دیت ہے اور وہ زخم جس سے ہڈی ٹوٹ جائے اس میں پندرہ اونٹ اور ایک دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے اور ایسے زخم میں جس سے ہڈی نظر آنے لگے پانچ اونٹ دیت ہے۔“ (۳)

(۱) [نیل الأوطار (۴/۵۱۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۴/۴۹۹) سبل السلام (۳/۱۶۰) الروضة الندية (۲/۶۶۶)]

(۳) [موطا (۲/۸۴۹) نسائی (۸/۷۷) ابو داؤد فی المراسیل (۲۵۹) دارمی (۲/۱۸۸) ابن حبان (۹/۶۵۵) حاکم

(۳۹۵۱) بیہقی (۱۱/۸۷) دارقطنی (۱۱/۱۲۱) ابن خزیمہ (۲۲۶۹)]

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ہذہ وھذہ سواء یعنی المختصر والإبھام﴾
”یہ اور یہ یعنی چھنگلی اور انگوٹھا (دیت میں) برابر ہیں۔“ (۱)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿دیۃ أصابع الیدین والرجلین سواء عشر من الإبل لكل إصبع﴾ ”ہاتھوں اور پاؤں کی دیت برابر ہے۔ ہر انگلی کے بدلے دس اونٹ دیت ہے۔“ (۲)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الأصابع سواء والأسنان سواء الثنئیۃ والضرس سواء﴾ ”تمام انگلیاں برابر ہیں تمام دانت برابر ہیں ثنیہ (اوپر اور نیچے کے درمیانی دو دانت) اور داڑھ برابر ہے۔“ (۳)

(5) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿فی المواضع خمس خمس من الإبل﴾
”جن زخموں سے بڑی ظاہر ہو جائے ان میں پانچ اونٹ (دیت) ہے۔“ (۴)

(6) سنن أبی داؤد کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فی کل إصبع عشر من الإبل وفی کل سن خمس من الإبل﴾ ”ہر انگلی میں دو اونٹ اور ہر دانت میں پانچ اونٹ دیت ہے۔“ (۵)

(7) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿أن النبی ﷺ أوجب فی الهاشمة عشرة من الإبل﴾ ”نبی ﷺ نے بڑی توڑ دینے والے زخم میں دس اونٹ واجب کیے ہیں۔“ (۶)

(احناف، شافعیہ) ہر (انگلی کے) پورے میں انگلی کی دیت کا ٹکٹ ہے لیکن انگوٹھے کے پورے میں اس کا نصف ہے۔

(مالک) نہیں بلکہ اس میں بھی ٹکٹ ہی ہے۔ (۷)

(مالک، شافعی) داڑھ کے ٹوٹنے میں ایک اونٹ ہے اور امام شافعی سے ایک روایت میں یہ قول مروی ہے کہ ہر دانت میں پانچ

(۱) [بخاری (۶۸۹۵) کتاب الدیات : باب دیۃ الأصابع] ابو داؤد (۴۵۵۸) ترمذی (۱۳۹۲) نسائی (۵۶۱۸) ابن

ماحہ (۶۲۵۲) عبد بن حمید (۵۷۲) دارمی (۱۹۴۲) احمد (۲۲۷۱)

(۲) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۲۷۲) ترمذی (۱۳۹۱) کتاب الدیات : باب ما جاء فی دیۃ الأصابع] ابن حبان (۶۰۱۲/۱۳)

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۳۸۱۳) کتاب الدیات : باب أسنان الإبل] ابو داؤد (۴۵۵۹) احمد (۲۸۹/۱)

(۴) [صحیح : صحیح ابن ماحہ (۲۱۵۰) کتاب الدیات : باب الموضحة] ابن ماحہ (۲۶۵۵) إرواء الغلیل (۲۲۸۵) (۲۲۸۸) نسائی (۵۷۱۸) ترمذی (۱۳۹۰) احمد (۱۷۹/۲)

(۵) [حسن : صحیح ابو داؤد (۳۸۱۸) کتاب الدیات : باب دیۃ الأعضاء] ابو داؤد (۴۵۵۴) نسائی (۵۷۱۸) ابن ماحہ (۲۶۵۳) ابن الجارود (۷۸۱) احمد (۲۱۷/۲)

(۶) [دارقطنی (۲۰۱/۳) (۳۵۷) بیہقی (۸۲/۸) عبدالرزاق (۳۱۴/۹) (۱۷۳۴۸)]

(۷) [نیل الأوطار (۵۰۲/۴)]

اونٹ ہیں (اور یہی برحق ہے جیسا کہ پیچھے حدیث گزری ہے)۔ (۱)

وَمَا عَدَا هَذِهِ الْمُسَمَّاءُ فَيَكُونُ أَرْشُهُ بِمَقْدَارِ
نَسْبَتِهِ إِلَى أَحَدِهَا تَقْرِيبًا
اور جو ان مذکورہ زخموں کے علاوہ زخم ہیں ان کی دیت ان میں سے
کسی کی طرف اقرب نسبت کے لحاظ سے ہوگی۔ ①

① اس صورت میں فیصلہ مجتہد کی رائے پر ہوگا نہ کہ گذشتہ صحابہ و تابعین کے اقوال اور فیصلوں پر۔ مثلاً دیکھا جائے گا کہ گوشت کی کتنی مقدار اتری ہے اور کتنی مقدار باقی ہے پھر اس زخم کی مکمل دیت سے اترے ہوئے (گوشت) کے مطابق دیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (۲)

وَفِي الْجَنِينِ إِذَا خَرَجَ مِنَّا الْغُرَّةُ
اگر پیٹ میں سے بچہ مردہ نکلے تو ایک غلام دیت ہے۔ ①

① غرة: اس سفیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کے چہرے پر ہوتی ہے اور امام جوہری فرماتے ہیں کہ گویا کہ غرہ سے تمام جسم مراد لیا گیا ہے۔ (۳)

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بولعیان کی عورت کے پیٹ کے بچے کے متعلق (جو کہ مردہ ساقط ہوا تھا) ﴿بغرة عبد أو أمة﴾ ”ایک غلام یا لونڈی ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔“ (۴)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ ”قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں جھگڑ پڑیں اور ایک نے دوسری پر پتھر دے مارا۔ اس پتھر سے وہ عورت اور اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا تو اس کے وارث مقدمہ نبی ﷺ کی عدالت میں لائے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ﴿أن دية جنينها غرة عبد أو وليدة﴾ ”جنین (پیٹ کے بچے) کے بدلے ایک لونڈی یا غلام دیت ہے۔“ (۵)

○ دیت کے وجوب کے لیے جنین کی کیا کیفیت و صورت ہونی چاہیے اس میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(احناف) پیدائش کا کچھ حصہ ظاہر ہو جانا ہی کافی ہے مثلاً ناخن اور بال وغیرہ۔ (۶)

(مالکیہ) دیت تب واجب ہوگی جب جنین مکمل ہو یا (کم از کم) گوشت کا تو تھرا این چکا ہو۔ (۷)

(۱) [الأم (۴۵۷/۱۲) بیہقی (۹۰/۸)]

(۲) [الروضة الندية (۶۶۷/۲) السيل الجرار (۴۵۰/۴)]

(۳) [نيل الأوطار (۵۱۲/۴) مختار الصحاح (غرن)]

(۴) [بخاری (۵۷۵۸، ۵۷۵۹) کتاب الطب: باب الكهانة، مؤطا (۸۵۵/۲) ترمذی (۱۴۱۰) ابو داود (۴۵۷۶)]

[نسائی (۴۷/۸)]

(۵) [بخاری (۵۷۵۹) کتاب الطب: باب الكهانة، مسلم (۱۶۸۱) نسائی (۴۸/۸) احمد (۲۳۶/۲)]

(۶) [الفتاوى الهندية (۳۴۶/۶) حاشية ابن عابدين (۵۸۷/۶)]

(۷) [مواهب الحليل للحطاب (۲۵۷/۶) الخرشى (۳۸/۸) حاشية الدسوقي على الشرح الكبير (۲۶۸/۴)]

(شافعی، حنابلہ) دیت اس وقت واجب ہوگی جب گوشت کا توہمڑا ابن چکا ہو اور یہ شہادت سے ثابت بھی ہو جائے۔ شافعیہ کے نزدیک چار عورتوں کی شہادت اور حنابلہ کے نزدیک کچھ ثقہ عورتوں کی شہادت قبول ہوگی۔ (۱)

(ابن حجر) فرماتے ہیں کہ فقہانے غرہ (غلام یا لونڈی) کے وجوب میں یہ شرط لگائی ہے کہ جنین ماں کے پیٹ سے مردہ نکلے اور زندہ نکلے گا تو اس میں قصاص یا دیت واجب ہوگی۔ (۲)

○ جنین کی موت اگر ماں کی موت کے بعد ہو.....

(احناف، مالکیہ) اگر جنین ماں کی موت کے بعد مردہ نکلے تو مارنے والے پر ماں کی دیت ہے اور جنین میں سوائے تعزیر کے کچھ نہیں ہے۔ (۳)

(شافعیہ، حنابلہ) مارنے والے پر ماں کی دیت اور جنین کا غلام ادا کرنا واجب ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ ماں کی موت کے بعد مردہ نکلے یا اس کی زندگی میں مردہ نکلے۔ (۴)

(راجح) شافعیہ وغیرہ کا موقف ہی احادیث کے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

غلام کی دیت اس کی قیمت ادا کرنا ہے اور اس کے زخموں کا ہر جانہ اس کی قیمت کے حساب سے ہی ہوگا۔ ①	وَفِي الْعَبْدِ قِيَمَتُهُ وَأَرْشُهُ بِحَسَبِهَا
--	---

① اس مسئلے میں نبی ﷺ سے کوئی مرفوع روایت تو ہمیں نہیں ملتی لیکن یہ مسئلہ اہل علم کے درمیان بغیر کسی اختلاف کے اسی طرح ثابت ہے۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر غلام کی قیمت آزاد کی دیت سے بھی زیادہ ہو جائے تو کیا اس کی قیمت کی ادائیگی لازم ہوگی یا نہیں؟ تو زیادہ راجح بات یہی ہے کہ لازم ہوگی۔ (۵)

869- اگر کوئی کسی کا جانور قتل کر دے.....

تو اسے اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی اور اسے زخم پہنچانے کی صورت میں بھی اس کی قیمت کے حساب سے ادائیگی کی جائے گی۔ اس لیے کہ غلام اور جانور وغیرہ ایسی اشیاء ہیں کہ انسان کا مالک بن سکتا ہے تو جو انہیں ہلاک کرے گا اس پر ان کی قیمت یا زخموں کا ہر جانہ ادا کرنا لازم ہوگا۔ (۶)

(۱) [المہذب (۱۹۸/۲) المغنی (۴۰۶/۸)]

(۲) [فتح الباری (۲۴۷/۱۴)]

(۳) [بدائع الصنائع (۳۲۶/۷) الشرح الکبیر (۲۶۹/۴) بدایة المجتہد (۴۰۸/۲) القوانین الفقہیة (ص/۳۴۷)]

(۴) [المغنی (۸۰۲/۷) کشف القناع (۲۲/۶) مغنی المحتاج (۱۰۳/۴)]

(۵) [الروضة الندیة (۶۶۱/۲)]

(۶) [الروضة الندیة (۶۶۹/۲) الفقہ الإسلامی وأدلته ۵۷۸/۷]

870- عمارت گرنے کی صورت میں.....

عمارت گرنے کی صورت میں (اگر کوئی ہلاک ہو جائے) تو اس کا سبب بننے والے پر ضمانت دینا واجب ہے۔ (۱)

871- اگر مومن مقتول دشمن کے علاقے میں رہائش پذیر ہو

تو اس میں کوئی دیت نہیں بلکہ صرف ایک مومن غلام آزاد کرنے کا کفارہ ہی ہے۔ قرآن میں ہے کہ

﴿ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ﴾ [النساء: ۹۲]

”اگر مقتول تمہاری دشمن قوم کا ہوا اور ہو وہ مسلمان تو صرف ایک مومن غلام کی گردن آزاد کرنا لازم ہے۔“

872- اگر اپنے دفاع میں کسی کو قتل کر دے

تو اس پر کوئی دیت اور کفارہ نہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر دریافت کیا کہ اگر کوئی میرا مال چھیننا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اسے ندو پھر اس نے پوچھا اگر وہ مجھ سے لڑائی کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تو بھی اس کے ساتھ لڑائی کر، پھر اس نے پوچھا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، پھر تم شہید ہو۔ پھر اس نے پوچھا اگر میں اسے قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَهُوَ فِي النَّارِ﴾ ”تو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔“ (۲)

(سید سابق) ”اگر کوئی اس دفاعی قتل کا دعویٰ کرے اور اس پر دلیل و شواہد قائم کر دے تو اس سے قصاص و دیت ساقط ہو جائے گی ورنہ اسے مقتول کے اولیاء کے حوالے کر دیا جائے گا وہ چاہیں تو اسے قتل کر دیں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔ (۳)



(۱) [الفقہ الإسلامی وأدلته، (۷/۵۷۹۰)]

(۲) [مسلم (۱۴۰) کتاب الإيمان: باب الدلیل علی من قصد أخذ مال غیر بغیر حق، احمد (۲/۳۳۹)]

(۳) [فقہ السنۃ (۲/۷۵۳)]

قسمیں تقسیم کرنے کا بیان

باب القسامة ①

اگر قاتل محصور جماعت سے ہو تو قسامت ثابت ہو جائے گی	اِذْ كَانَ الْقَاتِلُ مِنْ جَمَاعَةٍ مَحْضُورِينَ نَبَتْ وَهِيَ
اور وہ پچاس قسمیں ہے۔ ①	حَمْسُونَ يَمِينًا

① لغوی وضاحت: لَفْظِ قِسَامَةٍ کا معنی ہے ”دشمن اور مسلمانوں کے درمیان صلح یا جماعت جو کسی چیز کے لیے قسم اٹھائے اور پھر وہ اسے وصول کر لے۔“ باب اُقْسِمَ يُقْسِمُ (إفعال) قسم کھانا، باب قَاسَمَ يُقَاسِمُ (مفاعلة) قسم اٹھانا۔ (۱)

شرعی تعریف: (احناف) ایسی متعدد قسمیں جو قتل کے دعوے میں اٹھائی جائیں اور وہ پچاس قسمیں ہیں جنہیں (اہل حنبلہ) کے پچاس افراد اٹھائیں گے۔ (۲)

(جمہور) ایسا حلف جسے مقتول کے اولیاء مجرم پر قتل ثابت کرنے کے لیے اٹھائیں کہ اللہ کی قسم افلاس نے اسے قتل کیا ہے۔ (۳)

مشروعیت: حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہما کے ایک انصاری صحابی سے بیان کرتے ہیں کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقْرَبَ الْقِسَامَةِ عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ﴾ ”نبی ﷺ نے قسامت کو اسی پر برقرار رکھا جس پر جاہلیت میں تھا۔“ (۴)

قسامت کی صورت: قسامت کی صورت یہ ہے کہ کسی بستی یا شہر میں کوئی آدمی مقتول پایا جائے جبکہ اس کے قاتل کا علم نہ ہو اور اس کے قتل پر کوئی گواہ بھی کھڑا نہ ہو۔ لیکن مقتول کا ولی اس کے قتل کا الزام کسی آدمی یا جماعت پر لگائے اور ان کے خلاف ثبوت کمزور ہو جس علاقے میں مقتول پایا گیا ہے اس کی ان کے ساتھ دشمنی تھی تو پھر مقتول کے اولیاء سے ان کے خلاف پچاس قسمیں کھانے کا حکم دیا جائے گا اگر انہوں نے قسمیں اٹھائیں تو دیت کے مستحق قرار پائیں گے جبکہ قتل خطا یا قتل شبہ عمدہ ہو اور اگر قتل عمدہ کیا گیا ہو تو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے قدیم قول کے مطابق اور امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کے نزدیک وہ قصاص کے مستحق ہوں گے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے صحیح ترین قول کے مطابق قتل عمد میں بھی وہ دیت لینے کے ہی مستحق ہوں گے۔

اور اگر مقتول کے اولیاء اعراض کریں اور قسم اٹھانے سے گریز کریں اور پیچھے ہٹیں تو پھر جن کے خلاف انہوں نے دعویٰ کیا

(۱) [المنجد (ص/۶۹۱) القاموس المحيط (ص/۱۰۳۶)]

(۲) [الفقہ الإسلامي وأدلته (۵۸۰/۷) بدائع الصنائع (۲۸۶/۷) الكتاب مع اللباب (۱۷۲/۳) تبیین الحقائق

(۱۶۹/۶) اندر المختار (۴۴۲/۵)]

(۳) [الشرح الكبير (۲۹۳/۴) بداية المجتهد (۴۲۱/۲) مغنی المحتاج (۱۰۹/۴) المهذب (۳۱۸/۲) المغنی

(۶۸/۸) كشاف القناع (۶۶/۶)]

(۴) [مسلم (۱۶۷۰) كتاب القسامة والمحاربين: باب القسامة، احمد (۶۲/۴) نسائی (۴/۸)]

ہے ان کو قسمیں اٹھانے کا حکم دیا جائے گا۔ وہ اس بات کی قسم اٹھائیں گے کہ نہ تو انہوں نے قتل کیا ہے اور نہ ہی انہیں اس کے قاتل کا علم ہے۔ اگر وہ قسم اٹھالیں تو بری ہو جائیں گے اور ان پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی اور اگر انہوں نے قسم اٹھانے سے گریز کیا اور منہ پھیرا تو ان پر دیت کی ادائیگی لازم کر دی جائے گی۔ (۱)

جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے کہ قسامت مشروع ہے۔ (۲)

② حضرت ہبل بن ابی شہہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ ﴿فتبرئکم یہود بحمسن یسینا﴾ ”یہود پچاس قسموں کے ساتھ تم سے (اپنے آپ کو) بری کر لیں گے۔“ (۳)

یَخْتَارُهُمْ وَلِي الْقَيْلِ وَالذَّيْنَةِ اِنْ نَكَلُوا عَلَيْهِمْ وَاِنْ حَلَفُوا سَقَطَتْ	قسم کھانے والوں کو مقتول کا ولی منتخب کرے گا۔ اگر وہ قسم کھانے سے انکار کریں تو ان پر دیت لازم ہوگی اور اگر قسم کھالیں تو دیت ساقط ہو جائے گی۔ ①
---	--

① حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے جاہلیت کی قسامت کو برقرار رکھا۔ جاہلیت کی قسامت یہ ہے کہ (طویل حدیث میں ہے کہ) قاتل معین شخص تھا تو ابوطالب اس کے پاس آئے اور کہا ﴿احترمنا إحدى ثلاث إن شئت أن تؤدى مائة من الإبل فإنك قتلت صاحبنا وإن شئت حلف خمسون من قومك إنك لم تقتله فإن أبيت قتلناك به﴾ ”ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک پسند کر لو اگر تم چاہو تو سواونٹ دیت دے دو کیونکہ تم نے ہمارے قبیلے کے آدمی کو قتل کیا ہے اور اگر چاہو تو تمہارے قبیلے کے پچاس آدمی یہ قسم اٹھالیں کہ تم نے اسے قتل نہیں کیا۔ اگر تم اس کے لیے تیار نہیں تو ہم تمہیں اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے۔“ وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا تو وہ قسم کھانے کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر بنو ہاشم کی ایک عورت ابوطالب کے پاس آئی جو اسی قبیلے کے ایک شخص کی منکوحہ تھی اور اپنے اس شوہر سے اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ اس نے کہا اے ابوطالب! آپ مہربانی کریں اور ان پچاس آدمیوں میں سے میرے اس لڑکے کو معاف کر دیں اور جہاں قسمیں لی جاتی ہیں (یعنی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان) اس سے وہاں قسمیں نہ لیں۔ ابوطالب نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد ان کا ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا اے ابوطالب! آپ نے سواونٹوں کی جگہ پچاس آدمیوں سے قسم طلب کی ہے۔ اس طرح ہر شخص پر دواونٹ پڑتے ہیں۔ یہ اونٹ آپ میری طرف سے قبول کر لیں اور مجھے اس مقام پر قسم کے لیے مجبور نہ کریں جہاں قسم لی جاتی ہے۔ ابوطالب نے اس بات کو بھی منظور کر لیا۔ اس کے بعد باقی اڑتالیس (48) آدمیوں نے قسم اٹھالی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی اس واقعے کو پورا

(۱) [سبل السلام (۱۶۲۱/۳-۱۶۲۲) فقہ السنة (۷۹/۳) الروضة الندية (۶۶۹/۲-۶۷۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۴/۴۷۴)]

(۳) [مسلم (۱۶۶۹) کتاب القسامة والمحاربين : باب القسامة بخاری (۶۸۹۸، ۶۸۹۹) ابو داود (۴۵۲۰) ترمذی

(۱۴۲۲) نسائی (۵/۱۸) ابن ماجہ (۲۶۷۷)]

سال بھی نہیں گزرا تھا کہ اڑتالیس آدمیوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں رہا جو آٹکھ ہلا سکتا ہو۔ (۱)

وَأَنَّ التَّمَسَّ الْأَمْرُ كَمَا نَتَّ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ | اگر معاملہ مشتبہ ہو جائے تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی۔ ①

① حضرت سہل بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہما اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل اور حویصہ بن مسعود اپنی تنگ دستی کی وجہ سے خیبر کی طرف نکلے۔ حویصہ نے آ کر اطلاع دی کہ عبداللہ بن سہل کو قتل کر دیا گیا ہے۔ حویصہ یہود کے پاس آیا اور کہا کہ خدا کی قسم تم لوگوں نے اسے قتل کیا ہے۔ وہ بولے اللہ کی قسم! ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ پھر حویصہ اور اس کا بھائی حویصہ اور عبدالرحمن بن سہل تینوں رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں پہنچے اور حویصہ نے گفتگو کرنی چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بڑے کو بات کرنے دو۔ آپ ﷺ کی مراد تھی جو تم میں عمر میں بڑا ہے اسے بات کرنی چاہیے۔ چنانچہ حویصہ نے بیان کیا پھر حویصہ بولا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ وَإِنَّمَا أَنْ يَأْذِنُوا بِحَرْبٍ﴾ ”وہ لوگ یا تو تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں گے یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔“ پھر اس سلسلے میں آپ ﷺ نے ان کو خط تحریر فرمایا جس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ اللہ کی قسم ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حویصہ حویصہ اور عبدالرحمن بن سہل سے فرمایا ﴿أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ﴾ ”کیا تم لوگ قسم کھا کر اپنے ساتھی کے خون کے حقدار بنو گے؟“ انہوں نے جواب دیا، نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ﴿فِيحْلِفُ لَكُمْ يَهُودٌ﴾ ”تم کو یہودی قسم دیں۔“ انہوں نے جواب دیا کہ وہ تو مسلمان نہیں (اس لیے ان کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں) پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی دیت اپنے پاس سے دی (یعنی بیت المال سے) اور ان کو سواوہنتیاں بھیج دیں۔ (۲)

(صدیق حسن خان) اہل علم نے قسامت کی کیفیت میں بہت زیادہ اختلاف کیا ہے لیکن جو ماتن نے بیان کر دیا ہے وہی اقرب الی الحق اور شرعی قواعد کے زیادہ مطابق ہے۔ (۳)

873- دوضعیف روایات

(1) رسول اللہ ﷺ نے دو ہستیوں کے درمیان ایک مقتول دیکھا تو ہستیوں کا درمیانی فاصلہ ماپنے کا حکم دیا۔ دونوں جانوں میں سے ایک کی طرف وہ ایک بالشت زیادہ قریب تھا تو آپ ﷺ نے اسی پر دیت ڈال دی۔ (۴)

(۱) [بخاری (۳۸۴۵) کتاب مناقب الأنصار : باب القسامة فی الحاہلیة : نسائی (۲/۸)]

(۲) [بخاری (۲۷۰۲، ۳۱۷۳) کتاب الحجریة والموادعة : باب الموادعة والمصالحة مع المشرکین بالمال : مسلم

(۱۶۶۹) مؤطا (۸۷۷/۲) ابو داود (۴۵۲۰) ترمذی (۱۴۲۲)]

(۳) [الروضة الندية (۶۷۳/۲)]

(۴) [بیہقی (۱۲۶/۸) بیروایت ضعیف ہے اس کی سند میں اسماعیل بن اسحاق رافضی مکر الحدیث راوی ہے اور اس کی توجیہ کرنے پر

اجماع ہے۔ [المحروحين (۱۲۴/۱) الضعفاء للعقيلي (۷۵/۱)]

- (2) جس روایت میں ہے کہ یہود نے قسم کھانے سے انکار کیا تو آپ ﷺ نے ان پر دیت ڈال دی، وہ ضعیف ہے۔ (۱)
- قسامت صرف خون (قتل) میں ہی ہے۔ (۲)
- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور پہلی جماعت کے لوگ قسامت کے ساتھ کسی کو قتل نہیں کرتے تھے۔ (۳)
- (جمہور، شافعی، احمد) پہلے مدین سے قسم لی جائے گی اگر وہ انکار کر دیں تو پھر مدعی علیہم پر قسم پیش کی جائے گی۔
- (اہل کوفہ) ان کا مذہب جمہور کے برعکس ہے۔ (۴)
- (راجح) جمہور کا موقف حدیث کے مطابق ہے۔ (۵)

874۔ قسامت کے لیے شبہ یا علامت کا ہونا ضروری ہے

- (۱) ابن حجرؒ اس بات پر سب متفق ہیں کہ مجرد اولیاء کے دعوے سے قسامت واجب نہیں ہوگی حتیٰ کہ کوئی شبہ نزل جائے۔ (۶)
- (جمہور، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) قسامت کسی شبہ یا علامت کے بغیر نہیں ہوگی۔ (۷)
- قسامت کے لیے احناف نے سات شروط لگائی ہیں:
- ① مقتول کے ساتھ قتل کی کوئی علامت ہونا لازم ہے مثلاً زخم یا ضرب کا نشان وغیرہ۔
- ② قاتل مجہول ہو۔
- ③ مقتول اولاد آدم سے ہو۔ کیونکہ جانوروں میں قسامت نہیں۔
- ④ مقتول کے اولیاء کی طرف سے فیصلے کے لیے دعویٰ دائر کرنا۔
- ⑤ مدعی علیہ کا انکار کر دینا۔
- ⑥ قسامت کا مطالبہ کرنا۔
- ⑦ جس جگہ مقتول پایا گیا ہے وہ کسی انسان کی ملکیت یا حفاظت میں ہو۔ (۸)

(۱) [نصب الرایة (۳۹۲/۴) المختصر للمندری (۳۲۳/۶)]

(۲) [بیہقی (۱۲۲/۸) الفقہ الإسلامی وأدلته (۵۸۱۰/۷)]

(۳) [ابن أبی شیبہ (۴۴۴/۵) (۲۷۸۳۲)]

(۴) [المغنی (۱۹۱/۱۲) کشاف القناع (۶۶/۶) بدایة المحدث (۴۲۶/۲) الأم (۹۱/۶) بدائع الصنائع (۴۷۳۵/۱۰)]

[نیل الأوطار (۴۷۷/۴) تبیین الحقائق (۱۷۰/۶)]

(۵) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: بخاری (۷۱۹۲)]

(۶) [فتح الباری (۲۲۷/۱۴)]

(۷) [الشرح الكبير (۲۸۷/۴) بدایة المحدث (۴۲۲/۲) مغنی المحتاج (۱۱۱/۴) نہایة المحتاج (۱۰۵/۷) المہذب

(۳۱۸/۲) المغنی (۶۸/۸) کشاف القناع (۶۸/۶) القوانین الفقہیة (ص/۳۴۹)]

(۸) [بدائع الصنائع (۲۸۷/۷) الکتاب مع اللباب (۱۷۳/۳) تبیین الحقائق (۱۷۱/۶) الدر المختار (۴۴۳/۵)]

○ بعض حضرات کے نزدیک قسامت ثابت نہیں ہے۔ ان میں ابو قلابہ، حضرت سالم، حکم بن عتیہ، امام قتادہ، حضرت سلیمان، ابراہیم، امام مسلم، حضرت عمر بن عبدالعزیز، رحمہم اللہ شامل ہیں۔ ان کے نزدیک قسامت شرعی اصولوں کے مخالف ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں ہے مثلاً ﴿البینة علی المدعی والیمین علی من أنکر﴾ حدیث ہے کہ ”دلیل پیش کرنا مدعی پر لازم ہے اور قسم کھانا منکر پر ہے۔“ لیکن قسامت میں مدعی بھی قسمیں کھاتا ہے۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ قسامت کو حدیث نے عام دلائل سے خاص کر دیا ہے اس پر عمل نہیں چھوڑا جاسکتا۔ کیونکہ اس میں انسانی جانوں کی حفاظت اور مجرموں کے لیے زجر و توبیخ ہے اور یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اس لیے یہ مشروع نہیں بالکل بے بنیاد بات ہے کیونکہ پہلی بات یہ ہے کہ کسی عمل کے مشروع ہونے کے لیے آپ ﷺ کا حکم ضروری نہیں بلکہ آپ ﷺ کا عمل ہی کافی ہے دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کا ان پر یہ معاملہ پیش کرنا کہ ”یادہ تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔“ دلیل ہے کہ یہ مشروع تھا اسی لیے آپ نے ایسا فرمایا۔ (۱)

○ قسامت میں غیر مسلم کی قسموں کا بھی اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ سہل کی حدیث میں یہود کی قسموں کا ذکر ہے۔ (۲)



(۱) [نبیل الأوطار (۴/۴۷۵) الفقه الإسلامی وأدلته (۷/۵۸۱) فقه السنة (۳/۸۲-۸۳)]

(۲) [بخاری (۲/۲۷۰۲)]

کتاب الوصیة
وصیت کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ...الْوَصِيَّةُ﴾ [البقرة: ۱۸۰]

”تم پر..... وصیت فرض کر دی گئی ہے۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿فلا وصية لوارث﴾

”کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔“

[صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱۷۸۸)]

کتاب الوصیة ۱

وصیت کے مسائل

تَجِبُ عَلَيَّ مَنْ لَهُ مَا يُوصِي فِيهِ وَصِيَّتُ اس پر واجب ہے جس کے پاس قابل وصیت کوئی چیز ہو۔ ①

① لغوی وضاحت: وصیت سے مراد وہ چیز بھی ہے جس کی وصیت کی جائے اور بمعنی مصدر وصیت کرنا۔ باب اَوْصِي يُوْصِي (افعال) غیر سے کسی کام کا عہد کرنا زندگی میں یا وفات کے بعد۔ باب تَوَاصَى يَتَوَاصَى (تفاعل) ایک دوسرے کو وصیت کرنا۔ باب اِسْتَوْصَى يَسْتَوْصَى (استفعال) وصیت قبول کرنا۔ وَصِيٌّ سے مراد وصیت کرنے والا ہے یا جسے وصیت کی جائے۔ (۱)

شرعی تعریف: ایسا خاص عہد جس کی نسبت مرنے کے بعد کسی کام کی طرف کی گئی ہو۔ (۲)

مشروعیت: (1) ﴿ تَحِبُّ عَلَيْنَا إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةَ لِلَّذِينَ وَالْأَقْرَبِينَ ﴾ [البقرة: ۱۸۰]

”تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے وصیت کر جائے۔“

(2) ﴿ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ ذَيْنِ ﴾ [النساء: ۱۲]

”اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد۔“

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَا حَقَّ امْرَأُ مَسْلَمٍ بَيْتَ لَيْلَتَيْنِ وَلَهُ شَيْءٌ يَرِيدُ أَنْ يَوْصِيَ فِيهِ إِلَّا وَوَصِيَّتَهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَ رَأْسِهِ ﴾ ”کسی مسلمان کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنی کسی چیز کو وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر دو راتیں بھی اس حالت میں گزارے کہ اس کے پاس وصیت تحریری شکل میں موجود نہ ہو۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ﴿ لَمْ أَبْتَ لَيْلَةً مِنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ ذَلِكَ إِلَّا وَوَصِيَّتِي عِنْدِي ﴾ ”جب سے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں نے ایک رات بھی ایسی نہیں گزاری کہ میری وصیت میرے پاس نہ ہو۔“ (۳)

(۱) المنجد (ص/ ۹۷۰) القاموس المحيط (ص/ ۱۲۰۸) الفقه الإسلامي وأدلته [(۷/ ۲۴۳۹)]

(۲) [سبل السلام (۱۲۸۴/۳) نيل الأوطار (۴/ ۹۶۱)]

(۳) [بخاری (۲۷۳۸) کتاب الوصايا: باب الوصايا، مسلم (۱۶۲۷) مؤطا (۷۶۱/۲) ابو داود (۲۸۶۲) نسائی

(۲۳۸/۶) ترمذی (۲۱۱۸) ابن ماجه (۲۷۰۲) دارمی (۴۰۲/۲) طيالسی (۱۸۴۱) ابن الحارود (۹۴۶) بیہقی

(۲۷۲/۶) ابن حبان (۶۰۶/۷) حمینی (۳۰۶/۲) دارقطنی (۱۵۰/۴) شرح السنة (۲۷۷/۵) الحلبي لأبي نعیم

(۳۵۲/۶) احمد (۱۰۲/۲) بدائع المنن للشافعی (۱۲۹/۲)]

(2) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كَتَبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةَ لِلْأَوْلِيَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ﴾

[البقرة: ۱۸۰]

”تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور اقربانہ تاروں کے لیے وصیت کر جائے۔“

اس آیت میں موجود والدین و اقرباء کے لیے وصیت کا حکم آیت میراث سے منسوخ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِرِثَةٍ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو حق دے دیا ہے اب وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔“

ثابت ہوا کہ نسخ کا حکم صرف والدین اور ورثاء کے لیے ہے لیکن جس کے لیے میراث میں حصہ نہیں اس کے حق میں وصیت کرنے کا حکم ٹھیک اسی طرح برقرار ہے جیسے پہلے تھا۔ (۱)

اس آیت کے حکم کے ساتھ حدیث کے ان الفاظ کو بہر حال مد نظر رکھا جائے گا ﴿يَرِيدُ أَنْ يُوصِيَ﴾ ”وہ وصیت کرنا چاہتا ہو۔“

وصیت کے واجب یا مستحب ہونے میں اختلاف ہے:

(جہور) وصیت کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

(شافعی، اسحاق) وصیت کرنا واجب ہے۔ امام عطاء، امام زہری اور امام ابن جریر کا بھی یہی موقف ہے۔ (۲)

(ابن حجر) جہور کا قول راجح ہے۔

(راجح) اس شخص کے لیے وصیت کرنا واجب ہے جس پر دوسروں کے حقوق ہوں مثلاً امانت اور قرض وغیرہ نیز اس کے پاس مال بھی ہو اور ان حقوق سے وصیت کے علاوہ خلاصی حاصل کرنا بھی ممکن نہ ہو اور جس میں ان شرائط میں سے ایک بھی کم ہوئی تو اس کے حق میں وصیت واجب نہیں۔ (۳)

﴿ووصيته مكتوبة﴾ ”اور اس کی وصیت لکھی ہوئی ہو“ حدیث کے ان الفاظ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ خط و کتابت پر اعتماد جائز ہے اگرچہ گواہی نہ بھی موجود ہو۔ اور امام قرطبی فرماتے ہیں کہ کتابت کا ذکر محض مبالغے کے لیے کیا گیا ہے ورنہ بغیر کتابت کے بھی وصیت کو شہادت کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔ (۴)

(۱) [تیسیر العلی القدر (۱/۱۳۹)]

(۲) [سبل السلام (۱/۲۸۵/۳)]

(۳) [سبل السلام (۱/۲۸۵/۳)]

(۴) [نیل الأوطار (۴/۹۸) سبل السلام (۱/۲۸۵/۳)]

وَلَا تَصِحُّ حَرَارًا

کسی وارث کو نقصان پہنچانے کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔ ❶

❶ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”آدی یا عورت ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرتے رہتے ہیں لیکن جب موت آتی ہے تو وصیت میں (ورثاء کو) نقصان پہنچا جاتے ہیں۔ اس وجہ سے ان پر جہنم کی آگ واجب ہو جاتی ہے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ ذَيْنَ غَيْرِ مُصَارًا وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ﴾ [النساء: ۱۲]

”اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جبکہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا

ہوا ہے۔“ (۱)

اگرچہ حدیث میں ضعف ہے لیکن اس مسئلے میں یہ آیت ہی کافی ہے۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ الإضرار فى الوصية من الكبائر ﴾ ”وصیت میں (ورثاء کو) نقصان پہنچانا کبیرہ گناہوں سے ہے۔“ (۲)

ضرر کی اقسام میں سے یہ بھی ہے کہ ورثاء میں بعض کو بعض پر فضیلت دے دینا یا ورثاء کو نقصان پہنچانے کے لیے مال نکالنے کی وصیت کر جانا۔ دلائل کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نقصان پہنچانے والی وصیت نافذ نہیں ہوگی خواہ وہ ٹکٹ مالی سے ہو یا اس سے کم یا زیادہ کے ساتھ ہو۔ (۳)

وَلَا لَوَارِثٍ وَلَا فِي مَعْصِيَةٍ

اور نہ ہی کسی وارث کے لیے جائز ہے ❶ اور نہ ہی کسی معصیت کے کام میں درست ہے۔ ❷

❶ (1) حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنْ لَمْ يَأْتِ بِوَصِيَّةٍ لِّوَارِثٍ وَلَا فِي مَعْصِيَةٍ ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے لہذا اب کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔“ (۴)

(۱) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۶۱۴) كتاب الوصايا : باب ما جاء فى كراهية الإضرار فى الوصية : ضعيف ترمذى (۳۷۶) ضعيف ابن ماجة (۵۹۱) ابو داود (۲۸۶۷) ترمذى (۲۱۱۷) اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔ [المحروحين (۳۶۱/۱) الجرح والتعديل (۳۸۲/۴) میزان الاعتدال (۲۸۳/۳) تقریب التهذیب (۳۵۵/۱) المغنی (۳۰۱/۱)]

(۲) [دارقطنی (۱۵۱/۴) تفسیر ابن کثیر (۴۷۱/۱) عبدالرزاق (۸۸/۹) (۱۶۴۵۶)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۰۰/۴)]

(۴) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲۱۹۲) كتاب الوصايا : باب الدين قبل الوصية : إرواء الغلیل (۸۸/۶ - ۸۹) ترمذى (۲۱۲۱) كتاب الوصايا : باب ما جاء لا وصية لوارث : نسائی (۲۴۷/۶) ابن ماجة (۲۷۱۲) احمد (۱۸۶/۴)

دارمی (۴۱۹/۲) طیالسی (۱۳۱۷) ابو یعلیٰ (۷۸/۳) بیہقی (۲۶۴/۶)]

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿ لا تحوز وصیة لوارث إلا أن تشاء الورثة ﴾ ”وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے الا کہ ورثاء چاہیں (پھر جائز ہے)۔“ (۱)

(شوکانیؒ) اگر دوسرے ورثاء راضی ہوں تو (ورثاء کے لیے بھی) وصیت درست ہوگی اور یہ ایسے ہی ہے جیسے عام سے خاص کی صورت ہوتی ہے۔

(ابن حجرؒ) اگر ان الفاظ کی زیادتی ﴿ إلا أن يشاء الورثة ﴾ صحیح ہے تو یہ واضح دلیل ہے۔ اور انہوں (اہل علم) نے معنوی اعتبار سے بھی حجت پکڑی ہے کہ دراصل ممانعت دوسرے ورثاء کے حق کی وجہ سے ہے۔ اگر وہی اجازت دے دیتے ہیں تو پھر ممانعت نہیں ہے۔ (۲)

(مالکؒ) وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے الا کہ میت کے ورثاء اجازت دے دیں۔ (۳)

(صدیق حسن خانؒ) اسی پر اہل علم ہیں۔ (۴)

② حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ إن الله تصدق عليكم بثلاث أموالكم عند وفاتكم زيادة في حسناتكم ليجعلها لكم زيادة في أعمالكم ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہاری وفات کے وقت تمہارے ثلث مال کے بدلے تمہاری نیکیوں میں اضافے کا صدقہ کیا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے تمہارے (اچھے) اعمال میں زیادتی کر دے۔“ (۵)

یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ ثلث مال کی وصیت سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور معصیت کے کام میں وصیت کرنا (جائز نہیں کیونکہ) کتاب و سنت نے معصیت سے اجتناب کا حکم دیا ہے اگرچہ وصیت میں یہ قید نہیں لگائی گئی کہ وہ معصیت کے بغیر ہو لیکن وہ دلائل جو معصیت سے اجتناب پر دلالت کرتے ہیں معصیت کی وصیت سے اجتناب پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ (۶)

وَهِيَ فِي الْقُرْبِ مِنَ الثَّلَاثِ

اور یہ قربت (ثواب کے کام) میں ثلث تک کی جاسکتی ہے۔ ①

① (1) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کاش لوگ (وصیت کو) ثلث سے ربح تک کم کر لیں (تو مجھے یہی پسند

(۱) [حسن : تلخیص الحیر (۱۹۹/۳) دارقطنی (۹۷/۴) بیہقی (۲۶۳/۶) حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔]

(۲) [نیل الأوطار (۱۰۵/۴ - ۱۰۶) فتح الباری (۲۵/۶)]

(۳) [موطامع المسوی (۷۴/۲)]

(۴) [الروضة الندية (۶۷۹/۲)]

(۵) [حسن : إرواء الغلیل (۱۶۴۱) ابن ماجة (۲۷۰۹) کتاب الوصایا : باب الوصیة بالثلث 'نصب الرایة (۴۰۱/۴)

بیہقی (۲۶۹/۶) دارقطنی (۱۵۰/۴) تلخیص الحیر (۹۱/۴) مجمع الزوائد (۲۱۲/۴) احمد (۴۴۱/۶) کشف

الأسرار (۱۳۹/۲) الحليلة لأبی نعیم (۱۰۴/۶)]

(۶) [الروضة الندية (۶۸۰/۲)]

ہے) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الثالث والثالث كثير﴾ ”ثالث کی وصیت کرو لیکن ثالث بھی بہت زیادہ ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں مالدار آدمی ہوں اور میری وارث صرف میری ایک ہی بیٹی ہے تو کیا میں دو تہائی مال کو صدقہ و خیرات کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں۔ انہوں نے دوبارہ عرض کیا کہ میں اپنے مال کا نصف حصہ خیرات کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں۔ انہوں نے تیسری مرتبہ عرض کیا، تو کیا میں ایک تہائی مال صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿الثالث والثالث كثير إنك إن تذر ورثتك أغنياء حير من أن تذرهم عالة يتكفون الناس﴾ ”ہاں، مگر ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔ تیرا اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ جانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تو ان کو محتاج چھوڑے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔“ (۲)

(۳) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے وفات کے وقت اپنے چھ غلام آزاد کر دیے جب کہ اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی مال بھی نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان قرعہ ڈال کر دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام بنا دیا۔ (۳)

(۴) حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لو شهدته قبل أن يذفن لم يذفن في مقابر المسلمين﴾ ”اگر میں اسے دفن کرنے سے پہلے حاضر ہوتا (جس نے وفات کے وقت اپنے سارے غلام آزاد کر دیے تھے) تو وہ مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دفن کیا جاتا۔“ (۴)

(نوٹی) اگر ورثاء فقیر ہوں تو بہتر یہی ہے کہ ثالث سے بھی کم مال میں وصیت کی جائے اور اگر غنی ہوں تو پھر مستحب نہیں ہے۔ (۵)

875- اگر کوئی وارث ہی نہ ہو.....

تو کیا پھر ثالث سے زائد مال میں وصیت کی جاسکتی ہے اس مسئلے میں اختلاف ہے :

- (۱) [بخاری (۲۷۴۳) کتاب الوصایا : باب الوصیة بالثالث، مسلم (۱۶۲۹)]
- (۲) [موطا (۷۶۳/۲) بخاری (۱۲۹۵) کتاب الحناظر : باب رثاء النبی سعد بن حولة، مسلم (۱۶۲۸) ابو داود (۲۸۶۴) ترمذی (۲۱۱۶) نسائی (۲۴۱/۶) ابن ماجہ (۲۷۰۸) احمد (۱۷۹/۱) دارمی (۴۰۷/۲) منحة المعبود (۲۸۲/۱) عبد الرزاق (۶۴/۹) حمیدی (۳۶/۱) ابن الحارود (۹۴۷) ابو یعلیٰ (۹۲/۲) ابن حبان (۴۲۳۵) شرح معانی الآثار (۳۷۹/۴) بیہقی (۲۶۸/۶)]
- (۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۳۴۹) کتاب العتق : باب فیمن أعتق عبدا له لم يبلغهم الثلث، ابو داود (۳۹۵۸) احمد (۳۴۱/۵) نسائی (۶۲۴۹) - الکبریٰ]
- (۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۳۵۱) کتاب العتق : باب فیمن أعتق عبدا له لم يبلغهم الثلث، ابو داود (۳۹۶۰)]
- (۵) [شرح مسلم (۸۹/۶) - (۹۰)]

(جمہور) ٹکٹ سے زائد مال میں وصیت کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔

(احناف) اس صورت میں ٹکٹ مال سے زائد میں بھی وصیت جائز ہے کیونکہ قرآن میں مطلق طور پر وصیت کا ذکر ہے پھر سنت نے اسے اُس کے لیے مقید کر دیا جس کا وارث ہے اور جس کا وارث نہیں ہے وہ قرآن کے اطلاق پر ہی باقی رہے گا۔ (۱)

<p>وَيَجِبُ تَقْدِيمُ قَضَاءِ الدُّيُونِ وَمَنْ لَمْ يَتْرُكْ مَا يَقْضِي دَيْنَهُ قَضَاهُ السُّلْطَانُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ</p>	<p>لیکن قرض کو پہلے ادا کرنا واجب ہے ❶ جو شخص قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑے تو حاکم وقت بیت المال سے اسے ادا کرے گا۔ ❷</p>
--	---

❶ (I) حدیث نبوی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِاللَّذِينَ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ﴾ ”نبی ﷺ نے وصیت سے پہلے قرض ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔“ (۲)

(2) حضرت سعد بن أطول کا بھائی فوت ہوا تو اس نے تین سو درہم اور اہل و عیال پیچھے چھوڑے۔ سعد کہتے ہیں کہ میں نے ان درہموں کو اس کے گھر والوں پر خرچے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنْ أَخَاكَ مُحْتَبِسٍ بَدِينِهِ فَاقْضِ عَنْهُ﴾ ”بیشک تمہارا بھائی اپنے قرض کی وجہ سے قید کیا گیا ہے تو اس کی طرف سے ادائیگی کر دے۔“

انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے ادا کر دیے ہیں صرف ایک عورت نے دیناروں کا دعویٰ کیا ہے لیکن اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَاعْطِهَا فَإِنَّهَا مُحَقَّةٌ﴾ ”اسے ادا کر دو کیونکہ وہ حقدار ہے۔“ (۳)

❷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ خَلَفَ مَالًا أَوْ حَقًّا فَلْيُورِثْهُ وَمَنْ خَلَفَ كَلًّا أَوْ دَيْنًا فَكُلْهُ إِلَىٰ وَدِينِهِ إِلَىٰ﴾ ”جس نے کوئی مال یا حق پیچھے چھوڑا وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے اور جس نے کوئی بوجھ یا قرض چھوڑا تو اس کا بوجھ میری طرف ہے اور اس کا قرض بھی میری طرف ہے۔“ (۴)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں احادیث مروی ہیں۔ (۵)

(۱) [الأم (۳۶/۴) المہذب (۴۰۱/۱) حاشیة ابن عابدین (۶/۶۰۶)]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث ۲۷۵۰/۱) کتاب الوصایا: باب تاویل قوله تعالیٰ: من بعد وصیة یوصی بها أودین]

(۳) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۹۷۳) کتاب الأحکام: باب أداء الدین عن المیت، احمد (۱۳۶/۴) ابن ماجہ (۲۴۳۳)]

(۴) [بخاری (۵۳۷۱، ۲۲۹۸) کتاب النفقات: باب قول النبی ﷺ من ترک کلاً أو ضیاعاً فإلی، مسلم (۱۶۱۹) ترمذی (۱۰۷۰) نسائی (۶۶/۴) احمد (۳۳۰/۳) ابو داؤد (۳۳۴۳) موارد الظمان (۱۱۶۲)]

دار قطنی (۷۹/۳)

(۵) [بیہقی (۷۳/۶) دار قطنی (۷۸/۳) مجمع الزوائد (۳۳۲/۵) تلخیص الحییر (۴۸/۳)]

متفرقات

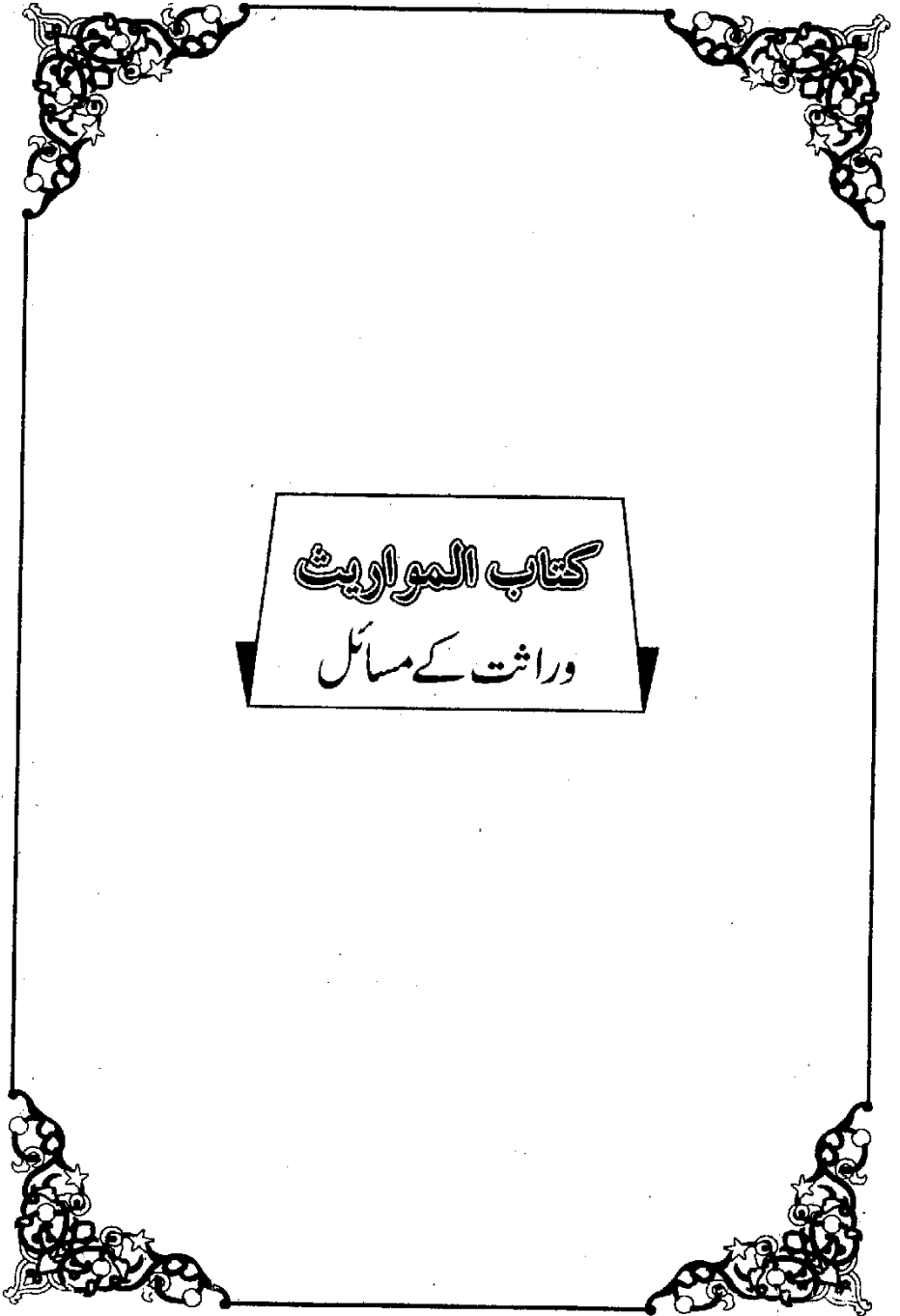
876- چند ضروری مسائل

- کافر کی وصیت اچھے کاموں میں بھی بے سود ہے اس لیے اس کی تحفیذ واجب نہیں۔ (۱)
 - کسی کے حق میں خلافت کی وصیت کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ (۲)
 - وصی کے لیے اپنے ذاتی مال سے میت کا قرض ادا کر دینا بھی درست ہے۔ (۳)
 - أقارب میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔ (۴)
 - جسے یتیم کے مال کی وصیت کی جائے وہ اس کے مال سے معروف طریقے سے کھا سکتا ہے جب کہ وہ حاجت مند ہو۔ (۵)
 - حمل (جو بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہے) کے لیے وصیت کرنا درست ہے بشرطیکہ وصیت کے وقت حمل متحقق ہو چکا ہو۔ (۶)
- www.KitaboSunnat.com
- فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کے لیے وصیت کی جا رہی ہے وہ معلوم و معین ہونا چاہیے خواہ ایک شخص ہو یا جماعت لیکن جس چیز کی وصیت کی جا رہی ہے اس کا معلوم ہونا شرط نہیں ہے جیسا کہ مال کے ایک (غیر معین) حصے کی وصیت کر جانا۔ (۷)



-
- (۱) [حسن : صحیح ابو داود (۲۵۰۷) کتاب الوصایا : باب ماجاء فی وصیۃ الحری یسلم ولیہ..... ابو داود (۲۸۸۳) احمد (۱۸۱/۲)]
- (۲) [بخاری (۷۲۱۸) کتاب الأحکام : باب الاستخلاف 'مسلم (۱۸۲۳)]
- (۳) [نبیل الأوطار (۱۱۷/۴) احمد (۱۳۶/۴) ابن ماجہ (۲۴۳۳) طبرانی کبیر (۵۷/۶) بیہقی (۱۴۲/۱۰) الدولابی فی الکنی (۱۳۵/۱) عبد بن حمید (۳۰۵) ابن سعد (۴۰/۷)]
- (۴) [بخاری (۲۷۵۳) کتاب الوصایا : باب هل یدخل النساء والولد فی الأقارب]
- (۵) [بخاری (۲۷۶۴) کتاب الوصایا : باب وما للوصی أن یعمل فی مال الیتیم]
- (۶) [الدر المختار (۴۶۲/۲/۵) الشرح الصغیر (۵۸۱/۴) مغنی المحتاج (۴۰/۳) المہذب (۴۵۱/۱) المغنی (۵۶/۶)]
- (۷) [الفہمہ الإسلامی وأدلته (۷۵۲۱/۷) بدائع الصنائع (۳۵۶/۷) القوانین الفقہیۃ (ص/۴۰۶) المہذب (۴۵۲/۱) غایۃ المنتہی (۳۶۳/۲)]

www.KitaboSunnat.com



ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَّاتِ ﴾

[النساء: ۱۱]

”اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ الْقَاتِلُ لَا يَرِثُ ﴾

”قاتل (مقتول کا) وارث نہیں بن سکتا۔“

[صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۴۴۳۶)]

کتاب الموارث

وراثت کے مسائل

یہ کتاب اللہ میں مفصل موجود ہیں۔ ②

وہی مَفْصَلَةٌ فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِ

① لغوی وضاحت: موارث میراث کی جمع ہے اس سے مراد میت کا ترکہ ہے۔ لفظ وارث اور وراثت بھی اسی معنی میں مستعمل ہیں۔ باب وَرِثَ يَرِثُ (حسب) وارث ہونا، بَابُ وَرَثَ اور اَوْرَثَ (تفعیل، افعال) وارث بنانا، بَابُ تَوَارَثَ يَتَوَارَثُ (تفاعل) ایک دوسرے کا وارث ہونا۔

مَوْرُوثٌ ترکہ چھوڑنے والے کو کہتے ہیں اور وَاْرِثٌ وہ ہوتا ہے جو ترکہ کا حصہ دار ٹھہرتا ہے اس کی جمع وَرَثَةٌ اور

وَرَثَاتٌ آتی ہے۔ (۱)

شرعی تعریف: ایسے اموال یا حقوق جنہیں میت کے چھوڑ جانے کی وجہ سے شرعی وارث ان کا مستحق قرار پائے۔ (۲)

میراث کا نام فرائض بھی رکھا گیا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے ﴿تَعْلَمُوا الْفَرَائِضَ﴾ ”علم فرائض سیکھو۔“ میراث کے علم کو علم میراث اور فرائض کے علم کو علم فرائض کہا جاتا ہے اور فی الحقیقت دونوں سے مراد ایک ہی علم ہے۔

مشروعیت: (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ.....﴾ [النساء: ۱۱-۱۲-۱۷۶]

”اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔“

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَعْلَمَهَا (الناس) بالفرائض زيد بن ثابت﴾

”لوگوں میں سے علم فرائض میں سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت ہیں۔“ (۳)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تَعْلَمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِمُوا مَا نَهَا نِصْفَ

الْعِلْمِ﴾ ”علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ یہ نصف علم ہے۔“ (۴)

(۱) [المنجد (ص ۹۵۹) القاموس المحيط (ص ۱۶۳) مصباح اللغات (ص ۹۳۹)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷/۶۹۷)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۲۵) الصحيحة (۱۲۲۴) احمد (۱۸۴/۳) ترمذی (۳۷۹۰) ابن ماجة (۱۵۵)]

نسائی فی فضائل الصحابة (۱۸۲) ابن حبان (۷۱۳۱) مشکل الآثار (۳۵۱/۱) أبو نعیم فی الحلیة (۱۲۲/۳)

حاکم (۴۲۲/۳) بیہقی (۲۱۰/۶)

(۴) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (۵۹۴) إرواء الغلیل (۱۶۶۴، ۱۶۶۵) ابن ماجة (۲۷۱۹) کتاب الفرائض : باب

الحث علی تعلیم الفرائض ' دار قطنی (۶۷/۴) حاکم (۳۳۲/۴) بیہقی (۲۰۸/۶)]

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”علم تین ہیں اس کے علاوہ جو بھی ہے زائد ہے ﴿آیۃ محکمۃ اوسنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ﴾ ”محکم آیت یا قائم سنت یا عدل والا فریضۃ۔“ (۱)

(5) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تعلموا القرآن وعلومہ الناس وتعلموا الفرائض وعلومہا.....﴾ ”قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔“ کیونکہ میں تو ایسا آدمی ہوں جسے قبض کر لیا جائے گا اور علم اٹھایا جائے گا اور قریب ہے کہ دو آدمی فریضہ یا کسی مسئلہ میں اختلاف کریں گے لیکن کسی کو ایسا نہ پائیں گے جو انہیں (صحیح مسئلہ کی) خبر دے سکے۔“ (۲)

② (1) ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْاُنثَىٰ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اِثْنَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلَا يُورِثُهُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ اَبُوهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا اَوْ ذِيْنِ اَبَاؤِكُمْ وَاَبْنَاؤِكُمْ لَا تَدْرُونَ اَيْهُمْ اقْرَبْ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجِكُمْ اِن لَّمْ يَكُنْ لَّهِنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَهِنَّ وَلَدٌ فَلِكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِيْنَ بِهَا اَوْ ذِيْنِ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ اِن لَّمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا اَوْ ذِيْنِ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورِثُ كَثَلَةً اَوْ مَرَاةً وَلَهُ اَخٌ اَوْ اُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ اِن كَانُوا اَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهَمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا اَوْ ذِيْنِ غَيْرِ مُضَارَّ وَصِيَّةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿[النساء: ۱۱-۱۲]

”اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے، اگر اس (میت) کی اولاد نہ ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ وارث ہوتے ہیں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ یہ حصے اس وصیت (کی تکمیل) کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں بے شک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔

تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑیں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھوں آدھ تمہارا ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے

(۱) [ضعیف : ضعف ابن ماجہ (۷) ضعف ابو داؤد (۴۹۶) ابو داؤد (۲۸۸۵) کتاب الفرائض : باب ماجاء فی تعلیم

الفرائض ابن ماجہ (۵۴) دار قطنی (۶۷/۴) حاکم (۳۳۲/۴) بیہقی (۲۰۸/۶)

(۲) [دارمی (۳۷/۱) حاکم (۳۳۳/۴) دار قطنی (۸۱/۴) مجمع الزوائد (۲۲۶/۴)]

ہوئے مال میں سے تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے۔ اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے بعد۔ اور جو (ترکہ) تم چھوڑ جاؤ اس میں ان کے لیے چوتھائی ہے، اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا، اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ اور جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو یہ مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ وانا ہے بردبار۔“

(2) ﴿يَسْتَفْتُونَكَ ، قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنَّ أُمَّرُؤَ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثَّلَاثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِدُّهُمُ الْفَتْحُ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [النساء: ۱۷۶]

”آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ (خود) تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد نہ ہو۔ پس اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر کوئی شخص اس ناطے کے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لیے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بیان فرما رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔“

(3) ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ [الأنفال: ۷۵]

”اور رشتے ناطے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں۔“

(4) ﴿لِلرِّجَالِ نِصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نِصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نِصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ [النساء: ۷]

”ماں باپ اور خویش و اقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی (جو ماں باپ اور خویش و اقارب چھوڑ کر مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔“

گذشتہ آیات سے ماخوذ مسائل

① بیٹوں اور بیٹیوں کے متعلق احکامات:

(1) جب میت کے وارث صرف ایک مذکر اور ایک مؤنث ہو تو ان میں مال کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ مذکر کے لیے دو حصے اور مؤنث کے لیے ایک حصہ۔

(2) جب ورثاء مذکر و مؤنث کی ایک جماعت ہو تو مذکر مؤنث سے دو گئے حصے کے وارث ہوں گے۔

(3) اگر اولاد کے ساتھ اصحاب القروض مثلاً خاوند یا بیوی یا والدین موجود ہوں تو پہلے اصحاب القروض کو حصہ دے کر باقی اولاد کے درمیان ”للذکر مثل حظ الانثیین“ کے اصول کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔

(4) جب میت کا وارث صرف ایک بیٹا ہو تو وہ سارے مال کا مالک ہوگا۔

(5) اولاد کی عدم موجودگی میں پوتے ان کا حصہ وصول کریں گے۔

② والدین کے متعلق احکامات:

(1) جب میت کی اولاد نہ ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(2) جب اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک ٹکٹ اور باپ کو باقی دو ٹکٹ مل جائے گا۔

(3) اگر والدین کے ساتھ میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی تمام باپ کو مل جائے گا۔ بھائی اور بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ باپ ان کے لیے حاجب (رکاوٹ) ہے۔

③ قرض کو وصیت پر مقدم کیا جائے گا۔

④ خاوند کے متعلق احکامات:

(1) بیوی کی وفات پر اولاد نہ ہو تو خاوند کو نصف حصہ ملے گا۔

(2) اگر اولاد نہ ہو تو خاوند کو چوتھا حصہ ملے گا۔

⑤ ایک بیوی یا زیادہ بیویوں کے متعلق احکامات:

(1) خاوند کی وفات پر اگر اولاد نہ ہو تو ایک یا زیادہ بیویوں کو چوتھا حصہ ملے گا۔

(2) اگر اولاد نہ ہو تو آٹھواں حصہ ملے گا۔

⑥ ماں کی طرف سے بہن بھائیوں کے احکامات:

(1) جب فوت ہونے والا ماں کی طرف سے صرف ایک بھائی یا ماں کی طرف سے صرف ایک بہن چھوڑے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(2) اگر ماں کی طرف سے زیادہ بھائی یا بہنیں ہوں تو سب ایک تہائی میں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔

⑦ سگے بہن بھائیوں یا باپ کی طرف سے بہن بھائیوں کے احکامات:

(1) اگر فوت ہونے والا ایک سگی یا باپ کی طرف سے بہن چھوڑے اور میت کے لیے اولاد اور والدین نہ ہوں تو اس کو نصف حصہ ملے گا۔

(2) جب میت دو سگی یا باپ کی طرف سے بہنیں چھوڑے اور میت کی اولاد اور والدین نہ ہوں تو یہ تر کے کے دو ٹکٹ کی حقدار ہوں گی۔

(3) جب میت بھائی اور بہنیں (یعنی سگے یا باپ کی طرف سے) چھوڑے تو ان کے درمیان تر کے کے تقسیم ”للذکر مثل

حفظ الانثیین“ کے اصول پر ہوگی۔

- (4) جب سگی بہن فوت ہو جائے اور اولاد اور والدین موجود نہ ہوں تو اس کا سگا بھائی سارے مال کا وارث ہوگا اور اگر زیادہ بھائی ہوں تو آپس میں برابری کے ساتھ اسے تقسیم کر لیں گے۔
- (5) اسی طرح باپ کی طرف سے بہن بھائیوں کا حکم ہے جب سگے بہن بھائی موجود نہ ہوں۔

877- میراث کے متعلق چند ضروری اشیاء

① وراثت کے تین ارکان ہیں:

(1) موژث (وارث بنانے والا یعنی میت)

(2) وارث (وارث بننے والا)

(3) موروث (ترکہ)۔ (۱)

② وراثت کے تین اسباب ہیں:

(1) قرابت (رشتہ داری وغیرہ) (2) نکاح (3) دلاء (۲)

③ وراثت کے لیے تین شرائط ہیں:

(1) موژث کی موت کا ثابت ہونا۔

(2) موژث کی موت کے وقت وارث کی حیات کا ثابت ہونا۔

(3) وراثت کے متعلق علم ہونا مثلاً وراثت کا سبب وارث کی جہت اس کا درجہ اور قوت وغیرہ۔ (۳)

④ وراثت کے تین موانع (رکاوٹیں) ہیں:

(1) غلامی (2) قتل (3) دین مختلف ہونا (۴)

⑤ علم میراث میں بہن بھائیوں کی تین اقسام ہیں:

(1) یعنی: جو سگے ہوں۔

(2) علاقائی: جو باپ کی طرف سے ہوں۔

(۱) [الفرائض (ص ۱۷۱) الفقہ الاسلامی وأدلته (۱۰/۳۷۰۳)]

(۲) [الفرائض (ص ۱۸۱) المغنی (۱/۳۰۴) القوانین الفقہیة (ص ۳۸۴) بدایة المحتشد (۲/۳۵۵) مغنی المحتاج

(۴/۱۳) الشرح الصغیر (۴/۶۱۹) الدر المختار (۵/۵۳۸)]

(۳) [الفرائض (ص ۲۲) کشف القناع (۴/۴۴۸)]

(۴) [الفرائض (ص ۲۴) مغنی المحتاج (۳/۲۴۳) کشف القناع (۴/۴۴۸) المغنی (۶/۲۶۶)]

(3) اخیائی: جو ماں کی طرف سے ہوں۔ (۱)

وَيَجِبُ الْإِيْتَاءُ بِذَوِي الْفُرُوضِ الْمَقْدَرَةِ (میراث کی تقسیم میں) اصحاب الفروض سے ابتدا کرنا واجب ہے اور
وَمَا بَقِيَ فَلِلْعَصِیَةِ
جو باقی بچے گا وہ عصیہ رشتہ داروں کے لیے ہوگا۔ ❶

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْحَقُّوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ لِأَوْلَىٰ رَجُلٍ ذَكَرَ﴾ ”شریعت کے مقرر کردہ حصے ان کے مستحق حصہ داروں کو ادا کر دو اور پھر جو کچھ باقی بچ جائے اسے سب سے قریبی مرد وارث کو دے دو۔“ (۲)

(نوٹ) اس مسئلے پر اجماع ہے۔ (۳)

(خطابی) ”لأولی رجل ذکر“ کا معنی یہ ہے کہ عصیہ رشتہ داروں میں سے سب سے قریبی مرد۔ (۴)

عصیہ: میت کے ایسے ورثا جن کا حصہ مقرر نہ ہو۔ (۵)

اصحاب الفروض: جن کا حصہ مقرر ہو۔ اور فرضی حصے چھ ہیں: نصف (آدھا) ربع (چوتھا) ثمن (آٹھواں) ثلثان (دو تہائی) ثلث (ایک تہائی) اور سدس (چھٹا)۔ (۶)

وَالْأَخَوَاتُ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ وَلَيْسَتْ الْإِبْنُ
مَعَ الْبَنَاتِ السُّدُسُ تَكْمِلَةُ الثَّلَاثِينَ
بہنیں بیٹیوں کے ساتھ مل کر عصبہ ہیں ❶ اور دو ثلث پورے کرنے
کے لیے پوتی کو بیٹی کے ساتھ ملا کر چھٹا حصہ ملے گا۔ ❷

❶ جس طرح اصحاب الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد کوئی آدمی عصبہ کی حیثیت سے بقیہ مال کا وارث ہوتا ہے اسی طرح بہنیں بیٹیوں کے باقی حصے کی وارث ہوں گی۔

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹی پوتی اور بہن کی موجودگی میں فیصلہ فرمایا کہ ﴿لِلسَّبْتِ النِّصْفِ وَاللَّيْنَةِ الْإِبْنِ السُّدُسِ تَكْمِلَةُ الثَّلَاثِينَ وَمَا بَقِيَ فَلِلْأَخْتِ﴾ ”دو ثلث پورا کرنے کے لیے بیٹی کو آدھا ترک کر دو اور پوتی

(۱) [نیل الأوطار (۱۲۲/۴) الروضة الندية (۶۹۵/۲)]

(۲) [بخاری (۶۷۴۶) کتاب الفرائض: باب ابني عم أحدهما أخ للأُم والأخ زوج مسلم (۱۶۱۵) احمد (۳۱۳/۱)]

دارمی (۳۶۸/۲) ابو داؤد (۲۸۹۸) ابن ماجہ (۲۷۴۰) ترمذی (۲۰۹۸) طیالسی (۲۶۰۹) ابن الجارود (۹۵۵)

عبدالرزاق (۱۹۰۰۴) ابو یعلیٰ (۲۵۸/۴) ابن حبان (۵۹۹۶) شرح معانی الآثار (۳۹۰/۴) دارقطنی (۷۰/۴)

بیہقی (۲۳۸/۶) شرح السنة (۴۴۸/۴)]

(۳) [شرح مسلم (۶۰/۶)]

(۴) [معالم السنن (۹۷/۴)]

(۵) [الفرائض (ص/۳۶)]

(۶) [الفرائض (ص/۴۰)]

کے لیے چھٹا حصہ ہوگا پھر جو کچھ باقی بچے گا وہ بہن کا ہے۔“ (۱)

(2) حضرت اسود فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یمن میں ایک بہن اور ایک بیٹی کو اس طرح وارث بنایا کہ ﴿ جعل لكل واحدہ منہما النصف ﴾ ”ان میں سے ہر ایک کے لیے نصف مقرر کیا۔“ اور اس وقت نبی ﷺ زندہ تھے۔ (۲)

(شوکانیؒ) ان احادیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ بہن بیٹی کے ساتھ حصہ بنے گی۔ (۳)

گذشتہ حدیث ﴿ لا بایۃ النصف ولا بایۃ الابن السدس تکملۃ الثلثین ﴾ اس پر بھی شاہد ہے۔

اور اسی طرح باپ کی طرف سے بہن سگی بہن کے ساتھ مل کر چھٹا حصہ لے گی ① ماں نہ ہونے کی صورت میں دادی اور نانی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ ②	وَكَذَا الْأُنْثَىٰ لَابٍ مَّعَ الْأُنْثَىٰ لَا بَوَّيْنٍ وَلِلْبَجْدَةِ أَوْ الْجَدَّاتِ السُّدُسُ مَعَ عَدَمِ الْأُمِّ
--	--

① جس طرح پوتی کو بیٹی (کے نصف) کے ساتھ چھٹا حصہ دیا جاتا ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے باپ کی طرف سے بہن کو سگی بہن (کے نصف) کے ساتھ چھٹا حصہ دیا جائے گا۔

② (1) حضرت قبصہ بن ذؤیب فرماتے ہیں کہ ایک جدہ (دادی) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اپنی وراثت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا ﴿ مالک فی کتاب اللہ شیئاً وما علمت لك فی سنة رسول اللہ شیئاً فارجعی حتی أسأل الناس ﴾ ”تمہارے لیے کتاب اللہ میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور نہ ہی سنت رسول سے مجھے تمہارے لیے کسی چیز کا علم ہے تم جاؤ میں لوگوں سے پوچھ (مشورہ کر) لیتا ہوں۔ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا آپ ﷺ نے ﴿ أعطاہا السدس ﴾ ”اسے چھٹا حصہ دیا تھا۔“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی (اس کا قائل) ہے؟ تو محمد بن مسلمہ انصاری نے بھی کھڑے ہو کر اس کی مثل کہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے نافذ کر دیا۔ (راوی کہتا ہے کہ) پھر ایک دوسری جدہ (دادی) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اپنی وراثت کا سوال کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ تمہارے لیے کتاب اللہ میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہے لیکن یہی سدس ہے اور اگر تم جمع ہو جاؤ (یعنی دادی کے ساتھ نانی بھی آ جائے) پھر بھی یہی تمہارے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور جو تم میں سے اسیلہ رہے

(۱) [بخاری (۶۷۳۶) کتاب الفرائض : باب میراث ابنة الابن مع بنت احمد (۳۸۹/۱) ابو داؤد (۲۸۹۰) ترمذی

(۲۰۹۳) ابن ماجہ (۲۷۲۱) بیہقی (۲۳۰/۶)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۵۱۶) کتاب الفرائض : باب ما جاء فی میراث الصلب ابو داؤد (۲۸۹۳) بخاری

(۶۷۳۴)]

(۳) [نبیل الأوطار (۱۲۳/۴)]

- جائے تو یہ (چھٹا حصہ) اس کا ہے۔ (۱)
- (۲) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ جَعَلَ لِلْحَدَّةِ السُّدُسَ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهَا أُمَّ﴾ ”نبی ﷺ نے جدہ کے لیے ماں نہ ہونے کی صورت میں سدس (چھٹا حصہ) مقرر کیا ہے۔“ (۲)
- (۳) حضرت عمادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جد تین (دو دادیوں) کی وراثت کے متعلق دونوں کے درمیان سدس تقسیم کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ (۳)
- (۴) عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دادیوں کو چھٹا حصہ دیا۔ دو دادیاں باپ کی طرف سے اور ایک ماں کی طرف سے۔ (۴)
- جدات (دادیوں) کا مقررہ حصہ سدس ہے اگرچہ زیادہ ہو جائیں جبکہ وہ برابر رہے ہیں یعنی ماں کی ماں اور باپ کی ماں دونوں میں برابری ہے کوئی فضیلت نہیں۔ اگر برابری نہ ہو تو جو زیادہ قریب ہوگی وہ دوہر والی کے حصے کو ساقط کر دے گی اور انہیں صرف مائیں ہی ساقط کر سکتی ہیں۔ باپ جدات کو صرف اپنی جہت سے ساقط کرے گا جبکہ ماں طرفین سے کرے گی۔ (۵)

اور دادے کو بھی چھٹا حصہ ملے گا جبکہ ساقط کرنے والے نہ ہوں۔ ❶

وَهُوَ لِلْحَدَّةِ مَعَ مَنْ لَا يُسْقِطُهُ

❶ (۱) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ میرا پوتا فوت ہو گیا ہے اس کے ترکے سے میرا حصہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَكَ السُّدُسُ﴾ ”تیرے لیے سدس (چھٹا حصہ) ہے۔“ جب وہ جانے لگا تو اسے آپ ﷺ نے بلا کر کہا ”تیرے لیے مزید چھٹا حصہ ہے۔ پھر جب وہ جانے لگا تو اسے بلا کر کہا ﴿إِنَّ السُّدُسَ ضَعِيفٌ كَمَا هِيَ﴾ ”ضعیف کہا ہے۔“

(۱) [موطا (۵۱۳/۲) احمد (۲۲۵/۴) ابو داؤد (۲۸۹۴) ترمذی (۳۱۰۱) ابن ماجہ (۲۷۲۴) عبدالرزاق

(۱۹۰۸۳) ابن الحارود (۹۵۹) ابو بعلی (۱۱۰/۱) موارد الظمان (۱۲۲۴) دارقطنی (۹۴/۴) حاکم

(۲۳۸/۴) بیہقی (۲۳۴/۶) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی سند ثقہ راویوں کی وجہ سے صحیح ہے لیکن اس کی صورت مرسل کی

ہے کیونکہ قبصہ کا صدیق سے ساقط صحیح نہیں ہے۔ [تلخیص الحبیر (۱۷۹/۳) ضعیف ابو داؤد (۶۱۷) شیخ البانی نے اسے

ضعیف کہا ہے۔]

(۲) [ابو داؤد (۲۸۹۵) کتاب الفرائض : باب فی السحدة تحفة الأشراف (۸۷/۲) ابن الحارود (۹۶۰) دارقطنی

(۹۱/۴)

(۳) [عبدالله بن احمد فی زوائد المسند (۳۲۶/۵) مجمع الزوائد (۲۳۰/۴)]

(۴) [دارقطنی (۹۰/۴) ابو داؤد فی المراسیل (۳۵۶'۳۵۵) ابن ابی شیبہ (۲۶۹/۶) سعید بن منصور (۸۶) بیہقی

(۲۳۶/۶) تلخیص الحبیر (۱۸۱/۳) بیروایت مرسل ہے۔ [نیل الأوطار (۱۲۵/۴)]

(۵) [شرح المہذب (۵۱۶/۱۴) مغنی المحتاج (۱۲/۳) المبسوط (۱۶۸/۲۹) الاختیار (۹۴/۵) الکافی

(ص/۵۶۷) کشاف الفناع (۴۱۹/۴) الانصاف (۳۰۹/۷)]

الأخرطعمة ﴿﴾ ”دوسرا چھٹا حصہ تیرے لیے بطور رزق ہے۔“ (۱)
 ”طعمہ“ کا معنی یہ ہے کہ اصحاب الفروض کے کم ہونے کی وجہ سے تجھے مقررہ حصے سے زیادہ بطور رزق دیا گیا ہے یہ

حصہ ہمیشہ تجھے نہیں ملے گا۔ کیونکہ اس کا مقررہ حصہ سدس ہے اور باقی تعصیما ہے۔ (۲)
 (۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تم میں سے کسے علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دادے کو کتنا حصہ وراثت میں دیا تھا؟ تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے علم ہے ﴿﴾ ورنہ رسول اللہ السدس ﴿﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے اسے چھٹا حصہ دیا تھا۔“ (۳)

اس مسئلے میں صحابہ کے درمیان بھی اختلاف رہا ہے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دادے (کی میراث) کے متعلق مختلف فیصلے مروی ہیں۔ (۴)

امام بیہقیؒ نے بھی اس مسئلے میں بہت آثار نقل فرمائے ہیں۔ (۵)
 بہر حال صحیح اور راجح مسئلہ یہی ہے کہ دادے کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اسے ساقط کرنے والوں سے مراد باپ ہے کیونکہ اسے وراثت تب ہی ملے گی جب باپ نہ ہو۔ (۶)
 (ابن حجرؒ) اس پر اجماع ہے کہ باپ کی موجودگی میں دادا وارث نہیں بنے گا۔ (۷)

وَلَا مِيرَاثَ لِلْإِخْوَةِ وَالْأَخْوَاتِ مُطْلَقًا مَعَ الْإِبْنِ أَوْ ابْنِ الْإِبْنِ أَوْ الْأَبِ	بیٹے یا پوتے یا باپ کی موجودگی میں بھائیوں اور بہنوں کو وراثت نہیں ملے گی۔ ①
---	--

① اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (۸)

کیونکہ بیٹے کی موجودگی میں وہ اصحاب الفروض کے بعد تمام مال کا مستحق ہوگا۔ اس کی غیر موجودگی میں پوتا اور اس کی غیر

(۱) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۶۱۹) کتاب الفرائض : باب ما جاء فی میراث الحد' ابو داود (۲۸۹۶) احمد

(۴۲۸/۴) تحفة الأشراف (۱۷۵/۸) ترمذی (۲۰۹۹) ابن الجارود (۹۶۱) دارقطنی (۸۴/۴) بیہقی (۲۴۴/۶)

شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۱۲۷۵/۳)]

(۲) [سبل السلام (۱۲۷۶/۳) نیل الأوطار (۱۲۶/۴)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۵۱۷) کتاب الفرائض : باب ما جاء فی میراث الحد' ابو داود (۲۸۹۷)]

(۴) [بخاری (قبل الحدیث ۶۷۳۷) کتاب الفرائض : باب میراث الحد مع الأب و الإخوة]

(۵) [بیہقی (۲۴۴/۶) المعرفة (۶۲/۵)]

(۶) [الفرائض (ص ۴۲)]

(۷) [فتح الباری (۲۴۴/۱۵)]

(۸) [الروضة الندية (۶۹۳/۲)]

موجودگی میں باپ حقدار ہوگا۔

وَلِیُّ مِیْرَاتِهِمْ مَعَ الْجَدِّ خِلَافٌ

البدتہ دادے کی موجودگی میں ان (بہن بھائیوں) کی وراثت میں

اختلاف ہے۔ ❶

❶ کتاب و سنت میں اس مسئلے کے متعلق دلائل موجود نہیں اس لیے صحابہ نے اجتہاد کے ساتھ اس کا فیصلہ کیا۔ اس مسئلے کے متعلق دو مذہب منقول ہیں۔

پہلا مذہب: حضرت ابو بکر صدیق، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر، حضرت ابی بن کعب، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابوسعید خدری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اور تابعین سے) حضرت حسن اور امام ابن سیرین۔ ان سب کا کہنا ہے کہ سگے بھائی ہوں یا باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے دادا کی موجودگی میں وارث نہیں بنیں گے۔

(ابو حنیفہ) اسی کے قائل ہیں۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) دادا باپ کے حکم میں ہی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿مِلَّةٌ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾ [الحج: 78]

اور ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ﴾ [یوسف: 38]

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کیا زید بن ثابت اللہ سے ڈرتے نہیں وہ بیٹے کے بیٹے کو تو بیٹا قرار دیتے ہیں لیکن باپ کے باپ کو باپ قرار نہیں دیتے۔

(3) حدیث میں ہے کہ ”شریعت کے مقرر کردہ حصے ان کے مستحق حصہ داروں کو ادا کر دو اور پھر جو کچھ باقی بچ جائے اسے سب سے قریبی مرد وارث کو دے دو۔“ یقیناً دادا بھائیوں سے زیادہ قریب ہے اس لیے باقی میراث کا وہی حقدار ہے۔

دوسرا مذہب: حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم، جمہور شافعیہ مالکیہ اور حنابلہ۔ ان سب کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بھائی وارث بنیں گے اور وراثت ان (دونوں) کے درمیان تقسیم کر دی جائے گی۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

(1) سگے بھائیوں اور باپ کی طرف سے بھائیوں کی وراثت قرآن سے ثابت ہے۔ اسے نص یا اجماع کے سوا کوئی چیز نہیں رکھ سکتی اور ان دونوں (نص یا اجماع) میں سے ایک بھی موجود نہیں۔

(2) دادا اور بھائی حق وراثت کے سبب میں مساوی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک ایک درجے کے ساتھ میت تک پہنچتا ہے

روہ باپ ہے۔ (۱)

راجح) حافظ ابن حجر امام بخاری کے اس قول ((ولم يذكر أن أحدا خالف أبا بكر في زمانه وأصحاب النبي - وافرود)) ”اور یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کسی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کی مخالفت کی ہو حالانکہ نبی ﷺ کے عابد و افرتعداد میں تھے۔“

پرفرمانے ہیں کہ گویا امام بخاری اس بات کے ذریعے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مؤقف کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں اور اجماع لوقتی تحت ہوتا ہے جو اس میں حاصل ہو رہا ہے۔ (۲)

وَيَرْتُونَ مَعَ الْبَنَاتِ إِلَّا الْإِخْوَةَ لِأُمَّ

بیٹیوں کی موجودگی میں ماں کی طرف سے بھائیوں کے علاوہ

دوسرے بھائی وارث ہوں گے۔ ①

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ربیع کی بیوی اپنی دو بیٹیوں (جو سعد سے تھیں) کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگی اے اللہ کے رسول! یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں۔ ان کے والد جنگ اُحد میں آپ کے ساتھ تھے اور شہید ہو گئے تھے۔ ان کے چچا (یعنی میت کے بھائی) نے ان کا مال پکڑ لیا ہے اور اس نے ان کے لیے کچھ بھی میں چھوڑا اور مال کے بغیر ان کا نکاح بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی اس معاملے میں فیصلہ فرمائیں گے تو آیت میراث نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے چچا کی طرف پیغام بھیج کر کہا ﴿ اعط ابنتی سعد الثلثین مہما الثمن وما بقی فہو لک ﴾ ”سعد کی بیٹیوں کو دوثلث اور ان کی ماں کو ثمن (آٹھواں حصہ) دو اور جو باقی بچے گا وہ ہمارے لیے ہے۔“ (۳)

اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ بھائی میت کی بیٹیوں کے ساتھ عصبہ کی حیثیت سے وارث ہوں گے۔ البتہ جو ماں کی طرف سے بھائی ہیں وہ بیٹیوں کے ساتھ وارث نہیں بنیں گے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ وَإِنْ كَانَ زَوجُ زَوجَتِکَ کَکَلَالَةٍ أَوْ مَرَأةً أَوْ امْرَأةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ﴾

[النساء: ۱۲]

”اور جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کالالہ ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان لوگوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔“

(۱) [اللباب (۱۹۹/۴) القوائین الفقہیة (ص ۳۹۰/۱) الشرح الصغیر (۶۳۴/۴) مغنی المحتاج (۲۱/۳) المغنی (۲۱۰/۶) الأم (۸۱/۴) روضة الطالین (۲۰/۵) تبیین الحقائق (۲۳۸/۶) المبسوط (۱۸۰/۲۹) الحجة علی أهل المدينة (۲۰۰/۴)]

(۲) [فتح الباری (۲۴۵/۱۵)]

(۳) [حسن: إرواء التعلیل (۱۶۷۷) احمد (۳۵۲/۳) ابو داؤد (۲۸۹۲) کتاب الفرائض: باب ما جاء فی میراث الصلب ابن ماجہ (۲۷۲۰) ترمذی (۲۰۹۲) حاکم (۳۳۳/۴)]

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ علما نے اجماع کیا ہے کہ اس آیت میں بہن بھائیوں سے مراد خیاہنی (یعنی ماں کی طرف سے) بہن بھائی ہیں۔ (۱)

وَيَسْقُطُ الْآخُ لَابٍ مَعَ الْآخِ لِأَبَوَيْنِ

باپ کی طرف سے بھائی، گئے بھائی کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا۔ ①

① حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم یہ آیت پڑھتے ہو ﴿مَنْ بَعَدَ وَصِيَّةً يُوصَىٰ بِهَا أَوْ ذَيْنَ﴾ [النساء: ۱۲] "رسول اللہ ﷺ نے قرض کو وصیت سے پہلے ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا ﴿وَأَنْ أَعْيَانَ بَنِي الْأُمِّ يَتَوَارَثُونَ دُونَ بَنِي الْعَلَاتِ﴾ الرجل يرث أخاه لأبيه وأمه دون أخيه لأبيه ﴿حقیقی بھائی وارث ہوتے ہیں سوتیلے بھائی نہیں۔ آدمی اپنے گئے بھائی کا وارث ہوتا ہے نہ کہ سوتیلے بھائی کا۔" (۲)

(شوکانی) اس مسئلے کے متعلق کوئی اختلاف میرے علم میں نہیں۔ (۳)

(صدیق حسن خان) اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ (۴)

وَأَوْلُوا الْأَرْحَامَ يَتَوَارَثُونَ وَهُمْ أَوْلَىٰ مِنْ نَيْبِ الْمَالِ

رشتہ دار بیت المال سے زیادہ حقدار ہیں اس لیے وہ وارث ہوں گے۔ ①

① لفظ الأرحام رحم کی جمع ہے۔ لغوی اعتبار سے یہ لفظ قرابت پر بولا جاتا ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے ذوالرحم سے مراد ایسا قریبی (رشتہ دار) ہے جس کا نہ تو کوئی حصہ مقرر ہو اور نہ ہی وہ عصبہ بنتا ہو مثلاً بیٹیوں کی اولاد یا ماؤں کے باپ وغیرہ۔ (۵)

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَوْلُوا الْأَرْحَامَ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ [الأنفال: ۷۵]

"قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔"

ثابت ہوا اگر میت کے اصحاب القروض اور عصبہ رشتہ دار نہ ہوں اور اولوالارحام ہوں تو وہ اس کے وارث ہوں گے۔

(۲) ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾

[النساء: ۷]

(۱) [تفسیر فتح القدیر للشوکانی (۱/۵۵۷)]

(۲) [حسن: إرواء الغلیل (۱۶۶۷) احمد (۱۳۱/۱) ترمذی (۲۰۹۴) کتاب الفرائض: باب ما جاء فی میراث

الإخوة من الأب والأم، ابن ماجه (۲۷۳۹) طیالسی (۱۴۴۱) ابو یعلیٰ (۲۰۷/۱) دارقطنی (۸۶/۴) حاکم

[(۳۳۶/۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۲۲/۴)]

(۴) [الروضة النبدیة (۶۹۵/۲)]

(۵) [الفرائض (ص ۲۴۴)]

”ماں باپ اور خویش و اقارب کے ترکے میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی۔ رجال، نساء اور اقربون میں اولوالارحام بھی شامل ہیں۔“

(3) حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من ترك مسالا فلورثته وانا وارث من لا وارث له اعقل عنه وارثه والنحال وارث من لا وارث له يعقل عنه ويرثه﴾ ”جو شخص کوئی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے اور جس کا کوئی وارث نہیں میں اس کا وارث ہوں، میں اس کی طرف سے دیت ادا کروں گا اور وارث بنوں گا۔ اور ماموں اس کا وارث ہوگا جس کا کوئی وارث نہیں۔ وہ اس کی طرف سے دیت بھی دے گا اور اس کا وارث بھی ہوگا۔ (۱)

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿والنحال وارث من لا وارث له﴾ ”اور ماموں اس کا وارث ہوگا جس کا کوئی وارث نہیں۔“ (۲)

(5) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ابن ائحت القوم من انفسهم﴾ ”قوم کی بہن کا بیٹا بھی ان میں سے ہی ہوتا ہے۔“ (۳)

(6) نبی ﷺ نے لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث اس کی ماں کے ورثاء کے لیے مقرر فرمائی ہے اور وہ محض اولوالارحام ہی ہوتے ہیں۔ (۴)

یقیناً یہ تمام دلائل اولوالارحام کی وراثت کے اثبات میں کافی ہیں لیکن پھر بھی اس مسئلے میں اختلاف موجود ہے۔ (ابوضئیفہ، احمد) اصحاب الفروض اور عصر رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں اولوالارحام وارث نہیں گے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے۔ (مالک، شافعی) اصحاب الفروض اور عصر رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں اولوالارحام وارث نہیں گے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، امام زہری، امام کھول، امام قاسم اور امام بیہقی وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(۱) [حسن : إرواء الغلیل (۱۳۸۶-۱۳۹) احمد (۱۳۱/۴) ابو داود (۲۸۹۹) کتاب الفرائض : باب فی میراث ذوی الأرحام، ابن ماجہ (۲۷۳۸) طیالسی (۲۸۴/۱) سعید بن منصور (۱۷۲) ابن الجارود (۹۶۵) ابن حبان (۱۲۲۵) شرح معانی الآثار (۳۹۷/۴) دارقطنی (۸۵/۴) حاکم (۳۴۴/۴) بیہقی (۲۱۴/۶)]

(۲) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۳۷/۶) احمد (۲۸۱/۱) ترمذی (۲۱۰۳) کتاب الفرائض : باب ما جاء فی میراث النحال، ابن ماجہ (۲۷۳۷) ابن الجارود (۹۶۴) موارد الظمان (۱۲۲۷) شرح معانی الآثار (۳۹۷/۴) دارقطنی (۸۴/۴) بیہقی (۲/۴)]

(۳) [بخاری (۶۷۶۲) مسلم (۱۰۵۹)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۵۲۳) ابو داود (۲۹۰۷) کتاب الفرائض : باب میراث ابن ملاءنة]

(۵) [الأم (۷۶/۴) مغنی المحتاج (۷/۳) المیسوط (۱۹۲/۲۹) اللباب (۲۰۰/۴) الکافی (ص/۵۵۶) المغنی

(۸۲/۷) کشاف التناع (۴۵۵/۴) المحلي (۳۲۲/۹)]

گدشتہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وراثت کا مال بیت المال میں جمع کرانے کی بجائے اولوالا رحام رشتہ داروں میں تقسیم کر دینا چاہیے اس کی مزید تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کا ایک غلام کھجور کے درخت کی ٹہنی سے گر کر مر گیا تھا۔ اسے نبی ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا اس کا کوئی نسبی یا قریبی رشتہ دار ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اعطو میراثہ بعض اہل قریبہ﴾ ”اس کے اہل علاقہ میں سے کسی کو اس کی میراث دے دو۔“ (۱)

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ وراثت کو اولوالا رحام پر بیت المال سے مقدم کیا جائے گا۔

اگر فرائض مزاحم ہوں تو عول کے اصول پر عمل ہوگا۔ ②

فَإِنْ تَرَاحَمَتِ الْفَرَائِضُ فَالْعَوْلُ ①

① لغوی وضاحت: لفظ عول باب عَالٍ يَعُولُ (نصر) سے مصدر ہے اس کا معنی ہے ”زیادہ اہل و عیال والا ہونا“ کفالت کرنا، ظلم کرنا، نیز خیانت اور نقص کے لیے بھی مستعمل ہے۔“

اصطلاحی تعریف: ((هو زيادة فى السهام ونقص فى الأنصباء)) ”وہ سهام میں زیادتی اور حصص میں کمی ہے۔“ (۲)

② عول کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مفلس اور قرض خواہ ہوں۔ یعنی ہر ایک قرض خواہ کو مفلس کے پاس موجود باقی رقم کی نسبت سے دیا جاتا ہے انہیں اپنی اپنی پوری رقم تو نہیں ملتی لیکن جو کچھ مفلس کے پاس ہوتا ہے اسی کو برابر برابر اپنے مال میں کمی کے ساتھ وصول کر لیتے ہیں۔

عول کے تین اصول ہیں:

(1) ستة (چھ) (2) اثنا عشر (بارہ) (3) أربعة وعشرون (چوبیس)

مثلاً میت نے شوہر اور دو سگی بہنیں پیچھے چھوڑیں تو ان میں اصل المسألة چھ (6) ہوگا شوہر کے لیے نصف (3) اور دو سگی بہنوں کے لیے دو ٹکٹ (4) حصہ ہے تو مجموع السہام (7) ہوگا اور یہی عائل مسئلے کا اصل ہے۔ (۳)

سب سے پہلے یہ مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا۔ مشورہ کرنے پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عول کا مشورہ

دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ (۴)

(۱) [صحيح: صحيح ابن ماجة (۲۲۰۹) احمد (۱۳۷/۶) ابو داود (۲۹۰۲) كتاب الفرائض: باب فى ميراث ذوى

الأرحام، ترمذی، (۲۱۰۵) ابن ماجة (۲۷۳۳)]

(۲) [الفرائض (ص/۱۱۲)]

۔ (ص/۱۱۲)]

موارثت فى الشريعة الإسلامية (ص/۱۰۹-۱۱۶)]

وَلَا يَرِثُهُ وَوَلَدُ الْمَلَاعِنَةِ وَالزَّانِيَةِ إِلَّا مِنْ
 لَعَانِ كَرْنِ وَالِيٍّ أَوْ زَانِيَةٍ عَوْرَتِ كَابِيْنَا صَرْفِ اِبْنِي مَأ اور اس کے رشتہ
 داروں کا وارث ہوگا اور اسی طرح اس کی ماں بھی اس کی وارث ہوگی۔ ❶

❶ لعان کے ایک قصے میں حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ﴿وكان ابنها ينسب إلى أمه فحرت السنة أنه يرثها وترث منه ما فرض الله لها﴾ ”اس عورت کا بیٹا صرف اپنی ماں کی طرف ہی منسوب تھا اور یہ طریقہ جاری ہو گیا کہ وہ بیٹا اپنی ماں کا وارث ہوگا اور وہ عورت اپنے بیٹے کی وارث ہوگی۔“ (۱)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ جعل ميراث ابن الملاعنة لأمه ولورثتها من بعد ها﴾ ”نبی ﷺ نے لعان کرنے والی عورت کے بچے کی وراثت اس کی ماں اور اس کے بعد اس کے ورثاء کے لیے مقرر فرمائی۔“ (۲)

(3) حضرت داؤد بن اسحق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”عورت تین شخصوں کی میراث لے سکتی ہے ﴿عتیقہا ولقبطہا وولدہا الذی لا عنت علیہ﴾ ”آزاد کردہ غلام کی لا وارث بچے کی جس کی اس نے پرورش کی ہو اور اس بچے کی جس پر اس نے لعان کیا ہے۔“ (۳)

(4) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿أيما رجل عاهر بحرة أو أمة فالولد ولد زنا لا يرث ولا يورث﴾ ”جو کوئی آزاد عورت یا لونڈی کے ساتھ زنا کرے اس سے بچہ پیدا ہو تو وہ ولد زنا ہے۔ وہ نہ تو وارث بنے گا اور نہ ہی اس کی میراث کوئی لے گا۔“ (۴)

(شوکانی) لعان کرنے والی کا بچہ جس سے لعان کیا گیا ہو (یعنی ملاعنة کے شوہر) کا وارث نہیں بنے گا۔ (۵)
 (صدیق حسن خان) علما نے اجماع کیا ہے کہ لعان کرنے والی عورت کا بچہ اور ولد زنا باپ کی وراثت کے وارث نہیں ہوں گے۔ (۶)

(۱) [بخاری (۵۳۰۹) کتاب الطلاق : باب الثلاثين في المسجد، مسلم (۱۴۹۲)]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۵۲۴) كتاب الفرائض : باب ميراث ابن الملاعنة، ابو داود (۲۹۰۷، ۲۹۰۸) يهقي (۲۵۹/۶)]

(۳) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۶۲۳) كتاب الفرائض : باب ميراث ابن الملاعنة، إرواء الغليل (۱۵۷۶) ابو داود (۲۹۰۶) ترمذی (۲۱۱۵) ابن ماجه (۲۷۴۲) احمد (۴۹۰/۳) دار قطنی (۸۹/۴) يهقي (۲۵۹/۶) حاکم (۳۴۰/۴)]

(۴) [صحيح : صحيح ترمذی، ترمذی (۲۱۱۳) كتاب الفرائض : باب ما جاء في إبطال ميراث ولد الزنا]

(۵) [نيل الأوطار (۱۳۳/۴)]

(۶) [الروضة الندية (۷۰۱/۲)]

بچا اگر پیدائش کے بعد جلائے تب ہی وارث ہوگا۔ ❶

وَلَا يَرِثُ الْمَوْلُودُ إِلَّا إِذَا اسْتَهْلَ

❶ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا اسْتَهْلَ الْمَوْلُودُ وَرِثٌ﴾ ”اگر بچہ جلائے گا تو وارث ہوگا۔“ (۱)

(۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَرِثُ الصَّبِيُّ حَتَّى يَسْتَهْلَ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ بچہ جلائے سے پہلے وارث نہیں ہوگا۔“ (۲)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، قاضی شریح، امام نخعی، امام مالک اور اہل مدینہ رحمہم اللہ ان سب کا یہی موقف ہے کہ بچہ چیخنے سے پہلے وارث نہیں ہوگا۔ (۳)

وَمِيرَاثُ الْعَتِيقِ لِعُقُوبِهِ وَيَسْقُطُ بِالْأَعْصَابِ وَلَهُ الْبَاقِي بَعْدَ ذَوِي السَّهَامِ	آزاد کردہ غلام کی وراثت آزاد کرنے والے کو ملے گی، اگر غلام کے عصبہ رشتہ دار موجود ہوں تو (آزاد کرنے والے کے حق میں) ساقط ہو جائے گی
❶	البتہ سهام والوں کے بعد باقی حصہ اسے ملے گا۔

❶ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ﴾ ”ولاء کا تعلق اسی کے لیے ہے جس نے آزاد کیا۔“ (۴)

(۲) قتادہ فرماتے ہیں کہ سلمی بنت حمزہ کا ایک غلام فوت ہو گیا اور اس نے اپنی ایک بیٹی چھوڑی تو نبی ﷺ نے اس کی بیٹی کو نصف مال کا وارث بنا دیا اور یعلیٰ کو نصف کا وارث بنا دیا اور وہ (یعلیٰ) سلمیٰ کا بیٹا تھا۔ (۵)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حمزہ کا غلام فوت ہو گیا اور پیچھے ایک بیٹی چھوڑ گیا۔ تو نبی ﷺ نے اس کی بیٹی اور حمزہ کی بیٹی کو نصف نصف دے دیا۔ (۶)

(۴) بذیل بن شریح بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا میں نے ایک غلام آزاد کر کے

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۷۰۷) ابو داؤد (۲۹۲۰) کتاب الفرائض : باب فی المولود یستهل ثم یموت بیہقی (۲۵۷/۶)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۷۲۲) کتاب الفرائض : باب إذا استهل المولود ورث 'الصحيحه (۱۵۳) إرواء الغلیل (۱۷۰۷) ابن ماجہ (۲۷۵۱) بیہقی (۲۴۱/۶)]

(۳) [ابن ابی شیبہ (۲۸۸/۶) کتاب الفرائض : باب فی الاستهلال الذی یورث بہ ماہو]

(۴) [بخاری (۶۷۵۱) کتاب الفرائض : باب الولاء لمن أعتق ومیراث اللقیط 'مسلم (۱۵۰۴)]

(۵) [احمد (۴۰۵/۶) تلخیص الحبر (۸۰/۳) مجمع الزوائد (۲۳۱/۴)]

(۶) [حسن : إرواء الغلیل (۱۶۹۶) دار قطنی (۸۳/۴) ابن ماجہ (۲۷۳۴) تلخیص الحبر (۸۰/۳) دارمی (۳۳۷/۲)]

بیہقی (۲۴۱/۶)

اسے سائبہ بنا دیا تھا وہ فوت ہو گیا ہے اور مال چھوڑ گیا ہے جب کہ اس کا کوئی وارث نہیں۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل اسلام سائبہ بنا کر نہیں چھوڑے تھے بلکہ اہل جاہلیت یہ کام کیا کرتے تھے ﴿ وَأَنْتَ وَلِي نِعْمَتِهِ فَلِكِ مِيرَاثُهُ وَإِنْ تَأَمَّنْتَ وَتَحَرَّجْتَ فِي شَيْءٍ فَسُحْنٌ نَقْبَلُهُ وَنَجْعَلُهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ ﴾ ”اور تو اس کی نعمت کا ولی ہے لہذا تیرے لیے ہی اس کی میراث ہے اور اگر تو گناہ یا حرج محسوس کرے تو ہم اسے قبول کر کے بیت المال میں جمع کر لیں گے۔“ (۱)

وَيَعْرَمُ بَيْعُ الْوُلَاءِ وَهَيْبَةُ
ولاء (غلام کی وراثت کی نسبت) کو فروخت کرنا یا اسے ہبہ کرنا حرام ہے۔ ①

- ① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْوُلَاءِ وَهَيْبَةٍ ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ولاء کو فروخت کرنے اور اسے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۲)
- (۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الْوَلَاءُ لِحِمَّةٍ كَلْحِمَةِ النَّسَبِ لَا يَبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ ﴾ ”ولاء کا تعلق نسبت کے تعلق کی طرح ہے جسے نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے۔“ (۳)
- (جمہور) ولاء کو فروخت کرنا یا اسے ہبہ کرنا جائز نہیں۔
- (مالک) ولاء کو فروخت کرنا جائز ہے۔ (۴)

ولاء سے مراد عصبہ بنتا ہے کہ جس کا سبب مالک کا اپنے غلام کو آزادی کی نعمت عطا کرنا ہے اس بنا پر (اصحاب الفروض اور عصبہ رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں) مالک اپنے آزاد کردہ غلام کا وارث ہوگا۔ (۵)

وَلَا تَوَارَثُ بَيْنَ أَهْلِ مِلَّتَيْنِ
دو مختلف دین والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔ ①

- ① حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى ﴾ ”دو مختلف ادیان کے پیروکار ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔“ (۶)
- (۲) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ ﴾

(۱) [فتح الباری (۵۳۱/۱۳) بخاری مختصراً (۶۷۵۳)]

(۲) [بخاری (۲۵۳۵) کتاب العتق: باب بیع الولاء وھیبۃ المسلم (۱۵۰۶) موطا (۷۸۳/۲) ابو داود (۲۹۱۹) نسائی

(۳۰۶/۷) ترمذی (۱۲۳۶) ابن ماجہ (۲۷۴۷) احمد (۹۱/۲ - ۷۹) طیالسی (۱۷۷۵) حمیدی (۲۸۵/۲) ابن

الحارود (۹۷۸) ابن حبان (۴۹۲۷)]

(۳) [بیہقی (۲۴۰/۶) حاکم (۳۴۱/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۱۳۷/۴) فتح الباری (۵۳۵/۱۳)]

(۵) [الفروض (ص/۲۰)]

(۶) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۲۰/۶ - ۱۲۱) ابو داود (۲۹۱۱) کتاب الفرائض: باب هل يرث المسلم الكافر

احمد (۱۷۸/۲) نسائی (۸۲/۴) ابن ماجہ (۲۷۳۱) دارقطنی (۷۵/۴) ترمذی (۲۱۰۸) تلخیص الحییر

”مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے۔“ (۱)

اس پر ائمہ کا اجماع ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے لیکن امام احمدؒ نے

کہا ہے کہ مسلمان اپنے آزاد کردہ کافر غلام کا وارث ہو سکتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ﴿الولاء لمن أعتق﴾ (۲)

دو مختلف دین والوں کے توارث میں اختلاف ہے کہ ان سے مراد صرف مسلمان اور کافر ہیں یا کفار کے مختلف ادیان بھی

اس میں شامل ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ کفار کے مختلف ادیان میں بھی عدم

توارث ہی ہوگا۔ (۳)

878- مرتد کی میراث

مرتد کی میراث کے متعلق اختلاف ہے۔

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ) مسلمان وراثت مرتد کی اس چیز کے وارث ہوں گے جو اس نے حالت اسلام میں کمائی اور جو کچھ حالت ارتداد میں کمایا ہے وہ بیت المال کے لیے ہوگا۔

(جہور، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) اصل کافر کی طرح نہ تو مرتد کسی مسلمان کا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کا وارث بنا جا سکتا ہے اس کا ترکہ بیت المال کے لیے ہوگا قطع نظر اس سے کہ اس نے وہ اسلام میں کمایا ہے یا ارتداد میں۔ (۴)

(راجح) جہور کا موقف راجح ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

اور نہ ہی قاتل مقتول کا وارث ہوگا۔ ❶

وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ مِنَ الْمَقْتُولِ

❶ (۱) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا﴾ ”قاتل کسی چیز کا وارث نہیں بن سکتا۔“ (۶)

(۱) [بخاری (۶۷۶۴) کتاب الفرائض : باب لا يرث المسلم الكافر.....، مسلم (۱۶۱۴) مؤطا (۵۱۹/۲) طرابلسی

(۲۸۳/۱) احمد (۲۰۰/۵) دارمی (۳۷۰/۲) ابو داؤد (۲۹۰۹) ترمذی (۲۱۰۷) ابن ماجہ (۲۷۲۹) دارقطنی

(۷۹/۴) بیہقی (۲۱۷/۶) حمیدی (۲۴۸/۱) سعید بن منصور (۱۸۴/۱) عبد الرزاق (۱۴/۶) مسند شافعی

[۱۹۰/۲]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷۷۱۹/۱۰) المغنی (۳۴۸/۶)]

(۳) [الروضة الندية (۷۰۶/۲)]

(۴) [القوانين الفقهية (ص ۳۹۴) مغنی المحتاج (۲۵/۳) المغنی (۲۹۸/۶)]

(۵) [نیل الأوطار (۱۴۲/۴)]

(۶) [حسن : صحيح ابو داود (۳۸۱۸) كتاب الديات : باب ديات الأعضاء، ابو داود (۴۵۶۴) نسائي (۴۲/۸)]

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿لَيْسَ لِلْقَاتِلِ مِنَ الْمِيرَاثِ شَيْءٌ﴾ ”قاتل کو مقتول کی میراث سے کچھ نہیں ملے گا۔“ (۱)

اس پر علما کا اتفاق ہے کہ قتل میراث کے حصول میں رکاوٹ ہے اور قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا۔ (۲)
 (شافعی، ابوحنیفہ) قتل عمد ہو یا قتل خطا، قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوگا۔
 (مالک) اگر قتل خطا ہو تو وہ مال کا وارث ہوگا دیت کا نہیں۔ (۳)
 (امیر صنعانی) اس تفریق کی کوئی دلیل نہیں (یعنی ہر حال میں قاتل مقتول کا وارث نہیں بن سکتا)۔ (۴)

879- انبیاء کی وراثت

انبیاء کا ترکہ وراثہ میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا نورث ما ترکناہ صدقۃ﴾ ”ہمارا وارث نہیں بنا جاتا بلکہ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“ (۵)

880- مقتول کی دیت تمام وراثہ میں تقسیم کی جائے گی

عمر بن شعیب عن ابی یحییٰ عن جده روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ان العقل میراث بین ورثۃ القتیل علی قرابتہم فما فضل فللعصبۃ﴾ ”بے شک دیت مقتول کے وراثہ کے مابین تقسیم کی دی جائے گی کیونکہ وہ قرابت دار ہیں اور جو کچھ باقی بچ جائے گا وہ عصبہ رشتہ داروں کے لیے ہوگا۔“ (۶)



- (۱) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۶۷۱)، دار قطنی (۲۳۷/۴) بیہقی (۲۲۰/۶) شیخ حازم علی قاضی نے اس روایت کو صحیح موقوف قرار دیا ہے۔] [التعلیق علی سبیل السلام (۱۲۸۱/۳)] شیخ محمد بن حسن حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبیل السلام (۳۳۹/۵)]
- (۲) [الفقہ الإسلامی وأدلته (۷۷۱۰/۱۰) الفرائض (ص/۲۴۱)]
- (۳) [الأم للشافعی (۷۶/۴) المعرفة للشافعی (۱۰۳/۹) المبسوط (۴۶/۳۰) البحر الزخار (۳۶۷/۵) بدایة المحتہد (۲۲۰/۴)]
- (۴) [سبیل السلام (۱۲۸۱/۳)]
- (۵) [بخاری (۶۷۲۵، ۶۷۲۶) کتاب الفرائض: باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقۃ، مسلم (۱۷۵۸)]
- (۶) [حسن: صحیح ابو داود (۳۸۱۸) کتاب الدیات: باب دیات الأعضاء، ابو داود (۴۵۶۴) احمد (۱۷۸/۲)۔ (۱۸۳)]

www.KitaboSunnat.com

کتاب الجہاد والسیر

جہاد اور سیر کے مسائل

پہلی فصل: جہاد کے احکام

دوسری فصل: مال غنیمت کے مسائل

تیسری فصل: قیدی، جاسوس اور صلح کے مسائل

چوتھی فصل: باغیوں سے لڑائی کا حکم

پانچویں فصل: امامت کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿الَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [التوبة : ۳۹]

”اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿وذروا سنامه الجهاد﴾

”اسلام کی کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔“

[صحیح : صحیح ترمذی (۲۶۱۶)]

کتاب الجہاد والسیر

جہاد اور سیر کے مسائل

پہلی فصل

جہاد کے احکام

جہاد کرنا۔ ۲	الجہاد
--------------	--------

① لغوی وضاحت: لفظ جہاد باب جَاهَدَ يُجَاهِدُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے پوری طاقت صرف کرنا دشمن کے ساتھ لڑائی کرنا اور محنت و مشقت کرنا وغیرہ۔ (۱)
اصطلاحی و شرعی تعریف: (شافعیہ) اسلام کی نصرت کے لیے کفار کے ساتھ لڑائی کرنا۔ (۲)
(احناف) دین حق کی طرف دعوت دینا اور جو اسے قبول نہ کرے اس سے مال و جان کے ساتھ لڑائی کرنا۔ (۳)
(حنابلہ) باغیوں اور ڈاکوؤں کے علاوہ خاص کفار سے لڑائی کرنا۔ (۴)
(مالکیہ) مسلمان کا اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے کسی غیر معاہدہ کافر سے لڑائی کرنا یا تو اس کے علاقے میں جا کر یا اپنے علاقے میں اس کی آمد پر۔ (۵)

(ابن حجر) کفار سے لڑائی میں طاقت صرف کرنا جہاد ہے۔ (۶)

(ابن تیمیہ) جہاد یا تو دل کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً اسلام پر عمل کے لیے پختہ ارادہ کر لینا یا اسلام اور اسلامی شریعت کی طرف دعوت دینا جہاد (باللسان) ہے۔ باطل پرستوں کے خلاف دلیل و برہان قائم کرنا، حق کو واضح کر دینا اور شبہات کا خاتمہ کر دینا بھی جہاد ہے۔ مسلمانوں کے اجتماعی فائدے کے لیے رائے و تدبیر کرنا بھی جہاد ہے۔ اعداء اللہ کے خلاف اپنی

(۱) [المنجد (ص ۱۲۸) القاموس المحيط (ص ۲۵۰) لسان العرب (۷۱۰/۱) المصباح المنیر (ص ۱۱۲) المعجم الوسیط (ص ۱۴۲) الفقہ الإسلامی وأدلته (۵۸۴/۵۷۸) فتح الباری (۷۷/۶)]

(۲) [حاشیہ شرقاوی علی تحفة الطلاب (۳۹۱/۲) آثار الحرب (ص ۳۱)]

(۳) [بدائع الصنائع (۹۷/۷) فتح القدیر (۲۷۶/۴) الدر المختار (۲۳۸/۳) مغنی المحتاج (۲۰۸/۴) کشاف القناع

(۲۳/۳) شرح الزرقانی (۱۰۶/۲۳) نہایۃ المحتاج (۴۵/۸) المحلی علی المنہاج (۲۱۳/۴)]

(۴) [ایضاً]

(۵) [ایضاً]

(۶) [فتح الباری (۷۷/۶)]

جان کے ساتھ لڑائی کرنا بھی جہاد ہے۔ پس ان تمام صورتوں میں سے جو ممکن ہو یا جس کی ضرورت ہو اسی کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے۔ (۱)

(ابن قیم) رسول اللہ ﷺ کا جہاد قلب و جنان و دعوت و بیان اور سیف و ستان (سب) کے ساتھ تھا اور آپ کے تمام اوقات جہاد بالقلب، جہاد باللسان اور جہاد بالید کے لیے وقف تھے۔ (ثابت ہوا کہ جہاد ان تمام قسموں کو محیط ہے)۔

جہاد بالعدو سے پہلے جہاد بالنفس ضروری ہے کیونکہ جو شخص احکام پر عمل اور منہیات سے اجتناب پر اپنے نفس سے جہاد نہیں کرتا اس کے لیے دشمن سے جہاد کرنا بھی ممکن نہیں۔ (۲)

(امیر صنعانی) کفار یا انیوں کے خلاف لڑائی میں طاقت صرف کرنا جہاد ہے۔ (۳)

(عبداللہ بسام) کفار یا انیوں یا ڈاکوؤں کے خلاف لڑائی میں پوری محنت صرف کرنا جہاد ہے۔ (۴)

(شیخ وہب زحیلی) کفار کے خلاف لڑائی یا اپنے دفاع میں جان مال اور زبان کے ساتھ پوری طاقت صرف کر دینا جہاد ہے۔ (۵)

خلاصۃ التعریقات: کتاب سنت کی مجموعی نصوص اور درج بالا ائمہ کی بیان کردہ تعریقات کی روشنی میں ہمارے علم کے مطابق جہاد کی تعریف یہ ہے کہ ”ہر وہ انتھک محنت و کوشش جہاد میں شامل ہے جو کسی بھی طریقے سے غلبہ اسلام کی نیت سے کی جائے خواہ وہ محنت انفرادی ہو یا اجتماعی لسانی ہو یا قلمی مالی ہو یا جانی۔“

واضح رہے کہ جس جہد و جہد میں دین اسلام کی سر بلندی مقصود نہیں ہوگی وہ جہاد میں ہرگز شامل نہیں۔

جہاد کی اہمیت:

(۱) ﴿ كَتَبَ عَلَيْنِكُمُ الْقِتَالَ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة: ۲۱۶]

”تم پر قتال فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار گزرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو تم ناگوار سمجھو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

(۲) ﴿ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ [البقرة: ۲۴۴]

”اور اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔“

(۳) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴾ [التوبة: ۱۲۳]

(۱) [كشاف القناع (۳۶/۳) الفتاوى الكبرى لابن تيمية (۳۸۱۵)]

(۲) [زاد المعاد (۵/۳ - ۶)]

(۳) [سبل السلام (۱۷۴۵/۴)]

(۴) [التعليق على سبل السلام (۱۷۴۵/۴)]

(۵) [الفقه الإسلامي وأدلته (۵۸۴۶/۸)]

”اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیے اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔“

(4) ﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴾ [التوبة : ۳۶]

”اور مشرکوں سے سب لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان جاؤ کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں ہی کے ساتھ ہے۔“

(5) ﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴾ [البقرة : ۱۹۳]

”اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے خالص ہو جائے۔ اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے علاوہ کسی پر زیادتی نہ کرو۔“

(6) ﴿ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ وَيَضْرِبْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة : ۱۴-۱۵]

”ان (کافروں) سے لڑو! اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں مبتلا کر دے گا اور انہیں ذلیل کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور ایمان والے لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا اور ان کے دلوں کا غصہ ختم کرے گا اور جس پر اللہ چاہے گا رجوع فرمائے گا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔“

(7) ﴿ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ﴾ [الحج : ۷۸]

”اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔“

(8) ﴿ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ نَفَقْتُمُوهُمْ وَأَخْرَجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجْتُمُوهُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [البقرة : ۱۹۱]

”اور انہیں (کافروں کو) جہاں پاؤ قتل کرو اور جس جگہ سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے تم بھی انہیں وہاں سے نکال باہر پھینکو۔ اس لیے کہ قتل اگرچہ برا ہے مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔“

(9) ﴿ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبُ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَنتَحْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الرِّبَاطَ فَإِمَّا مَنَّا بَعْدَ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ﴾ [محمد : ۴]

”تو جب کافروں سے تمہارا گھمسان کارن پڑے تو گردنوں پر مارو۔ جب ان کا خوب خون بہا چکے تو مضبوط قید و بند سے گرفتار کرو۔ پھر اختیار ہے کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر۔ حتیٰ کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ لے۔“

(10) ﴿ فَقاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تَكُلْفُ إِلَّا نَفْسُكَ وَحَرْضُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [النساء : ۸۴]

”تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہو تجھے صرف تیری ذات، کی نسبت حکم دیا جاتا ہے ہاں ایمان والوں کو رغبت دلاتا رہے۔“

(11) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ جاہدوا المشرکین بأموالکم وأنفسکم و استنکم ﴾ ”مشرکوں کے خلاف اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔“ (۱)

(12) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أمرت أن أقاتل الناس حتی یشہدوا أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله و یقیموا الصلاة و یؤتوا الزکاة فإذا فعلوا ذلك عصموا منی دماہم وأموالہم إلا بحق الإسلام وحسابہم علی الله ﴾ ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں حتیٰ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کریں گے تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔“ (۲)

(13) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا کہ ﴿ لا ہجرۃ بعد الفتح ولكن جہاد و نية و إذا استنفرتم فأنفروا ﴾ ”اب فتح مکہ کے بعد حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ ان میں مسلمانوں کو ہجرت کر کے مدینہ آنے کی ضرورت نہیں رہی لیکن جہاد اور جہاد کی نیت برقرار ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل پڑو۔“ (۳)

(14) حضرت ابوبکر بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے ہوئے سنا اس حال میں کہ وہ دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن أبواب الجنة تحت ظلل السیوف ﴾ ”بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں۔“ یہ سن کر ایک پراگندہ شکل والا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اے ابو موسیٰ! کیا یہ بات تو نے اللہ کے رسول ﷺ سے خود سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! پس وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا اور انہیں الوداعی سلام کہا پھر اپنی تلوار کی نیام کو توڑ کر پھینک دیا اور تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔“ (۴)

(15) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا تبايعتم بالعينة وأخذتم أذناب البقر ورضیتم بالزرع و ترکتم الجہاد سلب الله علیکم ذللاً لا یزعه حتی ترجعوا الی دینکم ﴾ ”جب تم بیع عینہ (سودی کاروبار کی ایک قسم) شروع کر دو گے اور گائے بیلوں کی دمنوں کو پکڑ لو گے اور بھیتی باڑی میں ہی راضی ہو جاؤ گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دیں گے جو اس وقت تک نہیں ہٹائیں گے حتیٰ کہ تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آؤ۔“ (۵)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۱۸۶) کتاب الجہاد: باب کراهية ترك الغزو، ابو داؤد (۲۵۰۴)]

(۲) [بخاری (۲۵) کتاب الإیمان: باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزکاة]

(۳) [بخاری (۲۷۸۳) کتاب الجہاد والسیر: باب فضل الجہاد والسیر]

(۴) [مسلم (۱۹۰۲) کتاب الإمارة: باب ثبوت الجنة للشہید]

(۵) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۹۵۶) کتاب البیوع: باب فی النهی عن العینة، ابو داؤد (۳۴۶۲) الصحیحة (۱۱)]

جہاد کی فضیلت:

(1) ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْبَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ [التوبة: ۲۰-۲۲]

”جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا وہ اللہ کے ہاں بہت بڑے مرتبے والے ہیں اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضامندی کی اور جنتوں کی۔ ان کے لیے وہاں بیقیگی کی نعمت ہے وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کے پاس یقیناً بہت بڑا اجر ہے۔“

(2) ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ [الأنفال: ۷۴]

”جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کا رزق ہے۔“

(3) ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ [الحجرات: ۱۵]

”مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر پکا ایمان لائیں پھر شک و شبہ نہ کریں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔ یہی سچے لوگ ہیں۔“

(4) ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَا عَلَيْهِمْ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْسِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبة: ۱۱۱]

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں وہ قتل کرتے ہیں اور خود قتل ہو جاتے ہیں۔ اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تو رات میں نبیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے۔ تو تم لوگ اپنی اس تجارت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم نے اس سے معاملہ ٹھہرایا ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“

(5) ﴿فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ

غلب فسوف نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [النساء: ۷۴]

”پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ چکے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ خالی کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پالے یا غالب آجائے یقیناً ہم اسے بہت بڑا ثواب عنایت فرمائیں گے۔“

(6) ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولَى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكَلَّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ [النساء: ۹۵-۹۶]

”اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں۔ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں بہت فضیلت دے دی ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا ہے لیکن مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے۔ اپنی طرف سے مرتبے کی بھی اور بخشش کی بھی اور رحمت کی بھی اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

(7) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴾ [محمد: ۷]

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔“

(8) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ تَوْمُنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَالْآخِرَىٰ نَجْوَئُهَا نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الصف: ۱-۱۳]

”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟۔ (وہ تجارت یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور تمہیں ایک دوسری نعمت بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی ہے اور مومنوں کو خوشخبری دے دیجیے۔“

(9) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟

قَالَ الصَّلَاةُ عَلَىٰ مِيقَاتِهَا قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ ثُمَّ بَرِّئَ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا، میں عرض کیا

اس کے بعد کون سا افضل عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا والدین سے اچھا سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ آپ

ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔“ (۱)

(۱) [بخاری (۲۷۸۲) کتاب الجہاد : باب فضل الجہاد السیر مسلم (۸۳) کتاب الایمان : باب بیان کون الایمان

(10) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن رجلا قال يا رسول الله ﷺ دلني على عمل يعدل الجهاد قال لا أجده ثم قال هل تستطيع إذا خرج المحاهد أن تدخل مسجدك فتقوم ولا تفتر وتصوم ولا تفطر فقال ومن يستطيع ذلك؟ ﴾

”ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول! اس عمل کی راہنمائی فرمائیے جو جہاد کے برابر ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا جو جہاد کے برابر ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کیا تم میں اتنی ہمت واستقامت ہے کہ مجاہد کے جہاد پر جانے کے فوراً بعد تم اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ اور اس کے لوٹ آنے تک مسلسل قیام کرتے رہو اور کبھی نہ تھکو اور روزے رکھتے رہو اور کبھی افطار نہ کرو؟ پھر آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا یہ طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟“ (۱)

(11) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله ما بين الدرجتين كما بين السماء والأرض فإذا سألتم الله فاستلوه الفردوس فإنه أوسط الجنة وأعلى الجنة ومنه تفرج أنهار الجنة وفوقه عرش الرحمان ﴾

”بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے تیار کیے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ پس تم جب بھی اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو یہ سب جنتوں کے درمیان میں ہے اور سب سے عالی شان جنت ہے اسی سے جنت کی نہریں پھوٹی ہیں اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔“ (۲)

(12) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ مر رجل من أصحاب النبي بشعب فيه عيينة من ماء عذب فقال لو اعتزلت الناس فأقمت في هذا الشعب؟ ولن أفعل حتى استأذن رسول الله ﷺ فذكر ذلك لرسول الله فقال لا تفعل فإن مقام أحدكم في سبيل الله أفضل من صلوته في بيته سبعين عاما ألا تحبون أن يغفر الله لكم ويدخلكم الجنة؟ أغروا في سبيل الله من قاتل في سبيل الله فواق ناقة وجبت له الجنة ﴾

”صحابہ میں سے ایک آدمی کا گزر ایک گھاٹی سے ہوا جہاں ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ تھا۔ اس نے کہا اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ یہاں ٹھہر جاؤں اور اللہ کی عبادت کروں لیکن یہ کام اس وقت تک نہ کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں۔ لہذا اس نے سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرنا بے شک تم میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ میں کھڑے ہو جانا گھر کی ستر سال کی نمازوں سے بہتر ہے کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ جو آدمی اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیان ہی وقفہ جتنا اللہ کے راستے میں

(۱) [بخاری (۲۷۸۵) کتاب الجہاد : باب فضل الجہاد والسیر]

(۲) [بخاری (۲۷۹۰) کتاب الجہاد : باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ ، احمد (۳۳۵/۲) حاکم

لڑا اس پر اللہ کی جنت واجب ہوگی۔“ (۱)

(13) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے یروسیاحت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ سِيَاْحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”بے شک میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔“ (۲)

(14) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿جَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَنْجِي اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِهِ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ﴾ ”اللہ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے ذریعے پریشانی اور غم سے نجات عطا فرمادیتے ہیں۔“ (۳)

(15) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ثَلَاثَةٌ حَقَّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُمْ : الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَكَاتِبُ الَّذِينَ يَرِيدُونَ الْأَدَاءَ وَالنَّكَاحَ الَّذِي يَرِيدُ الْعِفَافَ﴾ ”تین بندے ایسے ہیں جن کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر حق ہے: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ایسا مکاتب غلام جو رقم کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے اور وہ نکاح کرنے والا جو پکا کداسی کا ارادہ رکھتا ہے۔“ (۴)

(16) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ خَيْرٍ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مَمْسُوكٌ عَنَّانٌ فَرَسُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ كَمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فِرْعَةَ طَارِعِيهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مِطْلَانَهُ أَوْ رَجُلٌ فِي غَنِيمَةٍ فِي رَأْسِ شَعْفَةٍ مِنْ هَذِهِ الشَّعْفِ أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هَذِهِ الْأَوْدِيَةِ يَقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيُعْبِدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِي خَيْرٍ﴾

”سب لوگوں سے بہترین زندگی اس آدمی کی ہے جو جہاد میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر لگام تھامے ہوئے دوڑا پھرتا ہے۔ جب کسی طرف سے حملے کا شوریہ گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو قتل ہونے کے لیے اس کی طرف دوڑ پڑتا ہے۔ موت کو موت کی جگہوں میں تلاش کرتا پھرتا ہے اور اس آدمی کی زندگی بھی بہتر ہے جو پہاڑ کی چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا پہاڑ کی

(۱) [حسن : صحيح الترغيب (۱۳۰۱) كتاب الجهاد : باب الترغيب في الجهاد في سبيل الله 'ترمذی (۱۶۵۶)

ابواب الفضائل الجهاد : باب ما جاء في الغلو والرواح في سبيل الله 'حاكم (۶۸/۲)]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود (۲۱۷۲) كتاب الجهاد : باب في النهي عن السياحة 'ابو داود (۳۴۸۶) حاكم

[(۷۳/۲)]

(۳) [صحيح لغيره : صحيح الترغيب (۱۳۱۹) كتاب الجهاد : باب الترغيب في الجهاد في سبيل الله 'احمد

(۷۵/۲) حاكم (۳۲۶-۳۱۶-۳۱۴/۵) حاكم (۷۵/۲) حاكم "نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۴) [حسن : صحيح الترغيب (۱۳۰۸) كتاب الجهاد : باب الترغيب في الجهاد في سبيل الله 'ترمذی (۱۶۵۵) ابن

حبان (۴۰۱۹) حاكم (۱۶۰/۲) حاكم "نے اس حدیث کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

ادیوں میں سے کسی ایک وادی میں رہتا ہے نماز پڑھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے اور موت تک اپنے رب کی عبادت کرتا ہے، لوگوں میں سے وہ شخص بھلائی پر ہے۔“ (۱)

(17) حضرت ابو عیسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار﴾ 'وفی لفظہ' ما اغبرتا قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار ﴿ جس شخص کے قدموں پر جہاد کے راستے پر چلنے کی وجہ سے گرد و غبار پڑی اس پر جہنم کی آگ حرام ہوگئی۔ اور دوسری جگہ فرمایا: نہیں خاک آلود ہوتے کسی آدمی کے قدم اللہ کے راستے میں پھرا سے جہنم کی آگ بھی چھوئے (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوگا)۔“ (۲)

(18) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿سمعت رسول اللہ ﷺ یقول موقف ساعة فی سبیل اللہ خیر من قیام لیلة القدر عند الحجر الأسود﴾ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے راستے میں لمحہ بھر کھڑا ہونا حجر اسود کے قریب لیلة القدر کے قیام سے بہتر ہے۔“ (۳)

(19) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا یجتمع کافر وقاتلہ فی النار أبدا﴾ "کافر اور اس کو قتل کرنے والا مجاہد دونوں کبھی آگ میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔“ (۴)

(20) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا ﴿أتعلم أول زمرة تدخل الجنة من امتی؟ قلت اللہ ورسولہ أعلم فقال المهاجرون یأتون یوم القیامة إلی باب الجنة ویستفتحون فیقول لهم الخزنة أوقد حو سبتم؟ قالوا بآی شیء نحاسب وإنما كانت أسیفا علی عواتقنا فی سبیل اللہ حتی متنا علی ذلك قال فیفتح لهم فیقولون فیها أربعین عاما قبل أن یدخلها الناس﴾

”کیا تو جانتا ہے کہ سب سے پہلا گروہ میری امت کا کونسا جنت میں داخل ہوگا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والے قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آئیں گے اور اس کو کھٹکھٹائیں گے تو جنت کا دربان ان سے پوچھے گا کیا تمہارا حساب و کتاب ہو چکا ہے؟ وہ جواب دیں گے ہمارا حساب کس چیز کا۔ ہمارا حال تو یہ تھا کہ تلواریں مسلسل ہمارے شانوں پر ہیں حتیٰ کہ ہمیں موت آگئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہ لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے چالیس سال پہلے

(۱) [مسلم (۱۸۸۹) کتاب الإمارة : باب فضل الجہاد والرباط]

(۲) [بخاری (۲۸۱۱۰، ۹۰۷) کتاب الجمعة : باب المشی إلی الجمعة : کتاب الجہاد : باب من اغبرت قدماہ فی

سبیل اللہ]

(۳) [صحیح : صحیح الترغیب (۱۲۲۳) کتاب الجہاد : باب الترغیب فی الرباط فی سبیل اللہ، ابن حبان (۴۵۸۴)

بیہقی فی الشعب (۴۲۸۶)]

(۴) [مسلم (۱۸۹۱) ابو داؤد (۲۴۹۵) نسائی (۱۳/۶) حاکم (۲۲/۲)]

جنت میں داخل ہو کر اس میں آرام کریں گے۔“ (۱)

شہید کی فضیلت:

(1) ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أحيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ [البقرة: ۱۵۴]

”اور اللہ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔“

(2) ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أحيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ

مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ

بِنِعْمَةِ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: ۱۶۹-۱۷۱]

”جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیے

جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو

اب تک ان سے نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں یوں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ خوش ہیں اللہ کی نعمت اور

فضل سے اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا۔“

(3) ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا

تَبْدِيلًا﴾ [الأحزاب: ۲۳]

”مومنوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ بعض نے تو اپنا عہد پورا کر

دیا اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔“

(4) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يَغْفِرُ لِلشَّهِيدِ كُلَّ ذَنْبٍ إِلَّا الدِّينَ وَفِي

رواية قال: القتل في سبيل الله يكفر كل شيء إلا الدين﴾

”اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ اللہ کے راستے میں قتل

ہونا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتا ہے۔“ (۲)

(5) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿رَأَيْتَ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أُتِيَانِي فَصَعَدَا بِي

الشجرة فأدخلا نبي دارا هي أحسن وأفضل لم أرقط أحسن منها قالوا أما هذه فدار الشهداء﴾

”میں نے آج رات کو خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے اور مجھے ایک درخت پر چڑھا کر لے گئے پھر ایک خوبصورت

اور بہترین گھر میں لے گئے جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا ان دونوں آدمیوں نے مجھے بتایا کہ یہ گھر

(۱) [حاکم (۷۰۱۲) أبو عوانہ (۹۴۱۵)]

(۲) [مسلم (۱۸۸۷) کتاب الإمارة: باب من قتل في سبيل الله كفرت خطايا به إلا الدين]

شہیدوں کا ہے۔“ (۱)

(6) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ ما أحد يدخل الجنة يحب أن يرجع إلى الدنيا وله ما على الأرض من شيء إلا الشهيد يتمنى أن يرجع إلى الدنيا فيقتل عشر مرات لما يرى من الكرامة ﴾ وفي رواية 'لما يرى من فضل الشهادة' ﴿

”جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے گا سوائے شہید کے وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور اس بار اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔“ (۲)

(7) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا ﴿ لما أصيب إخوانكم جعل الله أرواحهم في جوف طير خضر ترد أنهار الجنة تأكل من ثمارها وتأوي إلى فتاديل من ذهب معلقة في ظل العرش ﴾ فلما وجدوا طيب ما أكلهم ومشربهم ومقيلهم قالوا من يبلغ إخواننا عنا أنا أحياء في الجنة نرزق لعلنا يزهدوا في الجهاد ولا ينكولوا عند الحرب فقال الله تعالى أنا أبلغهم عنكم فأنزل الله عز وجل : وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أحياءٌ عند ربهم يُرزقون ﴿

”اُحد کے روز جو تمہارے بھائی شہید ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھ دیا۔ یہ پرندے جنت کی نہروں سے سیراب ہوتے ہیں جنت کے پھل کھاتے ہیں اور عرش الہی کے سائے میں لگی ہوئی سنہری قدیلوں میں آرام کرتے ہیں۔ انہوں نے جب اپنا اچھا کھانا پینا اور اچھی آرام گاہیں دیکھیں تو یہ آرزو کی کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر کر دے کہ ہم زندہ ہیں اور جنت میں ہیں؟ تاکہ ہمارے بھائی جنت سے نا امید نہ ہو جائیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو دیکھ کر فرمایا کہ میں تمہاری طرف سے یہ پیغام ان کو پہنچا دیتا ہوں چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی ”جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پار ہے ہیں۔“ (۳)

(8) حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ للشہید عند اللہ ست خصال يغفر له في أول دفعة من دمه ويرى مقعده من الجنة ويحار من عذاب القبر ﴾ ويأمن من الفزع الأكبر ويوضع على رأسه تاج الوقار الياقوتة منه خير من الدنيا وما فيها ويزوج ننتين وسبعين زوجة من الحور العين ويشفع

(۱) [بخاری (۲۷۹۱) کتاب الجہاد والسیر : باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ]

(۲) [بخاری (۲۸۱۷) کتاب الجہاد : باب تمنى المجاهد أن يرجع إلى الدنيا مسلم (۱۸۷۷) کتاب الإمامة : باب

فضل الشهادة في سبيل الله ترمذی (۱۶۶۱)]

(۳) [حسن : صحيح الترغيب (۱۳۷۹) کتاب الجہاد : باب الترغيب في الشهادة وما جاء في فضل الشهداء ابو داود

(۲۵۲۰) کتاب الجہاد : باب في فضل الشهادة حاکم (۸۸/۳)]

فی سبعین من أقاربه ﴿

”اللہ کے ہاں شہید کے چھ اعزاز ہوتے ہیں (اور وہ یہ ہیں): پہلے ہی لمحہ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔ عذابِ قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ قیامت کی مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا صرف ایک ہی یا قوت دینا اور اس میں جو ہے سب سے قیمتی ہے۔ گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر (72) حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ اس کے ستر (70) رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔“ (۱)

(9) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ﴿إني رجل أسود منتن الريح قبيح الوجه لا مال لي فإن أنا قاتلت هؤلاء حتى أقتل فأين أنا؟ قال في الجنة فقاتل حتى قتل فأتاه النبي ﷺ فقال قد بيض الله وجهك وطيب ريحك وأكثر مالك لقد رأيت زوجته من الحور العين نازعته جبة له من صوف تدخل بينه وبين جبة﴾

”میں کالے رنگ کا بد صورت انسان ہوں میرے پاس مال بھی نہیں اگر میں ان کفار سے لڑوں اور شہید کر دیا جاؤں تو کیا جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! چنانچہ یہ آگے بڑھے کفار سے لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کا ان پر گزر ہوا اور وہ شہید ہوئے پڑے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تیرے چہرے کو خوبصورت کر دیا اور تیری بو کو مہک دار کر دیا اور تیرے مال کو کثیر کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس کی دو بیویاں حوریں دیکھی ہیں۔ اس میت پر ایک جبہ ہے وہ دونوں جھگڑ رہی ہیں اور اس کی کھال اور جبہ کے درمیان داخل ہونا چاہتی ہیں۔“ (۲)

(10) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الشهداء على بارق نهر يباب الجنة في قبة حضراء يخرج عليهم رزقهم من الجنة بكرة وعشيا﴾

”شہداء جنت کے دروازے کے پاس سبز خیمہ میں نہر کے کنارے پر ہوں گے۔ ان کو صبح و شام جنت سے رزق ملے گا۔“ (۳)

(۱) [صحیح : صحيح الترغيب (۱۳۷۵) كتاب الجهاد : باب الترغيب في الشهادة وما جاء في فضل الشهداء 'ترمذی (۱۶۶۳) كتاب فضائل الجهاد : باب في ثواب الشهيد 'ابن ماجه (۲۷۹۹) كتاب الجهاد : باب فضل الشهادة في سبيل الله 'احمد (۱۳۱/۴)]

(۲) [صحیح : صحيح الترغيب (۱۳۸۱) كتاب الجهاد : باب الترغيب في الشهادة وما جاء في فضل الشهداء 'حاكم (۹۳/۲) امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔]

(۳) [حسن : صحيح الترغيب (۱۳۷۸) كتاب الجهاد : باب الترغيب في الشهادة وما جاء في فضل الشهداء 'احمد (۲۶۶/۱) حاکم (۷۴/۲) ابن حبان (۴۶۳۹) ابن ابی شیبہ (۲۹۰/۵)]

(جہاد) فرض کفایہ ہے۔ ①

فَرَضُ كَفَايَةِ

① تین صورتوں میں جہاد فرض عین ہوتا ہے۔ (۱)

(1) جب لشکر آپس میں ٹکرائے لگیں تو ہر حاضر شخص پر فرض عین ہے کہ وہ دشمن کے مقابلے میں ڈٹا رہے اور اس وقت پیٹھ پھیر کر بھاگنا حرام ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُولُوهُمُ الْآذِبَارَ ۚ وَمَنْ يُؤَلِّمُ يَوْمَئِذٍ ذُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّرًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴾

[الأنفال: ۱۰-۱۶]

”اے ایمان والو! جب تم کافروں سے رو برو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا۔ اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جوڑائی کے لیے پینتر ابدلتا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے۔ باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔“

اور حدیث میں ہے کہ ”سات ہلاک کر دینے والی اشیاء سے بچو (ان میں سے ایک یہ ہے) ﴿التولیٰ یوم الزحف﴾ جوڑائی کے دن پیٹھ پھیرنے سے۔“ (۲)

(2) جب کفار کسی شہر میں حملہ آور ہو جائیں تو ان کا دفاع کرنے کی غرض سے ان سے لڑائی کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ امام ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ((إذا نزل الکفار ببلد تعین علیٰ أهله قتالهم و دفعهم)) ”جب کافر کسی شہر میں اتر آئیں تو اس شہر والوں کے لیے ان سے لڑنا اور ان کا دفاع کرنا (فرض عین ہو جاتا ہے)۔“ (۳)

(3) جب حاکم وقت سب کو نکلنے کا حکم دے تو سب پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْأَقْلَتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ﴾ [التوبة: ۳۸]

”اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کے راستے میں کوچ کرو تو تم زمین سے لگے جاتے ہو۔“

اور حدیث میں ہے کہ ﴿ إذا استنفرتم فانفروا ﴾ ”جب تمہیں نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑو۔“ (۴)

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ (۵)

(۱) [المغنی (۳۴۶/۸)]

(۲) [بخاری (۲۷۶۶) کتاب الوصایا : باب قول الله تعالى إن الذين ياكلون أموال الیتیمی]

(۳) [المغنی (۳۴۶/۸)]

(۴) [بخاری (۳۰۷۷) کتاب الجہاد : باب لا هجرة بعد الفتح]

(۵) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع (ص ۹۸/۱) تبیین الحقائق (۲۴۱/۳) فتح القدیر (۲۷۸/۴) الدر المختار

(۲۳۹/۳) آثار الحرب (ص ۸۷/۳)]

فرض عین اور فرض کفایہ کی تعریف:

فرض عین: ((هو الفرض الذی یجب علی کل مسلم أن یفعلہ بنفسه كالصلاة والصوم)) ”فرض عین ایسا فرض ہے جسے کرنا بذات خود ہر مسلمان پر واجب ہو مثلاً نماز اور روزہ وغیرہ۔“

فرض کفایہ: ((الذی إذا قام به من یکفی سقط عن سائر الناس وإن لم یقم به من یکفی أثم الناس کلهم فالخطاب فی ابتدائه یتناول الجمیع کفرض الأعیان ثم یختلفان فی أن فرض الکفایة یسقط بفعل البعض وفرض الأعیان لا یسقط عن أحد بفعل غیره)) ”فرض کفایہ وہ ہے جسے اتنے لوگ ادا کریں جو کافی رہیں تو باقی تمام لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر اتنے لوگ ادا نہ کریں جو کافی ہوں تو تمام لوگ گناہ گار ہوتے ہیں۔ اس کا حکم شروع میں تمام لوگوں کو ہوتا ہے بعد میں دونوں کا فرق یہ ہے کہ فرض کفایہ کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے باقی سب سے ساقط ہو جاتا ہے اور فرض عین کسی ایک کے ادا کرنے سے دوسروں سے ساقط نہیں ہوتا۔“ (۱)

اس کی مثال نماز جنازہ ہے۔ یعنی اگر کچھ لوگ نماز جنازہ ادا کر لیں تو سب کے لیے اس میں حاضر ہونا ضروری نہیں لیکن اگر اتنے لوگ بھی حاضر نہ ہوں جو تجزیرو تکفین کے معاملات میں کفایت کر سکیں تو تمام مسلمان گناہ میں فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے شریک ہوں گے۔

جہاد کو فرض کفایہ کہنے والوں کے دلائل:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [التوبة: ۳۹] ”اگر تم نہ نکلے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔“ اور ﴿مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يُرِغِبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِمْ.....﴾ [التوبة: ۱۲۰] ”مدینہ کے رہنے والوں اور جو دیہاتی ان کے گرد پیش ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔“ ان آیات کو اس آیت ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرْنَا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ [التوبة: ۱۲۲] ”اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس جائیں ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔“

نے منسوخ کر دیا ہے۔ (۲)

(۲) امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے یہ آیت ﴿إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (نبی ﷺ کے ساتھ) خاص ہو کہ

(۱) [المغنی (۳۴۰/۸)]

(۲) [حسن: صحیح ابو داؤد (۲۱۸۷) کتاب الجہاد: باب فی نسیخ نفیر العامة بالخاصة، ابو داؤد (۲۰۰۵)]

- یعنی جب آپ جہاد کے لیے نکلے تو کہیں اور کوئی نہ نکلے (تو اسے یہ عذاب ہوگا)۔ (۱)
- (۳) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میرے سامنے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت مخصوص ہے منسوخ نہیں۔ (۲)
- (۴) فرض کفایہ کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات خود جہاد کے لیے جاتے اور بعض اوقات صرف دستوں کو بھیج دیتے اور خود نہ جاتے۔ (۳)

(۵) ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحَسَنَى﴾

[النساء : ۹۵]

”اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں۔ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں بہت فضیلت دے رکھی ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیچھے بیٹھ رہنے والے بھی جہاد کے بغیر گناہگار نہیں ہوں گے۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من آمن بالله ورسوله وأقام الصلاة وصام رمضان كان حقا على الله أن يدخله الجنة جاهد في سبيل الله أو جلس في أرضه التي ولد فيها﴾ ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے خواہ اس نے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کی ہو یا اُس زمین میں ہی بیٹھا رہا ہو جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔“ (۴)

ثابت ہوا کہ جہاد کے بغیر بھی جنت کی بشارت ہے لہذا یہ فرض عین نہیں۔

(۷) حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من جهز غازيا في سبيل الله فقد غزا ومن حلف غازيا في أهله فقد غزا﴾ ”جس نے اللہ کے راستے میں کسی غازی کو تیار کیا تحقیق اس نے بھی غزوہ کیا اور جس نے کسی غازی کے اہل و عیال کی اچھی نگہبانی کی اس نے بھی غزوہ کیا۔“ (۵)

(۸) حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه﴾ ”جس نے اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے شہادت کا سوال کیا اللہ تعالیٰ اسے شہداء

(۱) [تفسیر طبری (۱/۷)]

(۲) [فتح الباری (۱/۲۱۶)]

(۳) [الروضة الندية (۷۱۵/۲)]

(۴) [بخاری (۲۷۹۰) کتاب الجہاد : باب درجات المعاہدین فی سبیل اللہ]

(۵) [مسلم (۱۸۹۵) کتاب الإمامة : باب فضل إعانة الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ]

کے مرتبوں تک پہنچادے گا خواہ وہ اپنے بستر پر ہی کیوں نہ فوت ہو جائے۔“ (۱)

(حنا بلہ، شافعیہ) جہاد فرض کفایہ ہے۔ (۲)

فرض عین کہنے والوں کے دلائل:

(1) ﴿ اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ﴾ [التوبة: ۴۱]

”ہلکے ہو یا بوجھل (اللہ کے راستے میں) نکلو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔“

(2) ﴿ اِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [التوبة: ۳۹]

”اگر تم نہ نکلے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔“

(3) ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ ﴾ [البقرة: ۲۱۶]

”تم پر لڑائی فرض کر دی گئی ہے۔“

(4) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات على شعبة من نفاق ﴾ ”جو شخص اس حال

میں فوت ہوا کہ نہ تو اس نے غزوہ کیا اور نہ ہی اس کے دل میں اس کا ارادہ پیدا ہوا تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرے گا۔“ (۳)

(سعید بن مسیب) جہاد فرض عین ہے۔ (۴)

خلاصہ کلام: لفظ جہاد کتاب و سنت میں اظہار و معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(1) جہاد بمعنی قتال: جیسے قرآن میں ہے

﴿ اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ﴾ [التوبة: ۴۱]

”ہلکے ہو یا بوجھل نکل کھڑے ہو جاؤ اور اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کرو۔“

اس آیت میں جہاد بمعنی قتال استعمال ہوا ہے۔

(2) جہاد بمعنی غلبہ دین کے لیے محنت و کوشش: جیسا کہ سورہ فرقان میں ہے

﴿ فَلَا يُطِيعُ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴾ [الفرقان: ۵۲]

”پس آپ کافروں کا کہنا نہ مائیں اور قرآن کے ذریعہ ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں۔“

یہ آیت کی ہے اور ابھی قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا لہذا یہاں جہاد کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کے اوامر و نواہی کھول کھول کر

بیان کریں اور اہل کفر کے لیے جو جروتونخ اور وعیدیں ہیں وہ واضح کریں۔

(۱) [مسلم (۱۹۰۹) کتاب الإمامة: باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله تعالى]

(۲) [نیل الأوطار (۶۷۹/۴)]

(۳) [مسلم (۱۹۱۰) کتاب الإمامة: باب ذم من مات ولم يغز ولم يحدث نفسه بالفزوا]

(۴) [المغنی (۳۴۵/۸) تفسیر قرطبی (۳۸/۳)]

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ جاہدوا المشرکین بأموالکم أنفسکم وألسنتکم ﴾ ”مشرکین سے اپنے مال و جان اور زبان کے ساتھ جہاد کرو۔“ (۱)

لازمًا زبان کے ساتھ دشمنوں کے خلاف جنگ تو نہیں ہو سکتی تاہم کفار و منافقین کی سازشوں اور پروپیگنڈوں کو بے نقاب کر کے ان پر جہت قائم کی جا سکتی ہے۔

علاوہ ازیں ایک آیت میں لفظ جہاد درج بالا دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے اور وہ آیت یہ ہے

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ﴾ [التوبة : ۷۳]

”اے نبی! کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔“

امام شوکانی رقمطراز ہیں کہ ”جہاد بالکفار سے مراد ان کے خلاف جنگ کرنا ہے اور جہاد بالمنافقین سے مراد (ان کے

خلاف جنگ نہیں بلکہ ان کے خلاف جہت و برہان قائم کر دینا ہی ہے۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ جہاد کتاب و سنت میں جنگ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور غلبہ دین کے لیے دیگر ذرائع و وسائل سے محنت و کوشش کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ تو واضح رہے کہ اگر جہاد بمعنی قتال (یعنی دشمنوں کے خلاف جنگ کے) ہو تو گذشتہ فرض عین ہونے کی تین صورتوں کے علاوہ فرض کفایہ ہوگا۔ اور اگر جہاد دین کی سر بلندی کے لیے کسی بھی طریقے سے کی جانے والی محنت و کوشش کے معنی میں ہو تو وہ ہر مسلمان پر ساری زندگی نماز کی طرح فرض عین ہے۔

(ابن حجر) فرماتے ہیں کہ ((والتحقیق أيضا أن جنس جهاد الكفار متعين على كل مسلم إما بيده وإما بلسانه وإما بماله وإما بقلبه والله أعلم)) ”محقق و مسلم بات یہ ہے کہ کفار کے بالمقابل جنس جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہے خواہ یہ جہاد ہاتھ سے ہو یا زبان سے مال سے ہو یا دل سے۔“ (۳)

تنبیہ: فرض کفایہ بھی جب تک ادا نہ ہوتا ہو فرض عین ہوتا ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ ”کتاب و سنت میں جہاد کی فرضیت کے متعلق جو دلائل آئے ہیں اتنے زیادہ ہیں کہ یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں لیکن وہ صرف علی الکفایہ ہی واجب ہے۔ جب بعض لوگ اسے ادا کر رہے ہوں تو باقی لوگوں سے ساقط ہے اور جب تک بعض اسے ادا نہ کریں ہر مکلف پر فرض عین ہے۔“ (۴)

مثلاً کوئی شخص پانی میں غرق ہو رہا ہو اور وہاں کچھ تیراک موجود ہوں تو ان میں سے ایک بھی اگر اسے بچالے تو سب کا فرض ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی نہ بچائے اور کہے کہ یہ تو فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں تو یہ بات قابل قبول نہ ہوگی۔

(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۱۸۶) کتاب الجہاد : باب کراهية ترك الغزو ابو داؤد (۲۵۰۴)]

(۲) [تفسیر فتح القدیر (۴۶۲/۲)]

(۳) [فتح الباری (۳۸/۶)]

(۴) [السیل العرر (۵۰/۴)]

ہرنیک و بدعکمران کے ساتھ۔ ①

مَعَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ

① کیونکہ جہاد کے وجوب کے لیے جہاں بے شمار احکامات ہمیں کتاب و سنت میں ملتے ہیں وہاں ایسی کوئی شرط نہیں ملتی کہ جہاد صرف نیک حکمران کے ساتھ ہی کیا جائے گا۔ البتہ جہاد کا صرف اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے ہونا بہر صورت ضروری ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا گیا جو شجاعت دکھانے کے لیے لڑتا ہے اور غیرت ملی کے لیے لڑتا ہے اور ریا کاری کے لیے لڑتا ہے ان میں سے کون سا نبی اللہ لڑائی کر رہا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ قَاتَلَ لَتَكُونَ كَلِمَةَ اللَّهِ فِي الْعَلِيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”جو شخص اس نیت سے لڑا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو وہ نبی سبیل اللہ ہے۔“ (۱)

روح ذیل احادیث بھی اس مسئلے کی تائید کرتی ہیں لیکن ان میں ضعف ہے۔

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ بَرٍّ كَانُ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ هُوَ عَمَلُ الْكِبَائِرِ﴾ ”جہاد ہرنیک یا گنہگار حکمران کے ساتھ واجب ہے اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو۔“ (۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيمَانِ وَالْجِهَادُ ماضٍ مِنْدٌ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ يُقَاتَلَ آخِرَ أُمَّتِي الدَّجَالَ لَا يَبْطُلُهُ حُورٌ جَائِرٌ وَلَا عَدْلٌ عَادِلٌ.....﴾ ”تین چیزیں ایمان کی اصل سے ہیں..... اور جہاد میری بعثت سے لے کر میری امت کے آخری گروہ کے دجال کے خلاف جنگ کرنے تک جاری رہے گا اور اسے کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل نہیں مٹا سکتا۔“ (۳)

(احمد) اگر حاکم شراب پینے اور خیانت کرنے کے ساتھ بھی معروف ہو پھر بھی اس کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے گا کیونکہ ان اشیاء کا تعلق اس کے اپنے نفس سے ہے اور نبی ﷺ سے یہ حدیث مروی ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لِيُؤَيِّدَ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ﴾ ”اللہ تعالیٰ فاجر و گنہگار شخص سے بھی دین کی مدد لے لیتے ہیں۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۱۲۳) ۲۸۱۰، ۳۱۲۶] کتاب العلم : باب من سأل وهو قائم عالما جالسا مسلم (۱۹۰۴) احمد (۳۹۲/۴) ابو داؤد (۲۵۱۷) ترمذی (۱۶۴۶) نسائی (۲۳/۶) ابن ماجہ (۲۷۸۳) ابن حبان (۴۶۳۶) بیہقی (۱۶۷/۹) طیالسی (۴۸۷)]

(۲) [ضعیف : إرواء الغلیل (۵۲) ضعیف الجامع الصغیر (۲۶۷۳) المشکاة (۱۱۲۵) ابو داؤد (۲۵۳۳) کتاب الجہاد : باب فی الغزو مع أئمة الحور، دارقطنی (۵۶/۲) بیہقی (۱۸۵/۸) اللعل المتناہیة لابن الحوزی (۴۲۲/۱)]

(۳) [ضعیف : ضعیف الجامع الصغیر (۲۵۳۲) المشکاة (۵۹)]

(۴) [بخاری (۳۰۶۲) کتاب الجہاد : باب إن الله يؤيد الدين بالرجل الفاجر المغني (۱۴/۱۳)]

إِذَا أُذِنَ الْأَبْوَانِ

جب والدین اجازت دیں۔ ①

① (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا“ میں نے کہا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔“ میں نے کہا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿الجهاد في سبيل الله﴾ ”اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔“ (۱)

ثابت ہوا کہ والدین کے حقوق جہاد پر مقدم ہیں۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب جہاد فرض عین نہ ہو۔ (۲)

(2) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ وہ بولا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فسفيهما فجاهد﴾ ”تو تم ان دونوں (کی خدمت) میں جدوجہد کرو۔“ (۳)

(3) ایک روایت میں ہے کہ ”اس شخص نے آ کر کہا میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ آپ کے ساتھ مل کر جہاد کروں اور جب میں آیا تو میرے والدین رورہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فارجع إليهما فاضحكهما كما أبكتهما﴾ ”تو ان کے پاس واپس جا اور انہیں اسی طرح خوش کر جیسے تو نے انہیں رلایا ہے۔“ (۴)

(4) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا یمن میں تمہارا کوئی رشتہ دار ہے؟ اس نے کہا میرے والدین ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا ”نہیں۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ارجع إليهما واستأذنهما فإن أذنا لك فجاهد وإلا فبرهما﴾ ”ان کے پاس واپس جاؤ ان سے اجازت مانگو پھر اگر وہ دونوں تمہیں اجازت دے دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرو۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۵۲۷) کتاب مواقت الصلاة: باب فضل الصلاة لوقتها، مسلم (۱۳۹) احمد (۴۰۹/۱) ترمذی

(۱۷۳) نسائی (۲۹۲/۱) حمیدی (۱۰۳) الأدب المفرد للبخاری (۱) ابن خزيمة (۳۲۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۶۸۶/۴)]

(۳) [بخاری (۳۰۰۴) کتاب الجہاد والسیر: باب الجہاد باذن الأبوين، مسلم (۲۵۴۹) ترمذی (۱۶۷۱) نسائی

(۱۰۱۶) حمیدی (۹۸۵) ابن حبان (۳۲۰، ۳۱۸) بیہقی (۲۵/۹)]

(۴) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۲۲۴۲) ابو داؤد (۲۵۲۸) کتاب الجہاد: باب في الرجل يغزو وأبواه كارهان،

احمد (۱۶۰/۲) نسائی (۱۴۳/۷) ابن ماجہ (۲۷۸۲) الأدب المفرد للبخاری (۱۹) ابن حبان (۴۱۹) حاکم

(۱۵۲/۴) عبدالرزاق (۹۲۸۵) حمیدی (۵۸۴) مسلم (۲۵۴۹) شرح السنة (۳۷۸/۱۰)]

(۵) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۲۰۷) احمد (۷۵/۳) ابو داؤد (۲۵۳۰) کتاب الجہاد: باب في الرجل يغزو وأبواه

كارهان، حاکم (۱۰۳/۲) ابن حبان (۴۲۲) بیہقی (۲۶/۹)]

(5) حضرت معاویہ بن جاہم السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جاہمہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا ”ہاں“ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿الزُّمَّهَا فَإِنَّ الْحَنَةَ عِنْدَ رَجُلَيْهَا﴾ ”اسے لازم پکڑو (یعنی اس کی خدمت کرو) کیونکہ جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے۔“ (۱)

(جمہور) جہاد کے لیے والدین کی اجازت لینا واجب ہے اور ان دونوں یا ان میں سے ایک کی اجازت کے بغیر حرام ہے کیونکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے پھر کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ (۲)

حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ اور امام شافعیؒ کا یہی موقف ہے۔ (۳)

(اوزاعیؒ) فرانس چھوڑنے میں والدین کی اطاعت نہیں کی جائے گی کیونکہ جب عبادت متعین (فرض عین) ہو جائے تو والدین کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جیسا کہ نماز (کی ادائیگی میں والدین سے اجازت نہیں مانگی جائے گی)۔ (۴)

(بغویؒ) جب جہاد فرض عین نہ ہو اور والدین مسلمان ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر نہ نکلے لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر کسی اجازت کی ضروری نہیں اور جب والدین کافر ہوں تو فرض عین یا فرض کفایہ دونوں صورتوں میں جہاد کے لیے بغیر اجازت جانا درست ہے۔ (۵)

بعض علما کا یہ موقف ہے کہ والدین سے اجازت لینا یا نہ لینا مسلمانوں کے امیر پر منحصر ہے اگر وہ کہے تو اجازت لی جائے جیسا کہ احادیث میں موجود ہے اور اگر وہ نہ کہے تو اجازت نہ لی جائے جیسا کہ اکثر و بیشتر صحابہ کرام کے متعلق غزوات میں شرکت منقول ہے مثلاً غزوہ بدر احد احزاب وغیرہ لیکن کسی کو آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ واپس جاؤ اور اجازت لے کر آؤ۔

وَهُوَ مَعَ إِخْلَاصِ النِّيَّةِ يَكْفُرُ الْخَطَايَا إِلَّا الدُّنْيَا	اخلاص نیت کے ساتھ کیا ہوا جہاد فرض کے سوا تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ ①
--	---

① (1) حضرت ابوقحادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے خبر دیجیے کہ اگر میں اللہ کے راستے میں

(۱) [صحیح : صحیح نسائی (۲۹۰۸) صحیح ابن ماجہ (۲۷۸۱) احمد (۴۲۹/۳) نسائی (۱۱/۶) ابن ماجہ

(۲۷۸۱) بیہقی (۲۶/۹)]

(۲) [نیل الأوطار (۶۸۷/۴) المغنی (۲۶/۱۳)]

(۳) [ایضاً]

(۴) [المغنی (۲۷/۱۳)]

(۵) [شرح السنة (۵۲۰/۵)]

قتل کر دیا جاؤں تو کیا وہ میری غلطیاں (گناہ) معاف فرمادے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿نعم وأنت صابر محتسب مقابلاً غیر مدبر إلا الدین فإن جبرئیل قال لی ذلک﴾ ﴿”ہاں“ (لیکن) تو صبر کرنے والا ہوا جبر کی نیت رکھنے والا ہو آگے بڑھنے والا ہو پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو مگر قرض (معاف نہیں ہوگا)۔ یہ بات جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتلائی ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿یغفر اللہ للشہید کل ذنب إلا الدین﴾ فإن جبرئیل قال لی ذلک ﴿”اللہ تعالیٰ قرض کے سوا شہید کا ہر گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ بلاشبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ بتلایا ہے۔“ (۲)

وَيُلْحِقُ بِهِ حَقُّوقَ الْأَدَمِيِّينَ
اور قرض کے ساتھ (باقی) حقوق العباد بھی ملائے جائیں گے۔ ①

① امام شوکانیؒ کی یہاں مراد یہ ہے کہ تمام حقوق العباد کو قرض پر قیاس کیا جائے گا کہ وہ بھی شہادت سے معاف نہیں ہوں گے۔ فی الحقیقت یہ بات قطعی طور پر درست نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کی وضاحت فرمادیتے اور ((تساخیر البیان عن وقت الحاجة لا يجوز)) ”ضرورت کے وقت سے وضاحت کو مؤخر کر دینا جائز نہیں۔“ نیز حدیث میں خاص قرض کا لفظ آیا ہے لہذا خاص سے عام پر دلالت کسی بھی اصول کے مطابق درست نہیں۔

وَلَا يُسْتَعَانُ فِيهِ بِالْمُشْرِكِينَ إِلَّا لِضُرُورَةٍ
جہاد میں ضرورت کے علاوہ مشرکین سے مدد نہیں لی جائے گی۔ ①

① (1) ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میں آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فارجع فلن أشتعين بمشرك﴾ ”تو تم واپس چلے جاؤ کیونکہ میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔“ (۳)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تستضيئوا بنار المشركين﴾ ”مشرکوں کی آگ سے روشنی حاصل مت کرو۔“ (۴)

(3) حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اسلحہ سے لیس ہو کر آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ! افسانل أو أسلم ﴿”میں قتال کروں یا مسلمان ہو جاؤں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أسلم ثم قتال﴾ ”پہلے اسلام قبول کر لو پھر قتال

(۱) [موطا (۴۶۱/۲) کتاب الجہاد: باب الشهداء فی سبیل اللہ، احمد (۲۹۷/۵) مسلم (۱۸۸۵) ترمذی (۱۷۱۲)

نسائی (۳۴۱/۶) حمیدی (۴۲۵) عبد بن حمید (۱۹۲)]

(۲) [مسلم (۱۸۸۶) کتاب الإمامة: باب من قتل فی سبیل اللہ احمد (۲۲۰/۲)]

(۳) [مسلم (۱۸۱۷) کتاب الجہاد: باب کراهة الإستعانة فی الغزو بکافر، احمد (۶۷/۶) ابو داؤد (۲۷۳۳) ترمذی

(۱۵۵۸) ابن ماجہ (۲۸۳۲)]

(۴) [ضعیف: ضعیف نسائی (۳۹۹) کتاب الزینة: باب قول النبی ﷺ لا تنقشوا علی حواتمکم عربیا، نسائی

(۵۲۱۲) الضعیفة (۴۷۸۱) احمد (۹۹/۳)]

کرو۔“ پھر اس نے مسلمان ہو کر قتال کیا اور شہید ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿عمل قلیلاً أجر كثيراً﴾ ”اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت زیادہ حاصل کر لیا۔“ (۱)

ان احادیث کے برعکس نبی ﷺ نے خود مشرکین سے مدد لی ہے۔

(۱) قرمان مشرک تھا لیکن جنگ احد میں شریک ہو کر اس نے بنو عبدالدار کے تین افراد قتل کر دیے جو کہ مشرکین کے علمبردار تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إن الله ليازرها هذا الدين بالرجل الفاجر﴾ ”اللہ تعالیٰ اس دین کو فاجر شخص کے ساتھ بھی قوت پہنچاتے ہیں۔“ (۲)

(۲) بنو نضاعة (حالت شرک میں) قریش کے خلاف فتح مکہ کے سال نبی ﷺ کے ساتھ نکلے۔ (۳)

(۳) حنین کے دن آپ ﷺ نے صفوان بن امیہ سے مدد لی۔ (۴)

جہاد کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر آپ ﷺ نے مشرکین کی مدد قبول فرمائی ہے۔

(۱) ابوطالب مشرک تھے لیکن وفات تک آپ ﷺ کی ہر ممکن مدد کرتے رہے۔

(۲) شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے بعد بنو ہاشم اور بنو مطلب (مشرکین) نے آپ کا ساتھ دیا لیکن آپ نے انکار نہیں کیا۔

(۳) طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے مطعم بن عدی (مشرک) سے مدد طلب کی تو اس نے اپنے متعدد بیٹوں کے ساتھ آپ کو پناہ دے کر مکہ میں پر امن طریقے سے داخل کیا۔

(۴) ہجرت کے وقت مکہ سے مدینہ تک راستہ بتانے کے لیے آپ ﷺ نے ایک مشرک کو اجرت پر رکھا۔

(احناف) کافروں اور منافرانوں سے مدد لینا جائز نہیں۔ (۵)

”شافعی“ پہلے ممنوع تھی پھر رخصت دے دی گئی۔ (۶)

(راجح) (۱) احادیث کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ مشرکین سے ضرورت کے وقت مدد لینا جائز ہے جب کہ بغیر ضرورت جائز نہیں۔ (۷)

(۲) مشرک سے مدد لینا اس وقت جائز نہیں جب اس پر اعتماد نہ ہو یا وہ آپ کا حلیف نہ ہو ورنہ مدد لینا درست ہے جیسا کہ

(۱) [بخاری (۲۸۰۸) کتاب الجہاد والسیر : باب عمل صالح قبل القتال، مسلم (۱۹۰۰)]

(۲) [الإصابة (۳۳۵/۵ - ۳۳۶) فتح الباری (۲۴۸/۸)]

(۳) [بخاری (۴۲۸۰) سیرة ابن ہشام (۴۶/۴)]

(۴) [نبیل الأوطار (۳۹۰/۵)]

(۵) [نبیل الأوطار (۶۹۱/۴)]

(۶) [کما فی التلخیص (۱۹۰/۴)]

(۷) [الروضة الندية (۷۲۲/۲)]

رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں متعدد واقعات موجود ہیں۔

○ منافق سے مدد لینا بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں سے جنگ احد کے وقت تعاون کیا۔ (۱)

وَتَجِبُ عَلَى الْجَيْشِ طَاعَةُ أَمِيرِهِمْ إِلَّا فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ	معصیت الہی کے حکم کے سوا لشکر پر اپنے امیر کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ ①
--	---

① (1) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء: ۵۹]

”اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور امر والوں کی فرمانبرداری کرو۔“

(2) ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُيُتِمُّوهُ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ﴾ [آل عمران: ۱۵۲]

”یہاں تک کہ جب تم نے پست بہتی اختیاری اور کام میں جھگڑنے لگے اور (امیر کی) نافرمانی کی۔“

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أطاعني فقد أطاع الله ومن عصاني فقد عصى الله ومن يطع الأمير فقد أطاعني ومن يعص الأمير فقد عصاني﴾ ”جس نے میری اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔“ (۲)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

یہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی جسے رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹے دستے میں بھیجا تھا۔ (۳)

(5) حضرت علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک مختصر لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر ایک انصاری صحابی (عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما) کو بنایا ﴿وأمرهم أن يطيعونه﴾ ”اور لشکریوں کو حکم دیا کہ سب اپنے امیر کی اطاعت کریں۔“ پھر امیر کسی وجہ سے ناراض ہو گیا اور اپنے فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے؟ سب نے کہا ہاں فرمایا ہے۔ (امیر نے کہا) پھر تم سب لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں تو امیر نے حکم دیا کہ اس میں آگ

لگاؤ انہوں نے آگ لگا دی۔ اب اس نے حکم دیا کہ سب اس میں کود جاؤ لشکری کو نے ہی والے تھے کہ انہی میں سے بعض نے بعض کو روکا اور کہا کہ ہم تو اس آگ ہی کے خوف سے رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے ہیں۔ ان باتوں میں وقت گزر گیا اور

(۱) [بخاری (۳۹۰۴) مسلم (۲۷۷۲)]

(۲) [بخاری (۲۹۵۷) کتاب الجہاد والسیر : باب یقاتل من وراء الامام ویقی بہ مسلم (۱۸۳۵) نسائی (۱۵۴۱۷)]

ابن ماجہ (۲۸۵۹) ابن حبان (۴۵۵۶) بیہقی (۱۵۵۱۸) أبو عوانہ (۱۰۹۱۲) احمد (۲۴۴۲)

(۳) [بخاری (۴۵۸۴) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله أطيعوا الرسول..... مسلم (۱۸۳۴) ابو داؤد (۲۶۲۴) ترمذی

(۱۷۶۲) نسائی (۱۵۵۱۷) احمد (۳۳۷۱)]

آگ بھی بجھ گئی اس کے بعد امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا جب اس واقعہ کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ لوگ اس میں کود جاتے تو پھر قیامت تک اس سے نہ نکلتے اور فرمایا ﴿ لا طاعة في معصية الله انما الطاعة في المعروف ﴾

”اللہ کی نافرمانی میں امیر کی اطاعت نہیں کی جائے گی بلکہ صرف نیکی کے کاموں میں کی جائے گی۔“ (۱)

امیر پر لازم ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور انہیں حرام کاموں سے روکے۔ ❶	وَعَلَيْهِمْ مَشَاوِرُهُمْ وَالرَّفْقُ بِهِمْ وَكَقْتُهُمْ عَنِ الْحَرَامِ
--	---

❶ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]

”ان سے معاملات میں مشورہ کیجیے۔“

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کو جب ابوسفیان کے آنے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے مشورہ کیا۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے کلام پر آپ نے اعراض کیا، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا شاید آپ ہم سے پوچھنا چاہتے ہیں (پھر کہا) ﴿ والذی نفسی بیدہ ! لو أمرتنا أن نخیضها البحر لأخضناها ﴾ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اسے سمندر میں ڈبو دیں تو ہم ایسا بھی کر دیں گے (اور اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں تو ہم ایسا بھی کرنے کو تیار ہیں)۔“ (۲)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ ما رأیت أحدًا قط كان أكثر مشورة لأصحابه من رسول الله ﷺ ﴾

”میں نے کبھی بھی کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔“ (۳)

(۴) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما من عبد يسترعيه الله رعية يموت يوم يموت وهو غاش لرعيته إلا حرم الله عليه الجنة ﴾ ”جسے بھی اللہ تعالیٰ کسی رعایا کا نگران بنائے پھر وہ اس حال میں فوت ہو کہ وہ اپنی رعایا سے دھوکا کرنے والا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔“ (۴)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿ اللهم من ولى من أمر امتي شيئا فرفق بهم فارفق به ﴾ ”اے اللہ! جو بھی میری امت میں سے کسی کا دوا لی بنے۔ وہ اگر ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ

(۱) [بخاری (۴۳۴۰، ۷۱۴۵) کتاب المغازی: باب سرية عبد الله بن حذافة..... مسلم (۱۸۴۰) نسائی (۱۰۹/۷)]

ابو داؤد (۲۶۲۵) ابن حبان (۴۵۶۷) احمد (۸۲/۱ - ۹۴ - ۱۲۴)

(۲) [مسلم (۱۷۷۹) کتاب الجہاد والسیر: باب غزوه بدر، احمد (۲۲۰/۳)]

(۳) [ترمذی تعلیقا (۲۱۴/۴) احمد (۳۲۸/۴) بیہقی (۲۱۸/۹) ترتیب المسند للشافعی (۱۷۷/۲) دلائل النبوة

(۱۰۹/۴)]

(۴) [بخاری (۷۱۵۰) کتاب الأحکام: باب من استرعی رعية فلم ينصح، مسلم (۲۲۷)]

نزہی کر۔“ (۱)

(6) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما من أمير يلي أمور المسلمين ثم لا يحتهد لهم ولا ينصح لهم إلا لم يدخل الجنة ﴾ ”جو بھی مسلمانوں کے معاملات کا وال بنے پھر وہ ان کے لیے کوشش و محنت نہ کرے اور نہ ہی ان کی خیر خواہی کرے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (۲)

(7) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں پیچھے رہتے تھے کمزور کو چلاتے تھے اسے پیچھے سوار بھی کر لیتے تھے اور ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ (۳)

<p>حاکم کے لیے جائز ہے کہ جب وہ جہاد کے لیے جانے لگے تو اپنے ارادے کے علاوہ کسی اور جگہ کی طرف اشارہ کرے ❶ اور جاسوس بھیج کر حالات کی خبر رکھے۔ ❷</p>	<p>وَيُشْرَعُ لِلْإِمَامِ إِذَا أَرَادَ غَزْوًا أَنْ يُورَى بغير مَا يُؤِيدُهُ، وَيُشْرَعُ أَنْ يُدْكَى الْعِيُونَ وَيَسْتَطْلِعَ الْأَخْبَارَ</p>
---	--

❶ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أنه ﷺ كان إذا أراد غزوة وري بغيرها ﴾ ”آپ ﷺ جب کسی غزوے پر جانا چاہتے تو توریہ (دوسرے سے چھپا کر رکھنے) سے کام لیتے۔“ (۴)

❷ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ احزاب کے روز کہا ﴿ من يأتيني بخبر القوم ﴾ ”میرے پاس (دشمن) قوم کی خبر کون لائے گا؟“ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ”میں“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ہرنی کا ایک حواری (مددگار) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔“ (۵)

(2) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ بعث عينا بنظر عير أبي سفيان ﴾ ”نبی ﷺ نے ابوسفیان کے قافلے کو دیکھنے کے لیے ایک جاسوس روانہ فرمایا۔“ (۶)

(3) نبی ﷺ نے جنگ بدر میں مشرکین کے لشکر کی تعداد معلوم کرنے کے لیے کچھ افراد جاسوسی کے لیے بھیجے۔ (۷)

(۱) [مسلم (۱۸۲۸) کتاب الإمامة : باب فضيلة الإمام العادل..... احمد (۶۲/۶) ابن حبان (۵۵۳) بیہقی (۱۳۶/۱۰)]

(۲) [مسلم (۱۴۲) کتاب الإيمان : باب استحقاق الوالي العاش لرعيته النار]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۲۹۸) کتاب الجہاد : باب فی لزوم الساقۃ ابو داؤد (۲۶۳۹)]

(۴) [بخاری (۴۴۱۸) کتاب المغازی : باب حدیث کعب بن مالک مسلم (۲۷۶۹) احمد (۳۹۰/۶) ابو داؤد (۲۶۳۷)]

(۵) [بخاری (۲۸۴۶، ۲۸۴۷) کتاب الجہاد والسیر : باب فضل الطلیعة احمد (۳۰۷/۳) مسلم (۲۴۱۵) ترمذی (۳۷۴۵) ابن ماجہ (۱۱۲) نسائی فی الفضائل (۱۰۷)]

(۶) [مسلم (۱۷۷۰) کتاب الجہاد والسیر : باب غزوة بدر ابو داؤد (۲۶۸۱)]

(۷) [سیرة ابن ہشام (۳۰۷/۲ - ۳۰۸)]

وَيُرْتَبُ الْجُيُوشُ وَيَتَّخَذُ الرِّايَاتُ وَالْأَلْوِيَةَ

دستوں کو ترتیب دے، جھنڈے اور علامات مقرر کرے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿خير الصحابة أربعة وخير السرايا أربعمائة وخير جيوش أربعة آلاف ولا يغلب اثنا عشر ألفا من قلة﴾ ”بہترین ساتھی چار ہیں، بہترین سرایا (چھوٹے دستے) چار سو (400) کی تعداد پر مشتمل ہیں۔ اور بہترین جیوش (بڑے لشکر) چار ہزار (4,000) کی تعداد والے ہیں۔ اور بارہ ہزار (12,000) مجاہدین قلت کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہوں گے۔“ (۱)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿كانت رأية النبي ﷺ سوداء ولواءه أبيض﴾ ”نبی ﷺ کا جھنڈا کالا تھا اور آپ کا علم سفید تھا۔“ (۲)

(2) دشمن سے جنگ کے وقت رسول اللہ ﷺ لشکروں کو ترتیب دیتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے جنگ احد کے دن تیر اندازوں کو پہاڑی پر مقرر فرمایا اور انہیں اپنی جگہ پر متعین رہنے کو کہا اگر چہ وہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو اس حالت میں دیکھیں کہ انہیں پرندے اُچک رہے ہیں۔ (۳)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿أن النبي ﷺ دخل مكة ولواءه أبيض﴾ ”نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کا جھنڈا سفید تھا۔“ (۴)

(5) حضرت حارث بن حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں سیاہ جھنڈے دیکھے۔ (۵)

○ نبی ﷺ کے جھنڈے پر (لا إله إلا الله محمد رسول الله) لکھا ہوا تھا۔ (۶)

وَتَجِبُ الدُّعْوَةُ قَبْلَ الْقِتَالِ إِلَى إِحْدَى قِلَاتٍ
خِصَالٍ أَمَا الْإِسْلَامُ أَوْ الْجَزِيَّةُ أَوِ السَّيْفُ

لڑائی سے پہلے تین باتوں میں سے ایک کی طرف دعوت دینا واجب ہے: اسلام قبول کرو، جزیہ دو یا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ❶

❶ (1) حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر یا سریرہ کا امیر مقرر فرماتے تو اسے بالخصوص خدا

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۲۷۵) کتاب الجہاد : باب فیما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرايا، ابو داود (۲۶۱۱) ترمذی (۱۵۵۵) حاکم (۴۴۳/۱) ابن خزیمہ (۲۵۳۸) احمد (۲۹۴/۱) ابن حبان (۴۷۱۷) عبد الرزاق (۹۶۹۹) دارمی (۲۱۵/۲) مشکل الآثار (۳۲۸/۱) بیہقی (۱۵۶/۹)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۲۷۴) کتاب الجہاد : باب الرایات والألویة، الصحیحہ (۲۱۰۰) ترمذی (۱۶۸۱) ابن ماجہ (۲۸۱۸) التاریخ الکبیر للبخاری (۳۲۵۰۲۱۴)]

(۳) [بخاری (۳۰۳۹) کتاب الجہاد والسیر : باب ما یکره من التنازع والاختلاف فی الحرب وعقوبة من عصی إمامه]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۲۵۹) کتاب الجہاد : باب فی الرایات والألویة، ابو داود (۲۵۹۲) ابن ماجہ (۲۸۱۷) نسائی (۲۷۶۶) حاکم (۱۰۴/۲)]

(۵) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۲۲۷۲) الصحیحہ (۲۱۰۰) ترمذی (۱۹۶/۴) تحفه الأشراف (۳۲۸/۵) ابن ماجہ (۲۸۱۶)]

(۶) [طبرانی اوسط (۲۷۰۲) امام شوکانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [نیل الأوطار (۷۰۶/۴)]

خوفی اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی اور خیر کی نصیحت فرماتے۔ اس کے بعد فرماتے اللہ کے نام کے ساتھ اس کے راستے میں جہاد کرو ان لوگوں سے جو خدا کے منکر و کافر ہیں۔ لڑائی کرو خیانیت نہ کرنا دھوکہ نہ دینا مثلاً نہ کرنا بچوں کو قتل نہ کرنا ﴿وإذا لقيت عدوك من المشركين فادعهم إلى ثلاث خصال فأيتهمن أجابوك إليها فاقبل منهم وكف عنهم﴾

”جب مشرک دشمن سے ملاقات ہو تو ان کو لڑائی سے پہلے تین چیزوں کی دعوت پیش کرو۔ ان میں سے جسے وہ قبول کر لیں اسے قبول کر لو اور ان سے لڑائی نہ کرو۔“ پہلے ان کو اسلام کی دعوت پیش کرو پس اگر وہ اسے تسلیم کر لیں تو اسے قبول کر لو۔ پھر ان کو دعوت دو کہ وہ اپنے گھر یا چھوڑ کر (والاسلام) مہاجرین کے ملک کی طرف ہجرت کر کے آجائیں۔ اگر وہ انکار کر دیں تو ان کو خیردار کر دو کہ ان کے حقوق بدوی مسلمانوں کے برابر ہوں گے اور ان کے لیے مال غنیمت اور مال فنی میں سے کچھ نہیں ہوگا۔ اِلا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد میں شریک ہوں۔ اگر اس سے انکار کریں تو ان سے جزیہ لو۔ اگر وہ اسے تسلیم کر لیں تو اسے بھی قبول کر لو اور اگر وہ انکار کریں تو اللہ سے مدد طلب کرو اور ان سے لڑائی شروع کر دو۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ما قاتل رسول الله ﷺ قوما قط إلا دعاهم﴾ ”نبی ﷺ نے کسی بھی قوم سے انہیں دعوت دینے کے بغیر قتال نہیں کیا۔“ (۲)

درج ذیل حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے:

﴿ان النبي ﷺ أغار على بني المصطلق وهم غارون﴾ ”نبی ﷺ نے بنو مصطلق پر ان کی غفلت کی حالت میں حملہ کر دیا۔“ (۳)

ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے نافع کو خط لکھا کہ وہ مجھے قتال سے پہلے دعوت کے متعلق بتائیں تو انہوں نے مجھے لکھا ﴿إنما كان ذلك فسي أول الإسلام وقد أغار رسول الله ﷺ على بني المصطلق وهم غارون فقتل مقاتلتهم وسبى ذراريهم﴾ ”یہ تو ابتدائے اسلام میں تھا اور رسول اللہ ﷺ نے بنو مصطلق پر شب خون مارا تو اس وقت وہ لوگ بے خبر و غافل تھے۔ پس آپ نے ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا۔“ (۴)

اس مسئلے کے متعلق علما کے تین مذاہب ہیں:

(مالکؒ) کفار کو اسلام کی دعوت دینا واجب ہے انہیں پہلے دعوت پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو۔

(۱) [مسلم (۱۷۳۱) کتاب الجہاد والسیر : باب تامة الامراء على البعوت ووصيته إياهم] احمد (۲۱۰/۵) أبو

يعلى (۱۴۱۳) أبو داود (۲۶۱۲) ترمذی (۱۴۰۸) ابن ماجه (۲۸۰۸) ابن حبان (۴۷۳۹) طحاوی (۲۰۶/۳)

بيهقي (۱۵/۹) ابن الجارود (۱۰۴۲)

(۲) [احمد (۲۳۱/۱) حاکم (۱۵/۱) أبو يعلى (۲۴۹۴) عبد بن حميد (۶۹۷)]

(۳) [بخاری (۲۵۴۱) کتاب العتق : باب من ملك من العرب رقيقا]

(۴) [مسلم (۱۷۳۰) کتاب الجہاد والسیر : باب جواز الإغارة على الكفار الذين بلغتهم دعوة الإسلام من غير تقدم

إعلام بالإغارة]

(حنا بلہ) کفار کو دعوت دینا کسی صورت میں بھی واجب نہیں ہے۔

(جمہور) اگر کفار کو پہلے دعوت نہ پہنچی ہو تو انہیں دعوت دینا واجب ہے بصورت دیگر مستحب ہے۔ (۱)

(راجح) جمہور کا موقف احادیث کے زیادہ قریب ہے۔

(ابن منذر) جمہور کے قول کے ساتھ ہی متضاد احادیث کو جمع کیا جائے گا۔ (۲)

(امیر صنعانی) یہی (تیسرا) قول راجح ہے۔ (۳)

○ گذشتہ روایات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عرب غلام بنائے جاسکتے ہیں۔ جمہور مالکیہ اور احناف کا یہی مذہب ہے۔ (۴)

وَيَعْرَمُ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالْأَطْفَالِ وَالشُّبَّانِ إِلَّا لِبُغْضٍ وَرِوَاةٍ	(دوران جنگ) خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنا حرام ہے إلا لا کوئی (شدید) ضرورت ہو۔ ❶
---	---

❶ (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غزوے میں ایک عورت کو دیکھا کہ اسے قتل کیا گیا ہے ﴿نہی

عن قتل النساء والصبيان﴾ ”تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔“ (۵)

(۲) حضرت رباح بن ریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تقتلوا ذرية ولا عسيفا﴾ ”بچوں اور مزدوروں کو قتل نہ کرو۔“ (۶)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابن ابی الحقیق کی طرف افراد روانہ فرمائے تو ﴿نہی عن قتل النساء والصبيان﴾ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔“ (۷)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا صغیرا ولا امرأ﴾ ”انتہائی بوڑھے آدمی کو قتل نہ کرو اور نہ ہی چھوٹے بچے کو اور نہ ہی عورت کو۔“ (۸)

(۱) [الفقه الإسلامی وأدلته (۳۸۵۳/۸) المغنی (۲۹/۱۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۷۰۰/۴)]

(۳) [سبل السلام (۱۷۶۰/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۷۰۱/۴) سبل السلام (۱۷۶۰/۴)]

(۵) [بخاری (۳۰۱۵) کتاب الجہاد والسیر : باب قتل النساء فی الحرب 'مسلم' (۱۷۴۴) ابو داؤد (۲۶۶۸) ترمذی (۱۰۶۹) ابن ماجہ (۲۸۴۱) نسائی فی السنن الکبری (۱۸۵/۵) موطا (۴۴۷/۲) دارمی (۲۲۳/۲) احمد (۱۲۲/۲)]

(۶) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۲۴) کتاب الجہاد : باب فی قتل النساء 'الصحیحہ' (۷۰۱) ابو داؤد (۲۶۶۹) نسائی فی السنن الکبری (۱۸۶/۵) ابن ماجہ (۲۸۴۲) احمد (۴۸۸/۳) حاکم (۱۲۲/۲) بیہقی (۹۱/۹)]

(۷) [بیہقی (۷۸/۹) عبد الرزاق (۴۰۷/۵) مجمع الزوائد (۳۱۸/۵) امام بیہقی نے اس کے رجال کو جمع کے رجال قرار دیا ہے۔]

(۸) [ضعیف : ضعیف ابو داؤد (۵۶۱) کتاب الجہاد : باب فی دعاء المشرکین 'ابو داؤد (۲۶۱۴)]

(5) حضرت سمرۃ بنتیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اقتلوا اشیوخ المشرکین واستبقوا شرحہم﴾ ”مشرکین کے ماہر و تجربہ کار عمر رسیدہ لوگوں کو قتل کرو اور بلوغت کی عمر کو نہ پہنچنے والوں کو باقی رہنے دو۔“ (۱)

درج بالا دونوں روایات ضعیف ہیں۔ امام شوکانیؒ نے انہیں قابل حجت خیال کرتے ہوئے ان کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ ”ایسے بوڑھوں کو قتل نہیں کیا جائے گا جو نہ تو کفار نفع پہنچا سکتے ہوں اور نہ ہی مسلمانوں کو نقصان اور عمر رسیدہ مگر ماہرین جنگ کو لازماً قتل کیا جائے گا۔“ (۲)

(6) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تقتلوا الوالدان ولا أصحاب الصوامع﴾ ”بچوں کو قتل نہ کرو اور نہ ہی گرجوں کے عبادت گزاروں کو۔“ (۳)

ضرورت کے وقت انہیں قتل کرنا جائز ہے جیسا کہ شب خون کے بیان میں آئندہ حدیث آئے گی کہ صحابہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ شب خون میں تو وہ عورتوں اور بچوں کو بھی مار دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ہم منہم﴾ ”وہ بھی ان میں سے ہی ہیں۔“ (۴)

(نوٹی) فرماتے ہیں کہ ”ہم منہم“ کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں قتل کرنے کے ارادے سے جا کر مارو بلکہ یہ جواز اسی وقت ہے جب مشرکین تک پہنچنا انہیں روندنے کے بغیر ممکن نہ ہو۔ (۵)
(شافعی، اہل کوفہ) جو عورت بھی لڑائی شروع کر دے تو اسے قتل کرنا جائز ہے۔ (۶)
درویش یا شیخ فانی پر قیاس کرتے ہوئے اہل علم فرماتے ہیں کہ جن افراد سے کبھی بھی نفع و نقصان کی توقع نہیں ہے مثلاً اندھایا غیر مقاتل وغیرہ تو انہیں بھی قتل نہیں کیا جائے گا۔ (۷)

وَالْمُثَلَّةَ وَالْإِخْرَاقَ بِالنَّارِ وَالْفِرَارَ مِنْ الزُّحْفِ إِلَّا إِلَىٰ فِتْنَةٍ	اسی طرح مثلہ کرنا ❶ آگ میں جلانا ❷ اور میدان جنگ سے فرار بھی حرام ہے لاکہ اپنے کسی دستے کی پناہ میں جا رہا ہو۔ ❸
--	---

❶ حضرت بریدہ بنی ہاشمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طویل روایت میں فرمایا ﴿ولا تمثلوا﴾ ”اور تم

(۱) [ضعیف : ضعیف ابو داؤد (۵۷۱) ترمذی (۱۵۸۳) کتاب السیر : باب ماجاء فی النزول علی الحکم ابو داؤد (۲۶۷۰) شیخ حازم علی قاضی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ (التعلیق علی سبل السلام (۱۷۶۸/۴)]

(۲) نیل الأوطار (۷۱۹/۴)

(۳) [احمد (۲۶۶/۱) اس روایت کی سند میں ابراہیم بن اسمعیل بن ابی حبیبہ راوی ضعیف ہے۔ [التاریخ الكبير (۲۷۱/۱)

المجروحین (۱۰۹/۱) المرح والتعدیل (۸۳/۲) میزان الاعتدال (۱۹۱/۱)]

(۴) [بخاری (۳۰۱۲) کتاب الجہاد والسیر : باب أهل الدار بیبتون فیصاب الولدان والذراری]

(۵) [شرح مسلم (۲۹۳/۶)]

(۶) [کافی نیل الأوطار (۷۱۸/۴)]

(۷) [نیل الأوطار (۷۱۹/۴) الأم للشافعی (۳۵۰/۷) المبسوط (۲۹/۱۰) المغنی (۱۷۷/۱۳) بداية المجتهد (۳۸۲/۱)]

(دوران جنگ) مثلہ مت کرو۔“ (۱)

(شوکانی) اس حدیث میں مثلہ کی حرمت پر دلیل ہے۔ (۲)

② (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ اگر تمہیں فلاں فلاں مل جائیں تو انہیں آگ میں جلا دینا پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں کو جلا دینا لیکن ﴿إِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللَّهُ﴾ ”آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی عذاب دے سکتا ہے۔“ اس لیے اگر وہ تمہیں ملیں تو انہیں قتل کر دینا (آگ نہ لگانا)۔ (۳)

(۲) جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ علم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (زنا دقہ) کو جلا دیا ہے تو انہوں نے فرمایا اگر میں ایسا کرتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ﴿لَا تَعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ﴾ ”اللہ کے عذاب کے ساتھ مزائد دو.....“ البتہ میں انہیں ضرور قتل کرتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔ (۴)

○ واضح رہے کہ بوقت ضرورت درختوں اور دیگر سامان کو جلا دیا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿حُرِّقَ رَسُولُ اللَّهِ نَخْلَ بَنِي نَضِيرٍ وَقَطَعَ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو نضیر کے کھجوروں کے درخت جلا دیے اور کاٹ دیے۔“ (۵)

(جہور) دشمن کے شہر میں تخریب کاری اور (سامان کو) جلا نا درست ہے لیکن ضرورت و مصلحت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ (۶)

③ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُولُوهُمُ الْآدْبَارَ ۚ وَمَنْ يُؤْمِدْ يُؤْمِدْ ذُبُورًا إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ ۚ فَكُفِّرُوا بِنَافْسِهِمْ وَبِسِمَاكِ اللَّهِ ۚ وَمَا وَدَّ اللَّهُ أَنْ يَهْتَدِيَ بِكُمْ إِلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَسَىٰ أَمْرًا يَسْعَىٰ ۚ﴾ [الأنفال: ۱۵-۱۶]

”اے ایمان والو! جب تم کافروں سے رو برو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پیٹھ مت پھیرو اور جو شخص اس وقت پیٹھ پھیرے گا مگر جو لڑائی کے لیے جینتر بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔“

(۱) [مسلم (۱۷۳۱) کتاب الجہاد والسیر : باب نامیر الإمام الأمراء ترمذی (۱۶۱۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۳/۵)]

(۳) [بخاری (۳۰۱۶) کتاب الجہاد والسیر : باب لا یعذب بعذاب اللہ ابو داؤد (۲۶۷۴) ترمذی (۱۵۷۱) دارمی

(۲۲۲/۲) احمد (۳۰۷/۲)]

(۴) [بخاری (۳۰۱۷) کتاب الجہاد والسیر : باب لا یعذب بعذاب اللہ]

(۵) [بخاری (۴۰۳۱) کتاب المغازی : باب حدیث بنی النضیر، مسلم (۱۷۴۶)]

(۶) [فتح الباری (۲۶۵/۶)]

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”سات ہلاک کر دینے والی اشیاء سے بچو (ان میں سے ایک یہ ہے) ﴿التولسی یوم الزحف﴾ ”مقابلے والے دن پیٹھ پھیر جانا۔“ (۱)

”متحرراً لقتال“ کا مطلب یہ ہے کہ ایک جانب سے دوسری جانب کو پھرنا، دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے مثلاً تنگ جگہ سے کشادہ جگہ کی طرف پھر جانا، نیچے سے اوپر کھلی جگہ سے پوشیدہ کی طرف وغیرہ۔

”متحیزا الی فتنۃ“ کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کی پناہ و حفاظت میں چلے جانا پھر ان کے ساتھ مل کر لڑنا۔ (۲)

وَيَجُوزُ تَبْيِئْتُ الْكُفَّارِ وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ وَ الْخِدَاعِ	کفار پر شب خون مارنا (رات کی غفلت میں حملہ کرنا) ① جھوٹ بولنا ② اور دھوکہ دینا بھی جنگ میں جائز ہے۔ ③
---	---

① (1) حضرت صعّب بن جثامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے مشرکین کے بچوں کے متعلق پوچھا گیا کہ ﴿بیئتوں فیصیون من نساہم وذراریہم﴾ ”ان کے گھر والوں پر شب خون مارا جاتا ہے تو ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی مار دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ بھی انہی میں سے ہیں۔“ (۳)

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿بیئنا ہوازن مع ابی بکر الصدیق﴾ ”ہم نے قبیلہ ہوازن پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر شب خون مارا۔“ (۴)

(شوکانی) اس حدیث میں ثبوت موجود ہے کہ کفار پر شب خون مارا جاسکتا ہے۔ (۵)

(ترمذی) بعض اہل علم نے تورات کو حملہ کرنے کی اجازت دی ہے لیکن بعض نے اسے ناپسند کیا ہے۔ امام احمد اور امام اسحاق نے کہا کہ رات کو دشمن پر شب خون مارنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۶)

② (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب محمد بن مسلمہ کو کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے لیے بھیجا تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ﴿فأذن لی فاقول..... قال قد فعلت﴾ ”مجھے اجازت دیجیے کہ میں کوئی بات کہوں (یعنی انہیں دھوکہ دینے کے لیے خواہ جھوٹ ہی ہو) تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے ایسا کیا (یعنی تمہیں اجازت دی)۔“

(۱) [بخاری (۲۷۶۶) کتاب الوصایا: باب قول اللہ تعالیٰ: إن الذین یا کلون أموال الیتیمی..... ابو داود (۲۸۷۴) نسائی (۲۵۷/۶)]

(۲) [تفسیر فتح القدیر (۲۹۴/۲) تیسیر العلی القدیر (۲۷۸/۲) تفسیر قرطبی (۳۸۳/۷)]

(۳) [بخاری (۳۰۱۲) کتاب الجہاد والسیر: باب أهل الدار بیئتوں فیصاب الولدان والذراری، مسلم (۱۷۴۵) ابو داود (۲۶۷۲) ترمذی (۱۵۷۰) ابن ماجہ (۲۸۳۹) احمد (۳۷/۴)]

(۴) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۲۹۷) احمد (۴۶/۴) ابو داود (۲۶۳۸) کتاب الجہاد: باب فی البیات، ابن ماجہ (۲۸۴۰) دارمی (۲۱۹/۲) حاکم (۱۰۷/۱)]

(۵) [نیل الأوطار (۷۱۷/۴)]

(۶) [ترمذی (۱۲۲/۴)]

تو انہوں نے جا کر اسے کہا ﴿إِنَّ هَذَا (یعنی) النبی ﷺ قَدْ عَسَانَا وَسَأَلْنَا الصَّدَقَةَ﴾ ”یقیناً اس نبی ﷺ نے تو ہمیں مشقت و پریشانی میں ڈال رکھا ہے اور ہم سے صدقہ مانگتا ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت ام کلثوم بنت عقبہ فرماتی ہیں کہ ”میں نے نبی ﷺ سے کسی چیز میں جھوٹ بولنے کی رخصت کے متعلق

نہیں سنا۔“ إلا فی الحرب والإصلاح بین الناس وحديث الرجل امرأته وحديث المرأة زوجها ﴿”مگر جنگ میں“

اور لوگوں کے درمیان اصلاح کے لیے اور آدمی کی اپنی بیوی سے بات میں اور بیوی کی اپنے شوہر سے بات میں۔“ (۲)

(نوویؒ) ظاہر یہی ہے کہ ان تینوں کاموں میں حقیقی جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن معاریض کا استعمال زیادہ بہتر ہے۔ (۳)

③ (۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الحرب خدعة﴾ ”جنگ دھوکہ ہے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔ (۵)

(ابن قدامہؒ) جنگ میں مد مقابل دشمن کو دھوکہ دینا جائز ہے۔ (۶)

(نوویؒ) کفار کو دوران جنگ ہر ممکن طریقے سے دھوکہ دینے کے جواز پر اتفاق ہے مگر اس میں نقض عہد نہیں ہونا چاہیے۔ (۷)

881- جہاد سے متعلقہ چند ضروری مسائل

○ ہر عمل کی طرح جہاد میں بھی اخلاص نیت ضروری ہے ورنہ سب سے پہلے جہنم میں جانے والا بھی مجاہد ہی ہوگا۔ (۸)

○ مجاہد کی مالی معاونت کرنے والا بھی جہاد میں شریک ہے۔ (۹)

○ مسلمانوں کے ساتھ غدرو خیانت کرنا حرام ہے۔ (۱۰)

○ مریضوں یا زخمیوں کی خدمت کی مصلحت کے تحت عورتوں کو بھی جہاد میں لے جانا جائز ہے۔ (۱۱)

(۱) [مسلم (۱۸۰۱) کتاب الجہاد والسیر : باب قتل کعب بن الأشرف طاغوت الیہود بخاری (۳۰۳۲)]

(۲) [مسلم (۲۶۰۵) کتاب البر والصلۃ والآداب : باب تحريم الكذب وبيان المباح منه بخاری (۲۶۹۲) ابو داود

(۴۹۲۱) ترمذی (۱۹۳۸) احمد (۴۰۳/۶) نسائی فی السنن الکبری (۳۵۱/۵)]

(۳) [شرح مسلم (۴۰۴/۸)]

(۴) [بخاری (۳۰۳۰) کتاب الجہاد والسیر : باب الحرب خدعة مسلم (۱۷۳۹)]

(۵) [بخاری (۳۰۲۹) کتاب الجہاد والسیر : باب الحرب خدعة مسلم (۱۷۴۰)]

(۶) [المغنی (۴۱/۱۳)]

(۷) [شرح مسلم (۴۵/۱۲)]

(۸) [مسلم (۱۹۰۵) کتاب الإمارة : باب من قاتل للرياء احمد (۳۲۱/۲) نسائی (۲۳/۶)]

(۹) [بخاری (۲۸۴۳) کتاب الجہاد والسیر : باب فضل من جہز غازیاً مسلم (۱۸۹۵) ابو داود (۲۵۰۹) ترمذی

(۱۶۳۸) نسائی (۴۶/۶) ابن حبان (۴۶۳۱) طیالسی (۹۴۶) بیہقی (۲۸/۹) ابن الحارود (۱۰۲۷)]

(۱۰) [احمد (۲۳۱/۱) حاکم (۱۵/۱) أبو یعلیٰ (۲۴۹۴) عبد بن حمید (۶۹۷)]

(۱۱) [بخاری (۲۸۸۲) کتاب الجہاد والسیر : باب مداواة النساء الجرحی فی الغزو احمد (۳۵۸/۶) نسائی

فی السنن الکبری (۲۷۸/۵)]

- عورتوں کا جہاد حج ہے۔ (۱)
- رسول اللہ ﷺ جب دن کی ابتداء میں جنگ کے لیے نہ جاسکتے تو سورج ڈھلنے اور ہوائیں چلنے کا انتظار فرماتے پھر نماز کے بعد جہاد کے لیے نکلتے۔ (۲)
- دورانِ قتال دشمن کے خلاف تکبرانہ چال چلنا جائز ہے۔ (۳)
- جہاں اسلام کی علامت (اذان وغیرہ) ظاہر ہو جاتی رسول اللہ ﷺ وہاں حملہ نہ کرتے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو حملہ کر دیتے۔ (۴)
- دشمن سے جنگ کی تمنا نہیں کرنی چاہیے لیکن اگر جنگ ہو جائے تو پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ (۵)
- شہادت کی تمنا کرنا جائز ہے۔ (۶)
- شہید پرفرشتے اپنے پروں کا سایہ کر دیتے ہیں۔ (۷)
- اللہ تعالیٰ سے جہاد کے لیے اولاد طلب کرنا درست ہے۔ (۸)
- قتال سے پہلے کفار کی طرف دعوتی خطوط ارسال کرنا مشروع ہے۔ (۹)



- (۱) [بخاری (۲۸۷۵) کتاب الجہاد والسیر : باب جہاد النساء]
- (۲) [بخاری (۳۱۶۰) کتاب الجزية : باب الجزية والموادعة مع أهل الحرب ' ابو داود (۲۶۵۵) ترمذی (۱۶۱۲)]
- (۳) [حسین : صحیح ابو داود (۲۳۱۶) کتاب الجہاد : باب فی الخیلاء فی الحرب ' ابو داود (۲۶۵۹) نسائی (۷۸/۵) احمد۔ (۴۴۵/۵) حاکم (۴۱۸/۱) دلائل النبوة للبيهقي (۲۳۴/۳)]
- (۴) [بخاری (۶۱۰) کتاب الأذان : باب ما يحقن بالأذان من الدماء ' احمد (۱۵۹/۳)]
- (۵) [بخاری (۳۰۷۵) کتاب الجہاد والسیر : باب لا تمنوا لقاء العدو]
- (۶) [بخاری (۲۷۹۷) کتاب الجہاد والسیر : باب تمنى الشهادة]
- (۷) [بخاری (۲۸۱۶) کتاب الجہاد والسیر : باب من طلب الولد للجہاد]
- (۸) [بخاری (۲۸۱۹) کتاب الجہاد والسیر : باب من طلب الولد للجہاد]
- (۹) [بخاری (۲۹۳۸) کتاب الجہاد والسیر : باب دعوة اليهود والنصارى وعلى ما يقاتلون عليه]

مال غنیمت کے مسائل

وَمَا غَنِمَةَ الْجَيْشِ كَانَ لَهُمْ أَرْبَعَةٌ
أَحْمَابِهِ وَخُمْسُهُ يَصْرِفُهُ الْإِمَامُ فِي
مَصَارِفِهِ

لشکر کو جو مال بطور غنیمت ① ملے اس کے چار حصے ان میں تقسیم ہوں گے اور پانچواں حصہ حاکم وقت (مصلحت کے تحت) مختلف مصارف میں خرچ کرے گا۔ ②

- ① لغوی وضاحت: غنیمت سے مراد ایسے اموال ہیں جو جنگ میں حاصل ہوں۔ غنیمت کی جمع ختام ہے باب غَنِمَ يَغْنَمُ (سمع) غنیمت حاصل کرنا، باب. اَغْنَمَ يَغْنِمُ (الفعال) غنیمت حاصل کرانا، باب تَغْنَمُ، اِغْتَنَمَ، اِسْتَغْنَمَ (تفعل) المتعال، استغفعل) غنیمت سمجھنا، الْمَغْنَمُ اور الْغَنَمُ یہ الفاظ غنیمت کے ہم معنی ہیں۔ (۱)
- شرعی تعریف: اہل حرب (دشمن) سے سختی اور غلبے کے ذریعے چھینے ہوئے اموال، غنیمت کہلاتے ہیں۔ (۲)
- مال فنی: مال فنی سے مراد وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے صلح کے ذریعے یا جزیہ و خراج کی صورت میں حاصل ہو۔ (۳)
- ② حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو مال غنیمت کے ایک اونٹ کی طرف (رخ کر کے) نماز پڑھائی پھر سلام پھیرنے کے بعد اونٹ کے پہلو سے اُون لی اور فرمایا ﴿ لَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلَ هَذَا إِلَّا الْخُمْسُ وَالْخُمْسُ مَرْدُودٌ فِيكُمْ ﴾ ”تمہاری شیعہوں میں سے میرے لیے اس کے برابر بھی جائز نہیں مگر خمس اور خمس بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔“ (۴)

(۲) عمرو بن شعیب عن ابيہ عن جدہ اسی معنی میں ایک روایت منقول ہے۔ (۵)

(۳) حضرت عمر باض بن ساریہ رضی اللہ عنہما سے بھی اس کی مثل حدیث مروی ہے۔ (۶)

(۱) [القاموس المحيط (ص/۱۰۳۱) المنجد (ص/۶۱۸)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۵۸۹۶/۸)]

(۳) [تفسیر أحسن البیان (ص/۴۹۱) الفقه الإسلامي وأدلته (۵۸۹۶/۸) آثار الحرب (ص/۵۵۳)]

(۴) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۳۹۳) کتاب الجہاد: باب فی الإمام یمتأثر بشیئ فی الفیء لنفسہ، ابو داود (۲۷۵۵) صحیح نسائی (۳۸۵۸)]

(۵) [حسن: صحیح ابو داود (۲۳۴۳) احمد (۱۸۴/۲) ابو داود (۲۶۹۴) نسائی (۲۶۳/۶-۲۶۳) موطا (۴۵۷/۲)]

(۶) [احمد (۱۲۷/۴-۱۲۸) بزار (۲۹۱/۲) (۱۷۳۴) طبرانی کبیر (۲۵۹/۱۸) (۲۵۹) (۶۴۹) مجمع الزوائد (۳۳۷/۵)]

العنیت : کتاب الجہاد والسیر
یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ حکمران مالِ غنیمت سے صرف خمس (پانچویں حصے) کا حقدار ہے باقی مال مجاہدین تقسیم کر دیا جائے گا لیکن وہ خمس بھی اکیلے حکمران کا نہیں ہے بلکہ اسے بھی اپنے بعد اُن مسلمانوں پر لوثانا واجب ہے جن کی میل قرآن میں مذکور ہے:

﴿ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ [الأنفال: ۴۱]

”جان لو جو کچھ بھی تم غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اور قرابت داروں کا“
رتیبوں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔“ (۱)

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ مالِ غنیمت چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور چھٹا حصہ کعبہ کا ہوگا (لیکن برحق بات وہی ہے جو صحیح بیان کر دی گئی ہے)۔ (۲)

مالِ غنیمت کا خمس تقسیم کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

احناف) یہ خمس تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا: پہلا تیبوں کے لیے دوسرا مساکین کے لیے اور تیسرا مسافروں کے لیے۔
نس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف تیرک کے لیے ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ آپ کی وفات پر ساکت ہو گیا اور آپ کے قرابت دار آپ کی زندگی میں نصرت و حمایت کی وجہ سے حصہ دار ہونے کے مستحق تھے۔ اب محض فقر کی وجہ سے انہیں حصہ ملے گا۔
(شافعی، احمد، جمہور) مالِ غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ پہلا جہاں مصلحت ہو (یعنی اللہ اور رسول کا حصہ) دوسرا قرابت داروں کا جو کہ بنو ہاشم یا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہیں اور باقی تین حصے جیسا کہ ابھی پیچھے بیان کیے گئے ہیں۔

(مالک) تقسیم کا معاملہ کلی طور پر حاکم کی رائے پر موقوف ہے جیسے وہ مناسب سمجھے ویسے ہی اس کا استعمال کرے۔ (۳)
(راجح) شیخ الإسلام ابن تیمیہ نے امام مالک کی رائے کی موافقت کی ہے اور یہی زیادہ درست اور اقرب الی الحق ہے۔
اور قرآن میں جو مصارف مذکور ہیں وہ بحیثیت تغلیب و تنبیہ ہیں۔ (۴)

وَيَأْخُذُ الْفَارِسُ مِنَ الْغَنِيمَةِ ثَلَاثَةَ أَشْهُمٍ وَالرَّاجِلُ سَهْمًا	سوار مالِ غنیمت سے تین حصے اور پیدل ایک حصہ لے گا۔ ۱
---	--

۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ قسم رسول اللہ ﷺ یوم خیبر للفرس سہمین وللراجل سہما ﴾
”رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے روز گھڑسوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔“

(۱) [نبیل الاوطار (۱۷/۴)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۵۹۰/۸)]

(۳) [بداية المحتهد (۲۷۷/۱) مغنی المحتاج (۹۴/۳) بدائع الصنائع (۱۲۵/۷)]

(۴) [تیسیر العلی القدير (۲۹۴/۲) تفسیر فتح القدير (۳۱۰/۲)]

سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿أسهم لرجل ولفرسه ثلاثة أسهم﴾ 'سہمیں لفرسہ و سہما لہ ﴿﴾
 ”آپ ﷺ نے پیدل مرد مجاہد کے لیے ایک حصہ اور گھڑ سوا کے لیے تین حصے مقرر فرمائے دو حصے اس کے گھوڑے کے اور اور
 ایک حصہ اس کا اپنا۔“ (۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام حسن، امام ابن سیرین، امام حسین بن ثابت، امام مالک، اہل مدینہ، امام ثوری، اہل عراق
 امام لیث بن سعد، امام شافعی، امام اسحاق، امام احمد، امام ابو ثور، امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن رحمہم اللہ جمعین ان سب کا یہی
 موقف ہے۔

(ابو یوسف) گھڑ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ ملے گا۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ حضرت مجاہد بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے غنائم اہل حدیبیہ پر تقسیم فرمائے اور ﴿فاعطى الفارس سہمین وأعطى الراجل سہما﴾
 ”آپ ﷺ نے گھڑ سوار کو دو حصے دیے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔“ (۲)

(راجح) درج بالا وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح حدیث میں ثابت ہونے والا
 موقف ہی زیادہ راجح ہے۔ (۳)

○ اگر ایک مجاہد گھڑ سوار اور دو گھوڑوں کے ساتھ آئے تو جمہور اہل علم کے نزدیک اسے ایک گھوڑے کا ہی حصہ دیا جائے گا اور وہ
 بھی اس وقت جب وہ گھوڑا لڑائی میں اس کے پاس موجود ہو۔ (۴)

اس میں طاقت و راو کمزور لڑنے والا اور نہ لڑنے والا سب

وَيَسْتَوِي فِي ذَلِكَ الْقَوِيُّ وَالضَّعِيفُ وَمَنْ قَاتَلَ

برابر ہوں گے۔ ①

وَمَنْ لَمْ يَقَاتِلْ

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو ایسی ایسی کارگزاریاں بتائے گا

(۱) [بخاری (۲۸۶۳) کتاب الجہاد والسیر : باب سهام الفرس، مسلم (۱۷۶۲) ترمذی (۱۰۰۴) ابو داؤد (۲۷۳۳)
 ابن ماجہ (۲۸۵۴) دارمی (۲۲۰۲-۲۲۶) احمد (۲۲۶-۲۲۷) مسند شافعی (۱۲۴/۲) دارقطنی (۱۰۱/۴)
 بیہقی (۳۲۰/۶)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابو داؤد (۵۸۷) کتاب الجہاد : باب فیمن أسهم له سہما، ابو داؤد (۲۷۳۶) شیخ محمد صبحی حسن
 حلاق نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی الروضة الندية (۷۳۰/۲)] امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں وہم
 ہے کہ راوی نے تین سواروں کا ذکر کیا ہے حالانکہ وہ دو تھے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر
 فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں (ان کے لیے) کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ گھڑ سوار کو اپنے گھوڑے کی وجہ سے دو
 حصے ملے اور یہ حصے اس کے اپنے بچتے حصے کے علاوہ ہیں۔ [فتح الباری (۸۰/۶)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : تحفة الأحوذی (۱۰۱/۵) المعنی (۸۵/۱۳) سبیل السلام (۱۷۸۴/۴) الروضة الندية
 (۷۳۰/۲) الفقہ الإسلامی وأدلته (۵۹۰۳/۸) بدائع الصنائع (۱۲۶/۷) فتح القدير (۳۲۳/۴) تبیین الحقائق
 (۲۰۵/۳)]

(۴) [سبیل السلام (۱۷۸۴/۴)]

اسے ایسا ایسا انعام ملے گا۔ اب نوجوان تو اپنی کارگزاری بتانے میں لگ گئے اور بوڑھوں نے مورچے اور جھنڈے سنبھال لیے اور جب مال غنیمت آیا تو جس کے لیے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ لینے کے لیے آیا۔ بوڑھوں نے کہا تم کو ہم پر ترجیح نہیں ہو سکتی، ہم تمہارے پشت پناہ بنے ہوئے تھے۔ اگر تمہیں ہزیمت و شکست ہوتی تو ہمارے پاس ہی تمہیں پناہ ملتی، اُدھر نوجوانوں نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے۔ تو یہ آیات نازل ہوئیں ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ.....﴾ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ﴿فقسّمها رسول اللہ بالسواء﴾ ”پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سب (خواہ کسی نے لڑائی کی ہو یا نہ کی ہو) کے درمیان مال غنیمت برابر تقسیم فرمادیا۔“ (۱)

(2) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے اور اس میں یہ لفظ ہیں: ﴿فقسّمها رسول اللہ علی فواق بین المسلمین﴾ ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کو مسلمانوں کے درمیان برابر برابر تقسیم فرمادیا۔“ (۲)

(3) حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ایسا آدمی جو اپنی قوم کی حفاظت کرنے والا ہے اس کا حصہ اور اس کے علاوہ کسی اور کا حصہ برابر ہو سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ثكلتك أمك ابن أم سعد وهل ترزقون وتنصرون إلا بضغفانكم﴾ ”تیری ماں تجھے گم پائے اے ام سعد کے بیٹے! تمہیں صرف تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے ہی رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔“ (۳)

(4) حضرت مصعب بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ انہیں باقی ساتھیوں پر تفوق و امتیاز اور فضیلت و برتری حاصل ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿هل تنصرون وترزقون إلا بضغفانكم﴾ ”کہ صرف تمہارے کمزور افراد کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔“ (۴)

(5) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث منقول ہے۔ (۵)

حدیث کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے کہ کمزور لوگ دعا و التجا میں زیادہ پر خلوص ہوتے ہیں اور عبادت میں زیادہ خشوع و خضوع کرتے ہیں کیونکہ ان کے دل دنیاوی آرائش و زیبائش کے تعلق سے خالی ہوتے ہیں۔ (۶)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۷۶) کتاب الجہاد : باب فی النفل ، ابو داؤد (۲۷۳۷) نسائی فی السنن الکبریٰ

(۳۴۹/۶) حاکم (۱۳۱/۲-۱۳۲) بیہقی (۲۹۱/۶)]

(۲) [احمد (۳۲۳/۵) حاکم (۱۳۵/۲) مجمع الزوائد (۹۵/۶)]

(۳) [احمد (۱۷۳/۱)]

(۴) [بخاری (۲۸۹۶) کتاب الجہاد والسير : باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب ، نسائی (۳۱۷۸)]

(۵) [احمد (۱۹۸/۵) ابو داؤد (۲۵۹۴) ترمذی (۱۷۰۲) نسائی (۴۵/۶) ابن حبان (۴۷۶۷) حاکم (۱۰۶/۲)]

صحیح ابو داؤد (۲۲۶۰)]

(۶) [تیل الأوطار (۳۰/۵)]

وَيَجُوزُ تَفْضِيلُ بَعْضِ الْحَيْشِ

حکمران کے لیے لشکر کے کچھ حصے کو زائد حصہ عطا کر دینا بھی جائز ہے۔ ①

① (1) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿أعطاني رسول الله سهم الفارس وسهم الراجل فعملهما لي جميعا﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے سوار اور پیادل دونوں کا حصہ عطا کیا اور ان دونوں کو میرے لیے جمع کر دیا۔“ (۱)

(2) نبی ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بدر کے دن ایک تلوار اضافی حصے کے طور پر عطا کی۔ (۲)

○ لشکر کے ایک دستے کو اضافی حصہ دینا بھی احادیث سے ثابت ہے۔

(1) حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں پہلی مرتبہ سریہ میں گیا تو آپ نے چوتھا حصہ زائد عطا فرمایا اور دوبارہ گیا تو تیسرا حصہ دیا۔ (۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف ایک دستہ روانہ فرمایا، اس میں میں بھی موجود تھا، بہت سے اونٹ مال غنیمت میں حاصل ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک کے حصے میں بارہ بارہ اونٹ مال غنیمت کے طور پر آئے اور پھر انہیں ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا۔ (۴)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض دستوں کو خاص طور پر غنیمت کے حصے کے علاوہ کچھ مزید دیا کرتے تھے۔ یہ عام فوجی کی تقسیم میں شامل نہیں ہوتا تھا۔ (۵)

○ نفلی طور پر مال دینے سے پہلے شمس نکال لینا ضروری ہے۔ (۶)

(1) حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ﴿لا نفل إلا بعد الخمس﴾ ”اضافی طور پر جو کچھ دیا جائے گا وہ پانچواں حصہ نکال کر دیا جائے گا۔“ (۷)

(2) حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ ﴿كان رسول الله ﷺ ينفل الثلث بعد الخمس﴾

(۱) [مسلم (۱۸۰۷) کتاب الجہاد والسیر : باب غزوة ذی قرد وغیرھا، ابو داؤد (۲۷۵۲) احمد (۵۲/۴)]

(۲) [مسلم (۱۷۴۸) احمد (۱۷۸/۱) ابو داؤد (۲۷۴۰) کتاب الجہاد : باب فی النفل، ترمذی (۳۰۷۹) نسائی فی

السنن الکبریٰ (۳۴۸/۶) حاکم (۱۳۲/۲)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۸۹) کتاب الجہاد : باب فیمن قال الخمس قبل النفل، ابو داؤد (۲۷۵۰) ابن

الحارود (۱۰۷۸) ابن حبان (۴۸۳۵/۱۱) حاکم (۱۳۳/۲)]

(۴) [بخاری (۳۱۳۴) مسلم (۱۷۴۹) مؤطا (۴۵۰/۲) احمد (۱۱۲-۶۲/۲) ابو داؤد (۲۷۴۴)]

(۵) [بخاری (۳۱۳۵) مسلم (۱۷۵۰) ابو داؤد (۳۷۴۶) احمد (۱۴۰/۲)]

(۶) [نیل الأوطار (۳۳/۵)]

(۷) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۹۲) کتاب الجہاد : باب فی النفل من الذهب والفضة ومن أول مغنم، ابو داؤد

(۲۷۵۳، ۲۷۵۴) احمد (۴۷۰/۳) شرح معانی الآثار (۳۴۲/۲) بیہقی (۳۱۴/۶)]

رسول اللہ ﷺ خمس نکالنے کے بعد ثلث اضافی طور پر دیا کرتے تھے۔“ (۱)

وَلِلْإِمَامِ الصَّفِيِّ وَسَهْمُهُ كَأَحَدِ الْجَنِيحِ
حاکم کے لیے ایک خصوصی حصہ بھی ہے لیکن اس کا عام حصہ لشکر کے
عام آدمی کے برابر ہے۔ ①

① (۱) حضرت یزید بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ہم مرید (ایک محلے کا نام) میں تھے کہ ایک آدمی چمڑے کا ایک ٹکڑا لے کر ہمارے پاس آیا جب ہم نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ یہ (مکتوب) محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنو ہبیر بن اقیس کی طرف ہے ﴿انکم إن شہدتم أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ﷺ وأقمتم الصلاة وآتیتم الزکاة وأدیتم الخمس من المعنم وسهم النبی ﷺ وسهم الصفی فأنتم آمنون بأمان الله ورسوله﴾ ”اگر تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرتے ہو زکاة ادا کرتے ہو اور مال غنیمت سے خمس اور نبی ﷺ کا حصہ اور ایک مخصوص حصہ ادا کرتے ہو تو پھر تم اللہ اور اس کے رسول کی امان کے ساتھ ایمان رکھنے والے ہو ہم نے پوچھا یہ تمہیں کس نے لکھ کر دیا ہے تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے۔“ (۲)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿کانت صفیة من الصفی﴾ ”حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خاص حصے میں سے تھیں۔“ (۳)

(۳) ایک روایت میں ہے کہ جب خیبر کی قیدی عورتیں حج کی گئیں تو وحیہ کلبی (صحابی رسول) تشریف لائے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول! مجھے قیدی عورتوں میں سے کوئی لونڈی عطا فرما دیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”جاؤ کوئی ایک لونڈی لے لو۔“ تو انہوں نے صفیہ بنت جیحی کو چن لیا۔ اس پر ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا اے اللہ کے نبی! آپ نے وحیہ کو بنو نضیر اور بنو قریظہ کی سردار صفیہ بنت جیحی دے دی ہے؟ حالانکہ وہ تو آپ کے علاوہ کسی کے لیے درست نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے بلاؤ پھر جب آپ ﷺ نے اس (صفیہ) کی طرف دیکھا تو وحیہ سے کہا کہ جاؤ قیدیوں میں سے اس کے علاوہ کوئی اور لونڈی لے لو۔ پھر نبی ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے شادی کر لی۔ (۴)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۸۷) کتاب الجہاد : باب فیمن قال الخمس قبل النفل ' ابو داؤد (۲۷۴۸) ابن

ماجة (۲۸۵۳) احمد (۱۰۹۱۴) عبد الرزاق (۹۳۳۱) سعید بن منصور (۲۷۰۱) ابن حبان (۴۸۳۵) طبرانی

کبیر (۳۵۱۸) حاکم (۱۳۳/۲) بیہقی (۳۱۳/۶) شرح معانی الآثار (۲۳۹/۳)

(۲) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۵۹۲) کتاب الخراج والإمارة : باب ما جاء فی سهم الصفی ' ابو داؤد (۲۹۹)

نسائی (۱۳۴/۷) احمد (۷۷/۵)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۵۸۷) أيضا ' ابو داؤد (۲۹۹۴) ابن حبان (۴۸۲۲) حاکم (۱۲۸/۲) بیہقی

(۳۰۴/۶)]

(۴) [بخاری (۳۷۱) کتاب الصلاة : باب ما یذکر فی الفخذ ' مسلم (۱۳۶۵) ابو داؤد (۲۹۹۸) نسائی (۱۳۱/۶)

احمد (۱۰۱/۳ - ۱۸۶)]

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿أنه اشتراها منه بسبعة أروس﴾ ”آپ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیر سے سات غلاموں کے بدلے خریدا۔“ (۱)

(شوکانی) یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے لیے غنیمت سے کوئی چیز خاص کر لینا کہ جس میں کوئی اور شریک نہ ہو جائز ہے۔ (۲)

وَيَرْضَعُ مِنَ الْغَنِيمَةِ لِمَنْ حَصَرَ
غنائم کی تقسیم کے وقت حاضر شخص کو حاکم ویسے ہی کچھ عطا کر سکتا ہے۔ ①

① (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كان يغزو بالنساء فيداوين الجرحى ويحذین من الغنيمة وأما بسهم فلم يضرب لهن﴾ ”نبی ﷺ عورتوں کے ساتھ غزوہ کرتے تھے وہ زخموں کو دوائی دیتی تھیں اور انہیں غنیمت کے مال سے عطیہ بھی دیا جاتا تھا لیکن آپ ﷺ نے ان کے لیے کوئی حصہ مقرر نہیں فرمایا۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے کسی سائل نے عورت اور غلام کے متعلق سوال کیا کہ کیا ان کے لیے کوئی مقرر حصہ ہے جب یہ لوگوں (مجاہدین) میں موجود ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ ﴿أنه لم يكن لها سهم معلوم إلا أن يحذيا من غنائم القوم﴾ ”ان کے لیے کوئی مقرر حصہ تو نہیں ہے لیکن انہیں مال غنیمت سے کچھ عطیہ دیا جا سکتا ہے۔“ (۴)

(۳) عمیر مولیٰ ابی الہمم جنگ خیبر میں اپنے دوسرے موالی ساتھیوں کے ساتھ شریک ہوئے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں بھی کچھ گھریلو سامان (ہنڈیا وغیرہ) عطا کیا جائے۔ (۵)

جس روایت میں حشر بن زیاد اپنی دادی سے یہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتوحات کے بعد عورتوں کے لیے بھی حصہ مقرر کیا تھا وہ ضعیف ہے۔ (۶)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۵۹۰) کتاب الخراج والفتی: باب ما جاء في سهم الصفي، ابو داود (۲۹۹۷) ابن ماجه (۲۲۷۲)]

(۲) [نبيل الأوطار (۳۷/۵-۳۸)]

(۳) [مسلم (۱۸۱۲) کتاب الجہاد والسیر: باب النساء الغازیات یرضعن لهن..... ترمذی (۱۵۵۶) ابو داود (۲۷۲۷) نسائی (۱۲۸/۷) احمد (۳۰۸/۱)]

(۴) [مسلم (۱۸۱۲) أیضا]

(۵) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۲۳۴) ابو داود (۲۷۳۰) کتاب الجہاد: باب فی المرأة والعبد یحذیان من الغنیمه، ابن ماجه (۲۸۵۵) ترمذی (۱۵۵۷) احمد (۲۲۳/۵) دارمی (۲۲۶/۲) ابن الحارود (۱۰۸۷) موارد الظمان (ص ۲۱-۴۰) حاکم (۱۳۱/۲) بیہقی (۳۳۲/۶)]

(۶) [حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس میں حشر بن زیاد ہی مجہول ہے۔ [تلخیص الحیبر (۲۲۲/۳)] امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے لہذا اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ [معالم السنن (۳۰۷/۲)] امام ذہبیؒ بیان کرتے ہیں کہ حشر بن زیاد غیر معروف ہے۔ [میزان الاعتدال (۵۵۱/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [إرواء الغلیل (۱۲۳۸)]

(ابن قدامہؒ) عورت اور غلام کو کچھ عطا کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ یہ امام پر موقوف ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ امام مالکؒ امام ثوریؒ امام لیثؒ امام شافعیؒ امام اسحاقؒ رحمہم اللہ اور حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کا یہی موقف ہے۔

(ابو ثورؒ) غلام کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ امام حسن اور امام نخعیؒ رحمہم اللہ سے بھی اس طرح کی روایت

www.KitaboSunnat.com

منقول ہے۔

(اوزاعیؒ) غلام کا نہ تو کوئی حصہ مقرر ہے اور نہ ہی ویسے کوئی عطیہ اسے دیا جائے گا لاکہ وہ مال غنیمت لے کر آئے۔ (۱)

(راجح) غلام اور لونڈی کو کچھ عطا کیا جاسکتا ہے لیکن مکمل حصہ نہیں دیا جائے گا (یہی بات اقرب رالی الحدیث ہے)۔

وَيُؤْتِرُ الْمُؤْتَفِقِينَ إِنْ رَأَى فِي ذَلِكَ صَلَاحًا	اگر وہ بہتر سمجھے تو نو مسلموں کی تالیفِ قلب کے لیے انہیں ترجیح دے۔ ①
---	--

① (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فتح ہوا تو نبی ﷺ نے مال غنیمت قریش میں تقسیم کر دیا اس پر انصار نے کہا یہ تو انتہائی تعجب والی بات ہے کہ ہماری تواریخ ان کے خون کے قطرے پڑا رہی ہیں اور ہماری غنیمتیں ان میں واپس بھی کر دی گئی ہیں۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے ان سب کو جمع کیا اور پوچھا مجھے جو تمہاری طرف سے بات پہنچی ہے وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا وہی ہے جو آپ تک پہنچ چکی ہے۔ انہوں نے سچ ہی کہہ دیا کیونکہ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أما ترضون أن يرجع الناس بال دنیا إلی بیوتہم وترجعون برسول اللہ إلی بیوتکم﴾ ”کیا تم پسند نہیں کرتے کہ لوگ تو دنیا (کا سامان) لے کر اپنے گھروں کو لوٹیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ۔“ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إنی أعطی رجالا حدیثی عہد بکفر أنال فہم أما ترضون أن یدہب الناس بالاموال وتذہبون بالنبی إلی ریحالکم؟﴾ ”میں تو کچھ نو مسلموں میں الفت و محبت ڈالنے کے لیے انہیں دے رہا ہوں کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ لوگ (دنیاوی) اموال لے کر اپنے گھروں کو لوٹیں اور تم نبی ﷺ کو لے کر“

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قریش کے اشراف میں تالیفِ قلب کے لیے غنائم کو تقسیم کر دیا اور انصار و مہاجرین کو چھوڑ دیا۔ (۲)

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو (غنائم کی) تقسیم میں ترجیح دی تو اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سوانٹ اور اس کی مثل عینہ کو بھی دیے اور اشراف عرب کو بھی اس دن اسی طرح دوسروں پر تقسیم میں ترجیح دی۔ تو ایک

(۱) [المغنی (۹۲/۱۳-۹۳)]

(۲) [بخاری (۳۱۴۶، ۳۱۴۷، ۳۵۲۸، ۳۷۷۸) کتاب مناقب الأنصار : باب مناقب الأنصار، کتاب فرض

الخمیس : باب ما کان للنبی ﷺ یعطی المولفۃ قلوبہم، مسلم (۱۰۵۹) احمد (۱/۶۹/۳)]

آدی نے کہا اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس میں اللہ کی رضا مقصود ہے (راوی بیان کرتے ہیں کہ) میں نے کہا میں ضرور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دوں گا پھر میں نے آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ کو بتلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کریں گے تو کون عدل کرے گا؟“ (۱)

جن عرب و قریش کو اُس دن تالیفِ قلب کے لیے ترجیح دی گئی تھی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ ابوسفیان بن حرب، سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزیٰ، حکیم بن حزام، ابوالسائب بن بکک، صفوان بن اُمیہ، عبدالرحمن بن یربوع، عیینہ بن حصن فزاری، اقرع بن حابس تمیمی، عمرو بن اہتم تمیمی، عباس بن مرداس السلمی، مالک بن عوف النصری اور عطاء بن حارثہ ثقفی وغیرہ۔ (۲)

(شوکانیؒ) ان احادیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ حکمرانِ غنائم کی تقسیم میں بعض کو بعض پر تالیفِ قلب اور مصلحت کے تحت ترجیح دے سکتا ہے۔ (۳)

وَإِذَا رَجَعَ مَا أَخَذَهُ الْكُفَّارُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانَ لِمَالِكِهِ	کفار کا مسلمانوں سے چھینا ہوا مال اگر واپس مل جائے تو وہ اس کے اصلی مالک کا ہی ہوگا۔ ❶
---	--

❶ (۱) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عضاء اونٹنی پکڑ لی گئی پھر ایک مسلمان عورت (جو کہ قید میں تھی) اس پر سوار ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس نکل آئی اور اس نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے اس اونٹنی پر نجات دے دے تو وہ اسے نخر کر دے گی تو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا وفاء لنذر فی معصیۃ اللہ ولا فیما لا یملک ابن آدم ﴾ ”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر پوری نہیں کی جائے گی اور نہ ہی جس کا ابن آدم مالک نہیں ہے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک گھوڑا دشمنوں نے پکڑ لیا۔ پھر مسلمانوں نے ان پر غلبہ پایا تو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انہیں وہ گھوڑا واپس کر دیا گیا۔ اور ان کا ایک غلام بھاگ کر روم کے علاقے میں چلا گیا۔ مسلمانوں نے اس پر بھی غلبہ حاصل کر لیا تو نبی ﷺ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس لوٹا دیا۔ (۵)

(۱) [احمد (۳۸۰/۱) بخاری (۳۴۰۵) مسلم (۱۰۶۲)]

(۲) [نیل الأوطار (۵۰۱۵-۵۰۱۶) فتح الباری (۳۷۰/۱۸) مغازی للواقدی (۹۳۵/۳) سیرة ابن ہشام (۱۵۰/۱۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۵۰۱۵)]

(۴) [مسلم (۱۶۴۱) کتاب النذر : باب لا وفاء لنذر فی معصیۃ اللہ..... احمد (۴۲۹/۶) ابو داؤد (۳۳۱۶) بیہقی

[(۷۵/۱۰)]

(۵) [بخاری (۳۰۶۷) کتاب الجہاد والسیر : باب إذا غنم المشرکون مال المسلم ثم وجده المسلم ابو داؤد

(۲۶۹۹) ابن ماجہ (۲۸۴۷) بیہقی (۱۱۰/۹)]

(3) سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک غلام دشمن کی طرف بھاگ گیا پھر مسلمانوں نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس لوٹا دیا اور اسے تقسیم نہیں کیا گیا۔“ (۱)

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(شافعی) جب وہی چیز مل جائے تو اصلی مالک ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔
(علی رضی اللہ عنہ، زہری، عمرو بن دینار) دشمن سے ملی ہوئی ہر چیز مال غنیمت کے طور پر تقسیم کی جائے گی اصلی مالک کو نہیں لوٹائی جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سلیمان بن ربیع، عطاء، امام لیث، امام مالک، امام احمد اور فقہائے سبعہ رضیم اللہ سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ ”اگر معینہ چیز کا مالک اسے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے پالے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے لیکن اگر وہ اسے تقسیم کے بعد پالے تو اسے صرف قیمت ہی لے سکتا ہے۔“

ان کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اسی معنی میں مرفوع روایت ہے، لیکن وہ ضعیف ہے۔ امام دارقطنی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد خود فرمایا ہے کہ اس میں حسن بن عمارہ راوی متروک ہے۔ (۲)

(ابوحنیفہ) ان کا موقف امام مالک کے ہم معنی ہے لیکن بھاگے ہوئے غلام کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ وہ ہر صورت میں صرف مالک کا ہی حق ہے۔ (۳)

(راجع) امام شافعی کا موقف حدیث کے زیادہ قریب ہے۔

وَيَحْرُمُ الْإِنْتِفَاعَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْغَنِيمَةِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ إِلَّا الطَّعَامَ وَالْعَلْفَ	خوراک اور گھاس کے سوا تقسیم سے پہلے مال غنیمت کی کسی بھی چیز سے نفع اٹھانا حرام ہے۔ ①
---	--

① (1) حضرت روفیع بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من كان يومنا باله واليوم الآخر فلا يركب دابة من فئى المسلمين حتى إذا أعجزها ردّها فيه ولا يلبس ثوبا من فئى المسلمين حتى إذا أحلقه ردّه فيه﴾ ”جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مسلمانوں کے مال غنیمت کے گھوڑے پر سوار نہ ہوتی کہ جب وہ کمزور ہو جائے تو اسے واپس کر دے اور مسلمانوں کے مال غنیمت سے کوئی کپڑا نہ پہنے حتیٰ کہ جب وہ بوسیدہ و پرانا ہو جائے تو“

(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۴۷) کتاب الجہاد : باب فى المال يصيبه العدو من المسلمين ' ابو داؤد (۲۶۹۸)]

(۲) [دارقطنی (۱۱۵-۱۱۴/۴) (۳۹)]

(۳) [بدائع الصنائع (۴۳۵/۶۹) بدایۃ المحتجد (۳۹۹/۱) نیل الأوطار (۵۳/۵) الروضة الندیة (۷۴۳/۲) آثار الحرب

(ص/۶۱۳) القسطلانی شرح البخاری (۱۷۲/۵)]

اسے واپس بیت المال میں جمع کراوے۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں غزوات میں شہد اور انکورو وغیرہ ہاتھ لگتے تو ہم انہیں کھاپی لینے لیکن اٹھا کر نہ لے جاتے تھے۔ (۲)

(3) سنن أبی داؤد کی روایت میں یہ لفظ ہے ﴿فلم یؤخذ منہما الخمس﴾ ”ان دونوں اشیاء (شہد اور انکور) سے خمس نہیں نکالا جاتا تھا۔“ (۳)

(4) حضرت عبد اللہ بن أبی آؤنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے روز ہمیں کھانے کی اشیاء ہاتھ آئیں تو ہر آدمی آتا اور اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق کھانے کے لیے حاصل کر لیتا تھا پھر واپس چلا جاتا۔ (۴)

(5) حضرت عبد اللہ بن مخفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے روز مجھے چربی کی ایک تھیلی ملی۔ میں نے اسے اٹھا کر کہا کہ میں آج اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا ﴿فالتفت فإذا رسول اللہ متبسم﴾ ”میں نے پھر اچانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔“ (۵)

(جمہور) حکمران اجازت دے یا نہ دے دوران جنگ کھانے پینے کی اشیاء وہیں کھالینا اور انہیں اٹھا کر نہ لے جانا جائز ہے۔ چارے کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ نیز بہت زیادہ ضرورت نہ بھی ہو پھر بھی کھایا جاسکتا ہے اور غلول و خیانت سے ممانعت کی احادیث سے یہ خاص ہے۔

(زہری) کھانے کی کوئی چیز ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور حکمران کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔

(شافعی، مالک) جانوروں کو کھانے کے لیے ذبح کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کھانا جائز ہے لیکن امام شافعی نے جانور ذبح کرنے کے لیے ضرورت کی قید لگائی ہے۔ (۶)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۵۶) کتاب الجہاد : باب فی الرجل ینتفع من الغنیمۃ بالشئ] ابو داؤد (۲۷۰۸)

احمد (۱۰۸/۴ - ۱۰۹) دارمی (۲۳۰/۲) ابن حبان (۴۸۵۰) شرح معانی الآثار (۲۵۱/۳) طبرانی کبیر (۴۸۲/۴) [حافظ ابن حجر نے اسے حسن کہا ہے۔] فتح الباری (۳۸۸/۶)

(۲) [بخاری (۳۱۵۴) کتاب فرض الخمس : باب ما یصیب من الطعام فی أرض الحرب]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۵۰) کتاب الجہاد : باب فی إباحة الطعام فی أرض العدو] ابو داؤد (۲۷۰/۱) ابن حبان (۴۸۲۵) بیہقی (۵۹/۹) طبرانی کبیر (۱۳۳۷۲/۱۲)

(۴) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۵۳) کتاب الجہاد : باب فی النهی عن النهی] احمد (۳۵۴/۴) ابو داؤد (۲۷۰/۴) حاکم (۱۲۶/۲) بیہقی (۶۰/۹)

(۵) [مسلم (۱۷۷۲) کتاب الجہاد والسیر : باب جواز الأکل من طعام الغنیمۃ فی دار الحرب] احمد (۸۶/۴) ابو داؤد (۲۷۰/۲) نسائی (۲۳۶/۷) بخاری (۳۱۵۳)

(۶) [المسئی (۱۴۳/۱۳) الاختیار (۱۲۵/۴) الأم للشافعی (۳۵۵/۷) نیل الأوطار (۵۵/۵) سبیل السلام (۱۷۸۷/۴) -

(ابن حجر) دوران جنگ دشمنوں کے جانوروں پر سواری ان کے کپڑے اور اسلحے کا استعمال بالافتاح جائز ہے لیکن جنگ کے خاتمے پر انہیں لوٹا دیا جائے گا۔ (۱)

خیانت کرنا حرام ہے۔ ❶

وَيَحْرُمُ الْغُلُوبُ

❶ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ [آل عمران : ۱۶۱]

”ہر خیانت کرنے والا خیانت کو لیے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہوگا۔“

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے غنیمت میں خیانت کا ذکر فرمایا۔ آپ نے اس کا گناہ بہت بڑا بتلایا اور اس کے معاملے کو بہت بڑا بیان کیا اور فرمایا ﴿ لا ألفین أحدکم یوم القیامۃ علی رقبته بعیر علی رقبته فرس علی رقبته شاة ﴾ ”میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر اونٹ سوار ہو اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو یا اس کی گردن پر بکری سوار ہو“ اور وہ مجھے مدو کے لیے بلائے اور میں کہو ﴿ لا أملك لك شیئا ﴾ ”میں تیرے لیے (آج) کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔“ (۲)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک غلام بطور ہدیہ دیا جس کا نام مدعم تھا۔ ایک دفعہ مدعم رسول اللہ ﷺ کا کجاوا اُتار رہا تھا کہ ایک تیرا سے آ کر لگا اور اس نے اسے قتل کر دیا۔ لوگ کہنے لگے اس کو جنت مبارک ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ کلا والذی نفسی بیدہ إن الشملة التی أخذھا یوم خیبر من المغانم لم تصبھا المقاسم لتشعل علیہ ناراً ﴾ ”ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے پکڑ لی تھی اس پر آگ بن کر شعلہ مار رہی ہے۔“ جب لوگوں نے اس بات کو سنا ایک آدمی ایک تسمہ یاد دہنے نبی ﷺ کے پاس لے کر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ شرک من النار أو شرک من النار ﴾ ”ایک تسمہ یا دو تسمے بھی آگ سے ہیں۔“ (۳)

ثابت ہوا کہ تھوڑے سے مال کی خیانت بھی انسان کے لیے باعث ہلاکت ہو سکتی ہے۔

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے سامان پر ایک آدمی تھا جس کا نام کر کرہ تھا وہ مر گیا۔

(۱) [فتح الباری (۳۸۸/۶)]

(۲) [بخاری (۳۰۷۳، ۱۴۰۲) کتاب الجہاد والسیر : باب الغلول، مسلم (۱۸۳۱)]

(۳) [بخاری (۴۲۳۴) مسلم (۱۱۵) موطا (۴۵۹/۲) نسائی (۲۴/۷) ابو داؤد (۲۷۱۱) کتاب الجہاد : باب فی

تعظیم الغلول]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخ میں ہے۔ لوگ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ اس نے مال غنیمت سے ایک چادر چھپائی ہوئی تھی۔ (۱)

(شوکانیؒ) مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خیانت کرنا حرام ہے۔ خواہ وہ خیانت چھوٹی ہو یا بڑی۔ (۲)

(نوویؒ) اس پر اجماع ہے کہ خیانت کبیرہ گناہ ہے۔ (۳)

○ جن روایات میں خان کے مال کو جلانے کا حکم ہے وہ ضعیف ہیں۔

(۱) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر بنی النبیؓ اور حضرت عمر بنی النبیؓ نے خان کا مال جلادیا۔ (۴)

(۲) حضرت عمر بنی النبیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب بھی کسی خان کو دیکھو تو اس کا مال جلادو۔“ (۵)

(بخاریؒ) ہمارے عام ساتھی تو اس حدیث سے خیانت کے متعلق حجت پکارتے ہیں لیکن یہ باطل ہے اس میں کوئی چیز ثابت نہیں۔ (۶)

قیدی بھی مال غنیمت میں شامل ہیں اور انہیں قتل کرنا یا فدیہ لیتا یا
(احسان کرتے ہوئے) ویسے ہی چھوڑ دینا جائز ہے۔ ①

وَمِنْ جُمْلَةِ الْغَنِيمَةِ الْأَسْرَى وَيَجُوزُ الْقَتْلُ أَوْ
الْفِدَاءُ أَوْ الْأَمْنُ

① (۱) ﴿ وَخُذُوهُمْ وَأَخْضَرُوهُمْ ﴾ [التوبة : ۵]

”انہیں پکڑو اور ان کا گھیراؤ کرو۔“

(۳) ﴿ حَتَّىٰ إِذَا أَخْتَمَوْهُمْ فَلَذُوا الْوَلِثَاقَ فِيمَا مَنَّا بَعْدَ وَاثِمًا فِدَاءً ﴾ [محمد : ۴]

(۱) [بخاری (۳۰۷۴) کتاب الجہاد والسمیر : باب القلیل من الغلول ‘ احمد (۱۶۰/۲)]

(۲) [نیل الأوطار (۶۰/۵)]

(۳) [شرح مسلم (۴۵۸/۶)]

(۴) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۵۸۲) کتاب الجہاد : باب فی عقوبہ الغال ‘ ابو داود (۲۷۱۵) حاکم (۱۳۱/۲)]

بیہقی (۱۰۳/۹) اس کی سند میں زہیر بن محمد خراسانی راوی ہے۔ اسے امام بیہقی نے مجہول کہا ہے۔ اس سے اہل شام کی روایت درست نہیں۔ [تقریب التہذیب (۲۶۴/۱) الحرح والتعدیل (۵۸۹/۳) میزان الاعتدال (۸۴/۲)]

(۵) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۵۸۲) کتاب الجہاد : باب فی عقوبہ الغال ‘ ابو داود (۲۷۱۳) احمد (۲۲/۱) ترمذی

(۱۴۶/۱) حاکم (۱۲۷/۲) بیہقی (۱۰۲/۹) اس کی سند میں صالح بن محمد بن زائدہ راوی ہے۔ امام بخاریؒ نے اسے منکر

الحدیث کہا ہے۔ امام احمد اور امام دارقطنیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [المحروحين (۳۶۷/۱) الحرح والتعدیل (۴۱۱/۴)]

میزان الاعتدال (۲۹۹/۲) تقریب التہذیب (۳۶۲/۱) شیخ صمیمی حسن طلاق نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ [التعلیق

على الروضة الندية (۷۴۷/۲)]

(۶) [فتح الباری (۳۰۴/۶)]

فقہ الحدیث: کتاب الجہاد والسیر
 ”جب کافروں کو اچھی طرح کچل ڈالو تو اب خوب قید و بند سے گرفتار کرو (پھر اختیار ہے) خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے لو۔“

(2) ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يُكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّىٰ يُفْخِنَ فِي الْأَرْضِ ﴾ [الأنفال: ٦٧]
 ”کسی نبی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قیدی بنالے حتیٰ کہ زمین میں اچھی طرح خوزیزی کرے۔“

قیدیوں کو قتل کرنے کے متعلق دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ فَإِذَا أُنْزِلَ الْأَشْهُرُ الْحُرْمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ﴾ [التوبة: ٥]
 ”جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو جہاں بھی مشرکین کو پاؤ انہیں قتل کر دو۔“

(2) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر بنو قریظہ کے چھ سو (600) سے سات سو (700) کے درمیان مردوں کو قتل کرادیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام لونڈیاں بنا لیا گیا۔ (1)

(3) نصر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو بدر کے دن قتل کیا گیا۔ (2)

قیدیوں سے فدیہ لینے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں معاف فرمادیا۔ (3)

اس ضمن میں جو آیت نازل ہوئی ﴿ حَتَّىٰ يُفْخِنَ فِي الْأَرْضِ ﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ جب علاقے میں کفر کا غالب ہو (تو اچھی طرح خوزیزی کرنی چاہیے) البتہ بعد میں جب عرب پر کفر کا تسلط ہٹ گیا تو اختیار مل گیا کہ یا تو احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو یا فدیہ لے لو۔ (4)

(2) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے دو آدمیوں کا فدیہ (بنو عقیل کے) مشرکین کے دو آدمیوں کے ساتھ دیا۔ (5)

(1) [بخاری (4122) کتاب المغازی: باب مرجع بالنبی من الأحزاب]

(2) [ابن ابی شیبہ: کتاب المغازی: باب غزوة بدر الكبرى، بیہقی: کتاب السیر: باب ما يفعله بالرجال البالغين منهم]

ابو داود: کتاب الجہاد: باب فی قتل الأسیر صبرا، عبد الرزاق (205/1)

(3) [مسلم (1763) کتاب الجہاد والسیر: باب الإمداد بالملائكة فی غزوة بدر.....، احمد

(30/1)

(4) [تفسیر أحسن البیان (ص/501) تفسیر طبری (286/6) تلخیص الحبیر (204/4) الدر المنثور للسيوطی

(317/3) نیل الأوطار (17/5)]

(5) [مسلم (1641) کتاب النذر: باب لا وفاء لنذر فی معصية الله، احمد (426/4) ترمذی (1068) ابو داود

(2316) ابن حبان (4809)]

(3) حضرت زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کے فدیے میں وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیا تھا۔ (۱)

احسان کرتے ہوئے چھوڑنے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا ﴿لو كان المطعم بن عدی حیاشم کلمنی فی هولاء النتنی لترکتهم له﴾ ”اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ میرے پاس آ کر ان مرداروں کے بارے میں بات چیت کرتا تو میں ان کو اس کی خاطر چھوڑ دیتا۔“ (۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ کے اسی (80) آدمی فجر کے وقت تعحیم کے پہاڑوں کی طرف سے نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لیے اترے تو آپ ﷺ نے انہیں پکڑ کر قید کر لیا پھر انہیں (احسان کرتے ہوئے) آزاد کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾ ”وہی ذات ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا۔“ (۳)

(3) اہل مکہ کے لیے (فتح مکہ کے وقت) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اذهبوا فانتم الطلقاء﴾ ”جاؤ تم سب آزاد ہو۔“ (۴)

(جمہور) کافر و قیدیوں کا معاملہ حکمران پر موقوف ہے۔ وہ جو بھی اسلام اور مسلمانوں کے لیے زیادہ مناسب سمجھے وہی ان تینوں میں سے اختیار کر سکتا ہے قتل فدیہ یا احسان۔

(زہری، مجاہد) کافر قیدیوں سے فدیہ لینا جائز نہیں۔

(حسن، عطاء) قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ احسان کرنے یا فدیہ لینے میں اختیار ہے۔

(مالک) بغیر فدیے کے احسان کرتے ہوئے چھوڑ دینا جائز نہیں۔

(احناف) نہ تو احسان کرتے ہوئے چھوڑنا جائز ہے اور نہ ہی فدیہ یا کسی اور چیز کے ساتھ۔ (۵)

(راجع) جمہور کا موقف راجح ہے۔

(۱) صحیح : صحیح ابو داود (۲۳۴۱) کتاب الجہاد : باب فی فداء الأسیر بالمال ، ابو داود (۲۶۹۲) حاکم

(۲۲۶/۳) ابن الجارود (۱۰۹۰) بیہقی (۳۲۲/۶) احمد (۲۷۶/۶)

(۲) بخاری (۳۱۳۹) کتاب فرض الخمس : باب ما من النبی علی الأساری من غیر أن یخمس ، ابو داود (۲۶۸۹)

احمد (۸۰/۴)

(۳) مسلم (۱۸۰۸) کتاب الجہاد والسیر : باب قول اللہ تعالیٰ وهو الذی کف ابو داود (۲۶۸۸) احمد

(۱۲۴/۳) ترمذی (۳۲۶۴)

(۴) ابن اسحاق ((۴۱۲/۲))

(۵) الأم (۱۴۴/۴) الميسوط (۲۴۱/۱۰) الإنصاف (۱۳۰/۴) الفقہ الإسلامی وأدلته (۵۹۱۲/۸) نیل الأوطار

(۶۷/۵) فقہ السنة (۱۷۳/۳)

متفرقات

882- کافر سے چھینے ہوئے مال کا حکم

مقتول کافر سے چھینا ہوا مال مثلاً اسلحہ یا لباس وغیرہ قاتل مسلمان کو دینا چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ان النبی ﷺ قضی بالسلب للقاتل﴾ ”نبی ﷺ نے قاتل کے لیے چھینے ہوئے مال کا فیصلہ فرمایا۔“ (۱)

883- امیر کے کہنے پر جنگ سے غائب ہونے والے کا حکم

اسے بھی مال غنیمت سے حصہ دینا درست ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿لما تغیب عثمان عن بدر فبأنه كان تحته بنت رسول الله و كانت مريضة فقال له النبي ﷺ إن لك أجر رجل ممن شهد بدرًا وسهمه﴾ ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جنگ بدر میں حاضر نہ ہوئے کیونکہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی بیٹی تھیں جو کہ بیمار تھیں لہذا نبی ﷺ نے انہیں فرمایا: تیرے لیے بدر میں شریک ہونے والے ایک آدمی کا اجر اور اس کا حصہ ہوگا۔“ (۲)

لیکن اگر کوئی شخص کسی اپنے کام کی وجہ سے جنگ کے خاتمے پر حاضر ہو تو کیا اسے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے:

(شافعی، مالک، اوزاعی، ثوری، لیث) اسے حصہ نہیں دیا جائے گا۔

(احناف) اگر وہ شخص مال غنیمت دار الاسلام پہنچائے جانے سے پہلے آجائے تو اسے دیا جائے گا۔ (۳)

(راجح) یہ حاکم وقت کی رائے پر موقوف ہے وہ امداد کرتے ہوئے مصیبت کسی کو کچھ دے یا نہ دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿وما قسم لأحد غاب عن فتح خيبر منها شيئا إلا لمن شهد معه إلا لأصحاب سفينة مع جعفر وأصحابه قسم لهم معهم﴾ ”آپ ﷺ نے فتح خیبر کی کوئی چیز کسی ایسے شخص کو نہیں دی جو جنگ میں شریک نہیں تھا مگر صرف اسے دی جو جنگ میں حاضر تھا البتہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے وہ ساتھی جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر (جہ سے) آئے انہیں آپ ﷺ نے مجاہدین کے ساتھ مال غنیمت کی تقسیم میں شریک فرمایا۔“ (۴)

(۱) [مسلم (۱۷۵۳) کتاب الجہاد والسیر: باب استحقاق القاتل سلب القتيل، ابو داود (۲۷۱۹) احمد (۲۶۶/۶)]

(۲) [بخاری (۳۱۳۰) کتاب فرض الخمس: باب إذا بعث الإمام رسول..... ترمذی (۳۷۰۶) احمد (۱۰۱/۲-۱۲۰)]

(۳) [الأم للشافعی (۲۵۵/۷) الاختيار (۱۲۶/۴) المغنی (۱۰۴/۱۳) نیل الأوطار (۴۵/۵)]

(۴) [بخاری (۳۱۳۶) کتاب فرض الخمس: باب ومن الدليل على أن الخمس لنواب المسلمين، مسلم (۲۵۰۲) ابو داود (۲۷۲۵) ترمذی (۱۵۵۹) احمد (۳۹۴/۴)]

حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ﴿ الغنیمۃ لمن شہد الوقعة ﴾ ”غنیمت صرف اسی کو دی جائے گی جو جنگ میں شریک ہوگا۔“ (۱)

884- جس قیدی کے اسلام لانے کی امید ہو اسے چھوڑ دینا

جائز ہے جیسا کہ ثمامہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اطلقوا نمامة ﴾ ”ثمامہ کو چھوڑ دو۔“ تو وہ مسجد کے قریب ایک نخلستان میں گئے نخل کیا پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا ﴿ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ ﴾ (۲)

885- قیدی حاملہ لونڈیوں سے ہم بستری کرنا

ایسا کرنا ذمہ حل سے پہلے حرام ہے۔ حدیث نبوی ہے کہ ﴿ ان رسول اللہ ﷺ نہی ان تو طأ السبايا حتى یضعن ما فی بطونہن ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے لونڈیوں سے ہم بستری کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ اپنے پیٹ کے حل وضع کر لیں۔“ (۳)

(مالک، احناف، شافعیہ، ثوری، بخاری، ترمذی) ان سب کا یہی موقف ہے۔ (۴)

886- قیدی خواتین اور ان کی اولاد کے درمیان جدائی ڈالنا

ایسا کرنا جائز نہیں۔ حدیث نبوی ہے کہ ﴿ من فرق بین والدہ و ولدہا فرق اللہ بینہ و بین أحبته یوم القیامۃ ﴾ ”جس نے ماں اور اس کی اولاد کے درمیان جدائی ڈالی اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور اس کے محبوب لوگوں کے درمیان قیامت کے دن جدائی ڈال دیں گے۔“ (۵)

(شافعی) بچہ جب سات یا آٹھ سال کا ہو جائے تو جدائی ڈالنا درست ہے۔

(مالک) جب بچے کے دانت اُگ کر ٹوٹ جائیں تب درست ہے۔

(۱) [عبدالرزاق (۳۰۲/۵) (۹۶۸۹) ابن ابی شیبہ (۴۹۴/۶) (۳۲۲۲۶) مجمع الزوائد (۳۴۳/۵) بیہقی

[(۵۰/۹)]

(۳) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۱۵۶۴) کتاب السیر: باب ما جاء فی کراہیۃ وطء الجبالی من السبايا،

احمد (۱۶۷/۴) تحفة الأشراف (۲۹۰/۷) (۹۸۹۳)]

(۲) [بخاری (۴۳۷۲) کتاب المغازی: باب وفد بنی حنیفۃ و حدیث ثمامہ بن اثال، مسلم (۱۷۶۴) ابو داؤد

(۲۶۷۹) نسائی (۱۰۹/۱) احمد (۴۵۲/۲)]

(۴) [تحفة الأحوذی (۱۷۱/۵)]

(۵) [حسن: المشکاة (۳۳۶۱) صحیح ترمذی، ترمذی (۱۵۶۶) کتاب السیر: باب فی کراہیۃ التفریق، دارمی

(۲۲۷/۲) احمد (۴۱۲/۵)]

- (احناف) جب اسے احتلام ہونا شروع ہو جائے تب درست ہے۔
 (احمد) ان میں کسی صورت میں بھی جدائی نہیں ڈالی جائے گی خواہ وہ بچہ بڑا اور بالغ ہی کیوں نہ ہو جائے۔
 (اوزاعی) تب جدائی ڈالی جاسکتی ہے جب وہ اپنے باپ سے مستغنی ہو جائے۔ (۱)
 (راجح) امام احمد کا موقف حدیث کے زیادہ قریب ہے۔

887- چند ضروری وضاحتیں

- کسی کافر قیدی کا اسلام قبول کرنا اس کی آزادی کو لازم نہیں کرتا بلکہ وہ قید میں ہی رہے گا۔ (۲)
- حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کا اسلام قبول کرنے سے گریز کرے جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ وہ اسلام میں رغبت نہیں رکھتا بلکہ محض کسی ضرورت کے لیے ایسا کر رہا ہے۔ (۳)
- دشمن کے علاقے سے اگر اسلحہ وغیرہ اٹھا کر لانا ناممکن ہو تو اسے چھپا دینا چاہیے یا تلف کر دینا چاہیے۔ (۴)



(۱) [مرقاۃ المفاتیح (۵۲۸/۶ - ۵۲۹) تحفة الأحوذی (۵۷۳/۴)]

(۲) [مسلم (۱۶۴۱) کتاب النذر: باب لا وفاء لنذر فی معصیة اللہ احمد (۴۳۰/۴) ابو داؤد (۳۳۱۶) ابن حبان

(۴۸۵۹) المغنی (۴۷/۱۳)]

(۳) [ایضاً]

(۴) [السیل الحرار (۵۵۰/۴)]

تیسری فصل

قیدی ①، جاسوس ② اور صلح ③ کے مسائل

وَيَجُوزُ اسْتِزْقَانُ الْعَرَبِ

عربوں کو غلام بنانا جائز ہے۔ ④

① لغوی وضاحت: قیدی کو عربی میں اسیر کہتے ہیں۔ اس کی جمع اُسْرَى، اُسْرَاءُ، اُسَارَى، اُسَارَى وغیرہ آتی ہے۔ سَبْنَى قیدی عورت کو کہتے ہیں۔ باب سَبْنَى، اِسْتَبَى (ضرب، استفعال) قید کرنا۔ اسی طرح باب اَسْرَ، اِسْتَأْتَرُ (ضرب، استفعال) قید کرنا۔ (۱)

اصطلاحی تعریف: ایسے مرد جنگ میں مسلمانوں کے غلبے کی وجہ سے ہاتھ لگیں۔ اس کا اطلاق عورتوں اور بچوں پر بھی ہوتا ہے۔ (۲)

② جاسوس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو خبروں کی تفتیش کرتے ہیں۔ اس کی جمع جو اسیس ہے۔ باب جَسَّ، نَجَسَّ، اِجْتَسَّ (نصر، تفاعل، افتعال) تفتیش کرنا، جاسوسی کرنا۔ (۳)

③ لغوی وضاحت: عربی میں صلح کے لیے اَلْهُذْنَةُ کا لفظ مستعمل ہے اس کی جمع هُذْنٌ آتی ہے۔ باب هَادَنْ، تَهَادَنْ (مفاعلة، تفاعل) باہم صلح کرنا۔ (۴)

اصطلاحی تعریف: اہل حرب کا قتال ترک کرنے پر معین مدت تک عوض یا کسی اور چیز کے ساتھ باہم صلح کر لینا۔ (جمہور) صلح کا معاہدہ کرنے والا حکمران یا اس کا نائب ہوگا ورنہ صلح کا معاہدہ صحیح نہیں ہوگا۔

(احناف) مسلمانوں کی ایک جماعت جب حاکم کی اجازت کے بغیر یہ معاہدہ کرے اور اس میں تمام مسلمانوں کی مصلحت بھی ہو تو یہ معاہدہ درست ہوگا کیونکہ اصل مقصود مصلحت کا وجود ہے جو کہ اس میں موجود ہے اور اس لیے بھی درست ہے کہ مصالحت ایک امان ہے اور ایک آدمی کی امان جماعت کی امان کی طرح ہے۔ (۵)

④ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [المعجم الوسيط (ص/۱۷)، (ص/۴۱۵)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدنته (۳۶۹/۶)]

(۳) [المعجم الوسيط (ص/۱۲۲)]

(۴) [المعجم الوسيط (ص/۹۷۸)، المصباح (۹۸۳)]

(۵) [آثار الحرب (ص/۶۶۲)، بدائع الصنائع (۱۰۸/۷)، حاشية الدسوقي (۱۸۹/۲) مغنی المحتاج (۲۶۰/۴) المغنی

(۴۶۲/۸) الفروق (۲۰۷/۱)]

﴿ فَشُدُّوا الْوُفَاقَ قِيَامًا مِّنَّا بَعْدُ وَإِنَّمَا فِدَاءٌ ﴾ [محمد : ۴]

”مضبوط قید و بند سے گرفتار کر لو (پھر اختیار ہے کہ) خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے لو۔“

(۱) مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ ہوازن قبیلے کا ایک مسلمان وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے سوال اور قیدی خواتین و اولاد کی واپسی کا سوال کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَحِبَّ الْحَدِيثَ إِلَىٰ أَصْدَقِهِ فَاخْتَارُوا حَدَىٰ الطَّائِفَتَيْنِ إِمَا السَّبِيِّ وَإِمَا الْمَالِ ﴾ ”میرے لیے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو لہذا تم دونوں صوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لو یا قیدی یا مال۔“ (۱)

وفد ہوازن کے یہ قیدی یقیناً عرب قبائل میں سے تھے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بنو تمیم قبیلے کی ایک لونڈی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے آزاد کرو کیونکہ یہ اسماعیل کی اولاد سے ہی ہے۔“ (۲)

نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ اس لیے کہا تھا کیونکہ انہوں نے نذر مانی تھی کہ وہ اسماعیل رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ایک غلام آزاد کریں گی۔ (۳)

قبیلہ بنو تمیم بھی عرب کا معروف قبیلہ ہے۔

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جویریہ بنت حارث قبیلہ بنو مطلق کے قیدیوں میں تھیں۔ انہوں نے اپنے مالک سے اپنے بارے میں مکاتبت کا معاملہ طے کر رکھا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان (جویریہ بنت حارث) سے اس شرط پر شادی کر لی کہ آپ ﷺ اس کی طے شدہ رقم ادا کر دیں گے۔ آپ نے جب ان سے شادی کر لی تو لوگوں نے کہا یہ تو اب رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں اس لیے انہوں نے وہ تمام قیدی لونڈیاں جو (اس قبیلے کی) ان کے پاس تھیں آزاد کر دیں۔ (۴)

(جہور) عربوں کو غلام بنانا جائز ہے۔

(احناف) عرب کے مشرکین سے اسلام یا تلوار کے سوا کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی۔ (۵)

(راجع) عربوں کو غلام بنانا جائز ہے کیونکہ کافر قیدیوں کو قتل کرنا ان سے فدیہ لینا یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دینا اور غلام بنانا لینا سب شریعت میں ثابت ہے۔ اب جو شخص بعض کافروں کو ان امور میں دوسروں سے خاص کرتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ بغیر ثبوت

(۱) [بخاری (۲۳۰۷، ۲۳۰۸) کتاب الوکالة : باب إذا وهب لوكيل أو شفيع قوم جاز' ابو داود (۲۶۹۳) احمد

[(۳۲۶/۴)]

(۲) [بخاری (۲۵۴۳، ۴۳۶۶) مسلم (۲۵۲۵) احمد (۳۹۰/۲)]

(۳) [مجمع الزوائد (۵۰/۱۰) طبرانی اوسط (۷۹۶۷) نیل الأوطار (۷۱/۵) طبرانی کبیر (۲۳۱/۴)]

(۴) [بخاری (۲۵۴۱) مسلم (۱۳۵۶) ابو داود (۳۹۳۱) بیہقی (۲۴/۹) حاکم (۲۶۱/۴) احمد (۲۷۷/۶)]

(۵) [فتح الباری (۴۷۹/۵) الام (۴۶۷/۵) بیہقی (۷۳/۹) نیل الأوطار (۷۳/۵) الروضة النذبة (۷۵۱/۲)]

کے قبول نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

○ جس روایت میں مذکور ہے کہ ﴿لو كان الاسترقاق جائزا على العرب لكان اليوم إنما هو أسرى﴾ ”مگر عربوں کو قیدی بنانا جائز ہوتا تو وہ آج قیدی ہی ہوتے۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۲)

اور جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے۔ ①

وَقَتْلُ الْجَاسُوسِ

① (۱) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس سفر میں (غزوہ ہوازن کے لیے جاتے ہوئے) ایک جاسوس آیا وہ صحابہ کی جماعت میں بیٹھا بات چیت کی پھر وہ واپس چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اطلبوه واقتلوه فقتلته ففعله سلبه﴾ ”اسے تلاش کر کے قتل کر دو چنانچہ میں (سلمہ بن اکوع) نے اسے قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے اس کے ہتھیار و اوزار مجھے اضافی طور پر عطا کر دیے۔“ (۳)

(۲) حضرت فرات بن حیان سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے قتل کا حکم دے دیا اور وہ اس وقت ذمی تھے ﴿وکان عینا لأبی سفیان﴾ ”اور ابوسفیان کے جاسوس تھے۔“ اور ایک انصاری کے حلیف تھے۔ جب وہ انصار کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے تو کہا میں مسلمان ہوں انصار کے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! وہ تو کہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں کچھ ایسے آدمی ہیں جنہیں ہم ان کے ایمان کے سپرد کر دیتے ہیں۔ انہی میں سے ایک فرات بن حیان ہے۔“ (۴)

ثابت ہوا کہ ذمی جاسوس کو قتل کرنا بالاتفاق درست ہے۔ (۵)

(مالک، اوزاعی) جاسوسی کی وجہ سے ذمی کا عہد ٹوٹ جائے گا اسے بھی قتل کیا جائے گا۔

(شافعیہ) اگر معاہدے میں یہ (جاسوسی نہ کرنے کی) شرط لگائی گئی ہو تو بالاتفاق عہد ٹوٹ جائے گا۔ (۶)

(۱) [نیل الأوطار (۷۴/۵) الروضة الندية (۷۵۲/۲)]

(۲) [بیہقی (۷۴/۱۹) اس کی سند میں واقدی راوی ضعیف ہے۔ امام بخاری نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ امام ابو حاتم

نے اسے متروک کہا ہے۔ امام ابن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ امام دارقطنی نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے۔ امام نسائی نے کہا ہے کہ یہ متروک ہے حدیثیں گھڑتا ہے۔ [المجروحین (۲۹۰/۲) المحرج والتعديل (۲۰/۸) میزان الاعتدال

[(۶۶۲/۳)]

(۳) [بخاری (۳۰۵۱) کتاب الجہاد والسیر : باب الحربی إذا دخل دار الإسلام بغیر امان، ابو داؤد (۲۶۵۳) احمد

(۵۰/۱۴) مسلم (۱۷۵۴)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۱۰) کتاب الجہاد : باب فی الجاسوس الذمی، ابو داؤد (۲۶۵۲) احمد

(۳۳۶/۴) حاکم (۱۱۵/۲) بیہقی (۱۹۷/۹)]

(۵) [شرح مسلم (۳۱۱/۶)]

(۶) [نیل الأوطار (۷۵/۵) الروضة الندية (۷۵۳/۲)]

مسلمان جاسوس کو قتل کرنے کے متعلق حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ انہوں نے مکہ کو نبی ﷺ کی تیاری اور آمد کی خبر ارسال کی تھی پھر جب وہ پکڑے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿ دعنی رب عنق هذا المنافق ﴾ ”مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کا سر اڑا دوں۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”نہیں یہ میں شریک تھے۔“ (۱)

یاد رکھنی (۲) اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”حاطب رضی اللہ عنہ کا قتل چھوڑنے کا سبب یہ تھا کہ وہ بدر میں ایک تھے ورنہ وہ قتل کے مستحق تھے اور اس میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ جاسوس کو قتل کیا جائے گا خواہ مسلمان کیوں نہ ہو۔“ (۲)

(۳) جاسوس کو عربی میں ”عین“ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس کا تمام تر عمل آنکھ کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۳)

وَإِذَا أَسْلَمَ الْحَرَبِيُّ قَبْلَ الْفَتْرَةِ عَلَيْهِ أُخْرَجَ أَمْوَالُهُ	اگر جنگی دشمن پکڑے جانے سے پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اپنا مال بچالے گا۔ ①
---	---

① (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کلمہ بھلیں نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں جب وہ ایسا کریں تو ﴿ عصموا منی دماء ہم وأموالہم ﴾ ”وہ مجھ سے اپنی بائیں اور اپنے مال بچالیں گے۔“ (۴)

(۲) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((إذا أسلم قوم في دار الحرب ولهم مال وأرضون فبھی لهم)) ”جب کوئی قوم دار الحرب میں مسلمان ہو جائے اور ان کے پاس مال اور زمینیں ہوں تو وہ انہی کی ملکیت میں رہیں گی۔“ (۵)

(۳) اس ضمن میں حضرت سحر بن عیلة رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ضعیف ہے۔ (۶)

(۴) جس روایت میں ہے کہ ﴿ من أسلم على شيء فهو له ﴾ ”جو شخص کسی چیز پر (یعنی جو اس کے پاس ہو) مسلمان ہو تو

(۱) [بخاری (۳۰۰۷) کتاب الجہاد والسیر: باب الجاسوس وقول الله تعالى ولا تتخذوا عدوی..... مسلم (۲۴۹۴)

ابو داؤد (۲۶۵۰) ترمذی (۳۳۰۵) احمد (۷۹۱)

(۲) [نیل الأوطار (۷۶/۵)]

(۳) [نیل الأوطار (۷۵/۵)]

(۴) [بخاری (۲۵) کتاب الإیمان: باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة..... مسلم (۲۲)]

(۵) [بخاری (قبل الحدیث ۳۰۵۸) کتاب الجہاد والسیر]

(۶) [ضعیف: ضعیف ابو داؤد (۶۷۰) کتاب الحجاج: باب فی إقطاع الأرضین، ابو داؤد (۳۰۶۷) احمد (۳۱۰/۴)]

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ [بلوغ المرام (۲۸۴)]

وہ اسی کی ہے۔“ (۱)

(5) جس روایت میں ہے کہ ”نبی ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو ثعلبہ اور اسید بن سعید مسلمان ہو گئے۔ ان کے اسلام نے

ان کے اموال اور چھوٹے بچوں کو محفوظ کر لیا۔“ وہ مرسل ہے۔ (۲)

(جمہور) حربی اگر دنی خوشی سے مسلمان ہو جائے تو اس کا تمام مال اس کی ملکیت میں ہی رہے گا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ دارالاسلام میں مسلمان ہوا ہو یا دارالکفر میں۔

(ابویوسف) اسی کے قائل ہیں۔

(شافعیہ، حنابلہ) اسلام مال کو محفوظ کر لیتا ہے خواہ وہ مقتول ہو یا غیر مقتول۔ (۳)

جب کسی کافر کا غلام مسلمان ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ ❶

وَإِذَا أَسْلَمَ عَبْدٌ لِلْكَافِرِ صَارَ حُرًّا

❶ (1) حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے کچھ غلام بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے تو ان کے مالکوں نے آپ ﷺ کی طرف لکھا کہ اللہ کی قسم اے محمد! یہ آپ کی طرف دینی رغبت کی وجہ سے نہیں آئے بلکہ غلامی سے بھاگ کر آئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! انہوں نے سچ کہا ہے آپ انہیں ان کی طرف واپس بھیج دیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ غصے میں آ گئے اور فرمایا ”اے قریش کی جماعت! میں خیال نہیں کرتا کہ تم اس وقت تک باز آ جاؤ گے جب تک اللہ تعالیٰ تم پر ایسے لوگوں کو نہ بھیج دے جو تمہاری گردنیں مار ڈالیں اور آپ ﷺ نے انہیں واپس لوٹانے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا ﴿ہم عتقاء اللہ عزوجل﴾ ”یہ سب اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔“ (۴)

ثابت ہوا کہ اگر کفار کا کوئی غلام مسلمان ہو جائے تو آزاد ہو جائے گا۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿اعتق رسول اللہ یوم الطائف من حرج إلیہ من عبید المشرکین﴾ ”غزوہ طائف کے دن جو بھی مشرکین کا غلام (مسلمان ہو کر) رسول اللہ ﷺ کی طرف آیا آپ نے اسے آزاد کر دیا۔“ (۵)

(۱) [أبو یعلیٰ (۵۸۴۷) بیہقی (۱۱۳/۹) الکامل لابن عدی (۵۳۵/۸) امام ابن عدی نے ”لسین زیات“ کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ ابن ابی سلیمہ اور عروہ سے مرسل منقول ہے۔]

(۲) [نصب الرایۃ (۴۱۰/۳)]

(۳) [الفقہ الإسلامی وأدلته (۴۶۷/۶) آثار الحرب (ص ۶۱۳) نیل الأوطار (۷۹/۵)]

(۴) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۴۹) کتاب الجہاد : باب فی عبید المشرکین یلحقون بالمسلمین فیسلمون ابو داؤد (۲۷۰۰) ترمذی (۳۷۱۵) حاکم (۱۲۵/۲) بیہقی (۲۲۹/۹) احمد (۱۵۵/۱)]

(۵) [احمد (۱۲۳/۱) ۲۳۶-۲۴۳-۳۶۲) ابن ابی شیبہ (۵۳۲/۶) شرح معانی الآثار (۲۷۸/۳) بیہقی

[(۲۲۹/۹)]

(3) امام شعبیؒ بنو ثقیف کے کسی آدمی سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ابو بکرہ کی واپسی کا سوال کیا جو کہ ہمارا غلام تھا لیکن ہم سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ہو طلیق اللہ ثم طلیق رسولہ ﴾ ”نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا آزاد کردہ ہے پھر اس کے رسول کا آزاد کردہ ہے۔“ (۱)

○ یہ یاد رہے کہ اگر مالک اپنے غلام سے پہلے مسلمان ہو جائے پھر غلام مسلمان ہو تو غلام کو مالک کی طرف لوٹا دیا جائے گا کیونکہ مالک نے اسلام قبول کر کے اپنا مال محفوظ کر لیا ہے اور غلام بھی اس کا مال ہے۔ (۲)

جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غلام کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اگر وہ آزاد کر مسلمان ہو جائے پھر اس کا مالک مسلمان ہو تو وہ آزاد ہوگا لیکن اگر پہلے مالک آزاد کر مسلمان ہو جائے اور غلام بعد میں آزاد کر مسلمان ہو تو وہ غلام ہی رہے گا۔ وہ مرسل ہے۔ (۳)

<p>وَ الْأَرْضُ الْمَغْنُومَةُ أَمْرُهَا إِلَى الْإِمَامِ فَيَفْعَلُ الْأَصْلَحَ مِنْ قِسْمَتِهَا أَوْ تَرَكَهَا مُشْتَرِكَةً بَيْنَ الْغَابِيَيْنِ أَوْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ</p>	<p>مفتوحہ زمین کا معاملہ حاکم کی رائے پر موقوف ہوگا وہ اس کے متعلق زیادہ مناسب فیصلہ کر سکے گا یا اسے غنیمت لانے والوں کے درمیان یا تمام مسلمانوں کے درمیان مشترک کر رہنے دے گا۔ ①</p>
--	--

- ① (1) بنو قریظہ اور بنو نضیر کی زمین رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دی۔ (۴)
- (2) آپ ﷺ نے خیبر کی نصف زمین کو تقسیم کر دیا اور نصف کو حکومتی امور اور تمام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے خاص کر دیا۔ (۵)
- (3) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ایما قریة اتیموها فاقتمت فیہا..... ﴾ ”تم جس بستی میں بھی آؤ اور اس میں قیام کرو تو اس میں تمہارا حصہ ہے (جیسے مسلمانوں میں سے کسی ایک عام مسلمان کا حصہ ہے) اور جو بستی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمان ہو تو اس کا خمس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے پھر وہ بھی تمہارے درمیان تقسیم ہوگا۔“ (۶)

(۱) [احمد (۱۶۷/۴) سنن سعید بن منصور (۲۸۰۸) شرح معانی الآثار (۲۷۹/۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۸۰/۵)]

(۳) [ابن ابی شیبہ (۵۳۲/۵) سنن سعید بن منصور (۲۹۰/۲) نیل الأوطار (۸۰/۵) الروضة الندية

(۷۵۰/۲)]

(۴) [نیل الأوطار (۸۳/۵) الروضة الندية (۷۵۶/۲)]

(۵) [حسن صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۶۰۱) کتاب الخراج : باب ما جاء فی حکم أرض خیبر : ابو داؤد (۳۰۱۰)

بیہقی (۳۱۷/۶)]

(۶) [مسلم (۱۷۵۶) کتاب الجہاد والسیر : باب حکم الفیئ : احمد (۳۱۷/۲) ابو داؤد (۳۰۳۶)]

(قاضی عیاضؒ) احتمال ہے کہ اس حدیث میں پہلی بستی سے مراد وہ بستی ہو جہاں لڑائی نہ ہوئی ہو۔ اس میں مجاہدین کا حصہ دوسرے مسلمانوں کے مساوی ہے اور دوسری بستی سے مراد وہ بستی ہو جہاں لڑائی ہوئی ہو اس میں پانچواں حصہ نکال کر باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

(ابن منذرؒ) ہمیں علم نہیں کہ امام شافعیؒ سے پہلے کوئی مال فی میں خمس کا قائل ہو۔ (۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ غنیمت کی زمین مجاہدین میں تقسیم ہوگی۔ (۲)

(خطابیؒ) جنگ کے ذریعے حاصل شدہ زمین کا حکم تمام اموال غنائم کی طرح ہی ہے اس میں سے خمس نکال کر باقی مجاہدین میں تقسیم کی جائے گی۔ (۳)

(مالکؒ) مال غنیمت کی زمین کو تقسیم نہیں کیا جائے گی بلکہ اس کا منافع مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے کاموں میں صرف کیا جائے گا۔ لاکہ حاکم تقسیم میں مصلحت سمجھے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

(ابن قیمؒ) امام مالکؒ کے قول کی مثل جمہور صحابہ سے قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس بات پر خلفائے راشدین کی سیرت گواہ ہے اور انہوں نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

(احمدؒ) حاکم کو اختیار ہے اگر زمین کی تقسیم میں بہتری سمجھے تو اسے تقسیم کر دے اگر مسلمانوں کی جماعت کے لیے وقف میں مصلحت سمجھے تو اسے وقف کر دے اور اگر بعض کو چھوڑ کر بعض کو تقسیم کرنا چاہے تو یہ بھی درست ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ تینوں قسمیں ثابت ہیں:

(1) بنو نضیر اور بنو نضیر کی زمین آپ ﷺ نے تقسیم کر دی۔

(2) مکہ کی زمین تقسیم نہیں کی۔

(3) خیبر کی کچھ زمین کو تقسیم کر دیا اور کچھ تمام مسلمانوں کے لیے وقف کر دی۔

(شافعیؒ) زمین کو بھی باقی غیر منقولہ اشیاء کی طرح تقسیم کر دیا جائے گا۔ (۴)

(راجح) امام احمدؒ کا موقف راجح ہے۔

وَمَنْ أَهْنَهُ أَحَدَ الْمُسْلِمِينَ صَارَ آمِنًا جَسَّهَ كَوْنِي مُسْلِمًا أَمَانًا دَعَا تَوَدُّهُ (قانونی طور پر) آمِنٌ وَاللَّهِ هُوَ الْوَكِيلُ

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا

(۱) [سبل السلام (۱۷۹۶/۴)]

(۲) [نیل الأوطار (۸۱/۵)]

(۳) [معالم السنن (۳۶/۳)]

(۴) [المغنی (۵۷-۵۴/۱۳) الأم للشافعی (۱۴۴/۴) نیل الأوطار (۸۳/۵) زاد المعاد (۴۳۲/۳)]

آدناہم ﴿ ”مسلمان پناہ دینے میں سب برابر ہیں، معمولی سے معمولی مسلمان (عورت یا غلام) کسی کافر کو پناہ دے سکتے ہیں“ اور جو کوئی کسی مسلمان کا کیا ہوا عہد توڑے گا اس پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔ نہ تو اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ ہی نفل۔“ (۱)

(۲) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ المسلمون تتكافأ دماہم یسعی بذمتہم آدناہم ﴾ ”مسلمانوں کے خون ایک دوسرے کے برابر ہیں ان کا معمولی انسان بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔“ (۲)

888- عورت بھی پناہ دے سکتی ہے

- (۱) حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا ﴿ قد أجزنا من أجزت ﴾ ”ہم نے بھی اسے پناہ دی جسے تو نے پناہ دی۔“ (۳)
- (۲) زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا نے ابو العاص بن ربیع کو پناہ دی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے قائم رکھا۔ (۴)
- (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”عورت بھی پناہ دے سکتی ہے۔“ (۵)
- (۴) ابن منذرؒ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت بھی پناہ دے سکتی ہے۔ (۶)

889- غلام بھی پناہ دے سکتا ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ العبد المسلم رجل من المسلمین ذمتہ ذمتہم ﴾ ”مسلمان غلام مسلمانوں کا ہی ایک فرد ہے لہذا اس کی دی ہوئی پناہ تمام مسلمانوں کی پناہ کی طرح ہے۔“ (۷)

ثابت ہوا کہ غلام بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔

○ (احناف) امان کی درنگی کے لیے چار شرائط ہیں:

- (۱) [بخاری (۳۱۷۹) کتاب الجزية والموادعة: باب اثم من عاهد ثم عذر وقوله الذین عاهدت..... مسلم (۱۳۷۰)]
- احمد (۱۲۲/۱) ابو داود (۴۵۳۰) نسائی (۲۴/۸) حاکم (۱۴۱/۲) دارقطنی (۹۸/۳)
- (۲) [حسن صحیح: صحیح ابو داود (۲۳۹۰) کتاب الجہاد: باب فی السریة ترد علی اهل العسکر] ابو داود (۲۷۵۱) احمد (۱۹۱/۲) ابن ماجہ (۲۶۸۵)
- (۳) [بخاری (۳۱۷۱) کتاب الجزية والموادعة: باب امان النساء وجوارهن] مسلم (۳۳۶) احمد (۳۴۱/۶) مؤطا (۱۵۲/۱) دارمی (۳۳۹/۱) ابو داود (۷۷/۲)
- (۴) [بیہقی (۹۵/۹) کتاب السیر: باب امان المرأة] عبد الرزاق (۲۲۴/۵)
- (۵) [بیہقی (۹۵/۹) کتاب السیر: باب امان المرأة] عبد الرزاق (۲۲۳/۵) سنن سعید بن منصور (۲۳۴/۲)
- (۶) [الإجماع لابن المنذر (ص ۷۳) (۲۴۶)]
- (۷) [سنن سعید بن منصور (۲۳۳/۲) عبد الرزاق (۲۲۲/۵) ابن أبی شیبہ (۴۵۳/۱۲)]

(1) مسلمانوں کا کمزور ہونا اور کفار کا قوت میں ہونا۔

(2) عقل، یعنی پاگل اور بچے کی امان درست نہیں۔

(3) بلوغت، یعنی نابالغ بچے کی امان درست نہیں۔

(4) اسلام، یعنی کافر کی امان درست نہیں۔ (۱)

(عمر بنی اللہ، شافعی، ثوری، اوزاعی، اسحاق) ہر مسلمان، بالغ، عاقل، خود مختار، مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد کی امان درست ہے۔

(ابو حنیفہ، ابو یوسف) غلام کی امان صرف اسی صورت میں درست ہے جب اسے قتال میں شرکت کی اجازت ہو۔

(مالک) عورت کی امان حاکم کی اجازت کے بغیر درست نہیں۔ (۲)

(راجح) پہلا (یعنی حضرت عمر بنی اللہ وغیرہ کا) موقف راجح ہے۔ (۳)

○ کسی مسلمان قیدی کی دی ہوئی پناہ بھی درست ہے کیونکہ وہ بھی حدیث ﴿ذمة المسلمین﴾ کے عموم میں شامل ہے اور عاقل و بالغ، مکلف و خود مختار ہے۔ (۴)

وَالرَّسُولُ كَالْمُؤْمِنِ

اور دشمن کا قاصد امان پانے والے کی طرح ہی میں ہوتا ہے۔ ①

① (1) حضرت عبداللہ بن مسعود بنی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسیلہ کذاب کے ایلیوں کے لیے فرمایا ﴿لولا

أنك رسول الله لضربت عنقك﴾ ”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم ایلی ہو تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔“ (۵)

(2) سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿أما والله لولا أن الرسل لا تقتل لضربت أعناقكم﴾ ”اللہ کی

قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ایلیوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کی گردن کاٹ دیتا۔“ (۶)

(3) حضرت ابورافع بنی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إني لا أخيس بالعهد ولا أخيس البرد﴾

”میں نہ تو عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ ہی قاصدوں اور سفیروں کو قید کرتا ہوں۔“ (۷)

(۱) [بدائع الصنائع (۱۰۶/۷) فتح القدیر (۲۹۸/۴) تبیین الحقائق (۲۴۷/۳) الدر المختار (۲۴۹/۳)]

(۲) [المعنی (۷۵/۱۳) سبل السلام (۱۷۹۰/۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۹۸/۵)]

(۴) [المعنی (۷۷/۱۳)]

(۵) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۴۰۰) کتاب الجہاد : باب فی الرسل، ابو داؤد (۲۷۶۲) احمد (۳۹۰/۱) نسائی (۹۲۸۰)]

(۶) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۳۹۹) ایضاً، ابو داؤد (۲۷۶۱) احمد (۴۸۷/۳)]

(۷) [صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۷۵۸) نسائی (۱۹۹/۹) احمد (۸/۶) موارد الظمان (ص ۳۹۳) حاکم

[بیہقی (۵۹۸/۳) (۱۴۵/۹)]

”شوکانی“ یہ احادیث ثبوت ہیں کہ کفار کے ایلیچوں کو قتل کرنا حرام ہے خواہ وہ کفر ہی کہہ دیں۔ (۱)
 (سفر اہل قتل جائز نہیں) کیونکہ ضرورت اس کی متقاضی ہے اگر ہم ان (کفار) کے سفیروں کو قتل کریں گے تو وہ
 ہمارے سفیروں کو قتل کریں گے جس وجہ سے باہمی پیغام رسانی اور خط و کتابت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ (۲)

کفار کے ساتھ صلح کرنا جائز ہے ① اگرچہ شرط ہی ہو یا ایسی مدت تک جو زیادہ سے زیادہ دس سال تک ہو سکتی ہے۔ ②	وَتَجُوزُ مَهَادَنَةُ الْكُفَّارِ وَلَوْ بِشَرْطٍ وَإِلَى أَجَلٍ أَكْثَرَهُ عَشْرَ سِنِينَ
---	---

① (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ﴾ [الأنفال: ۶۱]

”اگر وہ (کفار) صلح کرنا چاہیں تو تم بھی صلح کر لو۔“

(۲) میثاق مدینہ (یہود سے معاہدہ) اس کی دلیل ہے۔ (۳)

(۳) رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ سے صلح کی (یعنی صلح حدیبیہ)۔ (۴)

② (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش نے نبی ﷺ سے مصالحت کے وقت یہ شرط لگائی کہ تم میں سے جو کوئی
 ہمارے پاس آئے گا ہم اسے واپس نہیں کریں گے اور ہمارا کوئی آدمی تمہارے پاس آجائے تو تم اسے ہمارے پاس واپس لوٹا
 دو گے۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم یہ لکھ لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں! جو شخص ہم میں سے ان کے
 پاس چلا جائے گا اسے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہے اور ان میں سے جو ہمارے پاس آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ضرور
 کشائش اور کوئی راستہ نکال دے گا۔“ (۵)

(۲) حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان سے صلح حدیبیہ کے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے اور اس میں ہے کہ ﴿ ہذا ما
 صالح علیہ محمد بن عبد اللہ، سہیل بن عمرو علی وضع الحرب عشر سنین ﴾ ”یہ وہ (دستاویز) ہے جس پر محمد
 بن عبد اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی ہے کہ دس سال جنگ بند رہے گی۔“ (۶)

(۱) [نبیل الأوطار (۱۰۰/۵)]

(۲) [المغنی (۷۹/۱۳)]

(۳) [سیرۃ ابن ہشام (۱۶۷/۲-۱۷۲) عیون الأثر (۱۹۷/۱-۱۹۸) صحیفۃ المدینۃ المنورۃ (ص/۹۹)]

(۴) [مسلم (۱۷۸۴) کتاب الجہاد والسیر: باب صلح الحدیبیۃ فی الحدیبیۃ 'عبدالرزاق (۳۴۳/۵) احمد (۲۶۸/۳)]

[سیرۃ ابن ہشام (۴۳۹/۳) فتح الباری (۱۱/۲۹۸)]

(۵) [مسلم (۱۷۸۴) کتاب الجہاد والسیر: باب صلح الحدیبیۃ فی الحدیبیۃ 'احمد (۲۶۸/۳)]

(۶) [بخاری (۲۷۳۱، ۲۷۳۲، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵) کتاب الشروط: باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اهل

الحرب وکتابۃ الشروط 'ابو داود (۲۷۶۵)]

- (امیر صنعانیؒ) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کفار سے معین مدت کے لیے صلح کرنا جائز ہے۔ (۱)
- اس بات پر مصالحت کہ کفار سے کوئی شخص اگر مسلمان ہو کر آئے تو اسے واپس کیا جائے گا (اگرچہ اس میں اختلاف ہے لیکن برحق بات یہ ہے کہ) نبی ﷺ کے عمل کی وجہ سے جائز ہے۔ (۲)
- (احناف) یہ صلح درست نہیں۔ (۳)
- رسول اللہ ﷺ نے معاہدے کے بعد آنے والی خواتین کو واپس نہیں کیا کیونکہ صلح مردوں کے حق میں ہوئی تھی عورتوں کے حق میں نہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:
- ﴿ قَلَّا تَرَوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ﴾ [المتحنة: ۱۰]
- ”ان عورتوں کو کفار کی طرف مت لوناؤ۔“ (۴)

890- صلح کی مدت

- صلح کی مدت کے متعلق اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صلح معین مدت کے لیے ہو، غیر معین مدت کے لیے نہ ہو کیونکہ بیعتی کی صلح کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فریضہ قتال کو چھوڑ دینا۔ البتہ اہل علم نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ صلح کی مدت کتنی ہونی چاہیے۔
- (شافعیہ) جب مسلمان قوت میں ہوں تو چار ماہ سے ایک سال کی مدت تک اور جب کمزور ہوں تو دس سال تک صلح کا معاہدہ کرنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش سے صلح حدیبیہ میں اس پر مصالحت کی۔
- (حنابلہ) حاکم اجتہاد کے بعد اگر دس سال سے زیادہ مدت پر صلح کرنے میں بہتری سمجھے تو درست ہے۔
- (احناف، مالکیہ) صلح کے لیے کوئی معین مدت نہیں ہے بلکہ امام کی رائے پر موقوف ہے۔ (۵)
- (راجح) اللہ تعالیٰ نے کفار سے قتال فرض قرار دیا ہے اس لیے جزیہ یا اس کی مثل کسی بھی چیز کے بغیر ان سے صلح کر لینا درست نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کا عمل اس کے جواز پر شاہد ہے اس لیے اس کی مدت بھی وہی ہوگی جو فیصل سے ثابت ہے اس کے بعد اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا یعنی کفار سے قتال واجب ہو جائے گا۔ جمہور اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(۱) [سبل السلام (۴/۴ - ۱۸)]

(۲) [الروضة الندية (۷۶۱/۲)]

(۳) [نبیل الأوطار (۱۱۳/۵)]

(۴) [بخاری (۲۷۱۱، ۲۳۱۲) بیہقی (۱۷۰/۷) شرح السنة (۶۴۷/۵) الأم (۲۵۹/۵) سبل السلام (۱۸۰/۴) نبیل

الأوطار (۱۱۸/۵)]

(۵) [الفقه الإسلامي وأدلته (۴/۱۶) كشاف القناع (۱۰/۳) آثار الحرب (ص/۶۷۵)]

(۶) [الروضة الندية (۷۶۱/۲)]

891- کفار کے معاہدات کی پاسداری

اسلام نے کفار سے کیے ہوئے معاہدات کی پاسداری کا درس دیا ہے۔

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من قتل معاہدالم یرح رائحة الحنة وإن یریہا لیوجد من سیرة اربعین عاما﴾ ”جس نے کسی معاہدہ کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے پائی جائے گی۔“ (۱)

(2) حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت ابوالحسین رضی اللہ عنہما جنگ بدر سے اس لیے پیچھے رہ گئے تھے کیونکہ انہوں نے قریش کے کافروں سے عہد کیا تھا کہ وہ ان کے خلاف نہیں لڑیں گے۔ جب انہوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿انصرفا نفی لہم بعہدہم ونستعین اللہ علیہم﴾ ”تم واپس چلے جاؤ ہم ان کے معاہدے کو پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ سے مدد مانگیں گے۔“ (۲)

اور صلح کو جزیہ کے ذریعے پختہ کرنا بھی جائز ہے۔ ①

وَيَجُوزُ تَأْيِيدُ الْمُعَاهَدَةِ بِالْجِزْيَةِ

① (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴾ [التوبة : ۲۹]

”ان سے لڑائی کرو جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں جانتے، نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔“

(2) حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے امیر کو وصیت کرتے کہ جب وہ دشمن سے ملے تو انہیں تین ہاتوں میں سے ایک کی طرف دعوت دے، انہیں اسلام کی طرف دعوت دے اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو تم ان سے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ۔ اگر وہ نہ مانیں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو اگر وہ یہ مان لیں تو ان سے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ۔ اگر وہ اس کا بھی انکار کر دیں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے قتال کرو۔“ (۳)

(3) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر (بحرین کا دار الخلافہ) کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ (۴)

(۱) [بخاری (۳۱۶۶) کتاب الحزبة والموادعة : باب إثم من قتل معاہدا بغیر حرم]

(۲) [مسلم (۱۷۸۷) احمد (۳۹۰/۵)]

(۳) [مسلم (۱۳۵۷، ۱۳۵۸) کتاب الجہاد والسیر : باب تأمیر الإمام الأمراء علی البعث ووصیتہ.....]

(۴) [بخاری (۳۱۵۷) کتاب الحزبة : باب الموادعة مع أهل الحرب، ابو داود (۳۰۴۳) ترمذی (۱۵۸۷)]

نسائی (۲۳۴/۵) احمد (۱۹۰/۱)]

(4) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جنگ نہاوند کے دن لشکر کسری کے امیر کو کہا ﴿اُمرنا نبینا نقاتلکم حتی تعبدوا اللہ وتؤدوا الجزیة﴾ ”ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہم تم سے لڑتے رہیں حتیٰ کہ تم اللہ کی عبادت کرنے لگو اور جزیہ ادا کرو۔“ (۱)

(5) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کے حکمران اکیدر کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے ﴿فحقن دمه وصالحه علی الجزیة﴾ ”اس کا خون نہ بہایا اور اس سے جزیہ پر مصالحت کر لی۔“ (۲)

(6) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین سے جزیہ لینے کے لیے بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین سے مصالحت کی ہوئی تھی اور ان پر علاء بن حضرمی کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ (۳)

(زہریؒ) سب سے پہلے اہل نجران نے جزیہ دیا تھا اور وہ عیسائی تھے۔ (۴)

(احمدؒ) اہل کتاب اور مجوسیوں کے علاوہ کسی سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا (صرف اسلام یا تمل)۔

(شافعیؒ) اہل کتاب اور مجوسیوں سے جزیہ لیا جائے گا عربی ہوں یا عجمی۔

(مالکؒ، اوزاعیؒ) عرب و عجم کے تمام کافروں سے جزیہ لیا جائے گا۔

(احناف) مشرکین عرب سے جزیہ نہیں لیا جائے گا (حالانکہ صحیح حدیث گزری ہے کہ آپ ﷺ نے دومۃ الجندل کے حکمران سے جزیہ لیا اور وہ عرب سے تھا)۔ (۵)

(راجع) عرب و عجم کے تمام کفار سے جزیہ لینا درست ہے سوائے مرتد کے کیونکہ نبی ﷺ کسی بھی لشکر کو روانہ کرتے وقت ان کے امیر کو تمام مشرکین سے جزیہ لینے کی وصیت فرماتے تھے۔ اور یہ آیت ﴿فَاتَّخِذُوا الدِّينَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ﴾ بھی اس کے مخالف نہیں ہے کیونکہ جزیہ کفار سے لیا جائے گا اور اہل کتاب بھی کفار کی ایک قسم ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بھی اسی بات کو راجح قرار دیا ہے۔ (۶)

(۱) [بخاری (۳۱۵۹) کتاب الجزیة والموادعة : باب الجزیة والموادعة مع أهل الحرب.....]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود (۲۶۲۱) کتاب الخراج : باب فی أخذ الجزیة ابو داود (۳۰۳۷) بیہقی (۱۸۷/۹) تحفة الأشراف (۲۸۶/۱۳)]

(۳) [بخاری (۲۹۸۸) مسلم (۲۹۶۱) احمد (۱۳۷/۴) ترمذی (۲۴۶۲) ابن ماجہ (۳۹۹۷)]

(۴) [ابو عبید فی الأموال (ص ۶۷)]

(۵) [المغنی (۲۰۳/۱۳) الاختیار (۱۳۷/۴) فتح الباری (۳۹۳/۶) نیل الأوطار (۱۲۵/۵) الروضة الندية (۷۶۳/۲)]

(۶) [السبل الحرار (۵۷۰/۴) سبل السلام (۱۷۹۷/۴) قاعدة فی قتال الکافر لابن تیمیة]

892- جزیہ کی شرائط

جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ جزیہ کے لیے تین شرائط ہیں:

(1) بالغ ہونا (2) آزاد ہونا (3) مذکر ہونا۔

یعنی بچے، غلام، عورت، پاگل، انتہائی بوڑھے، کمائی سے عاجز اور گرجوں کے عبادت گزاروں سے جزیہ نہیں لیا

جائے گا۔ (۱)

واضح رہے کہ یہ تمام اجتہادی مسائل ہیں ان میں کوئی شرعی نص موجود نہیں، اختلاف کا سبب یہ ہے کہ انہیں (یعنی بچے

پاگل وغیرہ کو) قتل کیا جائے گا یا نہیں۔ (۲)

893- جزیہ کی مقدار

(1) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا ﴿فامرني أن آخذ من

كل حالمة دينارا أو عدله معاقريا﴾ ”کہ میں ہر بالغ سے ایک دینار بطور جزیہ وصول کروں یا پھر اس کے برابر معاقری

کپڑالوں۔“ (۳)

(2) نبی ﷺ نے اہل نجران سے دو ہزار طلوں (لباسوں) پر صلح کی کہ وہ نصف ماہ صفر میں اور نصف ماہ رجب میں ادا

کریں گے۔ (۴)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ لینے کے لیے تین طبقے بنا رکھے تھے۔

(1) اغنیاء سے 48 درہم (2) متوسطین سے 24 درہم (3) اور فقراء سے 12 درہم۔ (۵)

(4) ابن ابی کحج فرماتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے کہ شام کے اہل کتاب پر چار دینا (جزیہ) ہے اور

یمن کے اہل کتاب پر صرف ایک دینار تو انہوں نے کہا کہ شام کے کافر زیادہ مالدار ہیں۔ (۶)

(۱) [فتح الباری (۳۹۳/۶) نیل الأوطار (۱۲۹/۵) الفقہ الإسلامی وأدلته (۴۴۴/۶) سبل السلام (۱۸۰۰/۴)]

(۲) [بداية المحتهد (۷۴۸/۱)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۳۹۴) کتاب الزکاة : باب فی زکاة السائمة، ابو داود (۱۵۷۶) ترمذی (۶۲۳)

نسائی (۲۶/۵) ابن الجارود (۱۱۰۴) دارقطنی (۱۰۲/۲) حاکم (۳۹۸/۱) بیہقی (۹۸/۴) احمد (۲۳۰/۵)

طیالسی (۲۴۰/۱) ابن ابی شیبہ (۱:۲۶/۳) عبد الرزاق (۲۱/۴) ابن ماجہ (۱۸۰۳)]

(۴) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۶۵۸) کتاب الحجراج : باب فی أخذ الحزبة، ابو داود (۳۰۴۱) بیہقی

(۱۸۷/۹)]

(۵) [ابن ابی شیبہ (۲۴۱/۱۲) کتاب الجهاد : باب ما قالوا فی وضع الحزبة والقتال علیها، بیہقی (۱۹۶/۹) کتاب

الحزبة]

(۶) [بخاری و فضل الحدیث / ۳۱۵۶] کتاب الحزبة والموادعة : باب الحزبة والموادعة مع أهل الذمة

والحرب]

درج بالا تمام احادیث کو جمع کرنے میں فقہانے اختلاف کیا ہے۔

(شافعیؒ) کم از کم جزیہ ایک دینار ضروری ہے اور اگر امام درست سمجھے تو زیادہ بھی لے سکتا ہے۔

(احمدؒ، ابوحنیفہؒ) ان کا موقف وہی ہے جو حضرت عمرؓ کا تھا یعنی تین طبقات۔

(مالکؒ) اغنیاء کے لیے 40 درہم یا 4 دینار اور فقراء کے لیے 10 درہم یا ایک دینار۔

(ثوریؒ، عطاءؒ، یحییٰؒ، ابو سعیدؒ) جزیہ کی کوئی مقدار معین نہیں جس پر مصالحت ہو جائے وہی لیا جائے گا۔ (۱)

○ جو مال بھی میسر ہو اسی سے جزیہ لیا جائے گا جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو دینار یا اس کے برابر معافی کی پڑا وصول کرنے کا کہا۔

○ ذمیوں پر یہ شرط لگانا کہ وہ اپنے پاس آنے والے مسلمانوں کی ضیافت کریں گے درست ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایسا کیا تھا۔ (۲)

○ امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ کسی غلام کے مالک پر اپنے غلام کی طرف سے جزیہ دینا لازم نہیں ہے جب کہ مالک مسلمان ہو۔ (۳)

○ مسلمان ہونے سے بالاتفاق جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

(احناف، مالکیہ) موت کے ساتھ جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

(شافعیہ، حنابلہ) موت کے ساتھ ساقط نہیں ہوگا بلکہ قرض کی طرح ترکے سے ادا کیا جائے گا۔ (۴)

وَيَنْفَعُ الْمُشْرِكُونَ وَأَهْلَ الذَّمِّ مِنَ السُّكُونِ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ	مشرکین اور ذمیوں کو جزیرۃ العرب میں رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ①
--	---

① (1) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت یہ وصیت کی تھی ﴿أُخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ﴾ ”مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔“ (۵)

(2) حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تُخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ﴾

(۱) [المغنی (۲۱۱/۱۳) بدائع الصنائع (۱۱۲/۱۷) الدر المختار (۲۹۲/۳) تبیین الحقائق (۲۷۶/۳) الشرح الكبير (۲۰۱/۲) مغنی المحتاج (۲۴۸/۴) تفسیر فتح القدیر (۴۲۵/۲) بداية المحتشد (۷۴۹/۲)]

(۲) [بیہقی (۱۹۶/۹) کتاب الحجریة : باب الضیافة فی الصلح]

(۳) [المغنی (۲۲۰/۱۳)]

(۴) [الفقه الإسلامی وأدلته (۴۴۹/۶) آثار الحرب (ص ۶۹۴) المغنی (۲۲۱/۱۳) بداية المحتشد (۵۷۰/۱)]

(۵) [بخاری (۳۰۵۳) کتاب الجہاد والسیر : باب هل یستشفع إلى أهل الذمة ومعاملتهم، مسلم (۱۶۳۷)]

- العربیت : کتاب الجهاد والسير
- ی لا أذع إلا مسلماً ﴿ ”میں یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال کر دم لوں گا حتیٰ کہ عرب میں مسلمانوں کے علاوہ
 ی ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔“ (۱)
- (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری کلمات یہ تھے ﴿ لا ینترک بحزیرة العرب
 ینان ﴾ ”جزیرۃ العرب میں دو دین نہ چھوڑے جائیں۔“ (۲)
- (۳) حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آخری کلمات یہ تھے ﴿ أخر حوا ینهود
 هل الحجاز وأهل نجران من جزیرة العرب ﴾ ”جزیرہ العرب سے اہل حجاز اور اہل نجران کے یہودیوں کو
 نکال دو۔“ (۳)
- (۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجاز کی سرزمین سے یہود و نصاریٰ کو جلا وطن کر دیا (اور اسی
 طرح) خیبر کے یہودیوں کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تہاء اور آریحاء مقام کی طرف جلا وطن کر دیا۔ (۴)
- جزیرۃ العرب : بحر ہند، بحر شام، پھر وجہ و فرات نے جتنے علاقے پر احاطہ کیا ہوا ہے یا طول کے لحاظ سے عدن ابین کے
 درمیان سے لے کر اطراف شام تک کے علاقہ اور عرض کے اعتبار سے جدہ سے لے کر آبادی عراق کے اطراف تک (کا علاقہ
 جزیرۃ العرب کہلاتا ہے)۔ (۵)
- اسے جزیرہ اس لیے کہا گیا ہے۔ کیونکہ سمندروں نے اسے گھیرا ہوا ہے (یعنی بحر ہند، بحر فارس، بحر احمر) اور عرب کی طرف
 نسبت اس وجہ سے ہے کیونکہ قبل از اسلام یہ علاقہ انہی کا مسکن تھا۔ (۶)
- حجاز : حجاز سے مراد مکہ، مدینہ، طائف اور اس کے اضلاع وغیرہ ہیں کیونکہ یہ نجد اور تہامہ کے درمیان یا نجد اور سراسرۃ
 کے درمیان حائل ہے یا اس وجہ سے کہ یہ پانچ حرار سے گھرا ہوا ہے۔ یعنی حرۃ بن سلیم، حرۃ واقم، حرۃ لیلیٰ، حرۃ شوران
 اور حرۃ نار۔ (۷)
- (جمہور) مشرکین کو جس جزیرۃ العرب سے روکا گیا ہے اس سے مراد خاص حجاز ہے۔
 (احناف) مسجد حرام کے علاوہ مشرکین کو ہر جگہ داخل ہونے کی اجازت ہے۔

(۱) [مسلم (۱۷۶۷) کتاب الجہاد والسیر : باب إخراج الیہود والنصاری من جزیرة العرب، احمد (۳۲۱) ترمذی

(۱۶۰۶) بیہقی (۲۰۷/۹)]

(۲) [احمد (۲۷۵/۶)]

(۳) [احمد (۱۹۵/۱ - ۱۹۶) حمیدی (۸۵) بیہقی (۲۸/۹)]

(۴) [بخاری (۲۳۳۸) کتاب الحرث والمزارعة : باب إذا قال رب الأرض أترك ما أترك الله]

(۵) [القاموس المحيط (جز۱)]

(۶) [نبیل الأوطار (۱۳۳/۵)]

(۷) [القاموس المحيط (حجز)]

(مالکؒ) جزیرۃ العرب میں کوئی کافر ہائش اختیار نہیں کر سکتا البتہ تجارت کے سلسلے میں حرم میں داخل ہو سکتا ہے۔
 (شافعیؒ) تمام مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا واجب ہے لیکن جزیرۃ العرب سے مراد صرف حجاز ہے یعنی مکہ مدینہ یمامہ اور ان کے مضافات وغیرہ۔ اور یمن جزیرۃ العرب میں شامل نہیں ہے۔ اور مشرکین حرم میں حاکم کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے۔ (۱)

(راجح) جزیرۃ العرب کا لفظ جن علاقوں پر بولا جاتا ہے ان تمام سے مشرکین کو نکال دیا جائے گا اور ان میں یمن بھی شامل ہے۔ جس حدیث میں (صرف) حجاز سے مشرکین کو نکالنے کا حکم ہے تو (یاد رہے کہ) حجاز بھی جزیرۃ العرب کا ہی ایک حصہ ہے اور کسی چیز کے بعض پر حکم اس کے کل پر حکم کے مخالف نہیں ہے جیسا کہ اصول میں یہ بات ثابت ہے کہ ”عام کے بعض افراد پر حکم عام کو خاص نہیں کرتا“ (۲)

○ مجوی بھی (جزیرۃ العرب سے نکالنے کے حکم میں) اہل کتاب کی طرح ہی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ حدیث ہے ﴿لایجتمع دینان فی أرض العرب﴾ ”ارض عرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے۔“ (۳)

894- مسجد حرام میں مشرکین و کفار کا داخلہ

حرم اور بالخصوص مسجد حرام میں کسی کافر یا مشرک کو کسی بھی کام کے لیے داخل ہونے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَاهِمِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ [التوبة: ۲۸]

”اے ایمان والو! بے شک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں! اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے تو اللہ تمہیں اپنے فضل سے دولت مند کر دے گا۔“

895- باقی مساجد میں مشرکین کا داخلہ

مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں مشرکین کا داخلہ بوقت ضرورت جائز ہے کیونکہ آیت میں خاص مسجد حرام میں داخلے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن اس مسئلے میں اختلاف ہے:

(اہل مدینہ) ہر مشرک کے لیے ہر مسجد میں داخلہ ممنوع ہے۔

(شافعیؒ) مشرکین مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد میں بوقت ضرورت داخل ہو سکتے ہیں۔

(۱) [تحفة الأحوذی (۲۲۲/۵) شرح مسلم للنووی (۱۰۵/۶) نیل الأوطار (۱۳۴/۵) سبیل السلام (۱۷۹/۴) فتح

الباری (۲۸۴/۶) الاستاذ کارلابن عبدالبر (۶۲۲/۶)]

(۲) [سبیل السلام (۱۷۹/۴) الروضة الندية (۷۶۶/۲) نیل الأوطار (۱۳۵/۵)]

(۳) [سبیل السلام (۱۷۹۳/۴)]

(ابوحنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں لیکن انہوں نے بغیر ضرورت کے بھی ذمیوں کو مساجد میں داخلے کی اجازت دی ہے۔
(قنادیؒ) ذمی کے لیے مساجد میں داخلہ جائز ہے جبکہ مشرک کے لیے ممنوع ہے۔

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- (1) رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ بن آثال کو (حالتِ شرک میں) مسجد کے ستون کے ساتھ باندھے رکھا۔ (۱)
- (2) وفد ثقیف کو بھی آپ ﷺ نے مسجد میں ہی ٹھہرایا تھا۔ (۲)
- (3) اکثر مشرکین کے وفد مسجد نبوی میں ہی تشریف لاتے (حالانکہ وہ مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد سے زیادہ افضل ہے)۔ (۳)

(نودیؒ) اہل علم فرماتے ہیں کہ کفار اگر حجاز میں مسافر ہوں اور تردد کی حالت میں ہوں تو انہیں روکا نہیں جائے گا لیکن وہ حجاز میں تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ (یہ اجازت) مکہ اور اس کے حرم کے علاوہ ہے کیونکہ کافر کے لیے کسی بھی حالت میں اس میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے اگر وہ خفیہ اس میں داخل ہو جائے تو اسے نکالنا واجب ہے۔ اگر وہ مر جائے اور اسے وہیں دفن بھی کر دیا جائے تو (جب پتہ چلے گا) اسے کھود کر نکال لیا جائے گا جب تک کہ اس کی حالت متغیر نہ ہوئی ہو۔
ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا..... ﴾ [التوبة : ۲۸] (۴)



(۱) [بخاری (۴۶۲، ۲۴۲۲، ۱۷۶۴)]

(۲) [ابوداؤد (۹۶۳۱) کتاب النخراج : باب ما جاء في غير الطائف]

(۳) [تفسیر فتح القدیر (۴۲۴/۲) الروضة الندية (۷۶۷/۲)]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۱۰۵/۶) تحفة الأحوذی (۲۲۲/۵) سبیل السلام (۱۷۹۲/۴)]

چوتھی فصل

باغیوں سے لڑائی کا حکم

وَيَجِبُ قِتَالُ الْبَغَاةِ ① حَتَّى يَرْجِعُوا إِلَى الْحَقِّ

باغیوں سے لڑائی کرنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔ ②

- ① لغوی و عماح: لفظ بغاة باغی کی جمع ہے اس کا معنی ہے بغاوت کرنے والے۔ باب بَغَى يَبْغِي (ضرب) طلب کرنا، ظلم و زیادتی کرنا، نافرمانی کرنا، حق سے ہٹ جانا، باب أَبْغَى يُبْغِي (افعال) طالب بنانا، باب تَبَاغَى يَتَبَاغَى (تفاعل) ایک دوسرے پر ظلم کرنا۔ (۱)
- شرعی تعریف: جو حکمران کے خلاف کسی من گھڑت تاویل کی وجہ سے اسلحہ اور قوت و طاقت کے ساتھ خروج کریں (جیسے خوارج وغیرہ) اگرچہ ان کا کوئی امیر نہ ہو اور اگرچہ وہ کسی غیر عادل حکمران کے خلاف بغاوت کریں۔ (۲)
- (شوکانیؒ) باغی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی واجب کردہ حاکم وقت کی اطاعت سے نکل جائے۔ (۳)

896- باغی اور محارب میں فرق

- محارب بغیر کسی تاویل کے نافرمانی کرتے ہوئے اطاعت سے نکل جاتا ہے اور باغی کسی تاویل پر لڑائی شروع کرتا ہے قتل کرتا ہے اور مال چھینتا ہے۔ (۴)
- ② (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ﴾ [الحجرات: ۹]

- ”اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادیا کرو پھر ان دونوں میں سے ایک جماعت اگر دوسری پر زیادتی کرے تو تم زیادتی کرنے والے گروہ سے لڑائی کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔“
- (2) رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا ﴿ تقتله الفئة الباغية ﴾ ”اسے باغی گروہ قتل کرے گا۔“ (۵)

(۱) [المعجم الوسيط (ص ۶۴۱-۶۵) المنجد (ص ۶۹) القاموس المحيط (ص ۱۳۷/۱)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۵۴۷۹/۷)]

(۳) [السبل الحرار (۵۰۶/۴)]

(۴) [الفقه الإسلامي وأدلته (۵۴۷۹/۷)]

(۵) [مسلم (۲۹۱۶) كتاب الفتن: باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل]

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”آخر زمانہ قریب ہے جب ایسے لوگ مسلمانوں میں نکلیں گے جو عمر بیوقوف ہوں گے (عقل میں فتور ہوگا) ظاہری طور پر ساری مخلوق کے کلاموں سے جو بہتر ہے (یعنی قرآن اور حدیث) اسے پڑھیں گے مگر درحقیقت ایمان کا نور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے۔ تم ان کو جہاں پاؤ بلا تامل قتل کرو کیونکہ ان کے قتل میں روز قیامت اجر ملے گا۔ (۱)

(شوکانیؒ) باغیوں سے قتال کرنا بالاجماع جائز ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ واجب ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَقَاتِلُوا آلَئِیْسَ بَیْعَتِی﴾ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ان سے جہاد کرنا کفار سے ان کے گھروں میں جا کر جہاد کرنے سے بھی افضل ہے۔ (۲)

○ جب بغیر کسی تردد کے کسی کا باغی ہونا ثابت ہو جائے پھر اس سے قتال کا ہاتھ روک کر رکھنا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے لیکن التباس و شبہ کی حالت میں لڑائی نہیں کی جائے گی بلکہ ان کے مابین اللہ کے حکم ﴿فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ کی وجہ سے صلح کے لیے چارہ جوئی کی جائے گی اور حاکم کا کسی مسئلے میں اجتہاد کرتے ہوئے دلیل کے تقاضے سے ہٹ کر فیصلہ کر دینا بغاوت نہیں ہے۔ بلکہ مجتہدین سے ایسے امر کا صادر ہونا ناگزیر ہے۔ اس صورت میں حاکم سے لڑائی نہیں بلکہ اسے چند و نصائح سے قائل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اور جب تک وہ نماز قائم رکھتے ہیں اور کسی واضح کفر کا ارتکاب نہیں کرتے ان کے خلاف خروج درست نہیں۔ (۳)

(سید سابقؒ) تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ باغی گروہ سے (ان کے صلح سے انکار پر) جمع ہو کر قتال کریں اور حاکم وقت باغی گروہ سے قتال کرے گا جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکاۃ سے کیا۔ (۴)

(دکتور وہب زحیلی) اگر باغیوں کے لیے کوئی پناہ گاہ (یا آلات حرب وغیرہ) نہ ہو تو حاکم وقت کو چاہیے کہ وہ انہیں پکڑ کر قید کر دے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لیں۔ اور اگر ان کے پاس محفوظ قلعے پناہ گاہیں، اسلحہ جات اور لوازمات حرب میسر ہوں تو امام کو اذکار اللہ کہ انہیں اطاعت کے التزام دار العدل اور جماعت کی رائے کی طرف واپسی کی دعوت دے جیسا کہ اہل حرب کے ساتھ کیا جاتا ہے اگر وہ اس کا انکار کر دیں تو اہل عدل ان سے قتال کریں حتیٰ کہ انہیں شکست دے کر قتل کر دیں۔ (۵)

(صدیق حسن خانؒ) فی الحقیقت مسلمان کی جان و مال محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے باغی گروہ سے قتال کے علاوہ کسی چیز کی

(۱) [بخاری (۱۰۶۳۰، ۶۹۳۰، ۵۰۵۷) کتاب استیابہ المرتدین : باب قتل الخوارج والمرتدین بعد إقامة الحجة]

مسلم (۱۰۶۶) احمد (۸۱۱/۱-۱۱۳) ابو داؤد (۴۷۶۷) نسائی (۱۱۹/۷) ابن حبان (۶۷۳۹)

(۲) [نیل الأوطار (۶۳۱/۵)]

(۳) [السیل الجرار (۵۵۶/۴)]

(۴) [فقہ السنة (۹۵/۳)]

(۵) [الفقہ الإسلامی وأدلته (۵۴۸۰/۷)]

اجازت نہیں دی اس لیے اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے جب تک وہ بغاوت پر مصر ہوں ان سے صرف لڑائی کی جائے گی جبکہ ان

کے مال کو چھیننا کسی طور پر درست نہیں ہے۔ (۱) www.KitaboSunnat.com

(ابن حزم) تاویل کی دو قسمیں ہیں:

① جس کے ذریعے سنت کو مٹانے کی کوشش کی جائے جیسا کہ خوارج نے کی مثلاً رجم کو باطل قرار دینا، گناہ گاروں کو کافر قرار دینا، رویت الہی کا انکار کرنا اور شفاعت کا بطلان وغیرہ۔ اس کے قائلین کا عذر قبول نہیں ہوگا۔

② جس سے دین میں رخنہ اندازی نہ ہو جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے پہلے قتل عثمان کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ تو ایسے لوگ معذور ہوں گے۔ اور جو امر بالمعروف، نہی عن المنکر، قرآن و سنت کے غلبے اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کی طرف دعوت دے وہ باغی نہیں ہے بلکہ اس کا مد مقابل باغی ہے۔ (۲)

ان کے کسی قیدی کو قتل نہیں کیا جائے گا بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا ان کے کسی زخمی کو موت تک نہیں پہنچایا جائے گا اور نہ ہی ان کے مال کو غنیمت بنایا جائے گا۔ ①	وَلَا يُقْتَلُ أَسِيرُهُمْ وَلَا يُتَّبَعُ مُدْبِرُهُمْ وَلَا يُعْجَزُ عَلَى جَرِيحِهِمْ وَلَا تُغْنِمُ أَمْوَالُهُمْ
--	---

① (1) مروان بن حکم فرماتے ہیں کہ کسی نے جنگ جمل کے دن بلند آواز سے پکارا کہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا، کسی زخمی کو موت تک نہیں پہنچایا جائے گا، جس نے اپنے دروازے کو بند کر لیا وہ امن والا ہے اور جس نے اسلحہ ڈال دیا وہ بھی امن والا ہے۔ (۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابن ام عبد امیری امت میں سے بغاوت کرنے والے کا کیا حکم ہے تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ علم رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ھ لا يتبع مدبرھم ولا يحجز علی جریحھم ولا يقتل أسیرھم ﴿﴾ ”ان کے بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا“ ان کے زخمی کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا جائے گا اور ان کے قیدی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔“ (۴)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿﴾ ولا یذفف علی جریحھم ولا یغنم فیھم ﴿﴾ ”ان کے زخمی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور ان کے مال کو غنیمت نہیں بنایا جائے گا۔“ (۵)

(۱) [الروضة الندية (۷۷۰/۲)]

(۲) [المحلی بالآثار (۲۳۵/۱۱)]

(۳) [سنن سعید بن منصور (۳۸۹/۲) حاکم (۱۵۵/۲) بیہقی (۱۸۱/۸) ابن ابی شیبہ (۲۳۲۷۷)]

(۴) [حاکم (۱۵۵/۲) بیہقی (۱۸۲/۸)]

(۵) [امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت غیر محفوظ ہے۔ [الکامل (۷۸/۶)] امام بیہقی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [نیل الأوطار (۶۲۹/۵) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے لیکن اسے یہ وہم ہوا ہے کیونکہ اس کی سند میں کوثر بن حکیم راوی متروک ہے۔ [بلوغ المرام (ص ۲۵۴/۱) نیل الأوطار (۶۲۹/۵)] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ سے مختلف اسناد سے یہ صحیح ثابت ہے۔ [کما فی السیل الحرار (۵۰۷/۴)]

(3) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں جنگ صفین میں حاضر تھا اور وہ (شکر علی بن ابیہاشم) کسی زخمی پر دھاوا نہیں بولتے تھے کسی بھاگنے والے کو قتل نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی مقتول سے (اس کا مال) چھینتے تھے۔ (۱)

(4) حضرت علی بن ابیہاشم نے جنگ جمل کے دن فرمایا ”اگر تم (مخالف) قوم پر غلبہ حاصل کرو تو بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو زخمی کو مجاز نہ بناؤ اور ان آلات حرب کو دیکھ کر قبضہ میں کر لو جن کے ساتھ وہ حاضر ہوئے ہیں اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے وہ ان کے ورثاء کا ہے۔ (۲)

(5) ابوفاختہ فرماتے ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علی بن ابیہاشم کے پاس ایک قیدی لایا گیا تو اس نے کہا آپ مجھے تکلیف دے کر قتل نہ کرنا تو حضرت علی بن ابیہاشم نے کہا میں تمہیں تکلیف سے (یعنی صبر سے) قتل نہیں کروں گا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں پھر انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ (۳)

(6) امام زہری فرماتے ہیں کہ (جس وقت) فتنہ بھڑک اٹھا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ وافر تھے۔ انہوں نے اجماع کیا کہ وہ کسی سے قصاص نہیں لیں گے اور نہ ہی قرآن کی تاویل پر کسی کا مال چھینیں گے، لاکہ کوئی اپنا مال بعینہ ان کے پاس پائے (تو وہ پکڑ سکتا ہے)۔ (۴)

یہ تمام آثار اس بات کی دلیل ہیں کہ مسلمانوں کے خون اور اموال حرام ہیں اور انہیں کسی شرعی دلیل کے ساتھ ہی حلال کیا جاسکتا ہے۔ (۵)

(سید سابق) بغاوت کے ذریعے کوئی جماعت اسلام سے خارج نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ قتال کے باوجود انہیں ایمان کے وصف کے ساتھ متصف کیا ہے ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتُلُوا﴾ لہذا ان کے بھاگنے والے اور زخمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ان کے اموال کو غنیمت نہیں بنایا جائے گا ان کی خواتین و اولاد کو قید نہیں کیا جائے گا۔ دوران جنگ تلف کی ہوئی اشیاء کے وہ ضامن نہیں ہوں گے (جان ہو یا مال) اور ان میں سے جسے قتل کرو یا جائے اسے غسل دیا جائے گا اور کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی۔ اور جو اہل حق میں سے قتل کیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ یاد رہے کہ یہ سب اس وقت ہے جب خلیفۃ المسلمین کے خلاف خروج کیا گیا ہو۔ (۶)

(احناف) بھاگنے والے باغی قیدی اور زخمیوں کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔

(۱) [بیہقی (۱۸۲/۸)]

(۲) [بیہقی (۱۸۱/۸) امام تہامی نے اسے منقطع کہا ہے۔]

(۳) [بیہقی (۱۸۲/۸)]

(۴) [سنن سعید بن منصور (۲۹۵۳) عبدالرزاق (۱۸۵۸۴) بیہقی (۱۷۵/۸)]

(۵) [الروضة الندية (۷۷۱/۲)]

(۶) [فقہ السنة (۹۵/۳)]

(جمہور) احناف کے برعکس مؤقف رکھتے ہیں۔ (۱)

○ اگر بھاگنے والے کا کوئی گروہ ہو یا اس کے دوبارہ حملے کا ڈر ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔
(ابوضیفہ) اسے قتل کیا جائے گا۔

(شافعی) اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ (۲)

(راج) امام شافعی کا مؤقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ آثار سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ باغیوں کے بھاگنے والوں کا پیچھا نہیں کیا جائے گا اس پر کوئی قید ثابت نہیں ہے کہ وہ جماعت والا ہو یا نہ ہو یا اس کے پلٹ آنے کا خوف ہو۔ اس لیے دلائل سے جو بات ثابت ہو چکی ہے اس پر اکتفاء کرنا واجب ہے..... اور محض رائے سے کسی دلیل کی تخصیص قابل قبول نہیں ہے۔ (۳)

897- چند ضروری مسائل

○ جو حاکم کے خلاف خروج کا ارادہ رکھتا ہو تو جب تک وہ جنگ کی ابتداء نہ کر دے یا اس کے لیے مستعد نہ ہو جائے اسے قتل کرنے سے ہاتھ روکا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿فإذا خسر جوا فاقتلوہم﴾ ”جب وہ نکلیں تب انہیں قتل کرو۔“ (۴)

○ امام خطابؒ نے مسلمان علما کا اجماع نقل کیا ہے کہ خوارج (اپنی ضلالت کے باوجود) مسلمان فرقوں میں سے ہی ایک فرقہ ہے اس لیے ان سے نکاح کرنا ان کا ذبیحہ کھانا درست ہے اور وہ اس وقت تک کافر نہیں ہو سکتے جب تک وہ اسلام کی اصل کو تھامے ہوئے ہیں۔ (۵)

○ حاکم وقت اسناد بغاوت کے لیے اگر باغیوں کے اموال پکڑ لیتا ہے تو وہ بغاوت کے خاتمے پر انہیں ادا کرے گا تو یہ درست ہے کیونکہ اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت بھی یہ حق حاصل ہے۔ لیکن ان کے اموال ملکیت بنانا یا غنیمت سمجھتے ہوئے پکڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان ہیں۔ (۶)

○ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل عدل (یعنی اہل حق) پر باغیوں کو قتل کرنے کی وجہ سے کوئی گناہ یا کفارہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ تلف شدہ (اموال اور جانوں) کے ضامن ہوں گے۔ (۷)

(۱) [المغنی (۱۱۴/۸) مغنی المحتاج (۱۲۷/۴) الكتاب مع اللباب (۱۰۴/۴) حاشیة الدسوقی (۳۰۰/۴)]

(۲) [الأم (۲۱۷/۴) بدائع الصنائع (۴۳۹۷/۱۰) المغنی (۲۰۲/۱۲)]

(۳) [السیل الحرار (۵۰۸/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۶۲۷/۵)]

(۵) [فتح الباری (۳۰۷/۱۴)]

(۶) [السیل الحرار (۵۰۹/۴) المسبوط (۱۲۴/۱۰) بدائع الصنائع (۱۴۰/۷) فتح القدیر (۴۰۹/۴) تبیین الحقائق

[[۲۹۵/۳]]

(۷) [شرح مسلم للنووی (۱۷۰/۷) کشاف القناع (۱۲۸/۴) المغنی (۱۳/۸) مغنی المحتاج (۱۲۵/۴) القوانين

الفقهیة (ص/۳۶۴) بدایة المحتهد (۴۴۸/۲) بدائع الصنائع (۱۴۱/۷)]

○ اگر قتل دنیاوی مال و جاہ اور ریاست و حکومت کے حصول کے لیے کیا گیا ہو (یعنی کسی تاویل کی وجہ سے نہ ہو) تو ان کا حکم محاربین والا ہوگا اور انہیں وہی سزا دی جائے گی جس کا تذکرہ قرآن نے کیا ہے:

﴿ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ ﴾ [المائدة: ۳۳]

○ شافیہ کے نزدیک اگر باغی جنگ کے علاوہ اہل عدل کے مال و جان میں سے کسی چیز کو تلف کرے تو وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر حد کو پہنچے (تب بھی اسے سزا دی جائے گی) لیکن قتل کے جرم میں قصاصاً اسے قتل کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ اسے معاف بھی کیا جاسکتا ہے۔ (۱)



پانچویں فصل

امامت کے مسائل

وَطَاعَةُ الْأَئِمَّةِ وَاجِبَةٌ إِلَّا فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ
حکام کی اطاعت اللہ کی نافرمانی کے علاوہ واجب ہے۔ ❶

❶ لغوی وضاحت: امامت کا معنی ہے خلافت و پیشوائی۔ یہ باب اُمّ (نصر) سے مصدر بھی ہے جس کا معنی ہے امام بننا امام سے مراد خلیفہ امیر لشکر اور صلح و تنظیم ہے۔ (۱)

شرعی تعریف: ایسی ریاست عامہ جو علوم دینیہ کے احیاء کے ذریعے ارکان اسلام کے قیام، جہاد کے دوام، اس کے لوازمات مثلاً لشکروں کی ترتیب اور مال غنیمت و مال فنی میں سے انہیں عطا کیگی، منصب قضاء کے قیام، حدود کے نفاذ، مظالم کے خاتمے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے نبی ﷺ کی نیابت کرتے ہوئے اقامت دین (کافر بیضہ ادا کرنے) کے درپے ہو۔ (۲)

امامت کی مشروعیت:

- (1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿الائمة من قریش﴾ امام و حکمران قریش سے ہوں گے۔ (۳)
- (2) ایک اور حدیث میں ہے کہ ﴿علیکم بسنتی و سنتی و سنتی و سنتی و سنتی و سنتی﴾ تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت اپنانا لازم ہے۔ (۴)
- (3) ایک حدیث میں ہے کہ ﴿الحلابة بعدی ثلاثون سنة ثم تکون ملکا﴾ ”میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی پھر بادشاہت آجائے گی۔“ (۵)

(شوکانی) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے تمام کاموں پر امام کے قیام کو ترجیح دی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر دیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت لی گئی ان کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ پھر مسلمانوں میں یہ طریقہ بالاستمرار جاری رہا۔ ساری

(۱) [المنجد (ص ۴۴۱) القاموس المحيط (ص ۹۷۱)]

(۲) [کلیل الکرامۃ فی تبيان مقاصد الإمامة لصدیق حسن خان (ص ۲۳۱)]

(۳) [احمد (۱۱۸۵۹)]

(۴) [صحیح: صحیح ابو داود (۳۸۵۱) کتاب السنۃ: باب فی لزوم السنۃ، ابو داود (۴۶۰۷) ابن ماجہ (۴۲) ترمذی

[۲۶۰۰]

(۵) [ابن حبان (۱۹۴۳) (۳۹۲/۱۵) کتاب إخباره عن مناقب الصحابة]

أمت کا معاملہ مجتمع تھا حتیٰ کہ اسلام کا پھیلاؤ (فتوحات کی کثرت) علاقوں کی توسیع کی وجہ سے ہر علاقے کا الگ حکمران منتخب ہونے لگا پھر جب بھی کوئی حکمران فوت ہوتا تو فی الفور نئے حکمران کا چناؤ عمل میں آتا۔ اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہ کرتا بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے لے کر آج تک اجماعِ اُمت سے ثابت ہے۔ (۱)

(۴) صحابہ و تابعین کا امامت و خلافت کے وجوب پر اجماع ہے۔ (۲)

(۵) انسانی اجتماعی معاشرے میں باہمی تنازعہ و تزام اور اختلاف پیدا ہو جانا ایک یقینی امر ہے جس کا سبب ذاتی حرص و طمع اور خواہش نفس ہے۔ اس باہمی اختلاف و انتشار کا نتیجہ لڑائی جھگڑے، شور و غوغا اور ہلاکت نفس کی صورت میں برآمد ہوتا ہے (ایسا اس وقت ہوگا) جب حقوق منظم نہیں ہوں گے و واجبات معین نہیں ہوں گے نظام مقرر نہیں ہوگا اور یہ (صرف اور صرف) ایک سلطان (خلیفہ و امیر کے قیام) کے ساتھ ہی مکمل ہو سکتا ہے۔ (۳)

(ماوردی) امامت کی فرضیت فرض کفائی ہے جب اس کا اہل شخص اسے قائم کر دے گا تو باقی تمام سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ (۴)

(اہل السنۃ، مرجئہ، شیعہ) امامت و خلافت (کا قیام) واجب ہے۔ (۵)

(ابن حزم) تمام اہل السنۃ تمام مرجئہ تمام شیعہ اور تمام خوارج خلافت و ریاست (کے قیام) کے وجوب پر متفق ہیں۔ اور اُمت پر ایسے عادل حکمران کی اطاعت واجب ہے جو ان میں احکاماتِ الہی کا نفاذ کرتا ہو اور رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ احکام شریعت کے ساتھ ان کی سیاست اور نظم و نسق چلاتا ہو۔ (۶)

(ابن تیمیہ) اس بات کو جاننا واجب ہے کہ لوگوں کے معاملات کی ولایت (حکومت) واجباتِ دین کے سب سے عظیم (کاموں) میں سے ہے بلکہ دین کا قیام صرف اسی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ بنی آدم کے (تمام) مصالح و حاجات صرف ان کے باہمی اجتماع کے ساتھ ہی ممکن ہیں اور کسی بھی جگہ جمع ہونے کے لیے ایک امیر کا ہونا ناگزیر ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب تم سفر میں تین آدمی ہو تو ایک کو امیر بنا لو۔“ (۷)

② (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ [النساء: ۵۹]

(۱) [السیل الحرار (۵۰/۴)]

(۲) [الفقہ الاسلامی وأدلته (۶۱/۸)]

(۳) [الفقہ الاسلامی وأدلته (۶۱/۸)]

(۴) [الأحكام السلطانية (ص/۳۱)]

(۵) [أصول الدين للبغدادی (ص/۲۷۱) الأحكام السلطانية للماوردی (ص/۳) حجة الله البالغة (۱۱۰/۲)]

(۶) [الفصل فی الملل والنحل (۸۷/۴) المحلی (۴۳۸/۹) مراتب الإجماع (ص/۱۲۴)]

(۷) [السیاسة الشرعية (ص/۱۶۱)]

”اے ایمان والو! اللہ رسول اور اپنے میں سے امر والوں کی اطاعت کرو۔“

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ومن يطع الأمير فقد أطاعني ومن يعص الأمير فقد عصاني ﴾ ”جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔“ (۱)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اسمعوا وأطيعوا..... ﴾ ”سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر جوشی غلام ہی امیر بنا دیا جائے گویا کہ اس کا سر متھے جیسا ہو۔“ (۲)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب وأوكره إلا أن يؤمر بمعصية فإن أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة ﴾ ”مسلمان آدمی پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے خواہ وہ اسے پسند کرتا ہو یا ناپسند کرتا ہو، لاکہ اسے کسی نافرمانی کا حکم دیا جائے پس اگر اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے تو کوئی سننا اور اطاعت کرنا نہیں۔“ (۳)

(5) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا طاعة في المعصية إنما الطاعة في المعروف ﴾ ”نافرمانی میں (امیر کی) اطاعت نہیں کی جائے گی بلکہ صرف نیکی کے کاموں میں ہی اطاعت کی جائے گی۔“ (۴)

ان کے خلاف خروج (بغاوت) جائز نہیں ہے ① جب تک وہ نماز قائم رکھیں اور حکم کھلا کفر کا اظہار نہ کریں۔ ②	وَلَا يَجُوزُ الْخُرُوجُ عَلَيْهِمْ مَا أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَلَمْ يَظْهَرُوا كُفْرًا بَوَاحًا
--	---

① جیسا کہ پیچھے ”باغیوں سے لڑائی کے بیان میں“ تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

نیز اس مسئلے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ (۵)

② (1) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم پر کچھ امیر مقرر ہوں گے جن (کی کچھ باتوں) کو تم اچھا سمجھو گے اور کچھ کو برا سمجھو گے۔ جس شخص نے ان کی بُری باتوں کا انکار کیا وہ بری ہے اور جس نے ان کو برا جانا وہ محفوظ رہا، البتہ جس نے ان کو پسند کیا اور ان کے مطابق چلا (وہ خائب و خاسر ہوگا)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

(۱) [بخاری (۲۹۵۷) کتاب الجہاد والسیر : باب السمع والطاعة للإمام، مسلم (۱۸۳۵) نسائی (۱۵۴۱۷) ابن ماجہ

(۲۸۵۹) ابن حبان (۴۵۵۶) بیہقی (۱۵۵۱۸) ابو عوانہ (۱۰۹۱۲) احمد (۲۴۴۱۲)]

(۲) [بخاری (۷۱۴۲) کتاب الأحکام : باب السمع والطاعة للإمام]

(۳) [بخاری (۷۱۴۴) کتاب الأحکام : باب السمع والطاعة للإمام]

(۴) [بخاری (۷۲۵۷) کتاب أخبار الأحاد : باب ما جاء في إجازة غير الواحد، مسلم (۱۸۴۰) نسائی (۱۰۹۱۷) ابو

داود (۲۶۲۵) ابن حبان (۴۵۶۷) احمد (۸۲۱۱)]

(۵) [السیل الحرار (۵۵۶/۴)]

دریافت کیا، کیا ہم ان سے لڑائی کریں آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ، ما صلوا لا ، ما صلوا ﴾ ”نہیں، جب تک وہ نماز کے نظام کو قائم رکھیں۔“ (۱)

(2) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تمہارے بہترین امیر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور تم ان کے حق میں دعائیں کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے دعائیں کرتے ہیں اور تمہارے بدترین امیر وہ ہیں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو اور وہ تم سے دشمنی رکھتے ہیں اور تم ان پر لعنت کرتے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہیں۔ (راوی نے کہا) ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم اُس وقت انہیں معزول نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ، ما أقاموا فيكم الصلاة ، لا ، ما أقاموا فيكم الصلاة ﴾ ”نہیں، جب تک کہ وہ تم میں اقامتِ صلاۃ کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔ نہیں، جب تک وہ تم میں اقامتِ صلاۃ کے فریضے پر کاربند رہیں۔“ خبردار! جس شخص پر کوئی امیر بنایا گیا اس نے امیر کو دیکھا کہ وہ کسی حد تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ اس کی نافرمانی کرنے کو کراہت سے دیکھے لیکن اپنا ہاتھ اس کی اطاعت سے نہ کھینچے۔“ (۲)

(3) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی کہ ہم سنیں گے اور سنیں گے اور سنی و آسانی، خوشی و ناخوشی (ہر حال) میں اطاعت کریں گے اور اگر ہم پر (کسی کو) ترجیح دی جائے گی تو بھی اطاعت کریں گے اور ہم ان لوگوں سے امارت نہیں چھینیں گے جو اس پر قابض ہوں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے اللہ (کے احکامات کے بارے) میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خائف نہ ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ﴿ وعلی أن لا ننازع الأمر أهله إلا أن تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان ﴾ ”ہم امارت پر قابضوں سے امارت نہیں چھینیں گے البتہ جب ان میں ظاہر کفر دیکھیں گے اور اس میں اللہ کی جانب سے دلیل موجود ہوگی۔“ (۳)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من رأى من أميره شيئا يكرهه فليصبر فإنه ليس أحد يفارق الجماعة شبرا فيموت إلا مات ميتة جاهلية ﴾ ”جو شخص اپنے امیر میں کوئی قابل کراہت بات دیکھے تو صبر سے کام لے اس لیے کہ جو شخص بھی جماعت (کے نظم) سے بالشت بھرا لگ ہو اور پھر اسی حالت میں فوت ہو گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔“ (۴)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص نے اپنا ہاتھ امیر کی اطاعت سے کھینچ لیا وہ

(۱) [مسلم (۱۸۵۴) کتاب الإمامة : باب وجوب الإنكار على الأمراء فيما يخالف الشرع]

(۲) [مسلم (۱۸۵۵) کتاب الإمامة : باب خيار الأئمة وشرارهم]

(۳) [بخاری (۷۰۵۵، ۷۰۵۶) کتاب الفتن : باب قول النبي : سترون بعدى أمورا تتكرونها ، مسلم

[(۱۷۰۹)]

(۴) [بخاری (۷۰۵۳) أيضا ، مسلم (۱۸۴۹)]

قیامت کے دن اللہ کے ساتھ ملاقات کرے گا تو اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی ﴿ ومن مات و لیس فی عنقہ بیعة مات مینة جاهلیة ﴾ ”اور جو شخص فوت ہوا اور اس کی گردن میں امیر کی بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔“ (۱)

(۶) حضرت عرفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ انہ سیکون ہنات و ہنات فمن اراد أن یفرق أمر هذه الأمة و هی جمیع فاضربوہ بالسیف کانتنا من کان ﴾ ”مستقبل میں فتنے اور فسادات ہوں گے۔ پس جو شخص اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہے تو اسے تلوار سے قتل کر دو چاہے کوئی بھی ہو۔“ (۲)

(۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من حمل علينا السلاح فليس منا ﴾ ”جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔“ (۳)

○ احادیث میں موجود ”امامت“ سے لغوی امامت مراد نہیں ہے جو ہر حکمران اور کسی بھی صفت سے اس کی پیروی کرنے والوں کو شامل ہو۔ بلکہ (اس سے) مراد خاص امامت شرعیہ ہے (یعنی تمام عرب و عجم کے مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہو)۔ (۴)

(جہور) ظالم و جاہر حکمرانوں کے خلاف بھی خروج درست نہیں جب تک وہ امامت صلاۃ کا فریضہ سرانجام دیں۔ لیکن بعض اہل علم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی احادیث کی وجہ سے اس کے جواز کے قائل ہیں لیکن یہ احادیث عام ہیں اور مسئلہ امامت خاص ہے اس لیے عام و خاص کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے۔ (۵)

وَيَجِبُ الصَّبْرُ عَلَى جَوْرِهِمْ وَبَدَلُ النَّصِيحَةِ لَهُمْ ان کے ظلم پر صبر ۱ اور انہیں نصیحت کرنا لازم ہے۔ ۲

① گذشتہ مسئلے میں بیان کردہ احادیث اس پر بھی شاہد ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من رأى من أميره شيئا يكرهه فليصبر ﴾ ”جو شخص اپنے امیر میں کوئی قابل کراہت بات دیکھے تو صبر سے کام لے اس لیے کہ جو شخص بھی جماعت (کے ظلم) سے باشت بھر بھی الگ ہوا اور پھر اسی حالت میں فوت ہو گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔“ (۶)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء چلاتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین بن جاتا۔ بلاشبہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ البتہ بہت زیادہ خلفاء ہوں گے۔“

(۱) [مسلم (۱۸۵۱) کتاب الإمامة: باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن]

(۲) [مسلم (۱۸۵۲) کتاب الإمامة: باب حکم من فرق أمر المسلمين وهو مجتمع]

(۳) [بخاری (۷۰۷۰) کتاب الفتن: باب قول النبی من حمل علينا السلام فليس منا، مسلم (۹۸)]

(۴) [السیل الحرار (۵۰۶/۴)]

(۵) [الروضة الندية (۷۷۸/۲)]

(۶) [بخاری (۷۰۵۳) کتاب الفتن: باب قول النبی سترون بعدی أمورا تنكرونها]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”پہلے خلیفہ پھر پہلے کی بیعت کو پورا کرو یعنی ہر دور میں جس کی بیعت پہلے ہو وہ اعطوہم حقہم فان اللہ سائلہم عما استرعاہم ﴿﴾ ”ان کے حقوق پورے ادا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں ان کی رعایا کے بارے میں سوال کریں گے۔“ (۱)

(3) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تمہارا کیا حال ہوگا جب میرے بعد کچھ امراء ایسے ہوں گے جو مال فنی کو (اپنے لیے) خاص کر لیں گے۔ میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مجبوت کیا ہے! میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا پھر تلوار چلاتا رہوں گا حتیٰ کہ میری آپ سے ملاقات ہو جائے گی (یعنی میں فوت ہو جاؤں گا) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ ہے کہ ﴿﴾ تنصبر حتی تلقانی ﴿﴾ ”تو صبر کر حتیٰ کہ تیری مجھ سے ملاقات ہو جائے۔“ (۲)

(4) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ تسمع و تطیع وإن ضرب ظہرک و أخذ مالک فاسمع و اطع ﴿﴾ ”تم سنو اور اطاعت کرو اگرچہ وہ (حکمران) تیری پیٹھ پر مارے اور تیرا مال چھین لے تم سنو اور اطاعت کرو۔“ (۳)

(ابن حجر) فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ سلطنت پر زبردستی قابض ہونے والے حکمران کی اطاعت اور اس کے ساتھ مل کر جہاد کرنا واجب ہے اور بلا تردید اس کی اطاعت ہی اس کے خلاف خروج سے بہتر اولیٰ ہے۔ (۴)

② (1) حضرت حمید دارمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ اللدین النصیحة ﴿﴾ ”کہ دو سبب اسلام و عظو نصیحت کا نام ہے“ تین مرتبہ یاد فرمادیا۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ نصیحت کا حق کس کے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿﴾ للہ و لکتابہ و لرسولہ و لائمة المسلمین و عامتہم ﴿﴾ ”اللہ کے لیے اس کی کتاب کے لیے اس کے رسول کے لیے مسلمانوں کے ائمہ کے لیے اور ان کے عام لوگوں کے لیے۔“ (۵)

ائمہ کی خیر خواہی یہی ہے کہ حق کے معاملے میں ان کی اطاعت کی جائے بلا وجہ ان کے خلاف خروج نہ کیا جائے اور جب وہ مشورہ طلب کریں تو ان کی حسب توفیق صحیح رہنمائی کی جائے۔

(۱) [بخاری (۳۴۵۵) کتاب أحادیث الأنبياء : باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ‘ مسلم (۱۸۴۲) ابن ماجہ (۲۸۷۱) ابن

حبان (۴۵۵۵) بیہقی (۱۴۴۱۸) احمد (۲۹۷۱۲)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابو داؤد (۱۰۲۰) کتاب السنة : باب فی الخوارج ‘ ابو داؤد (۴۷۵۹) احمد (۱۷۹۱۵) عبد اللہ

بن احمد (۱۸۰۱۵)]

(۳) [مسلم (۱۸۴۷) کتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن و فی کل حال ‘ احمد

(۳۸۴۱۵)]

(۴) [فتح الباری (۴۹۶/۱۴)]

(۵) [مسلم (۵۵) کتاب الإیمان : باب بیان أن اللدین النصیحة]

(2) وہ تمام دلائل جن میں عمومی طور پر نصیحت و خیر خواہی کرنے کا ذکر ہے اس کی بھی تائید کرتے ہیں۔

<p>اور حکام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت کریں ظالم کے ہاتھ کو روکیں سرحدات کی حفاظت کریں شریعت کے مطابق ان کے انفرادی دینی اور مالی معاملات میں تصرف کریں اللہ کے اموال کو ان کے (صحیح) مصارف پر خرچ کریں اور فرائض کی تکمیل کے علاوہ مزید خیر خواہی سے پیچھے نہ ہٹنا بھی ان پر لازم ہے اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح میں بے حد مبالغے سے کام لیں۔ ①</p>	<p>وَعَلَيْهِمُ الذَّبُّ عَنِ الْمُسْلِمِينَ وَكَفُّ يَدِ الظَّالِمِ وَحِفْظُ نُفُوسِهِمْ وَتَدْبِيرُهُمْ بِالشَّرْعِ فِي الْأَبْدَانِ وَالْأَذْيَانِ وَالْأَمْوَالِ وَتَفْرِيقُ أَمْوَالِ اللَّهِ فِي مَصَارِفِهَا وَعَدَمُ الْأَسْتِنَارِ بِمَا فَوْقَ الْكِفَايَةِ بِالْمَعْرُوفِ وَالْمُبَالَغَةَ فِي إِصْلَاحِ السَّيْرَةِ وَالسَّرِيرَةِ</p>
---	--

① (1) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ عِيَةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْحَنَّةَ ﴾ ”کوئی بھی بندہ جسے اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا مالک بنا دے اسے جس دن موت آئے وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعیت کو دھوکا دینے والا ہو تو اللہ اس پر جنت کو حرام کرتا ہے۔“ (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِي شَيْئًا فَارْفُقْ بِهِمْ أَرْفُقْ بِهِ ﴾ ”اے اللہ! جو کوئی میری امت کے معاملے میں کسی چیز کا والی و نگران بنے پھر وہ ان کے ساتھ نرمی کڑے تو تو بھی ان کے ساتھ نرمی کر۔“ (۲)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ مَا مِنْ أَمِيرٍ بَلَى أُمُورَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ لَا يَجْتَهِدُ لَهُمْ وَلَا يَنْصَحُ لَهُمْ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ حَنَّةً ﴾ ”جو امیر مسلمانوں کے معاملات کا نگران بنے پھر وہ ان کے لیے جدوجہد نہ کرے اور نہ ہی ان کی خیر خواہی کرے تو وہ نت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (۳)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ وَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ مِنْ رَعِيَّتِهِ ﴾ ”لوگوں کا امیر ذمہ دار ہے اس سے رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔“ (۴)

(5) حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنْ شَرَّ الرَّعَاءِ الْحُطْمَةُ ﴾ ”بدترین حکمران وہ ہیں جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۷۱۵۰، ۷۱۵۱) کتاب الأحکام : باب من استرعى رعية فلم ينصح مسلم (۱۴۲)]

(۲) [مسلم (۱۸۲۸) کتاب الإمارة : باب فضيلة الإمام العادل.....]

(۳) [مسلم (۱۴۲) کتاب الإيمان : باب استحقاق الرأى الغاش لرعيته النار]

(۴) [بخاری (۷۱۳۸) کتاب الأحکام : باب قول الله تعالى أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم]

(۵) [مسلم (۱۸۳۰) کتاب الإمارة : باب فضيلة الإمام العادل.....]

متفرقات

898- کیا عورت حکمران بن سکتی ہے؟

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لن يفلح قوم ولوا امرهم امرأة﴾ ”وہ قوم ہرگز یاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنے معاملات کا نگران عورت کو بنالیا۔“ (۱)

خلافت راشدہ کے چالیس سالہ دور میں میدان سیاست میں عورت کی شمولیت کی صرف ایک مثال ملتی ہے اور وہ ہے رت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جنگ جمل میں شمولیت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس اقدام کے متعلق ان کی طرف لکھا ﴿فإنك رجحت غاضبة لله ولرسوله تطلبين أمرا كان عليك موضوعا ما بال النسوة والحرب وإصلاح بين الناس﴾
پ اللہ اور اس کے رسول (کے احکام قصاص) کے لیے غضب ناک ہو کر ایک ایسے معاملے کے لیے نکلی ہیں جس کی ذمہ داری سے آپ سبکدوش تھیں۔ بھلا عورتوں کا جنگ اور لوگوں میں مصالحت سے کیا تعلق ہے؟“ (۲)

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو اس جنگ میں غیر جانبدار تھے ان کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پیرائے تھی ﴿إن بیست نشہ خیر لها من ہودجھا﴾ ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھرانے کے لیے ہودج سے بہتر ہے۔“ (۳)

(عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور امام ابن منذر امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن السنی رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں ماسروق کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تلاوت قرآن کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچیں ﴿وَقُرْآنُ نَبِیُّوٰتِکُمْ﴾ [الأحزاب: ۲۳] تو بے اختیار اپنی جنگ جمل میں شمولیت کی غلطی یاد کر کے رو پڑتیں حتیٰ کہ دوپٹہ بھیگ اٹا تھا۔ (۴)

(۵) خواتین کو رسول اللہ ﷺ نے عقل و دین کے اعتبار سے ناقص قرار دیا ہے۔ اس لیے بھی وہ حکومت و امارت کی ہل نہیں۔ (۵)

899- چند مختصر مگر ضروری مسائل

C حاکم وقت و دربار کے علاوہ راہ چلتے بھی حل طلب مسئلے کا فیصلہ کر سکتا ہے جیسا کہ ﴿ قضی یحییٰ بن یعمر فی

(۱) [بخاری (۴۴۲۵) کتاب المغازی: باب کتاب النبی الی کسری و قیصر]

(۲) [الإمامة والسیاسة لابن قتیبہ (ص/۷۰۱)]

(۳) [الإمامة والسیاسة لابن قتیبہ (ص/۶۱)]

(۴) [تفہیم القرآن از مولانا مودودی (۹۱/۴)]

(۵) [بخاری (۳۰۴) کتاب الحيض: باب ترك الحائض المصوم]

الطریق ﴿ ”سہمی بن سہمر“ نے راستے میں فیصلہ کیا۔“ اور ﴿ قضی الشعبي علی باب دارہ ﴾ ”امام شععی“ نے اپنے گھر کے دروازے پر فیصلہ کیا۔“ (۱)

○ جو حاکم اپنی رعایا پر مشقت ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس پر مشقت ڈال دیں گے۔ (۲)

○ عہدے میں چھوٹا امیر بھی قتل کا فیصلہ کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت معاذ بن جندبؓ نے ایک مرتد کے متعلق کہا ﴿ لا اجلس حتی اقتله ﴾ ”میں بیٹھوں گا نہیں حتیٰ کہ اسے قتل کر دوں۔“ (۳)

○ حاکم کسی مشہور معادلے کا فیصلہ اپنی رائے و علم کے ساتھ بھی کر سکتا ہے جب کہ اسے تہمت و بدگمانی کا خطرہ نہ ہو۔ (۴)

○ حاکم وقت اپنے خطوط و دستاویزات کی تائید کے لیے مہر استعمال کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ﴿ فاتخذ النبی ﷺ خاتما من فضة ﴾ ”نبی ﷺ نے چاندی کی ایک مہر بنالی۔“ (۵)

○ فریقین کے مابین فیصلے کے دوران حاکم انہیں وعظ و نصیحت بھی کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو جھگڑنے والوں سے کہا ﴿ لعل بعضکم ان یکون الحن بحمته..... ﴾ ”شاید تمہارا بعض اپنی حجت کے ساتھ (اپنے ساتھی کی نسبت) زیادہ چرب زبان ہو.....“ (۶)

○ حاکم وقت کو چاہیے کہ کسی کی دی ہوئی دعوت نہ ٹھکرائے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ و احيوا الداعی ﴾ ”دعوت دینے والے (کی دعوت) کو قبول کرو۔“ (۷)

○ مردوں کے ساتھ خواتین بھی اسلامی خلیفہ کی بیعت کریں گی۔ (۸)

○ اگر حاکم مصلحت سمجھے تو وفات کے وقت شوری کے مشورے سے کسی کو خلیفہ نامزد کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ (۹)

○ حاکم کے چناؤ کے وقت سلیم الرائے کو ترجیح دی جائے جس کی مختلف معاملات میں اکثر جانب اصابت معروف ہو (یعنی

(۱) [بخاری (۷۱۵۳) کتاب الأحکام : باب القضاء والفتیاء فی الطریق]

(۲) [بخاری (۷۱۵۲) کتاب الأحکام : باب من شاق شق الله علیہ]

(۳) [بخاری (۱۷۵۷) کتاب الأحکام : باب الحاکم یحکم بالقتل علی من وجب علیہ دون الإمام الذی فوقہ]

(۴) [بخاری (۷۱۶۱) کتاب الأحکام : باب من رأى للقاضی أن یحکم بعلمه فی أمر الناس]

(۵) [بخاری (۷۱۶۲) کتاب الأحکام : باب الشهادة علی لخط المختوم وما یحوز من ذلك وما یضیق علیہ]

(۶) [بخاری (۷۱۶۹) کتاب الأحکام : باب مرعظة الإمام للمختوم]

(۷) [بخاری (۷۱۷۳) کتاب الأحکام : باب إجابة الحاکم الدعوة]

(۸) [بخاری (۷۲۱۴) کتاب الأحکام : باب بیعة النساء]

(۹) [بخاری (۷۲۱۸) کتاب الأحکام : باب الاستعلاف]

سب جانتے ہوں کہ یہ ہمیشہ صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ (۱)

- ایک اسلامی خلیفہ کی موجودگی میں کسی دوسرے کی بیعت نہیں کی جائے گی بلکہ دوسرے کے لیے شریعت میں قتل کا حکم موجود ہے لیکن جب دونوں کی ایک ہی وقت میں بیعت لی گئی ہو تو اہل حل و عقد پر لازم ہے کہ وہ دونوں کو پکڑیں اور جو زیادہ قابل و مناسب ہو اسے حکمران مقرر کر دیں۔ (۲)
- شیعہ امامیہ کے علاوہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خلیفہ کی تعیین بیعت کے ساتھ یعنی اتفاق بین الامت کے ذریعے ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ (۳)

900- خلفائے راشدین کے چناؤ کا طریقہ

- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اہل حل و عقد اور پھر تمام مسلمانوں نے ان کی بیعت کی۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں وفات سے قبل خود نامزد کیا۔
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شوری کو چھ آدمیوں میں سے ایک کے انتخاب کی پیش کش کی تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چنا۔ وہ چھ افراد یہ ہیں حضرت علی، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمن عوف، حضرت عثمان بن عفان، حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ: چونکہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ایک عظیم فتنہ برپا تھا اس لیے کبار مہاجرین و انصار مدینہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت تو کر لی لیکن اہل شام و بنو امیہ نے آپ کی بیعت نہیں کی اس طرح آپ کی خلافت کو وہ اجماع و اتفاق حاصل نہ ہو سکا جو سابقہ خلفاء کو حاصل ہوا۔ (۴)

901- حاکم وقت شوری کے مشورے سے فیصلہ کرے

- (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
- ﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]
- ”آپ معاملات میں ان سے مشورہ کیجیے۔“
- (2) ﴿ وَأْمُرْهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾ [الشوری: ۳۸]

(۱) [السیل الحرار (۵۰۹/۴)]

(۲) [السیل الحرار (۵۱۲/۴)]

(۳) [الفقہ الاسلامی وأدلته (۶۱۶۸/۸) مقدمة ابن خلدون (ص ۱۷۴/۱) الفصل (۲۹)]

(۴) [تاریخ طبری (۱۹۹/۳) طبقات ابن سعد (۱۷۹/۳) بخاری (۷/۵) تاریخ الإسلام السیاسی للدکتور حسن

ابراہیم (۲۵۴/۱) التمهید للباقلانی (ص ۲۰۸/۱)]

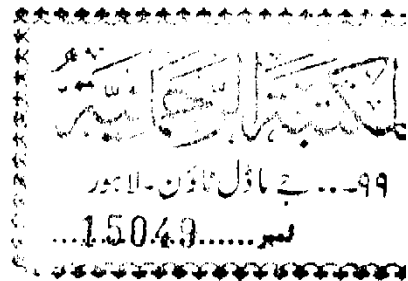
”ان کا (ہر) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔“

- (3) رسول اللہ ﷺ سے مختلف واقعات میں صحابہ سے مشورہ لینا ثابت ہے مثلاً:
- (1) جنگ بدر سے پہلے (2) بدر کے قیدیوں کے متعلق (3) جنگ احد سے پہلے (مدینہ سے نکلا جائے یا نہیں)
- (4) قصہ اُکف میں (5) بنو ہوازن کی قیدی خواتین اور بچے واپس کرنے کے متعلق۔
- پھر خلفاء بھی اسی سبب پر چلتے رہے۔ (۱)

”الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا العاجز تصنيفه هذه الحديث وأسأله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتي ووسيلة دخولي في جنات النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين“

www.KitaboSunnat.com

[بقلم : حافظ عمران ایوب لاہوری]



(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۶۲۰:۱۲۸) تفسير ابن كثير (۲۸۷/۱) أدب الدنيا والدين للماوردي (ص ۴۹۶) سيرة ابن

هشام (۲۵۳/۲) أحكام القرآن للحصاص (۴۰/۲) تفسير آلوسي (۱۰۷/۴)]

سلسلہ

فقہی

اسلامی طرز زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل

تالیف: 2006ء، حافظ عمران ایوب لاہوری، تین ماہ نامہ، دارالافتاء اسلامیہ پاکستان

☆ یہ سلسلہ (فقہ الحدیث) حدیث کی قدیم کا ذخیرہ ہے۔
 ☆ یہ کتب حدیث سے ماخوذ احکام و مسائل پر مشتمل ہیں۔ جن میں ہر عنوان سے متعلق تقریباً تمام مسائل اور
 دلائل کو یکجا کر دیا گیا ہے اور مسائل میں تائید کے لیے اثر اور بعد اور دیگر علماء کے مذاہب بھی نقل کیے گئے ہیں۔
 ☆ اختلافی مسائل میں راجح و برحق موقف کی وضاحت کی گئی ہے۔
 ☆ تمام آیات و احادیث اور اقوال و افعال کو بحال نقل کیا گیا ہے۔
 زیر طبع ہے:

- | | |
|------------------------------------|--|
| 1- کتاب الایمان
(ایمان کی کتاب) | 6- کتاب الزکوٰۃ
(زکوٰۃ کی کتاب) |
| 2- کتاب التوحید
(توحید کی کتاب) | 7- کتاب الصیام
(مسائل روزہ کی کتاب) |
| 3- کتاب السنۃ
(سنّت کی کتاب) | 8- کتاب الحج
(حج کی کتاب) |
| 4- کتاب الطہارۃ
(طہارت کی کتاب) | 9- کتاب الجنائز
(جنازے کی کتاب) |
| 5- کتاب الصلاۃ
(نماز کی کتاب) | 10- کتاب البیوع
(تجارت کی کتاب) |

☆ ہر حدیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔
 ☆ ہر حدیث پر علامہ تھامس الدین البانیؒ کی تحقیق لگائی گئی ہے۔
 ☆ اس قسم کی کئی کتب اگرچہ مارکیٹ میں پیلے سے بیسرقہیں مگر سلسلہ فقہ الحدیث میں ان کتب کی مزید ضروریات
 کی تکمیل کر دی گئی ہے اور علامہ البانیؒ اور دیگر بڑے بڑے محققین کے تحقیقی مواد نے اس سلسلہ کی اہمیت و
 افادیت دو چند کر دی ہے۔
 ☆ نعمانی کتب خانہ لاہور پاکستان کی معاونت کے ساتھ یہ کتب انشاء اللہ ”نفع العبادت و بیہک الشیخ“ کی
 طرف سے عظیم آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔

یہ کتب اپنے ہر قسمی یک سوال یا
 ذیلی ایڈریس سے طلب فرمائیں۔
 نعمانی کتب خانہ لاہور
 Ph: 7321865 E-Mail: nomania2000@hotmail.com

پانچ اہم دینی مسائل

عشرہ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ میں ترقی یافتہ

اور نومولود بچے سے متعلقہ مسائل کا تحقیقی جائزہ
کتاب وسنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں صحیح ترین و تحقیق



- ☆ یہ کتاب ان پانچ اہم دینی مسائل کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔
- ☆ عشرہ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ میں ترقی یافتہ اور نومولود سے متعلقہ مسائل کا تعلق یقیناً ہر مسلمان سے ہے۔
- ☆ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے کتاب وسنت اور صحیح احادیث کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو مکمل ترین و تحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔
- ☆ مسائل میں مزید تائید کی غرض سے عرب و عجم کے علماء کے لادنی حیات بھی نقل کیے گئے ہیں۔
- ☆ کارکن کے مزید استفادے کے لیے کتاب کا آخر میں پروفیسر ڈاکٹر شفیق الرحمن کیلانی حفظہ اللہ کا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ”ذبح کا اسلامی طریقہ“ بھی درج کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے جدید سائنسی اور طبی بصارت کی روشنی میں غیر اسلامی ذبح کے ایسے ایسے نقصانات بیان کیے ہیں جنہیں عام آدمی محسوس ہی نہیں کرتا اور نہ ہی یہ تفصیل آج تک کسی اور کتاب میں بیان کی گئی ہے۔
- ☆ نیز یہ کتاب اگر کسی کو تھوڑی چلنے لگی لکھنے سے ہر سال عمدے کے موقع پر ہر مرتبہ قربانی کے وقت اور ہر بچے کی پیدائش کے موقع پر لازماً پڑھنا چاہیے کی اور اس طرح وہ ہمیشہ تھوڑے دانے کو پادار کے
- ☆ اس قدر اہم اور معیاری کتاب ہونے کے باوجود یہ سبھی کچھ کم قیمت پر دستیاب ہے لہذا اس سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجئے۔
- ☆ یہ کتاب ستمبر ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی ہے اور آج کل اس کا روزانہ فرما کر گھر بیٹھے حاصل کریں۔

یہ کتاب اپنے ہر قاری کی ایک مثال یا
ذیلی ایڈریس سے طلب فرمائیں۔
Ph: 7321865 E-Mail: nomania2000@hotmail.com

فقہ الحدیث

❖ "فقہ الحدیث" کا مطلب ہے حدیث کی فقہ یعنی حدیثِ رسول سے اخذ کردہ احکام و مسائل۔

❖ جب فقہائے مقلدین اور ان کے ہم نواؤں نے زیادہ بلند آہنگی سے محدثین کی فقہت اور وطن اور ہدف تنقید بنایا تو محدثین کی فکر کے حاملین نے احادیث کے مجموعوں کو سامنے رکھ کر تشریحی انداز سے احادیث سے اخذ کردہ مسائل و احکام پر کتابیں تالیف کرنی شروع کیں تاکہ فقہ الناس کے مقابلے میں فقہ الحدیث کی برتری قائم رہے۔

❖ "الدرر البھیة" امام شوکانیؒ کی فقہ پر مبنی مختصر کتاب ہے اور مختصر ہونے ہی کی وجہ سے بہت سے سلفی مدارس کے نصاب میں شامل ہے اور اسی اختصار کی وجہ سے مدرسین کو اس کے پڑھانے میں اور طلباء کو اس کے سمجھنے میں بعض مقامات پر دقت محسوس ہوتی ہے۔

❖ عربی میں اس کی ایک مفصل شرح "السو حصة الندیة" کے نام سے موجود ہے لیکن اس تک رسائی ہر شخص کے لیے مشکل ہے اردو دان حضرات کے لیے تو اس سے استفادہ یکسر ممکن نہیں ہے۔

❖ انہی مشکلات کے پیش نظر حافظ عمران ایوب لاہوری سلمہ اللہ نے زیر نظر تالیف "فقہ الحدیث" تحریر فرمائی ہے جو امام شوکانیؒ کی کتاب (الدرر البھیة) کی واحد اردو شرح ہے۔ یہ شرح اس لحاظ سے نہایت مفید ہے کہ اس کی عبارت کے صل و تقسیم کے ساتھ ساتھ احادیث کی تخریج و تحقیق، فقہی مذاہب و اقوال کا بیان اور ان میں دلائل کی رو سے راجح مذہب کی وضاحت بھی ہے۔

❖ طلبائے علوم دینیہ اور اساتذہ کرام کے علاوہ عام لوگوں کے لیے بھی یہ کتاب اس لحاظ سے نہایت اہمیت و افادیت کی حامل ہے کہ اس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہدایت و رہنمائی مل جاتی ہے۔

❖ یہ صرف "الدرر البھیة" کی شرح ہی نہیں ہے بلکہ فاضل مصنف کے اضافات نے اسے اسلامی ہدایات و تعلیمات کا ایک انسائیکلو پیڈیا بنا دیا ہے جس پر وہ یقیناً تحسین و آفرین کے سزاوار اور زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف عفا اللہ عنہ
مدیر شعبہ تحقیق و تالیف دارالسلام لاہور